تفسیر ثنائی

تفسیر ثنائی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

تفسیر ثنائی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مسلکِ کتاب و سنّت کے فروغ کے لئے کوشاں

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

مکتبہ قدوسیہ
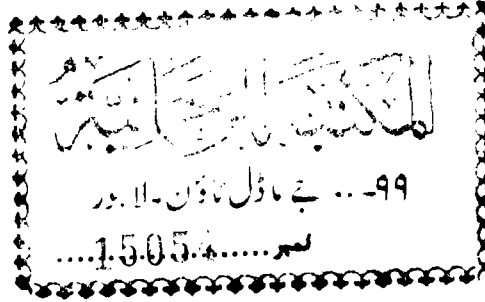
ناشر ________ ابوبکر قدوسی

اشاعت ________ دسمبر 2002ء

مطبع ________ موٹروے پریس
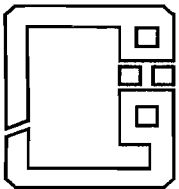
MAKTABA QUDDUSIA

REHMAN MARKET GHAZNI STREET URDU BAZAR
LAHORE - PAKISTAN. Ph: 7351124 - 7230585
Fax: 92 - 42 - 7230585 Email: qadusia@brain.net.pk

روز قیامت، ہر کسی در دست گیرد نامہ
من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآں در بغل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ○ سُبْحَانَكَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ○ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○

التماس مصنف

اس تفسیر کے لکھنے کا مجھے دووجہ سے خیال پیدا ہوا۔ ایک تو میں نے کہا کہ مسلمان عموماً فہم قرآن شریف سے ناواقف بلکہ شناخت حروف سے بھی ناآشنا ہیں۔ ایسے وقت میں عربی تصانیف سے ان کا فائدہ اٹھانا قریب بمحال ہے۔ اردو تفاسیر سے بھی بوجہ کسی قدر طوالت کے عام لوگ مستفید نہیں ہو سکتے۔ نیز ان کا طرز بیان خاص طریق پر ہے۔

دوم میں نے مخالفین اسلام کے حال پر غور کیا تو باوجود بے علمی اور ہیچمدانی کے مدعیٔ ہمہ دانی پایا۔ خدا کی پاک کتاب پر منہ پھاڑ پھاڑ کر معترض ہورہے ہیں۔ حال آنکہ کل سرمایہ اُن کا سوائے تراجم اردو کے کچھ بھی نہیں، جن میں بعض تو تحت لفظی ہیں، اور بعض کے محاورات بھی انقلاب زمانہ سے منقلب ہوگئے، اس لئے وہ بھی مطلب بتلانے سے عاری ہیں، مع ہذا میں نے قرآن کریم کو جامع علوم عقلیہ اور نقلیہ بالخصوص علم مناظرہ میں امام پایا۔ دعوے پر دلیل ایسے ڈھب کی ادا ہوتی ہے کہ ہر ایک درجے کا آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ گو اس کی فاضلانہ تقریر کے سمجھنے کو بہت بڑے علم اور خوض کامل کی ضرورت ہے۔ گو تراجم بامحاورہ بھی ہوں، مگر جب تک حسب موقع شرح نہ کی جائے، عام بلکہ متوسط درجے کے خواص بھی فہم مطالب سے کماحقہ بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ بالخصوص جب کہ ایک مسلسل بیان کی صورت میں لایا جاوے (جیسا کہ اس عاجز نے کیا) تو عجیب ہی لطف پیدا کرتا ہے۔ آج تک ہمارے مفسرین نے اس طرف توجہ نہیں کی، صرف تفسیر رحمانی کے مولف مرحوم ومغفور نے کسی قدر التفات کیا۔ مگر ناظرین اس میں اور ان اوراق میں فرق بین پائیں گے۔ مولف مرحوم کے بیان میں تسلسل نہیں جو ان میں ہے۔ **فالحمدلله علىٰ ذلك.**

پھر میں نے بعض مقامات کے حل مطالب کے لئے شان نزول کا ذکر بھی ضروری سمجھا۔ سو ہر آیت کے متعلق جہاں تک منقول تھا اس کو بھی نقل کیا اور بعض مقامات میں رد مخالفین کی طرز پر اور بعض جگہ ناوان موافقین کے جواب بھی لکھے۔ سو الحمد للہ کہ یہ تفسیر جیسی کہ زمانے کو ضرورت تھی، ویسی ہی تیار ہوئی۔ خدا اس کو قبول فرماوے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

راقم۔ خاکسار مصنف

مقدمہ

اس مقدمے میں چند دلائل مختصرہ سے سید الانبیاء' سند الاصفیاء محمد مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ التحیۃ والسلام کی نبوت کا ثبوت ہوگا۔ اس لئے کہ ہر کتاب کے مطالعہ سے پہلے صاحبِ کتاب کی وجاہت کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

آپؐ کی نبوت کی دلیل اول کا اجمالی بیان:

مقتضائے عقل ہے کہ جو شخص کل جہان سے مخالف ہو کر منجانب[1] اللہ مامور اور نبی ہونے کا مدعی ہوتا ہے' اس کی حالت تین صورتوں میں منحصر ہوتی ہے، یعنی یا تو وہ سچا ہی ہوتا ہے یا دنیا ساز یا مجنون۔ پس اسی قاعدے سے ہم آپ کی نبوت کی جانچ کرتے ہیں۔ چونکہ آپ نہ دنیا ساز تھے نہ مجنون' اس لئے شق اول ثابت ہوگی، ورنہ چوتھی صورت بتلانی ہوگی جو ممکن ہی نہیں۔

اس اجمال کی تفصیل ہم دو فصلوں میں کریں گے۔

فصل اول میں آپؐ کے انتظام ملکی کا ذکر ہوگا' جس سے احتمال جنون آپؐ کی ذات بابرکات سے رفع ہوگا۔

فصل دوم آپؐ کے زہد اور توکل علی اللہ کے متعلق ہوگی، جس سے الزامِ دنیاداری آپؐ کے اعداء سے دور ہو جائے گا۔

فصل اول:-

آپؐ کے انتظام ملکی کے بیان میں

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضاداری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

آپ کے کمالات خداداد پر نظر کرنے سے ہر فصل کے شروع میں میں اس شعر کے لکھنے پر مجبور ہوں۔ یہ احتمالِ جنون جس کے رفع کرنے کو یہ فصل تجویز ہے' ایسا احتمال ہے کہ اس کا قائل کوئی دشمن بھی آپ کی نسبت نہیں۔ مگر چونکہ ہماری دلیل کسی کے مسلمات پر مبنی نہیں اس لئے اس احتمال کا دور کرنا بھی مناسب ہے۔ پس سنو! کہ اس میں شک نہیں کہ آپ جب پیدا ہوئے تھے تو عرب کا ملک ایک سخت جہالت میں پھنسا ہوا تھا۔ شراب خوری، جوابازی، غارت گری، لڑکیوں کا زندہ گاڑنا وغیرہ وغیرہ۔ بداخلاقیوں کا تو عام رواج تھا۔ ان عیوب سے پاک کرنے والا ان کو کون تھا؟ وہی ستودہ صفات فداہ روحی۔ ہمیشہ ہر سال بلکہ کبھی کبھی متعدد دفعہ بھی مخالفوں سے کس نے جہاد[2] کئے

[1] یہ قید اس لئے ہے کہ مطلق مخالفت تین شقوں میں منحصر نہیں بسا اوقات انسان اپنی سمجھ میں ایک بات کو صحیح جان کر سب سے مخالف ہو بیٹھتا ہے حالانکہ وہ غلطی پر ہوتا ہے' نہ سچا نہ دنیادار نہ مجنون۔ بلکہ سمجھ کا پھیر اسے مخالفت پر آمادہ کرتا ہے مگر یہ احتمال اسی صورت میں ہو سکتا ہے جو فہم کے متعلق ہو۔ نبوت کا مسئلہ فہم سے تعلق نہیں رکھتا' بلکہ یہ امر قریب قریب رؤیت کے ہے۔ اس میں تین شقوق کے علاوہ چوتھی شق ممکن ہی نہیں۔ فتدبر (منہ)

[2] مسئلہ جہاد کی بحث تو اپنے موقعہ پر آوے گی۔ یہاں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ آپ میں کوئی دماغی فتور نہ تھا' بلکہ آپ بڑے پولیٹیشن مین (منتظم ملک) تھے۔ منہ

اور اپنی حسن تدبیر سے کون ان پر غالب آتا رہا؟ وہی صاحب کمالات فداہ ابی وامی۔ تمام عرب کو جاہل سے عالم بلکہ استاد عالم کس نے بنایا؟ رعایا سے حاکم بلکہ درندوں سے انسان کس کی صحبت سے ہوئے؟ اسی فداہ روحی کے ادنیٰ اثر خدمت سے۔ قرآن کریم میں بھی ایک جگہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ جیسے کہ زاہد اور دنیا ومافیہا سے بے رغبت تھے ویسے عقل خدا داد سے بھی اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے جہاں فرمایا کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَابِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (سبا۔۴۶۔۴۷)

"میں تمہیں ایک بات ایسی بتلاتا ہوں جس سے تمہارے ہمارے سب جھگڑے طے ہو جائیں۔ وہ یہ کہ تم سب مل کر یا علیحدہ علیحدہ ہو کر سوچو اور غور کرو کہ (میں جو تمہاری ہر بات ملکی اور تمدنی اور خانگی میں مخالف ہو رہا ہوں) مجھ میں کسی طرح کا جنون تو نہیں بلکہ میں تو تمہیں بڑے ریفارمروں کی طرح ایک مصیبت قومی اور شخصی کے آنے سے پہلے ہی ڈراتا ہوں اور اس کی مزدوری بھی تم سے نہیں مانگتا بلکہ اللہ ہی پر چھوڑتا ہوں' سب چیزیں اسی کے پاس حاضر ہیں۔"

چونکہ اس امر کو ہر ایک واقفِ تاریخ سابقہ خوب جانتا ہے' بلکہ کسی اعلیٰ ادنیٰ پر بھی یہ امر مخفی نہیں کہ آپؐ بڑے مقنن، مصلح قوم، دوراندیش، ریفامر تھے اس لئے اس مضمون میں طوالت دینا چنداں ضروری نہ ہوگا۔ پس اسی قدر مختصر بیان پر قناعت کر کے ناظرین سے نتیجے کی درخواست کی جاتی ہے۔

فصل دوم:۔

آپ کے زہد کے بیان میں

حسنِ یوسف دمِ عیسے یدِ بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

پہلے آپ کی کتاب قرآن مجید سے دریافت ضروری ہے کہ آپ کی کتاب نے دنیا کی محبت کی نسبت کیا تعلیم دی ہے۔ سنئے!

ایک جگہ مختصر الفاظ میں بیان ہے کہ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ (ال عمران۔۱۹۷) دنیا کا مال اسباب بہت تھوڑا ہے۔

پھر ایک جگہ فرمایا کہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (نساء۔۷۷) دنیا کا گزارہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اور آخرت کا بدلہ جو پرہیزگاروں کے لئے ہے' سب سے بہتر ہے۔

ایک جگہ فرمایا وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (عنکبوت۔۶۴) دنیا تو سب کھیل کود ہے۔"

ایک جگہ دنیا پر خوش ہو کر خدا کو بھول جانے والوں کے حق میں بطور ناراضگی فرمایا کہ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ (رعد۔۲۶) کیا یہ آخرت کے عوض میں دنیا ہی پر راضی ہو بیٹھے ہیں۔ حالانکہ دنیا کا گزارہ آخرت کے مقابلے میں بہت ہی قلیل ہے۔" ایک جگہ فرمایا زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (ال عمران۔۱۴) لوگوں کو کھیتی باڑی، گھوڑا گاڑی، بیوی، بچے بھلے معلوم ہوں۔ حالانکہ یہ سب اسباب دنیاوی زندگی کے ہیں' تو ان کو کہہ دے کہ میں تم کو ایک بھلی بات بتلاؤں؟ جو لوگ اللہ

سے ڈرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں باغ ہیں اور بڑی خوشی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔
ایک جگہ فرمایا کہ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (کہف۔۴۶)
دنیا کا مال اور بال بچے یہ سب دنیا ہی کی زینت ہیں اور ہمیشہ کو باقی رہنے والی نیکیاں ہی اللہ کے ہاں نیک عوض رکھتی ہیں۔
ایک جگہ فرمایا کہ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا. وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. (الحدید۔۲۰)

دنیا کی چیزوں کا ماحصل تو صرف کھیل کود اور ایک دوسرے پر فخر اور تعلّی کرنا اور ظاہری آراستگی ہے اور پھر اس کو مینہ سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ اس دنیا سے آگے چل کر یا تو بھلے کاموں پر انعام ہے یا بدکرداری پر سزا۔
ایک جگہ دنیاداروں کی مذمت میں ارشاد فرمایا کہ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (الاعلیٰ۔۱۶'۱۷) تم دنیا کو سب پر ترجیح دیتے ہو۔ (حالانکہ دنیا فانی ہے) اور آخرت ہمیشہ رہنے والی اور بہت اچھی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔
اس مضمون کی اگر ساری آیتیں جمع کی جائیں تو ایک کامل کتاب بن جائے۔ لیکن ہم اسی قدر پر قناعت کر کے آپ کے خصائل حمیدہ مشتے نمونہ خروارے صحیح صحیح روایتوں سے بیان کرتے ہیں تاکہ معترض۔ "چوں بخلوت میروند کار دیگر میکنند۔" کا الزام نہ لگائیں۔
آپ کی بیوی عائشہ صدیقہؓ (جو آپ کے خانگی امور سے بخوبی واقف تھیں) بیان کرتی ہیں کہ آپ اور آپ کے گھر والوں نے دو روز پے در پے جو کی روٹی سے بھی سیری نہیں کی۔ (شمائل ترمذی)
آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی سخت بھوک معلوم کر کے جو کی روٹی کے ٹکڑے اور سڑی چربی (جو اس وقت گھر میں میسر ہوتی تھی) لے کر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے پہننے کی زرہ (جو بوجہ قلت گزارہ) چند سیر جو کے عوض میں گروی تھی۔ (شمائل ترمذی)
آپ کے خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو خالی چٹائی پر لیٹے ہوئے دیکھا' جس سے آپ کے بدن مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ یہ تکلیف حضور مقدس ﷺ کی دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ آپ دعا کریں کہ مسلمانوں پر خدا فراخی کرے۔ کسریٰ قیصر جو مشرک ہیں ان پر کیسی فراخی ہے۔ آپ نے بڑے طیش میں آ کر فرمایا کیا تو بھی (باوجود دانا ہونے کے) یہ بات کہتا ہے؟ کیا تو اس سے خوش نہیں کہ ان کافروں کے لئے دنیا میں (جو چندروزہ ہے) عیش و عشرت ہوا اور ہم کو آخرت میں (جو ہمیشہ رہنے والی ہے) ملے۔
انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین رکھ اور مرتے ہوئے بھی مسکین ہی مار اور قیامت کے دن بھی مسکینوں میں اٹھائیو! (مشکوۃ)۔
اپنی بیوی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مسکین اپنے دروازے سے خالی نہ پھیرا کر' اگرچہ ایک ہی کھجور دے دے۔ اے عائشہؓ مسکینوں سے محبت کیا کر' خدا تجھے مقرب بنادے گا۔" علاوہ اپنے زہد اور خاکساری کے اپنے اتباع کو بھی یہی تعلیم فرماتے (مشکوۃ)
ایک شخص نے عرض کیا حضرت! میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ذرا سنبھل کر بول۔ اس نے مکرر عرض کیا۔ حضرت! میں واقعی سچ کہتا ہوں' مجھے آپ سے بہت محبت ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اب سے تو فقر و فاقہ کے اٹھانے کو تیار رہ۔ (مشکوۃ)
حصول سلطنت کے زمانے کا حال آپ کی بیوی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ نے تین روز تک بھی پے در پے

پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ سب سے بڑھ کر آپ کے زہد اور دنیاومافیہا سے بے رغبتی کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے ایک بڑی آمدنی کی مد کہ جس کے برابر اسلام میں کوئی آمدن نہیں نہ صرف اپنے لئے ہی حرام کی بلکہ ہمیشہ کے لئے اپنی اولاد کو بھی اس سے روک دیا۔ وہ ہے' مدز کوٰۃ۔(شمائل ترمذی)

آپؐ کے نواسہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سہ سالہ عمر میں ایک دفعہ صدقہ کی کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ آپ نے اسی وقت منہ سے نکلوادی اور فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ ہم زکوۃ نہیں کھایا کرتے۔(مشکوٰۃ)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی میدے کی روٹی بھی کھائی تھی؟ اس نے کہا کہاں؟ میدہ تو آپ نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھا۔ پھر اس نے کہا تمہارے زمانے میں چھلنیاں بھی ہوتی تھیں؟ اس نے کہا کوئی نہیں۔ سائل نے لوٹ کر سوال کیا کہ تمہارے زمانے میں تو آٹا اکثر جو کا استعمال ہوتا تھا' پھر ایسے آٹے کو بغیر چھلنیوں کے تم کیونکر کھایا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ پھونک مار لیتے تھے' جس قدر اڑنا ہوتا اڑ جاتا' باقی کو گوندھ لیتے۔(شمائل ترمذی)

آپ کی بیوی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے آپ کے لئے ایک بسترہ ٹاٹ کا جو دوہرہ کر کے بچھایا کرتے تھے' چار تہہ کر کے بچھایا۔ اس روز صبح ہوتے ہی آپ نے فرمایا کہ آج رات تم نے میرے نیچے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے عرض کیا حضرت! آپ ہی کا بسترہ تھا مگر ہم نے اسے نرم کرنے کو بجائے دو تہہ کے چار تہہ بچھایا تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اسی طرح حسب معمول دو تہہ بچھایا کرو۔ اس نے تو بوجہ آرام کے رات مجھے نماز تہجد سے غافل کر دیا۔(شمائل ترمذی)

اللہ اکبر۔ سچ ہے

تواضع زگردن فرازاں نکوست   گداگر تواضع کند خوئے اوست

بھلا اگر اور چیزوں کی نسبت شبہ ہو تو ہو کہ ملتی نہ ہوں گی' اس لئے بحکم "عصمت بی بی ست از بے چادری" اپنے آپ کو زاہد بناتے تھے۔ اس ٹاٹ کی نسبت تو کوئی شبہ نہیں' یہ آپ کی ملک ہی تھا اور آپ ہی کے قبضے میں۔ دوہرہ بچھاتے خواہ چوہرہ۔ پھر باوجود اس کے اپنے اس آرام کو بھی بایں لحاظ کہ یہ آرام قلیل بھی مجھے نماز تہجد سے مانع ہے' ترک فرمایا۔

اس سے بڑھ کر زہد اور بے رغبتی کیا ہو گی کہ فوت ہوتے وقت آپ کی زرہ (باوجود حصول سلطنت) چند سیر جو کے عوض میں گرو تھی۔(شمائل ترمذی)

ایک دفعہ آپ کا تحصیلدار ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین کے شہر سے کچھ مال لایا۔ لوگ اس کی آمد کا حال سن کر آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے کہ ہمیں بھی کچھ اس میں سے ملے۔ آپ نے ان کا غیر معمولی اجتماع دیکھ کر فرمایا کہ تم نے سنا ہو گا کہ ابو عبیدہ آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں' حضرت! آپ نے فرمایا کہ مجھے ہرگز اس بات کا اندیشہ نہیں کہ تم فقر و فاقہ سے تنگ رہو گے۔ بلکہ اندیشہ اس امر کا ہے کہ دنیا تم پر فراخ ہو گی' پھر تم پہلے لوگوں کی طرح اس میں مشغول ہو کر سیدھی راہ بھول جاؤ گے۔(سبحان اللہ کتنی زہد کی تعلیم ہے) پھر اس جگہ سے تمام مال تقسیم کر کے اٹھے اور ایک حبہ بھی ساتھ نہ لیا۔(مشکوٰۃ)

ایک دفعہ عصر کی نماز پڑھ کر خلاف عادت بہت جلد گھر کو تشریف لیے گئے۔ صحابہ کو اس خلاف عادت امر پر تعجب ہوا' اتنے میں آپ واپس تشریف لے آئے۔ فرمایا مجھے نماز میں یاد آیا تھا کہ میرے گھر میں چاندی کا ایک ٹکڑا پڑا ہے۔ مناسب نہیں کہ نبی کے گھر میں کچھ مال بھی بلا تقسیم پڑا رہے' اس لئے میں جا کر اسے للہ تقسیم کر آیا ہوں۔(مشکوٰۃ)

ایک دفعہ آپ کی لختِ جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی تکالیف شاقہ کا (جو ان کو گھر کی محنت مشقت سے پہنچتی تھیں) آنجناب کے حضور میں اظہار کر کے درخواست کی کہ مجھے ایک خادم مل جائے جو میرے گھر کے کاموں میں باعث راحت ہو۔ آپ نے بجائے

خادم مرحمت کرنے کے بحکم۔ "کُلُّ اِنَاءٍ یَّتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ[1]۔" رات کو ان کے مکان پر جاکر لخت جگر کو سمجھایا کہ تم سوتے وقت تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور تینتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو (اس عوض میں جو خدا کے ہاں سے تم کو ملے گا) وہ کئی درجے غلام کی آسائش سے (جو صرف دنیا میں چند روزہ ہے) بہتر ہے۔ اس نصیحت پدرانہ کو صاحبزادی نے بسر و چشم قبول کیا۔ کیوں نہ ہو 'اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ[2]' ناظرین! اس سے بڑھ کر بھی کوئی زاہد ہوگا کہ اپنی اولاد کی ایسی تکلیف شدید دیکھ کر بھی باوجود حصول سلطنت کے' بجائے امداد مناسب کے ایسے کام بتلائے جو ہر طرح سے ان کو آخرت ہی میں کار آمد ہوں، جن کا اثر بجز آخرت کے دنیا میں کسی طرح نہ ہو سکے۔ سچ ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ یَّرْجِعُ[3] اِلٰی اَصْلِہٖ.

ان سب واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ پر اتہام دنیا سازی لگانا اگر انصاف کا خون کرنا نہیں تو کیا ہے؟ حق ہے

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب ست گل است سعدی و در چشم دشمناں خارست

کیا یہ سب واقعات مذکورہ بالا بہ سبب تنگ دستی اور محتاجی کے تھے جو "عصمت بی بی ست از بے چادری" کے مصداق ہوں؟ نہیں' ہرگز نہیں بلکہ بعد حصول سلطنت اور تمام ملک پر حکمرانی کے تھے جو ۔ تواضع ز گردن فرازاں نکوست کے مصداق ہیں۔

پس ان دو فصلوں سے دونوں احتمال (جنون اور دنیا سازی) جناب کی ذات ستودہ صفات سے بکلی مرتفع ہو گئے۔ پس احتمالات ثلاثہ میں سے آپ کی نبوت کے متعلق دو کے ابطال کے بعد ایک ہی رہا۔ وہ یہ کہ آپ صادق مصدوق خدا کے سچے رسول تھے' ورنہ چوتھا احتمال قاعدہ عقلی میں زائد کرنا ہوگا جو ممکن ہی نہیں۔ فَثَبَتَ الْمُدَّعٰی.

آپ کی تعلیم سے نبوت کا ثبوت

(دلیل دوم)

آپ کی تعلیم کا مسئلہ بالکل صاف اور سیدھا ہے، بشر طیکہ کچھ انصاف بھی ہو۔ مثلاً توحید[4] باری کو جو اصل الاصول ہے دیکھئے تو قرآن کریم نے کیسا صاف اور صریح لفظوں میں ایسے لوگوں کے سامنے جو اس توحید کے سخت منکر تھے' بیان کیا۔ نہ صرف بیان ہی کیا بلکہ مدلل کر کے منوا بھی لیا۔

ایک جگہ فرمایا[5] تو کہہ دے خدا اکیلا ہے' سب سے بے نیاز۔ نہ کوئی اس کا بچہ ہے اور نہ کسی کا وہ' اور نہ اس کا کوئی مثل اور برابر ہے۔

---

[1] ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے (مشہور مقولہ ہے)

[2] اولاد باپ کا نمونہ ہے۔

[3] ہر چیز اپنی اصل کی طرف ہی جاتی ہے (مقولہ ہے)

[4] ہماری ہمسایہ قوم آریہ تو اس کو تقاضائے عقل ہی سمجھتے ہوں گے مگر ملک کے واقعات کو ملحوظ رکھ کر رائے لگانا انصاف ہے

پانی میں ہے آگ کا لگانا دشوار بہتے دریا کو پھیر لانا دشوار
دشوار تو ہے مگر نہ اتنا جتنا بگڑی ہوئی قوم کا بنانا دشوار

(منہ)

[5] قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

ایک جگہ فرمایا

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ. سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ○ (حشر۔ ۲۲'۲۴)

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو پوشیدہ اور حاضر کو برابر جانتا ہے۔ وہی بڑا بخشنے والا' نہایت مہربان' سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں' جو سب جہان کا بادشاہ' سب عیوب سے پاک' اصل سلامتی کا مالک' سب کو امن دینے والا' سب کا نگہبان' سب پر غالب' سب نقصانوں کا پورا کرنے والا' سب سے بڑا' پاک ہے مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے' وہی پیدا کرنے والا ہے' ہر جان دار کی تصویر بنانے والا' اسی کی صفات حمیدہ ہیں' زمین کی سب چیزیں اس کی تعریف کر رہی ہیں' وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔"

ایک جگہ فرمایا کہ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ (طلاق۔ ۱۲) وہی خدا مالک ہے' جس نے سات آسمان اور زمین بھی انہی کی طرح بنائے ان (زمینوں میں روئیدگی وغیرہ کے متعلق) اسی کے احکام نافذ ہیں۔

ایک جگہ فرمایا

اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ. لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلاَّ بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلاَّ بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ. (البقرہ۔ ۲۵۵)

سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے' نہ اس کو اونگھ آوے نہ نیند۔ جو کچھ زمین آسمان میں ہے' سب اسی کا ہے۔ وہ ایسی ہیبت کا بادشاہ ہے کہ بغیر اس کے اذن کے کوئی بھی اس کے آگے کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔ وہ سب لوگوں کے آگے اور پیچھے کے حالات جانتا ہے اور لوگ اس کے معلومات سے کچھ بھی دریافت نہیں کر سکتے۔ ہاں جس قدر وہ خود ہی بتلاوے۔ زمین و آسمان کو اس کی حکومت نے گھیر رکھا ہے اور وہ ان کی نگہبانی سے تھکتا نہیں اور وہ بڑا ہی بلند ہے۔"

کیا اس سے بھی کچھ زیادہ تفصیل ہو سکتی ہے؟

ایک جگہ فرمایا

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ. (حم سجدہ۔ ۷)

تو ان کو کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں۔ ہاں میری طرف یہ پیغام الٰہی پہنچتا ہے کہ تمہارا (ہمارا) سب کا معبود ایک ہی ہے۔ پس اسی کی طرف سیدھے ہو کر چلو اور اپنے گناہوں پر بخشش مانگو۔ افسوس ہے مشرکوں کے حال پر جو اپنے آپ کو شرک سے پاک نہیں کرتے اور قیامت کے منکر ہیں۔"

ایک جگہ فرمایا

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا. (بنی اسرائیل۔ ۴۲)

"تو (اے محمد ﷺ) ان کو کہہ دے اگر خدا کے ساتھ شریک اور ساجھی ہوتے جیسے کہ مشرک کہتے ہیں تو حسب عادت شرکاء فوراً خدا کی طرف چڑھائی کرتے۔"

ایک جگہ دلیل عقلی سے شرک کی نہ صرف کی نفی بلکہ اس کے محال ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ جہاں مذکور ہے کہ

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ○ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ○ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (انبیاء۔۲۱'۲۴)

"ان نادانوں نے بجائے توحید کے اور خدا مقرر کر لئے۔ کیا وہ ان کو جمع کریں گے؟ (سچ جانو) کہ دنیا میں کوئی دوسرا خدا نہیں' اگر سوائے خدا واحد کے اور خدا بھی ہوتے تو آسمان زمین بسبب ان کے تنازعات کے بالکل بگڑ جاتے یا بگڑنے کو ہوتے وہ ذات پاک تو ایسی ستودہ صفات ہے کہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے، کوئی اسے پوچھنے والا نہیں اور مخلوق تو سب کی سب اس کی غلام ہے، سب کو ان کے کئے سے سوال ہوگا۔ کیا ایسے دانا ہو کر بھی خدا کے سوا اور معبود بناتے ہیں۔ تو کہہ دے لاؤ اس کی کوئی دلیل عقلی یا نقلی کہ جہان میں دوسرا خدا بھی ہے یا ہو سکتا ہے"

ایک جگہ نہایت ہی مختصر مگر شستہ الفاظ میں شرک کی بے ثباتی اور مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ جہاں پر فرمایا

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (انعام۔۱۹)

"کیا تم اے مشرکو! گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ (اگر وہ اس امر پر گواہی دیں بھی تو) تو کہہ دے کہ میں تو ایسے صریح البطلان امر پر شاہد نہیں ہوتا۔ تو یہ بھی کہہ دے کہ چونکہ خدا ایک ہے' اس لئے میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں"

ایک جگہ فرمایا

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (یونس۔۱۵)

"جب کفار ہماری کھلی کھلی آیتیں (متعلق توحید کے) سنتے ہیں تو بول اٹھتے ہیں کہ کوئی اور قرآن اس کے سوا لا یا اس میں سے آیات توحید کو بدل ڈال' جس کے جواب میں اشارہ ہے کہ تو کہہ دے کہ میرے تو اختیار میں نہیں کہ اپنی طرف سے اسے بدل ڈالوں میں تو سوائے پیغام الٰہی کے کچھ کر سکتا ہی نہیں (نہ میں خدا کو کسی امر کا مشورہ دے سکتا ہوں) بلکہ اس کی نا فرمانی پر مجھے بھی عذاب کا ڈر ہے۔"

ایک جگہ عظمت الٰہی ذہن نشین کرنے کو ارشاد ہے کہ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ (قصص۔۷۱'۷۲)

"تو ان سے کہہ دے کہ اگر خدا تم پر ہمیشہ کو رات ہی رکھے تو بتلاؤ کون ہے جو دن کو تمہارے لیے پیدا کرے، اور اگر دن بے حد دراز کر دے تو کون ہے کہ تمہارے آرام کے لئے رات بنا دے۔"

ایک جگہ فرمایا

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (ملک۔۳۰)

"بتلاؤ اگر خدا تمہارا پانی خشک کر دے تو کون ہے کہ تمہارے لئے پانی پیدا کر سکے۔"

ایک جگہ تو صاف فیصلہ ہی کر دیا کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (نساء۔۴۸) "خداوند تعالیٰ شرک کو ہرگز نہ بخشے گا۔"

اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ جس نے ایک دفعہ بھی قرآن کریم کو خواہ بنظر سرسری دیکھا ہوگا' وہ بھی جان گیا ہوگا کہ قرآن شریف کو شرک سے کس درجہ نفرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکوں کو اس سے رنج ہوتا تھا۔ دیکھو تو جب انھیں اس چشمہ نور' منبع جود' مظہر کرم' سچے رسول (فداہ روحی) میں باوجود تلاش بسیار کوئی عیب نہ ملا تو بجز اس کے کچھ الزام نہ لگا سکے کہ

اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِھَتِکُمْ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ (ص۔۵'۷)

"یہ کیسا شخص ہے کہ جو سب خداؤں کو چھوڑ کر ایک ہی خدا کے پیچھے ہو لیا ہے' یہ تو ایک عجیب ہی بات بتلاتا ہے اور جاتے ہوئے ایک جماعت اپنے ساتھیوں کو نصیحت کر گئی کہ اپنے اپنے معبودوں کو مت چھوڑو۔ یہ توحید تو یونہی بناوٹ ہے' پہلے تو ہم نے کبھی نہیں سنا کہ خدا ایک ہے (ہمیشہ یہی سنتے آئے کہ فلاں شخص فلاں دیبی بھی کچھ خدائی میں حصہ رکھتے ہیں) اب تو یہ ایک نئی بات سناتا ہے کہ سب جہاں کا مالک ایک ہی ہے۔"

یہ الزام مشرکین کا جتلا رہا ہے کہ ان کو بغیر اس تعلیم توحید کے جناب کی ذات ستودہ صفات میں کوئی عیب نہیں ملا۔ سو اگر یہی ہے تو علی الرأس والعین۔

مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں ان میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خود کام بھی ہیں

آپ کو تو شرک سے اس قدر نفرت تھی کہ شرک کے وہم و گمان پر آپ نے تصویر[1] کا رکھنا منع فرمادیا (کیا دور اندیشی ہے) اس لئے کہ جن قوموں میں اب صورت پرستی کا رواج ہے' کیا عجب کہ پہلے ان میں اسی طرح رکھنے کا دستور ہوا ہو' بلکہ یقیناً ایسا ہوا ہے۔

علاوہ ان آیات صریحہ کے جو اپنے مفہوم بتلانے میں بالکل واضح ہیں' دیگر آیات میں جناب والا کی نسبت صاف اور صریح لفظوں میں ان احتمالات کا جن سے غیر قومیں اپنے اپنے بزرگوں کی نسبت غلط گمانی میں پڑ گئیں' قلع قمع فرمایا ہے۔

ایک جگہ فرمایا

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (اعراف۔۱۸۸)

"تو بلند آواز سے کہہ دے کہ میں اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں' اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو اپنے بھلے کی بہت سی چیزیں جمع کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی۔"

ایک جگہ فرمایا

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ (زمر۔۶۵)

"ہم نے تیری طرف اور تجھ سے پہلے نبیوں کی طرف پیغام بھیجا ہوا ہے کہ اگر تو بھی شرک کرے گا تو ہم تیرے سب عمل ضائع کر دیں گے اور تو سخت خسارہ پاوے گا۔"

ایک جگہ فرمایا کہ

---

[1] صحیح حدیث میں آیا ہے' کہ جو لوگ تصویریں بناتے ہیں انصاف کے روز ان کو کہا جائے گا کہ تم ہی ان میں جان ڈالو۔ جب تک وہ ان میں جان نہ ڈالیں گے عذاب میں جتلا رہیں گے۔ افسوس ہے کہ اس آخری زمانے میں مسلمانوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہے' جس کے سبب نادان مخالفوں نے اعتراض کیے۔ (صحیح بخاری)

اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ (یونس۔۱۰۷)

"اگر تجھ کو خدا کوئی تکلیف پہنچادے تو کوئی اس کے سوا نہیں جو اس کو ہٹا سکے اور اگر وہ تجھ کو کچھ بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔"

ایک جگہ نہایت عاجزی سے اقرار عبودیت کی تعلیم ہے کہ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (انعام:۱۶۲)

"تو کہہ دے میری نمازیں اور میری دعائیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو سب جہان کا مربی ہے۔"

ایک دفعہ کفار کی مختلف درخواستوں سے آپ کے دل پر کسی قدر گھبراہٹ ہوئی اور کفار ناہنجار کی گردن کشی۔سے طبعی طور سے رنج پیدا ہوا تو ارشاد باری پہنچا کہ

اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْسُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ (الانعام۔۳۵)

"اگر تجھ کو ان کے انکار سے تکلیف پہنچتی ہے اور تجھ پر بوجھ پڑتا ہے تو اگر تجھ میں طاقت ہے کہ زمین میں سرنگ نکال کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی نشان مطلوب ان کو دکھا سکے تو دکھلادے' خدا اگر چاہتا تو سب کو ایک جگہ ہدایت پر جمع کر دیتا۔تو ایسی گھبراہٹ کرنے سے نادان مت بن۔"

ایک جگہ صاف لفظوں میں فرمایا کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (کہف۔۱۱۰)

"میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، مجھ کو خدائی میں کوئی حصہ نہیں۔ہاں مجھ کو اطلاع پہنچتی ہے کہ تمہارا سب کا خدا ایک ہی ہے۔پس جو کوئی اس سے ملنے کی امید رکھے وہ اپنے اعمال میں شرک نہ کرے یعنی اخلاص سے بے ریا عمل کرے۔"

ایک جگہ فرمایا

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۙ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ○ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ○ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ○ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (زمر۔۱۱'۱۵)

"تو کہہ دے کہ مجھے یہی حکم ہے کہ اللہ کی خالص عبادت کروں اور سب سے پہلے اس کا تابعدار بنوں (نہ کہ شریک اور ساجھی) تو یہ بھی کہہ دے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے پر مجھے بھی عذاب کا ڈر ہے یہ بھی کہہ دے کہ میں تو اللہ ہی کی خالص عبادت کروں گا۔تم سوائے اس کے جس کی چاہو کرو (پڑے اپنا سر کھاؤ)۔"

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیتوں اور نیز دیگر آیات سے یہ تو بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے دل میں عظمت الٰہی ایسی جاگیر تھی کہ مقابلہ تعظیم خداوندی کے اپنی عزت یا بڑائی ہیچ جانتے تھے۔ہر طرح سے خدا کی توحید اور تعظیم ہی کی تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ خدا کے سامنے اپنا مرتبہ بجز عبودیت کے کوئی دوسرا تجویز نہیں فرمایا۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا شخص جو ہر طرح سے خدا کی عظمت کرتا ہو اور اس کی توحید کا قائل نہ خود ہی ہو بلکہ دوسروں کو بھی باوجود مخالفت شدید کے یہی سکھاتا ہو اور اسی تعظیم الٰہی کے سبب سے ہی اپنے گھر بار سے نکالا جائے مگر وہ اس کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے تو ایسا خدا کا بندہ ایسی جرات کر سکتا ہے کہ خدا پر جھوٹا دعویٰ پیغمبری کرے، جس کے معنی دوسرے لفظوں میں صریح یہ ہیں کہ گویا خدا کو وہ علیم قدیر

مالک الملک نہیں جانتا' جب ہی تو اتنی دلیری کرتا ہے کہ ایک معمولی آدمی ہو کر نیابت خداوندی کا مدعی ہوتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی منصف ہاں کہے بلکہ چاروں طرف سے گونج آئے گی کہ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

پس آنحضرت فداہ روحی نے جو باوجود اس قدر تعظیم الٰہی کے دعویٰ کیا تو یہ کس بنا پر تھا؟ بے شک سچے الہام اور حقانی اعلام پر۔ فتفکر۔

آپ کے عملی طریق سے نبوت کا ثبوت
(دلیل سوم)

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی کتاب قرآن کریم نے تو آپ کی لائف (سوانح) کو جس طرح صاف اور صریح الفاظ میں بیان کیا ہے' اس کا ذکر عیاں راچہ بیاں' مفصل کیفیت کی غرض سے ہم آپ کے واقعات روایات سے بیان کرتے ہیں تاکہ دونوں طریق (علمی اور عملی) آپ کے مطابق معلوم ہوں اور کسی بداندیش کو۔ "چوں بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند۔" کہنے کا موقعہ نہ رہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کسی نے آپ کے سامنے آکر عرض کیا۔ حضرت! ہم آپ کو اللہ کے آگے شفیع بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کے آگے۔ چونکہ یہ کلمہ صحیح نہ تھا اس لئے کہ شفیع تو اس کو لایا کرتے ہیں جو خود نہ کر سکے اور خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ کو یہ کلمہ سن کر بہت رنج ہوا اور بڑے طیش میں آکر آپ نے اس قائل کو ایسے کلمات کہنے سے کہ جن سے جناب باری کی شان میں کسی قسم کی بھی ہتک کا احتمال ہو اور اس کی توحید میں فرق آئے' سخت منع فرمایا۔

(کیا یہ جھوٹوں کی شان ہے؟)

ایک دفعہ آپ کی خدمت شریف میں ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ جو خدا چاہے اور آپ چاہیں گے وہی ہوگا۔ آپ نے بڑے رنجیدہ ہو کر فرمایا کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا؟ ایسی بات ہرگز نہ کہا کرو۔ بلکہ یہ کہ کرو کہ جو کام خدا اکیلا چاہے گا وہی ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی سواری پر سوار ہوتے تو پہلے یہ دعا کرتے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں اور وہ سب عیبوں سے پاک ہے' جس نے ایسے بڑے جانور (گھوڑے، اونٹ' ہاتھی وغیرہ) ہمارے تابع کر دیے ورنہ ہم تو ایسے بڑے شاہ زور جانور کے قریب بھی نہ جا سکتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

اور جب کبھی کسی بلندی پہاڑ وغیرہ پر چڑھتے تو چونکہ اس سے ایک قسم کو علو ہوتا ہے اور بہ نسبت سابق کے آدمی اپنی اونچائی دیکھتا ہے، اس لئے ایسے وقت میں آپ بڑی دور اندیشی سے نہایت بلند اور برتر کو دیکھتے اور اللہ اکبر کہتے۔ یعنی یہ خیال فرماتے کہ میری بلندی جو اس وقت مجھے حاصل ہوئی ہے، ہیچ ہے۔ اصل میں سب سے بڑا خدا ہی ہے۔ اور جب آپ نیچے اترتے تو چونکہ یہ ایک قسم کا نقصان ہے کہ بلندی سے پستی میں آئے اس لئے یہ سب عیوب اپنے ذمہ لیتے اور خدا کی نسبت وہاں بھی سبحان اللہ ہی پکارتے۔ یعنی سب عیوب مخلوقات ہی کا خاصہ ہیں' خدا ان سب عیوب سے پاک ہے۔ ہمیشہ خدا کی تعظیم آپ کے دل پر ایسی غالب رہتی کہ کوئی کام ایسا نہ کرتے اور نہ کرنے کی اجازت دیتے جس سے خدا کی عظمت میں فرق آئے۔ (مشکوٰۃ)

ایک دفعہ آپ ایک مکان میں بیٹھے تھے اور وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں حسب دستور اپنے باپ دادا کی مدح کے گیت گا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نابالغ لڑکی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم میں اس وقت ایسا نبی ہے جو کل کی بات بھی جانتا ہے۔ چونکہ یہ کلمہ سوائے خدا کے کسی

دوسرے کے حق میں کسی طرح سے جائز نہیں اور نیز اس سے ایک قسم کی شرک کی بو آتی ہے' اس لئے آپ نے اس لڑکی کو فوراً منع کر دیا کہ اسے چھوڑ کر پہلا ہی راگ گاتی جا۔" (مشکوٰۃ)

کیا جھوٹے دنیا ساز اسی طرح اپنی ہتک عزت کیا کرتے ہیں؟ جن کو حصول دنیا ہی مقصود ہو وہ تو جس طرح ہو سکے اپنے مطلب سے مطلب رکھتے ہیں۔ ایک خدا کے دو بنیں یا تین' ان کی بلا سے' انہیں تو راسخ الاعتقاد مرید مل جانے چاہئیں' جو ان کے کمالات کے قائل ہوں' جس سے ان کی چاندی کھری ہو۔

سب سے بڑھ کر آپ کی صفائی تو اس سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ اپنی علیحدگی میں بھی خدا تعالیٰ کی وہی تعظیم کرتے تھے جیسا کہ سب کے سامنے بلکہ اس سے بھی زاید۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تہجد[۱] کی نماز میں یہ آیت پڑھی کہ "اے خدا اگر تو ان گنہگار بندوں کو ان کے گناہ کے سبب سے عذاب کرے تو بے شک کر سکتا ہے' ممکن نہیں کہ کوئی تجھے مانع ہو اس لئے کہ وہ سب تیرے بندے ہیں اور اگر تو اپنی بخشش عامہ سے ان پر رحم کرنا چاہے تو یہ بھی کر سکتا ہے، کیونکہ تو سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے[۲]۔" سارا وقت تہجد کا جو تقریباً ڈیڑھ پہر رات کے تھا' اسی آیت کو پڑھتے پڑھتے گزار دیا۔ اس قدر تعظیم خداوندی نے دل پر اثر کیا کہ کسی قسم کا نہ تو تکان معلوم ہوا نہ ضعف۔ حالانکہ سب سے علیحدگی کا وقت تھا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ تہجد کی نماز دراز پڑھنے سے آپ کے پاؤں سوج گئے۔ صحابہ نے عرض کی حضرت! آپ اتنی تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں، حالانکہ آپ گناہوں سے پاک ہیں۔ آپ نے کیا ہی عمدہ جواب دیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیم الٰہی آپ کے دل میں گھر کر گئی ہوئی تھی۔ فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں' اس پر مغرور ہو جاؤں کہ خدا نے مجھے بے گناہ بنایا ہے؟

کیا یہ سچ ہے؟

کہ نماز تہجد کا وقت ایسا ہے کہ جس میں اٹھ کر خدا کی عبادت کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ مخالف موافق سب اس کی تکلیف سے آگاہ ہیں۔ علاوہ تکلیف کے لوگوں سے ہر قسم کی علیحدگی بھی ہوتی ہے' پھر ایسے وقت میں خدا کی یاد کرنا کیا ان لوگوں سے ہو سکتا ہے، جو اس کو اپنے حال سے بھی ناواقف جانیں۔ یا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا کو ہر طرح سے متصرف' علیم' حکیم' جزاو سزا کا مالک جانتے ہوں، بے شک اس کا جواب شق ثانی میں صحیح ہو گا۔ تو کیا پھر ممکن ہے کہ یہی شخص جو خدا کی ہر طرح تعظیم کرے' خلوت جلوت میں اسی کی عبادت میں مصروف رہے اور اپنے آپ کو اس کے آگے ذلیل کرنا ہی باعث عزت سمجھے۔ وہی ایسی جرات کرے کہ ایک معمولی آدمی ہو کر دعویٰ نیابت الٰہی (پیغمبری) کا کرے؟ ہر گز نہیں۔ فاعتبروا یااولی الباب لعلکم تفلحون.

قدیمان خودرا بافزائے قدر کہ ہرگز نیاید زپروردہ عذر

یہ تینوں دلیلیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے بالکل عقلی ہیں' اگر ان میں کچھ نقل کو دخل ہے تو صرف واقعات بتلانے کے ہے نہ کہ اصل مدعا کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دلائل کے مخاطب ہر فرقہ کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ اور ہیں۔

ان دلائل کے بیان میں جس قدر ہم نے مخالفوں کے اعتراضات اور منہ زوریوں سے سکوت کیا ہے' اس وجہ سے نہیں کیا کہ ہم ان سے غافل اور بے خبر ہیں بلکہ اس وجہ سے کیا ہے کہ ان کا جواب تفسیر میں حسب موقعہ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔ تہجد کی نماز رات کے تیسرے یا چوتھے پہر میں صبح صادق سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

۲۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ.

نیز اس امر کے لئے ہم ایک مستقل رسالہ[1] نکالنے والے ہیں۔ جس میں ایسے سوالات کے جوابات مفصل ہوں گے۔ اب ہم ایک دلیل ایسی بیان کرتے ہیں جس کے مخالف خاص کر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہوں گے نہ کہ آریہ اور برہمو وغیرہ۔

حضور اقدس کی نبوت کی دلیل چہارم

(بائیبل سے)

تورات کی پانچویں کتاب استثناء کے ۱۸ کے ۱۹ آیت میں لکھا ہے۔ "اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ (نبی) میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا اس سے حساب لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔"

یہ عبارت زیر خط واضح طور پر ہمیں ایک قانون الٰہی سے آگاہ کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ نظام عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں' یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی کی نبوت کی ترقی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جان[2] سے مارا جاتا ہے۔

واقعات گزشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت پہنچتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے (اسلامی نبوت تو متنازع فیہ ہے اس لئے بتلاتے وقت اس کا ذکر صحیح نہ ہوگا) مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے واقعات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں کہ کس طرح ان دونوں نے اپنے اپنے زمانے میں حضور اقدس فداہ روحی کا جاہ و جلال دیکھ کر دعویٰ نبوت کئے اور خدا پر کیسے کیسے جھوٹ باندھے، لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آکر کچلے گئے اور کس ذلت اور رسوائی سے مارے گئے کہ کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ حالانکہ تھوڑے دنوں میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے۔ مگر تا بکے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے بانی اسلام مستثنیٰ رہے حالانکہ بقول اہل کتاب (علیھم مایستحقونہ) پیغمبر اسلام کاذب تھے۔ معاذ اللہ۔ پھر میں پوچھتا ہوں کیا وجہ ہے کہ توریت کی عبارت مذکورہ کے موافق آپ کے گلے پر کیوں تلوار نہ پھری۔ حالانکہ آپ لوگوں کی ہمشیرہ[3] نے جواب والا کو دعوت میں زہر بھی دیا مگر وہاں بھی وَاللّٰہُ[4] مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ. بالکل سچا معلوم ہوا اور وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ[5] نے پورا جلوہ دکھایا۔ کیا توریت کلام الٰہی نہیں؟ کیا اس میں برکت اور صداقت نہیں؟ کیا کسی

---

[1] حق پرکاش۔ ترک اسلام وغیرہ چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔

[2] اس سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ جو نبی قتل ہوا وہ جھوٹا ہے بلکہ ان میں عموم و خصوص مطلق ہے یعنی یہ ایسا مطلب ہے جیسا کوئی کہے کہ جو شخص زہر کھاتا ہے مر جاتا ہے' اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہر مرنے والے نے زہر ہی کھائی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو کوئی زہر کھائے گا وہ ضرور مرے گا اور اگر اس کے سوا بھی کوئی مرے تو ہو سکتا ہے گو اس نے زہر نہ کھائی ہو۔ یہی تمثیل ہے کہ دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے' جو کوئی زہر کھائے گا۔ ہلاک ہوگا اگر اس کے سوا بھی کوئی ہلاک ہو تو ممکن ہے۔ ہاں یہ نہ ہوگا کہ زہر کھانے والا بچ رہے۔

[3] خیبر میں ایک یہودیہ عورت نے آنحضرتؐ کی دعوت کر کے زہر ملا دیا' آپ نے اس کا کھانا چھوڑ دیا' اور فرمایا کہ مجھے اس گوشت نے بتلایا ہے کہ اس میں زہر ہے۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اس غرض سے کیا تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہم آپ سے چھوٹ جائیں گے اور اگر سچے ہوں گے تو آپ بچ رہیں گے۔ اس لفظ (ہمشیرہ) میں اس واقع کی طرف اشارہ ہے۔ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جھوٹا نبی زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ جان سے مارا جاتا ہے۔

[4] خدا اپنے نور کو پورا کرے گا چاہے کافر برا مانیں۔

[5] خدا تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

مسلمان نے اس پر دم کر دیا؟ یا وضو کا پانی ڈال دیا؟ آخر ہوا تو کیا جو اس کے مطابق حضور اقدس نہ مارے گئے۔ باوجودیکہ آپ کئی ایک لڑائیوں میں بھی گئے۔ ان لڑائیوں میں آپ کو تکالیف شدیدہ بھی پہنچیں' مگر اس پیشگوئی کی تصدیق نہ ہونے پائی۔ پس اگر یہ کلام توریت کا سچ ہے تو آپ کی نبوت بھی بلا کلام حق ہے۔ ورنہ عیسائیوں کا کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ جب تک اس عبارت کی کوئی توجیہ ان کی سمجھ میں نہ آئے، سرور عالم سید الانبیاء سند الاصفیاء محمد مصطفیٰ فداہ ابی وامی علیہ افضل الصلوۃ السلام کی نبوت کو تسلیم کریں ورنہ اس کی تکذیب سے توریت کی بھی تکذیب ہو گی۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم حوالت باخدا کر دیم و رفتیم

فصل

(متعلق تفسیر)

جو روش میں نے تفسیر کے متعلق اختیار کی ہے، یعنی ایک سلسلے میں سارے مضمون کو لایا ہوں' اس میں علماء مفسرین مختلف ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا بیان سب مسلسل ہے اور بعض کہیں کہ یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے' قرآن حسب موقع نازل ہوتا رہا۔ جس موقع پر نازل ہوا اس سے بے شک مطابق ہے۔ یہ نہیں کہ ایک دفعہ سارا اترا ہے' جس کا سلسلہ وار بیان ہونا ضروری ہو۔

میرے خیال میں دونوں رائیں صحیح ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم حسب موقع نازل ہوتا رہا، اس موقع کا پہلے موقع سے جس پر پہلی آیت اتری تھی مطابق اور موافق ہونا بھی ضروری نہیں' مگر اس وجہ سے کہ سورتوں کی ترتیب آنحضرت کے ارشاد سے ہوئی تھی' تو کوئی نہ کوئی مناسبت لاحق کو سابق سے ضروری ہو گی۔ مانا کہ اتنی نہیں جو ایک ساتھ اترنے میں ہوتی۔ آخر اس فعل نبوی کا بھی تو کچھ استحقاق ہے اس لئے میں نے ایک آیت کو دوسری سے جوڑ دیا اور تلاش کرنے سے کچھ نہ کچھ مناسبت بھی پائی۔ اکثر تو تفاسیر سے حاصل کیا ہے گو طرز بیان جدا ہے۔ کیوں نہ ہو۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

میرا یہ طرز بیان گو آج تک اردو تفاسیر میں نہیں آیا لیکن عربی میں اس کا کسی قدر تفسیر رحمانی نمونہ ہو سکتی ہے' گو بعد تامل اُس میں اور اِس میں فرق ہے۔ چونکہ میری غرض صرف یہ ہے کہ قرآن کریم سے عوام مسلمان اپنی اپنی سمجھ کے موافق کچھ حصہ لیں' اس لئے میں نے اصل تفسیر کو حواشی سے علیحدہ کر کے اختلاف قرات وغیرہ کے مباحث بھی نہیں لکھے۔ کیونکہ موجودہ قرات ہر حال میں مسلم اور معتبر ہے۔

چونکہ میری غرض اصلی اس تحریر سے صرف یہ ہے کہ عوام اہل اسلام قرآن کریم کے مطالب سے واقف اور آگاہ ہوں' اس لئے میں نے ترجمہ کرتے ہوئے الفاظ عربیہ کی پابندی نہیں کی، یعنی یہ نہیں کہ جو لفظ پیچھے ہو اس کا ترجمہ بھی پیچھے کروں۔ بلکہ عربی محاورے کو ہندی محاورے میں لایا ہوں۔ اس امر کی پابندی بھی نہیں کی کہ جملہ اسمیہ کا ترجمہ اسمیہ ہی میں ادا کروں' بلکہ مطلب اس کا جس جملے میں باعتبار محاورہ اردو کے پایا ادا کر دیا ہے۔ بعض جگہ واؤ کو سر کلام سمجھ کر اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ غرض جو کچھ کیا وہ اسی مطلب کے لئے کہ اردو میں بامحاورہ کلام ہو۔ مسلمان بھائیوں سے عموماً اور علماء اسلام سے خصوصاً درخواست ہے کہ میری غلطیوں کے متعلق براہ راست مجھ کو مطلع کریں گے اور صحیح کو قبول فرمائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

سورۂ فاتحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہان والوں کا پرورش کرنے والا ہے- بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے- قیامت کے دن کا مالک

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

سورت[1] فاتحہ

چونکہ یہ سورت[1] بندوں کی زبان پر گویا ایک عرضی کا مسودہ نازل ہوا ہے اس لیے اس کے ترجمہ سے پہلے "کہو" محذوف سمجھنا چاہیے- یعنی اے میرے بندو! تم یوں کہو کہ ہم شروع کرتے ہیں سب کام اللہ کے نام سے جو باوجود گناہ بندوں کے بڑا ہی مہربان نہایت رحم والا ہے، پھر عرض مطلب سے پہلے ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ پاک کے لیے ہیں جو سب جہان والوں کا پرورش کرنے والا ہے- سب مخلوق کیا چھوٹی کیا بڑی اسی کی نمک خوار اور غلام ہے' نہ صرف پرورش کرتا ہے بلکہ باوجود ان کے گناہوں کے بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے- اور اگر دنیا میں باوجود کثرتِ احسانات کے اس کی طرف رجوع نہ کریں اور اپنے تکبر اور سرکشی میں پھنسے رہیں تو اس نے ایک دن بد بختوں اور نیک بختوں کی تمیز کرنے کو مقرر کر رکھا ہے جس کا نام روز قیامت ہے اس قیامت کے دن کا مالک بھی وہی ہے- چونکہ ایسے خدا مالک الملک کے حکم سے روگردانی کرنا بہت ہی مذموم اور قبیح امر ہے اور نیز ایسا مالک الملک کوئی اور نہیں- لہٰذا ہم سب سے علیحدہ ہو کر اے ہمارے مہربان مولا! تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہر ایک کام کی انجام دہی میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں- چنانچہ بالفعل ہماری ایک ضروری حاجت ہے جس کے سبب سے ہم تیرے عاجز بندے ایک دوسرے سے مخالف اور دشمن ہو رہے ہیں اور نہایت ہی زور سے کوشش کر چکے ہیں تاہم کوئی فیصلہ بین طور پر نہیں ہوتا- لہٰذا ہم نیاز مندان سب کے سب عاجز آکر التماس کرتے ہیں کہ تو ہی اے مولا! مہربان ہم کو اس میں کامیاب کر-

---

شانِ نزول

الحمدللہ- مکہ شریف میں جب نماز فرض ہوئی تھی تو یہ سورت نازل ہوئی- فتح البیان ۱۲

[1] اس سورت کے کئی نام ہیں- ہر نام اسکی فضیلت ظاہر کرتا ہے اس کو "فاتحہ الکتاب" بھی کہتے ہیں- کیونکہ ابتداءِ کتاب اللہ کے آتی ہے اور "سورت الشکر" بھی اس کا نام ہے اس لیے کہ اس کے اول میں حمد ہے جو شکر سے بڑھ کر ہے- اس کا نام "سور الرقیہ" یعنی دم کی سورت بھی ہے کیونکہ صحابہ کرام اس کو پڑھ کر بیماروں پر دم کیا کرتے تھے- ترمذی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اس سورت جیسا بابرکت کلام نہ توریت میں ہے نہ انجیل میں نہ کسی آسمانی کتاب میں نازل ہوا- یہی قرآن عظیم ہے جو مجھ (آنحضرتؐ) کو ملا ہے

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ

ہمیں سیدھی راہ پر پہنچا ان کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیئے نہ ان

وہ مطلب یہ کہ دین میں ہمیں سیدھی[1] راہ پر پہنچا اور اگر یہی ہے جس پر ہم ہیں تو اسی پر ہمیں قائم رکھ۔ اے ہمارے مولا! ہماری یہ آرزو نہیں کہ جس راہ کو ہم ناقص العقل سیدھی سمجھیں یا ہمارے اور بھائی اچھی جانیں وہ دکھا۔ حاشا وکلا بلکہ ان بزرگوں کی راہ پر پہنچا جن پر تو نے بوجہ ان کی دینداری کے بڑے بڑے انعام کیے اور عطیات دیئے اور مہربانیاں مبذول فرمائیں۔

---

[1] "اِهْدِنَا" یہ پہلا موقع قرآن کریم کا ہے کہ دعا کا اس میں ذکر آیا نہ صرف ذکر آیا بلکہ تعلیم کی گئی۔ قرآن کریم اور حدیث شریف سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ دعا جب دل کی توجہ سے کی جائے تو ضرور ہی قبول ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں تو صریح ارشاد ہے "اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" یعنی مانگنے والا جب مجھ سے دعا مانگتا ہے تو میں قبول کرتا ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "خدا ایسا جواد ہے کہ دعا گو بندے کے ہاتھ خالی پھیرنے سے اسے شرم آتی ہے" اسی مضمون کی آیات اور احادیث کثیر التعداد ہیں۔ جملہ اہل اسلام بلکہ جمہور انام بھی اس امر پر متفق ہیں اور عقل بھی اس کی مقتضی ہے کہ ایک عاجز بندہ جو اپنے خدا کو سب طاقتوں کا مالک جان کر اس سے اپنے ارادوں کے پورا ہونے میں امداد چاہتا ہے تو ایسے وقت میں اس عاجز بندے کی حاجت روائی نہ کرنا ایک قسم کا بخل ہے۔ جب کہ انسانی طبائع کا تقاضا ہے کہ اگر کسی سائل کا سوال الحاح کو پہنچتا ہے تو طبیعت انسانی اسکی حاجت روائی پر متوجہ ہوتی ہے۔ حالانکہ انسانی طبائع میں بخل بھی ہے پھر جو ذات ستودہ صفات بخل اور امساک سے مبرا ہو اس کا یہ تقاضا ہو کہ سائل کے سوال پر متوجہ نہ ہو تو اس سے زیادہ بخل کیا ہوگا؟ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ يسئله من فى السموات والارض كل يوم هو فى شان؛ فباى آلاء ربكما تكذبان" یہی وجہ ہے کہ سب لوگ بالطبع تکلیف کے وقت اس فعل پر مجبور ہوتے ہیں اور اس کی طفیل سے اپنی حاجت روائی کی امید رکھتے ہیں۔

سرسید کی پہلی غلطی مگر اس زمانہ کے محقق سرسید احمد خان علی گڑھی اس امر میں نہ صرف اہل اسلام بلکہ جملہ انام سے بھی مخالف ہو بیٹھے ہیں اور قبولیت دعا کے وہ معنی نہیں مانتے جو سب لوگ مانتے ہیں چنانچہ اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں یوں رقم طراز ہیں۔

> "دعا جب دل سے کی جاتی ہے ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے مگر لوگ دعا کے مقصد اور استجابت کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جس مطلب کے لیے ہم دعا کرتے ہیں دعا کرنے سے وہ مطلب حاصل ہو جائے گا اور استجابت کے معنی اس مطلب کا حاصل ہو جانا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلطی ہے حصول مطلب کے لیے جو اسباب خدا نے مقرر کئے ہیں وہ مطلب تو انہی اسباب کے جمع ہونے سے حاصل ہوتا ہے مگر دعا نہ تو اس مطلب کے اسباب سے ہے اور نہ اس مطلب کے اسباب کو جمع کرنے والی ہے بلکہ وہ اس قوت کو تحریک کرنے والی ہے جس سے اس رنج و مصیبت اور اضطراب میں جو مطلب کے نہ حاصل ہونے سے ہوتا ہے۔ تسکین دینے والی ہے" (صفحہ ۱۰)

ناظرین! غور کریں کہ سرسید کی کس قدر جرأت ہے اور مجھے ہمیشہ ان کی جرأت پر تعجب ہوا کرتا ہے کہ تمام جہان کے مقابلہ پر خم ٹھونک کر کھڑے تو ہو جائیں مگر اس کے سامان مہیا نہیں کرتے۔ کوئی دلیل قوی تو کجا ضعیف بھی اپنے دعویٰ پر پیش نہیں کرتے۔ بتلاویں تو اس مسئلہ میں جو سب لوگوں کے خلاف رائے ظاہر کی تو اس کی کوئی دلیل بھی بیان کی ہے؟

الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ ۝

لوگوں کی جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کی جو گمراہ ہیں

نہ ان بے ایمان لوگوں کی جن پر ان کی بد عملی کے سبب سے غضب کیا گیا جیسے یہودی وغیرہ اور نہ ان لوگوں کی جو بوجہ اپنی کوتاہ اندیشی کے گمراہ ہیں جیسے عیسائی وغیرہ۔ اے ہمارے مہربان مولا ہم عاجزوں کی یہ التجا مخلصانہ قبول فرما!

ہمارے خیال میں سر سید کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ اس مطلب کے اسباب میں سے نہیں مگر یہ فرمانا کہ نہ اس مطلب کے اسباب کو جمع کرنے والی ہے غلط ہے۔ ہم حسب درخواست[1] سید صاحب تفسیر القرآن بالقرآن کئی ایک آیتیں بتلاتے ہیں جن سے سر سید کے اس بیان کی غلطی ناظرین و نیز سید صاحب پر پورے طور سے منکشف[2] ہو جائے گی۔

اس مطلب کو بہت سی جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ انبیاء سابقین نے جب تنگ آکر دعا کی تو ہم نے فوراً ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت فرمایا[3] "**فدعا ربه انى مغلوب فانتصر ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر - وفجرنا الارض عيونا فالتقى الماء على امر قد قدر**" عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ "فاء" کو جس کا ترجمہ "پس" ہے جب کسی کلام پر متعاقب لاتے ہیں تو پہلا کلام پچھلے کے لیے سبب ہوتا ہے جیسے "**سَبَّنِي زيد فضربته**" "مجھے زید نے گالی دی پس میں نے اسے پیٹا" اس سے صاف ظاہر ہے کہ گالی دینا پیٹنے کے لیے سبب ہے۔ اسی طرح اس آیت میں "**فدعا ربه**" "**ففتحنا**" کے لئے علت ہے جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بارش کے لیے یا کم سے کم بارش کے اسباب جمع کرنے کے لیے سبب ہوئی۔ گو کفار کی ہلاکت کے اسباب کچھ اور ہی ہوں مگر اس میں شک نہیں کہ ان اسباب کو جمع کرنے میں دعا کو بھی دخل ہے۔ ورنہ "ف" لا کر "**ففتحنا**" فرمانا بے معنی ہے۔ دوسری جگہ بھی اسی طرح فرمایا "**ان قومى كذبون ۝ فافتح بينى وبينهم فتحا ونجنى ومن معيه من المئومنين ۝ فانجينه ومن معه فى الفلك المشحون ۝ ثم اغرقنا بعد الباقين ۝ ان فى ذالك لآية وما كان اكثرهم مومنين**" ناظرین! ذرا غور فرمائیں کہ کس طرح پہلے کلام پر پچھلے کو تفریعاً بیان فرمایا ہے کہ حضرت نوع علیہ السلام نے دعا کی کہ "اے خدا تو ہم میں فیصلہ کر اور مجھے اور میرے ساتھیوں کو نجات دے" اس سے آگے کے لفظوں میں ارشاد ہے کہ "پس نوح کی دعا کرتے ہی ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اس سے نجات دی" جس سے ایک جزء دعا کا پورا ہوا پھر دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ جس سے حضرت نوح کی دعا کے دونوں جزء پورے کر دیئے۔ بے شک "اس میں بڑی نشانی ہے کہ خدا اپنے بندوں کی دعا کو ضائع نہیں کیا کرتا لیکن بہت سے لوگ (مثل سید صاحب کے) نہیں مانتے"

ایک اور مقام پر اس سے بھی واضح طور پر بیان فرمایا بلکہ اجابت دعا کے معنی بھی صاف صاف بتلا دیئے۔ چنانچہ ارشاد ہے "**فاستجاب لكم ربكم انى ممدكم بالف من الملئكة مردفين**" یعنی "اے مسلمانو! تمہاری دعا فتح اسلام کے بارے میں اللہ نے اس طور سے قبول کی کہ میں تمہاری مدد کرنے کو ایک ہزار فرشتہ بشاندار بھیجوں گا

اس سے صاف اور صریح طور پر معلوم ہوا کہ قبولیت دعا کے یہ معنی ہیں کہ جو مراد مانگی جائے وہ حاصل ہو جائے جیسی کہ صحابہ کرام کو جنگ بدر میں حاصل ہوئی اس قسم کی بہت سی آیات قرآنی ہیں جن سے صاف صاف اگر بے تعصبی سے باقاعدہ سمجھنا چاہیں تو مفہوم ہوتا ہے کہ ہاں دعا بھی واقعی حصول مطلب میں دخل رکھتی ہے بلکہ بھاری سبب ہے۔ نہیں معلوم سید صاحب کو اس کے مخالف کون سی دلیل عقلی یا نقلی سوجھی جو اس سے انکاری ہو بیٹھے۔ اگر وہی شبہ ہے جو عموماً عام لوگوں کو ہوا کرتا ہے کہ جس کام کے لیے دعا کی جاتی ہے اگر وہ شدنی ہے تو دعا بے فائدہ ہے اور اگر

---

[1] سر سید نے بجواب مولوی مہدی علی ملقب نواب محسن الملک مرحوم درخواست کی ہوئی ہے کہ آپ اپنے مطلب پر دلیل عقلی یا نقلی ضرور پیش کریں اور دلیل نقلی کی تعریف سید صاحب نے یہ کی ہے کہ تفسیر القرآن بالقرآن ہو (دیکھو تہذیب الاخلاق بابت رمضان ۱۳۱۲ھ صفحہ ۲۵۴)

[2] طبع اول تفسیر ہذا سر سید مرحوم کی زندگی میں ہوا تھا اور یہ جلد ان کو پہنچ چکی تھی۔ ہم بگمان حسن خاتمہ دعا کرتے ہیں **ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذين سبقونا بالايمان** نوح[3] نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں میری مدد کر۔ پس ہم نے جوش والا پانی آسمان سے برسایا اور زمین سے چشمے نکالے۔ پس پانی اپنے اندازہ (ہلاکت کفار) کو پہنچ گیا۔

ناشدنی ہے تو دعا سے ہو نہیں سکتا- تو اس کا جواب وہی ہے جو حافظ ابن قیمؒ نے "الجواب الکافی" میں دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا بھی مثل دیگر اسباب خورد و نوش کے ہے جیسے کھانا بھوک کے لیے اور پینا پیاس کے لیے پس اگر یہی سوال کھانے اور پینے پر وارد ہو کہ اگر بھوک نے جانا ہی ہے تو کھانے کی بھی حاجت نہیں اور اگر نہیں جانا ہے تو کھانے اور پینے پر وارد ہو کہ اگر بھوک نے جانا ہی ہے تو کھانے کی بھی حاجت نہیں اور اگر نہیں جانا ہے تو کھانے سے بھی نہیں جائے گی پھر اس سوال کا جواب غالباً سرسید بھی یہی دیں گے کہ کسی چیز کا ہونا اس چیز کے متسبب ہونے کے مخالف نہیں-ورنہ دنیا میں کوئی چیز بھی ایک دوسری سے مسبب نہ ہو اس لیے کہ سب امور واقعیہ کی تقدیر ہو چکی ہے پس اسی پر دعا کو بھی قیاس فرمائیے-

اصل یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر اسباب خدا نے مقرر فرمائے ہیں ان سب کا یہی حال ہے کہ بعض دفعہ ان کے ہونے سے بھی وہ مطلب حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ محض اسباب کے ہونے سے ہی متسبب کا وجود نہیں ہوا کرتا جب تک کہ اسکے موانع بھی معدوم نہ ہوں مثلاً آفتاب دھوپ کے لیے ایک سبب ہے حالانکہ اسکے طلوع سے جب تک کہ موانع مثل بادل وغیرہ کے مرتفع نہ ہو دھوپ نہیں ہوتی-اس ہماری تقریر سے ایک اور بھی شبہ دور ہو گیا جو دعا کے سبب ہونے پر کیا جاتا ہے- جیسے سید صاحب نے بھی تہذیب الاخلاق ماہ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں پیش کیا ہے کہ بسا اوقات دعا کی جاتی ہے مگر حاجت بر آری نہیں ہوتی پس معلوم ہوا کہ دعا کوئی سبب حصول مقصد کے لیے نہیں ہے ورنہ ایسا نہ ہوتا-اس لیے کہ اگر حاجت روائی نہ ہونے سے دعا کے سبب ہونے میں شبہ آتا ہو تو دھوپ کے لیے آفتاب کے سبب ہونے میں یہی شبہ ہونا چاہیے بلکہ جو لوگ فی زمانا نوکری کیلئے پڑھتے ہیں اور سید صاحب بھی تعلیم علوم جدیدہ کو زمانہ حال میں معاش کا بڑا بھاری سبب جانتے ہیں حالانکہ بہت سے تعلیم یافتہ حیران و سرگرداں ہیں پس ان کی ناکامی سے معلوم ہوا کہ علوم جدیدہ حصول معاش کیلئے سبب نہیں ؟ حالانکہ ان کی ناکامی بہ نسبت دعا گوؤں کے تعجب انگیز ہے- کیونکہ دعا گوؤں کو علیم و حکیم سے معاملہ ہے جس کی نسبت یہ بھی گمان ہے کہ اس کے علم و حکمت میں مطلوب کا ملنا ان کو مفید نہ ہو یا ان میں بعض امور ایسے ہوں جو دعا کی قبولیت کو مانع ہوں جیسے حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ جنگلوں اور بیابانوں میں لمبے لمبے ہاتھوں سے خدا کو پکارتے ہیں حالانکہ انکا کھانا پینا اور لباس سب حرام ہوتا ہے پھر ان کی دعا کیسے قبول ہو ؟ قرآن کریم نے بھی "فلیستجیبوا لی" کہہ کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے خلاصہ یہ کہ دعا بھی مثل اور اسباب کے ایک سبب ہے-پس جیسے اور اسباب پر حصول مطلب ضروری نہیں باوجود اس کے کہ ان کی سببیت میں شبہ نہیں آتا اسی طرح اس میں بھی نہیں- ودلیله مامر - فتذکر

---

[1] سید صاحب کا مذہب نزول ملائکہ کی نسبت ہمیں معلوم ہے اس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا وہ ہمیں کسی طرح مضر نہیں ہمارا مطلب تو صرف اس سے ہے کہ استجاب کا مفعول "انی ممدکم" واقع ہے-پس اگر ہمارا مطلب صحیح نہ ہو تو کلام میں کذب لازم آئے گا-"وللتفصیل مقام آخر"

سورۂ بقرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمٓ ۞ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۞ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ

میں ہوں اللہ بڑے علم والا- یہ کتاب بلاشک (صحیح) ہے- اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے- جو غیب کی باتیں مانتے

بِالۡغَيۡبِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۞ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ

ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ جو تیری طرف اتری ہوئی

بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ

(کتاب) اور تجھ سے پہلے اتری

سورت[1] بقرہ

میں ہوں اللہ سب سے بڑے علم والا- اگر تم میرے علم پر یقین رکھتے ہو تو جان لو کہ یہ کتاب جس کا نام قرآن شریف ہے بلاشک (صحیح) اور میری طرف سے ہے- اور جو یہ شبہ ہو کہ اگر یہ کتاب بلاشک صحیح ہے تو اس کو سب لوگ کیوں نہیں مانتے؟ تو اس کا جواب سنو! کہ مخلوق تین قسم پر ہے ایک وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا خیال ہے کہ ہمارا کوئی مالک ہے جو ہم سے ہمارے افعال کی نسبت سوال کرے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا؟ ایسے لوگ تو ہمیشہ مجھ (خدا) سے ڈرتے رہتے ہیں- دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اپنے خیالات کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ غلط ہوں- دوسرے کی سنتے ہی نہیں خواہ کیسی ہی کہے بلکہ الٹے حق گوؤں سے جو ان کی رائے سے مخالف ہوں دشمن ہو جاتے ہیں- تیسری قسم وہ ہیں جو اپنی غرض کے یار مطلب کے آشنا نہ اسلام سے عداوت نہ کفر سے عار بلکہ جس طرف دنیاوی مطلب ہو اسی طرف کے غلام- اگر مسلمان ہیں تو اپنے مطلب کو کافر ہیں تو اپنی غرض سے پس یہ قرآن بیشک پہلی قسم کے لوگوں یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے- بعد ہدایت یابی کے ان کی پہچان کے دو نشان ہیں اول نشانی اور بڑی ضروری نشانی تو یہ ہے کہ جو بن دیکھے غیب کی باتیں حسب فرمانِ الٰہی مانتے ہیں اور نماز کو ایسا ادا کرتے ہیں کہ پانچوں وقت جماعت سے پڑھتے ہیں اور علاوہ اس کے ممسک اور بخیل بھی نہیں بلکہ ہمارے دیے ہوئے سے خرچ بھی کرتے ہیں اور دوسری نشانی یہ سمجھو کہ اللہ سے ڈرنے والے وہ ہیں جو اے پیغمبر ﷺ تیری طرف اتری ہوئی کتاب

---

[1] اس سورہ کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے ایک حدیث میں جو ترمذی وغیرہ نے نقل کی ہے وارد ہے کہ یہ سورہ قیامت کے روز پڑھنے والے کے ساتھ جناب باری میں آئے گی اور اسکی طرف سے بطور وکالت کے گفتگو کرے گی اور اس کی سفارش میں کہے گی کہ اے اللہ تیرے بندے نے مجھے تیرا کلام جان کر پڑھا تھا اور مجھ پر عمل کیا اس کو معاف کر دے اسی طرح ہر ایک پڑھنے والے کی سفارش کر کے معاف کرائے گی-

(الم) ان حروف مقطعات کے معنی بتلانے میں بہت ہی اختلاف ہوا جس کا مفصل ذکر تفسیر اتقان اور معالم میں مرقوم ہے میرے نزدیک زیادہ صحیح وہ معنی ہیں جو ابن عباسؓ سے مروی ہیں کہ ہر ایک حرف اللہ کے نام اور صفت کا مظہر ہے اسی لئے میں نے یہ ترجمہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہے- یہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے-

وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ؕ‏ ﴿۴﴾

ہوئی بھی مانتے ہیں اور یہی لوگ قیامت کو مانتے ہیں

اور تجھ سے پہلے اتری ہوئی کتابیں بھی مانتے ہیں نہ صرف زبانی دنیاداروں کی طرح یا جھوٹے واعظوں کی مانند کہ کہیں کچھ اور کریں کچھ بلکہ وہ نیک کام اور اخلاص میں ایسے مشاق ہیں کہ ان کی اخلاص مندی دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے کہ یہی لوگ قیامت کو مانتے ہیں

عیسائیوں کی پہلی غلطی بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کبھی کسی مسلمان نے عیسائیوں سے انجیل کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل مانگی تو جھٹ سے انہوں نے یہ آیت یا اس کے ہم معنی کوئی دوسری آیت پڑھ دی اور سائل مسلمان پر زور ڈالا کہ تمہارا قرآن کتب سابقہ کی شہادت دیتا ہے یا کہ ان کی تسلیم کو داخل ایمان بتاتا ہے پھر تم اس سے زیادہ ثبوت کیا چاہتے ہو اس لیے مناسب ہے کہ اس جگہ جو پہلا ہی موقع کتب سابقہ کی تصدیق کا آیا ہے ہم اس امر کی تحقیق کر دیں کہ کتب سابقہ جن کی قرآن کریم تصدیق کرتا ہے وہ یہی ہیں جن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت زمانہ حال کے عیسائیوں سے مطلوب ہے یا اور- اور ان کتابوں کی قدر و منزلت کہاں تک ہے اور یہ بھی واضح کر دیں کہ اس مطلب پر عیسائیوں کا اس آیت کو پیش کرنا مثبت مدعا ہے یا صرف دفع الوقتی یانہ سمجھی

پس واضح ہو کہ کتب سابقہ جن کی تصدیق قرآن کریم نے کی ہے بحیثیت مجموعی یہ نہیں جو اس وقت متداول ہیں- یہ تو ایک مثل کتب تواریخ کے ہیں اس ہمارے دعوی کا ثبوت ان کا موجودہ طرز ہی بتلا رہا ہے توریت ابتدا سے انتہا تک' انجیل اول سے آخر تک پڑھنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ان کتب والے حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے سوا کوئی اور ہی ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کے بعد کے واقعات کا اس میں درج ہونا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ان جملوں کی حضرت موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کو خبر تک نہیں- کجا یہ کہ خدا کی طرف سے ان پر الہام ہوئے ہوں مثلاً حضرت موسیٰ کی وفات اور بعد وفات کے واقعات کا ذکر بھی توریت میں مذکور ہے- توریت کی پانچویں کتاب استثناء میں لکھا ہے:-

> "سو خداوند کا بندہ موسیٰؑ خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مر گیا اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغفور کے مقابل گاڑا- آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا اور موسیٰ اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس ۱۲۰ برس کا تھا کہ نہ اس کی آنکھیں دھندلائیں اور نہ اس کی تازگی جاتی رہی- سو بنی اسرائیل موسیٰؑ کے لیے موآب کے میدانوں میں تیس (۳۰) دن تک رویا کئے" (باب ۳۴-۳- فقرہ ۵)

آگے چل کر دسویں فقرے میں لکھا ہے- "اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا"

اور حضرت مسیح کے سولی[1] پر جان دینے کا مذکور اناجیل میں بصراحت موجود ہے بلکہ سولی کے بعد کے واقعات بھی ان میں پائے جاتے ہیں ان سب امور پر غور کرنے سے یہ نتیجہ باآسانی نکل سکتا ہے کہ ان واقعات کے دیکھنے اور لکھنے والے سوا ان دو صاحبوں کے کوئی اور شخص ہوں گے اور اگر عیسائیوں کا عقیدہ بھی بغور دیکھیں تو وہ بھی اس امر کے قائل نہیں کہ توریت انجیل موجودہ کے مصنف موصوفہ انبیاء ہیں بلکہ ان کے خیال کے مطابق بھی ان کے بعد کے لوگ ہیں- اناجیل کے مصنف تو یہی لوگ ہیں جن کے نام سے اناجیل مروج ہیں ایسا ہی توریت وغیرہ کا لکھنے والا اور واقعات کا جمع کرنے والا بھی کوئی شخص ہو گا یوشع بن نون ہو یا کوئی اور ہاں اہل اسلام اور عیسائیوں کا صرف اس قدر اختلاف ہے کہ عیسائی اس کے قائل ہیں کہ جو کچھ اناجیل وغیرہ میں مذکور ہے بے شک حواریوں ہی نے لکھا مگر وہ اس کے لکھنے میں معصوم تھے- ان کی حفاظت خدا کے یا بقول ان کے مسیح کے ذمہ تھی جو خود خدا ہے جو واقعات مسیح کے تھے ان کو الہام کے ذریعے معلوم ہوتے تھے- وہ لکھتے جاتے تھے مثلاً جو واقعات حضرت مسیح کو پیش آئے

[1] یہ واقع منقول ہے ۱۲

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

یہی لوگ اپنے رب کے فرمان پر ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں

جو ہر وقت اسی کی فکر میں لگے رہتے ہیں جو کام کرتے ہیں قیامت کی عزت اور ذلت کا لحاظ اس میں پہلے کر لیتے ہیں- ایسے لوگوں کی نسبت ہم بھی شہادت دیتے ہیں کہ بے شک یہی لوگ اپنے رب کے فرمان پر چلنے والے ہیں اور اگر یہ اسی طرز پر رہے تو بے شک یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں-

---

کہیں انہوں نے کلام الٰہی کا وعظ کہا کہیں اپنے معمولی بشری کاموں کے کھانے پینے میں مصروف رہے سب کے سب مصنفوں نے اناجیل میں درج کر دیے چنانچہ ان کے اختلافات سے یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ایک واقعہ کو تو ایک لیتا ہے دوسرا نہیں لیتا مثلاً مسیحؑ کا زندہ ہو کر آسمان پر چلا جانا مرقس لیتا ہے متی نہیں لیتا- متی کا مسیح کے پیچھے ہولینا متی بیان کرتا ہے مرقس وغیرہ نہیں کرتے- اسی طرح اور سینکڑوں واقعات ہیں جو ایک انجیل میں ہیں دوسری میں نہیں- اصل یہ ہے کہ ایسے واقعات کا چھوٹ جانا کچھ تعجب بھی نہیں- بالخصوص جب کہ ثبوت کی بنا صرف سماع ہی پر ہو- چنانچہ لوقا اپنی انجیل کے شروع میں ظاہر کرتا ہے کہ میں نے بلکہ سب نے راویوں سے سنکر واقعات لکھے ہیں پس ثابت ہوا کہ توریت انجیل جن کی قرآن کریم نے شہادت دی ہے یہ نہیں- ان کو ان کے ساتھ بجز شراکت اسمی کے کوئی شراکت نہیں جیسے کوئی شخص خاندان فعلیہ کا حال لکھ کر اس کا نام گلستان رکھ دے تو وہ شیخ سعدی کی گلستان نہ ہوگی پس اس انجیل موجودہ کے ثبوت میں آیت قرآنی کا پیش کرنا اور آیت شریفہ قرآنیہ کو اپنے دعوی کا مثبت جاننا ہرگز صحیح نہیں- قرآن شریف نے کہیں یہ نہیں بتلایا کہ انجیل متداول مسیحؑ پر نازل ہوئی یا یہ کہ اس کو بھی مانو بلکہ ایمان کے موقع پر "انزل من قبلك" اور "ما اوتی موسیٰ وعیسیٰ" یعنی ان کتابوں کو جو تجھ سے پہلے اتریں اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہما کو ملیں- ان الفاظ شریفہ سے تعبیر کرنے میں اسی طرف اشارہ ہے جو ہم لکھ آئے ہیں- رہی یہ بات کہ عیسائی ان کے مصنفوں کو الہامی مانتے ہیں- سو بڑے مانیں اسی کا ثبوت ہم کو دیں- کسی عقلی یا نقلی دلیل سے ثابت کریں کہ متی مرقس وغیرہ الہامی تھے اور یہ کتابیں ان کے الہام سے ہیں- "ودونه خرط القتاد" آیت قرآنی کو پیش کرتے ہوئے خیال کریں کہ دعوی کیا ہے اور دلیل کیا ہے- دعوی اناجیل موجودہ کے مصنفوں کے الہامی ہونے کا ہے اور دلیل سے حضرات موسیٰ اور مسیحؑ کا الہام ثابت ہوتا ہے فانی هذا من ذالك بعض عیسائی بھولے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی غرض سے کہا کرتے ہیں کہ اگر موجودہ اناجیل اصل نہیں تو اصل لا کر دکھاؤ ہم اس سے مقابلہ کر کے دیکھیں جبکہ تمہارا قرآن شریف ان کی شہادت دیتا ہے تو ان کا وجود بھی بتلاؤ کہ کہاں ہے؟ اس کا جواب ہے کہ اگر کوئی شخص جنگل میں کسی کو ایک چاندی کا ٹکڑہ دکھا کر کہے کہ یہ انگریزی روپیہ ہے وہ شخص بوجہ اس کے کہ اس پر انگریزی سکہ نہیں اس سے انکار کرے تو اس مدعی کا حق ہے کہ اپنے دعوی کی یہ دلیل بیان کرے کہ اگر یہ روپیہ نہیں تو اصلی روپیہ لا کر دکھا اور اس سے مقابلہ کرو تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصلی کون ہے اور نقلی کون اگر نہ ملے تو میرا دعوی ماننا ہوگا ہرگز یہ کلام مدعی کا صحیح نہیں کیونکہ اس کے انکار کی وجہ تو یہ تھی کہ چونکہ اس ٹکڑے پر جو نشان روپیہ بننے کے ہونے چاہئیں وہ نہیں اس لیے یہ ٹکڑہ روپیہ نہیں ہو سکتا- اسی طرح اناجیل موجودہ کی نسبت بھی مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ قطع نظر ان کے موجودہ طرز کے چونکہ ان میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جو حضرت موسیٰ اور مسیحؑ کے زمانہ کے قطعاً نہیں ہو سکتے اس لیے ہم اس کو انجیل مسیحی نہیں مانتے- علاوہ اس کے ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ اصلی انجیل کلا یا جزءً اسی میں ہو جیسے کہ بعض فقرات جو حضرت مسیحؑ نے بطور وعظ کے فرمائے ہیں یہی بتلا رہے ہیں مگر چونکہ ایسے فقرات الہامی مجموعہ غیر الہامی میں آکر وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں اس لیے ہم من حیث المجموعہ ان پر غیر الہامی کا حکم لگاتے ہیں پس اناجیل موجودہ کی مثال بالکل یہ ہوگی کہ ایک واعظ قرآن کریم کی ایک دو آیتیں پڑھ کر گھنٹہ دو گھنٹہ تک وعظ کہے پھر اسی وعظ کو کوئی شخص اول سے آخر تک کسی اخبار یا رسالہ میں چھپوا دے پس جیسا کہ یہ اخبار رسالہ الہامی نہیں ہو سکتا- گو

ے یہ ایک محاورہ ہے جو مشکل کام پر بولا جاتا ہے-

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

وہ لوگ جو انکاری ہیں جن کو تیرا سمجھانا اور نہ سمجھانا برابر ہے وہ نہیں مانیں گے

ہاں وہ لوگ جو عناد کے سبب ہر ایک حقانیت سے انکاری ہیں یعنی جن کو تیرا سمجھانا اور نہ سمجھانا برابر ہے وہ اس کتاب کو نہیں مانیں گے ایسے لوگوں کو خدا نے بھی اپنی جناب سے دور کر دیا ہے-

---

اس میں آیات قرآنی بھی ہیں- ایسا ہی اناجیل موجودہ الہامی نہیں جب تک کہ عیسائی اس امر کا ثبوت نہ دیں کہ ان کے مصنف بھی الہامی تھے- ودونہ خرق القتاد

تحقیق اس کی یہ ہے کہ ہر زمانہ میں دستور ہے کہ بزرگوں کے واقعات سب کے سب چاہے کیسے ہی ہوں مسلسل قلم بند کیا کرتے ہیں- گو ان میں اس بزرگ کے معمولی مشاغل کھانا پینا چلنا پھرنا بھی کیوں نہ ہو- پھر اسی پر بس نہیں بلکہ وفات اور بعد وفات کے حالات بھی درج کیا کرتے ہیں- چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرت صلحائے امت وغیرہ بزرگان کی سوانح عمریاں اس کی شاہد عدل ہیں- ان وقائع کے جمع کرنے سے مصنفوں کی یہ غرض ہوتی ہے کہ جو واقعات ان بزرگوں کی زندگی کے یا بعد مرنے کے جو ان سے متعلق ہوں بعض کو بطور مسائل شرعیہ اور بعض کو بغرض رقت قلب بیان کریں- یہ خیال ان کو ہرگز نہیں ہوتا کہ ان بزرگوں کے الہامی واقعات ہی کو لکھیں- یہی وجہ ہے کہ ایسی تصنیفوں میں ان واقعات کا ذکر بھی ہوتا ہے جو ان بزرگوں کے الہامی تو کجا اختیاری بھی نہیں ہوتے- مثلاً سوتے وقت خراٹے مارنا یا بحرکت طبعی گاہے بلندی سے پستی میں گر پڑنا یا موت کے وقت بتقاضائے طبیعت خدا کو (ایلی ایلی) کہہ کر پکارنا وغیرہ وغیرہ پس اسی طرح حضرت موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کے خادموں نے بھی وہ واقعات جو ان صاحبوں کے سامنے بلکہ ان سے پہلے اور پچھلے جو ان سے متعلق تھے سب کو یک جا جمع کر دیا- یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کے پیدا ہونے کے پہلے کے حالات اور بقول ان کے بعد وفات کے واقعات بھی اپنی تحقیق اور حافظہ اور سماع کے مطابق ایک ایک جگہ جمع کر کے کتابیں بنائیں جسے فی زمانا اناجیل کہتے ہیں- آخر کار لوگوں نے انہی کو بایں لحاظ کہ مسیح کے واقعات بتلا رہی ہیں حضرت مسیحؑ کی انجیل سمجھ لیا- نہ اس خیال سے کہ مسیحؑ کی زندگی میں ان پر نازل ہوئی تھی بلکہ اس خیال سے کہ مسیحؑ کے حالات بتلا رہی ہیں- قربان جائیں سرور عالم سید الانبیاء فداہ روحی علیہ الصلوۃ والسلام کہ جنہوں نے ابتداء میں اسی لحاظ سے کہ شاید لوگ میرے واقعات اور میرے کلام اور کلام الٰہی میں فرق نہ کر سکیں اور یہود و نصاریٰ کی طرح مورد اعتراض بنیں اپنی حدیثیں لکھنے سے بھی منع فرما دیا تھا-

ا) سواء علیھم بدل ہے صلہ (کفروا) سے اور لایئومنون خبر ہے ان کی فاندفع ماورداوکادیرد

ؔفیہ اشارۃ الی ما فی الانجیل المقدس

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

خدا نے ان کے دلوں کو اور کانوں کو بند کر دیا اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کو عذاب بڑا ہوگا

اب ان کی ایسی بری حالت ہے کہ کوئی سچی بات ان کے ذہن تک رسائی کر ہی نہیں سکتی اس لیے کہ خدا نے ان کے دلوں کو قبولیت حق سے اور کانوں کو حق سننے سے بند کر دیا اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے پس تینوں طریق انسان کی ہدایت کے ہوتے ہیں- سو خدا نے ان کی سرکشی اور لاپرواہی کے سبب سے تینوں کو بند کر دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ چونکہ یہ لوگ بڑے معاند اور مفسد ہیں- قیامت کے روز ان کو عذاب بھی بڑا ہی ہوگا-

---

لیکن جب لوگوں کو اس امر کی تمیز بخوبی ہوگئی کہ واقعات نبویہ اور ہوں کلام الٰہی اور- وحی متلو اور ہو اور غیر متلو اور- تو پھر احادیث نبویہ کے لکھنے کی اجازت بخشی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج مسلمانوں کے ہاں علوم حدیث اور ہیں علوم قرآن اور- نہ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاملہ گذرا- جس کا دفاع ان سے مشکل ہو رہا ہے- ہماری اس مفصل تقریر سے اس شبہ کا جواب بھی ہو سکتا ہے جو عیسائی قرآن کریم کے قصص بنی اسرائیل پر کیا کرتے ہیں کہ فلاں قصہ جو قرآن شریف نے بنی اسرائیل کا بیان کیا ہے کتب سابقہ میں نہیں- فلاں واقعہ جس طرح کہ قرآن شریف نے بیان کیا ہے اسی طرح کتب سابقہ میں نہیں وغیرہ وغیرہ- اس لیے کہ یہ کتابیں سب کی سب مجموعہ بائبل مثل ایک تاریخ کے ہیں- پس کسی واقعہ کا ان میں نہ ہونا یا کسی قصہ کا ان میں قرآن کریم کے مخالف ہونا قرآن پر اعتراض نہیں لا سکتا- کیونکہ بہت سی کتب تواریخ کا یہی حال ہے کہ کوئی کسی واقعہ کو چھوڑ جاتا ہے یا کوئی کسی قصہ کو کسی طرح بیان کرتا ہے دوسرا کسی طرح- پس جیسا کہ ان میں احتمال اس امر کا ہوتا ہے کہ مؤرخ کو یہ واقعہ سرے سے ملا نہ ہو یا ملا تو ہو مگر اس نے اس کو صحیح یا اپنے مذاق کے مطابق نہ پایا ہو یا ناتمام ملا ہو- اسی طرح جامعین بائبل پر احتمال ہے کہ ان کو وہ واقعہ جس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے نہ ملا ہوگا یا ملا ہوگا مگر ناقص یا غلط ان کے ایسا ہونے سے قرآن الہامی پر شبہ نہیں آ سکتا- ہمارے اس بیان کی شہادت یوحنا مؤلف انجیل بھی دے رہا ہے جو اپنی انجیل یوحنا میں لکھتا ہے

"پر اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اور اگر وہ جدا جدا لکھے جائیں تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سما سکتیں" (کیا سچ ہے یا الہامی مبالغہ ؟) (باب ۲۱ فقرہ ۲۵)

پس اگر ایک واقعہ کتب سابقہ میں نہیں اور قرآن کریم میں ہے تو اس کے جھٹلانے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی کہ چونکہ ان میں نہیں اس لیے غلط ہے کیونکہ کتب سابقہ میں کسی واقعہ کا نہ ہونا اس امر کی دلیل تو بے شک ہے کہ ان کے مصنف کو یہ واقعہ نہ ملا ہو یا اس کو حسب مذاق اپنے نہ سمجھا ہو مگر اس کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعہ وقوع پذیر نہ ہوا ہو- اس لیے کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا-

عیسائیوں کی دوسری غلطی [1] (ختم اللہ) اس مقام پر بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ جب خود خدا ہی نے ان کافروں کو گمراہ کیا اور ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھیں بند کر دیں تو پھر ان کا قصور کیا؟ ایسے لوگوں کو عذاب کرنا انصاف سے دور ہے- اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں- چونکہ یہ پہلی آیت ہے اس لیے ہم اس نکے حاشیہ میں کس قدر مفصل لکھیں گے اور پھر موقع بموقع اس کے حوالہ ہی پر قناعت کر جائیں گے مگر تحقیقی جواب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اسلام کے قدیمی مہربان عیسائیوں نے اس مسئلہ کے متعلق جو زبان درازیاں کی ہیں بالکل انصاف سے بعید اور فہم کلام سے دور ہیں اور جینٹل مین عیسائیوں کی ایمانداری کا پورا ثبوت ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں سوتن کے جلانے میں اپنی ناک

[1] بخاری شریف کتاب العلم

کی بھی پرواہ نہیں کی۔ قرآن کی ان آیات پر اعتراض کرتے ہوئے انہوں نے اپنے ہاں کی بھی خبر نہ لی۔ کہ توراۃ انجیل نے بھی اس مسئلہ کو متعدد مقامات پر بوضاحت لکھا ہے۔ توریت کی دوسری کتاب سفر وخروج باب ۴ کے فقرہ ۲۱) میں ہے

"خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ جب تو مصر میں داخل ہووے تو دیکھ سب معجزے جو میں نے تیرے ہاتھ میں رکھے ہیں فرعون کے آگے دکھلائیو۔ لیکن میں اس کے دل کو سخت کروں گا وہ ان لوگوں کو جانے نہ دے گا"

ایضا ۱۰ باب کے فقرہ ۲۷ میں لکھا ہے

"خدا نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔ اس نے ان کا جانا نہ چاہا"

ایضا ۱۱ باب کا فقرہ ۱۰:۔

"موسیٰ اور ہارونؑ نے یہ عجائب فرعون کو دکھائے اور خدا نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا کہ اس نے اپنے ملک سے بنی اسرائیل کو جانے نہ دیا"

اسی طرح مقاماتِ ذیل میں بھی اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ بغرض اختصار ہم صرف نام بتلانے ہی پر قناعت کرتے ہیں۔

استثناء ۲ باب کا فقرہ ۳۰ ایضا ۲۹ باب کا فقرہ ۴ یشوع ۱۱ باب کا ۱۰ قاضیوں ۹ باب کا ۲۳ سلاطین ۲۲ باب کا ۲۱ زبور ۱۲۵ - ۲۵ - ایضا ۱۴۸ - ۱۶ - ۲ مثال ۱۶ باب کا ۴ - لیسعیاہ ۶ باب کا ۹ - ایضا ۲۹ باب فقرہ ۹ - متی ۱۳ باب کا ۱۴ لوقا ۸ باب کا ۱۰ یوحنا ۱۲ باب کا ۲۴ وغیرہ۔

پادریوں نے اپنے ہاں کی تو خبر نہ لی ہوگی تو اپنی کلیسا میں رسوخ بڑھانے کو ناحق اسلام سے الجھے پس پادری لوگ تو جب تک ان مقامات مذکورہ کا جواب نہ سوچ لیں ہم سے مخاطب نہیں ہو سکتے **فماھو جوابھم فھو جوابنا** رہا یہ امر کہ ایسی آیات قرآنی کا کیا مطلب ہے اور اس سوال کا حقیقی جواب کیا ہے؟ سو اس کے جواب دینے سے پہلے ہم چند اصول بتلانا مناسب جانتے ہیں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

اول۔ سوائے خدا کے دنیا میں کوئی خالق نہیں۔ دنیا میں کیا جوہر کیا عرض بغیر خلق الٰہی کے پیدا نہیں ہو سکتا۔

دوم۔ خدا کا علم بہت وسیع ہے ہر ایک چیز کو اس نے ایک ہی آن میں جان لیا ہوا ہے خواہ وہ چیز ہزارہا سال بعد کیوں نہ پیدا ہو۔

سوم۔ خدا کی قدرت سب پر غالب ہے اگر وہ چاہے تو مخلوق سے خلاف طبع بھی کام کرا سکتا ہے۔

چہارم۔ خدا نے انسان کو ایسی طاقتیں دے رکھی ہیں کہ اگر ان کو استعمال کیا جائے تو ترقی پذیر ہوتی ہیں اور اگر مہمل چھوڑ دی جائیں تو بے کار بلکہ قریب زوال بھی ہو جاتی ہیں۔

پنجم۔ کسی شخص کی نسبت قیافہ شناسی یا کسی اور وجہ سے پیش گوئی کرنا اس کو مجبور نہیں کرتا۔

ششم۔ انسان کو خدا نے کسی قسم کی تمیز اور قدرت ضرور دے رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ دیگر حیوانات سے ممتاز ہو کر اشرف المخلوقات ہوا

ہفتم۔ کسی بیمار صاحب الفراش کا کسی برے کام میں چل کر شریک نہ ہونا اس کی مدح کا باعث نہیں ہو سکتا

پس اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ انسان جو قوانین الٰہی بلکہ قوانین شاہی کا بھی مکلف ہوتا ہے اسے ان احکام کے ادا کرنے کی طاقت بھی ہے یا نہیں۔ بیشک بموجب اصول ششم ہے مگر خانہ زاد نہیں کسی کی دی ہوئی ہے۔ اور وہ طاقت بموجب اصول چہارم اس قابل ہے کہ اسے کام میں نہ لایا جائے تو بے شک تنزل پذیر ہوتی ہے بلکہ اگر ایک مدت تک مہمل ہی رہے تو قریب فنا بھی ہو جاتی ہے اس امر کی وضاحت کے لیے ہم چوروں اور ڈاکوؤں کا حال تمثیلاً بتلاتے ہیں کہ زمانہ ابتداء میں ان کو بڑے بڑے کام کرنے کی جرات نہیں ہوتی اس لیے کہ ان کے دل میں اس کام کے عیوب نمایاں اور اس کی پاداش کا ڈر ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ وہ ایک حد تک پہنچ کر ایسے ہو جاتے ہیں کہ بے کس مظلوم، یتیم، بیوہ عورتوں کا مال بھی اگر ملے تو نہیں چھوڑتے۔ وجہ اس کی بغیر اس کے کیا ہے کہ انہوں نے خداداد طاقت سے کام نہیں لیا۔ جو آخر کار رفتہ رفتہ ایسی ہو گئی کہ گویا معدوم ہے مگر در اصل

معدوم نہیں بلکہ مغلوب ہے- اسی مغلوبیت کو اس آیت میں "ختم اللہ" کے ساتھ تعبیر کیا ہے- ہاں اس میں شک نہیں کہ بموجب اصول سوم اگر خدا چاہے تو ان کو بھی ہدایت کر دے اور ان کی بے جا حرکتوں سے جو مثل طبعی کے ہو رہی ہیں جبراً روک دے-

انہی معنی کی طرف آیات "ولو شئنا لآتینا کل نفس ھدھا" - "ولو شاء ربك مافعلوه" - "ولو شاء ربك ما اشر کوا" وغیرہ میں اشارہ فرمایا- اور اگر انسان اپنی مغلوب طاقت سے کچھ کام لینا چاہے تو خداوند عالم بھی بموجب اصول چہارم اس پر نظر رحمت کرتا ہے ویھدی[۲] الیه من ینیب یہی بتلا رہا ہے اور اگر توجہ ہی نہ ہو تو مطابق اسی اصول مذکور کے دن بدن حالت ردی اور ابتر ہوتی جاتی ہے "ذالك[۳] بما عصوا و کانوا یعتدون" اور "فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم" اسی مطلب کو واضح کرتی ہیں

رہا یہ سوال کہ انسان کا قصد کون پیدا کرتا ہے- سو اس کا جواب بموجب اصولِ ششم یہ ہے کہ خدا نے جو انسان کو تمیز دے رکھی ہے اسی تمیز خداداد کو انسان ایک طرف اپنے اختیار سے لگا لیتا ہے اسی کا نام قصد ہے- اگر کہا جاوے کہ خدا اسکے بد ارادوں کو روکتا کیوں نہیں تو اس کا جواب بموجب اصول[۱] اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت کر دیتے[۲] خدا اپنی طرف ہدایت کرتا ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے[۳] کیونکہ انہوں نے سرکشی کی جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو خدا نے ان نے دل ٹیڑھے کر دیے- ۱۲

ہفتم یہ ہے کہ اس صورت میں انسان کسی مدح کا مستحق نہیں ہو سکتا بلکہ عصمت بی بی ست از بے چاوری کا مصداق- علاوہ اس کے اگر خدا انسان کو بد ارادوں سے جبراً روک دے تو ایمان بالجبر کس کا نام ہے یہی تو محل نزاع ہے- اگر یہ سوال ہو کہ انسان کے دل میں ایسے خیالات جن کو وہ اپنے اختیار خداداد سے قصد اور ارادہ تک پہنچاتا ہے کون ڈالتا ہے؟ انسان کا تو کام نہیں- بسا اوقات ہمیں بلا اختیار جی میں ایسی باتیں آ جاتی ہیں- جن کا ہمیں وہم وگمان بھی نہیں ہوتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر قسم کے خیالات خدا ہی ڈالتا ہے الھمھا فجورھا وتقوٰھا اس کا مثبت ہے مگر اتنی ہی حد تک جو اس کے بس میں نہیں- انسان پر کوئی عذاب بھی نہیں بلکہ محض فضلِ خداوندی سے اس حد تک نیک خیال پر بھی اجر ملتا ہے- ہاں جب اس سے بڑھ کر انسان اس خیال کو قصد تک پہنچاتا ہے تو پھر وہی حال ہوتا ہے جو ہونا چاہیے- اگر سوال کیا جائے کہ اس حدیث کے اور اس کی ہم معنی آیتوں کے کیا معنی ہوں گے؟ جن میں صاف آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ خواہ خصی ہو جاؤ یا نہ ہو جاؤ جو زنا تمہاری قسمت میں لکھا ہو گا وہ تم سے ہو کر ہی رہے گا اس سے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان خواہ کتنے ہی انتظام کرے گناہ مقدر سے بچ نہیں سکتا- تو اس کا جواب بموجب اصول دوم و پنجم یہ ہے کہ بیشک ایسا ہی ہوتا ہے مگر ایسا ہونا انسان کو مجبور نہیں بناتا بلکہ یہ تو با اختیار بناتا ہے ہاں اس سے علم خداوندی کی وسعت اور حقانیت ضرور ثابت ہوتی ہے- اس کی مثال یہ ہے کہ بادشاہ اپنے نوکر کو حکم کرے کہ کل صبح چھ بجے میرے پاس حاضر ہو جانا- اتفاق سے بادشاہ اس وقت اپنے مقام معہود پر نہ تھا- نوکر نہ اس خیال سے کہ بادشاہ وہاں نہیں ہے بلکہ اس کی موجودگی کے علم پر بھی نہ آیا تو کیا وقت مواخذہ نوکر کا یہ عذر ہو سکتا ہے؟ کہ آپ اس وقت دربار میں نہ تھے اس لیے میں نہ آیا اگر کہے تو بادشاہ اس کا جواب یوں دے گا کہ گو میں اپنے دربار میں نہ تھا لیکن تم نے تو غیر حاضری اپنے قصد سے کی تھی- پس اس کی سزا تم کو ملے گی- اسی طرح انسان بھی جو کچھ کرتا ہے اس کے مقدر میں ہوتا ہے مگر کرتا اپنے اختیار سے ہے اس سے اختیار ثابت ہوتا ہے نہ جبر- اسی کے مطابق ارشاد وارد ہے "ولقد[۴] ذرانا لجھنم کثیراً" اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت "من[۵] یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجدله ولیا مرشدا" کے کیا معنی ہوں گے؟ اس سے تو صاف ثابت ہے کہ بجز ہدایت خداوندی کوئی بھی ہدایت نہیں پا سکتا- اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی بھی ہدایت نہیں کر سکتا- اس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ خدا ہی کے قبضہ قدرت میں ہے تو اس کا جواب بموجب اصول اول یہ ہے کہ جو چیز دنیا میں پیدا ہوتی ہے خواہ وہ جوہر ہو یا عرض- بغیر مشیت اور ارادہ الٰہی کے ہرگز نہیں ہو سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ ہدایت اور ضلالت بھی دنیا میں اعراض سے ہیں تو پس ان کے وجود کی بابت اگر یوں ارشاد ہو کہ بدوں ہماری مشیت اور ارادہ کے نہیں ہو سکتے جیسے اور چیزیں تو اس میں کیا موقع اعتراض یا اشتباہ ہے؟ پس اس آیت کریمہ کے معنی بالکل روشن اور واضح یوں ہوئے کہ گو تم اپنے ارادہ خداداد سے ہدایت کی

---

[۱] اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت کر دیتے [۲] خدا اپنی طرف ہدایت کرتا ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے [۳] کیونکہ انہوں نے سرکشی کی جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو خدا ان کے دل ٹیڑھے کر دیے ۱۲- [۴] اللہ تعالیٰ نے بہت سی مخلوق جہنم کیلئے بنائی ہے- [۵] جس کو اللہ ہدایت کرے وہی راہ یاب ہے اور جس کو گمراہ کرے تو اس کا کوئی حمایتی نہ ہادی ہو سکے گا-

طرف متوجہ ہو لیکن جس کی ہدایت کو ہم ہی پیدا کریں اور وجود دیں وہی ہدایت پر آسکتا ہے - اسی طرح جو شخص اپنے ارادہ سے گمراہی کی طرف جھکے اور خدا کی طرف سے اس کی گمراہی وجود پذیر بھی ہو جائے تو پھر کوئی نہیں جو اس کو ہدایت دے سکے - اس لیے کہ بجز ذات پاک کوئی دوسرا خالق ہی نہیں جو ضلالت موجودہ کو فنا کر کے ہدایت پیدا کر دے اور یہ امر بالکل واضح ہے - رہا یہ سوال کہ ایسی آیتیں ہی کیوں نازل فرمائیں؟ جن سے کہیں تو گمراہی کو شیطان وغیرہ کی طرف نسبت کیا اور کہیں اپنی طرف کیا جس سے کئی قسم کی غلط گمانیاں پیدا ہو گئیں - ایک تو یہ کہ گمراہ کرنے والا خدا کو سمجھ گئے - دوم یہ کہ اس میں شیطان کو بھی خدا جیسا اختیار ثابت ہوا - حالانکہ بحیثیت تعلیم اسلامی یہ دونوں خیال غلط ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں کہیں گمراہی کو اپنی طرف نسبت کیا ہے اس سے تو مجوسیوں اور مشرکوں کی تغلیط کرنی منظور ہے جو اس بات کے قائل تھے کہ دنیا میں خیر جس میں ہدایت بھی داخل ہے ایک خدا پیدا کرتا ہے اور شر جو گمراہی کو بھی شامل ہے دوسرا خدا بناتا ہے اس لیے وہ دو خداؤں اہرمن اور یزدان کے قائل تھے - چونکہ یہ عقیدہ جیسا کہ سب انبیاء کی تعلیم کے خلاف تھا ویسا ہی عقل سلیم کے بھی مخالف تھا - اس لیے قرآن کریم نے اس باطل عقیدہ کے رد کرنے کو صاف اور صریح الفاظ "یضل من یشاء ویهدی من یشاء" کی منادی کرا دی ہدایت اور اضلال کے معنی اس سے پہلے ہم بتلا آئے ہیں اور جہاں کہیں شیطان وغیرہ کی نسبت کیا ہے وہ حسب محاورہ سبب کی طرف ہے نہ کہ اصلی فاعل کی طرف جیسا کہ انبت الربیع البقل (موسم نے بہار لگا دی) بولا کرتے ہیں

اب ہم بتلانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس امر کی تکذیب بھی کی ہے کہ انسان کو بالکل بیکار کاٹھ کی پتلی مثل حجر شجر کے مانا جائے کفار نے یہ سن کر کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے ارادے سے ہوتا ہے اپنی پاک دامنی پر اس سے حجت پکڑی "ولو[1] شاء الله ما اشرکنا نحن ولآ اباء نا" زبان پر لائے چونکہ یہ بے سمجھی کی بات تھی - نیز ایک کافر فاسق کو ایک قسم کا بہانہ تھا اسی لیے اس کے جواب میں وہ الفاظ استعمال کیے جن سے زیادہ اور سخت نہ ملیں "کذالك[2] کذب الذین من قبلهم" کہہ کر اس نافہمی پر ناراضگی ظاہر فرمائی پس اگر قرآن کریم کی تعلیم کا یہی منشا ہوتا کہ انسان اپنے افعال میں اپنے ارادے میں اپنی حرکات میں مثل جمادات کے ہے تو اس کا ایسے شدومد سے رد نہ فرماتے بلکہ موقع غنیمت سمجھ کر ہمارے ہم خیال ہوئے جاتے ہیں اس کی تائید کرتے - رہا یہ سوال کہ خدا نے ایسا کیوں نہ کیا کہ سب مخلوق نجات پاتی؟ دنیا میں جس قدر مذاہب مختلف ہیں یقیناً بعض ان میں سے غلطی پر ہیں پھر ان کی نجات کا بھی تو کوئی ذریعہ ہونا چاہیے تھا آخر وہ بھی تو اسی کی مخلوق ہیں مانا کہ خدا نے ہدایت کی راہ سب کو دکھائی اور جیسا کہ ثابت ہوا انسان اپنے ہی ارادہ سے غلطی کرتا ہے مگر کوئی صورت ایسی کیوں نہ کی کہ سب کے سب مدامی عیش میں رہتے؟ اس کا جواب علاوہ اصول سابقہ کے اور دو اصول پر مبنی ہے -

(۱) جس چیز کی چند صفات ہوں اس کی ہر صفت کا ظہور ضروری ہے خواہ وہ صفات متضاد ہی کیوں نہ ہوں اپنے اپنے موقع پر سب کا ظاہر ہونا ضروری ہے جیسے انسان کی صفات اٹھنا بیٹھنا بولنا سکوت کرنا چلنا ٹھرنا وغیرہ ہر ایک صفت باوجود تضاد کے اپنا اپنا اثر دکھا رہی ہے -

(۲) خداوند عالم جیسا خالق' مالک' رحیم' عادل' کامل' ہے ویسا ہی اس کا غضب بھی اعلیٰ درجہ کا ہے جس کی برداشت ممکن نہیں - بلکہ جس قدر صفات کاملہ مخلوق میں پائی جاتی ہیں سب کی سب ذات باری جل مجدہ کی صفات کاملہ کے نمونے ہیں -

پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا کی صفت خلق (پیدا کرنے کی) تو خلقت کے پیدا کرنے سے ظاہر ہوئی لیکن اتنی ہی بات سے باقی صفات کا تقاضا پورا نہیں ہو سکتا تھا - جب تک انکے آثار بھی نہ پائے جائیں چونکہ وہ صفات بظاہر کسی قدر متضاد بھی ہیں اس لیے خداوند عالم جل مجدہ نے جو بڑا عالم الغیب ہے ان صفات کے ظہور کے لیے جیسے کہ صفات مختلف ہیں ویسے ہی طریق اظہار بھی مختلف ایجاد کی - ایک طرف شیطان اور شہوات نفسانیہ پیدا کیں - جو لوگ انکے پیچھے چلیں وہ مورد غضب بنیں - چونکہ بلحاظ انسانی طبائع کے قریب قریب تمام لوگوں کا اس میں پھنس جانا بھی کچھ مشکل نہ تھا اور یہ طریق صفت عدل کے مخالف تھا - اس مخالفت کے دور کرنے کو خدا نے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور قویٰ ملکوتیہ کو پیدا کیا جن سے انسان اپنے نفع

[1] اگر خدا چاہتا تو ہم نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے ۱۲ [2] اسی طرح پہلے لوگ نے جھٹلایا تھا ۱۲

ونقصان کو سوچے- بعد سوچ کے موافق ارشاد انبیاء علیہم السلام سیدھی راہ پر چلے تو صفت عدل کا تقاضا پورا ہوا کہ وعدہ الٰہی کے موافق انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرے- رہا تقاضا رحم سو اس طرح پورا کیا کہ جو لوگ بعد قصور اپنے آپ کو نادم کریں اور خدا کے آگے گڑ گڑا ئیں- یا باوجود تقصیرات کے کسی ضروری حکم کی تعمیل کر چکے ہیں تو ان کو یا تو بغیر کسی مواخذہ کے معافی دی جائے یا بعد کسی قدر مواخذہ کے چھوڑا جائے بلکہ بعض بوجہ اخلاص کامل کے مورد انعام بھی ہوں- پس ثابت ہوا کہ یہ تمام سلسلہ ظاہری اور باطنی دراصل صفات خداوندی کے آثار ہیں اور ایسا ہونا بھی ضروری تھا اس ہماری تقریر سے اس شبہ کا بھی جواب آگیا جو عوام لوگ کیا کرتے ہیں کہ خدا نے شیطان کو کیوں پیدا کیا انبیاء کو کیوں بھیجا؟ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صفاتِ خداوندی باوجود تضاد کے اس طریق سے سب کی سب پوری ہو جاتی ہیں- نہ جیسا کہ عیسائیوں نے غلط فہمی سے خدا کے عدل کو پورا کرنے کے لیے مسیح کا کفارہ تجویز کیا- جو بجائے عدل کے سراسر ظلم ہے- وللبحث مقام آخر

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ دل سے ان کو ایمان نہیں خدا کو اور عام

اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور (یاد رکھیں کہ) اپنی جانوں ہی سے فریب کرتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں- ان کے دلوں میں بیماری

مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

ہے پس خدا نے بھی ان کی بیماری زیادہ کردی اور ان کو ان کے کذب کے سبب سے دردناک عذاب ہوگا اور

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝

جب کبھی کوئی ان سے کہے کہ ملک میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو پکے مصلح ہیں

اور تیسری قسم عام انسانوں میں بعض[1] لوگ ایسے ہیں جو مسلمانوں سے رسوخ پیدا کرنے کو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں مگر یہ باتیں انکی سب زبانی ہی ہیں اوپر سے چاپلوسی کرتے ہیں حالانکہ دل سے انکو ایمان نہیں ایسے بدمعاش مطلب کے یار ہیں کہ اگر ہو سکے تو خدا کو بھی فریب دے جائیں چنانچہ یہ کاروائی انکی دیکھنے سے دانا صاف جان جائیں گے کہ گویا خدا کو دھوکا دیتے ہیں کیونکہ ایمان کا اظہار کرنا اور اندر کفر چھپانا اس لیے ہے کہ خدا ان کے ظاہری ایمان کو دیکھ کر ان سے مومنوں کا سا معاملہ کرے ہرگز نہیں- خدا تو عالم الغیب ہے- البتہ عام مسلمانوں کو جو غیب نہیں جانتے دھوکہ دیتے ہیں اور ان سے جو مطلب نکالنا ہو نکال لیتے ہیں مگر جان رکھیں کہ درحقیقت اپنی جانوں ہی سے فریب کرتے ہیں کیونکہ اسکا وبال آخرکار ان ہی کی جانوں پر ہوگا- لیکن اپنی نادانی سے سمجھتے نہیں- بھلا وہ ضرر کو سوچیں بھی کیا؟ انکے دلوں میں تو بیماری ہے اور خدا حکیم مطلق کی بتلائی ہوئی دوا قرآن مجید کو استعمال نہیں کرتے پس خدا نے بھی ان کی بیماری زیادہ کر دی یہ نہ جانیں کہ اس دوا کے نہ کرنے سے چھوٹ جائیں گے- ہرگز نہیں بلکہ ان کو ان کے کذب کے سبب سے دردناک عذاب ہوگا- اس لیے کہ دعوی ایمان کا کر کے دلوں میں کفر چھپاتے ہیں- پھر طرفہ یہ کہ جب کبھی کوئی بطور نصیحت ان سے کہے کہ تمہاری اس دروغ گوئی سے ملک میں فساد ہوتا ہے تم ایسے جھوٹ بولنے سے فساد نہ کرو تو جھٹ اپنی بریت بیان کرنے کو کہتے ہیں کہ فسادی تو تم لوگ ہو- ہم تو پکے ریفارمر مصلح ہیں کیونکہ ہر ایک سے ملے جلے رہتے ہیں اور اصول معاشرت کو عمدہ طرح سے نباہتے ہیں- مگر یہ سب ان کی چالاکیاں زبان کی ہیں-

---

شان نزول

[1] (بعض لوگ) حضرت اقدس جب مدینہ میں تشریف لے گئے اور آپ کا جاہ و جلال روز افزوں ہونے لگا اور خالص لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے تھے کہ دنیاداروں کو سوا اس کے کچھ نہ سوجھی کہ بظاہر مسلمانی اختیار کریں اور باطن میں وہی اپنا خبث چھپاویں- جس قسم کا آدمی ملے اس سے ویسے ہی ہو جائیں- با ''مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام'' پر عمل کریں ان کی اس چالبازی سے عام مسلمان دھوکے میں آنے لگے اور خاص مذہب اسلام کی ترقی کو بھی اس سے رکاوٹ کا اندیشہ تھا- پس اللہ تعالیٰ نے ان دنیاداروں کے حال سے اپنے نبی کو مطلع کرنا چاہا- اور قرآن مجید میں ان کی خباثت کا ذکر اس آیت میں کیا

أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا
ہوشیار رہو بے شک یہی مفسد ہیں مگر سوچتے نہیں۔ اور جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ لوگوں کی

آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا
طرح ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بیوقوفوں کی طرح مان جائیں؟ ہوشیار رہو وہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں

يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ
جانتے اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مدت سے مسلمان ہیں اور جب اپنے بڑے کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں

قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي
تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (مسلمانوں سے تو) ہم صرف مسخری کرتے ہیں اللہ ان کو مسخری کی سزا دے گا اور ان کی سرکشی کے سبب سے ان کو

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت
کھینچے گا حیران پھریں گے۔ یہی تو ہیں جنہوں نے ہدایت کے عوض گمراہی لے لی ہے پس ان کی تجارت

تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝
سود مند نہ ہوئی اور نہ ان کو (سوداگری کا) ڈھب ہے

ہوشیار رہو کہ بیشک یہی مفسد ہیں ناحق طلاقت لسانی سے جہنم کے قابل بنتے ہیں۔ مگر سوچتے نہیں کہ اس کا وبال کہاں تک ہم کو اٹھانا ہو گا؟ پھر اتنے ہی جھوٹ پر بس نہیں بلکہ جب کوئی بطور مشورہ ان سے کہتا ہے کہ بھائیو؟ ادھر ادھر کی باتیں بنانا اچھا نہیں تم ایک طرف ہو کر اور مسلمان لوگوں کی طرح خدا اور رسول پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بیوقوف ہیں جو بیوقوفوں کی طرح مان جائیں؟ یہ کیا واہیات بات ہے کہ ایک ہی طرف جھک جائیں آخر تازیست آدمی کو ہر ایک سے ملنا ہے کبھی کسی مسلمان سے معاملہ ہے کبھی کسی کافر سے مطلب۔ ایک ہی طرف ہو کر دوسروں کو چھوڑ دینا یہ تو سراسر نادانی ہے۔ الٹے مخلص مومنوں کو بیوقوف بناتے ہیں مگر ہوشیار رہو۔ ان بدزبانوں کی چالاکیوں سے دبو نہیں دراصل وہی بیوقوف ہیں جو قدرے دنیاوی فوائد کے لحاظ سے اپنے مولا کریم کو ناراض کرتے ہیں۔ لیکن جانتے نہیں سوچتے نہیں کہ اس کا انجام کیا ہو گا ہاں اپنی مطلب براری میں ایسے مضبوط ہیں کہ جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مدت سے مسلمان ہیں اور جب اپنے بڑے کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو اپنی بریت کے کئی ذرائع بیان کرتے ہیں من جملہ ان کے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تو اصل میں تمہارے ساتھ متفق ہیں۔ (مسلمانوں سے تو) ہم بطور خوش طبعی کے صرف مسخری سی کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ہماری مسخری سے مسلمانوں کا کچھ ہرج ہے تو صرف اسی قدر کہ دنیا کے کسی معاملہ میں دھوکہ کھا جائیں گے۔ لیکن وہ خود کیا کریں گے جب اللہ تعالیٰ ان کو مسخری کی سزا دے گا اور انکی سرکشی کے سبب سے ان کو عذاب میں مدت دراز کھینچے گا اپنی سرکشی میں حیران پھریں گے کوئی چارہ نہیں سوجھے گا کہ کیا کریں نہ تو دنیا کی طرف آنے کی اجازت ہو گی نہ کوئی سفارش ہی کرے گا نہ خود ہی اپنے آپ کو اس قابل پائیں گے کہ عرض معروض کر سکیں اس لیے کہ دنیا میں بڑے جرم کے مرتکب ہو چکے ہیں یہی تو ہیں جنھوں نے ہدایت قرآنی کے عوض گمراہی لے لی ہے۔ پس اس تجارت سے دنیا میں اگرچہ ان کو کسی قدر منافع ہوا لیکن انجام کار تو ضرر ہی ضرر اٹھائیں گے اس لیے کہ واقع میں ان کی تجارت سود مند نہ ہوئی۔ بھلا کیونکر نفع مند ہو سکتی تھی جب کہ یہ سودا ہی سود مند نہیں اور نہ ان کو سوداگری کا ڈھب ہے ورنہ ایسے ٹوٹے کی چیز ہرگز نہ خریدتے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ
ان کی مثال اس کی طرح ہے جس نے (جنگل میں) آگ جلائی پھر جب اس آگ نے اس کا اردگرد روشن کیا تو ان کا نور اللہ نے

بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا
چھین لیا اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ رکھا ہے کچھ نہیں دیکھتے بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس یہ رجوع نہ

يَرْجِعُونَ ۝ أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ
کریں گے۔ یا (مثال ان کی) مینہ والوں کی سی ہے جو اوپر سے اترا اس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی

يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ
ہے کڑک کی آواز سے موت سے ڈرے ہوئے اپنی انگلیاں کانوں میں دیتے ہیں اور خدا نے سب

مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝
کافروں کو گھیر رکھا ہے

ان کی تمثیل بالکل اس شخص کی طرح ہے جس نے کسی جنگل میں جہاں بہت سخت اندھیرا ہو اجالا کرنے کو آگ جلائی پھر جب اس آگ نے اس کا اردگرد روشن کیا تو اس شخص نے جانا کہ بس اب مجھے اس آگ کی کچھ حاجت نہیں آگ سے مستغنی ہوگیا پھر جب اٹھ کر راہ چلنے لگا اور اندھیرے کے سبب سے تکلیف ہوئی تو اس آگ کی قدر معلوم کی۔ یہی حال ان دنیادار منافقوں کا ہے جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے سمجھا کہ بس اب تو جو مطلب ہمیں مسلمان ہونے سے تھا حاصل ہوگیا کہ مسلمانوں میں ہمارا اعتبار پیدا ہوا۔ اب ہم اسلام کو کیا کریں گے چلو اب جدھر سے فائدہ ملے ادھر کی راہ لیں جھٹ کافروں سے جا ملے۔ مگر یاد رکھیں جیسی حالت اس آگ والے کی ہوئی تھی کہ کوچ کے وقت اندھیرے میں پریشان تھا اسی طرح ان کی ہوگی۔ اس لئے کہ ان کا بھی نور باطنی اللہ تعالیٰ نے چھین لیا ہے اور ان کو سخت گمراہی کے اندھیروں میں چھوڑ رکھا ہے دنیا سے کوچ تو بھلا ایک مدت بعد ہوگا۔ ابھی سے ان کی یہ حالت ہے کہ کچھ نہیں دیکھتے نہیں سوچتے کہ کس طرح ہم مولا کریم کو راضی کریں ہاں اپنے مطلب کے پکے ہیں مگر قرآن شریف سننے سے بہرے ہیں دل سے کلمۃ الحق کہنے کو گونگے ہیں۔ خدا کی عظمت اور اپنی بے ثباتی کے دلائل دیکھنے میں اندھے ہیں پس جب کہ ان کی حالت ایسی نازک ہے کہ استعداد اور قابلیت ہی ان میں گویا نہیں تو یہ اپنے کفر سے بھی رجوع نہ کریں گے اور ان کی ایک اور مثال وضاحت کے لیے ہم بتلاتے ہیں تصویر مذکور بھی ان کی مثال ہے یا مثال ان کی مینہ والوں کی سے ہے جو اوپر سے اترا۔ اور اس میں برسنے کے وقت بہت سے اندھیرے اور گرج اور بجلی بھی ہے پس وہ مینہ والے گرجوں اور بجلی سے ایسے ڈرے کہ کڑک کی دہشت ناک آواز سے موت سے ڈرتے ہوئے اپنی انگلیاں کانوں میں دیتے ہیں اسی طرح ان دنیاداروں مطلب کے یاروں کا حال ہے کہ قرآن کریم میں جو پابندیٔ احکام کا ذکر آیا ہے اس کے سننے سے کانوں میں انگلیاں دے کر چل دیتے ہیں تاکہ اس حکم کے سننے سے نفس پر کوئی اثر پیدا نہ ہو کہ پابندی کرنی پڑے اور موجودہ آزادی میں فرق آئے یہ نہیں جانتے کہ یہ بھاگنا ان کو کچھ نفع نہ دے گا۔ اس لیے کہ خدا نے سب کافروں گردن کشوں کو گھیر رکھا ہے کوئی اس کے قبضے سے باہر نہیں جا سکتا۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا

قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لے- جب کبھی ان پر روشنی ہوتی ہے تو اس میں چل دیتے ہیں اور جب ان پر

أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ

اندھیرا ہوتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں بھی چھین لیتا

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ

اللہ تو یقیناً ہر ایک کام کرسکتا ہے اے لوگو تم اپنے مولا کی عبادت کرو جس

الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ الَّذِي

نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا شاید تم (عذاب سے) بچ جاؤ جس نے تمہارے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

لئے زمین کو مثل فرش کے بنایا اور آسمان کو مثل چھت کے اور بادلوں سے بارش اتارتا ہے پھر

مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَ

اس کے ساتھ تمہارے لئے ہر قسم کے میوہ جات سے رزق پیدا کرتا ہے پس تم دیدہ و دانستہ اللہ کے لئے

أَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

شریک نہ بناؤ

وہ بجلی ایسی چمکتی ہے کہ اپنی تیزی کی وجہ سے قریب ہے ان مینہ والوں کی بینائی اچک لے- اسی طرح قرآن کریم کی روشنی بھی ایسی چمکتی ہے کہ ان کی آنکھیں جو اغراض دنیاویہ سے بھری ہوئی ہیں اچک لے یعنی ان کی دنیاوی اغراض پر غالب آجائے مگر توجہ نہیں کرتے- جیسے کہ مینہ والوں کا حال ہے کہ جب کبھی ان پر روشنی ہوتی ہے تو اس کو غنیمت جان کر اس میں چل دیتے ہیں اور جب بوجہ بادلوں کے ان پر اندھیرا ہوتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں یہی حال ہے ان کا کہ جب کبھی مسلمانوں سے کچھ فائدہ پہنچے یا پہنچنے کی امید ہو یا قرآن کریم کا کوئی حکم متضمن سہولت اور ملاطفت ہو تو بڑی خوشی سے اظہار اسلام کرتے ہیں اور جب کوئی تکلیف کا حکم مثل چندہ و جہاد وغیرہ ہو تو جی چراتے ہیں جیسا کہ انکی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں سے ان کی باطنی بینائی اور شنوائی مسلوب ہو گئی ہے- اگر اللہ چاہتا تو ان کے ظاہری کان اور آنکھیں بھی چھین لیتا- کیا کچھ اللہ کو روک سکتے تھے- اللہ تو یقیناً ہر ایک کام کر سکتا ہے یہ تو کچھ چیز بھی نہیں اسی کی دی ہوئی ہیں- پس تینوں قسم کے لوگوں کی تفصیل ختم ہوئی- اب ہم تمہیں اے لوگو! ایک ضروری عمل بتلاتے ہیں- ذرا دل کے کان لگا کر سنو! اور اسکی تعمیل بھی کرو وہ یہ کہ تم اپنے مولا کریم کی صدق دل سے عبادت کرو اور اسی سے اپنی مرادیں مانگو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا- اس پیدا کرنے کے شکر میں نہ سہی اس خیال سے کرو کہ شاید تم اس کے عذاب سے جو گردن کشوں پر آنے والا ہے بچ جاؤ بھلا ایسے مالک کی عبادت سے منہ پھیرنا کیسی نادانی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مثل فرش کے بنایا- جہاں چاہو سو رہو جہاں چاہو لیٹ رہو باوجود اسکے اگر کھیتی بھی چاہو تو کر سکو چنانچہ کرتے ہو اور آسمان کو مثل چھت کے سجایا اور علاوہ اسکے ہمیشہ تمہارے لیے بادلوں سے بارش اتارتا ہے پھر اس بارش کے پانی کے ساتھ تمہارے لیے ہر قسم کے میوہ جات سے رزق پیدا کرتا ہے پس جب کہ وہ ذات پاک ان سب کاموں میں اکیلا خود مختار ہے تو تم بھی دیدہ و دانستہ اس اللہ کے لیے شریک نہ بناؤ اور ہماری رضا جوئی ہمارے رسول کی معرفت سیکھو

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا

اور اگر تمہیں اس میں شبہ ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو تم بھی اس جیسا ایک ٹکڑا بنالاؤ اور سوا خدا

شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝۲۳

کے اپنے سب مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو

اور اگر تمہیں بوجہ غلط فہمی یا سوء ظنی کے اس کتاب کی سچائی میں شبہ ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بذریعہ وحی نازل کی ہے تو اس غلطی کا دفعیہ یوں ہو سکتا ہے کہ چونکہ تم بھی اس جیسے آدمی ہو تمہاری انسانیت اور اس کی آدمیت میں کوئی فرق نہیں ظاہری تعلیم و تعلم میں بھی وہ تم لوگوں پر مزیت نہیں رکھتا- سو تم بھی اس جیسا ایک ٹکڑا بنالاؤ اور سوا خدا کے سب اپنے مددگاروں کو بلالو جو اس امر میں تمہاری مدد کریں اور تم کو اس مقابلہ میں کامیاب کرائیں اگر اس دعوی میں سچے ہو کہ اس رسول نے آپ ہی آپ بغیر الہام الٰہی کے کتاب بنالی ہے تو ضرور مقابلہ پر آؤ-

سر سید کی دوسری غلطی (ایک ٹکڑا بنالاؤ) اس آیت میں اللہ جل شانہٗ قرآن کریم کی صداقت بیان فرماتا ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر تم کفار مکہ وغیرہ اس قرآن کو سچی الہامی کتاب نہیں جانتے تو اس جیسی ایک سورت تم بھی بنالاؤ- اور اگر نہ بنا سکو اور یقین ہے کہ نہیں بنا سکو گے حالانکہ تم بھی اسی رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آدمی ہو- بلکہ اس سے کسی قدر دنیوی معاملہ فہمی میں زیادہ واقف- تو پھر کیا وجہ کہ وہ بنا سکے اور تم نہ بنا سکو- بے شک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسؐ میں کوئی طاقت تم سے زیادہ ہے جو تم میں نہیں وہ وہی ہے "وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی"[1] یہ خلاصہ ہے اس آیت کی تفسیر کا-

رہی یہ بحث کہ مثل سے کیا مراد ہے سو اس کے متعلق بیان کسی قدر بسیط چاہیے- پہلے ہم مفسرین کی رائے دریافت کرتے ہیں- پھر ان میں جس رائے کو بقرائن قرآنیہ مرجح سمجھیں گے ترجیح دیں گے- مفسرین تو سلفاً خلفاً اس پر متفق ہیں کہ مثل سے مراد "مثل فی البلاغت ہے-" تفسیر کبیر ابو مسعود' فتح البیان' ابن کثیر' کشاف' معالم' بیضاوی' جامع البیان' جلالین' کواشی وغیرہ سب کے سب متفق ہیں کہ "مثل فی البلاغت" مراد ہے- مگر سر سید نے اس مسئلہ میں بھی سب کا مقابلہ کیا ہے کہتے ہیں "مثیت قرآن کی فصاحت بلاغت کے لحاظ سے نہیں" گو یہ بھی مانتے ہیں کہ :-

> "قرآن مجید بے شک بہت بڑا فصیح ہے- مگر اس کی فصاحت کی بے نظیری اس کے من اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ بہت سے کلام دنیا میں بے نظیر ہیں مگر وہ من اللہ نہیں ہو سکتے- اور نہ قرآن میں اسکا کوئی اشارہ ہے کہ مثیت سے مراد فصاحت ہے بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مثیت سے مراد ہدایت میں مثیت ہے- سورہ قصص میں فرمایا کہ "کافروں سے کہہ دے کہ تورات اور قرآن سے زیادہ ہدایت کرنے والی کتاب لاؤ- میں اس کے پیچھے چلوں گا" پس ثابت ہوا کہ قرآن گو کیسا ہی فصیح ہو مگر جو معارضہ ہے وہ اسکے ہادی ہونے میں ہے ہاں فصاحت وبلاغت اس کو زیادہ روشن کرتی ہے" (تفسیر احمدی جلد اول صفحہ ۳۰۳)

پس پہلے ہم ان آیتوں میں قرینہ تلاش کرتے ہیں جن میں معارضہ چاہا گیا ہے تاکہ سر سید صاحب کے قول (نہ آیت قرآنیہ میں اس کا کوئی اشارہ ہے) کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے- علاوہ اس آیت سورہ بقرہ کے سورہ یونس میں ارشاد ہے- "ام یقولون افتراہ قل فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صدقین" سورہ ہود میں فرمایا "قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا تون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا"[2]

---

[1] رسول وحی الٰہی سے بولتا ہے- [2] تو کہہ اگر تمام انسان اور جن بھی جمع ہو کر اس قرآن جیسی کوئی کتاب لانا چاہیں گے تو اس جیسی نہ لا سکیں گے گو ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں-

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ

پس اگر نہ کرو اور نہ کرو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾

تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے

پس اگر باوجود اس ابھارنے کے نہ کرو اور ہم تو ابھی سے کہے دیتے ہیں کہ تم نہ کرو گے پس باوجود عاجز آنے کے تو عناد سے باز آؤ اور اس آگ سے بچو جس کا ایندھن مشرک آدمی اور ان کے جھوٹے معبودوں' بت خانوں اور قبروں کے پتھر ہوں گے جن سے تمام عمر ان کی منتیں مانگتے ہی گزری ہو گی وہ بھی ان کے ہم رکاب بھڑکتی جہنم میں ہوں گے - اب تم اس کی گرمی کا اندازہ خود ہی کر لو کہ دنیا کی آگ میں جب پتھر ڈالے جائیں تو سرد ہو جاتی ہے مگر وہ آگ اس غضب کی ہو گی کہ اس میں ایسی چیزیں مثل ایندھن کے کام دیں گی - کیوں نہ ہو جب کہ تیار ہی کی گئی ہے کافروں گردن کشوں کے لیے تو اس کی اس درجہ حرارت بھی مناسب ہے

اس میں تو شک نہیں کہ یہ آیات تحدی سب کی سب اس پر متفق ہیں کہ کفار عرب کے مقابلے اور ان کے عاجز کرنے کو نازل ہوتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ صرف مخاطبوں کو ہی نہیں بلکہ تمام ان کے اعوان اور انصار کو اس میں دعوت دی گئی ہے کہ مل کر مقابلہ پر آؤ اور ساتھ ہی اسکے پیش گوئی بھی ورہی ہے کہ نہ کر سکو گے پڑے ایک دوسرے کے مددگار بھی بنو کچھ نہ بن سکے گا اور یہ امر ظاہر ہے کہ مقابلہ میں ایسی باتوں کا ذکر کہ تم سب کے سب مل کر اتفاق بھی کر لو تو بھی ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکو گے وہاں ہی مناسب ہوتا ہے کہ جس امر پر اتفاق کرنے سے فریق مقابل کو بھی کچھ امید کامیابی ہو جیسا کہ ایک بڑی زبردست سلطنت ماتحت ریاستوں سے مقابلے کے وقت کہے کہ تم سب کے سب بھی متفق ہو جاؤ تو بھی تم ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے نہ کہ ایسے امر کی نسبت ان کا اتفاق ذکر کر کے دھمکی دی جاتی ہے کہ جس امر کے حصول کی نسبت ان کو بعد اتفاق بھی وہم گمان نہ ہو کجاوہ امر کہ اس کے حصول ہی کو برا سمجھیں پس بعد اس تمہید کے ہم دیکھتے ہیں کہ کفار عرب کو یہ جتلانا کہ تم سب کے سب مل کر بھی ایک سورت بنانا چاہو تو نہ بنا سکو گے کیا معنی رکھتا ہے ؟ اگر مثلیت سے مراد ہدایت میں مثل ہو جیسا کہ سید صاحب کہتے ہیں تو کلام بالکل بے معنی ہے - اس لیے کہ ان کا خیال ہی نہ تھا کہ ہم اتفاق کر لیں تو قرآن جیسی ہادی کوئی کتاب بنالیں - بلکہ ان کو تو قرآن کی ہدایت سے سخت نفرت تھی - بار بار یہی کہتے تھے کہ اس قرآن کو بدل ڈال کوئی اور کتاب ہمارے پاس لا - یہ تو اچھا نہیں ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اس کی تکذیب کی وجہ معقول ان کے نزدیک ہی تھی کہ "اجعل الا لھۃ الھا واحدا ان ھذا لشئی عجاب" پس ایسے لوگوں کے سامنے جو اس کتاب کی ہدایت سے بیزار اور سخت متنفر ہوں اور یہی وجہ ان کی نفرت کی ہو اور کبھی اس کی ہدایت کو پسند نہ کریں اور کبھی اس جیسی ہادی بنانے کی طرف رُخ نہ لاویں - ایسے لوگوں کو یہ کہنا کہ تم سب کے سب مل کر اس کتاب جیسی کوئی کتاب ہادی اُنام بنالاؤ اور ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی کر دینا کہ ہرگز نہ لا سکو گے" بالکل اس کے مشابہ ہے کہ جیسے کوئی ہندو بت پرست یا عیسائی تثلیث پرست کسی مسلمان کو (جو ان کی کتابوں سے ایسے ہی تعلیم کے سبب سے بیزار ہو) یہ کہے کہ اگر تو ہماری کتاب متضمن تعلیم بت پرستی اور تثلیث پرستی کو نہیں مانتا تو اس جیسی کوئی ہادی کتاب بنالا اور ساتھ ہی اس کے یہ پیشین گوئی بھی کرے کہ تو اور تیرے حمایتی ہرگز ایسی نہ بنا سکو گے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دانا اہل الرائے اس کی اس پیشگوئی کی کچھ وقعت کرے ہاں اس قائل کی حماقت کی دلیل کافی جانے گا - کیونکہ جو وجہ مسلمانوں کو اس کتاب کی تسلیم سے مانع ہے اسی قسم کی کتاب کا اس سے مطالبہ کرنا گویا ایک تکلیف بالمحال ہے اسی قاعدہ پر کفار عرب کا جواب پر آمادہ ہونا اور "لو نشاء[1] لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین" کہنا صاف جتلاتا ہے کہ وہ اسکے طرز بیان کی نسبت

[1] اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کلام ہم بھی کہہ لیں - پہلے لوگوں کی صرف حکائتیں ہیں -

معارضہ سمجھتے تھے۔ورنہ یہ نہ کہتے اور ساتھ ہی اس کے اس آمادگی اور استعداد کی وجہ بھی بتلاتا کہ ان ھذا الا اساطیر الاولین بالکل واضح کر رہا ہے کہ مثل سے مراد فی الھدایت نہیں۔ورنہ ایسی مستعدی نہ بتلاتے بلکہ بجائے اس کے یہ کہتے کہ ہم تو اس قرآن کو اور اس کے مثل ہادی بنانے کو بھی کفر جانیں۔سونکن کے ساڑے اپنی ناک تھوڑی ہی کٹوانی ہے نیز اس موقع پر کفار عرب کا کہنا کہ قرآن کا بنانا کیا مشکل ہے یہ تو پہلے لوگوں کی واستانیں ہیں قابل غور ہے اس لیے کہ ہدایت کی وجہ سے تو اس کو وہ بالکل نیا سمجھتے تھے "ما سمعنا بھذا فی الملتہ الاخرۃ ان ھذا الا اختلاق" صاف مظہر ہے کہ قرآن کو باعتبار ہادی ہونے کے ایک نئی چیز جانتے تھے بلکہ باعتبار ہادی ہونے کے موجب نفرت کہتے تھے پس ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ کفار عرب خود اس معارضہ کو باعتبار ہدایت نہیں جانتے تھے بلکہ باعتبار طرز بیان سمجھتے تھے جب ہی تو اس سہولت کی وجہ بتلانے میں حکایات سابقہ کہتے تھے[1] ہاں سرسید نے جس آیت سورہ قصص کا ذکر کیا ہے اور دلیل بیان کی ہے کہ مثل سے مراد ہادی ہے ان کی نسبت حیرت افزا ہے۔سید صاحب نے (حسب دستور قدیم) یہ تو خیال نہ فرمایا کہ دعوی کیا ہے اور دلیل کیا۔دعوی مثلیت کا اور دلیل افضل کی اور وہ بھی من عند اللہ۔سید صاحب! دعوی تو آپ کا یہ ہے کہ آیات تحدی میں جو معارضہ چاہا گیا وہ ہدایت میں ہے جس کی دلیل آپ نے یہ بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن اور تورات دونوں سے منہ پھیر کر (اے کفار مکہ) اپنے آپ ہی کو ہدایت پر جانتے ہو اور ان دونوں کی تعلیم توحید کو غلط جانتے ہو اور ان کو بناوٹی کتابیں سمجھتے ہو اور خود دین الٰہی کے تابع کہلاتے ہیں تو تو ان دونوں سے بڑھ کر کوئی ہادی کتاب اللہ کی طرف سے آئی ہوئی لاکر دکھاؤ۔اگر وہ واقع میں اللہ کی طرف سے ہوئی تو میں اسی کے پیچھے ہولوں گا۔اس مضمون کو آیت تحدی سے کوئی علاقہ نہیں۔یہ تو کفار کو صرف اس بات پر الزام دیا جاتا ہے کہ باوجودیکہ تمہارے پاس کوئی ساوی کتاب بھی نہیں پھر بھی اس قدر مخالفت پر جمے ہوئے ہو کہ پناہ خدا جیسا کہ کوئی بڑا واقف اسرار الٰہی اپنی کہتا ہو اور دوسرے کی نہیں سنتا پس اگر تم بھی دین سے ایسے ہی واقف اور آگاہ ہو تو اس کتابِ الٰہی کو جس کے ذریعے سے تمہیں ایسی آگاہی ہوئی ہے لاکر دکھاؤ معلوم ہو جائے گا کہ حق بجانب کس کے ہے اس مضمون کو کئی آیات میں بیان کیا ہے۔سورہ قلم میں فرمایا "ام لکم کتاب فیه تدرسون ان لکم فیه لما تخیرون سلھم ایھم بذالك زعیم" پس اس آیت کو جس میں اھدی کتاب اور وہ بھی من عند اللہ کی طلب ہے ان آیات کی تفسیر بنانا جن میں مثل کا معاوضہ ہو صریح غلط فہمی اور تفسیر الکلام بمالا یرضی بہ قائلہ نہیں تو کیا ہے۔بھلا اگر یہ آیت ان آیات کی تفسیر ہوتی تو اس میں من عند اللہ کا لفظ کیوں ہوتا؟ حالانکہ ان آیات تحدی میں کفار کی بنائی ہوئی کتاب کا مطالبہ ہے اور اس آیت میں (جو بقول آپ کے ان کی تفسیر ہے) خدا کی طرف سے آئی ہوئی کتاب کا تقاضا یہ ببین تفاوتِ راہ از کجاست تابکجا۔شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے ترجمہ میں عند اللہ کو (جس کے معنی اللہ کے پاس سے ہیں) اڑا دیا ہے۔کیونکہ آپ کے دعوی کو مضر تھا۔حضرت! قرآن کریم کا کوئی لفظ مضر نہیں بلکہ "شفاء لما فی الصدور" ہے۔یہ تو انسان کی اپنی ہی غلط فہمی ہے۔پس اصل مطلب ان آیات کا وہی ہے۔جو ہم نے بدلائل بینہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کی مثل سے مراد فصاحت وبلاغت اور طرز بیان میں مثل ہے کہ مقدمات یقینیہ سے نتیجہ نکالنا اور ایسے طرز پر نتیجہ نکالنا کہ ہر مرتبہ کا آدمی اس سے مستفیض ہو۔ذرا سورہ قیامت ہی پر غور کیجئے "ایحسب الانسان ان یترك سدی" دعوی ہے "الم یك نطفة من منی یمنی ثم کان علقة فخلق فسوی فجعل منه الزوجین الذکر والانثی" دلیل بیان فرما کر نتیجہ پر اطلاع دیتے ہیں الیس ذالك بقادر علی ان یحیی الموتی "اس دلیل پر جس مرتبہ کا آدمی غور کرتا ہے اپنی طبیعت کے موافق نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ایسا باریک مسئلہ انسانی پیدائش اور معاد کا جس میں بڑے بڑے حکماء حیران پریشان ہیں ایسے

---

[1] ہم نے یہ توحید پہلی قوموں سے نہیں سنی یہ تو بالکل نئی ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

اور جو لوگ ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں ان کو مژدہ سنا کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا

جب کبھی کوئی پھل ان کو کھانے کو ملے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں ابھی ملا تھا اور ان کو

پس تو اے پیغمبرؑ ایسے سرکشوں مفسدوں سے منہ پھیر۔اور جو لوگ ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں ان کو مژدہ سنا کہ ان کے لیے خدا کے ہاں باغ ہیں۔جن کے مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان باغوں میں نعمتوں کی ایسی کثرت میں ہوں گے کہ کثرت اقسام کی وجہ سے جب کبھی ان کو کوئی پھل کھانے کو ملے گا۔وہ بوجہ مغائرت قلیلہ کے کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں ابھی ملا تھا اس کی وجہ سے یہ ہو گی کہ ان کو ملتا جلتا ہی ملے گی صورت میں مشابہ ہو گا۔پھر یہ نہیں کہ اس

سہل اور نرم الفاظ میں بیان کر دیا کہ جن سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں۔یہی قرآن کی اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے۔اور یہی اس کی فلاسفی۔ہاں سر سید کا یہ کہنا کہ "بہت سے ایسے کلام فصیح ہیں جن کی مثل بنایا نہیں گیا۔مگر وہ من اللہ نہیں ہو سکتے" محض دعویٰ ہی دعویٰ اور مدعی ست گواہ چست والا معاملہ ہے۔ورنہ کوئی کلام یا متکلم ایسا بتلادیں؟ جس نے اہل زبان کے سامنے دعویٰ کیا ہو۔نہ صرف دعویٰ بلکہ ولن تفعلوا کے اعلان سے منکروں کی عاجزی کو دوبالا کر دیا۔بجز اس ایک ذات ستودہ صفات آپ کے جد امجد فداہ ابی امی کے پس ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید بے مثل بلیغ کلام ہے۔اس جیسا نہ کسی نے کلام بنایا نہ کوئی بنا سکے گا۔

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

(ان کے لیے باغ ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر مجملا بیان فرمایا ہے قرآن کریم میں بہت سی جگہ جنت دوزخ کا مذکورہ ہے جو بالکل کھلے کھلے لفظوں میں بیان ہوا ہے سب کی سب آیتیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے روز انسان کو بشرط ایمان جنت یا دوسرے لفظوں میں باغ اور نعمتیں ملیں گی اور یہی مذہب تمام اہل اسلام کا ہے کسی معتبر فرقہ نے اس سے انکار نہیں کیا۔صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک سب کا اتفاق پایا جاتا ہے۔اور قرآن کریم میں اس مضمون کی آیتیں اس قدر ہیں کہ بجائے خود ایک دفتر ہے۔مگر افسوس کہ سر سید احمد خان مرحوم نے حسب دستور اس میں بھی مسلمانوں کا خلاف کیا ان کا خیال ہے کہ جنت میں ایسی نعمتوں کا ہونا صرف وہمی اور کوڑ مغز ملاؤں اور شہوت پرست زاہدوں کے خیالی پلاؤ ہیں۔وہاں اس قسم کی کوئی بات نہیں۔بلکہ ایک روحانی لذت ہے جس کو کوئی نہیں سمجھتا۔چنانچہ اپنی تفسیر جلد اول کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں :۔

"یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے۔اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں باغ ہیں شاداب اور سر سبز درخت ہیں دودھ شراب کی نہریں بہہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی و ساقنین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں۔شراب پلا رہی ہیں ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے۔ایک نے ران پر سر دھرا ہے۔ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جان بخش کا (بایں ریش وفش) بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونے میں کچھ بے ہودہ ہے جس پر تعجب ہوتا ہے کہ اگر بہشت یہی ہے تو بلا مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں" (حوالہ مذکور)

یہ ہیں سید صاحب کے الفاظ شریفہ جن پر آپ کو اور آپ کے دل دادوں کو بڑا فخر ہے کہ ہم محقق ہیں حالانکہ تحقیق اس کا نام نہیں کہ مخالفوں کے اعتراض سے دب کر اپنے مذہب کے مسلمات سے ہی انکار کیا جاوے جیسے کہ ایک بزدل کے مکان میں جو چور آگھسے اس بیچارے سے اتنا تو نہ ہو سکا

کہ ان کا مقابلہ کر کے اپنا مال بچائے مجبوراً اپنی ہمت کے موافق یہی مناسب جانا کہ گھر کا سارا اسباب چھوڑ کر بالکل علیحدہ ہو جائے تاکہ اس بلا سے نجات ہو- یہی حال سرسید کا ہے کہ مخالف ملحدوں کے اعتراض تو اٹھا نہ سکے ان کا تدارک یہی مناسب سمجھا کہ اپنے مسلمات ہی میں تصرف کیا جاوے- قرآن کریم تو بقول آپ کے جد امجد[1] کی ساکت ہے جس طرف پھیریں اسے انکار نہیں-اسی قول پر آپ نے بنا کر کے جو چاہا کہہ دیا- اور بعض سے منوا بھی لیا- مگر علماء کی تو یہ شان نہیں کہ ایسے مٹی کے کھلونوں سے کھیلتے پھریں-جب تک دلیل نہ دیکھیں آپ اپنے مذہب کی توضیح یا دلیل ان لفظوں میں فرماتے ہیں :-

"جنت یا بہشت کی ماہیت جو خدا نے بتائی ہے وہ تو یہ ہے کہ **"فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون"** یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کیا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک (راحت) چھپا رکھی ہے اس کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے- پیغمبر علیہ السلام نے جو حقیقت بہشت بیان فرمائی جیسا کہ بخاری مسلم نے ابو ہریرہؓ کی سند پر بیان کیا ہے- وہ یہ ہے کہ **"قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر"** (صفحہ ۳۶)

سید صاحب! فرمائیے تو "**من قرۃ اعین ما اخفی**" کا بیان ہے یا کچھ اور؟ بے شک یہی ہے پس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے اس کو کوئی نہیں جانتا- جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھپی ہوئی چیز کوئی ایسی ہے جو دیکھنے سے راحت بخشتی ہوگی سو وہی ہے جس کو مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں دیدار رب العالمین بتلایا ہے بلکہ اس آیت کی تفسیر خود دوسری آیت ہی کر رہی ہے- دیکھئے تو کس وضاحت سے ارشاد ہے[2] **وجوہ یومئذ ناضرۃ إلی ربھا ناظرۃ**- شکر ہے کہ اس آیت میں بھی علام الغیوب نے "من قرۃ" عین کا لفظ جوڑا ہوا تھا جس سے اہل انصاف ہمارے بیان کی تصدیق بخوبی کر سکتے ہیں- پس اب اس آیت کو جو روایت کے متعلق ہے ان آیتوں کی تفسیر یا توضیح بنانا جن میں ایسی نعماء جنت مذکور ہیں جو نہ صرف دیکھنے سے متعلق ہونگی (بلکہ دیکھنے سے تو) "**ھذا الذی**[3] **رزقنا من قبل**" کہیں گے جو ایک قسم کی ناخوشی کا مظہر ہے- ہاں کھانے پینے سے بے شک تعلق رکھتی ہوں گی اور ان کی نسبت "**کلوا واشربوا بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ- وفاکھۃ مما یتخیرون ولحم طیر مما یشتھون**" وغیرہ ارشاد ہوتا ہے غلط فہمی یا خلاف منشا متکلم کلام کی تفسیر نہیں تو کیا ہے؟ رہا سید صاحب نے جو حدیث نبویؐ سے استدلال پیش کیا ہے سو یہ اگر مطلب برآری اور الزام دہی کی غرض سے نہیں تو ہمیں حد سے زیادہ خوشی ہے کہ سید صاحب بھی حدیث نبوی کا نام لیں جس سے کوسوں دور بھاگا کرتے تھے- غالباً صفائی نیت سے بخاری و مسلم یا مشکوۃ کی تلاش نہیں کی جب ہی تو فہم مطالب میں غلطی کھائی- شکر ہے کہ اسی حدیث کے اخیر میں یہ بھی مرقوم ہے "**اقرء وا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین**" (**مشکوۃ باب صفۃ الجنۃ صفحہ ۴۸۷**) پس اس لفظ سے بھی معلوم ہوا کہ حدیث نبویؐ اس آیت کی تفسیر ہے جس کو ہم ثابت کر آئے ہیں کہ وہ ان اشیاء سے متعلق ہے جو مشاہدہ اور رویت سے راحت بخش ہوں گی جیسے دیدار رب العالمین جس کی احادیث نبویہ میں تصریح اور قرآن میں بھی اشارہ ہے کہ ان اشیاء سے جو کھانے پینے سے لذت دیں گی جن کی بابت **کلوا واشربوا** ارشاد ہدایت بنیاد صادر ہوگا- پس اس سے بھی سید صاحب کا مدعا ہنوز در بطن قائل ہے اسی مدعی پر سرسید نے ایک اور روایت ترمذی سے نقل کی ہے مگر چونکہ اس کی تلاش میں بھی اخلاص نیت نہ تھا- اس لیے اس کے معنی سمجھنے میں غلطی سے محفوظ نہیں رہے- چنانچہ لکھتے ہیں

---

[1] حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ صفین میں معاویہؓ کی طرف سے نیزوں پر قرآن لٹکا کر پکارا گیا تھا کہ یہ ہمارا منصف ہے فوج مرتضوی نے حالت دیکھ کر ہتھیار ڈال دیے حضرت علیؓ ان کی دافع الوقتی سمجھ گئے اور فوج کو سمجھایا کہ یہ انہوں نے ایک حکمت عملی کی ہے تم ان کا کہنا مانو یہ قرآن جو لٹکا رہے ہیں خاموش ہے- اور میں قرآن بولنے والا یعنی اس کا مترجم اور مطلب بتلانے والا ہوں- جد امجد سے مراد حضرت علیؓ ہیں اور اس لفظ اس قصہ کی طرف اشارہ ہے-

[2] کئی منہ اس روز اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوئے خوش و خرم ہوں گے-

[3] یہی تو ہمیں ابھی ملا تھا-

بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ملتا جلتا ہی ملے گا اور ان کے لئے ان میں بیویاں پاک ہوں گی اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا

ہرگز خدا مثال بتلانے سے نہیں رکنے کا مچھر کی

عیش و عشرت میں تجرد کی وجہ سے ان کو تکلیف ہو گی۔ بلکہ ان کے لیے ان باغوں میں بیویاں بداخلاقی وغیرہ سے پاک ہوں گی۔ اور خاوندوں کی بڑی پیاری یہ بھی نہیں کہ ایسی نعمتوں میں چند روزہ ہی رہیں گے بلکہ وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ نہ سمجھنا کہ ان کافروں سے خدا کو خواہ مخواہ عناد ہے بلکہ انھیں کا قصور ہے کہ جب کبھی خدا ان کو شرک سے بچانے کیلئے کوئی بات بطور مثال کے کہتا ہے جیسے کہ اِن مشرکوں کی مثال ہم نے ایک جگہ مکڑے سے دی ہے جو اپنا گھر بنا کر اپنے زعم میں پناہ گیر ہو جاتا ہے اور ان کے معبودوں کی قدرت بتلائی ہے کہ اتنی بھی نہیں کہ سب کے سب مل کر ایک مکھی بھی بنا سکیں۔ ایسا ہی کہیں مچھر کی اور کہیں کسی کمزور جانور کی مثالیں دیتے ہیں تو یہ نادان بجائے ہدایت پانے کے الٹے ہم سے الجھتے ہیں کہ خدا ان حقیر چیزوں کے نام ہی کیوں لیتا ہے؟ بھلا ان کے کہنے سے خدا ہدایت کے لیے مثال بتلانی بھی چھوڑ دے گا؟ ہرگز خدا ہدایت کے لیے مثال بتلانے سے نہیں رکنے کا

"اس امر کے ثبوت کے لیے کہ بانی مذہب کا ان چیزوں کے بیان کرنے سے صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا۔ نہ واقعی ان چیزوں کا دوزخ و بہشت میں موجود ہونا ایک حدیث کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جو ترمذی نے بریدہؓ سے روایت کیا ہے اس میں بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہشت میں گھوڑا بھی ہو گا؟ آپ نے فرمایا کہ تو سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہے اڑتا پھرے گا۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہاں اونٹ بھی ہو گا؟ آپ نے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہو گے سب کچھ ہو گا۔ پس اس جواب سے مقصود یہ نہیں کہ درحقیقت بہشت میں گھوڑے اور اونٹ موجود ہوں گے بلکہ صرف ان لوگوں کے خیال میں اس اعلیٰ درجہ کی راحت کے خیال کا پیدا کرنا ہی جو ان کے اور ان کی عقل و فہم و طبیعت کے موافق اعلیٰ درجہ کی ہو سکتی ہے"

تعجب ہے بلکہ تاسف ہے۔ سید صاحب! اب سوفسطائیہ کا زمانہ نہیں جو ایک اور ایک دو سے بھی انکاری ہوں۔ بھلا کوئی اہل عقل کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے جو آپ نے ایجاد کیا۔؟ اچھا اگر یہی مضمون بتلانا ہوتا کہ واقعی جنت میں گھوڑے اور اونٹ بھی ہوں گے تو کس طرح اور کن لفظوں میں بتلاتے کوئی عبارت ایسی آپ ہی تجویز کریں جس سے یہ مطلب صاف صاف بلا تامل سمجھ میں آوے پھر دیکھیں کہ تفسیر الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ کس پر صادق آتا ہے۔ سید صاحب کی اس امر میں کہاں تک شکایت کی جائے۔ ماشاء اللہ بے دلیل کہنے کے آپ ایسے خوگر ہیں کہ یہ عادت طبیعت میں پختہ ہو گئی ہے اس پر طرہ یہ کہ دوسروں کے الزام لگانا اور بدنام کرنے میں بڑے ہوشیار ہیں کہیں ان کا نام کوڑ مغز ملا رکھا ہے۔ کہیں شہوت پرست کے لفظ سے عزت بخشتے ہیں۔ کہیں یہودیوں اور عیسائیوں کے مقلد بتلاتے ہیں۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے

بلا سے کوئی ادا ان کی بدنما ہو جا
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ
یا اس سے بڑی پس جو لوگ مومن ہیں وہ تو جان جاتے ہیں کہ بیشک یہ سچ ہے

مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ
ان کے رب کی طرف سے اور جو لوگ کافر ہیں وہ کہنے لگتے ہیں کہ خدا نے اس مثال سے

بِهَٰذَا مَثَلًا
کیا چاہا

چھوٹی ہو یا بڑی مچھر[1] کی ہو یا اس سے اوپر کی۔ اس لیے کہ مثال تو صرف سامع کے سمجھانے کو ہوتی ہے۔ اس میں کچھ متکلم کی شان کا لحاظ نہیں۔ جو مثال مطلب بتلانے میں مفید ثابت ہو وہی عمدہ ہے چاہے کیسی ہی حقیر اور چھوٹی چیز کی ہو اسی بنا پر خدا بھی سمجھانے کی غرض سے گاہے بگاہے کوئی مثال دیتا ہے پس جو لوگ مومن ہیں وہ تو جان جاتے ہیں کہ بے شک یہ مثال نہایت مناسب اور بالکل سچ ہے اور ان کے رب کی طرف سے بتلائی ہوئی ہے اور جو لوگ کافر ہیں بجائے ہدایت حاصل کرنے کے الٹے یوں کہنے لگتے ہیں کہ خدا نے اس مثال بتلانے سے کیا چاہا جو مکھیوں اور مچھروں سے دیتا ہے۔ ایسا عالی شان ہو کر ان خسیس اشیاء کا نام لیتا ہے۔

سید صاحب! بھلا آپ جو اتنے ہاتھ پاؤں جنت کی تاویل کرنے میں مارتے ہیں براہ مہربان پہلے یہ تو بتلاویں کہ ایسی جنت کا ہونا جسے اہل اسلام عموماً مانتے ہیں جس کا فوٹو یہ ہے کہ ایک باغ (بلا تشبیہ) مثل شالامار باغ لاہور کے ہو جس میں ہر قسم کے میوہ جات ہوں۔ اس میں نیک صلحا لوگ رہیں اور ان کی عافیت کو وہاں پر عورتیں پاکیزہ (جن کو صفت میں قاصرات الطرف ہے) بھی ہوں کسی دلیل عقلی یا نقلی سے محال ہے؟ اگر محال ہے تو براہ نوازش اور کرم گستری بیان کر دی ہوتی۔ اگر آج تک نہیں کی تو کر دیجئے۔ جی حضرت؟ جس خدا نے یہ نعمتیں ہم کو دنیا میں بلا کسی نیک کام کے عنایت کی ہیں وہ کسی نیک کام کے عوض آخرت میں جسے روز انصاف آپ بھی مانتے ہیں اور واقعی ہے بھی نہیں دے سکتا؟ یا دنیا میں دینے سے اس پر کوئی اعتراض اور اس کی قدوسیت کے خلاف نہ ہوا۔ مگر آخرت میں یہی نعمتیں مرحمت فرمائے تو وہ ذات ستودہ صفات محل اعتراض ہو! دنیا میں تو تجروبلائے عظیم معلوم ہو اور اگر تامل ہو تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر کریں۔ مگر آخرت میں ان نعمتوں کا ملنا بجائے احسان کے اس منعم حقیقی کی ذات ستودہ صفات کی شان کے خلاف سمجھیں؟ واہ ہماری سمجھ ؎ گر ہمیں مکتب وہمیں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

اگر یہ ارشاد ہے کہ دلیل عقلی سے تو محال نہیں مگر چونکہ دلیل نقلی قرآنی سے اس کا ثبوت نہیں جیسا کہ آپ نے وجود ملائکہ کی نسبت عذر کیا ہے تو بسم اللہ لیجئے ایک نہیں بیسیوں بیسیوں کیا سینکڑوں آیتیں اس مضمون کی چاہیں تو ہم سناتے ہیں سورہ الرحمٰن ہی کی چند آیتیں سنیے "ولمن خاف مقام ربه جنتٰن" (الخ) سور واقعہ میں بھی مختصر سا جملہ اسی کے قریب قریب ہے۔ "انا انشاناھن انشاء" (الخ) فرمایئے اس سے بھی کوئی صریح دلالت ہو گی۔ معلوم نہیں کہ باوجود اس قطعیت اور عدم مانع دلیل عقلی کے کہ اس ایچ پیچ کرنے سے جو آپ کر رہے ہیں کیا فائدہ ؎
ہٹ چھوڑیے اب بر سر انصاف آیئے انکار ہی رہے گا مری جان کب تلک

اصل یہ ہے کہ سید صاحب چونکہ حشر اجساد کے قائل نہیں جیسے کہ اہل مکہ اس سے منکر تھے اور بار بار یہی مشکلات پیش کیا کرتے تھے۔ "واذا متنا و کنا ترابا ذالک رجع بعید" اسی لیے سید صاحب نعمائے جنت کے بھی منکر ہیں کہ روحانی زندگی سے روحانی نعمتیں مطابق ہو جائیں۔ پس ان آیتوں کی ذیل میں جن میں حشر اجساد کا ذکر آئے گا۔ ہم سید صاحب کی اس غلط بنا کی حقیقت کھولیں گے اور ثابت کریں گے کہ سر سید کی تاویل بنائے فاسد علی الفاسد سے کم نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شان نزول: [1] جب کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں اور بت پرستوں کی تشبیہیں بغرض تفہیم فرمادیں کہیں مشرکوں کو مکڑی وغیرہ سے تشبیہ دی۔ کہیں معبودات باطلہ کی کمزوریاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مکھی بھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو اس سے بھی وہ چیز واپس نہیں لے سکتے۔ تو یہ مثالیں سن کر مخالفوں نے عناداً بطور طعن کے کہا کہ خدا کو ایسی مثالوں سے کیا مطلب؟ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (معالم)

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا

اس کے ذریعے بہتوں کو گمراہ کردیتا ہے اور بہت سے لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے اور سوا فاسقوں کے کسی کو گمراہ

الْفٰسِقِيْنَ ۙ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ

نہیں کرتا- جو اللہ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں اور جس کے ملانے کا

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ

اللہ نے حکم کیا ہے توڑ ڈالتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں یہی لوگ ٹوٹا پانے

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا

والے ہیں- بھلا تم اللہ سے انکاری کیسے ہوتے ہو حالانکہ پہلے تم بے جان تھے

فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

پھر اس نے تمہیں جان بخشی پھر تم کو مار بھی دیتا ہے پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر تم اس کی طرف پھیرے

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

جاؤ گے

آخر نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ اس مثال کے ذریعہ خدا بہتوں ان جیسوں کو ان کی بے جا نکتہ چینی کی وجہ سے گمراہ کردیتا ہے- ان کو مطلقاً اس کا فائدہ سمجھ میں نہیں آتا اور بہت سے صاف باطن لوگوں کی راہنمائی بھی کردیتا ہے نہ اس مثال کا قصور ہے نہ کسی اور کا بلکہ ان کی شامت اعمال سے ہے جب ہی تو سوائے ان فاسقوں بدکرداروں کے کسی دوسرے کو گمراہ نہیں کرتا جو اللہ کے عہد کو جو کبھی تکلیفوں اور تنگیوں کے وقت خدا سے باندھا کرتے ہیں کہ اگر تو اس بلا سے ہم کو نجات بخشے گا تو ہم تیرے سب احکام مانیں گے مضبوط وعدہ کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں پھر اسی کفر شرک اور دنیا سازی میں مبتلا ہو جاتے ہیں علاوہ اس کے ان میں ایک خرابی اور بڑی بھاری ہے کہ انسانی تعلق جس کے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہے اسکو توڑ ڈالتے ہیں خدا نے تو حکم کیا کہ آپس میں رشتہ دار اچھا سلوک کیا کریں- مگر یہ لوگ بجائے سلوک کے الٹا رشتہ داروں ہی سے عناد رکھتے اور باوجود اس کے ملک میں فساد مچاتے ہیں اگر کوئی مخلص عاقل بالغ باختیار خود مسلمان ہوتا ہے تو اس کو بلاوجہ تنگ کرتے ہیں حالانکہ اس تنگ کرنے کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں- جب ہی تو ان پر یہ فرد جرم ہے کہ یہی لوگ ٹوٹا پانے والے ہیں- کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنا ہی زیاں کرتے ہیں- کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ بھلا تم اللہ کی توحید سے انکار کیسے کرتے ہو- حالانکہ اس کی طرح طرح تم پر مہربانیاں ہیں تم اپنی اصلی حالت کو نہیں دیکھتے کہ پہلے تو تم نطفہ کی صورت میں بے جان تھے پھر اس نے تمہیں جان بخشی پھر بعد اس کے تم کو پرورش بھی کیا اور ایک مدت مقرر تک زندہ رکھ کر پھر تم کو مار بھی دیتا ہے پھر مر کر بھی تم ایسے نہ ہو گے کہ خدا سے کہیں غائب ہو جاؤ بلکہ بعد مرنے کے وہ تمہیں ایک روز زندہ کرے گا- بعد اس زندگی کے یہ نہ ہو گا کہ تم ایسے ہی مزے کرو- بلکہ تمہاری ساری لیاقت کھل جائے گی- اور اسی اظہار لیاقت کے لیے تم اس مالک الملک کی طرف پھیرے جاؤ گے

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ

وہ ذات پاک وہی ہے جس نے دنیا کی سب چیزیں تمہارے لئے بنائیں پھر آسمان کا قصد کیا تو

فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ

اس نے ان کو سات عدد بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور جب تیرے رب نے فرشتوں

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ

سے کہا کہ میں زمین پر ایک

یہ حقوق مالکیت کچھ ایسے نہیں کہ خواہ مخواہ جابرانہ تسلط ہو- بلکہ وہ ذات پاک وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور دنیا کی سب چیزیں تمہارے لیے پیدا کیں- تاکہ تم اس سے منافع حاصل کرو- ورنہ خدا کو بھی کوئی چیز کام آتی ہے؟ چارپائے ہیں تو تمہارے لیے نباتات ہیں تو پھر تمہارے لیے جمادات ہیں تو تمہاری خاطر تمہاری خاطر زمین پیدا کی زمین میں ہر قسم کی قوتیں ودیعت کیں- پھر تمہارے ہی فائدہ کو آسمان کا قصد کیا تو حسب ضرورت اس نے ان کو سات عدد بنادیا- کسی پر چاند کسی پر سورج کسی پر کوئی ستارہ کسی پر کوئی- اس لیے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے جو کچھ مناسب مقتضائے علم ہوتا ہے وہی کرتا ہے- اس کے علم کامل کی شہادت علاوہ دلائل عقلیہ کے واقعات بھی بتلا رہے ہیں یاد تو کر جب اس مالک الملک تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ زمین پر اپنا ایک نائب بنانے کو ہوں-

---

(فرشتوں سے کہا) یہ پہلا ہی موقع ہے کہ قرآن کریم میں فرشتوں کا صریح ذکر آیا ہے- چونکہ زمانہ حال کے محققوں نے اس مسئلہ میں بھی عجیب قسم کا اختلاف نہ صرف مسلمانوں سے بلکہ جملہ ادیان (یہود و نصاری) سے بھی بلاوجہ پیدا کیا ہے اس لیے اس موقع پر ہم بھی اگر کسی قدر تفصیل سے لکھیں تو ہمارا حق ہے- فرشتہ کا لفظ (جسے عربی میں ملک اور ملائکہ کہتے ہیں) اصلی تو انہیں معنی میں اطلاق ہوتا ہے جس کو عام مسلمان بلکہ یہود و نصاری اور عرب کے مشرک سمجھا کرتے تھے کہ خدا کی ایک مخلوق ہے جو گناہوں سے پاک اور اللہ کے حکم کی تابعدار- اس کی عبادت میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں کہ کسی کا زمین سے تعلق ہے کسی کا آسمان سے آسمان والے بحکم الٰہی زمین پر آجاتے ہیں اور زمین والے آسمان پر جاسکتے ہیں- ان کو خدا نے ایسا بنایا ہے کہ ہوا کی طرح مرئی اور مشاہد نہیں ہوتے ہاں جب چاہیں اپنی شکل یا کسی آدمی کی صورت میں دکھائی دے سکتے ہیں- وہ انبیاء پر خدا کا پیغام لاتے ہیں- اگر کوئی قوم سرکشی کرے تو اس کی ہلاکت بھی بحکم الٰہی انہیں کے ہاتھوں سے ہوتی ہے- یہ خلاصہ ہے ان معنوں کا جس پر اہل ادیان فرشتہ بولتے ہیں مگر مشرکین عرب میں ایک بات زائد تھی کہ وہ ملائکہ کو بوجہ ان کے مستور ہونے کے خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے چنانچہ قرآن کریم نے ان کی مذمت کے موقع پر فرمایا "**وجعلوا الملائكة الذين هم عباد الرحمن اناثا**" اور اس قول کے رد کے لئے ارشاد فرمایا "**ام خلقنا الملائكة اناثا وهم شاهدون**" یہود و نصاری کی کتابیں توریت انجیل تو اس مضمون سے پر ہیں- احادیث نبویہؐ میں تو اس کا ذکر بتصریح ہے کہ حضرت جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دحیہ کلبیؓ صحابی کی صورت میں آیا کرتے تھے غرض ان معنی سے کسی مسلمان نہ کسی یہودی نہ عیسائی کو انکار ہے کہ فرشتے خدا کی ایک مخلوق جداگانہ ہیں- ہم انھیں نہیں دیکھ سکتے مگر زمانہ حال کے محقق سر سید احمد خان ان معنی کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس سے سخت انکاری ہیں- چنانچہ اپنی تفسیر کی جلد اول کے صفحہ ۴۹ پر قمطراز ہیں :-

"جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہوسکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوی کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کی پیدا کی ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے جن میں ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے"

تعجب ہے کہ سر سید اوروں پر تمسخر اور ہنسی تو اڑادیا کرتے ہیں کہ ہمارے مفسرین کو بے دلیل کہنے کی عادت ہے- فلاں قول امام رازی کا بے دلیل ہے فلاں توجیہ بیضاوی کی بے ثبوت مگر خود کہتے ہوئے یہ قاعدہ ہی بھول جائیں کہ دعوی پر دلیل پیش کرنا بھی کوئی شے ہوتا ہے- سید صاحب اس پر کیا دلیل ہے کہ ملائکہ سے مراد انسان کے قوی ہیں- حالانکہ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی فرشتوں کو اعلان کیا جاتا ہے کہ جب ہم آدم کو پیدا کریں گے تو تم نے اسے سجدہ کرنا ہوگا اس سے مراد آپ نوع انسان ہی مراد لے لیں- اور اس قصہ کو ایک فطری تمثیل ہی کیوں نہ کہیں- بہر حال یہ تو آپ کو ماننا ہوگا انسان سے فرشتوں کا (یا بقول آپ کے قوی کا) وجود پہلے تھا- تو پھر فرمادیں کہ کسی شے کے عوارض کو (جو وجود میں بہر حال اس سے مؤخر ہوں) مقدم سمجھ کر ایک مضمون گانٹھنا فرضی نہیں تو اور کیا ہے؟ جیسے آپ بھی صفحہ ۴۳ پر شاعرانہ جھوٹ فرما چکے ہیں- نیز کفار کا درخواست کرنا کہ اس رسول کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا جو اس کے ساتھ ساتھ ہو کر لوگوں کو ڈراوے بالکل بے معنی ہے اس لیے کہ قوی انسانیہ کا (جو بقول آپ کے ملائکہ ہیں) ظاہر ہو کر کسی کو ڈرانا کیا معنی؟ وہ تو ایسے مستور ہیں کہ ان کا بذات خود ظاہر اور مشاہدہ ہونا ہی مشکل بلکہ محال ہے- ہاں آپ کا ابو عبیدہ کے شعر

لستَّ بانسی ولکن بملاك تنزل فی جو السماء بصوب

سے استدلال کر کے اس امر کا ثبوت دینا کہ عرب قدیم اور آنحضرتؐ کے زمانہ کے مشرک قوی پر ملک کا لفظ بولا کرتے تھے- بہت ہی تعجب انگیز ہے جان من کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ قائل کا مذہب بھی یہی ہو کہ مینہ برسانے پر فرشتے مقرر ہیں- اور ممدوح کو ان فرشتوں سے تشبیہ دیتا ہو- جیسا کہ عرب کے شعر کا عموماً دستور ہے- چنانچہ ایک شاعر نے اپنی محبوب کو چاند سے تشبیہ دے کر کہا ہے

لا تعجبوٓا من بلا غلالته قد زرا زراره علی القمر

اس قسم کی تشبیہیں تو کوئی عرب ہی کا خاصہ نہیں- آپ نے اردو کا شعر بھی سنا ہوگا

وہ نہ آئیں شب ددرہ تو عجب کیا ہے رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

دیکھیے یہاں پر شاعر نے ایسا مبالغہ کیا ہے کہ محبوب کو ہو بہو سورج ہی بنادیا- پھر آپ کا اس آیت قرآنی **قالوا لو لا انزل علیه ملك ولو انزلنا ملكا لقضی الامر ثم لاینظرون ولو جعلنه ملكا لجعلنه رجلا وللبسنا علیهم ما یلبسون** کو نفی وجود ملائکہ بالمعنی المتعارف میں پیش کرنا پہلے سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے خوش قسمتی سے جو دلیل آپ کے مخالف کی ہوتی ہے اسے شاید یاد بھی نہ ہو- آپ اسے اپنی سمجھ کر پیش کر دیتے ہیں- بھلا اگر ملک کا اطلاق قوی ملکوتیہ پر ہے تو آیت کے کیا معنی ہوں گے کہ اس رسول پر قوی کیوں نہیں اتاری گئیں- جس کا جواب ملتا ہے کہ اگر ہم قوی ملکوتیہ اس رسول کو بناتے تو ضرور اس رسول کو (یا ان قوی کو) بشر بناتے پھر بھی تم کو وہی شبہ ہوتا جو ہو رہا ہے سبحان اللہ اس قرآن دانی اور فہم معانی کے کیا کہنے- حضرت اول تو کفار کو کیسے خبر تھی کہ اس رسول کے قوی نہیں جن کے نزول کی انہوں نے درخواست کی- درخواست سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی شئے مرئی اور مشاہدہ کی تھی جو بالکل دیکھنے سے تعلق رکھتی ہو- قوی کا مرئی ہونا کیا معنی؟ پھر جناب باری کی طرف سے یہ جواب ملنا کہ اگر ہم قوی ملکوتیہ اس رسول کو بناتے تو ضرور بشر ہی بناتے- کیسا منطبق ہوگا- سید صاحب آپ بھولے کیوں پھرتے ہیں- اس آیت کی تفسیر تو دوسری آیت سورہ فرقان کی کر رہی ہے- "**لو لا انزل علیه ملك فیكون معه نزیرا**" تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو کسی شے مرئی کی خواہش تھی چنانچہ اسی سورت کی دوسری آیت میں اس سے بھی واضح بیان ہے "**قال الذین لا یرجون لقاء نا لولا انزل علینا الملئكت اونری ربنا**" اس سے صاف روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے کہ واقعی کفار کو کسی چیز قابل دید کی درخواست تھی جبھی تو جناب باری

---

[۱] (ای ممدوح) تو آدمی نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو آسمان سے بارش اتارتا ہے [۲] میرے محبوب کے دامن کہنہ ہونے سے تعجب نہ کرو کیونکہ وہ قمر ہے اور اس کا لباس کتان ہے جو قمر کو پہنایا گیا ہے

نے ان کے جواب میں "یوم یرون الملئکت لا بشری یومئذ للمجرمین" فرمایا۔ اگر شے مرئی کی درخواست نہ ہوتی تو جواب میں رویت کا ذکر کیا معنی رکھتا ہے پس ثابت ہوا کہ کفار عرب ملک کے لفظ کو کسی شے مرئی پر بولتے تھے۔ جو قوی ملکوتیہ کی طرح نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ مرئی اور مشاہد نہیں ہیں پھر سر سید کا کہنا کہ "جہاں تک ہم نے تفتیش کی ہے قدیم عربوں کے لفظوں ملک یا ملائکہ کی نسبت ایسا خیال جیسا کہ یہودیوں کا ہے ثابت نہیں ہوا" بالکل بے معنی ہے اس لیے کہ اول تو عدم علم سے عدم شے کا لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ ہو اور ان کو نہ ملا ہو۔ اور اگر واقع میں قدیم عرب نے ملک کا لفظ اس معنی مشہور میں استعمال نہ کیا ہو تو کیا حرج ہے جبکہ آنحضرت کے زمانہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے مشرکین ملک کے یہی معنی سمجھتے تھے اور اسی کے موافق ان کی درخواست بھی تھی جس کا جواب بھی یہی جتلا رہا ہے کہ جناب باری کو ہی اس معنی سے انکار نہیں تو پھر یہ عذر تار عنکبوت سے کچھ زاید قوت بھی رکھتا ہے؟ اس کی مثال شروع میں صلوٰۃ زکوٰۃ ہے۔ ان لفظوں کو قدیم عرب سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ انہی معنی میں اطلاق کرتے تھے۔ جن میں کہ اب ہو رہے ہیں۔ دوسری مثال اس کی ہماری زمانہ میں پریس لیمپ وغیرہ ہیں کسی تحریر میں اگر پریس اور لیمپ کا ذکر ہو تو کوئی شخص اس عذر سے اس کے معنی بدلنے چاہے کہ قدیم ہند میں ان لفظوں کو ان معنی میں نہیں بولتے تھے۔ جن میں بعد انگریزی رواج کے بولے جاتے ہیں۔ تو کیا اس کی یہ وجہ قابل شنوائی اہل دانش ہو گی؟ ہرگز نہیں پھر بھلا اگر قدیم عرب ملک کو معنی متعارف پر نہ بولتے ہیں اور آنحضرت علیہ السلام کے عہد رشد مہد میں اس کا رواج ان معنی میں ہوا ہو جس کو آنحضرت بلکہ خود خدا نے مسلم رکھا تو معتبر نہ ہو گا۔ فتفکر۔ باقی رہا آپ کا کلام مقصود اور غیر مقصود میں فرق کرنا سو یہ بھی قطع نظر فی الجملہ غلطی کے اس جگہ نہیں چل سکتا۔ اس لیے کہ یہاں پر ملائکہ کا ذکر (حسب تقریر آپ کے) غیر مقصود نہیں بلکہ عین مقصود ہے کیونکہ وجود ملائکہ پر کسی امر کی تعلیق نہیں جو اس کو غیر مقصود کہا جائے بلکہ ایسے امر کی خبر ہے۔ جو قرآن کریم کا مطلب اصلی ہے یعنی ثبوت قیامت اگر فرمادیں کہ قرآن کریم میں بہت سی جگہ کفار کے خیالات مان کر بھی ان کو توحید سکھائی گئی ہے تو گزارش ہے کہ یہ مشرکین عرب کا بھی عندیہ نہیں تھا کہ ایک دن ایسا ہو گا کہ اس میں ہم ملائکہ کو دیکھیں گے اور وہ روز جزا بھی ہے بلکہ وہ تو اسی وجہ سے قرآن پر خفا تھے کہ یہ قیامت کیوں بتلاتا ہے ءاذا متنا وکنا ترابا ذالك رجع بعيد اس کا شاہد عدل ہے۔ ہمیں تعجب ہے کہ سید صاحب یہ مانتے ہیں کہ "ہمارے پاس کسی ایسی مخلوق کے ہونے سے جو کسی قسم کا جسم وصورت بھی نہ رکھتی ہو جو ہم کو نہ دکھائی دیتی ہو انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں" صفحہ ۴۲ پھر فرشتوں کے ایسا ہونے سے کیوں انکاری ہیں نہ صرف انکاری بلکہ ان کے نفع پر بزعم والا دلائل بیان کرتے ہیں۔ گو ان دلائل کا حاصل یہی ہوتا ہے

دوست ہی دشمن جان ہو گیا اپنا حافظ　　　نوش وارد نے کیا اثرِ سم پیدا

اگر یوں فرمادیں کہ میرا انکار تو جب ہی تک ہے کہ قرآن سے فرشتوں کا ثبوت بمعنی متعارف ہو۔ اگر قرآن کی کسی آیت سے ان کا وجود مستقل ثابت ہو جائے گا تو مجھے بھی تسلیم سے انکار نہیں جیسا کہ صفحہ ۱۴۲ سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہی تقاضا ایمانی ہے تو گزارش ہے کہ آپ اگر انصاف سے غور کریں اور قرآن کو اس طور سے پڑھیں جس طور سے عرب کے رہنے والے سیدھے سادھے جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا تھا پڑھتے اور سمجھتے تھے۔ انہی کی لغت پر بھروسہ کریں تو مطلب بالکل صاف ہے اور اگر آمنت باللہ کو بی بی امنت کا بلا بتلادیں تو خیر دیکھو تو کیسے صریح لفظوں میں فرشتوں کا ثبوت ملتا ہے قال عز من قائل "جاعل[1] الملئكة رسلا اولى اجنحت مثنى وثلث ورباع يزيد فى الخلق ما يشاء" سر سید اور ان کے اتباع بتلادیں اور ہماری معروضہ بالا گزارش کو زیر نظر رکھیں کہ ملائکہ کا رسول ہونا بلکہ پردار ہونا بھی ثابت ہے یا نہیں یہ اس پر بھی آپ بے پر کی اڑائیں تو اختیار

---

[1] خدا فرشتوں کو دو دو تین تین چار چار پروں والے رسول بناتا ہے اس سے زیادہ بھی جس قدر چاہے پیدا کر دیتا ہے

فِی	الْاَرْضِ	خَلِیْفَۃً	قَالُوْٓا	اَتَجْعَلُ	فِیْهَا	مَنْ
نائب بنانے والا	ہوں	وہ بولے کیا	آپ ایسے	شخص کو نائب	بناتے ہیں	جو
یُّفْسِدُ	فِیْهَا	وَیَسْفِكُ	الدِّمَآءَ	وَنَحْنُ	نُسَبِّحُ	
اس میں	فساد کرے	اور خون	بہائے	اور ہم	تیری خوبیاں بیان	
بِحَمْدِكَ	وَنُقَدِّسُ	لَكَ	قَالَ	اِنِّیْٓ	اَعْلَمُ	مَا لَا
کرتے ہیں	اور تجھے پاکی سے	یاد کرتے ہیں	خدا نے کہا	یقیناً	میں جانتا	ہوں
تَعْلَمُوْنَ ۝						
جو تم نہیں جانتے						

جو سب دنیا کی آبادی پر حکمرانی کرے- اور تمام اشیاء اس کی تابعدار ہوں یعنی آدم اور اس کی اولاد یہ معلوم کر کے کہ اس نائب حکومت میں ہر قسم کی خواہشات بھی ہوں گی وہ بولے کہ اس کے اجزاء عناصر اربعہ تو آپس میں متضاد ہیں ایسی ترکیب کی شے سے بے جا جوش اور خون خرابے کچھ بعید نہیں- کیا آپ ایسے شخص کو نائب حکومت بناتے ہیں جو اس زمین میں فساد کرے اور خون بہائے- اگر خلیفہ بنانا ہی منظور ہو تو ہم خاکساران خدام قدیمی اس منصب کیلئے ہر طرح سے قابل ہیں- اس لیے کہ ہم تو علاوہ اخلاص قلبی کے تیری خوبیاں بیان کرتے رہتے ہیں اور تجھے پاکی سے یاد کرتے ہیں- علاوہ اس کمال عملی کے ہم میں کمال علمی بھی پایا جاتا ہے کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں- چونکہ ان کا یہ ضمنی دعوی کہ ہر چیز کو جانتے ہیں بالکل غلط تھا- اس لیے خدا نے اس کو کئی طرح سے غلط کیا- پہلے تو یہ کہا کہ یقیناً میں جانتا جو تم نہیں جانتے جس نیابت کے لیے انسان کو بنایا جاتا ہے اس نیابت کی اس میں قابلیت ہے-

---

آریہ قوم کی غلطی : (اور آدم کو سب نام سکھائے) اس آیت کے متعلق بھی نافہموں نے بہت ہی ہاتھ پاؤں مارے ہیں مگر بعد غور ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ان کی نافہمی اور تعصب کے نتائج ہیں- قرآن کریم اپنے معانی بتلانے میں بالکل صاف ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کے سمجھنے اور سمجھانے والے ہر زمانہ میں موجود رہے اور ہیں اور ہوں گے- ہماری ہمسایہ قوم آریہ نے اس کے متعلق بہت سے ورق سیاہ کیے ہیں جن کے دیکھنے سے اس قوم کی شوخی اور نئے جوش کا اندازہ ہوتا ہے- افسوس کہ اس قوم نے باوجود دعوی توحید کے جس کی وجہ سے یہ لوگ اسلام سے بہت ہی قریب ہوگئے تھے- بجائے فہم و فراست کے تعصب اور ضد سے کام لیا- اس آیت کے متعلق ان کے اعتراضات حسب تفصیل ذیل ہیں-

(۱) خدا نے فرشتوں سے مشورہ کیا جس سے اس کی بے علمی ثابت ہوتی ہے-

(۲) باوجودیکہ فرشتوں نے جواب معقول دیا مگر خدا نے (معاذ اللہ) اپنی ہی بات پر ہٹ کی جس کا نتیجہ آخر وہی ہوا جو فرشتوں نے کہا-

(۳) خدا نے فرشتوں سے (معاذ اللہ) دھوکہ کیا- کہ ان کے مقابل آدم کو سب نام بتلا دیے اور مقابلہ کرایا- اگر یہی نام فرشتوں کو بتلا دیتا تو وہ بھی بتلا سکتے تھے- آدم کی اس میں کون سی بزرگی ہے-

جواب : میں کہتا ہوں سب آفتوں کی جڑ یہی ہے کہ متکلم سے اس کے کلام کے معنی دریافت کرنے سے پہلے ہی اس پر رائے زنی کی جائے- اور آپ ہی آپ اس کی شرح کر کے حاشیہ چڑھایا جاوے-

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ

اور آدم کو سب چیزوں کے نام بتائے پھر

دوم عملی طور سے اس کو غلط کیا کہ آدم کو بعد پیدائش سب چیزوں کے نام سکھائے پھر وہ

اس آیت کے معنی جن کی طرف ہم نے تفسیر میں اشارہ کیا ہے- سمجھنے ہی سے سب اعتراضات اٹھ جاتے ہیں- جو دراصل اپنے ہی دل کے غبارات ہیں- پہلے یہی غلط کہ خدا نے مشورہ کیا مشورہ نہیں کیا تھا- بلکہ اس امر کے متعلق ان فرشتوں کو ایک حکم سنانا تھا- اس کے اعلان کرنے کو یہ اظہار کیا- چنانچہ اسی قصہ کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا ہے "انی خالق بشرا من طین فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین" یہ مشہور ہے کہ "تصنیف را مصنف نیکو کند بیان" پس اس قاعدہ کلیہ سے اس آیت نے اس آیت کی پوری تفسیر کر دی ہے کہ فرشتوں پر اس امر کا ظاہر کرنا اس غرض سے تھا کہ ایک حکم کی ان کی اطلاع دی جائے- یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں "انی جاعل فی الارض خلیفت کہہ کر ما تقولون فی هذا الامر" نہیں کہا جو مشورہ کا دستور ہے جیسا کہ بلقیس بیگم نے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اپنا خیال ظاہر کر کے ماذا تامرون کہا تھا-

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ

رموز مملکت خویش خسرواں دانند   گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے بھی اس امر کو تسلیم کیا اور انك انت العلیم الحكیم کہہ کر قصور فہم کا اعتراف کیا- تیسرے سوال کا جواب بھی میں نے تفسیر میں ادا کر دیا ہے- یعنی یہ کہ فرشتوں نے علاوہ اپنی پاکی اور بزرگی جتلانے کے دعوی ہمہ دانی بھی کیا تھا یعنی نسبّح بحمدك ونقدس لك کے علاوہ ونعلم الاشیاء كلها بھی کہا تھا- اس لیے کہ صرف بزرگی زہد تو خلاف کو مستلزم نہیں- جب تک کہ ثبوت عملی نہ ہو- قرینہ اس حذف کا یہ ہے کہ فرشتوں کے دعوی تقدیس اور زہد پر جناب باری کی طرف سے انبئونی باسماء هولاء ان كنتم صدقین ارشاد ہے اگر فرشتوں کی طرف سے دعوی علم نہ ہوتا تو یہ بالکل اس کے مشابہ ہوتا ہے جو کسی مولوی صاحب نے کسی دہقانی کو سمجھایا کہ تہ بند ٹخنوں سے اونچا رکھ وہ بولا کہ تیرے باپ نے دعوت کی تھی تو نمک زاید نہیں ڈال دیا تھا؟ مولوی صاحب نے پوچھا- اس قصہ کو میرے وعظ سے کیا تعلق- دہقانی بولا تعلق ہو یا نہ ہو بات سے بات نکل آتی ہے- سو اگر فرشتوں نے دعوی علم نہ کیا ہوتا- تو بجائے لا علم لنا کہنے کے یہ کہتے کہ صاحب اس سوال کو یہاں کیا علاقہ؟ ہمارا دعوی زہد ہے- اور سوال ہم سے علم کا- چہ خوش! ؎

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

پس یہ ارشاد ہوا انبئونی اور ان كنتم صدقین جب ہی درست اور مناسب ہو سکتا ہے کہ فرشتوں نے کوئی دعوی علمیت بھی کیا ہو- جس کے جواب میں ان کی غلط فہمی رفع کرنے کو یہ ضروری ہوا کہ حضرت آدم کو سب نام سکھائے جائیں- تاکہ انہیں معلوم ہو کہ بہت سے امور ایسے بھی ہیں جنھیں ہم نہیں جانتے جبھی تو اس الزام کے بعد سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا پکار اٹھے اور اپنے نقصان علم کے مقر ہوئے اب بتلاویں مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہے یا نہیں؟ اور فہم قرآن سے بے نصیبی کے آثار ہیں یا کچھ اور؟ رہا شیطانی جھگڑا سو اس کا جواب "ختم اللہ" کے حاشیہ میں دے آئے ہیں

فتذکر

عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

وہ فرشتوں کو دکھا کر کہا کہ ان اشیاء کے نام تم مجھے بتاؤ اگر تم سچے ہو

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ

تو وہ بولے تو پاک ہے ہم کچھ نہیں جانتے مگر اسی قدر جو تو نے ہم کو سکھایا ہے بیشک تو ہی بڑے علم اور حکمت والا ہے کہا

يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

اے آدم تو ان کو ان چیزوں کے نام بتلادے پس اس نے ان کو ان چیزوں کے نام بتلائے تو خدا نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا

اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

کہ میں آسمان و زمین کی سب چھپی چیزیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہیں اور چھپاتے ہو وہ بھی جانتا ہوں

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ

اور جب ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی تعظیم کرو پس سب نے تعظیم کی مگر شیطان

اس عملی مقابلہ سے عاجز آکر وہ بولے کہ بے شک ہمارا علم ناقص ہے تو سب نقصانوں سے پاک ہے۔ ہمارا خیال ہمہ دانی غلط ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے مگر اسی قدر جو تم نے ہم کو سکھایا ہے۔ بے شک ہمیں یقین ہے کہ تو ہی بڑے علم اور حکمت والا ہے جو کچھ تو کرتا ہے اس میں کمال درجہ کی حکمت ہوتی ہے اور اس حکمت کو بھی کما حقہ سوا تیرے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد ان کا بقیہ گمان دفع کرنے کو آدمؑ سے کہا کہ اے آدمؑ تو ان کو ان چیزوں کے نام بتلادے پس جب حسب ارشاد خداوندی اس (آدم علیہ السلام) نے ان کو ان چیزوں کے نام بتلائے اور فرشتوں نے سب ماجرا بچشم خود دیکھا اور جان لیا کہ ہمارا زعم کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں غلط ہے تو خدا نے تنبیہاً ان کو خطاب کر کے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان و زمین کی سب چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو وہ بھی جانتا ہوں اور ایک واقعہ بھی اس کے متعلق قابل شنید ہے جو گویا اس بیان کا تتمہ ہے سنو جس سے ہمارا کمال علمی ظاہر ہو جائے گا سوچو تو سہی کہ جب ہم نے تمام فرشتوں اور ان کے اتباع کو معہ ان کے حکم دیا تھا کہ آدم کی بزرگانہ تعظیم کرو پس سب نے تعظیم کی۔ مگر شیطان اس سے اترایا اور اپنے جی میں بڑا

(تعظیم کرو) اس آیت کے متعلق بھی ہمارے نامہربان پڑوسی آریہ وغیرہ نے دانت پیسے ہیں اور طرح طرح سے بے سمجھی کے سوالات کئے ہیں اور نئی توحید کے نشہ میں معلم التوحید قرآن شریف پر اعتراض کیے ہیں کہ وہ بت پرستی اور شرک سکھاتا ہے چنانچہ فرشتوں سے آدم کو سجدہ کروایا۔ کعبہ کو بجوایا۔ موسیٰ نے آگ کو پوجا۔ طرفہ یہ کہ شیطان نے بوجہ توحید کے جو اس کو پہلے سے تعلیم ہوئی تھی سجدہ نہیں کیا۔ تو اس کو لعنتی گردانا وغیرہ وغیرہ باقی آیات کا جواب تو اپنے موقع پر آئے گا بالفصل ہم اس آیت کے متعلق ان کی سمجھ کا پھیر بتلاتے ہیں بھلا آدم کو سجدہ عبودیت کا تھا یا کچھ اور۔ اگر عبودیت کا تھا تو قرآن بے شک شرک تعلیم کی دیتا ہے اور اول درجہ کا مشرک ہے لیکن ایسا نہیں۔ بلکہ ایک تعظیمی سجدہ تھا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں سلام تعظیم کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر یہ عبادت ہوتا تو شیطان اپنی معذوری اور جواب دہی میں انا خير منه خلقتنى من نار و خلقته من طين نہ کہتا۔ بلکہ صاف کہتا کہ جناب والا یہ کیا انصاف ہے کہ ہمیں ایک طرف تو شرک سے روکا جاتا ہے اور دوسری طرف اسی شرک کی تعلیم ہوتی ہے کیونکہ وہ تو بڑا ہی شیطان ہے اسے تو یہ عذر ضرور ہی سوجھنا چاہیے تھا جب کہ اس کے شاگردوں کو ایسی سوجھتی ہے کہ پناہ بخدا۔ تو پھر استاد کو ایسی کیوں نہ سوجھی بلکہ اس نے تو ایک معنی سے یہ سجدہ خود ہی جائز سمجھا۔ کیونکہ وہ اپنے رکنے کی وجہ سے بتلا رہا ہے کہ میں اس سے اچھا ہوں

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۖ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ

اترایا اور بڑا بن بیٹھا اور منکروں سے ہوگیا اور ہم نے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی اس باغ میں رہو اور

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞

اس میں کھلا جہاں سے چاہو کھاتے مگر اس درخت کے قریب نہ جاؤ (نہیں تو) ظالم ٹھہرو گے

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ

پس شیطان نے ان کو اس سے لغزش دی اور ان نعمتوں سے جن میں وہ دونوں رہتے تھے نکلوا دیا۔ ہم نے کہا تم پستی میں اتر جاؤ تم ایک دوسرے

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۞

کے دشمن ہوگے زمین میں تمہارے لئے ٹھہرنے کو جگہ اور زندگی تک گزارہ ہے

بن بیٹھا اور اپنے غرور میں اس حکم کے منکروں سے ہو گیا۔ جب ہی تو اپنے کیے کی پاداش کو پہنچا کہ بوجہ حسد بے جا کے ہمیشہ کے لیے ذلیل ہوا۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ اس کے حسد سے آدم کا کچھ بگڑتا اسی کی عزت افزائی ہوئی گویا وہ ہمارا مہمان ہوا اور ہم نے کہا کہ اے آدم تو اور تیری بیوی حوا اس باغ جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھلا کھاتے پھرو مگر اس انجیر کے درخت سے ایسا پرہیز کریو کہ اس کے قریب بھی نہ جائیو نہیں تو ظالم ٹھہرو گے پس آخر کار شیطان نے ان کو اس جنت سے لغزش دی اور غلطی کرا کر ان نعمتوں سے جن میں وہ دونوں بیوی خاوند رہتے تھے نکلوا دیا جب ان سے غلطی ہوئی تو ہم نے بھی کہا۔ تم اس جنت سے پستی میں اتر جاؤ اس لیے کہ قطع نظر اس عداوت اور شرارت کے جو شیطان نے تم سے کی خود تم آئندہ نسلوں کے لوگ آپ میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور بہشت ایسے دشمنوں کے لیے نہیں ہے کیا تم نے نہیں سنا

بہشت آں جا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

پس تم اس سے نکل جاؤ اور زمین پر جا رہو اس میں تمہارے لیے ٹھہرنے کو جگہ اور زندگی تک گزارہ بھی مہیا ہے

اس لیے اسے سجدہ نہ کرونگا اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمؑ کو جو اسکے خیال میں اس سے ادنیٰ تھا۔ اسکو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو شیطان کو اپنے لیے سجدہ کروانے میں کسی طرح کا تامل نہ ہوتا اور نہ تعلیم توحید اس سے مانع ہوتی۔ پس ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ سجدہ عبادت نہ تھا بلکہ محض ان معنی میں تھا جیسے کسی سردار یا نواب کو ماتحت ایک خاص وقت میں حاضر ہو کر سلام کیا کرے جس سے اس سردار کی رفعت اور ماتحتوں کی وفاداری کا ثبوت ہوتا ہے جو شیطان کو پسند نہ آیا۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

پھر آدم نے اپنے خدا سے چند باتیں سیکھیں پس اللہ نے اس پر رحم کیا بیشک وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ

ہم نے کہا تم سب اس سے نیچے ہی اترے رہو۔ پس اگر میری طرف سے تم کو ہدایت پہنچے تو جو لوگ میری ہدایت کے تابع ہوں گے

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

سو نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے اور جو لوگ منکر ہوں گے اور ہماری نشانیاں جھٹلائیں گے وہ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ

آگ کے قابل ہوں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے اے بنی اسرائیل تم میری نعمتیں یاد کرو جو میں نے تمہیں دیں

اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ ۝

اور میرے وعدہ کو پورا کرو میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا پس تم مجھ ہی سے ڈرو

ع

اس حکم کے مطابق نیچے تو آ گئے چونکہ ان سے یہ قصور واقع میں سہوا ہوا تھا نہ عناداً۔ اس لیے وہ ہمیشہ اس کے تدارک میں لگے رہے اور رحمت الٰہی بھی ان کی یہ حالت دیکھ کر موجزن ہوئی پھر آخر کار آدم نے اپنے خدا کے الہام سے چند باتیں سیکھیں جن کا خلاصہ یہ تھا کہ اے[1] خدا ہم سے سہواً غلطی ہو گئی تو ہی رحم والا مہربان ہے۔ پس اللہ نے اس پر رحم کیا اس لیے کہ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ بعد اس رحم کے حسب دستور آدم نے اپنا مسلوبہ مقام حاصل کرنا چاہا اور دخول جنت کی درخواست کی تو ہم نے کہا یہ نہ ہوگا بلکہ مناسب یہ ہے کہ اب تم سب یعنی آدم حوا اور ان کی اولاد اس باغ سے نیچے ہی اترے رہو پس اس حکم میں تبدیلی نہ ہوگی ہاں ایک ذریعہ تمہارے دخول جنت کے لیے ہم بتائے دیتے ہیں وہ یہ کہ اگر میری طرف سے تم کو کوئی پیغام ہدایت پہنچے تو جو لوگ تم میں سے اس میری ہدایت کے تابع ہوں گے سو وہ بیشک جنت کے قابل ہوں گے نہ ان کو کچھ خوف ہوگا نہ وہ غم کریں گے۔ اور جو لوگ اس ہدایت کے منکر ہوں گے اور علاوہ اس ہدایت کے ہماری ہدایت کی نشانیاں جھٹلادیں گے وہ ہرگز جنت میں نہ جاویں گے بلکہ جہنم کی آگ کے قابل ہوں گے نہ صرف چند روز بلکہ ہمیشہ کے لیے اسی میں رہیں گے اس امر کو اور لوگ بھولیں تو بھولیں۔ مگر افسوس یہ کہ تم اے بنی اسرائیل اہل علم ہو کر بھی بھولتے ہو۔ حالانکہ میں نے تم پر کئی احسانات کیے اور ہر طرح کی نعمتیں بھی عطا کیں۔ ہمیشہ تم میں رسول بھی بھیجے زمین کا تم کو حاکم بھی بنایا پس تم میری نعمتیں یاد کرو جو میں نے تمہیں دیں اور میرے وعدہ کو جو اس رسول آخر الزمان کے متعلق خاص کر تم سے لیا ہوا ہے کہ جب وہ آئے تو اس پر ایمان لانا۔ اسے پورا کرو اس کے عوض میں میں بھی تمہارا وعدہ بخشش کا پورا کروں گا۔ اس ایفائے عہد اور ایمان لانے میں تنگی معاش کی فکر نہ کرو۔ رزق دینے والا میں ہوں۔ پس تم مجھ ہی سے ڈرو جو تمہاری تنگی اور ثروت کا مالک ہوں پس تم مجھے ہی متولی امور جانو

---

[1] ربنا ظلمنا انفسنا کی طرف اشارہ ہے

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۔ وَلَا تَشْتَرُوْا

اور میری اتاری ہوئی کتاب کو مانو جو تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے- اور سب سے پہلے منکر نہ بنو اور میرے حکموں کے بدلے

بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا

حقیر مال نہ لیا کرو فقط مجھ ہی سے ڈرو- اور سچ کو جھوٹ سے نہ ملاؤ اور نہ جان بوجھ کر حق

الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ

کو چھپاؤ اور نماز پڑھو اور زکوۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر

الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ

رکوع کیا کرو کیا لوگوں کو بھلی باتیں بتلاتے ہو اور اپنے آپ کو باوجود کتاب پڑھنے کے بھلاتے ہو؟

الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ

کیا تم ہوش نہیں کرتے؟ صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگا کرو بیشک یہ بہت بھاری ہے

اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾

مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر نہیں

اور میری اتاری ہوئی کتاب کو مانو جو تمہاری ساتھ والی کتاب تورات کی تصدیق کرتی ہے- اور اس کی اصلیت کو مانتی ہے اور اگر تم نے انکار کیا اور تم کو دیکھ کر اور لوگوں نے بھی یہی وطیرہ اختیار کیا تو ان سب کا گناہ تمہاری جان پر ہو گا پس مناسب ہے کہ مان لو اور سب سے پہلے منکر نہ بنو اور اس وعدہ کو پھیر پھار کر اپنے ماتحتوں سے میرے حکموں کے بدلہ میں دنیا کا حقیر مال نہ لیا کرو- آخر کتنا کچھ لوگے سب کا سب بمقابلہ ان نعمتوں کے جو نیک بندوں کو آخرت میں ملنے والی ہیں- دنیا کا سارا مال بھی تھوڑا اور ذلیل ہے- میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ حق کے اختیار کرنے میں کسی سے مت ڈرو فقط مجھ ہی سے ڈرو جو میں تمہارے عذاب اور رہائی پر قادر ہوں- جھوٹی تاویلیں کر کے سچ کو جھوٹ سے نہ ملاؤ- اور نہ جان بوجھ کر دنیاوی منافع کے لیے حق کو چھپایا کرو- اور سیدھے سادھے مسلمان ہو کر نماز پڑھو اور مسلمانوں کی طرح مال کی زکوۃ بھی دیا کرو اور سب دینی کاموں کو چستی سے ادا کیا کرو بالخصوص نماز میں تو ایسے چالاک ہو جاؤ کہ پانچویں وقت پڑھو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر رکوع کیا کرو یعنی باجماعت ادا کیا کرو تاکہ تمہارے دین کا اظہار پورے طور سے ہو بجائے اس کے تم الٹے نابلد ہو رہے ہو- کیا لوگوں کو بھلی باتیں بتلاتے ہو؟ گرجوں اور دیگر معبدوں میں لوگوں کو اپنے خیال کے مطابق اچھے کام بتلاتے ہیں اور اپنے آپ کو باوجود کتاب پڑھنے کے بھلاتے ہو- کیا تم ہوش نہیں کرتے؟ ہم پھر مکرر تمہیں کہتے ہیں کہ لوگوں سے مت ڈرو اس لیے کہ یہ شرک خفی ہے بلکہ اگر تم کو کوئی تکلیف آوے تو تم اس کے دفع کرنے میں صبر اور نماز کے ساتھ خدا سے مدد مانگا کرو اس لیے کہ تکلیف میں صبر کے ساتھ جب آدمی مستقل ہو کر خدا سے دعا کرتا ہے تو ضرور ہی تکلیف رفع ہو جاتی ہے- ہاں ظاہری اسباب سے منہ پھیر کر یہ مدد چاہنا اور صبر کرنا بیشک کارے وارد خاص کر ایسی حالت میں نماز پڑھنا اور نماز کے ساتھ مدد چاہنا تو بہت بھاری ہے مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر بھاری نہیں

شان نزول

لے بعض علماء یہود کا شیوہ تھا کہ جب ان سے کوئی قریبی رشتہ دار آنخضرت کے حالات سے سوال کرتا تو اس پر اسلام اور آنخضرت کی صداقت ظاہر کرتے اور خود اسی کفر پر اڑے رہے- انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- معالم

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

جو اس بات کا پختہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے مولا سے ضرور بدلہ پائیں گے

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا

اور اسی کی طرف جائیں گے اے بنی اسرائیل میرے احسان یاد کرو

يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ

جو میں نے تم پر کئے اور یہ کہ میں نے سب جہان کے لوگوں پر تم کو بزرگی دی اور اس دن

مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

سے ڈرو جس میں کوئی نفس کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور اس کی سفارش بھی قبول نہ ہوگی اور اس سے عوض بھی

سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ

نہ لیا جائے گا اور نہ اس کو کسی قسم کی مدد پہنچے گی اور جب ہم نے تم کو فرعونیوں سے چھڑایا جو تم کو برے برے عذاب

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ

پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو جان سے مار ڈالتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے اور اس میں خدا کی طرف سے

کیونکہ وہ ہر کام علت العلل خدا ہی کو جانتے ہیں اگر وہ ظاہری اسباب کی طرف بھی رخ کرتے ہیں تو ان کا انجام بھی خدا ہی کے سپرد کرتے ہیں اس لیے کہ یہ لوگ ایسے ہی پاکیزہ خیال ہیں جو بات کا پختہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ اس تکلیف کے عوض میں اپنے مولا سے نیک بدلہ ضرور پاویں گے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ مر کر بھی وہ اسی کی طرف جائیں گے افسوس اے بنی اسرائیل کی قوم تم ایسے نہ ہوئے حالانکہ میں (خدا) نے تم پر ہر طرح سے احسان بھی کیے اور کچھ نہیں کر سکتے ہو تو میرے احسان ہی یاد کرو جو میں نے تم پر کیے دنیا میں عزت دی کہ ملک کا حاکم بنایا اور دین میں بھی تم کو سب کا پیشوا بنایا- خلاصہ یہ کہ میں نے سب جہان کے لوگوں پر تم کو بزرگی دی کیا احسان کا شکریہ یہی ہے کہ جو کر رہے ہو- اب بھی باز آؤ اور اس دن سے ڈرو جس میں کوئی نفس کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا نہ اس کو تکلیف خود اٹھا سکے گا اور نہ سفارش کر سکے گا- اور اگر فرضاً کرے بھی تو اس کی سفارش بھی قبول نہ ہوگی اور اگر اپنی نیکیاں دے کر بھی دوسرے کو چھڑانا چاہے گا تو اس سے عوض بھی نہ لیا جائے گا بلکہ جو کچھ دنیا میں اس نے کیا ہوگا اس کی پوری جزا سزا پاوے گا نہ اس میں کسی طرح کی تخفیف ہوگی اور نہ کمی اور نہ ان مجرموں کو کسی قسم کی مدد پہنچے گی اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعونیوں یعنی اس سے اور اس کی فوج سے چھڑایا تھا جو ہر طرح سے تم کو برے برے عذاب پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو جان سے مار ڈالتے اور لڑکیوں کو زندہ اپنی خدمت کروانے کو چھوڑتے- اس واقع میں خدا کی طرف سے تم پر بڑا احسان ہے کہ ایسے ظالم کے پنجہ سے بچا کر اصل ملک میں تم کو پہنچا دیا اور راہ میں بھی تم پر ہر طرح سے احسان کیے جب تمہارے لیے ہم نے دریا کو پھاڑا پس تم کو ڈوبنے سے بچایا-

سر سید کی پانچویں غلطی : (دریا کو پھاڑا) اس آیت میں اللہ سبحانہ بنی اسرائیل کو وہ نعمت یاد دلاتا ہے جو تمام دنیا کی نعمتوں سے بڑھ کر تھی یعنی ان کے دشمن فرعون کی ہلاکت اور ان کی نجات پھر وہ بھی ایسے طرز سے کہ قدرت خداوندی کے نشانات بینہ ظاہر ہوں وہی پانی جس میں سے بنی اسرائیل باوجود بے سامانی کے بچ کر صاف نکل گئے اسی میں فرعون مع اپنے جرار لشکر کے باوجود سامان کثیر کے ڈوبا- اس پر (کہ بنی اسرائیل کی خاطر

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٤٩﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ

تم پر بڑا احسان ہے اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑا اور تم کو بچالیا

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾

اور فرعونیوں کو تمہارے دیکھتے دیکھتے ہی غرق کر دیا

اور تمہارے دشمن فرعونیوں کو تمہارے دیکھتے ہی اسی میں غرق کر دیا اور اس نجات بدنی کے بعد تمہاری روحانی نجات کے اسباب بھی مہیا کیے

خدا نے دریا پھاڑا تھا جس میں سے وہ بسلامت چلے گئے اور فرعون اسی میں ڈوبایا گیا) قرآن کریم اور تورات دونوں متفق ہیں مگر سر سید احمد خان بہادر نے اس میں بھی بہادری دکھائی کہ سرے سے منکر ہی ہو بیٹھے کہ قرآن کریم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت موسیٰ کی خاطر دریا پھٹا تھا- بلکہ یہ تو ہمارے علما نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق یہودیوں سے ایسی روایتیں لے کر قرآن کی تفسیر میں جڑی ہیں- حالانکہ نہ کوئی دریا پھٹا اور نہ کوئی خلاف عادت معجزہ ظہور میں آیا تھا بلکہ اس دریا کی سمندر کی طرح عادت ہی تھی کہ مدوجزر چڑھنا اترنا آنا فانا اس میں ہوا کرتا تھا- پس رات کو جب موسیٰ بنی اسرائیل سمیت وہاں سے گزرے تھے اس وقت خشک تھا اور جب فرعون گزرنے لگا تو اتفاقاً چڑھ گیا- (جلد اول ص ۹۹)

چونکہ اصل وجہ انکار سید صاحب کی اس واقعہ سے یہ ہے کہ یہ واقعہ خرق عادت ہے اس لیے ہم سب باتوں سے پہلے خرق عادت کے امکان یا محال ہونے پر گفتگو کرتے ہیں تاکہ سید صاحب کی بناء فاسد علی الفاسد خوب واضح ہو جائے- خرق یا خلاف عادت پر سپر نیچرل اس کو کہتے ہیں جو قوانین مروجہ کے خلاف جو جیسے پانی کا نیچے کی طرف جانا ایک قانون مروج ہے اگر پانی اوپر کی طرف کو جائے یا باوجود نیچے جگہ ہونے کے ٹھہر جائے تو خلاف عادت کہا جائے گا- یا مثلاً آگ کا کام جلانا ہے اگر بلا مانع ظاہری نہ جلائے تو خرق عادت ہوگا بحث اس میں ہے کہ یہی مروجہ قوانین قدرتی قانون ہیں یا ان کے سوا اور بھی ہیں؟ کچھ شک نہیں کہ خدا کے جتنے کام ہیں سب اپنے اپنے اسباب سے وابستہ ہیں مگر ان سب قوانین پر کوئی فرد بشر مطلع نہیں ہو سکتا مثلاً پیدائش کے متعلق اسکا قانون ہے کہ بکری کا بچہ مثلاً چار ٹانگ اور دو سینگ اور دو آنکھوں والا ہوتا ہے مگر باوجود اس کے لکھنو کے عجائب خانہ میں بکری کے بچے کی شبیہ ایسی ملتی ہے جس کی ایک ہی آنکھ ماتھے پر ہے اور بس تو کیا یہ خلاف قانون ہے؟ اس کے لیے بھی ضرور کوئی قانون ہوگا- مگر ہمیں اس کی اطلاع نہیں- ٹھیک اسی طرح ایسے امور جو حضرت انبیاء علیہم السلام سے بطور معجزہ کے ظاہر ہوتے ہیں ان کے لئے بھی مخفی اسباب ہوتے ہیں- ان اسباب میں سے نبوت یا رسالت کا مجہول الکیف تعلق بھی ایک سبب ہے جس کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے- مگر حقیقت میں تو وہ اپنے ہی اسباب سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن چونکہ ان اسباب پر عامہ مخلوق کو اطلاع نہیں ہوئی بلکہ عوام کے نزدیک جو ان افعال کے اسباب ہیں ان کے خلاف یہ امور ہوتے ہیں اس لیے ان کو خرق عادت یا سپر نیچرل کہا جاتا ہے ورنہ حقیقت میں سپر نیچرل نہیں ہوتے بلکہ عین نیچرل ہوتے ہیں پس ثابت ہوا کہ دنیا کے معمولی قانون مروج کے خلاف بھی ہونا کوئی محال امر نہیں- اسی کا نام معجزہ ہے کہ ایک امر خلاف قانون مروجہ مگر ممکن بالذات کا وقوع بلا اسباب مدعی نبوت سے وقوع پزیر ہو- ایسے امر ممکن بالذات کی اگر کوئی مخبر صادق خبر دے تو اس کے تسلیم کرنے میں چون وچرا کرنا فضول ہے-

پس بعد اس تمہید کے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ معجزہ عبور موسیٰ کا جو ایک امر ممکن ہے واقع بھی ہوا ہے یا نہیں اور اس کے واقع ہونے کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے یا نہیں اور توریت میں بھی جو اس زمانہ کے واقعات کی مخبر ہے جس کو سید صاحب بھی غیر محرف مانتے ہیں اس امر کا ثبوت ہے یا نہیں- پس سنئے پہلی آیت سورہ بقرہ میں ہے جس کے الفاظ شریفہ یہ ہیں "**واذ فرقنا بکم البحر فانجینکم واغرقنا ال فرعون وانتم تنظرون**" اس آیت کا سیاق ہی بتا رہا ہے کہ نبی اسرائیل پر کسی بڑے احسان کا جتلانا منظور ہے جب ہی تو فرمادیا کہ ہم نے تمہارے لیے دریا کو پھاڑا اور

تمہیں بچایا اور تمہارے دشمن کو تمہارے دیکھتے دیکھتے غرق کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کچھ ایسے طور سے ہوا ہوگا جسے احسان بھی کہہ سکیں افسوس کہ سید صاحب اس سیاق کلام سے غافل ہو کر کہتے ہیں کہ

"اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے دریا کے جدا ہو جانے یا پھٹ جانے کو خلاف قانون قدرت قرار دیا جاسکے" (صفحہ ۷۶)

حالانکہ یہ بات صریح لفظوں میں ہے کہ تمہارے لیے ہم نے دریا کو پھاڑا- اور تمہیں نجات دی- اور تمہارے دشمن فرعون کو اس میں غرق کیا اور اس کے سیاق سے احسان جتلانا مفہوم ہے مگر اس بلاوجہ انکار کا علاج کیا- بھلا صاحب یہ لفظ نہ سہی جس سے خلاف قانون قدرت پھٹنا معلوم ہو- لیکن اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فعل سے غرض بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کی ہلاکت تھی- پس اس سے بھی آپ کے جوار بھاٹ کو کسی قدر صدمہ پہنچے گا- کیونکہ جوار بھاٹ کی نسبت جو ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا ایسا فرمانا کہ ہم نے تمہارے لیے کیا اور اس کرنے سے تمہاری نجات علت غائی تھی بالکل بے معنی ہے- اور بنی اسرائیل پر کوئی احسان نہیں-

دوسری آیت سورہ شعرا میں ہے "**اوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاك البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم**" اس آیت میں صاف ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰ سے کہا کہ تو اپنی لکڑی دریا پر مار پس وہ اس کے مارنے سے ایسا پھٹ گیا کہ اس کا ایک ایک ٹکڑہ بڑے بڑے ڈھیر کی طرح ہو گیا- باوجودیکہ یہ آیت نہایت ہی اپنے معنے (دریا کے پھٹنے) میں صاف تھی مگر سید صاحب نے اس کو بھی ٹیڑھی کھیر بنانا چاہا- چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"اس آیت میں ضرب کے معنی زدن کے نہیں بلکہ رفتن کے ہیں اور البحر پر فی محذوف ہے- پس صاف معنی یہ ہوئے کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ اپنی لاٹھی کے سہارے سے سمندر میں چل- وہ پھٹا ہوا ہے یا کھلا ہوا ہے یعنی پایاب ہو رہا ہے" (صفحہ ۸۸ جلد اول)

یہ توجیہہ سید صاحب کی دیکھ کر مجھے ایک حکایت زمانہ طالب علمی کی یاد آئی جس سے یہ ثابت ہوگا کہ ایسے حذف محذوف نکالنا بالکل اس کے مشابہ ہے کہ "ملاں آں باشد کہ چپ نشود" جن دنوں میں "فیض عام" کانپور میں پڑھتا تھا ایک طالب علم سے جو میرے ساتھ صدرا وغیرہ میں شریک تھے میں بھولے سے پوچھ بیٹھا کہ "انہ تعالیٰ جد ربنا" کے کیا معنی ہیں وہ بولے کہ بڑا ہے دادا ہمارے رب کا- میں نے کہا کہ باپ ہی نہیں تو دادا کہاں؟ فرمانے لگے کہ بڑے کے معنی ہیں بہت بلندی پر یعنی معدوم اور یہ دلیل اِنی ہے کہ باپ ہی نہیں- آخر کار میں خاموش ہو گیا-

اسی طرح سید صاحب کی عادت شریفہ ہے کہ کیسی ہی صریح عبارت دکھلاؤ- خواہ مخواہ اسے ٹیڑھی بنائیں گے- بھلا صاحب کسی شعر عرب کا بھی حوالہ دیا؟ یا کسی مستند شخص کے قول سے استشہاد بھی کیا؟ اگر فرماویں کہ حروف جارہ کا حذف جائز ہے تو گزارش ہے کہ ہمیشہ نہیں ورنہ فرماویں کہ **صلی فی المسجد** سے فی کو حذف کر کے **صلی المسجد** کہنا بھی جائز ہے یا دعا لہ سے جارہ کو محذوف کر کے دعاہ کہنا- پھر اس سے وہی معنی سمجھنا جو دعا لہ کا مفہوم ہیں درست ہے؟ اصل یہ ہے کہ آپ چونکہ ہمیشہ سے بے دلیل کہنے کے عادی ہیں- اس لیے ایسی باتیں آپ سے کچھ بعید نہیں جتنی چاہیں کہے جائیں مثلاً مشہور ہے "جہاں سو وہاں ایک پر سوہاں" ایک دلیل آپ کی قابل ذکر ہے جہاں فرمایا کہ

"فی کے حذف ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ اسی قصہ کو سورہ طہ میں "**فاضرب لهم طریقا فی البحر یبسا**" فرمایا پس ایک جگہ لفظ فی مذکور ہے تو یہی قرینہ باقی مقامات میں اس کے محذوف ہونے کا ہے"

پھر کہا

"شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے "پس برو برائے ایشاں در راہ خشک" یعنی شاہ صاحب نے ضرب کے معنی زدن کے نہیں لیے رفتن کے لیے" (جلد اول صفحہ ۹۸)

میں کہتا ہوں اس دلیل سے سرسید کا مطلب ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ ایک جگہ اگر حرف جر مذکور ہو تو دوسری جگہ بھی اسی کو قرینہ بنا کر محذوف مانا جائے۔ یہ جب ہے کہ طریق بیان اور مطلب ایک ہو۔ الا اگر مطلب بدل جائے تو کلا و ہرگز نہیں مثلاً ایک جگہ دعاہ ہے اور دوسری جگہ دعا لہ ہو تو یہاں حرف جر کا مذکور ہونا پہلے میں اثر نہ کرے گا اس طرح ان اضرب بعصاك البحر میں راستہ بنانے کا بیان ہے اور فاضرب لهم طريقا في البحر میں اس راہ چلنے کا حکم ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب کا ترجمہ ہی اس کا محاکم بنا تا ہوں۔ جس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ آپ نے جو ترجمہ نقل کیا ہے وہ غلط ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں" بس بساز برائے ایشاں راہ خشک در دریا" دیکھو حمائل مطبوعہ انصاری دہلی۔ اور ایک نسخے میں تو بالکل ہی آپ کے دعوی کی تردید ہے کہ شاہ صاحب نے ضرب کے معنی رفتن کے کئے ہیں" بزن برائے ایشاں" دیکھو حمائل مطبوعہ ہاشمی میرٹھ۔ ہاں ہم انصاف سے کہتے ہیں کہ آپ کا منقولہ ترجمہ بھی ایک قرآن مطبوعہ فاروقی دہلی میں ہے۔ لیکن دو نسخے اس سے مخالف ہیں۔ اس مخالفت کا فیصلہ اگر کثرت نسخ کے اعتبار سے آپ منظور کریں تو ہمیں مفید ہے ورنہ اذا تعارضا تسا قطا تو نتیجہ لازمی ہے۔ پس آپ کا دونوں آیتوں کے ملانے سے ضرب کے معنی دونوں جگہ چلنے کے لینا اور فی کو محذوف ماننا ہرگز صحیح نہیں دونوں آیتیں اپنا اپنا مطلب ادا کرنے ہیں بالکل واضح ہیں ان اضرب والی آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ دریا کو اپنی لکڑی سے مار تاکہ وہ راہ بن جائے اور فاضرب لهم طريقا کے معنی بنا" ان کے لیے دریا میں خشک راستہ" پس کچھ ضرور نہیں کہ ضرب کے معنی دونوں جگہ چلنے کے لئے جاویں۔ یا ایک جگہ لینے سے دوسری جگہ لینے ضرور ہو جائیں۔ ہر ایک آیت اپنے اپنے معنی بتلانے میں جداگانہ ہے۔ پھر آپ نے جو فانفلق کی توجیہہ میں تحریر یا تحریف فرمائی ہے انصاف سے کہیں وہ اس قابل ہے کہ عالم کی زبان سے نکلے۔ چونکہ آپ کی اس موقع کی ساری درافشانی اہل علم کے ملاحظہ کے قابل ہے۔ اس لیے میں اسے من و عن نقل کرتا ہوں

> (قوله) انفلق ماضی کا صیغہ ہے اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب ماضی جزا میں واقع ہوتی ہے تو اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اگر ماضی اپنے معنی پر نہیں رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہے تو اس وقت اس پر "ف" نہیں لاتے۔ اور جب کہ وہ اپنے مضمون پر باقی رہتی ہے اور جزا کی[1] معلول نہیں ہوتی۔ تب اس پر "ف" لاتے ہیں۔ جیسے کہ اس مثال میں ان اکرمتنی فاکرمتك امس یعنی اگر تعظیم کرے گا تو میری تو میں تیری تعظیم کر چکا ہوں۔ اس مثال میں جزا (یعنی گزشتہ کل میں تعظیم کا کرنا) شرط کا معلول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی ہو چکی تھی اسی طرح اس آیت میں سمندر کا پھٹ جانا یا زمین کا کھل جانا ضرب کا معلول نہیں ہے" (جلد اول صفحہ ۸۲)

سید صاحب کیا فرماتے ہیں کہاں شرط اور جزا کا مسئلہ اور کہاں یہ سورت اور آپ کی کہاں مثال سچ ہے

بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

بقول شیعہ اہل بیت معصوم تھے مگر آج تو آپ نے ان کی خوب ہی تغلیط کی۔ اول[2] تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ ماضی اپنے معنوں میں رہ کر جزا واقع ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ دلیل بر جزا ہوتی ہے۔ جزا نہیں آپ کوئی مثال ایسی نہ بتلا سکیں گے جس میں ماضی اپنے معنوں میں رہ کر جزا واقع ہوئی پس آپ کا مثال میں ان اکرمتنی فاکرمتك امس پیش کرنا بھی غلط ٹھہرا اس لیے کہ اس مثال میں بھی فاکرمتك امس جزا نہیں بلکہ دلیل بر جزا ہے۔ جیسا کہ متنبی کے اس شعر میں

---

[1] سرسید کی عبارت اسی طرح ہے غالباً سہو کاتب ہے۔ صحیح شرط ہے۔

؎ اصل یہ ہے کہ عربی زبان میں دلیل بر جزا کو جزا کے قائم مقام کر دیا کرتے ہیں اس لیے اس کو مجازاً جزا کہا جاتا ہے حقیقت میں جزا محذوف ہوا کرتی ہے

ان تفق الانام وانت منهم

فان المسك بعض دم الغزال

یا آیت کریمہ ان يسرق فقد سرق اخ له ہاں ان معنوں سے صحیح ہو سکتی ہے۔ جو ہم نے حاشیہ پر لکھے ہیں۔ مگر ان کو یہاں علاقہ ہی نہیں۔ سید صاحب اس طرح کے ہاتھ پاؤں مارنے سے بجز اس کے کہ اہل علم میں ہنسی ہو کچھ فائدہ نہیں عالموں سے غلطی بھی ممکن ہے۔ مگر عالم کا فرض ہے کہ کہتے ہوئے اپنی تقریر کو مخالفانہ نظر سے دیکھے۔ ورنہ محبت تو ایسی بلا ہے کہ اپنا کانا بیٹا بھی سنوا نکھاد کھاتی ہے۔

ہاں ایک توجیہہ آپ کی عبارت کی ہو سکتی ہے۔ شاید آپ نے اپنے جی میں وہی رکھی ہو جو (بقول نواب محسن الملک مرحوم) خدا کو بھی نہ سوجھی؎ ہو۔ کہ تقدیر کلام یوں ہے۔ ان اضرب بعصاك البحر ان ضربت نجوت فانفلق فكان كل فرق كاالطود العظيم (یعنی بقول آپ کے) ہم نے موسیٰ سے کہا کہ دریا میں اپنی لکڑی کے سہارے چل۔ اگر چلے تو بچ جائے گا۔ اسلیے کہ وہ دریا کھلا ہوا اور پایاب ہے پس اس صورت میں یہ فانفلق اگرچہ جزا نہیں۔ مگر دلیل بر جزا جسے مجازاً جزا کہیں تو ہو سکتا ہے۔ سو اگر یہی آپ کی مراد ہے تو شاباش میرے نام ہے جس نے آپ کے مدعا کو جو در بطن قائل کا مصداق تھا ظاہر کیا۔ مگر اس پر بھی گزارش ہے کہ اول یہ بتلادیں کہ اگر اتنی بڑی عبارت کا حزف جائز رکھا جائے اور ہر جگہ اس ٹوٹے پھوٹے ہتھیار کو پیش کیا جائے تو کوئی مسئلہ بھی قرآن کریم کا ثابت ہو سکتا ہے؟ ہر ایک جگہ یہی قاعدہ جاری ہو گا کہ یہ حذف ہے وہ حذف ہے۔ حتی کہ مطلب ہی حذف ہے۔

دوم یہ کہ سیاق کلام کے بھی مخالف ہے کیونکہ سیاق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام بطور نتیجہ کے ہم کو سنایا جاتا ہے اسی لیے آگے کے جملوں کو اس پر عطف کرتے گئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں "فكان كل فرق كالطود العظيم وازلفنا ثم الاخرين وانجينا موسىٰ ومن معه اجمعين ثم اغرقنا الاخرين" اور سب سے اخیر کیا ہی مختصر نتیجہ نکالا ہے ان في ذالك لايت وما كان اكثرهم مومنين یعنی موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کے بچانے اور فرعون کے غرق کرنے میں بڑی نشانی ہے۔ کہ خدا کی قدرت کاملہ اور تصرف الامور کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ (مثل سید صاحب کے) اسے نہیں مانتے۔ پس جب یہ کلام بطور نتیجہ کے ہمیں سنایا جاتا ہے تو فانفلق سے لے کر اخیر تک حضرت موسیٰ کو خطاب نہیں اور کسی طرح نہیں ہو سکتا

تیسری آیت سورہ طٰہٰ کی ہے "اوحينا الى موسىٰ ان اسر بعبادى فاضرب لهم طريقا فى البحر يبسا" یعنی موسیٰ کو ہم نے پیغام بھیجا کہ تو ہمارے بندوں کو رات ہی سے لے چل پھر ان کے لیے دریا میں راستہ خشک بنا۔ یہ آیت بھی جتلا رہی ہے کہ اس دریا کے عبور کرنے میں حضرت موسیٰ کے فعل کو بھی دخل ہے۔ ورنہ حضرت موسیٰ کو کیوں حکم ہوتا کہ تو ان کے لیے خشک راستہ بنا۔ غضب یہ کہ اس آیت کو سید صاحب اپنے دعوی ان اضرب بعصاك البحر میں حذف "فی" کا قرینہ بتاتے ہیں جس کا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں پس بعد اللتيا واللتى ہم اس دعوی پر کہ حضرت موسیٰ کا عبور خرق عادت تھا۔ جو قرآن کے صریح الفاظ سے ثابت ہوتا ہے توریت سے بھی جسے سید صاحب غیر محرف غیر لفظی مانتے ہیں شہادت پیش کرتے ہیں تاکہ سید صاحب کو حسب عادت قدیمہ کوئی عذر نہ رہے کہ کتب سابقہ میں اس کا ذکر نہیں اس لیے قابل تاویل ہے۔ توریت کی دوسری کتاب سفر خروج ۱۴ باب ۱۹ آیت سے اخیر تک مذکور ہے

"خدا کا فرشتہ جو اسرائیلی لشکر کے آگے چلا جاتا ہے۔ پھر اور ان کی پشت پر آرہا اور بدلی کا ستون ان کے سامنے سے گیا اور انکی پشت پر جا ٹھہرا اور مصریوں اسرائیلی لشکر کے بیچ میں آیا اور وہ ایک اندھیری بدلی ہوگئی۔ پر رات کو روشن ہوئی۔ سو تمام رات ایک لشکر دوسرے کے نزدیک نہ آیا۔ پھر موسیٰ نے دریا پر ہاتھ بڑھایا۔ اور خداوند نے یہ سبب بڑی پوربی آندھی کے

؎ نواب محسن الملک سید مہدی علی صاحب نے تہذیب الاخلاق میں سرسید کو کسی امر کی نسبت لکھا تھا کہ آپکو وہ باتیں سوجھتی ہیں جو خدا کو بھی نہ سوجھیں اس لفظ میں اسی طرف اشارہ ہے

تمام رات میں دریا کو چلایا- اور دریا کو سکھایا اور پانی کو دو حصہ کیا- اور نبی اسرائیل دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گزر گئے اور پانی کی ان کے داہنے اور بائیں دیوار تھی اور مصریوں نے پیچھا کیا- اور ان کا پیچھا کیے ہوئے دستے اور فرعون کے سب گھوڑے اور اس کی گھوڑیاں اور اس کے سوار دریا کے بیچوں بیچ تک آئے اور یوں ہوا کہ خداوند نے پچھلے پہر اس آگ اور بدلی کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی اور اور مصریوں کی فوج کو گھبرا دیا اور ان کی گاڑیوں کے پہیوں کو نکال ڈالا ایسا کہ مشکل سے چلتی تھیں- چنانچہ مصریوں نے کہا آؤ اسرائیلیوں کے منہ پر سے بھاگ جائیں- کیونکہ خداوند ان کے لیے مصریوں سے جنگ کرتا ہے- اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ دریا پر بڑھا تاکہ مصریوں اور ان کی گاڑیوں پر اور ان کے سواروں پر پھر آوے اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ دریا پر بڑھایا اور دریا صبح ہوتے اپنی قوت اصلی پر لوٹا اور مصری اس کے آگے بھاگے اور خداوند نے مصریوں کو دریا میں ہلاک کیا اور پانی پھرا اور گاڑیوں اور سواریوں اور فرعون کے سب لشکر کو جو ان کے پیچھے دریا کے بیچ آئے تھے چھپا لیا اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوڑا- پر نبی اسرائیل خشک زمین پر دریا کے بیچ میں چلے گئے اور پانی کی ان کے داہنے بائیں دیوار تھی سو خدا نے اس دن اسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے یوں بچایا اور اسرائیلیوں نے مصریوں کی لاشیں دریا کے کنارے پر دیکھیں اور اسرئیلیوں نے بڑی قدرت جو خداوند نے مصریوں پر ظاہر کی دیکھی اور لوگ خداوند سے ڈرے تب خداوند کے بندے موسیٰ پر ایمان لائے"

پس ثابت ہوا کہ اس واقعہ (عبور موسیٰ) کے خرق عادت ہونے کے بیان میں قرآن کریم سے توریت نے نہ صرف اجمالی اتفاق کیا ہے بلکہ اس طرح کہ اس کی کیفیت مفصل بیان کی ہے پھر نہیں معلوم سر سید کو باوجود توریت کو غیر محرف ماننے کے کونسا امر باعث ہے کہ ان دونوں کتابوں (قرآن اور توریت) کے ظاہری اور صریحی الفاظ سے مخالفت کر رہے ہیں- ہاں میں بھولا دو امر ان کو باعث ہیں- ایک تو وہی پرانی لکیر کا پیٹنا- یعنی سپر نیچرل (خلاف قانون قدرت) نہیں ہو سکتا جس کا مفصل جواب گزر چکا- دوسرا مانع ایک نقلی امر ہے جس کو آپ بطلیموس سے نقل کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

"معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جب بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا. بحر احمر ایسا قہار سمندر نہ تھا- جیسا کہ اب ہے گو اس زمانہ کا صحیح جغرافیہ ہم کو نہ ملے مگر بہت پرانا جغرافیہ جو بطلیموس نے بنایا تھا مع اس کے نقشہ جات کے جو بطلیموس کے جغرافیہ کے مطابق بنائے گئے ہیں خوش قسمتی سے ہمارے پاس موجود ہے اور اس میں. بحر احمر کا بھی نقشہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس کے زمانہ تک. بحر احمر میں تیس چھوٹے بڑے جزیرے موجود تھے اور یہ صاف دلیل اس بات کی ہے کہ اس زمانہ میں. بحر احمر ایسا قہار سمندر نہ تھا- جیسا کہ اب ہے یا جیسا کہ ہمارے علمائے اسلام بارہ سو برس سے اس کو دیکھتے آئے ہیں. بحر احمر کی اس حالت پر خیال کرنے سے بالکل یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مقام جہاں سے بنی اسرائیل اترے بلا شبہ جوار بھاٹا کے سبب سے رات کو پایاب اور دن کو عمیق ہو جاتا ہو گا- الی ان قال مورخین کے قول کے بموجب بنی اسرائیل سن عیسوی سے دو ہزار پانسو تیرہ برس قبل. بحر احمر کی شاخ سے اترے تھے اور بطلیموس جس نے جغرافیہ لکھا ہے جس کو کلاڈس ثائی کہتے ہیں سنہ عیسوی کی دوسری صدی میں تھا- پس بنی اسرائیل کے عبور کرنے کے دو ہزار سات سو برس تک وہ جزیرے موجود تھے- یہ بطلیموس یونانی تھا- مگر مصر میں رہتا تھا اور اس لیے. بحر احمر کا حال جو اس نے لکھا ہے زیادہ اعتبار کے لائق ہے-" (جلد اول صفحہ ۱۰۰)

مگر سید صاحب (والہ) انصاف تو کریں کہ یہ ہتھیار ٹوٹا پھوٹا آپ کا کہاں تک کام دے سکتا ہے- آپ کی اس دلیل کو دیکھ کر مجھے محدثین رضی اللہ

عنہم کی دور اندیشی کی تصدیق ہوئی کہ اخیر عمر کے محدث کی روایت قابل حجت نہیں یا تو آپ جانتے ہیں کہ مقابل میں بقول آپ کے کوڑ مغز ملایان مساجد ہیں کہ ان کو کچھ بھی سمجھ نہیں۔ کہاں میرے کلام پر غور کریں گے اور کہاں حسن قبح سے واقف ہوں گے یا یہ خیال سمایا ہے کہ آخر بے خبروں سے ملک خالی نہیں بلکہ قریباً دو تہائی ایسے ہی ہیں بالخصوص مذہبی باتوں سے تو بالکل ناواقف۔ بھلا یہ تو فرمادیں اگر تاریخی واقعات پر پچھلے لوگ آپ کے کمالات اور قومی[1] خدمات کو معلوم کرنا چاہیں گے۔ تو منشی[2] سراج الدین احمد ایڈیٹر سرمور گزٹ کی تحریر (جو آپ کے حالات دیکھنے والے ہیں) انکے نزدیک زیادہ معتبر ہوگی یا ان مورخین کی جو تین ہزار برس بعد قریب قیامت ہوں گے؟ حاشا وکلا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی (رضی[3] اللہ عنہ وارضاہ) کے حالات دریافت کرنے کو تاریخ یمینی سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے جو واقعات کو بچشم خود دیکھتا یا دیکھنے والوں سے سنتا رہا۔ پس یہ قاعدہ ہمیشہ صحیح ہے اور ہونا چاہیے کیونکہ لیس الخبر کالمعاینتہ تو پھر تمام تواریخ سے وہ تاریخ جو حضرت موسیٰ کے دیکھنے والوں نے لکھی ہوگی۔ یعنی توریت کیوں معتبر نہ ہوتی۔ خاص کر آپ تو ضرور ہی مانیں گے کیونکہ جناب والا اس کی نسبت تحریف لفظی کے قائل نہیں۔ پس انصاف سے سید صاحب والہ بتلادیں اپنے نانا کے لحاظ ہی سے بتلاویں کہ توراۃ کی عبارت مذکورہ بالا کیا بتلا رہی ہے۔ مجھے تعجب ہے سر سید کی تحقیقات پر کہ اس موقع پر انہوں نے توراۃ کا نام تک نہیں لیا۔ گویا کسی مسجد کے امام صاحب بن گئے کہ توراۃ انجیل کا پڑھنا پڑھانا بلکہ دیکھنا بھی حرام سمجھا۔ حالانکہ مطلب کیلئے توراۃ کو پیش نظر رکھ کر آیات قرآنی میں یہی تاویل یا تحریف کر دیا کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو

واذ تکون کریھت ادعی لھا

واذا یحاس الحیس یدعی جندب

اے صاحب ہم اس کو بھی تسلیم کیے لیتے ہیں کہ بطلیموس نے بھی ٹھیک لکھا۔ مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل کے لیے دریا نہیں پھٹا تھا۔ اول تو اس میں دریا کے جوار بھاٹ ہونے کا کوئی ذکر نہیں اور میں کہتا ہوں۔ اگر صریح لفظوں میں بھی بطلیموس لکھ جاتا کہ میرے دیکھتے ہوئے اس دریا میں جوار بھاٹا ہوتا رہا تو بھی ہمیں مضر نہ تھا۔ اس لیے کہ تناقض کے لیے وحدت زمانہ کی بھی علماء منطق نے شرط لگائی ہے۔ یہ نہیں کہ ایک شخص خبر دے کہ زید صبح کے وقت مسجد میں تھا۔ اور دوسرا بتلادے کہ شام کو بازار میں تھا۔ تو ان دونوں میں کسی قسم کا تناقض یا تدافع ہو۔ پس ممکن ہے کہ بطلیموس کے زمانہ میں جو قریباً تین ہزار برس بعد میں ہوا۔ بحر احمر میں جوار بھاٹ بقواعد علم جوالجی ہو گیا۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ کسی تاریخ سے بفرض محال اگر یہی ثابت ہو کہ زمانہ عبور بنی اسرائیل میں جوار بھاٹ تھا۔ تو بھی ہمارے دعوی کو مضر نہیں۔ ممکن ہے کہ ہو مگر جب بنی اسرائیل گزرے ہوں تو خاص ان کی خاطر خدا نے بہتے ہوئے دریا کو بند کر دیا ہو چنانچہ واذ فرقنا بکم البحر فکان کل فرق کالطود العظیم بتلا رہا ہے اور توریت کی عبارت مذکورہ اس کی مشرح کیفیت بتلا رہی ہے میں حیران ہوں کہ سید صاحب کس بنا پر قرآن کریم کو الہامی کتاب مان کر ایسی تاویلات رکیکہ اور اغداء بارِدہ؟ کیا کرتے ہیں۔ اس پر بھی طرہ یہ کہ علماء کا لقب خشک ملا کوڑ مغز شہوت پرست آپ نے تجویز کر رکھے ہیں

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر خدانخواستہ گر خشمگین ہوتے تو کیا کرتے

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ اگر یہ واقعہ خلاف قانون قدرت واقع ہوا تھا۔ تو خدا تعالیٰ سمندر کے پانی ہی کو ایسا سخت کر دیتا کہ مثال زمین کے اس پر سے چلے جاتے (جلد اول صفحہ ۱۷) اس کا جواب آپ نے خود ہی صفحہ ۱۹۲ پر دے کر اس تکلیف سے ہمیں سبکدوش فرمایا جزاك الله خير الجزاء جہاں پر آپ نے سمت قبلہ کے اختیار کرنے اور دوسری جانب کو چھوڑنے کی ترجیح بلا مرجح کے سوال کو اٹھانا کو فرمایا ہے۔

[1] یہ مشہور مقولہ ہے۔ ورنہ میں تو سید صاحب کی قومی خدمات کا قائل نہیں بلکہ یہ جانتا ہوں کہ انہوں نے قوم کی قومیت کھو دی ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کو مسلمانوں کا درد تھا۔ مگر مسلمانوں کو ٹھیٹھ اسلام پر نہ رکھ سکے [2] منشی صاحب نے ایک دفعہ سرمور گزٹ میں سید صاحب کی سوانح عمری لکھنے کی نسبت ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اور سب احباب سے سید صاحب کے خطوط و دیگر تحریرات طلب کی تھیں۔ [3] سلطان محمود کے کمالات پر نظر کرنے سے مجبوراً یہ دعا منہ سے نکلتی ہے مجھے امید ہے کہ ہر مسلمان ایسے پرجوش دیندار کے نام پر یہ کلمہ کہا کرے گا۔ کیونکہ شرع میں اس کی خصوصیت کسی قوم یا شخص کے ساتھ نہیں۔ عموماً فقہا حتی کہ صاحب ہدایہ کی نسبت بھی اس کا استعمال آیا ہے۔

یہ شبہ بطور ایک شبہ عامتہ الورود کے ہوگا جسے تمام عقلا لغو اور بے ہودہ سمجھتے ہیں- کیونکہ اگر بالفرض دو مساوی چیزوں میں سے ایک کے ترک اور ایک کے اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو تو جو شبہ اس پر وارد ہوتا ہے وہی اس وقت بھی وارد ہوگا- جبکہ مختار کو ترک اور متروک کو اختیار کیا جائے" (جلد اول صفحہ ۱۹۲)

پس اسی طرح کی یہاں صورت ہے آپ بتلادیں آپ کے سوال کا جواب وہی عقلاء کیا تجویز کریں گے- غالبًا وہی لقب دیں گے جو آپ نے ایسے شبہ کیلئے تجویز فرمایا یعنی لغو اور ب ہ- علاوہ اسکے ہم اس شبہ کی لغویت اور طرح بھی ثابت کرتے ہیں کہ اگر اسی پانی کو ایسا سخت کیا جاتا تو آپ جیسے منکرین معجزات کو ایک قسم کی گنجائش مل جاتی کہ وہ پانی حسب نیچر سردی کی وجہ سے سخت ہو گیا ہوگا جیسا عموماً پہاڑوں میں ہوتا ہے کوئی سپر نیچرل (خرق عادت) معجزہ نہیں پس اسی بھید سے علام الغیوب خدا نے اس شق کو متروک اور اسکو اختیار کیا فالحمد للہ علی ذلک

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ
اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا تم بڑے

ظٰلِمُوْنَ ۞ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ وَاِذْ اٰتَيْنَا
ظالم ہو پھر ہم نے بعد اس کے تم کو معاف کیا تاکہ تم شکر گزار بنو اور جب ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ
موسیٰ کو کتاب اور معجزے دیئے تاکہ تم راہ پاؤ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو

يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ
تم نے بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے اپنے پر ظلم کیا پس تم اپنے خالق کی طرف جھک جاؤ

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ
اور ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے خالق کے ہاں بہتر ہے پس اس نے تم پر رحم کیا وہ تو بڑا ہی رحم کرنے والا نہایت

الرَّحِيْمُ ۞ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ
مہربان ہے اور جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تجھے ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں پس بجلی نے تمہارے

الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۞
دیکھتے ہی تم کو پکڑ لیا

کہ حضرت موسیٰ کی معرفت تم کو کتاب دی اور ہدایت کی اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا کہ ہم تجھ کو چالیس دن بعد توریت دیں گے۔وہ تو تمہاری خاطر کوہ طور پر کتاب لینے گیا۔ پھر تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا۔ لگے اس کی منت منانے سچ پوچھو تو تم بڑے ظالم ہو کہ ایک بے جان کو تمام جہاں کا مالک سمجھ بیٹھے اور نہ جانا کہ یہ تو ہمارے ہی ہاتھوں کا بنا ہوا ہے باوجود ایسے قصور کے پھر بھی ہم نے بعد اس کے تم کو معاف کیا تاکہ تم شکر گزار بنو اور احسان یاد کرو جب ہم نے تمہاری ہی بھلائی کے لیے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ثبوت کیلئے بڑے بڑے معجزے بھی دیئے تاکہ تم دین کی سیدھی راہ پاؤ۔ اسی کتاب کی برکت تھی کہ تم نے بعض موقع پر اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو تم نے بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے اپنے پر ظلم کیا اس کا علاج سوائے توبہ کے نہیں پس تم اپنے خالق کی طرف دل سے جھک جاؤ اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو جو بچھڑا پوجنے میں شریک نہیں ہوئے وہ شریک ہونے والوں کو ماریں یہ کشت وخون گو بظاہر تم کو برا معلوم ہوتا ہے لیکن تمہارے خالق کے ہاں یہی بہتر ہے تمہارے جھکنے ہی کی دیر تھی کہ اس مولانے بھی تم پر رحم کیا اس لیے کہ وہ تو بڑا ہی رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ باوجود اتنی مہربانیوں کے بھی تم باز نہ آئے اور ہمارے رسول موسیٰ کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی ہی سے پیش آتے رہے چنانچہ وہ واقعہ بھی تمہیں یاد ہے کہ جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تمہیں ہرگز نہیں مانیں گے جب تک خدا کو سامنے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں پس تمہاری اس گستاخی کا بدلہ تم کو یہ ملا کہ اسی وقت بجلی نے تمہارے دیکھتے ہی تم کو پکڑ لیا اور ہلاک کر ڈالا۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ

پھر ہم نے بعد تمہاری موت کے تم کو زندہ کیا تاکہ تم شکر کرو- اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور

اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ

من و سلوی تم پر اتارا اور اجازت دی کہ ہماری نعمتیں کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور ہم پر انہوں نے

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ

کوئی ظلم نہ کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے اور جب ہم نے کہا کہ اس بستی میں چلے جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو کھلم کھلا کھاتے پھرو اور

شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ

دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور کہتے جانا کہ ہماری معافی ہو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیکوکاروں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى

پر مزید عنایت بھی ہم کریں گے- پھر ظالموں نے بجائے اس کے کہ جو ان کو حکم ہوا تھا اور ہی بدل دیا پس ان ظالموں پر ہم نے ان

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

کے فسق کے سبب سے آسمان سے عذاب اتارا

پھر موسیٰ نے دعا کی اے اللہ میری قوم کے لوگ مجھ کو ملامت کریں گے تو اپنی مہربانی سے انہیں زندہ کر دے- پھر ہم نے بعد تمہاری موت کے تمہیں زندہ کیا تاکہ تم اس نعمت کا شکر کرو اگر اسی موت سے مرے رہتے تو بسبب گناہ سابق کے سخت عذاب میں مبتلا ہوتے اب جو تم کو زندہ کیا تو اس سے توبہ کی گنجائش تم کو ملی پس اس نعمت کا شکر تم پر واجب ہوا مگر تم ایسے کہاں تھے کہ شکر گزار بنتے- اگر ایسے ہوتے تو اس نعمت کا شکر کرتے جب ہم نے جنگل بیابان میں تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور موسم برسات میں بارشیں کیں اور من سلوی بھی تم پر اتارا اور عام اجازت دی کہ ہماری نعمتیں کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں- آخر کار اس نعمت کی بھی ناشکری تم سے ہوئی جس کا زوال بھی ان ناشکروں پر پڑا جسے انہوں نے بھگتا اور ہم پر اس ناشکری کی وجہ سے انہوں نے کوئی ظلم نہ کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے اور بھی سنو جب ہم نے کہا کہ اس بستی بیت المقدس میں چلے جاؤ- پھر اس شہر میں جہاں چاہو کھلم کھلا کھاتے پھرو- ہاں اتنی بات ضرور کہ تکبر نہ کرو اور شہر کے دروازہ میں بعاجزی جھکتے ہوئے داخل ہونا- اور یہ بھی کہے جانا کہ ہمارے گناہ کی معافی ہو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے نہ صرف معاف ہی کریں گے بلکہ جو لوگ توبہ ہی پر رہیں گے- اور اعمال نیک کریں گے ان نیکوکاروں پر مزید عنایت بھی ہم کریں گے- پھر بھی ہمارا حکم انہوں نے نہ مانا بلکہ ظالموں نے بجائے اس کے جو ان کو حکم ہوا تھا کچھ اور ہی بدل دیا- اپنا ہی گیت گانے لگے بجائے حطۃ (معافی) کے حنطۃ (گیہوں) کہنے لگے پس اس نافرمانی کا بدلہ بھی ان کو یہ ملا کہ ان ظالموں پر ہم نے خاص کر ان کے فساد اور فسق و فجور کے سبب سے آسمان سے عذاب اتارا جس سے وہ سارے کے سارے ہلاک ہو گئے ہم نے تو ان پر ہر قسم کی بندہ نوازی کی تھی مگر ان کی ہمیشہ فتنہ پردازی میں لگی رہیں- ☐

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا اور ہم نے حکم دیا کہ پتھر کو اپنی لکڑی مار

اور سنو جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے لیے ہم سے پانی مانگا اور ہم نے حکم دیا کہ پتھر کو اپنی لکڑی مار۔

سر سید کی چھٹی غلطی : (پتھر کو اپنی لکڑی مار) اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کے ایک معجزے کا بیان فرماتا ہے مطلب اس آیت کا تو صرف اتنا ہے کہ حضرت موسیٰ کے پانی مانگنے پر ہم نے ان کو پتھر پر لکڑی مارنے کا حکم دیا۔ جب اس نے پتھر کو لکڑی سے مارا تو اس میں سے بارہ چشمے حسب تعداد قبائل بنی اسرائیل جاری ہو گئے۔ یہ واقعہ بعینہ توریت میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ توریت کی دوسری کتاب سفر خروج ۷ اباب اول آیت میں یوں ہے۔

"تب ساری بنی اسرائیل کی جماعت نے اپنے سفروں میں خداوند کے فرمان کے مطابق سینا کے بیابان سے کوچ کیا اور فیدم میں ڈیرہ کیا۔ وہاں لوگوں کے پینے کو پانی نہ تھا۔ سو لوگ موسیٰ سے جھگڑنے لگے اور کہا ہم کو پانی دے کہ پیویں موسیٰ نے انھیں کہا تم مجھ سے کیوں جھگڑتے ہو اور خداوند کا کیوں امتحان کرتے ہو۔ اور وہ لوگ وہاں پانی کے پیاسے تھے۔ سو لوگ موسیٰ پر جھنجھلائے اور کہا کہ تو مصر سے کیوں ہمیں نکال لایا کہ ہمیں اور ہمارے لڑکوں اور ہمارے مویشوں کو پیاس سے ہلاک کرے۔ موسیٰ نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ میں ان لوگوں سے کیا کروں وہ سب تو ابھی مجھے سنگسار کرنے کو تیار ہیں۔ خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ لوگوں کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو تو دریا پر مارتا تھا اپنے ہاتھ میں لے اور جا دیکھ کہ میں وہاں حورب کی چٹان پر تیرے آگے کھڑا ہوں گا۔ تو اس چٹان کو مار تو اس سے پانی نکلے گا۔ تاکہ لوگ پیویں۔ چنانچہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بزرگوں کے سامنے یہی کہا اور اس نے اس لیے کہ بنی اسرائیل نے وہاں جھگڑا کیا تھا اور اس لئے کہ انہوں نے خداوند کو امتحان کیا تھا اور کہا تھا کہ خداوند ہمارے بیچ میں ہے کہ نہیں اس جگہ کا نام مسہ اور ریبہ رکھا" (یعنی امتحان کی جگہ)

گو یہ واقع بھی سیدھے سادھے الفاظ سے قرآن کریم میں مذکور ہے اور توریت میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ مگر سر سید کو وہی پرانی سوجھی انہوں نے اس پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا اور یہ در فشانی کی

"حجر کے معنی پہاڑ کے ہیں اور ضرب کے معنی رفتن کے۔ پس صاف معنی یہ ہوئے کہ اپنی لاٹھی کے سہارے سے پہاڑ پر چل اس پہاڑ کے پرے ایک مقام ہے وہاں بارہ چشمے پانی کے جاری تھے جن کی نسبت خدا نے فرمایا فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا یعنی اس سے پھوٹ نکلتے ہیں بارہ چشمے" (جلد اول صفحہ ۱۱۲)

کاش کہ اسی پہاڑ سے ہی کہہ دیا ہوتا کہ منہ کی ضمیر مجرور اسی حجر کی طرف پھر جاتی ہیں۔ اس میں تو شک نہیں کہ جو کچھ مضمون سید صاحب تراش رہے ہیں۔ موجودہ الفاظ سے وہ معنی کسی طرح مفہوم نہیں ہوتے۔ رہا حذف حروف جارہ کا سو جب تک موجودہ عبارت معنی بتلانے میں بے غبار ہے اور وہ معنی فی نفسہ صحیح اور ممکن اور منقولات سے میرہن ہیں تب تک کسی قسم کا حذف بلا ضرورت جائز نہیں۔ اور اگر ایسے بلا ضرورت حروف جارہ کا حزف مانئیں تو فرمائیے کہ من شهد منكم الشهر فليصمه سے اگر کوئی حرف جار کو حذف سمجھ کر تقدیر کلام فليصم فيه بتلائے جس سے سارے مہینے رمضان کے روزوں کی فرضیت غیر ضروری ہو۔ بلکہ چند روزے رکھنے سے مکلف عہدہ بر آ ہو سکے تو ایسے شخص کے جواب میں غالبا آپ بھی یہی کہیں گے کہ ایسے موقع پر جہاں کلام میں حذف ماننے سے موجودہ عبارت سے معنے ہی دگرگوں ہو جائیں حذف جائز نہیں اس لیے کہ حذف عبارت مثل مردار کے ہے۔ جب تک حلال (موجودہ عبارت) سے کام چل سکے۔ تب تک حرام (حذف) کی طرف خیال کرنا گویا بلا ضرورت مردار خوری

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ، قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ، كُلُوا وَاشْرَبُوا

تو بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے ہر ایک شخص نے اپنا گھاٹ پہچان لیا ہم نے حکم دیا کھاؤ پیو

مِنْ رِّزْقِ اللهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۞

اللہ کے دیئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو

جب اس نے ماری تو بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے اتنے ہی اس کی قوم کے مختلف قبائل تھے۔ لہذا ہر ایک شخص نے یہ جان کر کہ ہماری جماعتوں کے برابر ان چشموں کا شمار ہے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ ہم نے بھی حکم دیا کہ کھاؤ پیو اللہ کے دیئے ہوئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو۔ پھر اس نعمت کا بھی تم سے شکر نہ ہوا بلکہ الٹا کفران نعمت کیا پھر اسی پر بس نہیں اور سنو! جب ہم نے تم پر میدان بیابان میں من سلوی آسمان سے اتارا اور آرام سے تم کچھ مدت کھاتے رہے۔

ہے سو ہماری طرف سے بھی یہی جواب باادب یا اس کے ہم معنی یا لازم معنی گزارش ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ سید صاحب کو ایسے مواقع میں ہمیشہ وہی سپر نیچرل (خلاف قانون قدرت) کی شکل در پیش آتی ہے جس کا جواب مفصل ہم او فرقا کے حاشیہ میں معروض کر آئے ہیں

گر قبول افتد زہے عزو شرف

علاوہ اس کے گزارش خاص یہ ہے کہ اتنا تو سر سید بھی مانتے ہیں کہ عناصر میں کون و فساد بھی ہونا نہ صرف ممکن بلکہ مشاہد ہے یعنی ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا وغیرہ بنتی ہے۔ پس ممکن ہے کہ اس پتھر میں بھی جس سے بنی اسرائیل کے لیے پانی نکلا تھا کچھ اس قسم کے مسامات دقیقہ ہوں جن میں ہوا کی در آمد بر آمد ہوتی ہے۔ اور اس کے اندر پہنچ کر بہ سبب برودت کے پانی ہو کر بہہ جاتی۔ لیجئے صاحب آپ کا نیچرل بھی بحال رہا اور آیت کے معنی بھی آپ کی آفت سماوی سے محفوظ رہے۔ رہا یہ شبہ کہ اس میں زدن کو کیا دخل تھا جس کے مارنے کا حضرت موسیٰ کو حکم ہو رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم معجزے کی تعریف میں کہہ آئے ہیں کہ بغیر اسباب کے محض قدرت خداوندی سے ہوتا ہے گو کہ یہ ضروری ہے کہ اس کے اسباب بھی کچھ ہوں مگر چونکہ وہ ان اسباب سے جو عام طور پر بطور عادت اور نیچرل کے اس کے لیے سمجھے جایا کرتے ہیں خالی ہوتا ہے اس لیے اس کو بلا اسباب ہی کہا کرتے ہیں پس اسی طرح ضرب موسیٰ کو بھی گو حسب عادت اس میں دخل نہیں لیکن ممکن ہے کہ ان اسباب خفیہ سے جن سے یہ بھی ایک خفی سبب ہے خلاف عادت خدا نے اس امر کا ظہور فرمایا ہو۔

اخیر میں ہم سر سید کی کمال تحقیق کا ذکر کرنے کے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے اس موقع پر توریت کے اصل مقام مناسب کا نام تک نہیں لیا اور جو لیا بھی تو اسے ایک بے لگاؤ مقام کا کہ جس سے آیت کو کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ مگر چونکہ اس میں بارہ چشموں کا مذکورہ تھا اس لیے غنیمت جان کر فوراً ذکر کر دیا۔ گو وہ واقعہ ایلیم کا ہے اور یہ رفیدیم کا سچ ہے

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف

دل کے لگنے کا ڈھنگ اور ہی ہے

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا

اور جب تم نے موسیٰ سے کہا کہ ہم تو ہرگز ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کریں گے پس ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لئے

تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ

وہ چیزیں پیدا کرے جو زمین سے نکلتی ہیں یعنی ساگ ککڑی گیہوں مسور اور پیاز موسیٰ نے کہا اچھی چیز کے

الَّذِىْ ھُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ ھُوَ خَيْرٌ ۭ اِھْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَ

بدلے میں ادنی چیز لینا چاہتے ہو- کسی شہر میں جابسو پس جو مانگتے ہو تم کو وہاں ملے گا اور

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا

ان پر ذلت اور محتاجی ڈالی گئی اور انہوں نے خدا کا غضب اپنے پر لیا- یہ اس لئے کہ ہمیشہ اللہ کے

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا

احکام جھٹلاتے رہے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے- یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ پہلے سے نافرمانی اور

يَعْتَدُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـــِٕيْنَ

سرکشی کیا کرتے تھے جو لوگ (ظاہری طور پر) مانتے ہیں یا جو لوگ یہودی ہیں یا عیسائی یا بے دین

ع ۷

آخر کار بجائے شکریہ کے تم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم تو ہرگز ایک ہی قسم کے کھانے من سلوی پر صبر نہیں کریں گے پس ہمارے لیے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لیے ایسی چیزیں پیدا کرے جو زمین سے نکلتی ہیں یعنی ساگ ککڑی گیہوں مسور اور پیاز وغیرہ- تاکہ ہم اپنی ترکاریاں چٹ پٹی بنایا کریں- اس کے جواب میں موسیٰ نے کہا تعجب ہے تمہارے حال پر کیا اچھی چیز من سلوی کے بدلے ادنی چیز مسور وغیر لینا چاہتے ہو- اگر تمہارا ایہی شوق ہے تو کسی شہر میں جابسو پس جو مانگتے ہو وہ تم کو وہاں ملے گا- جب کہ انہوں نے خود ہی ان اشیاء کی درخواست کی تو اسی کے مناسب ان کی گت ہوئی اور ان پر ذلت اور محتاجی ڈالی گئی- جیسی کہ عموماً دہقانوں پر ہوتی ہے نہ صرف مفلسی اور تنگ دستی بلکہ بعد اس کے بھی انہوں نے بے فرمانی کر کے خدا کا غضب اپنے پر لیا یہ اس لیے کہ ہمیشہ اللہ کے احکام کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ اس میں دلیر ہوئے کہ احکام شرعیہ کی عموماً گستاخی کرتے اور اللہ کے نبیوں کو جو بڑی بھاری نشانی خدا کی ہوتے ہیں ناحق ظلم سے قتل کرتے تھے چنانچہ حضرت یحییٰ اور زکریا کو ناحق انہوں نے قتل کیا- قاعدہ ہے کہ ابتداء میں انسان چھوٹے چھوٹے گناہ دلیری سے کرتا ہے آخر نوبت یہ ہوتی ہے کہ بڑوں سے بھی پرہیز نہیں کرتا- چنانچہ یہ قتل قتال نبیوں کا جو بنی اسرائیل نے کیا اس وجہ سے تھا کہ وہ پہلے ہی سے نافرمانی اور سرکشی کیا کرتے تھے آخر نوبت باں جارسید کہ انہوں نے اپنے دنیاوی منافع کے لیے اللہ کے رسولوں کو قتل کر ڈالا- اے بنی اسرائیل جو کچھ تم نے اور تمہارے بزرگوں نے پہلے سے کیا سو کیا- اب بھی اگر تم باز آجاؤ گے تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے- کیونکہ ہمیں اس بات کا خیال نہیں کہ کوئی کون ہے اور کوئی کون بلکہ ہمارے ہاں تو ایمان اور اخلاص معتبر ہے- اس لیے ہم اعلان عام دیتے ہیں کہ جو لوگ سرسری اور ظاہری طور پر خدا اور رسول کو مانتے ہیں یا جو لوگ یہودی ہیں جو سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سخت بے جا عداوت رکھتے ہیں- یا عیسائی یا دہریے بے دین-

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا

جو کوئی ان میں سے خدا کو دل سے مانے اور قیامت کے دن کا یقین کرے اور عمل اچھے کرے پس ان کی مزدوری ان کے مالک کے پاس ہے اور نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ

ان کو خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ اور جب ہم نے تم پر پہاڑ اونچا کر کے تم سے وعدہ لیا

الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۞ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ

اور (تاکید بھی کی کہ) جو تم کو ہم نے دیا ہے اسے مضبوط پکڑے رہنا اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو شاید تم عذاب سے چھوٹ جاؤ اس سے بعد

مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۞

تم پھر گئے پھر اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو بیشک تم ٹوٹا پاتے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۞

اور یقیناً ان لوگوں کو جان چکے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے حکم میں زیادتی کی پس ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞

پس ہم نے کیا اس کو ہیبت ناک نظارہ اس کے سامنے دیکھنے والوں کے لئے اور اس سے پچھلوں کے لئے اور ڈرنے والوں کے حق میں نصیحت بنایا

جو ایسے عقل سے خالی ہیں کہ اپنا خالق کسی کو نہیں جانتے کوئی ہو جو کوئی ان میں سے خدا کے حکموں کو دل سے مانے اور قیامت کے دن کا یقین کرے اور عمل بھی شریعت محمدیہ کے مطابق اچھے کرے پس ان لوگوں کی مزدوری بڑی ہی محفوظ ان کے مالک خداوند عالم کے پاس ہے نہ ان کو زندگی میں اس کے ضائع ہونے کا خوف ہے۔ اور نہ وہ بعد مرنے کے اس کے ضائع ہونے سے غمناک ہوں گے اس لیے کہ وہ ضائع ہی نہ ہوگی مگر تم ایسے کہاں جو چکیے سے مان لو تمہاری تو ابتداء سے انکار اور غرور کی عادت رہی اور سنو کہ جب ہم نے تم پر پہاڑ کو اونچا کر کے تم سے وعدہ لیا کہ توریت پر عمل کرنا اور حضرت موسیٰ کی زبانی تاکید بھی کی کہ جو تم کو ہم نے دیا اسے مضبوط پکڑے رہنا اور جو اس میں ہے اسے دل سے یاد کرنا اور اس امر کی امید رکھنا کہ شاید تم عذاب سے چھوٹ جاؤ مگر تم ایسے کہاں تھے کہ سیدھے رہتے پھر بھی اپنے عہد و پیمان سے تم پھر گئے جس کے سبب مورد عتاب ہوئے پھر اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو بے شک تم ٹوٹا پاتے کہ دین دنیا میں تم کو سخت ذلت پہنچتی۔ کیا تمہیں اس میں کچھ شک ہے کہ جو لوگ ہمارے حکموں سے روگردانی کرتے ہیں ان کو کیسی ذلت اور رسوائی پہنچتی ہے حالانکہ یقیناً تم ان شریر لوگوں کو جان چکے ہو۔ جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے حکم میں زیادتی کی جو ان کو حکم تھا کہ ہفتہ کے روز دنیاوی کام نہ کرنا انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی کسی حیلہ بہانہ سے دنیاوی کام کرتے رہے۔ پس ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ چنانچہ وہ ہو گئے پس ہم نے کیا اس قصہ کو ہیبت ناک نظارہ اس کے سامنے دیکھنے والوں کے لیے اور اس سے پچھلوں کے لیے۔ اور خدا سے ڈرنے والوں کے حق میں نصیحت بنایا۔ اس انکار اور سرکشی کی عادت تم میں نئی نہیں بلکہ یہ بدخوئی تم میں ابتدا ہی سے چلی آتی ہے۔

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَتَّخِذُنَا

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو بولے کیا تو ہم سے

هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ

مسخری کرتا ہے؟ کہا پناہ خدا کی اس سے کہ میں جاہل بنوں- بولے اپنے خدا سے دعا کیجئے کہ ہمیں صاف بتلاوے

لَّنَا مَا هِىَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوۡلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكۡرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيۡنَ ذٰلِكَ ؕ فَافۡعَلُوۡا

کہ وہ کیسی ہے موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ بہت چھوٹی بلکہ درمیانی عمر کی ہے پس جو کچھ تم کو

مَا تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا مَا لَوۡنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوۡلُ اِنَّهَا

حکم ہوتا ہے وہی کرو- وہ کہنے لگے خدا سے دعا کر ہمیں بتلادے کہ اس کا رنگ کیسا ہے موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے

بَقَرَةٌ صَفۡرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوۡنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيۡنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا مَا

زرد رنگ کی ہے ایسا عمدہ ہے رنگ اس کا کہ دیکھنے والوں کو خوشی لگتی ہے بولے اپنے رب سے دعا کر کہ بتلاوے ہم کو وہ گائے کیسی

هِىَ ۙ اِنَّ الۡبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيۡنَا ؕ وَاِنَّاۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۷۰﴾

ہے کیونکہ گائیں ہم پر مشتبہ ہو رہی ہیں اور ان شاء اللہ ہم ضرور راہ پا جائیں گے

اور سنو جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے جب انہوں نے ایک بے گناہ آدمی کو قتل کر ڈالا تھا اور آپس میں ایک دوسرے پر بہتان لگائے جیسا کہ آگے آتا ہے تو اس کے فیصلہ کے لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو- تمہارے بزرگوں نے اس کی حکمت تو نہ سمجھی الٹے اعتراض کرنے لگے اور حضرت موسیٰ کے سامنے گستاخی سے بولے کہ اے موسیٰ کیا ہم سے مسخری کرتا ہے؟ ہم تو ایک خون کا مقدمہ تیرے پاس لائے ہیں اور تو ہم کو گائے کا قصہ سناتا ہے سوال از آسمان جواب از ریسماں کا معاملہ نہیں تو کیا ہے- موسیٰ نے نہایت تہذیب سے ان کو جواب میں کہا کہ ٹھٹھہ مسخری کرنا تو بازاری لوگوں اور جاہلوں کا کام ہے پناہ خدا کی اس سے کہ میں جاہل بنوں میں تو خدا کا رسول ہوں- اس کے احکام سناتا ہوں موسیٰ کا یہ جواب سن کر ذرا سر د پڑے مگر بیہودہ سوالات کی عادت نہ گئی آخر بولے کہ بہتر ہم آپ کا حکم مانتے ہیں لیکن اپنے خدا سے دعا کیجئے کہ ہمیں صاف بتلاوے کہ وہ گائے کیسی ہے اور اس کی عمر کیا ہے موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ بہت چھوٹی بلکہ درمیانی عمر کی ہے پس اب سوال مت کرو جو کچھ تم کو حکم الٰہی ہوتا ہے وہی کرو مگر وہ اپنی عادت نہ بھولے کہنے لگے ایک دفعہ اور خدا سے دعا کیجئے کہ ہمیں بتلائے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے- موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہے ایسا عمدہ ہے رنگ اس کا کہ دیکھنے والوں کو نہایت بھلی لگتی ہے- اتنا سن سنا کر بھی باز نہ آئے اور بولے کہ ایک دفعہ پھر اپنے رب سے دعا کیجئے کہ بتلادے ہم کو وہ گائے کیسی ہے دودھ دینے والی ہے یا کام کرنے والی جیسی کہ بعض گائیں ہل جوتنے میں کام دیتی ہیں- کیونکہ اس قسم کی گائیں ہمارے ہاں بہت ہیں اس لیے مختلف قسم کی گائیں ہم پر مشتبہ ہو رہی ہیں پورے طور سے معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی گائے اللہ کو منظور ہے ہماری غرض اس سے تحقیق حق ہے- ان شاء اللہ آپ بتلادیں گے تو ہم ضرور ہی پا جاویں گے-

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ

موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے وہ گائے کام کرنے والی نہیں جو زمین کو پھاڑتی ہو نہ کھیت کو پانی پلاتی ہے

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا

(بلکہ) تندرست ہے کوئی داغ بھی اس میں نہیں بولے اب آپ نے ٹھیک بات بتلائی ہے- پس انہوں نے اس کو ذبح کیا اور امید

كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ

نہ تھی کہ کریں گے اور جب ایک نفس کو مار کر تم نے اس میں تنازع کیا اور جس امر کو تم چھپاتے تھے اللہ نے

تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

اس کو ظاہر کرنا تھا پس ہم نے حکم دیا کہ اس گائے میں سے ایک ٹکڑا لگاؤ- خدا اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا- اور تم کو اپنی نشانیاں

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ

دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ- بعد اس کے پھر تمہارے دل سخت ہوگئے- پس وہ مثل پتھروں کے ہیں بلکہ ان سے

قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ

بھی زیادہ سخت اور بعض پتھر ایسے بھی ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں

موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے کام کرنے والی نہیں جو ہل چلا کر زمین کو پھاڑتی ہو نہ کسی کھیت کو پانی پلاتی ہے- بلکہ وہ بے عیب و تندرست ہے کوئی داغ بھی اس میں نہیں یہ سب فضول جھگڑے کر کے بولے کہ صاحب اب آپ نے ٹھیک بات بتائی پس خدا خدا کر کے انہوں نے گائے کو ذبح کیا- ان کے جھگڑے سننے والوں کو تعجب ہوتا تھا اور دیکھنے والوں کو امید نہ تھی کہ کریں گے- اس آخر الزمان رسول سے بھی تمہارا انکار کوئی تعجب کی بات نہیں تم تو موسیٰ سے درپردہ کبھی منکر ہو جایا کرتے تھے- یاد کرو جب ایک نفس کو مار کر تم نے اس پر تنازع کیا- کوئی کہتا تھا اس نے مارا کوئی کہتا اس نے مارا تمہارا گمان تھا کہ خدا موسیٰ کو خبر نہ کرے گا- مگر اللہ ایسے امور پر اپنے رسولوں کو ضرور مطلع کیا کرتا ہے- اور جس امر کو تم چھپاتے تھے اللہ نے اس کو ظاہر کرنا تھا- چونکہ ظاہری قانون قدرت ہے کہ اسباب سے کام ہوتے ہیں پس ہم نے حکم دیا کہ اس گائے مذبوحہ میں سے ایک ٹکڑا اس مردے سے لگاؤ- انہوں نے اسی طرح حسب الحکم لگایا وہ مردہ زندہ ہو گیا- مگر افسوس کہ تم نے ایسے نشان قدرت دیکھ کر بھی ایسی بداعمالیاں اختیار کیں کہ گویا روز جزا ہی بھول گئے اور جان لیا کہ مر کر خدا کے سامنے نہیں جانا بلکہ زندہ ہی نہیں ہونا سو یاد رکھو بے شک خدا اسی طرح باسباب موثرہ مردوں کو زندہ کرے گا جس طرح کہ یہ تمہارا مردہ بظاہر بلا اسباب مگر درحقیقت باسباب مؤثرہ زندہ کر کے دکھلا دیا اور پہلے زندہ کرنے کے تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے- تاکہ تم سمجھ جاؤ- مگر تم ایسے کہاں تھے کہ اتنی بڑی نشانی دیکھ کر بھی ہمیشہ کے لئے مان لیتے- بعد اس کے پھر تمہارے دل سخت ہو گئے پس وہ سختی میں مثل پتھروں کی ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت- اسلیے کہ پتھروں کی سختی تو طبعی ہے اور بعض پتھر ایسے بھی ہیں کہ ان میں سے نہریں جاری ہوتی ہیں

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

اور بعض ایسے ہیں کہ وہ پھٹ جاتے ہیں پھر ان میں سے پانی نکل آتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ

اور خدا تمہارے کاموں سے غافل نہیں- کیا تم امید رکھتے ہو کہ تمہاری باتیں مان لیں گے حالانکہ ایک گروہ ان

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ

میں سے ایسا ہے کہ کلام الٰہی کو سن کر پھیر لیتے ہیں

اور بعض ایسے ہیں کہ وہ کسی قدر پھٹ جاتے ہیں- پھر بسبب پھٹنے کے ان میں سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل آتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں مگر تم ایسے ہو کہ ان پتھروں سے بھی سخت دل اور بے پرواہ بن رہے ہو- یہ مت سمجھو کہ اس کی سزا تم کو نہ ہوگی بیشک ہوگی اس لیے کہ ظالموں کی سرکوبی سے خاموش رہنا غافلوں کا کام ہے- اور خدا تمہارے کاموں سے غافل نہیں کیا تم (مسلمانو) ان کی کاروائیوں کو دیکھتے اور سنتے ہو- پھر امید بھی رکھتے ہو کہ تمہاری باتیں مان لیں گے- حالانکہ علاوہ واقعات گزشتہ کے اب بھی ایک گروہ ان میں ایسا ہے جن پر دنیا کی محبت ایسی غالب ہے کہ باوجود اہل علم اور پادری ہونے کے توریت کو جسے کلام الٰہی بھی مانتے ہیں اٹھا کر نہیں دیکھتے اور اگر کوئی ان کو لاکر دکھادے بھی تو کلام الٰہی[1] کو سن کر اپنے مطلب کی طرف پھیر لیتے ہیں یہ نہیں کہ غلط فہمی سے ایسا کرتے ہیں

[1] (کلام الٰہی) اس آیت میں اللہ یہودیوں کے فعل شنیع کا حال بیان کرتا ہے- اس آیت کے متعلق اس بحث سے قطع نظر کہ یہ تحریف لفظی ہے یا معنوی خاص طور پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے جس کی طرف کسی مفسر کی توجہ میری نظر سے نہیں گزری اور اس کے دفع کرنے کی طرف میں نے تفسیر میں اشارہ کیا ہے- وہ یہ ہے کہ اس تحریف کرنے والوں کی تعیین میں مفسرین نے دو توجیہیں کی ہیں- ایک تو یہ کہ یہ لوگ وہ ہیں جو حضرت موسیٰ کے ساتھ کوہ طور پر کلام الٰہی سننے گئے تھے اور انہوں نے آکر بنی اسرائیل سے جب بیان کیا تو سب کچھ کہہ کر اخیر میں اپنی طرف سے یہ بھی کہہ دیا کہ خدا نے فرمایا تھا کہ یہ کام تم کیجیو اگر تم میں طاقت ہو- اور اگر نہ ہو تو خیر-

دوسری توجیہہ یہ ہے کہ یہ لوگ آنحضرتؐ کے عہد ہدایت مہد میں تھے- انہیں دوسرے معنوں کی آئندہ آیت تائید کرتی ہے کیونکہ جو حال اگلی آیت میں بیان ہوا ہے وہ کسی طرح سے ان لوگوں پر صادق نہیں آسکتا- جو حضرت موسیٰ کے ہمراہ تھے پس اس صورت میں یہ مشکل پیش آئے گی کہ تحریف کرنا خواہ لفظی ہو یا معنوی اس میں شک نہیں کہ علماء کا کام ہے اور کلام کا سن کر عمل کرنا جہلا کا کام- حالانکہ اس آیت میں فرمایا کہ سنتے ہیں اور تحریف کرتے ہیں جو ایک طرح سے متضادین کا جمع کرنا ہے بظاہر مناسب یوں تھا کہ پڑھتے ہیں اور تحریف کرتے ہیں اس اعتراض کی طرف میں نے تفسیر میں اشارہ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل شنیع کے بیان کرنے میں ان کی ایک قسم کی اور شناخت بیان ہورہی ہے کہ یہ لوگ کتاب اللہ کو خود تو بشوق پڑھتے نہیں ہاں اگر کوئی مقابل میں لاکر پیش کرے اور اس کے متعلق کچھ سوال کرے تو سن کر اس کی تحریف کردیتے ہیں- راقم کہتا ہے کہ ایسے افعال شنیعہ اور اطوار قبیحہ مسلمانوں میں بھی عام طور پر مروج ہوگئے ہیں- کتاب اللہ قرآن کریم چھوڑ کر نبذوا کتاب اللہ وراء ظهورهم (اللہ کی کتاب کو متروک کر رکھا ہے) کے مصداق بن رہے ہیں جھوٹی روایات اور قصص کے بیان کے محل اب ہمارے ممبر ہیں- قرآن مجید جو عین وعظ تھا- اور وعظ ہی کے لیے اترا تھا- اور اسے ہی حضور اقدس فداہ روحی ہمیشہ اپنے خطبوں میں پڑھ کر لوگوں کو وعظ نصیحت کیا کرتے تھے- اسی کی یہ حالت ہے کہ خطبوں میں بھی اس کو جگہ نہیں ملتی- وہ جگہ بھی مروج خطب مصنفہ نے جن میں بعض نظم اور بعض نثر ہیں اپنے لیے مخصوص کرلی ہے- ہاں تبرکاً اگر کوئی آیت منہ سے نکل گئی ہے تو اور بات ہے واحسرتا اس روز ہم کیا جواب دیں گے- جب ہم پر اس مضمون کی نالش ہوجائے گی

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۞ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا

بعد سمجھنے کے حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے

اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

مانا ہوا ہے اور جب دوسروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ان کو وہ راز بتلاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم ہی کو بتلائے

لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ

ہیں تا کہ وہ تم سے خدا کے سامنے جھگڑا کریں۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کی باتیں

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۞ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ

جو چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں سب جانتا ہے اور بعض ان میں سے ایسے ناواقف ہیں جو کتاب میں سے کچھ بھی نہیں جانتے

اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۞

ہاں بے جا امنگیں اور یوں ہی انکلیں چلاتے ہیں

بلکہ بعد سمجھنے کے دیدہ و دانستہ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں واقعی برا ہے یہ تو ان کی علمی کاروائی ہے اب عملی کیفیت بھی سنو ہر ایک کام میں اپنا مطلب مدنظر رکھتے ہیں اور جب کبھی مسلمانوں سے ملتے ہیں تو بوجہ اپنی دنیاداری کے ان سے بگاڑنا نہیں چاہتے بلکہ بطور دھوکہ دہی اور مطلب براری کے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے دین کو مدت سے مانا ہوا ہے کہ سچا ہے اور واقعی اس نبی کی بابت پہلے ہی سے حضرت موسیٰ نے خبر دی ہوئی ہے اور جب ایک دوسرے سے اپنی مجالس میں ملتے ہیں تو بطور ملامت کے کہتے ہیں کہ تم بھی عجیب احمق ہو۔ کیا ان مسلمانوں کو وہ راز بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے خاص تم ہی کو بتلائے ہیں اس غرض سے بتلاتے ہو تا کہ وہ تم سے بعد مرنے کے اسی دلیل سے خدا کے سامنے جھگڑا کریں اگر یہی خیال ہے تو بڑے ہی نادان ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو کہ اس کا ضرر کس پر ہوگا۔ افسوس ہے ان پر کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے چھپانے سے چھپ جائے گا اور نہیں جانتے کہ اللہ ان کی باتیں جو ظاہر کرتے ہیں اور جو چھپاتے ہیں سب جانتا ہے ایک گروہ کا تو یہ حال ہے جو سن چکے ہو اور بعض ان میں سے ایسے ناواقف ہیں جو کتاب میں سے کچھ بھی نہیں جانتے ہاں اپنی بے جا امنگیں ضرور لیے ہوئے ہیں حالانکہ ان امنگوں کے درست ہونے کا بھی انکو علم نہیں بلکہ یوں ہی انکلیں چلاتے ہیں اصل یہ ہے کہ اہل کتاب دو قسم پر ہیں ایک تو عالم ہیں جن کو دعوی ہے کہ ہم اہل دانش اور اسرار الٰہی سے واقف ہیں دوسرے عوام ہیں۔ اہل علم عوام کالانعام کو دھوکہ میں ڈالنے کی غرض سے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی باتوں کو اللہ کی طرف لگاتے ہیں۔

وقال الرسول ان قومی اتخذوا هذا القران مهجورا (رسول علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا)

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ

پس افسوس ہے ان کو جو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس

لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ

کے عوض میں کسی قدر مال حاصل کریں پس افسوس ہے ان کے حال پر ان کے لکھنے کی وجہ سے اور افسوس ہے

لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ

ان پر ان کی کمائی سے اور کہتے ہیں کہ ہم کو چند روز سے زیادہ آگ کا عذاب نہ ہوگا۔ تو کہدے کہ تم نے

عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗٓ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾

اللہ سے اقرار لیا ہوا ہے تو بیشک اللہ اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا کیا اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہتے ہو جو خود بھی نہیں جانتے

بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيۡٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ

ہاں جو شخص گناہ کرے اور اس کی بداعمالیاں اس کو گھیر لیں تو ایسے لوگ آگ میں جائیں گے وہ

هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ

ہمیشہ اس میں رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور اچھے کام کریں گے ایسے لوگ جنت میں جائیں گے

الۡجَـنَّةِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾

وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے

پس افسوس ہے ان نام کے عالموں کو جو اپنے ہاتھ سے ایک منصوبہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اس بناوٹ سے ان کی غرض کوئی ہدایت خلق اللہ نہیں حاشا وکلا بلکہ سارے حیلے حوالے اس لیے کرتے ہیں تاکہ اس کے عوض میں کس قدر دنیا کا مال حاصل کریں۔ دیکھو تو کیسا بڑا ظلم کرتے ہیں۔ پس افسوس ہے ان کے حال پر ان کے لکھنے کی وجہ سے اور افسوس ہے ان پر ان کی کمائی سے منجملہ ان کی دروغ گوئی کے یہ ہے کہ اپنے تئیں محبوب الٰہی ہونے کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں ہم چاہے کچھ بھی کریں ہم کو چند روز سے آگ کا عذاب نہ ہوگا نہایت سے نہایت چالیس روز تک اس لیے کہ ہمارے بزرگوں نے چالیس روز تک بچھڑے کی عبادت کی تھی۔ اے رسول تو ان سے کہہ دے کہ تم نے کوئی اللہ سے اس امر کا اقرار لیا ہے کہ جو چاہو سو کیا کرو۔ میں تمہیں کبھی بھی مواخذہ نہ کروں گا اگر کوئی عہد لیا ہوا ہے تو بے شک قابل اعتماد ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا مگر واقعی بات یہ ہے کہ اس امر کا اقرار ہی کوئی نہیں تو کیا اللہ کی نسبت ایسی بیہودہ باتیں کہتے ہو۔ جو خود بھی نہیں جانتے۔ ہاں سنو حق یہ ہے کہ جو شخص گناہ کرے اور اس درجہ اس کی بداعمالیاں پہنچیں کہ اس کے ایمان کو بھی گھیر لیں یعنی ہر قسم کے کفر و شرک وغیرہ میں مبتلا ہو۔ تو ایسے لوگ بیشک آگ میں جائیں گے نہ صرف چند روزہ بلکہ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور جو لوگ خدا پر ایمان لائیں گے اور موافق مرضی اس کی کے اچھے کام کریں گے ایسے لوگ بے شک جنت میں جائیں گے۔ نہ صرف جائیں گے بلکہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَ بِالْوَالِدَیْنِ

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے اس امر کا عہد لیا کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ قریبیوں

اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ

یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرنا اور سب لوگوں سے اچھی طرح بولنا اور

اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ

نماز پڑھنا اور زکوۃ دیا کرنا پھر تم سب پھر گئے مگر بہت تھوڑے تم میں سے اور تم منہ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ

پھیرے جاتے ہو اور جب ہم نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا اور اپنے بھائی بندوں کو

اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ

ان کے وطن سے نہ نکالنا پھر تم نے اقرار کیا اور تم شاہد ہو پھر تم اے لوگو اپنے

هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْکُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ ز تَظٰهَرُوْنَ

بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو اور ایک جماعت کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہو ان کو تکلیف پہنچانے

عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ

میں ان کے دشمنوں کی گناہ اور ظلم میں مدد کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہوکر آئیں تو بدلہ دیکر انکو چھڑا لیتے ہو

تعجب کہ یہود کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم کو عذاب نہ ہو گا جو چاہیں ہم کیے جائیں- کیا ان کو یاد نہیں کہ جب ہم نے بنی اسرائیل سے اس امر کا عہد لیا تھا کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ قریبیوں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرنا اور علاوہ اس کے سب لوگوں سے اچھی طرح بولنا نہ صرف دنیا سازوں کی طرح کہ کہیں کچھ اور کریں کچھ بلکہ خود بھی عمل کرنا اور نماز پڑھنا اور زکوۃ مال کی دیا کرنا اسلیے کہ ان دو کے کرنے سے بدنی اور مالی دونوں عبادتیں پوری ہو جاتی ہیں مگر تم اپنی ہٹ سے باز نہ آئے پھر بعد اس عہد و پیمان کے بھی تم سب اس سے پھر گئے مگر بہت تھوڑے سے تم میں ثابت قدم رہے- پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ تھوڑے ہی دن تم کو عذاب ہو- حالانکہ اب بھی تم اللہ کے حکموں سے منہ پھیرے جاتے ہو نہ صرف یہی عہد تم نے توڑا بلکہ کئی اس سے پہلے پیچھے اور بھی توڑے اور سنو جب ہم نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا اور اپنے بھائی بندوں کو ان کے وطن سے نہ نکالنا- پھر تم نے اقرار بھی کیا اور اب تک تم اس امر کے شاہد ہو- مگر ظاہر جو ہوا وہ صرف زبانی جمع خرچ تھا- پھر تم نے اے بنی اسرائیل کے لوگو سب حکموں کے خلاف کیا- چنانچہ پہلے ہی حکم کو تم نے اس طرح سے پلٹا کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو اور دوسرے حکم کا خلاف یہ کیا اپنے میں سے ایک جماعت کو ضعیف جان کر بجائے جگہ دینے کے ان کے گھروں سے بھی نکال دیتے ہو- پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اور بھی جہاں تک ہو سکتا ہے کر گزرتے ہو- اور ان کو تکلیف پہنچانے میں ان کے دشمنوں کے گناہ میں مدد کرتے ہو- یہ نہیں سمجھتے ہو کہ یہ بیچارے آخر بھائی بند تو تمہارے ہیں جیسا کہ اس وقت سمجھتے ہو- جب ان پر کوئی بیرونی دشمن غالب آتا ہے اور ذلیل کرتا ہے- اس وقت تو ایسے مہربان بنتے ہو کہ اگر وہ تمہارے پاس دشمن کے ہاتھ قیدی ہو کر آویں تو بدلہ بھی دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو-

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ۚ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ

حالانکہ ان کا نکالنا بھی تم پر حرام ہے کیا آدھی کتاب کو مانتے ہو اور کچھ حصہ سے انکار کرتے

بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ

ہو پس جو کوئی تم میں سے یہ وطیرہ اختیار کرے اس کو دنیا میں خواری اور ذلت کے سوا کچھ بھی نصیب نہ

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

ہوگا اور قیامت کے روز سخت عذاب میں پہنچائے جائیں گے اور خدا تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں

تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ

یہی تو ہیں جنہوں نے دنیا کو آخرت کے عوض میں لے لیا پس نہ تو ان سے عذاب تخفیف ہوگا

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔ اور موسیٰ کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے

وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ

کئی رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزے دیئے اور اس کو جبریل کے

بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ

ذریعے سے قوت دی

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان مظلوموں کا نکالنا بھی تم پر حرام ہے اس کا خلاف کیوں ہمیشہ کرتے ہو کیا آدھی کتاب کے حکموں کو مانتے ہو اور کچھ حصہ سے انکار کرتے ہو۔ پس جو کوئی تم میں سے یہ وطیرہ اختیار کرے اس کو دنیا میں خواری اور ذلت کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ قیامت کے روز جو واقعی یوم الجزا ہے سخت عذاب میں پہنچائے جائیں گے۔ اس لیے کہ یہ بات بڑی مجرمانہ حرکت ہے۔ اور خدا تمہارے کاموں سے کسی طرح بے خبر نہیں۔ ایسے شریروں کی سزا اس قدر کچھ زائد اور حد سے متجاوز نہیں۔ ان کا جرم بھی تو اعلیٰ درجہ کا ہے یہی تو ہیں جنہوں نے دنیا کو آخرت کے عوض میں لیا۔ محض دنیاوی فوائد کے لحاظ سے اپنی آخرت کا خیال نہیں کیا۔ پس ان کے جرم کے مناسب یہی سزا ہے کہ نہ تو ان سے عذاب تخفیف ہوگا اور نہ ان کو کسی سے مدد پہونچے گی۔ بھلا اور قصہ بھی سن لو جس کے سننے کے بعد تم جان جاؤ گے کہ واقعی یہ لوگ اسی سزا کے لائق اور مستوجب ہیں ابتدا سے ہم نے ان پر ہر طرح کے احسان کیے۔ فرعون کی قید سے نکال کر ان کو حاکم بنایا اور ان کی ہدایت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب بھی دی مگر چونکہ طبیعت میں ان کی شرارت اور کج روی تھی۔ اس لیے حضرت موسیٰ کی زندگی ہی میں اس سے الجھتے تھے بعد اس کے تو زیادہ بگڑنے کا موقع تھا۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہم نے اس کے خلیفہ بنائے اور اس کے پیچھے کئی رسول بھی بھیجے مگر ان لوگوں نے ایسے ظلم اور ستم ڈھائے کہ کسی کو قتل کیا اور کسی کو نکال دیا۔ سب سے اخیر ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن معجزے دیے اور اس کو جبرائیل کے ذریعے سے قوت بھی دی کہ اکثر اوقات مسیح کے ہم رکاب رہتا۔ لیکن انہوں نے کبھی کسی نبی کی کماحقہ تعظیم نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ معاملہ دگرگوں ہی کرتے رہے۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا
جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے حکم لایا جنہیں تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو کیا تم نے انکار اور تکبر کیا تھا ایک جماعت کو جھٹلایا
كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۞ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ
اور ایک کو قتل بھی کیا اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل محفوظ ہیں بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے خدا نے ان پر لعنت
فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۞ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا
کی ہے پس بہت کم مانیں گے اور جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس ایک کتاب پہنچی جس کو پہچان چکے ہیں جو ان کے ساتھ
مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ فَلَمَّا جَآءَهُمْ
والی کو مانتی ہے تو اس سے انکاری ہوگئے حالانکہ اس سے پہلے کفار پر فتح یابی چاہا کرتے تھے۔ پس جب ان کے پاس ان کی جانی ہوئی کتاب
مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ
آ گئی تو اس کا کفر کرنے لگے۔ پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے بری ہے وہ چیز جس کے عوض میں
اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ
اپنی جانوں کو دے چکے ہیں یہ کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب نہیں مانتے محض حسد سے اس بات کے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے اپنا فضل
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ
کسی پر اتارے

کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے حکم لایا جنہیں تمہارے دل نہیں چاہتے تھے۔ تو کیا تم نے ان کے ماننے سے واقعی انکار اور تکبر کیا تھا۔ ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک کو قتل بھی کیا۔ اس کے جواب میں بڑی دلیری سے اقرار کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل کے مطابق اس کی وجہ بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے اس لیے ان کو نہیں مانا تھا کہ ہمارے دل محفوظ ہیں ان کی جھوٹی باتیں وہاں تک رسائی نہ کر سکتی تھیں دیکھو تو کیا عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہیں یہ عذر ان کا بالکل غلط ہے۔ یہ ہرگز نہیں کہ وہ جھوٹی باتیں ان کو سناتے تھے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر اور بے ایمانی کی وجہ سے خدا نے ان پر لعنت کی ہے پس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب کے یہ لوگ کسی سچی بات کو بھی بہت کم مانیں گے ان کی بے ایمانی اور طمع دنیاوی کا ثبوت بین سنا ہو تو اور سنو جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس ایک کتاب بذریعہ محمد رسول اللہؐ پہنچی جس کی سچائی کو خوب ہی پہچان چکے ہیں جو ذاتی سچائی کے علاوہ ان کے ساتھ والی کتاب کی اصلیت کو مانتی ہے تو بوجہ محض دنیاوی اغراض کے اس سے انکاری ہوگئے حالانکہ اس سے پہلے اسی کے وسیلہ سے اپنے مخالف کفار پر فتحیابی چاہا کرتے تھے آڑے وقت میں کہا کرتے تھے۔ خداوندا ہم تیرے دین کے خادم اور نبی آخر الزمان کے منتظر ہیں۔ پس تو ہم کو دشمنوں پر فتح دے۔ کیا اس سے بھی زیادہ دنیاداری کا ثبوت ہوگا۔ پس اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اللہ کی لعنت ہے ان جیسے کافروں پر جو دنیا کے عوض میں دین کو بیچ رہے ہیں۔ اگر غور کریں تو بری ہے وہ چیز جس کے عوض میں اپنی جانوں کو دے چکے ہیں اور عذاب الٰہی کے مستحق ہوگئے۔ وہ بدکاری جس کے سبب سے اپنے آپ کو مورد عذاب بنا چکے ہیں۔ یہ ہیں کہ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب) نہیں مانتے نہ بوجہ غلط فہمی کے بلکہ محض حسد سے اس بات کے کہ اللہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے کسی پر اتارے۔

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا قِيْلَ

پس غضب پر غضب خدا کا انہوں نے لیا- اور کافروں کو ذلیل کرنے والا عذاب ہے- اور جب کوئی ان سے کہے

لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ

کہ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب قرآن) کو مان لو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کو مانیں گے جو ہماری طرف اتری اور جو اس کے سوا ہے سب سے انکار ہی

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ

کریں گے حالانکہ وہ بالکل حق ہے ان کی ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے تو کہہ کہ اگر تم ایماندار ہو تو پھر پہلے زمانے میں

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ

تم اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے؟ اور تمہارے پاس موسیٰ صاف دلیلیں لایا پھر تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو

مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

معبود بنالیا اور تم ظالم ہو

پس اسی وجہ سے تو غضب پر غضب خدا کا انہوں نے لیا اور دنیا کے عذاب سے بڑھ کر ان کافروں کو قیامت میں نہایت ذلیل کرنے والا عذاب ہے- عوام دنیادار تو جو چاہیں سو بے پر کی اڑائیں- خواص بھی کسی طرح سے کم نہیں جو چاہتے ہیں سو کہہ دیتے ہیں اور جب کوئی بطور نصیحت ان سے کہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب) کو مان لو تمہاری نجات ہو جائے گی- تو اس کے جواب میں کیسی بے ڈھب بات کہتے ہیں کہ ہم تو صاحب اسی کتاب کو مانیں گے جو ہماری طرف اتری ہوئی ہے یعنی توریت گویا اسی کتاب پر حصہ ہے کہ اسی کو مانیں اور جو اس کے سوا سب سے انکار ہی کریں گے حالانکہ ہر امر کی تکذیب کے لیے دو باتیں ہوا کرتی ہیں یا تو وہ امر فی نفسہ پایہ صداقت سے گرا ہو یا وہ کسی عقیدہ سابقہ مسلمہ کے خلاف ہو حالانکہ قرآن میں ان دونوں موانع میں ایک بھی نہیں- اپنے ثبوت میں وہ بالکل حق ہے دوسری وجہ بھی اس میں نہیں کہ ان کے کسی عقیدے کے خلاف ہو بلکہ ان کی ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے انکاری ہوئے جاتے ہیں اور بار بار یہی منہ پر لاتے ہیں کہ ہم تو اپنی ہی کتاب کو مانیں گے بھلا ان کا یہ عذر بھی نہ رہے بایں غرض کہ "بدر ابدہ یا بدر سانید" تو اے رسول ان سے کہہ کہ اگر تم ایماندار ہو اور ہمیشہ سے توریت کو مانتے چلے آئے ہو تو پھر گزشتہ زمانے میں اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے کیا توریت میں نبی کا قتل جائز ہے؟ پس تمہارے ایسے ہی افعال شنیعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمیشہ سے دنیا کے طالب رہے نہ تم کو توریت سے غرض نہ حضرت موسیٰ سے مطلب- پس تمہارا قرآن مجید سے انکار کرنا اور اس انکار کی وجہ یہ بتلانا کہ ہم توریت ہی کو مانتے ہیں اس لیے قرآن کو ماننے کی ہمیں حاجت نہیں بالکل غلط ہے بلکہ بہت سے نبی توریت ہی کی تکمیل کو آئے تم نے ان کو بھی قتل کر دیا اگر یہ وجہ تمہاری معقول ہوتی تو ان کو کیوں مارتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ اپنی خواہشوں کے تابع رہے اور دین کی آڑ میں بے دینی کے کام کیے گئے- چنانچہ اسی کو ایک نظیر اور سنو جب تمہارے پاس حضرت موسیٰ اپنی نبوت کی صاف صاف دلیلیں یعنی معجزے لایا اور تم نے اسے تسلیم بھی کیا اور اس نے تم کو انہی معجزات کے ذریعہ فرعون سے نجات دلائی- جنگل میں تمہیں چھوڑ کر حسب ارشاد خداوندی کوہ طور پر تمہاری ہدایت کے لیے گیا- پھر تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو معبود بنالیا اور اس کی پوجا شروع کر دی- یہ بھی کوئی نئی بات نہیں- ہمیشہ سے تمہاری عادت ہی کج روی کی ہے اور نیز تم ظالم ہو- اور بھی تم نے کئی دفعہ ایسی ہی کج روی کی-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور جب ہم نے تم سے کوہ طور پر کھڑا کر کے وعدہ لیا اور کہا کہ خوب قوت سے پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے

وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ

اور سنو بولے ہم نے سن لیا اور ہم کرنے کے نہیں اور ان کے دلوں میں ان کے کفر کی شامت سے بچھڑے کی محبت رچ

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ

گئی تو کہہ دے تمہارا ایمان تم کو بری راہ بتلاتا ہے اگر تم ایماندار ہو۔ تو کہہ دے کہ اگر سب لوگوں سے

لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

علیحدہ تمہارے ہی لئے اللہ کے ہاں نجات اخروی ہے تو پس تم موت مانگو اگر تم

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾

سچے ہو

سنو تو جب ہم نے تم سے بار بار سمجھانے کے بعد کوہ طور تم پر کھڑا کر کے عمل کرنے کا وعدہ لیا اور کہا کہ خوب مضبوط قوت سے اس کو پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے اور جو کچھ ہم کہیں دل لگا کر سنو تو تمہارے باپ دادا بولے کہ صاحب ہم نے سن لیا۔ اور جی میں ٹھان چکے کہ ہم کرنے کے نہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو طبیعت کی انھیں آزادی اور دوسرے یہ کہ ان کے دلوں میں ان کے کفر کی شامت سے بچھڑے کی محبت رچ گئی تھی۔ تو کہہ دے اگر یہی ایمانداری ہے تو تمہارا ایمان تم کو بری راہ بتلاتا ہے۔ اب بھی اگر تم ایسے ہی ایمان دار ہو تو براہ مہربانی اسے چھوڑ دو۔ اگر باوجود صریح الزام کے دعوی نجات ہی کیے جاویں اور یہی کہے جاویں کہ قیامت کے دن ہم ہی نجات پاویں گے تو ایسے سینہ زوروں کو جو کسی دلیل کی طرف متوجہ نہ کریں اور نہ اپنی ہٹ سے باز آویں تو (اے نبی) کہہ دے کہ اگر سب لوگوں سے علیحدہ تمہارے ہی لیے اللہ کے ہاں نجات اخروی ہے اور کسی کو اس میں شرکت نہیں۔ اور تم کو اس کے حاصل ہونے میں صرف موت کی دیر ہے مرتے ہی سرگباشی اور جنتی ہو جاؤ گے۔ تو پس تم اللہ سے اپنے لیے موت مانگو تاکہ مرتے ہی حقیقی عیش میں جابسو اور ناحق تکلیف دنیاوی میں کیوں پھنس رہو۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ضرور ایسا ہی کرو۔ اگر آرزو موت کی نہ کریں تو ثابت ہو جائے گا کہ ان کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ صرف خواہش نفسانی کے پیچھے چلتے ہیں اور ہم ابھی سے کہے دیتے ہیں۔

شان نزول

ے (تو کہہ دے) یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم خدا کے پیارے بندے ہیں۔ اور بزرگوں کی اولاد ہیں۔ ہمیں عذاب اخروی ہرگز نہ ہوگا۔ اگر ہم میں سے کسی کو بداعمالی کی وجہ سے ہوا بھی تو صرف چند روز ہوگا۔ پھر ہم ہمیشہ کو نجات پائیں گے اور کوئی سوائے ہمارے نجات نہ پائے گا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی مگر انہوں نے موت کی خواہش نہیں کی۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر یہ لوگ موت چاہتے تو اپنا ہی تھوک نگلنے سے اسی وقت مر جاتے۔ اور کوئی یہودی دنیا میں زندہ نہ رہتا (معالم)

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ

اور اپنے کئے ہوئے کی وجہ سے ہرگز موت کی خواہش نہ کریں گے اور خدا ظالموں کو جانتا ہے تو

لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ

سب لوگوں سے زیادہ زندگی کا خواہش مند انہی کو پائے گا حتی کہ مشرکوں سے بھی زیادہ ہر ایک ان میں کا یہی

لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

چاہتا ہے کہ ہزار برس کی عمر ملے حالانکہ عمر کی زیادتی ان کو عذاب سے دور نہیں کرسکے گی اور اللہ ان

بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

کے اعمال دیکھتا ہے تو کہہ دے جو کوئی جبریل سے دشمن ہوگا (وہ سخت ٹوٹا پائیگا) اس لئے کہ یہ اسی نے تیرے دل پر اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے

کہ اپنے کیے ہوئے بداعمال کی وجہ سے جن کی سزا کا بھگتنا ان کو بھی یقینی ہے ہرگز کبھی موت کی خواہش نہ کریں گے باوجود اس بداعمالی اور جسارت کے دعوی نجات کرنا کیسا ظلم ہے؟ پھر کیوں نہ ان کو سزا ملے حالانکہ ان کے ظلم پر ظلم بڑھتے جاتے ہیں- اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے کوئی اس سے چھپا نہیں بھلا یہ موت مانگیں گے؟ یہ تو ایسے حریص ہیں اگر تم تمام جہان بھی تلاش کرو تو سب لوگوں سے زیادہ زندگی کا خواہش مند انہیں کو پاؤ گے حتی کہ مشرکوں سے بھی زیادہ- ان کی خواہش کا اندازہ اس سے کرلو کہ ہر ایک ان میں کا یہی چاہتا ہے کہ ہزار برس کی عمر ملے حالانکہ عمر کی زیادتی کچھ ان کو عذاب سے دور نہیں کرسکے گی- اس لیے کہ اللہ ان کے اعمال دیکھتا ہے- جس قدر عمر دراز ہو کر سرکشی کریں گے سب کی سزا دے گا- بھلا یہ بھی کوئی دینداروں کی بات ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو قرآن کریم کو اس لیے نہیں مانتے کہ اس کا لانے والا جبرائیل فرشتہ ہے اور اس سے ہماری ابتدا سے دشمنی ہے کیونکہ وہ ہم پر ہمیشہ طرح طرح کے عذاب لاتا رہا اس نے ہم سے کبھی خیر نہیں کی- اے رسول تو کہہ دے یاد رکھو جو کوئی جبرائیلؑ سے دشمن ہوگا وہ سخت ٹوٹا پائے گا اس لیے کہ وہ تو محض مامور ہے جو کچھ اسے حکم ہوتا ہے وہی کرتا ہے یہ قرآن مجید بھی اسی نے تیرے دل پر (اے محمد) اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے اگر اس میں کوئی ان یہودیوں کی برائی مذکور ہے تو اس کا قصور نہیں سو یہ وجہ تکذیب کی بیان کرنا

شان نزول

۔(جو کوئی جبرائیل) ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کے پاس کون سا فرشتہ قرآن لاتا ہے؟ آپ نے فرمایا جبرائیل- وہ بولا جبرائیل تو ہمارا قدیم سے دشمن ہے- اس کی اور ہماری تو کبھی بنی ہی نہیں- ہمیشہ ہم پر عذاب لاتا رہا اگر میکائیل ہوتا تو ہم مان لیتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی- (معالم)

سر سید کی ساتویں غلطی: (جو کوئی جبرائیل کا) اس آیت میں اللہ تعالیٰ جبرائیل کا ذکر فرماتا ہے اور اس کی ہستی جداگانہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے- یہ مسئلہ کہ (جبرائیل ایک فرشتہ ہے جو انبیاء پر خدا کا کلام لایا کرتا ہے) تمام اہل کتاب (یہود و نصاری اہل اسلام) میں متفق علیہ ہے قرآن مجید میں اس کا کئی جگہ ذکر صریح آیا ہے- اور احادیث نبویہ تو بھری پڑی ہیں- مگر باایں ہمہ سر سید احمد خان نے حسب عادت قدیمہ باوجود دعوی اسلام کے اس سے بھی انکار کیا ہے- چنانچہ اپنی تفسیر کی جلد اول میں فرماتے ہیں

"یہ جبرائیل ایک ملکہ فطرتی کا نام ہے جو انبیاء میں ابتدائے فطرت سے ہوتا ہے وہی ملکہ اس کو بلاتا ہے وہی اس (نبی) میں نئے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا

سچا بتلاتا ہے اپنے سامنے والی کتاب کو اور ہدایت اور خوشخبری ہے ماننے والوں کو جو شخص خدا سے ملائکہ یا اس

لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ

کے رسولوں یا جبریل یا میکائیل سے عداوت رکھے گا (وہ اپنی بہتری نہ دیکھے گا) اس لئے کہ اللہ کافروں کا خود دشمن ہے ہم نے

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

تیری طرف کھلی کھلی آیتیں اتاری ہیں اور بدکار لوگ ہی ان سے انکاری ہوتے ہیں

بھی عبث ہے-بلکہ اصل وجہ تکذیب کی جیسا کہ ہم پہلے بتلا آئے ہیں وہی امر ہوا کرتے ہیں-یا وہ کلام فی نفسہ کسی دلیل سے ثابت نہ ہو یا ثابت ہو مگر کسی عقیدہ سابقہ مسلمہ کے خلاف ہو-سو پہلے عذر کا جواب یہ ہے کہ یہ قرآن سچا بتلاتا ہے اپنے سامنے والی کتاب یعنی توریت کو اور فی نفسہ کامل اور سچی ہدایت ہے اور بڑی خوشخبری ہے اس کے ماننے والوں کو-اب بتلاؤ کہ مامور سے عداوت آمر سے عداوت ہے یا نہیں-بھلا کوئی شخص کسی سپاہی سے جو حاکم کا حکم لے کر اس کے پاس آیا ہے-عداوت رکھے کہ یہ حکم کیوں لایا ہے تو ایسا شخص دراصل سپاہی سے عداوت نہیں رکھتا بلکہ حاکم سے رکھتا ہے ایسا ہی جبرائیل سے عداوت رکھنا گویا خدا سے بلکہ تمام اس کے مقربین ملائکہ سے عداوت ہے-سو یاد رکھو جو شخص خدا سے اور اس کے مقربین ملائکہ یا اس کے رسولوں سے جبرائیل یا میکائیل سے عداوت رکھے گا وہ اپنی بہتری نہ دیکھے گا-اس لیے کہ اللہ ایسے بے ایمان کافروں کا خود دشمن ہے ایسا ہی معاملہ ان سے کرے گا-اور ایسے عذاب میں پھنسائے گا جیسا کہ کوئی دشمن کسی دشمن کو پھنسایا کرتا ہے جس سے کبھی رہائی نہ ہو گی بھلا یہ عذر ان کا کیسے مسموع ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ہم نے تیری طرف کھلی کھلی آیتیں اتاری ہیں جن میں کسی قسم کا ایچ پیچ نہیں جن کو سب راست باز تسلیم کرتے ہیں اور بڑا بھاری ثبوت ان کی حقانیت کا ہے کہ بدکار لوگ ہی ان سے انکاری ہوتے ہیں

نئے خیالات پیدا کرتا ہے یا پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ ایک لوہار کو اپنے فن آہنگری میں نئے نئے قسم کے خیالات سوجھتے ہیں یا جیسا کہ (معاذ اللہ) ایک دیوانہ کو نئے نئے جوش از خود اٹھتے ہیں-حالانکہ اس کے پاس کوئی نہیں ہوتا مگر وہ کسی کو اپنے پاس کھڑا سمجھ کر باتیں کیا کرتا ہے-اسی طرح (بقول سر سید صاحب) نبی اپنی نبوت کو نباہتا ہے-اس کے پاس بھی سوائے اس ملکہ نبوت کے کوئی جبرائیل نہیں آتا-مگر وہ اس ملکہ کے ذریعہ سے سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی کھڑا مجھ سے باتیں کر رہا ہے-حالانکہ دراصل کوئی بھی اس سے باتیں نہیں کرتا-بلکہ اس کے دل سے فوارہ کی طرح وحی اٹھتی ہے-اور اسی پر گرتی ہے جس کو وہ الہام کہتا ہے"۔

ناظرین یہ ہے سر سید کی کمال تحقیق جس پر بڑا فخر کرتے ہوئے علماء اسلام کو کوڑ مغز ملا شہوت پرست زاہد وغیرہ وغیرہ القاب بخشا کرتے ہیں-جس کے جواب میں علماء کہتے ہیں-

بدم گفتی وخور سندم عفاک اللہ نکو گفتی

نہیں معلوم سید صاحب کو بے ثبوت کہنے کی کیوں عادت ہے؟ بے دلیل بات اور بے ثبوت دعویٰ کرنے کے خوگر کیوں تھے؟ ہم اپنے ناظرین ہی سے نہیں بلکہ سید صاحب کے بااخلاص احباب سے بھی دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے اس امر پر کوئی دلیل ایسی بھی بیان کی ہے جس سے ایسا بڑا

اہم مسئلہ جس کے ماننے کی تعلیم تمام سلسلہ نبوت میں پائی جاتی ہے طے ہو جائے-ہاں میں بھول گیا ایک دلیل بھی بزعم خود لائے ہیں جس کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا- فرماتے ہیں

"خدا نے بہت سی جگہ قرآن (مجید) میں جبرائیل کا نام لیا ہے- مگر سورہ بقرہ میں اس کی ماہیت بتادی ہے جہاں فرمایا ہے کہ جبرائیل نے تیرے دل میں قرآن کو خدا کے حکم سے ڈالا ہے- دل پر اترنے والی یا دل میں ڈالنے والی چیز وہی ہوتی ہے جو خود انسان کی فطرت میں ہو نہ کوئی دوسری چیز جو فطرت سے خارج اور خود اس کی خلقت سے جس کے دل پر ڈالی گئی ہے جداگانہ ہو" (جلد اول صفحہ ۳۰)

سید صاحب کیا کہتے ہیں؟ یہ تو خیال فرمالیا ہوتا کہ ماہیت شے کس کو کہتے ہیں- ماہیت تو ذاتیات کو سنا تھا- جن کا ذات سے تاخر محال ہے جیسے کہ انسان کی ماہیت حیوان ناطق (وغیرہ) کا تاخر انسان سے ممکن نہیں- پس اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر تنزیل ماہیت جبرائیل ہے تو جب سے جبرائیل ہے تب سے ہی تنزیل ہو گی- حالانکہ تنزیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال بعد شروع ہوئی اور جبرائیل تو بقول آپ کے ابتدائے پیدائش ہی سے ہوتا ہے چنانچہ آپ نے اس امر کی تصریح بھی کر دی ہے جو لکھتے ہیں

"جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم وتربیت کا ملکہ بمقتضائے اس کی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے- وہ پیغمبر کہلاتا ہے" (صفحہ ۲۸)

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں

"جس طرح اور قویٰ انسانی بمناسبت اس کے اعضاء کے قوی ہوتے جاتے ہیں اسی طرح یہ ملکہ بھی قوی ہوتا جاتا ہے اور جب اپنی قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے وہ ظہور میں آتا ہے جس کو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں" (صفحہ ۲۹)

بتلائیں ذات کا تقدم ذاتیات یا ماہیت سے ہوا یا نہیں فافھم فانہ دقیق خیر اس کو تو آپ "شعر مرا بمدرسہ کہ برد" کا مصداق بتائیں گے اور مولویانہ فضول جھگڑا بتادیں گے- اس لیے ہم بھی اس سے درگزر کرتے ہیں لیکن یہ بات کہ دل پر اتارنے والی ہو یا دل میں ڈالنے والی وہی چیز ہوتی ہے جو خود انسان کی فطرت میں ہو نہ کوئی دوسری چیز جو فطرت سے خارج اور خود اس کی خلقت سے جس کے دل پر ڈالی گئی ہے جداگانہ ہو- جس سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا ہے جبرائیل نام ہے" (صفحہ ۳۰)

ہرگز قابل پذیرائی نہیں اس لیے کہ دل میں ڈالنا یا دل پر کسی چیز کا اتارنا یہ محاورہ ہے اس کے ذہن نشین کرنے سے بھلا اور کسی کی شہادت اس بارے میں تو آپ کاہے کو مانیں گے آپ ہی کے لخت جگر سید محمود صاحب مرحوم (جو بجوائے ابن الفقیہ نصف الفقیہ گویا کہ آپ ہی ہیں) کا کلام پیش کرتا ہوں جو غالباً آپ کے ملاحظہ سے گزر کر تہذیب الاخلاق نمبر ۲ بابت ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ صفحہ ۳۲ کالم ۲ میں چھپا ہے جو میرے اس دعوی کی کامل شہادت ہے- وھو ھذا-

<u>سید محمود کی شہادت</u> : "میں سلطان کے پاس جاتا ہوں- ٹھہر مت جا میں ابھی اس کے حضور سے آتا ہوں- اور اس کے دل میں ایسی باتیں ڈال آیا ہوں جو غرناطہ کے بادشاہ کو زیبا ہیں"

فرماویں اور سچ فرمائیں کہ اس کا قائل کون تھا کیا کوئی اہل زبان اس کے معنی یہ سمجھے گا کہ اس کلام کا قائل بادشاہ کے قویٰ ہیں دور کیوں جایئے گا اپنے صاحبزادے ہی سے ذرا دریافت فرمالیں کہ انہوں نے کیا سمجھ کر اس کو لکھا تھا؟ یا اپنی کانشنس (طبیعت) سے بانصاف استفسار کریں کہ آپ نے اس کلام سے بھی یہی معنی سمجھے تھے جو اس آیت سے بتلا رہے ہیں- حاشا و کلا ہرگز نہیں

سید صاحب یہی عرب کا محاورہ ہے- اور اس میں کسی زبان کی کچھ خصوصیت بھی نہیں- سب زبانوں میں برابر یہی محاورہ بولا جاتا ہے میں یقین سے کہتا ہوں کہ سب اہل زبان اس میں مجھ سے اتفاق رائے کریں گے- پس آپ کا جبرائیل اس آیت سے ثابت نہ ہوا کہ وہ انسانی قویٰ ہیں- ہاں یہ ثابت

ہوا کہ جبرائیل بھی کوئی شخص ہے جو قرآن مجید آنحضرت فداہ روحی کے ذہن نشین کیا کرتا تھا پھر یہ دلیل آپ کی ہوئی یا آپ کے مخالف کی؟ سچ ہے

دوست ہی دشمن جاں ہوگیا اپنا حافظ
نوش دارد نے کیا اثر سم پیدا

پھر آپ کا فرمانا کہ

"یہی مطلب قرآن کی بہت سی آیتوں سے پایا جاتا ہے جیسا کہ سورت قیامت میں فرمایا ہے کہ **ان علینا جمعه وقرانه** یعنی ہمارے ذمہ ہے وحی کو تیرے دل میں اکٹھا کرنے اور اس کے پڑھنے کا **فاذا قرء نا ہ فاتبع قرانه** پھر جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو اس پڑھنے کی پیروی کر **ثم ان علینا بیانه** پھر ہمارا ذمہ ہے اس کا مطلب بتانا۔ ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اور پیغمبر میں کوئی واسطہ نہیں خود خدا ہی پیغمبر کے دل میں وحی جمع کرتا ہے وہی پڑھتا ہے وہی مطلب بتاتا ہے اور یہ سب کام اسی فطری قوت نبوی کے ہیں جو خدا نے مثل دیگر قوی انسانی کے انبیاء میں بمقتضائے ان کی فطرت کے پیدا کی ہے اور وہی قوت ناموس اکبر ہے اور وہی قوت جبرائیل پیغمبر" (جلد اول صفحہ ۳۰)

عجیب ہی رنگ دکھا رہا ہے۔ سید صاحب واسطہ کی نفی تو جب ہوگی کہ اس فطری قوت کا بھی انکار کیا جائے جسے آپ تسلیم کرتے ہیں اس کے ہوتے ہوئے واسطہ کی نفی کرنا آپ جیسے داناؤں کی شان سے بعید ہے شاید کہ آپ فطری قوت نبوی ہیں۔ جناب باری میں اتحاد محض کا قائل ہوں **وهو کما تری** سید صاحب انصاف فرمائیے کہ آپ نے کس قدر اس آیت میں تصرفات کیے اول تو آپ نے **قرء نا** میں نسبت حقیقی سمجھی پھر اسے بھول کر سب کو فعل فطری بنایا **وهل هذا الاتهافت قبیح وتناقض صریح** اگر آپ اس کی یہ توجیہہ فرمادیں کہ قرات حقیقتاً اس قوت فطری کا فعل ہے لیکن مجازاً اسی جناب باری سے نسبت کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ خود خدا ہی پیغمبر کے دل میں وحی جمع کرتا ہے اور پڑھتا ہے اور مطلب بتاتا ہے اور یہ سب کام اسی فطری قوت کے ہیں تو آپ کا اور ہمارا چنداں اختلاف نہ رہے گا۔ اس لیے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس آیت میں نسبت مجازی ہے۔ جیسی کہ **یجادلنا فی قوم لوط** میں ہے یعنی حقیقت میں قرات تو فعل جبرائیل کا ہے۔ مگر مجازاً جناب باری نے اپنی طرف منسوب کر کے **فاذا قراناه** فرمایا ہے پس جب تک کہ آپ دلائل خارجیہ سے اس کا ثبوت نہ دیں کہ جبرائیل کا وجود مستقل یا یوں کہئے کہ بالمعنی المتعارف نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے مراد قوی فطری ہیں جو مثل دیگر قوی کے انبیاء میں ہوا کرتے ہیں۔ تب تک آپ کی یہ توجیہیں تار عنکبوت سے بھی ضعیف سمجھی جائیں گی ددونہ خرط القتاد اسی طرح سورۃ والنجم کی آیت **ولقد راه نزلة اخری** کی نسبت آپ کا فرمانا کہ

"یہ تمام مشاہدہ اگر انہیں ظاہری آنکھوں سے تھا تو وہ عکس خود اپنی دل کی تجلیات ربانی کا تھا جو بمقتضائے فطرت انسانی وفطرت نبوت دکھائی دیتا تھا اور در اصل بجز ملکہ نبوت کے جس کو جبرائیل کہو یا اور کچھ کچھ نہ تھا" (صفحہ ۳۰)

ہرگز قابل التفات نہیں۔ جب تک کہ آپ اس کا ثبوت نہ دیں کہ جبرائیل کا وجود مستقل (جیسا کہ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ سے ثابت ہوتا ہے اور تمام اہل ادیان یہود و نصاری مسلمان اس کو تسلیم کرتے ہیں) نہیں ہو سکتا۔ سنا تھا کہ اہل علم قدیماً وحدیثاً اس سے پرہیز کرتے تھے کہ کوئی بات ایسی منہ سے نہ نکالیں جس کی دلیل نہ ہو۔ مگر آپ نے اس شنید کی خوب ہی تکذیب کی سچ ہے

ترا دیدہ ویوسف راشنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

---

[1] مولانا عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی دہلوی نے اس ملکہ کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر جبرائیل ملکہ نبوت کا نام تھا تو یہود کے جواب میں جو جبرائیل کو اپنا دشمن جانتے تھے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ جس جبرائیل (ملکہ نبوت) کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تو اپنے نبی کے ساتھ چلا گیا کیونکہ عوارض اپنے معروض سے ہوتے ہیں۔ تو جبرائیل (ملکہ نبوت محمدی) اور ہی ہے لیکن میں نے اس لیے اس کو نقل نہ کیا کہ شاید سید صاحب ہیئۃ نوعیہ سے عداوت بتلائیں جو تغیر افراد سے بدلہ نہیں کرتی۔ جیسا کہ پانی اور آگ یا انسان اور سانپ میں۔

أَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا

کیا جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ایک فریق نے اسے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا بلکہ بہت سے ان میں سے مانتے ہی نہیں۔ اور جب

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ

ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک رسول آیا جو ان کے ساتھ والی کتاب کی تصدیق کرتا ہے تو ایک جماعت نے ان کتاب پانے والوں میں سے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾

کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا کچھ بھی نہیں جانتے

کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی بڑے راست باز اور دیانت دار ہیں حالانکہ جب کبھی انہوں نے ہم سے کوئی عہد کیا کہ آئندہ ضرور تابعدار رہیں گے۔ تو ایک فریق نے ضرور اسے ایسا چھوڑا کہ گویا پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ بہت سے ان میں سے مانتے ہی نہیں۔ سرے سے دین مذہب سے منکر ہیں اور ان کی بے ایمانی کا ثبوت سنو کہ جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آیا جس کی رسالت کو بقرائن شہادت کتاب خوب ہی پہچان چکے ہیں جو ان کے ساتھ والی کتاب کی توحید میں تصدیق کرتا ہے تو بااین ہمہ ایک جماعت نے ان کتاب پانے والوں میں اس رسول کا انکار کر دیا اور کتاب اللہ توریت کو بھی اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ اور ایسے ہو گئے گویا کچھ بھی نہیں جانتے۔

بلا سے کبھی آپ نے کوئی دلیل مثبت مدعا بیان کی ہو جس کا جواب دینا مقابل پر ضروری ہو۔ بجز اس کے کہ دعوی کی دلیل دعوی ہوتا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ بوجہ علوم شرعیہ سے ناواقفی اور آپ سے حسن ظن رکھنے کے آپ کی بے دلیل باتیں بھی قبول کر لیں گے مگر اہل علم تو ایسی بے دلیل بات پر توجہ نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ ان کے ہاں یہ اصول ہے

نگفتہ ندارد کسے باتو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ

اور پیچھے ہولئے ہیں ان باتوں کے جو شیاطین سلیمان کے زمانہ میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا ہاں شیاطین یعنی

الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا

ہاروت ماروت نے کفر کیا

اور پیچھے ہو لیے ہیں ان واہیات باتوں کے جو بد معاش شیاطین سلیمان کے زمانہ میں پڑھتے اور رواج دیتے تھے جن میں کئی باتیں کفر کی بھی تھیں لیکن حق یہ ہے کہ سلیمان کے زمانہ میں ایسے واقعات ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی اس میں شریک تھا حاشا وکلا سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا ہاں بد معاش شیاطین یعنی ہاروت ماروت نے کفر کیا اور کفر کی باتیں عوام میں پھیلاتے تھے۔

(شیاطین) اس آیت کی نسبت مفسرین نے عجیب عجیب قصے بھرے ہیں۔ کچھ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت اور کچھ ہاروت ماروت کے متعلق۔ کسی نے ہاروت ماروت کو فرشتہ بنایا اور بنی آدم بنا کر زمین پر اتارا اور کسی نے فاحشہ عورت سے زنا کرنا اور شراب پینا بت کو سجدہ کرنا پھر خدا کی طرف سے ان کو دنیاوی اور اخروی عذاب میں مخیّر کرنا اور ان کا لوگوں کو جادو سکھانا وغیرہ وغیرہ بتلایا ہے۔ مگر امام رازی جیسے محققوں نے ان سب قصوں کو خرافات اور اباطیل سے شمار کیا ہے

جو ترجمہ میں نے اختیار کیا ہے وہی قرطبی نے پسند کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر اور فتح البیان وغیرہ میں مذکورہ ہے مولانا نواب محمد صدیق حسن خان صاحب مرحوم نے بھی نقل کیا ہے بلکہ ترجیح دی ہے کہ ہاروت ماروت شیاطین سے بدل ہے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ شیاطین سے یہی دو شخص ہاروت ماروت مراد ہیں۔ اگر قرآن مجید کی آیات پر غور کریں تو یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلی آیات میں خدا نے شیاطین کا فعل تعلیم سحر فرمایا ہے **یعلمون الناس السحر** دوسری میں اسی تعلیم سحر کی کیفیت بتلائی ہے یعنی **ما یعلمن من احد حتی یقولا** اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تعلیموں کے معلم ایک ہی ہیں یعنی شیاطین کیونکہ یہ نہایت قبیح اور مخل فصاحت ہے کہ مجمل فعل کے ذکر کے موقع پر تو ایک کو فاعل بتلایا جائے اور تفصیل کے موقع پر کسی اور کو بتلایا جائے۔ رہا یہ سوال کہ یہ مبدل منہ جمع ہے یعنی شیاطین اور بدل تثنیہ ہے یعنی ہاروت ماروت سو اس کا جواب یہ ہے کہ مبدل میں جمعیت باعتبار اتباع کے ہیں اور بدل تثنیہ باعتبار ذات کے ہے

پس مطلب آیت کا بالکل واضح ہے کہ یہود کی اس امر میں شکایت ہو رہی ہے کہ خدا کی کتاب کو چھوڑ کر واہیات باتوں کے پیچھے لگ گئے۔ پھر طرفہ یہ کہ ان واہیات عقائد اور اباطیل کو بزرگوں کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان نے یہ باتیں سکھائی ہیں۔ اور اس پر خدا کے دو فرشتے جبرائیل میکائیل لائے تھے۔ سو ان کی اس آیت میں تکذیب کی جاتی ہے کہ یہ باتیں ان کی خرافات سے ہیں۔ نہ سلیمان نے ان کو سکھلائی ہیں نہ کسی نبی یا ولی نے ان کو بتلائی ہیں بلکہ اس زمانے کے بد معاش جن کے سرگروہ ہاروت ماروت تھے لوگوں کو ایسی باتیں سکھاتے تھے راقم کہتا ہے یہی حال آج کل کے مسلمانوں کا ہے۔ عقائد میں ان کے وہ خرابیاں ہیں کہ پناہ خدا کوئی کہتا ہے کہ پیر صاحب نے بارہ برس کے ڈوبے ہوئے بیڑے کو مریدوں کی خاطر نکالا۔ کوئی کہتا ہے کہ پیر صاحب نے ایک مرید کے زندہ کرنے کو کئی ہزار روحیں عزرائیل سے چھڑا دیں۔ کوئی کہتا ہے مجلس مولود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود تشریف لائے ہیں غرض عجیب عجیب قسم کے خرافات اپنے ذہنوں میں ڈال رکھے ہیں۔ بعینہ وہی عقائد باطلہ جن کی تکذیب کے لیے خدا نے ہزارہا پیغمبر بھیجے تھے ان نام کے مسلمانوں نے اختیار کر لیے ہیں انھیں کے طفیل سے ہمارے قدیمی مہربان پڑوسی آریہ وغیرہ کی یہ جرات ہوئی کہ عام طور پر کہنے لگے ہیں کہ اسلام میں بھی شرک ہے گو ان کا یہ حملہ اسلام پر داناؤں کے نزدیک بزدلانہ طریق ہے مگر اس بات کو تو سمجھنے والے بہت ہی کم ہیں اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعور رہ گئے۔

يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۗ

اور لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور نہ اتارا گیا تھا دو فرشتوں پر (شہر) بابل میں

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُولَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۗ فَيَتَعَلَّمُونَ

اور وہ کسی کو جادو نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو خود مبتلا ہیں پس تو کافر مت ہو پھر بھی لوگ سیکھتے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۗ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ

ان سے وہ کلمات جن کی وجہ سے خاوند بیوی میں جدائی ڈالتے اور وہ کسی کو سوائے اذن خدا کے ضرر نہ

اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۗ

دے سکتے تھے اور لوگ وہی چیز سیکھتے جو ان کو ضرر دے اور نفع نہ بخشے

اور لوگوں کو جادو کے کلمات واہیات سکھاتے تھے اور طرح طرح سے عوام کو ورغلاتے۔ یہ بھی مشہور کرتے کہ یہ کلمات جادوگری کے آسمانی علم جبرائیل میکائیل دونوں فرشتوں پر شہر بابل میں اترا تھا حالانکہ نہ اتارا گیا تھا ان دو فرشتوں پر (شہر) بابل میں اور نہ کوئی آسمانی علم تھا بلکہ محض ان ہاروت ماروت کی چالبازی تھی اس سے غرض ان کی صرف وثوق جتلانا تھا جب ہی تو ان کی یہ عادت تھی کہ زبانی جمع خرچ بہت کچھ کرتے اور کسی کو جادو نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ میاں ہم تو خود بڑے بدکردار بلا میں پھنسے ہوئے مبتلا ہیں پس تو بھی مثل ہمارے ایسی باتیں سیکھنے سے کافر مت ہو اس کہنے سے ان کا جاہلوں میں اور بھی زیادہ رسوخ پیدا ہوتا اور عوام میں مشہور ہو جاتا کہ سائیں صاحب بڑے منکسر المزاج ہیں جیسا کہ فی زمانہ دغاباز پیروں کا کام ہے پھر بھی لوگ ان سے متنفر نہ ہوتے بلکہ سیکھتے ان سے وہ کلمات جن کی وجہ سے خاوند بیوی میں جدائی ڈالتے اور اس کے عوض میں زانیوں سے کچھ کماتے اور خدا کا غضب اپنے پر لیتے۔ یہ مت سمجھو کہ ان کے منہ میں کوئی خوبی تھی یا قلم میں کوئی تاثیر تھی کہ جس کو چاہیں نقصان اور مضرت پہنچائیں بلکہ ان کے کلمات بھی مثل ادویہ کے تھے جب ہی تو کسی کو سوا اذن خدا کے ضرر نہ دے سکتے تھے چونکہ قانون خداوندی جاری ہے کہ ہر فعل انسانی پر اس کے مناسب اثر پیدا کر دیتا ہے اگر کوئی سرد پانی پیتا ہے تو اسے ٹھنڈک بخشتا ہے زہر کھاتا ہے تو اس کی جان بھی ضائع ہو جاتی ہے اسی طرح ان کے جادو کا حال تھا کہ وہ ان کے حق میں مثل زہر کے مضر تھا لیکن وہ بہت خوشی سے اس کا استعمال کرتے اور خدا تعالیٰ اپنی عادت جاریہ کے موافق اس پر آثار بھی ویسے ہی مرتب کر دیتا مگر وہ لوگ اس بھید کو نہ سمجھتے اور وہی چیز سیکھتے جو ان کو ہر طرح سے جسمانی اور روحانی ضرر دے اور کسی طرح سے نفع نہ بخشے تعجب ہے کہ یہ لوگ اس زمانہ کے مدعیان علم بھی ان کے پیچھے ہو لیے ہیں۔

یہ تو عقائد کا حال ہے اعمال کا تو پوچھئے ہی نہیں تمام عمر دنیاوی کام کریں گے علوم مروجہ جن سے صرف چند روزہ دنیاوی گذارہ مقصود ہو سیکھیں گے بلا سے کبھی آٹھویں روز ہی قرآن کی دو آئتیں پڑھ لیں الی اللہ المشتکی والیہ المآب والرجعی افسوس ہم نے بدقسمتی سے یہ سب کچھ دیکھنا تھا۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۟ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا

حالانکہ یقیناً جان چکے تھے کہ جو شخص اس کو لے گا قیامت میں اس کے لئے حصہ نہیں برا ہے وہ کام جس کے بدلہ میں اپنی

بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ

جانوں کو عذاب میں دے چکے ہیں کاش یہ سمجھتے اور اگر یہ ایماندار ہوتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے ہاں کا بدلہ سب

اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا

سے اچھا ہے کاش یہ سمجھیں۔ اے مسلمانو تم راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو

انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اور سنتے رہا کرو اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہوگا

حالانکہ یقیناً جان چکے ہیں کہ جو شخص اس جادو کی واہیات باتوں کو لے گا قیامت میں اس کے لیے بھلائی سے حصہ نہیں باوجود اس جاننے کے اس میں ایسے منہمک ہیں کہ اپنی جانوں تک بھی اس کے عوض میں دے کر عذاب کے مستوجب ہو رہے ہیں یاد رکھیں برا وہ کام جس کے بدلہ میں اپنی جانوں کو عذاب میں دے چکے ہیں کاش یہ لوگ سمجھتے ہوں۔ گو جانتے اور سمجھتے ہیں پر جانے پر جب عمل نہیں تو گویا جانتے ہی نہیں۔ اور اگر یہ ایماندار ہوتے یعنی خدا کے حکموں کو مانتے اور پرہیزگاری کرتے تو بڑی عزت پاتے کیونکہ اللہ کے ہاں کا بدلہ سب سے اچھا ہے کاش یہ سمجھیں تو اب بھی مان جائیں افسوس کہ بجائے ماننے کہ انہوں نے ایک عادت قبیحہ اختیار کر رکھی ہے کہ گول مول الفاظ بولتے ہیں جس سے مخاطب کچھ سمجھے اور ان کے جی میں کچھ ہو چنانچہ تمہاری مجلس میں جب آتے ہیں تو ہمارے رسول کو دبی زبان سے راعنا کہہ گالی دے جاتے ہیں جس کا مطلب تم لوگ اپنے خیال میں یہی سمجھتے ہو کہ آنحضرت سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری طرف التفات فرمایئے مگر وہ یہودی اس سے اپنے جی میں کچھ اور ہی خیال کر کے کہتے ہیں انہیں کو دیکھ کر تم بھی ایسا بولنے لگ گئے سو اس لیے ہم اعلان کر دیتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم راعنا مت کہا کرو گو تمہاری وہ مراد نہیں جو ان کم بختوں کی ہے پھر بھی کیا ضرورت ہے کہ ایسے کلمات بولو جن سے ان کی بے ہودہ گوئی کا رواج ہو۔ اس لیے مناسب ہے کہ یہ چھوڑ دو اور انظرنا کہا کرو جو اسی کے ہم معنی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ جب تم رسول کی خدمت میں آؤ تو کچھ بھی نہ کہو بلکہ خاموش رہو اور سنتے رہا کرو اس لیے کہ بولتے بولتے انسان کو زیادہ گوئی کی عادت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے کبھی نہ کبھی گستاخی کر بیٹھتا ہے جس کے سبب سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہوگا

شان نزول

؎ (ولا تقولوا راعنا) یہودی حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اپنے بھرے ہوئے غصہ سے جو شوکت اسلام کی وجہ سے انکے دلوں میں جوش زن تھا آں جناب کو صریح لفظوں میں تو کچھ نہ کہہ سکتے پر کمینوں کی طرح ایک ایسا لفظ بولتے کہ جس سے عام مسلمان صاف معنی سمجھیں اور وہ اپنے دلی جوش کے مطابق کچھ اور ہی مراد لیں۔ چنانچہ انہوں نے راعنا کو اس مطلب کے لیے تجویز کیا جس کے معنی یہ تھے کہ آپ ہماری طرف التفات فرمایئے اور اگر اس کو ذرا المبا کر کے راعینا کہیں تو اس کے معنی ہو جاتے ہیں خادم اور کمینہ ہمارے وہ اسی طرز سے کہتے پس مسلمانوں کو یہ کلمہ کہنے سے منع کیا گیا۔ اور بجائے انظرنا جو اسی کے مثل دیکھنے کے معنی میں تھا مقرر رہوا۔ تا کہ انکی بھی عادت چھوٹ جائے۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ

کتاب والے کافر اور مشرک ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ کی طرف سے کوئی

مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

بھلائی تم کو ملے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کیساتھ مخصوص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے

الْعَظِيْمِ ۝ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ

فضل والا ہے جب کبھی کوئی نشان ہم تبدیل کریں یا پیچھے چھوڑ رکھیں تو اس سے اچھا لے آتے ہیں یا اس جیسا کیا

تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے- اور کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمْ

حکومت اللہ ہی کو حاصل ہے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی والی ہے نہ مددگار- بلکہ

تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۗ

یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ایسے سوال کرو جیسے کہ پہلے موسیٰ سے ہوئے تھے

بھلا یہ کیونکر نہ جلیں بھنیں تمہاری تو دن بدن شوکت ہو اور یہ کتاب والے کافر اور مکہ کے مشرک ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ کی طرف سے کچھ بھلائی تم کو ملے اور یہاں معاملہ ہی دگرگوں ہے کہ تم روزافزوں ترقی پر ہو اس لیے ان کو بجز شنام دہی کے کچھ نہیں سوجھتا پس گالیاں بکتے ہیں مگر یاد رکھیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے اس لیے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ مخصوص کرلیتا ہے کسی کا نہ اس پر اجارہ ہے نہ زور کیونکہ اللہ بڑے فضل والا ہے ہمیشہ اپنے بندوں پر مناسب حال کرم بخشی کرتا ہے- یہ تو ان کی غلطی ہے کہ اسلام کی اشاعت کو اپنے لیے مضر جانتے ہیں کیونکہ ان کو اپنی قومی عزت (یہودیت) پر بڑا ناز ہے یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام چونکہ ہماری قومیت کے برخلاف ہے اس کو مٹا دے گا اس لیے اسلام کو کم درجہ جان کر اعراض کرتے ہیں- حالانکہ ہمارے ہاں قاعدہ ہے کہ جب کبھی کوئی نشان قومی یا شخصی شرعی یا عرفی ہم تبدیل کریں یا بحالت موجودہ چند روز کے لیے اس کے پیچھے چھوڑ رکھیں تو پہلی صورت میں اس سے اچھا لے آتے ہیں بصورت دیگر اس جیسا پس یہودیت کے آثار مٹنے سے اسلام ان کے اور سب کے حق میں بہتر ہوگا- کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام حکومت اللہ ہی کو حاصل ہے وہ جو چاہے اپنی رعیت میں احکام جاری کرے اسے کوئی مانع نہیں- اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی والی ہے نہ مددگار جو اس کی پکڑ سے تم کو بچائے- تعجب ہے کہ تم لوگ ایسے زبردست مولا کے تابع فرمان نہیں ہوتے ہو- بلکہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے جو اس مولا نے محض تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے ایسے سوال[1] کر کے وقت کھویا کرو جیسے کہ پہلے حضرت موسیٰ سے کیے گئے تھے کہ کفار کے بتوں کو دیکھ کر بنی اسرائیل جھٹ بول اٹھے تھے کہ اے موسیٰ ہمارے لیے بھی کوئی خدا بنا دے جیسے ان کیلئے ہیں

شان نزول

[1] مشرکوں کا ایک درخت تھا جس کا نام تھا ذات انواط وہ اس کی پوجا کرتے تھے ان کو دیکھ کر بعض سادہ لوح انسانوں نے بھی آنحضرت سے سوال کیا کہ ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر کیجئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر کبیر)

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۞ وَدَّ كَثِيْرٌ

جو شخص کفر کو ایمان سے بدلے تو وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا- اکثر اہل کتاب

مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

بعد ظاہر ہونے حق بات کے محض اپنے حسد سے یہی چاہتے ہیں کہ بعد مسلمان ہونے

اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ

کے بھی تم کو کافر بنا دیں پس چھوڑ دو- اور خیال نہ لاؤ یہاں تک کہ اللہ کا حکم

بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا

پہنچے اللہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے اور نماز ہمیشہ پڑھتے ہو اور زکوۃ دیتے

تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞

رہو اور (بھی) جو کچھ بہتری کے کام اپنے لئے آگے بھیجو گے ضرور ان کو اللہ کے ہاں پاؤ گے اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ

اور کہتے ہیں کہ جنت میں وہی جائے گا جو یہودی ہو یا عیسائی

اور یہ نہ سمجھے کہ ہم تو انہیں بتوں کو چھوڑ کر اب اہل توحید بنے ہیں اور یہ عام دستور ہے کہ جو شخص کفر کو ایمان سے بدلے یعنی موحد بن کر پھر مشرک بنے تو جان لو کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا- کیا مسلمانو؟ یہ سن کر بھی تم انہیں کتاب والوں کی چال چلو گے- حالانکہ قطع نظر ان کی ذاتی خباثت کے تمہارے حق میں بھی خیر نہیں چاہتے بلکہ اکثر اہل کتاب[1] بعد ظاہر ہونے حق بات کے بھی محض اپنے حسد سے یہی چاہتے ہیں کہ بعد مسلمان ہونے کے بھی تم کو کافر بنادیں- پس ایسے لوگوں کا علاج تو یہ ہے کہ بالکل ہی انہیں چھوڑ دو اور انکا خیال بھی نہ لاؤ یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی اس کی مدد تم کو پہنچے اور تمہارا ہی بول بالا ہو یہ تمہارے حاسد حسد سے مرتے رہیں- ہاں خدا سے ہر وقت بھلائی کی امید رکھو اس لیے کہ اللہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے ایسے کام تو اس کے ہاں کچھ ان ہوئے نہیں ہیں- پس اسی پر بھروسہ کرو اور نماز ہمیشہ پڑھتے رہو اور زکوۃ بھی دیتے رہو اور (بھی) جو کچھ بہتری کے کام اپنے لیے آگے بھیجو گے ضرور ان کو اللہ کے ہاں پاؤ گے ہرگز ضائع نہ ہوں گے نہ کسی منشی کی وجہ سے نہ کسی سیاہی کے سبب سے اس لیے کہ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے- تعجب ہے ان یہود و نصاریٰ کے حال پر کہ تمہارے حسد میں باوجود آپس کی عداوت شدیدہ کے ایک ہو رہے ہیں طرح طرح کے منصوبے باندھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنت میں وہی جائے گا جو یہودی ہو یا عیسائی[2] مگر مسلمان نہ ہو-

---

شان نزول

[1] جنگ احد میں مسلمانوں کو جب قدرے تکلیف پہنچی جس کی تفصیل آگے آتی ہے- تو یہودیوں نے حذیفہ اور عمار سے کہا اگر تمہارا دین سچا ہوتا تو تمہیں تکلیف کیوں پہنچتی؟ پس آؤ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ- ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- (معالم)

[2] اس آیت کے متعلق بعض بلکہ اکثر مفسرین نے لف ونشر مانا ہے مگر لف ونشر میں کمال درجہ عداوت مفہوم نہیں ہوتی جیسی کہ اس توجیہ میں ہے- فتامل-

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ
یہ ان کی خواہشیں ہیں تو کہہ دے اپنی دلیل لاؤ اگر سچے ہو ہاں جو کوئی اپنے آپ کو

وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
اللہ کے تابع کردے اور وہ نیکوکار ہو تو ان کی مزدوری ان کے مولا کے پاس ہے نہ ان کو خوف ہو گا اور نہ غم

يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى
اٹھائیں گے- اور یہود کہیں کہ عیسائیوں کا کچھ ٹھیک نہیں اور عیسائی کہیں یہودیوں کا کچھ

لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ
ٹھیک نہیں حالانکہ یہ دونوں کتاب پڑھتے ہیں ایسا ہی بے علم بھی انہیں کی طرح

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
بولتے ہیں پس اللہ ہی ان کے جھگڑوں میں قیامت کے دن

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
فیصلہ کرے گا

یہ سب ان کی اپنی خواہشیں ہیں کوئی اس پر دلیل ان کے پاس نہیں- بھلا آزمانے کو تو کہہ تو دے بھلا اپنی دلیل تو لاؤ- اگر اس دعویٰ میں سچے ہو اس لیے کہ بلا دلیل تو کسی کی بھی سنی نہیں جاتی- ورنہ ہر ایک اپنی جگہ اپنا ہی گیت گا رہا ہے ہم بتلا دیتے ہیں کہ کوئی ان کے پاس اس کے دعویٰ پر دلیل نہیں اور نہ یہ دعویٰ فی نفسہ صحیح ہے ہاں جنت کے حق دار ہم بتلاتے ہیں- جو کوئی اپنے آپ کو اللہ کے تابع کر دے اور وہ اس تابعداری میں صرف زبانی جمع خرچ نہ رکھتا ہو بلکہ نیکوکار فرمانبردار ہو- تو ایسے اشخاص کی نجات ہو گی اور ان کی مزدوری اور اخلاص مندی کا بدلہ ان کے مولا کے پاس ہے جس کا کسی طرح سے نہ ان کو خوف ہو گا اور نہ غم اٹھائیں گے چونکہ یہود و نصاریٰ بالکل اپنی خواہشوں کے غلام ہو رہے ہیں جس طرف ان کی خواہش لے جائے- اسی طرف چلتے ہیں تو پھر کیونکر ان کو حق پہنچتا ہے کہ یہ دعوے کریں کہ سوائے انکے کوئی شخص بھی نجات کا مستحق ہی نہیں ادھر تو تمہارے مقابلے میں یہ کہتے ہیں کہ خواہ یہودی ہو یا عیسائی مسلمان نہ ہو ادھر آپس میں ان کا یہ حال ہے کہ یہود کہیں کہ عیسائیوں کا کچھ ٹھیک نہیں اور عیسائی کہیں یہودیوں کا کچھ ٹھیک نہیں؟ حالانکہ اپنے زعم میں یہ دونوں فریق اللہ کی کتاب یعنی توریت پڑھتے ہیں- یہ تو بھلا تھے ہی- ایسا بے علم عرب کے مشرک بھی انہیں کی طرح بولتے ہیں کہ ہم ہی نجات کے حقدار ہیں- سوائے ہمارے کوئی بھی نجات نہ پائے گا جب تک کہ بت پرستی نہ کرے گا ہر گز نجات نہ ملے گی- پس تم ان کے خیالات واہیات نہ سنو- اللہ ہی ان کے جھگڑوں میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا- جس کا فیصلہ آخری ہو گا بھلا اور اختلاف تو ہوا سو ہوا اللہ کے ذکر میں بھی کسی کو اختلاف ہے؟ پھر کس منہ سے یہ کا فردینداری کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھی روکتے ہیں-

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ

اور کون بڑا ظالم ہے ان لوگوں سے جو اللہ کی مسجد میں اللہ کے نام کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی خرابی میں کوشش

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ

کرے ان لوگوں کو قدرت نہ ہوگی کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے دنیا میں انہیں کو ذلت ہوگی

وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا

اور قیامت میں بھی انہیں کو بڑا عذاب ہوگا- اور اللہ ہی کا مشرق اور مغرب ہے پس جدھر کو منہ

فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ

پھیرو گے وہیں خدا کی توجہ پاؤ گے بیشک اللہ بڑی وسعت علم والا ہے اور کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد بنائی ہے وہ پاک ہے

بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

بلکہ سب آسمان اور زمین والے اسی کے غلام ہیں سب کے سب اسی کے آگے گردن جھکاتے ہیں

اور کون بڑا ظالم ہے ان لوگوں سے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کرنے سے روکیں اور ان کی خرابی میں کوشش کریں اس لیے کہ جب ذکر کرنے والوں ہی کو روک دیا تو پھر ان میں کون آئے گا خیر چند روزہ زور دکھالیں تھوڑے ہی دنوں بعد ان لوگوں کو قدرت نہ ہوگی کہ مساجد میں داخل ہوں مگر دل میں ڈرتے ہوئے[1] نہ صرف یہی بلکہ دنیا میں انہیں کو ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی اور قیامت میں بھی ان کو بڑا عذاب ہوگا- اگر تم کو اے مسلمانو یہ کفار مکہ روکتے اور کعبہ میں نماز نہیں پڑھنے دیتے تو کوئی حرج نہیں نماز ہر جگہ ہو سکتی ہے اس لیے کہ اللہ ہی کا تو سارا ملک مشرق مغرب ہے پس جدھر کو منہ پھیرو گے وہیں خدا کی توجہ اپنے حال پر پاؤ گے بیشک اللہ بڑی ہی وسعت والا ہے اس کے ملک کی وسعت کسی دنیا کے جغرافیہ میں محدود نہیں ہو سکتی پھر یہ بھی نہیں کہ کسی کے حال سے بے خبر ہو یا بتلانے کی حاجت پڑے بلکہ بڑے ہی وسیع علم والا ہے اس نے تو ہر ایک چیز کو ایک آن میں جان رکھا ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں جا سکتی تم چاہے جنگل بیابان میں پڑھو خواہ دریا و ریگستان میں وہ سب کو جانتا ہے تمہارے دلی اخلاص کے مطابق تم کو بدلہ دے گا- ان بے ایمانوں کے کہنے سننے سے تم ملول نہ ہوا کرو یہ تو خدا پر بھی بہتان لگانے سے نہیں رکتے- دیکھو تو کیا کہتے ہیں کہ خدا نے بھی مثل ہمارے اپنے لیے اولاد بنائی ہے- کوئی کہتا ہے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں- کوئی کہتا ہے کہ مسیح اور عزیر خدا کے بیٹے ہیں حالانکہ وہ ان کی بے ہودہ گوئی سے پاک ہے کوئی اس کا بیٹا بیٹی نہیں بلکہ سب آسمان اور زمین والے اسی کے غلام ہیں یہ بھی نہیں کہ کوئی غلام سرکشی کر سکے اور قہری حکم سے کسی طرح انکار کرے- بلکہ سب کے سب اسی کے آگے ہی گردن جھکاتے ہیں-

---

شان نزول[2]

چند صحابہ نے جنگل میں بسبب اندھیرے کے خلاف جہت کعبہ نماز پڑھی اور نیز نوافل سواری پر بھی پڑھا کرتے تھے تو اس مسئلہ کے بتلانے کو کہ اگر غلطی سے کعبہ کی طرف نہ ہو سکو یا نوافل سواری پر پڑھ لو تو جائز ہیں- یہ آیت نازل ہوئی- (معالم)

[1] یہ پیش گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بعد فتح مکہ کے پوری ہوئی-

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

آسمان اور زمین کو بلا نمونہ اسی نے بنایا ہے اور جس وقت کوئی چیز چاہتا ہے تو صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ

اور بے علم کہتے ہیں خدا ہی کیوں نہیں ہم سے باتیں کرتا یا کوئی نشانی ہمارے پاس آوے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ایسا ہی کہا تھا ان کے اُن کے دل ایک سے ہو رہے ہیں بیشک ہم بہت سی نشانیاں ماننے والوں کے لئے بیان کر چکے

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْــَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ

ہیں ہم نے تجھ کو سچی (ہدایت) کے ساتھ خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور تجھ سے دوزخ والوں کے حال سے سوال نہ ہوگا اور ہر گز

تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ

تجھ سے خوش نہ ہوں گے نہ یہود نہ نصاریٰ یہاں تک کہ تو ہی ان کے مذہب کا پیرو بنے تو کہہ دے کہ ہدایت تو اصل وہی ہے جو اللہ کے ہاں سے ہو

بھلا کیوں نہ ہو وہ پاک ذات ایسی قدرت والی ہے کہ آسمان اور زمین کو جو اپنی ہیئت اور مضبوطی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے بلا نمونہ اسی نے بنایا ہے اور کمال یہ کہ جس وقت کوئی چیز چاہتا ہے تو صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ مطلوب چیز فوراً ہو جاتی ہے اور بھلا تم ان کی باتوں سے ملال پذیر ہوتے ہو جو اتنا بھی نہیں سمجھے کہ ہم منہ سے کیا کہہ رہے ہیں آیا وہ امر ہو بھی سکتا ہے یا ہماری ہی ندامت کا باعث ہے سنو یہ بے علم و نادان عرب کے مشرک اپنی بے علمی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ بھلا صاحب یہ رسول جو خدا کی طرف سے آکر سمجھاتے ہیں خدا ہی کیوں نہیں ہم سے سامنے ہو کر باتیں کرتا تاکہ ہم جلدی سے مان بھی لیں یا کوئی ایسی نشانی ہمارے پاس آئے جس سے ہم جان جائیں کہ بیشک یہ سچا رسول خدا کی طرف سے ہے۔ اصل میں یہ ان کے بہانے ہیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کہا تھا کہ خدا ہم کو سامنے لا کر دکھاؤ جب ہم مانیں گے بغور دیکھا جائے تو بالکل ان کے ان کے دل ایک سے ہو رہے ہیں ایک ہی بیماری میں مبتلا ہیں سو جو علاج ان کا ہوا تھا ان کا بھی ہوگا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ ہر ایک شخص مرضی کے موافق نشانیاں مانگتا پھرتا ہے اصل نشانی نبوت کی تو قائل کی صفائی ہے کہ اس کی حالت دیکھو وہ کیسا ہے ؟ آیا وہ دنیا ساز مکار ہے جنونی ہے یا کیا ہے بے شک یہی نشانی مفید ہے سو ایسی ہم بہت سی نشانیاں ماننے والوں کے لیے بیان کر چکے ہیں جن کو ان باتوں کی تمیز ہے کہ نبوت کا بناء کن امور پر ہوا کرتی ہے۔ سو بعد تلاش وہ تجھ میں ضرور پائیں گے اس لیے کہ ہم نے تجھ کو سچی ہدایت کے ساتھ بھلے کاموں پر خوشخبری دینے والا اور برے اطوار پر ڈرانے والا مقرر کر کے بھیجا ہے۔ اگر یہ نالائق تیری بات نہ مانیں تو تجھے ان کی طرف سے ہر گز ملال نہ ہو اس لیے کہ تجھ سے دوزخ والوں کے حال سے سوال نہ ہوگا کہ یہ کیوں دوزخ میں پہنچے ؟ ہم جانتے ہیں کہ جتنے تیرے مخالف ہیں اکثر عنادی ہیں خاص کر اہل کتاب جو اپنے آپ کو اہل علم جانتے ہیں ان کا تو یہ حال ہے کہ ہر گز تجھ سے خوش نہ ہوں گے نہ یہودی نہ نصاریٰ یہاں تک کہ تو ہی ان کے غلط مذہب کا پیرو بنے پس تو ان سے کہہ دے کہ ہدایت تو اصل وہی ہے جو اللہ کے ہاں سے ہو نہ کہ تمہاری ژٹلیات کہ خدا نے اولاد بنائی اور اپنے بیٹے کو کفارہ کیا وغیرہ

ذالك من الخرافات

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ

اگر تو بعد پہنچنے علم کے ان کی خواہش کے پیچھے چلا تو نہ تو تیرا کوئی اللہ کے ہاں سے حمایتی ہوگا

اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ

نہ مددگار جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنا چاہئے یہی

اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

لوگ اس کو مانتے ہیں اور جو لوگ اس سے انکاری ہیں وہی ٹوٹا پاویں گے۔ اے بنی اسرائیل

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاتَّقُوْا یَوْمًا

یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کئے اور تمام جہان کے لوگوں پر تم کو عزت دی اور اس دن سے

لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝

بچ جاؤ (جس میں) کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اس سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ اس کو کسی کی سفارش ہی کام دے گی اور نہ ان کو مدد پہنچے گی

ایسے لوگوں کی چال سے ہوشیار رہو اور اگر تو بھی فرضاً بعد پہنچنے علم یقینی کے ان کی خواہش کے پیچھے چلا تو بس تیری بھی خیر نہیں سخت بلا میں مبتلا ہوگا۔ پھر نہ تو تیرا کوئی اللہ کے ہاتھ سے حمایتی ہوگا کہ اس سے رہائی دلا سکے اور نہ کوئی مددگار جو اس کی پکڑ سے چھڑا لے تجھے ان کے انکار سے کیوں ملال ہوتا ہے؟ تیرے تابع تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ہم نے کتاب (قرآن) دی ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسا پڑھنا چاہیے یہی لوگ اس کو مانتے ہیں[1] اور جو لوگ اس سے انکاری ہیں قیامت میں وہی ٹوٹا پائیں گے کیا ایسے عنادی بھی اس قابل ہیں کہ تو ان کو خوش کرنے کی فکر کرے ہر گز نہیں خاص کر یہودی تو ایسی نرمی اور مداہنت سے زیادہ بگڑتے ہیں۔ میں نے جس قدر ان پر احسان کئے سب کو بھلائے بیٹھے۔ اے بنی اسرائیل کے لوگو یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کئے کہ فرعون جیسے موذی سے تم کو چھڑایا اور تمام جہان کے لوگوں پر تم کو عزت دی کہ تم میں نبی اور رسول بھیجے پھر کیا میری شکر گزاری یہی کرتے ہو؟ کہ میرے سچے رسول کو نہیں مانتے بلکہ بجائے ماننے کے سب و شتم سے پیش آتے ہو۔ آخر ایک روز تو میرے سامنے آؤ گے اب بھی اگر اپنی بہتری چاہتے ہو تو میرے رسول پر ایمان لاؤ اور اس دن کے عذاب سے بچ جاؤ جس میں کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ اور نہ اس کو کسی کی سفارش ہی کام دے گی اور نہ ان مجرموں کو کسی زبردست کی طرف سے مدد پہنچے گی کہ ہماری پکڑ سے ان کو رہائی دلا سکے۔ بلکہ سب کے سب اپنے ہی حال میں حیران و سرگرداں ہوں گے۔

شان نزول

[1] کئی ایک صحابہ مشرکین سے تنگ آکر حبشہ کو چلے گئے وہاں کا حاکم عیسائی تھا۔ وہ کسی کے مذہب سے پرسان حال نہیں ہوتا تھا۔ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سنا کہ آپ مدینہ منورہ میں ہجرت کر آئے ہیں اور سب مسلمان آپ کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں۔ یہ سنکر وہاں سے مدینہ کو چل پڑے راہ میں بوجہ بحری سفر کے ان کو نہایت تکلیف ہوئی۔ ان کی خاطر داری کو یہ آیت اتری۔ (معالم)

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

اور جب ابراہیم کو اس کے خدا نے چند باتوں کا حکم دیا پس اس نے ان سب کو پورا کیا (خدا نے اسے) کہا میں تجھے سب لوگوں کا امام بناؤں

اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا

گا وہ بولا میری اولاد میں سے بھی (کسی کے نصیب کرا) (خدا نے) کہا ظالموں کو میرا وعدہ نہیں پہنچے گا اور جب ہم نے کعبہ

الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

کو لوگوں کا مرجع اور بڑی امن کی جگہ بنایا اور (حکم دیا کہ) ابراہیم کی جگہ نماز پڑھو

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ

اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو حکم بھیجا کہ میرا (عبادت) خانہ طواف اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا

وسجود کرنے والوں کے لئے صاف ستھرا رکھو اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے مولا اس شہر کو بڑے آرام کی جگہ بنا

تعجب ہے کہ تم نے اپنے بڑوں کی اقتدا بھی چھوڑ دی- اور ابراہیم علیہ السلام کی حالت کو بھی بھول گئے جب کہ اس ابراہیم کو اس کے خدا نے چند باتوں کا حکم دیا پس اس بندہ کامل نے ان سب کو پورا کیا- پھر اس کے انعام میں خدا نے اسے کہا میں تجھ کو سب لوگوں کا امام اور پیشوا بناؤں گا- وہی لوگ نجات پائیں گے جو تیرے پیچھے چلیں گے وہ اپنے نیک ارادہ سے بولا یا اللہ مجھے امام بنا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کو یہ رتبہ نصیب کر کہ وہ بھی مخلوق کی راہنمائی کریں کیونکہ اولاد کی لیاقت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے- خدا نے کہا بے شک تیری اولاد سے بھی یہ مرتبہ بعض لوگوں کو ملے گا مگر چوں کہ پانچوں انگلیاں بھی یکساں نہیں ہوتیں اس لیے ان میں سے بعض بدکردار بھی ہوں گے جو آپس میں ظلم و ستم کریں گے پس ایسے ظالموں کو یہ میرا وعدہ نہیں پہنچے گا- ایسے اخلاص اور اطاعت کے سبب سے ہم نے ابراہیم کے نیک کام کو قبول کیا- تمہیں یاد نہیں؟ کہ جب ہم نے ابراہیم کے بنائے ہوئے کعبہ کو لوگوں کا مرجع اور بڑے امن کی جگہ بنایا اور عام طور پر حکم دیا کہ ابراہیم[۱] کی جگہ نماز پڑھو اور اس کی دعا کا کسی قدر ظہور تو اس کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا کہ ہم نے ابراہیم اور اس کے بڑے بیٹے اسمٰعیل کو حکم بھیجا کہ میرا عبادت خانہ طواف اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے شرک کی آلودگی سے صاف ستھرا رکھو اس پر بھی اس بندہ کامل نے پورا عمل کیا- اس کی اخلاص مندی کا ایک واقعہ اور بھی سنو جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے مولا؟ اپنی مہربانی سے اس شہر مکہ کو بڑے آرام کی جگہ بنا جس طرح اس کے ارد گرد لوٹ کھسوٹ ہوتی ہے اس میں نہ ہو اور ابراہیم نے اپنے دل میں یہ سمجھا کہ مثل سابق اب کی دفعہ بھی میری دعا فی الجملہ واپس نہ ہو گی-

---

شان نزول

[۱] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مقام ابراہیم میں نماز پڑھا کریں- ان کی درخواست پر یہ آیت نازل ہوئی راقم کہتا ہے اس آیت سے بلحاظ اس قصہ کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کمال بزرگی ثابت ہوتی ہے- مگر دیکھنے کو چشم بصیرت چاہیے-

وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
اور اس کے رہنے والوں کو جو خدا کو مانیں اور قیامت کے دن پر یقین لاویں میوے نصیب کر خدا
الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ
نے کہا (ایمانداروں کو دوں گا) اور کافروں کو بھی کسی قدر نفع مند کروں گا پھر ان کو آگ کے عذاب میں پھینکوں گا
النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
جو بہت ہی بری جگہ ہے- اور جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے
الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ
کہتے تھے کہ اے ہمارے مولا تو ہم میں سے (اس کو) قبول کر تو ہی سنتا اور جانتا ہے- اے ہمارے
الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً
مولا! ہم کو اپنا فرمانبردار بندہ بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو
مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
اپنا تابعدار کیجیو اور تو ہم کو ہماری عبادت کے طریقے بتا اور تو ہم پر رحم فرما تو ہی ہے بڑا رحم
الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾
کرنے والا مہربان

اسی لیے اس نے بعد سوچ بچار کے ڈرتے ڈرتے یہ کہا کہ اس کے رہنے والوں کو جو پختہ طور سے اپنے خدا کو مانیں اور قیامت کے دن پر یقین لائیں محض اپنی مہربانی سے عمدہ عمدہ میوے نصیب کر چونکہ یہ درخواست ابراہیم کی کچھ ایسے مطلب کی نہیں تھی جو کسی قوم کے نیک و بد سے مخصوص ہو اس لیے کہ دنیا کا رزق تو عام طور پر ایسا ہے کہ بہت سے مومن حیران ہیں اور بہت سے فاسق فاجر مزے میں گزارتے ہیں اس لیے خدا نے کہا ہاں بے شک ایمانداروں کو دوں گا- اور ان کے سوا کافروں کو بھی دنیا میں کسی قدر نفع مند کروں گا- پھر اس کے بعد ان کو عذاب میں پھینکوں گا جو بہت ہی بری جگہ ہے- یہ سن کر ابراہیم بہت ہی خوش ہوا اور اپنے کام میں مشغول رہا بالکل کسی طرح سے اس کے دل میں کوئی ایسی بات نہ آئی تھی جو اخلاص سے خالی ہو اور سنو جب ابراہیم اور اس کا بیٹا اسمٰعیل کعبہ کی بنیاد بحکم ربانی اٹھا رہے تھے تو اس وقت بھی یہی کہتے تھے کہ اے ہمارے مولا تو ہم سے اس کار خیر کو قبول کر اس لیے کہ تو ہی ہماری باتیں سنتا ہے اور ہمارے دل کی آرزوئیں جانتا ہے پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اپنی ترقی درجات کے لیے ہمیشہ دست بدعا رہے کہ اے ہمارے مولا ہم کو اپنا فرمانبردار بندہ بنا- نہ صرف ہم کو بلکہ ہم کو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو ضرور ہی اپنا تابعدار کیجیو اور اے ہمارے مولا کیونکہ ہم تیرے عاجز بندے ناقص العقل تیری رضا خود بخود دریافت نہیں کر سکتے جب تک تو ہی اپنی مرضی پر مطلع نہ کرے اس لیے ہم عرض پرداز ہیں کہ تو ہم کو ہماری عبادت کے طریقے بتلا اور اگر اس بتلائے ہوئے میں کسی طرح کا ہم سے قصور واقع ہو تو ہم پر رحم فرما اس لیے کہ تو ہی ہے بڑا رحم کرنے والا مہربان- یہ دونوں باپ بیٹا نیک کاموں میں کچھ ایسے حریص تھے کہ علاوہ مذکورہ بالا دعا کے آئندہ کو بھی اپنی اولاد کے لیے درخواست کرتے رہے-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

اے ہمارے مولا تو ان میں انہیں میں سے ایک رسول پیدا کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سناوے اور کتاب (آسمانی) اور نیک اخلاق

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ

ان کو سکھاوے اور انکو پاک صاف کرے بیشک تو غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے اور ابراہیم کی راہ سے سوائے

إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾

احمقوں کے کون روگردان ہوگا؟ حالانکہ ہم نے اس کو دنیا میں پسند کیا ہے اور آخرت میں بھی وہ نیک بندوں میں ہوگا

کہ اے ہمارے مولا چونکہ بغیر کسی ہادی کے انسان کا ہدایت یاب ہونا مشکل امر ہے اس لیے گزارش ہے کہ تو ان لوگوں میں انہیں میں کا ایک رسول بھی پیدا کیجیو جو ان کو تیری آئتیں پڑھ کر سنائے اور تیری کتاب آسمانی کے احکام اور نیک اخلاق ان کو سکھادے اور اپنی صحبت مؤثرہ میں ان کو اخلاق رزیلہ مثل شرک کفر حسد بغض کینہ کبر وغیرہ سے پاک صاف کرے تو تو ایسے بہت سے کام کر سکتا ہے بیشک تو ہر کام پر غالب ہے جو چاہے سو کرتا ہے اور ساتھ ہی اس کے بڑی حکمت والا بھی ہے جس کسی کو اس خدمت کے لائق سمجھے گا مامور کرے گا- بتلاؤ تو ایسے بھلے آدمی ابراہیم کی راہ سے سوا احمقوں کے کون روگردان ہوگا حالانکہ ہم نے اس کو تمام لوگوں سے دنیا میں پسند کیا ہے اور آخرت میں بھی وہ نیک بندوں کی جماعت میں ہوگا-

شان نزول .

؎ ومن یرغب عبداللہ بن سلام نے اپنے دو بھتیجوں کو کہا کہ تم بھی مسلمان ہو جاؤ- ایک تو ان میں سے مسلمان ہو گیا دوسرے نے انکار کیا- ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (معالم)

(ایک رسول پیدا کیجئے) اس آیت میں خدا نے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ التحیۃ کی نبوت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس بات کا ثبوت کہ آپ حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں محتاج دلیل نہیں کل دنیا کے لوگ یہود نصاری اہل اسلام اس پر متفق ہیں کہ آپ بلکہ آپ کا تمام خاندان قریش بلکہ قریب قریب کل عرب حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں اور اسماعیل ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے جن کے حق میں توریت سے بھی اتنی شہادت ملتی ہے

"اور ہاجرہ نے ابراہام کے لیے بیٹا جنا اور ابراہام نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ نے جنا اسمٰعیل رکھا اور جب ابراہام کیلئے ہاجرہ سے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابراہام چھیاسی برس کا تھا" (پیدائش ۱۶ باب ۱۸ آیت)

اسی کتاب کی دوسری جگہ لکھا ہے

"اسمٰعیل کے حق میں (اے ابراہیم) میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا" (۱۷ باب ۲۰ آیت)

پس عبارت مذکورہ بالا تورات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل ابراہیم کے نہ صرف بیٹے بلکہ موعود بالبرکت تھے گو یہ واقعہ بناء کعبہ تو تورات میں مصرح مذکور نہیں اور اس کے مذکور نہ ہونے کی وجہ شاید وہی ہے جس کا مفصل ذکر ہم عیسائیوں کی پہلی غلطی کے ذیل میں کر آئے ہیں لیکن اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کو اپنے بیٹے اسماعیل کے لیے بہت کچھ خیال تھا جس کے جواب میں ارشاد باری پہنچا کہ میں نے تیری سنی- خاندان نبوت اور سلسلہ رسالت بلکہ عام اہل اللہ کے حالات دیکھنے سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایسے موقع پر دنیاوی برکت اور ظاہر کثرت تعداد سے خوش نہیں ہوا کرتے جب تک کہ ان کی اولاد میں ان کا ہم مرتبہ یا ان سے بڑھ کر کوئی پیدا نہ ہو پس ان وجوہ کے لحاظ سے الفاظ قرآن اور توریت دونوں متفق ہیں کہ اسمٰعیل کی اولاد سے کوئی نبی ہونا چاہیے جس سے ان کی اولاد کو بابرکت کیا جائے پس وہ نبی وہی ہے جو سید ولد آدم ولا فخر کا مصداق ہے- بیشک سچ ہے

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا دعائے خلیل اور نوید مسیحا

اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ

جب خدا نے اسے کہا کہ میری تابعداری کیجیو وہ بولا میں اللہ رب العالمین کا مدت سے تابعدار ہوں اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں

بَنِيۡهِ وَيَعۡقُوۡبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَـكُمُ الدِّيۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ

سے وصیت کی کہ اے میرے بیٹو خدا نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے پس تم مرتے دم تک اسی پر

مُّسۡلِمُوۡنَ ؕ ﴿۱۳۲﴾ اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ

رہیو۔ بلکہ اس امر کے تو تم بھی گواہ ہو۔ کہ یعقوب نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹوں سے کہا کہ

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَ

میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل

اِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ

اور اسحٰق کا خدا ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں یہ ایک جماعت تھی جو

خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَـكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ وَلَا تُسۡئَلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳۴﴾

گزر گئی ان کی کمائی ان کو اور تمہاری کمائی تم کو ہے تمہیں ان کے کئے سے سوال نہ ہوگا

اگر اس کی بزرگی میں شک ہو تو یاد کرو جب خدا نے اسے کہا کہ میری تابعداری کیجیو وہ فوراً بولا کہ میں دست بستہ حاضر اللہ رب العالمین کا مدت سے تابعدار ہوں۔ بعد اس کے پھر ہمیشہ تک ایسا ہی اخلاص مند رہا اور ابراہیم نے اور اس کی تاثیر صحبت سے اس کے پوتے یعقوب نے اپنے بیٹوں سے وصیت کی کہ اے میرے بیٹو خدا نے تمہارے لیے یہی توحید کا دین پسند کیا ہے پس تم مرتے دم تک اسی پر رہو بلکہ اس امر کے تو تم بھی گواہ ہو۔ یعقوب نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹوں سے بطور نصیحت اور آزمائش کہا تھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ ان کے منہ سے نکلواؤں کہ صرف خدا کی عبادت کریں گے چنانچہ انہوں نے بھی اس کے منشاء کے مطابق ہی کہا کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کا خدا ہے۔ اور ہم تو اب بھی اسی کے فرماں بردار ہیں یہ ایک جماعت کیسی بابرکت تھی؟ جو اپنے وقت میں گزر گئی۔ صرف زبانی جمع خرچ کرنے والوں کا ان سے کیا علاقہ ان کو کمائی ان کی ہو گی تمہاری کمائی تم کو ہے۔ تم کو ان کے کیے سے سوال نہ ہو گا؟ نہ ان کو تمہارے کیے کی کچھ پوچھ۔ تم ان سے علیحدہ وہ تم سے جدا۔

شان نزول

(ام کنتم شھداء) یہودیوں نے کہا کہ حضرت یعقوب نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹوں کو یہودیت کے قائم رکھنے کی وصیت کی ہوئی ہے آپ ہم کو یہودیت سے کیوں بدلاتے ہیں؟ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ

اور کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی ہو جاؤ ہدایت یاب ہو جاؤ گے تو کہہ دے بلکہ ابراہیم یک رخا کی راہ ہم نے پکڑ رکھی ہے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

اور وہ مشرک نہ تھا- تم کہہ دو کہ ہم خدا کو اور اس کتاب کو مانتے ہیں جو ہماری طرف اتری اور اس کو

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى

بھی مانتے ہیں جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور سب

وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

نبیوں کو خدا کی طرف سے ملا (تسلیم کرتے ہیں) اور ہم (اللہ کے) نبیوں میں تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کے تابعدار ہیں

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ

پس اگر وہ تمہاری مانی ہوئی (کتاب) کو مان لیں تو ہدایت پر آگئے اور اگر اعراض کریں تو وہ سخت ضدی ہیں

تعجب ہے کہ باوجود زبانی جمع خرچ کے یہ لوگ اپنے ہی کو ہدایت پر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری طرح یہودی[1] یا عیسائی ہو جاؤ پس ہدایت یاب ہو جاؤ گے گویا ان کے نزدیک سوائے یہودیت کے کوئی طریق درست نہیں تو کہہ دے کہ تمہارے زٹلیات تو ہم ہرگز نہیں سنیں گے اور نہ ان پر عمل کریں گے بلکہ ہم تو حضرت ابراہیم یک رخا کے پیچھے چلیں گے اور اسی کی راہ ہم نے پکڑ رکھی ہے جو تمام نفسانی خواہشوں سے پاک صاف ہو کر خدا کا بندہ ہو گیا تھا اور وہ مشرک نہ تھا جیسے کہ تم ہو- پس ہم تمہارے پیچھے چل کر مشرک بننا نہیں چاہتے -اس تمہارے کہنے سے اگر لوگوں میں یہ مشہور کریں کہ مسلمان توریت انجیل کو خدا کا کلام نہیں مانتے ہیں تو تم بلند آواز سے کہہ دو کہ یہ الزام ہم پر غلط ہے سب سے پہلے ہم خدا واحد کو مانتے ہیں اور اس کتاب کو مانتے ہیں جو ہماری طرف اتری اور اس کو بھی مانتے ہیں جو حضرت ابراہیم اور اس کے بڑے بیٹے اسحاق اور اس کے پوتے یعقوب اسرائیل اور اس کی اولاد علیہم السلام کی طرف خدا کے ہاں سے اتاری گئی اور خاص کر اس کلام کو مانتے ہیں جو کچھ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کو خدا کے ہاں سے زندگی میں ملا تھا اور جو عموماً سب نبیوں کو خدا کی طرف سے ملا ہم سب کو تسلیم کرتے ہیں اور بہ دل و جان قبول کرتے ہیں بڑی بات ہم میں یہ ہے کہ اللہ کے نبیوں میں تفریق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض سے انکاری ہوں جیسے تم حضرت مسیح اور سید الانبیاء محمد (علیہم السلام) سے منکر ہو اور ہم میں بفضلہٖ تعالیٰ یہ عیب بھی نہیں کہ ہم تمہاری طرح مطلب کے وقت خدا کے حکموں پر غیروں کو ترجیح دیں بلکہ ہم تو صرف اسی کے تابعدار ہیں- پس بعد اس اظہار صریح کے اگر وہ تمہاری مانی ہوئی کتاب یعنی قرآن مجید کو مان لیں تو جان لو کہ ہدایت پر گئے اور اگر حسب دستور قدیم اعراض کریں تو معلوم کرو کہ وہ سخت ضدی ہیں اگر وہ تجھ سے (اے رسول) کچھ اذیت کا قصد کریں-

شان نزول

[1] (و قالوا کونوا ھودا) یہود مدینہ اور نصاریٰ نجران دونوں مسلمانوں سے آکر جھگڑنے لگے اور ہر ایک اپنے مذہب کی طرف بلاتا تھا ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

پس خدا تجھ کو ان سے بچائے گا وہ سنتا (اور) جانتا ہے۔ تم کہدو کہ اللہ کا رنگ ہم نے اختیار کیا ہے اور

أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۚ وَنَحْنُ لَهُ عٰبِدُونَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا

بتلاؤ تو اللہ سے کس کا رنگ اچھا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں تو کہہ دے کیا تم ہم سے

فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ

خدا کے فضل کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا تمہارا مالک ہے اور ہمارے اعمال ہم کو اور تمہارے اعمال تم کو اور ہم اسی

لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿۱۳۹﴾ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرٰهِمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَ

کے اخلاص مند ہیں کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس

يَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَأَنْتُمْ

کی اولاد یہودی اور عیسائی تھے تو کہہ دے بھلا تم خوب جانتے

أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ ۗ

ہو یا اللہ۔

تو بس خدا تجھ کو ان کی شرارت سے بچائے گا اس لیے کہ وہ تیرے مخالفوں کی سرگوشیاں اور باہمی مشورے سنتا ہے اور ان کے دلی عنادوں کو بھی جانتا ہے۔ ان کا یہ بھی ایک داؤ ہے کہ اپنے مذہب میں لاتے ہوئے رنگ کے چھینٹے ڈالتے ہیں اور اس کو الٰہی رنگ کہتے ہیں اور عام لوگوں کو اس دھوکہ سے کہ آوّاسِ سچے رنگ سے اپنے کورنگو دام میں لاتے ہیں سو تم ان کے جواب میں کہہ دو کہ تمہارا رنگ تو پھیکا بلکہ سرے سے کچھ بھی نہیں اصل اللہ کا رنگ ہم نے اختیار کیا ہے۔ یعنی اس کے خالص بندے بن چکے ہیں۔ بھلا بتلاؤ تو اللہ سے کس کا رنگ اچھا ہے؟ تمہاری طرح ہم زبانی جمع خرچ نہیں رکھتے بلکہ ہم تو دل وجان سے اللہ کے حکموں کو مانتے ہیں اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اب بھی اگر یہ اہل کتاب باز نہ آئیں اور اے رسول تیری نبوت کو اس وجہ سے جھٹلائیں کہ تو بنی اسمٰعیل سے ہے اور ان کا خیال ہے کہ نبوت خاصہ بنی اسرائیل کا ہے تو توان سے کہہ دے کیا تم ہم سے خدا کے فضل اور بخشش کے بارے میں جھگڑتے ہو کیا نبوت اپنا ہی حق جانتے ہو؟ اور ہم کو اس سے علیحدہ ہی رکھنا چاہتے ہو؟ بھلا تم میں کون سی ترجیح ہے حالانکہ بندگی میں ہم تم سب برابر ہیں اور وہ ہمارا اور تمہارا سب کا مالک ہے اور اعمال میں بھی تم کو کسی قسم کی رعایت نہیں کہ اوروں کی کمائی تم کو مل جائے بلکہ ہمارے اعمال ہم کو اور تمہارے اعمال تم کو جو کرے وہ بھرے ہاں اگر غور کیا جائے تو قابل ترجیح بات ہم میں ہے کیونکہ ہم اس کے سب احکام مانتے ہیں اور ہم دل سے اسی کے اخلاص مند ہیں نہ کہ تمہاری طرح مطلب کے یار غرض ہو تو خدا کے بن گئے جب مطلب حاصل ہوا تو پھر کون؟ یہ بھی توان سے پوچھو کہ کیا تم بجائے چھوڑنے ان واہیات خیالات کے یہ کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم اور اس کے دونوں بیٹے اور پوتا اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور اس کی سب اولاد تمہاری طرح یہودی یا عیسائی تھے تو اے رسول اللہ ان سے کہہ دے بھلا کیونکر ہم تمہاری باتیں مانیں کہ وہ ایسے تھے حالانکہ ہم کو خدا نے پختہ طور سے بتلایا ہے کہ ان بزرگوں کی یہ روش نہ تھی جو تم نے نکال رکھی ہے۔ کیا تم خوب جانتے ہو یا اللہ خوب جانتا ہے۔ جی میں تو یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ حضرت ان جیسے نہ تھے مگر لوگوں کی شرم سے چھپاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ بھی ایک قسم کی شہادت ہے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو اپنے پاس سے اللہ کی شہادت کو چھپائے اور خدا تمہارے کاموں سے بے خبر

تَعْمَلُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ

نہیں- یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی ان کی کمائی ان کو ہے اور تمہاری کمائی تم کو ہے

وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور تم ان کے کئے سے نہ پوچھے جاؤ گے

اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو اپنے پاس سے اللہ کی بتائی ہوئی شہادت کو چھپائے یقیناً جانو کہ خدا تم کو اس کتمان پر مؤاخذہ کرے گا اس لیے کہ خدا تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں- اصل پوچھو تو تم یہود و نصاری کو ان بزرگوں سے کیا مطلب ؟ یہ ایک جماعت پسندیدہ تھی جو اپنے وقت پر گذر گئی- ان کی کمائی ان کو ہے اور تمہاری تم کو اور تم ان کے کیے سے نہ پوچھے جاؤ گے اور نہ وہ تمہارے کردار سے- تم ان سے اجنبی وہ تم سے بیگانے پھر بار بار انکا نام لینے سے کیا فائدہ ؟ جب تک کہ ان کی تابعداری نہ ہو-

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ؕ

بے وقوف[1] لوگ جھٹ سے کہیں گے کہ کس چیز نے ان کو ان کے قبلے سے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۴۲﴾

تو کہہ دیجئو مشرق و مغرب خدا ہی کا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ

اسی طرح ہم نے تم کو میانہ روش بنایا تاکہ تم لوگوں پر حکمران ہو اور رسول

چونکہ تم مسلمان حضرت ابراہیم کے تابع ہو اسی لئے مناسب ہے کہ اسی کے قبلہ کی طرف نماز پڑھو- مگر اس کی مصلحت اور حکمت نہ سمجھنے والے بے وقوف لوگ جھٹ سے کہیں گے کہ کس چیز نے ان مسلمانوں کو ان کے پہلے قبلہ بیت المقدس سے پھیر دیا جس پر یہ پہلے سے تھے- تو ان کے جواب میں کہہ دیجئو کیا ہم بیت المقدس کی عبادت کرتے تھے کہ اب اس میں فرق آگیا- ہرگز نہیں بلکہ خدا کی کرتے ہیں اور مشرق مغرب جنوب شمال تو سب خدا ہی کا ہے ہر ایک طرف کو سجدہ ہو سکتا ہے ہاں تعین جہت اس کے حکم سے ہے جس طرف کا حکم دے گا اسی طرف کو جھک جائیں گے ہاں یہ بے شک ہے کہ کسی جانب کی تعیین جب ہی ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مصلحت اور دوسروں سے ترجیح پائی جائے لیکن ایسے مصلحت آمیز امور ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آیا کرتے خدا ہی جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے جیسا کہ ہم کو اسی نے اس کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی سمجھا دیا کہ ابراہیمی یادگار کا قائم رکھنا مناسب ہے جس نے خدا کی مرضی کے حاصل کرنے کے لئے تمام لوگوں کی ناگوار سختیوں کو بھی برداشت کیا- تاکہ لوگ اس امر کو جان کر کہ خدا اپنے بندوں کے اخلاص کے موافق قدر افزائی کیا کرتا ہے- اخلاص مندی کا سبق حاصل کریں جیسا کہ ہم نے تم کو کعبہ ابراہیمی کی راہنمائی کی ہے- اسی طرح ہم نے تم کو ایک اور نعمت بھی عطا کی ہے وہ یہ کہ تم کو میانہ روش بنایا ہے دنیاوی اور مذہبی امور میں افراط تفریط سے بالکل صاف اور ظلم اور بے جا قومی حمایت سے پاک سچ پوچھو تو یہ خصائل ترقی قومی اور بہبود ملکی کے لئے ضروری ہیں- اسی وجہ سے تم (اصحاب) کو ایسا بنایا کہ تم اور لوگوں پر حکمران[2] ہو- اور رسول جو ان صفات سے ہر طرح کامل اور مکمل ہے تم پر

شان نزول

[1] (سیقول السفھاء) جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لے گئے تو آپ بیت المقدس کی طرف جو انبیاء کا قبلہ رہا تھا قریبا سوا مہینے نماز پڑھتے رہے مگر دل میں یہ شوق غالب تھا کہ میں اپنے باپ سید الموحدین ابراہیم (علیہ السلام) کے کعبہ کی طرف نماز پڑھوں چونکہ اس خواہش کے پورا ہونے پر مخالفین (یہود و نصاری مشرکین عرب چھپے دشمن ان کے بھائی منافقوں) نے شور مچانا تھا اس لئے حکم آنے سے پہلے ہی ان کے حال سے اطلاع دی گئی اور کسی قدر اجمالی تفصیلی جوابات کے بعد تحویل قبلہ کا حکم صادر فرمایا کہ تعمیل میں آسانی ہو-

[2] (لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً) اس آیت کے معنی جمہور مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنے پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ شہادت دنیا کے متعلق ہے یا آخرت میں تفسیر کبیر میں پہلے لوگوں کی تقریر دلیل میں لکھا ہے

الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ

تم پر حاکم بنے اور ہم نے اس قبلہ کو جس کی طرف تو ہے اس لئے تجویز کیا تھا کہ رسول

مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا

کے تابعین کی نافرمانوں سے ممتاز کریں اس میں شک نہیں کہ یہ (انقلاب کعبہ) بہت دشوار

عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ہے مگر ایسے لوگوں پر دشوار نہیں جن کو خدا نے راہنمائی کی ہو اور خدا تمہارا ایمان ضائع نہیں کرنے کا (اس لئے کہ)

حاکم بنے-یہ لوگ ایسے بے ہودہ بکواس ہی میں رہ جائیں گے-اور تم ان کے دیکھتے ہی ترقی کر جاؤ گے-جو تمہاری سچائی کی دلیل ہو گی-رہا ان ظاہر بین نادانوں کا سوال کہ کبھی کسی طرف نماز پڑھتے ہیں اور کبھی کسی طرف سو اس میں بھی کئی ایک مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں جو تمہاری ترقی کے لئے ایک زینہ ہے-یاد رکھیں کہ تیرا اصل قبلہ تو یہی کعبہ ابراہیمی ہے جس پر اعتراض کر رہے ہیں مگر درمیان میں ہم نے اس قبلہ بیت المقدس کو جس کی طرف تو بالفعل متوجہ ہے-اس لئے تجویز کیا تھا کہ رسول اللہ کے مخلص تابعین کو نافرمانوں اور دورخی چال والوں سے ممتاز کریں جو سنتے ہی مان جائے گا وہ اخلاص مند ثابت ہو گا اور جو ایچ پیچ کرے گا اس کی گردن کشی ثابت ہو گی-سچ تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی تمیز بھی نہایت ضروری ہے-اس لئے کہ جب تک کسی قوم کے سب لوگ یک جان ہو کر اپنے مقاصد میں ساعی نہ ہوں تو ترقی مسدود ہوتی ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ انقلاب کعبہ بہت دشوار ہے مگر ایسے لوگوں پر دشوار نہیں جن کو خدا نے راہنمائی کی ہو-اور وہ جانتے ہوں کہ رسول کے احکام ہر حال میں قابل تسلیم ہوتے ہیں-شاباش تم ایمان داروں پر جو اپنے ایمان کی حفاظت دل و جان سے کرتے ہو-خدا بھی تمہارا ایمان اور اعمال صالحہ ضائع نہیں کرے گا کہ خدا سب لوگوں کے حال پر عموما

"فهذه الشهادة اما ان تكون في الاخرة اوفي الدنيا لا تجوز انّ تكون في الاخرة لان الله تعالیٰ جعلهم عد ولا في الدنيا لا جل ان يكونوا شهداء وذلك يقتضي ان يكونوا شهداء في الدنيا وانما قلنا انه تعالیٰ جعلهم عدولا في الدنيا لا نه تعالیٰ قال و كذلك جعلنكم امة وهذا اخبار عن الماضي فلا اقل من حصوله في الحال وانما قلنا ان ذلك يقتضي صيرورتهم شهودا في الدنيا لانه تعالى قال و كذلك جعلنكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس رتب كونهم شهداء على صيرورتهم وسطا ترتيب الجزاء على الشرط فاذا حصل وصف كونهم وسطا في الدنيا وجب ان يحصل وصف كونهم شهداء في الدنيا" (تفسير كبير ج ۲ ص ۳)

یہ شہادت (دو حال سے خالی نہیں) یا تو آخرت میں ہو گی یا دنیا میں (لیکن) آخرت میں تو اس کا ہونا نہیں ہو سکتا-کیوں کہ خدا نے ان کو دنیا میں عادل اس لئے بنایا تا کہ وہ گواہ بنیں-اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں گواہ ہے-اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ خدا نے ان کو دنیا میں عادل کیا-اس کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے وکذالک جعلناکم فرمایا ہے اور یہ خبر واقعہ گذشتہ سے دی گئی ہے- پس کم سے کم اس کا حصول زمانہ حال میں ہونا چاہیے اور یہ جو ہم نے کہا کہ اس سے ان کا دنیا میں گواہ ہونا لازم آتا ہے-اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو امت متوسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر اور رسول تم پر گواہ ہو-اس کلام کو ایسا مرتب کیا جیسے شرط جزا ہوا کرتی ہے-پس جب ان کا وسط ہونا دنیا میں حاصل ہے تو گواہ بھی دنیا میں ہونا واجب اور ضروری ہو گا انتہی

بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٣﴾

خدا لوگوں پر بڑا رحم کرنے والا ہے

اور ایسے مسلمانوں کے حال پر خصوصاً بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے

رہا یہ سوال کہ دنیا میں ان کی گواہی کا کیا مطلب ؟ سو اس کا جواب ان لوگوں کے نزدیک جو اس شہادت کو دنیا کے متعلق مانتے ہیں یہ ہے کہ اس شہادت سے مراد اجماع ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں اس سے آگے چل کر کہا کہ

فثبت ان الاية تدل على ان الا جماع حجة (ج ۲ ص ۱) ثابت ہوا کہ آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہے

بعض لوگ بلکہ اکثر کہتے ہیں کہ یہ شہادت قیامت میں ہو گی۔ جب انبیاء کی امتیں تبلیغ رسل سے انکار کریں گی تو اس وقت امت محمدیہ انبیاء کی طرف سے شہادت دے گی کہ بے شک انہوں نے اپنی اپنی امت کو پہنچادیا۔ اور جناب رسالت مآب اپنی امت کا تزکیہ کریں گے کہ میری امت کے لوگ سچے گواہ ہیں اس مضمون کی ایک حدیث بھی صحیح مسلم میں آئی ہے جو ان معنی کو تقویت دیتی ہے مگر چونکہ پہلے لوگوں کی دلیل بھی قوی ہے۔ اس لئے امام رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں دونوں کو جمع کرنا چاہا اور کہا ہے کہ

”فالحاصل ان قوله تعالىٰ لتكونوا شهداء على الناس اشارة الى ان قولهم عندالا جماع حجت من حيث ان قولهم عند الاجماع يبين للناس الحق ويوكد ذلك قوله تعالىٰ ويكون الرسول عليكم شهيدا يعنى مود يا و مبينا ثم لا يمتنع مع ذالك لهم الشهادة فى الاخرة فيجرى الواقع منهم فى الدنيا مجرى التحمل لانهم اذا اثبتوا الحق عرفوا عنده من القائل ومن الراد ثم يشهدون بذلك يوم القيمة كما ان الشاهد على العقود يعرف ما الذى تم وما الذى لم يتم ثم يشهد بذلك عندالحاكم“ (ج ۲ ص ۱)

حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تم گواہ بنو گے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان کی بات اجماع کے وقت دلیل ہو گی۔ اس لحاظ سے کہ اجماع کے وقت لوگوں کو حق بتادیں گے اور اسی کی تائید کرتا ہے خدا کا فرمانا کہ رسول تم پر گواہ ہو گا۔ یعنی ادا کرنے والا اور بیان کرنے والا۔ یہ ہو کر بھی اجماع حجت ہے اور اس دلیل سے دنیاوی شہادت معلوم ہوتی ہے ممکن ہے کہ قیامت میں بھی ان کی شہادت ہو پس دنیا کی شہادت ان کے حق میں گویا کہ دریافت واقع ہے اس لئے کہ جب انہوں نے دنیاوی شہادت سے ایک امر کو ثابت کیا تو گویا اس وقت وہ ماننے اور نہ ماننے والوں کو جان لیں گے۔ پھر اس بات کی قیامت میں شہادت دیں گے۔ جیسا کہ گواہ وقت بیع عقد تام اور غیر تام کو جانتا ہے پھر اس امر کی حاکم کے پاس شہادت ادا کرتا ہے۔ انتہی۔

میں کہتا ہوں یہ طریق جمع بین الشہادتین جو امام ممدوح نے بیان کیا ہے اس میں ایک طرح کا شبہ ہے۔ کیونکہ امام صاحب نے دنیاوی شہادت کو بمنزلہ تحمل شہادت کے قرار دیا ہے حالانکہ اس شہادت کو اس شہادت سے مباینت ہے۔ اس لئے کہ بعد تسلیم اس امر کے اس آیت سے اجماع کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔ یہ کہنا باقی ہے کہ اجماع مثبت فروعات شرعیہ کا ہوتا ہے اور شہادت اخروی جیسی کہ حدیث مذکور سے ثابت ہے امم سابقہ کے مقابلہ پر ہو گی۔ جن کو فروعات شرعیہ محمدیہ سے کوئی علاقہ نہیں۔ پس جب کہ حسب منشاء امام جمع بین الشہادتین ہی ضروری ہے اور یہ امر ہر حال میں اولیٰ اور انسب ہے کہ اس آیت سے دونوں شہادتیں مراد ہوں تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ شہادت کے معنی گواہی دادن کے لے کر کلام صحیح ہو سکے اس لئے میں نے شہادت کے معنی حکمرانی کے لئے ہیں پس یہ معنی نہ تو حدیث کے خلاف رہے اور نہ امام کے منشاء (جمع بین الشہادتین) کے مخالف ہاں شہادت

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ

تیرے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا ہم دیکھ رہے ہیں پس تجھ کو ہم اسی کعبہ کی طرف پھیریں گے جسے تو پسند کرتا ہے

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ

پس اپنا منہ عزت والی مسجد کی طرف پھیرا کر اور جہاں کہیں تم ہو اپنا رخ اسی کی طرف کیا کرو

تو رحم اور مہربانی اسی کا نام ہے کہ کیے ہوئے کام (نماز روزہ) بھی بلاوجہ ضائع کر دے- چونکہ تیرا مدت سے یہی جی چاہتا ہے کہ کعبہ ابراہیمی کی طرف ہی (جو سب سے اول عبادت خانہ ہے) نماز پڑھے- چنانچہ تیرے منہ کا آسمان کی طرف بانتظار وحی پھرنا ہم دیکھ رہے ہیں نیز تعین جہت سے کوئی یہ غرض نہیں کہ اس جہت کی عبادت کرائی جائے بلکہ عبادت تو ہماری ہے- تعین قبلہ تو صرف ایک عارضی امر ہے پس تجھ کو ہم اس کعبہ کی طرف پھیریں گے جسے تو پسند کرتا ہے- لیجئے بس اب سے آئندہ کو اپنا منہ عزت والی مسجد یعنی کعبہ ابراہیمی کی طرف پھیر[1] کر اور عام مسلمانوں کو بھی اعلان دے دو کہ جہاں کہیں تم ہو نماز کے وقت اپنا رخ اسی کی طرف کیا کرو-

---

کے مصداق متنوع ہوں گے یعنی دنیا میں حکمرانی اور نوع کی ہوگی اور قیامت میں اور قسم کی جیسا کہ عموم مجازیا عموم مشترک (علی تقدیر جوازہ) کی صورت میں ہوا کرتا ہے- رہا یہ سوال کہ شہادت کے معنی حکمرانی ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ مفسر بیضاوی نے ان کنتم فی ریب کی تفسیر میں لکھا ہے کہ شہید حاکم کو بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مجالس میں واسطے تصفیہ مقدمات کے آیا جایا کرتا ہے اور اگر آیت پر غور کیا جائے تو یہی معنی مناسب ہیں- اس لئے کہ تحویل قبلہ کا وقت ایک نہایت اضطراب اور بے قراری کا مسلمانوں کے حق میں تھا- جس میں ان کو ہر طرف سے کس وناکس کے اعتراضات سننے پڑتے تھے- ایسے موقع پر نہایت ضروری تھا کہ انکی گھبراہٹ کے دفع کرنے کو کوئی خبر ایسی فرحت بخش سنائی جاتی جس سے ان کے لئے اس گھبراہٹ کا بہت جلد تبادلہ ہوتا- چنانچہ بعد تدبر ان آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کی تسکین ہر طرح سے مقصود تھی کہیں تو ان کو طمع دی جاتی تھی کہیں انکو کفار کے شر سے بچنے کی تاکید ہو رہی ہے اور بار بار اس امر کی تاکید ہے کہ ضرور اس پر پختہ ہو جاؤ اور کسی کی مت سنو- خدا بھی چاہتا ہے کہ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرے وغیرہ وغیرہ پس شہدا کے معنی حکمران لینا اور اس کو ایک قوم کی دلجوئی بلکہ پیش گوئی قرار دینا سیاق وسباق سے نہایت مناسب بلکہ انسب ہے

آریوں اور عیسائیوں کی غلطی : [1] (اپنا منہ عزت والی مسجد کی طرف پھیرا کر) اس آیت کے متعلق بھی نافہم مخالفوں نے کئی طرح سے دانت پیسے ہیں- سب سے بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ اسلام نے بت پرستی کو رواج دیا جو سچے مذہب کو شایاں نہیں- کس طرح دیا؟ اس طرح کہ کعبہ جو پتھروں کا بنا ہوا مثل ایک بت کے ہے اس کی عبادت کا حکم کیا اور ایسا کیا کہ بغیر اس طرف رخ کرنے کے نماز قبول ہی نہیں ہوتی- دوسرا اعتراض فسخ احکام کے متعلق ہے کہ پہلے حکم کو اٹھانا اس کے ناتجربہ اور لاعلمی پر مبنی ہوتا ہے- اس لئے جائز نہیں کہ احکام خداوندی میں سے کوئی حکم کسی زمانہ میں صادر ہو کر پھر اٹھا دیا جائے جیسا کہ یہاں پر پہلے کعبہ سے دوسرے کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہوا- کیونکہ خدا تو علام الغیوب ہے- یہ خلاصہ ہے- ان دفتروں کا جو ہمارے قدیمی مہربان عیسائی اور ہمسایہ قوم آریہ وغیرہ نے بھرے ہیں- پہلے سوال کا جواب دو طرح سے ہے اجمالی اور تفصیلی اجمالی تو دوٹوک بات ہے کہ شرک اور بت پرستی اسے کہتے ہیں کہ غیر خدا کی عبادت کی جاوے یا کم سے کم اس سے وہ معاملے کئے جاویں جو خدا کے ساتھ ہونے چاہییں- مثلاً امید بھلائی یا دفع ضرر- مگر چونکہ کعبہ کی نسبت اسلام نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا- بلکہ صاف اور صریح لفظوں میں فلیعبدوا رب هذا البیت فرمایا یعنی کعبہ کے خدا کی عبادت کریں- تو اب اسلام کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ کعبہ پرستی اور بت پرستی سکھاتا ہے

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

اور جو لوگ کتاب والے ہیں خوب جانتے ہیں کہ (حکم) واقعی ان کے (اور تمہارے سب کے) مالک کی طرف سے ہے اور خدا ان

عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۞ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ

کے کاموں سے بے خبر نہیں اور اگر تو ان کے پاس ہر طرح کے نشان بھی لاویگا تو جب بھی تیرے قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھیں گے

اس امر کا خطرہ نہ کرو کہ جہال اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تم کو طعن مطعن دیں گے اگر دیں تو کچھ پرواہ نہیں اس لئے کہ جو لوگ کتاب کے جاننے والے ہیں خوب جانتے ہیں کہ یہ (حکم) واقعی ان کے (اور تمہارے سب کے) مالک کی طرف سے ہے- کیونکہ وہ بشہادت توریت و نیز بقرائن خارجہ اسے خوب سمجھتے ہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا نبی اور حضرت موسیٰ کی مانند[1] رسول مستقل ہے- پس جو کچھ وہ حکم کرے گا ممکن نہیں کہ غلط اور باطل ہو گو وہ بوجہ دنیاسازی مانتے نہیں سو یاد رکھیں کہ خدا ان کے کاموں سے بے خبر نہیں- ضد اور تعصب میں تو یہاں تک بڑھے ہوئے ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ہر طرح کے نشان بھی لاوے گا تو جب بھی تیرے قبلہ ابراہیمی کی طرف نماز نہیں پڑھیں گے

سراسر انصاف کا خون کرنا ہے- تفصیلی جواب سے پہلے مسلمانوں کی نماز کا مطلب بیان کرنا بھی کس قدر مفید ہوگا- تاکہ ثابت ہو جائے کہ اسلامی نماز جس پر تمام اہل اسلام فخر کیا کرتے ہیں کہاں تک توحید سے یا شرک سے بھری ہوئی ہے پہلے میں اس (نوٹس) اذان کا مضمون سناتا ہوں جو نماز پنجگانہ کی حاضری کے لئے تجویز ہوا ہے-

کچہری (مسجد) کے دروازہ یا کسی کونے میں چپڑاسی (مؤذن) کھڑا ہو کر بلند آواز سے کہتا ہے کہ

الله اکبر الله اکبر الله اکبر الله اکبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمد رسول الله اشهد ان محمد رسول الله حی علی الصلوة حی علی الصلوة حی علی الفلاح حی علی الفلاح الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله

کہ خدا سب سے بڑا ہے (چار دفعہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں (دو دفعہ) میں اس امر کا شاہد ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (جن کو سوا پیغام پہنچانے کے خدائی میں کسی طرح کا حق نہیں) اے سب سننے والو آؤ نماز پڑھنے کو (دو دفعہ) آؤ عذاب سے رہائی پانے کو (دو دفعہ) اللہ سب سے بڑا ہے (دو دفعہ) سوائے اس کے کوئی معبود برحق نہیں

یہ ہے مضمون اس نوٹس کا جو بانی اسلام (فداہ روحی) نے حاضری دربار کا رب العالمین کے لئے مقرر کیا ہے- سچ ہے

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

اس نوٹس کے الفاظ میں نے نقل کر دیئے ہیں- تاکہ ہر موافق مخالف کو یہ موقع ملے

[1] اس لفظ میں استثناء باب ۱۸ اور اعمال باب ۲۰ کی طرف اشارہ ہے

وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

اور نہ تو ان کے قبلہ کو مانے گا اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے اگر تو باوجود جان لینے

اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ؁۱۴۵

کے ان کی خواہش پر چلا تو بیشک تو بھی اس وقت بے انصاف ثابت ہوگا

اور نہ کسی طرح توان کے قبلہ کو مانے گا- ان کی یہ مخالفت تیری حقانیت میں خلل انداز نہیں ہو سکتی پہلے وہ آپس میں تو فیصلہ کرلیں اس لئے کہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے- یہود نصاریٰ سے مخالف اور نصاریٰ یہود سے- حالانکہ دونوں گروہ توریت کو مانتے ہیں- پھر تجھ سے الجھنے کی کیا وجہ کوئی دلیل ان کے پاس ہے؟ کہ انہیں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی جائے- ہاں نفسانی خواہش تو بے شک ہے اور یاد رکھ کہ اگر تو بفرض محال باوجود جان لینے ان کی اندرونی حالت کے ان کی خواہش پر چلا تو بے شک تو بھی اسی وقت بے انصاف ثابت ہوگا- اصل میں یہ ضد صرف جہلاء اور نیم ملاؤں میں زیادہ ہے-

---

کہ مسجد میں جاکر (خدا کرے کہ سب جائیں) اپنے کان سے سن کر ہماری تصدیق کا اندازہ کرے- اب میں اس نماز کا مضمون سناتا ہوں جس کے لئے یہ اعلان تجویز ہے-

کھڑا ہوتے ہی (بایں خیال کہ میں اس وقت دنیا اور ماسوا اللہ سے علیحدہ ہوں) دونوں ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے کہ

اللہ اکبر- سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الہ غیرك اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم- بسم اللہ الرحمن الرحیم- الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالك یوم الدین- ایاك نعبد وایاك نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

خدا سب سے بڑا ہے (یہ کہہ کر نوکروں اور غلاموں کی طرح دونوں ہاتھ باندھ کر اقرار کرتا ہے) اے خدا تو سب عیوب سے پاک ہے میں تیری تعریف کرتا ہوں بڑی برکت والا ہے تیرا نام اور بلند ہے تیری ذات اور سوا تیرے کوئی معبود نہیں- شیطان مردود سے پناہ میں ہو کر اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اس بات کا صریح لفظوں میں اقرار کرتا ہوں کہ سب تعریفوں کا مستحق خدا ہی ہے جو سب جہان کا پالنہار ہے بڑا بخشنے والا مہربان انصاف کے دن کا حاکم (اس کے بعد مخاطب ہو کر اپنی آرزو کا اظہار کرتا ہے کہ) ہم تیری ہی اے مولا بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے اپنے اڑے کاموں میں مدد چاہتے ہیں تو ہی ہم کو سیدھی راہ پر پہنچا ان لوگوں کی راہ پر پہنچا کہ جن پر تو نے بڑے بڑے انعام واکرام کئے اور نہ ان کی جن پر غصہ ہوا اور نہ گمراہوں کی

اس کے بعد کوئی سورت قرآنی بغرض ربط مخلوق بخالق پڑھ کر **اللہ اکبر** (خدا سب سے بڑا ہے) کہہ کر رکوع میں جاتا ہے اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ **سبحان ربی العظیم** میرا مالک مربی خدا بڑی بزرگی والا ہے (کم سے کم تین دفعہ) پھر سر اٹھاتے ہوئے خدا کی عام قدرت کا اقرار کرتا ہے **سمع اللہ لمن حمدہ** (یعنی خدا سنتا ہے ان کی پکار کو جو اس کی تعریف کرتے ہیں) پھر ساتھ ہی اس کے یہ بھی اظہار ہے **ربنا لك الحمد** اے ہمارے مولا تو ہی سب تعریفوں کا مالک ہے پھر **اللہ اکبر** (خدا سب سے بڑا ہے) کہتا ہوا سجدہ میں جاتا ہے- وہاں تو خوب ہی بن آتی ہے من مانی دعائیں جی میں آئی عرضیں کرتا ہے- **سبحان ربی الاعلیٰ** (پاک ہے رب میرا سب سے بلند) (کم سے کم تین دفعہ) کہہ کر **اللہ اکبر** کہتا ہوا سر اٹھاتا ہے- پھر دوسرا سجدہ بھی اسی کیفیت سے کرتا ہے- یہاں پہنچ کر ایک رکعت ختم ہوئی-

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ تو اس کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو ہاں ایک فرقہ ان میں سے دیدہ دانستہ

لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

حق کی بات کو چھپاتے ہیں حق جو تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو کسی طرح کا شک نہ کیجو

ورنہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب توریت کی سمجھ دی ہے وہ تو اس رسول کو ایسا سچا پہچانیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو جب ہی تو ماننے میں بھی دیر نہیں کرتے ہاں ایک فرقہ نیم ملاؤں کا ان میں سے بے شک دیدہ و دانستہ حق بات چھپاتے ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح حق ظاہر نہ ہونے پائے مگر تو سن رکھ کہ حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو ان کی باتوں سے کسی طرح کا شک نہ کیجو ان کی مخالفت سے کیا ہوتا ہے؟ پڑے مخالفت کریں خدا نے اس دین کو ضرور ہی پھیلانا ہے اور ہم ابھی سے بتلائے دیتے ہیں

اسی کیفیت کی دو تین چار رکعات جیسا وقت ہو پڑھتا ہے۔ سب سے اخیر بیٹھ کر اپنے مالک کی تعریف کے کلمات (جو درج ہیں)

التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید

کہہ کر اور اپنے پیرو مرشد سچے رسول کے حق میں نیک دعا کر کے اور اپنے حق میں بھی کچھ کہہ سن کر نماز سے فارغ ہوتا ہے۔ پس یہ ہے وہ نماز اور وہ عبادت جس کو ایک ناخواندہ (مگر ناخواندوں کے معلم) جنگلی ملک کے رہنے والے (فداہ روحی) نے بالالہام الٰہی تجویز کیا ہے۔ کیا اس میں کوئی کلمہ بھی ایسا ہے کہ جس میں کعبہ کی مدح یا تعظیم ہو۔ پھر اس نماز کو بھی ہمارے نافہم مخالف شرک اور بت پرستی کہیں گے تو اس کے جواب میں ہم سے یہی سنیں گے

پس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا — یا چل کے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

بعد اس کے ہم اپنے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اگر اسلام کو کعبہ پرستی منظور ہوتی اور شرک اور بت پرستی کا رواج مدنظر ہوتا کیا وجہ ہے کہ ساری نماز میں کعبہ کا ذکر تک نہیں نہ اس سے خطاب ہے۔ نہ اس سے استمداد نہ اس کا ذکر نہ اس کا نام۔ پھر کعبہ پرستی ہے تو کہاں ہے؟ میں نہیں جانتا کوئی منصف مزاج اس معروضہ تقریر پر غور کر کے اسلام پر کعبہ پرستی کا الزام لگائیں رہا یہ سوال کہ نماز میں تو بے شک شرک کی بو تک نہیں مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا ہے۔ انسان کو اس امر میں مختار کیوں نہیں کیا گیا کہ جس طرف منہ کر کے چاہتا اپنے مالک کی عبادت کرتا۔ سو اس کا جواب بعد ایک تمہید کے ہم دیتے ہیں وہ یہ ہے

ہمیشہ قاعدہ ہے کہ ایک امر مقصود اصلی کے ساتھ کوئی مقصود تبعی بھی ہوا کرتا ہے مثلاً علم کا پڑھنا مقصود اصلی ہے تو حروف ابجد کا سیکھنا غیر اصلی لازم ہے گو بعد حصول علم حروف ابجد کا خیال تک بھی نہیں رہتا۔ اسی طرح دفع دشمن کے لئے تلوار بندوق کا اٹھانا لازم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے اٹھانے سے بجز تحمل بوجھ کوئی فائدہ نہیں مگر بایں لحاظ کہ یہ بوجھ ایک ضروری کام (دفع دشمن) کے لئے ذریعہ ہے۔ یہی عمدہ اور احسن ہو جاتا ہے اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو امر کسی دوسرے امر کا ذریعہ ہوا کرتا ہے اس کا حسن و قبح اصل ذی ذریعہ کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ یہی تلوار کا اٹھانا

جو بلحاظ اس امر کے کہ یہ تلوار دفع دشمن کے لئے ایک ذریعہ ہے اور احسن اور عمدہ ہے اور اس لحاظ سے کہ کسی بے کس مظلوم پر چلائی جائے تو قبیح ہوتا ہے ہاں اس امر کی پہچان بعض دفعہ مشکل ہو جاتی ہے کہ مقصود اصلی کیا ہے اور تبعی کیا؟ سو اس کے لیے عام قاعدہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو امر ایسا ہو کہ اس کے حصول کے بعد دوسرے کے لیے تردد کرنا باقی رہے اور مقصود سے فارغ البالی نہ ہو تو وہ مقصود اصلی نہیں اور جس کے حصول کے بعد دوسرے کی تلاش نہ رہے تو وہ امر مقصود اصلی ہوگا- مثلاً دوا کا بنانا اور گھوٹنا ایک ایسا امر ہے کہ اس کے حصول پر قناعت نہیں کی جاسکتی جب تک کہ بیمار کو بھی شفا نہ ہولے- ہاں اگر بغیر دوانوشی کے مرض سے عافیت ہو جائے تو دوا کا مطلق خیال بھی نہیں ہوتا- ہماری اس تقریر سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ مقصود اصلی کسی حال میں متروک اور مفرد غ عنہ نہیں ہو سکتا پس اب ہمیں پہلے یہ دیکھنا ہے کہ تعین جہت کو اسلام نے کوئی مقصود اصلی قرار دیا ہے- یا تبعی بعض مواقع پر اس حکم کا ساقط ہو جانا صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی امر اصلی نہیں- مثلاً جنگ کی حالت میں بشدت خوف جدھر رخ ہو نماز پڑھتے جانا خواہ کعبہ کی طرف پیٹھ بھی ہو- اس امر کو ثابت کر رہا ہے کہ کعبہ کی طرف توجہ کرنا مقصود اصلی نہیں بلکہ صرف اس امر کے لیے ہے کہ مسلمانوں میں جیسا کہ معنوی اتحاد ہے صوری موافقت بھی حاصل رہے- یہی وجہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے جو اختیار دینے کی صورت میں متصور نہ تھا کیونکہ جب ہر ایک کو اختیار ملتا اور اس بات کا مجاز ہوتا کہ دوسرے کے منہ کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ ایک مشرق کو رخ کرے تو دوسرا مغرب کو تیسرا جنوب کو چوتھا شمال کو- تو یہ فائدہ جو یک جہتی سے حاصل ہے نہ ہوتا- پس یہی وجہ اس کے تبعی مقصود ہونے کی ہے- یہ تقریر بالخصوص اس وقت بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ نماز کے معانی اور مطالب ذہن نشین کر کے یہ دیکھا جائے کہ اس میں تو کسی جہت یا کعبہ کا نام تک بھی نہیں پس اگر یہ مقصود اصلی ہوتا تو اصلی عبادت کے طریق اور اس کے الفاظ میں اس کا ذکر ہوتا- کیونکہ بغیر مقصود کسی کام کا کرنا کون نہیں جانتا کہ علاوہ لغو ہونے کے تضیع اوقات اور بے ہودہ پن ہے- پس ہماری ہمسایہ قوم آریہ اور عیسائی وغیرہ اسلام کے مخالف ہماری اس تقریر پر غور کریں اور نتیجہ سے ہمیں اطلاع دیں- اگر کچھ شبہ ہو تو تمام قرآن میں تلاش کر کے کوئی آیت اس مضمون کی نکالیں جس سے ثابت ہو کہ نماز میں کعبہ کی پرستش ہے- نہ ملنے پر ہم آپ سے صرف ایک چیز چاہتے ہیں جو نہایت آسان ہے گو کسی مخالف حق کے حق میں مشکل اور گراں سے گراں ہے- وہ وہی ہے جس کا پیارا نام "انصاف ہے" جو انسان کو ہر ایک جگہ عزت دلاتا ہے اور اعزاز سے یاد کراتا ہے رہا یہ سوال کہ کعبہ کی جہت کیوں مقرر ہوئی اور طرف کیوں نہ ہو گئی؟ مانا کہ نماز میں شرک نہیں اور نہ تعین جہت شرک ہے لیکن اتنا تو ہے کہ اور اطراف بھی اس کے مساوی ہیں آخر اس میں کیا ترجیح ہے جو اس کو اختیار کیا گیا- کیا ترجیح بلا مرجح محال نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جہت میں سب سے بڑھ کر ایک ایسی ترجیح پائی جاتی ہے جو ہم خرما و ہم ثواب کی مصداق ہے- یعنی یہ کعبہ ایک بڑے نامور سید الموحدین اس نیک بندے کا بنایا ہوا ہے جس نے خدا کی محبت اور توحید کے اختیار کرنے کی وجہ سے اپنے بیگانے سے وہ تکالیف دیکھی تھیں جن کا نمونہ آج کل تمام دنیا میں نہ مل سکے پس ایسے شخص کی یادگار دل میں قائم رکھنے کی غرض سے کعبہ مقرر کیا گیا- تاکہ اور لوگوں کو بھی اخلاص مندی اور توحید کا اس سے سبق حاصل ہو اسی حکمت سے حضور اقدس (فداہ روحی) کا دل تڑپتا تھا کہ میں کعبہ ابراہیمی کی طرف نماز پڑھوں ورنہ اس میں کچھ شک نہیں کہ کعبہ بھی مثل اور جہت کے ایک جہات ہے- ہاں کوئی وصف ہے تو یہ ہے

بگفت ا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم

رہا اعتراض نسخ احکام کے متعلق سو اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ یعنی حکم سابق کا اٹھا دینا یہ دو طرح پر ہے- ایک تو جس طرح سے حکام زمانہ کوئی قانون بعد ترویج بدلتے ہیں جس کی بابت پہلی ترتیب کے وقت ان کو علم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا خرابی ہوگی؟ جس کے سبب سے اس میں کچھ تغیر آئے گا- دوسری قسم طبیب کی تبدیلی نسخہ جات کی طرح ہے کہ رفتہ رفتہ بتدریج طبیعت کو درستی پر لاتا ہے منضج دے کر مسہل تجویز کرتا ہے- ان دو قسموں میں اول تو بے شک حاکم کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے- مگر قسم دوئم بجائے لاعلمی کے کمال علمی بتاتا ہے- اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اہل اسلام کون سے نسخ کے قائل ہیں؟ قسم اول کے حاشا و کلا (ہرگز نہیں) ان کی پاک کتاب کی تعلیم ہے **یعلم مابین ایدیھم و ما خلفھم** اور **انہ علیم**

بذات الصدور بھلا اس صریح تعلیم کے خلاف وہ کیونکر کہہ سکتے ہیں ؟ اور اگر کہیں بھی تو یہ اعتراض ان پر ہو گا نہ کہ اسلام پر۔ قسم دوم کے البتہ جمہور اہل اسلام معترف ہیں۔ کتب اصول میں لکھا ہے کہ

النسخ هو بيان لمدة الحكم المطلق الذى كان معلوما عندالله الا انه اطلق فصار ظاهره البقاء فى حق البشر فكان تبديلا فى حقنا بيانامحضا فى حق لصاحب الشرع (نور الا نوار ص ۲۰۸)

"نسخ صرف ایک مدت کا اظہار ہوتا ہے جو کسی حکم بلا قید میں مراد ہوتی ہے اور اللہ کو معلوم ہے کہ حکم فلاں وقت تک رکھوں گا مگر بظاہر اس کو غیر مفید فرمادیتا ہے۔ جس سے لوگ اس کو دوامی سمجھ جاتے ہیں۔ پس اسی وجہ سے وہ ہمارے خیال میں پہلے حکم کی تبدیلی ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک وہ صرف ایک مدت کا اظہار ہوتا ہے"

پس ایسے نسخ سے نہ تو اللہ کے علم میں کوئی نقصان آتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اعتراض ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ابتدائے اصلاح قوم میں مسلمان کو کیا کیا دقتیں پیش آیا کرتی ہیں کبھی وہ مشکل سے مشکل کام بھی کر گزرتے ہیں اور کروالیتے ہیں اور کبھی آسان سے آسان بھی بوجہ کسی مصلحت اور حکمت کے ان سے نہیں ہو سکتے ایک شخص کے خیالات کا اندازہ کرنا اور اس کی طبیعت مدت سے بگڑی ہوئی کو اصلاح پر لانا ہاتھ پر انگار لینا ہے تو پھر ایک قوم کی قوم کو یک دم پلٹا دلانے میں کیا کیا دقتیں نہ پیش آتی ہوں گی ؟ سچ ہے اور بالکل سچ ہے

پانی میں ہے آگ کا لگانا دشوار بہتے دریا کا پھیر لانا دشوار
دشوار تو ہے مگر نہ اتنا جتنا بگڑی ہوئی قوم کا بنانا دشوار

ایک حدیث میں جو امام مسلم نے نقل کی ہے مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کی مشرکانہ عادت دیکھ کر قبرستان کی زیارت سے منع فرمایا تھا اور بعد اصلاح اجازت دیدی اور انکے بخل کے مٹانے کی غرض سے قربانیوں کے گوشت تین دن زائد رکھنے سے منع کر دیا تھا جس کی بعد میں اجازت دیدی ایسا ہی شراب کے برتنوں میں بھی کھانا پینا منع کیا تھا مگر بعد میں ان کے استعمال کی اجازت بخشی اس حدیث سے ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ اسلامی نسخ بے علمی پر مبنی نہیں بلکہ کمال دور اندیشی کی خبر دیتا ہے ہمارے خیال میں ایسے مصلح اور ریفارمر کی کسی پالیسی (حکمت عملی) یا دوسرے لفظوں میں نسخ پر کوئی اعتراض کرنا گویا ثابت کرنا ہے کہ اصول ریفامری سے ناواقف ہیں سچ ہے سخن شناس نئی دلبر اخطا اینجاست اسلامی نسخ جس قدر کہ ہے اس قسم کا ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض مفسرین نسخ بتلانے میں ذرا جلدی بھی کر جاتے ہیں سو جس نے آیات منسوخہ کی صحیح تعداد اور ان کے متعلق محققانہ بحث دیکھنی ہو وہ رسالہ **الفوز الکبیر** مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کا مطالعہ کرے تمام تلاش میں شاید کوئی آیت منسوخ ملے گی۔ واللہ اعلم

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۔ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ

اور ہر ایک کے لئے ایک جانب ہے وہ اس کی طرف (اپنا رخ) پھیرے گا پس تم نیکیوں کے کرنے میں جلدی کرو جہاں کہیں تم ہو گے اللہ تم سب کو (ایک جگہ) لے

اللّٰهُ جَمِيْعًا ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

آوے گا بیشک اللہ سب کام کر سکتا ہے اور جہاں سے نکلے تو اسی عزت والی

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

مسجد کی طرف اپنا منہ پھیر کہ وہی سچا حکم تیرے رب کی طرف سے ہے اور خدا تمہارے کاموں سے غافل نہیں

ہر ایک فرقہ کے لیے ایک جانب کعبہ کی مقرر رہے- وہ فرقہ اس جہت کی طرف اپنا رُخ ضرورل پھیرے گا- جنوب شمال مشرق مغرب تمام اطراف کے لوگ اپنی اپنی طرف سے کعبہ کی طرف نماز پڑھیں گے جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت اطراف میں ہو گی ہاں اس میں شک نہیں کہ ابتداء میں تم کو کسی قدر تکلیف ہو گی سو کچھ حرج نہیں تکلیف میں بہت بڑا اجر ہے- پس تم اس سے مت ڈرو بلکہ ایسی نیکیوں کے کرنے میں جلدی کرو اور یہ وہم مت لاؤ کہ مشرق مغرب کے لوگ اس کعبہ میں کیونکر آویں گے اور کیونکر آپس میں ملیں گے- اس لئے جہاں کہیں تم ہو گے اللہ تم سب کو ایک جگہ لے آوے گا بے شک خدا سب کام کر سکتا ہے- یہ کام خدا کے سپرد کر اور اس کی تعمیل ارشاد میں مصروف ہو اور مدینہ سے باہر جہاں سے نکلے اور نماز پڑھنے لگے تو اسی عزت والی مسجد یعنی کعبہ شریف کی طرف اپنا منہ پھیر اس لئے کہ وہی سچا حکم تیرے مالک کی طرف سے ہے اور جان لو کہ خدا تمہارے کاموں سے غافل نہیں- اس تکلیف کا یہ بدلہ تم کو ضرور دے گا-

ل (اپنا رخ ضرور پھیرے گا) اس آیت کے معنی بتلانے میں مفسرین کا قدرے اختلاف ہوا ہے- بعض کہتے ہیں ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے- جو وہ اپنا منہ اس طرف پھیرتا ہے مثلاً یہودی ایک طرف عیسائی ایک طرف مشرکین عرب ایک طرف حالاں کہ بہتر وہی جہت ہے جو خدا کے حکم سے ہو پس تم کعبہ کی طرف منہ کرو جو منشاء ایزدی کے موافق ہونے کی وجہ سے ہر طرح سے افضل اور فائق ہے بعض کہیں ھو کی ضمیر خدا کی طرف پھیرتی ہے پس اس توجیہہ پر آیت کے معنی دو طرح سے ہوں گے ایک تو یہ کہ ہر ایک کے لیے جہاں والوں سے ایک رخ ہے کہ خدا نے ان کو اس طرف پھیرا ہے- مثلاً یہود کو ایک طرف اور عیسائیوں کو ایک طرف دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ ہر ایک کے لئے تم مسلمانوں سے کعبہ کی ایک جہت ہے کہ خدا تم کو اس طرف پھیرے گا- ان معانی کا مفصل ذکر تفسیر کبیر میں مرقوم ہے من شاء فليرجع اليه جو معنی میں نے کئے ہیں وہ بہیئت کذائی کسی کے کئے ہوئے تو میری نظر سے نہیں گزرے- لیکن انہی وجوہ مذکورہ سے مستنبط ہو سکتے ہیں میں نے کل کا مضاف الیہ مخاطب یعنی مسلمان لئے ہیں- اور ھو کی ضمیر کل کی طرف ہی پھیری ہے جو متبادر ہے یہ سب اس لئے کیا کہ ان معنی میں ایک قسم کی پیشین گوئی ترقی اسلام کے متعلق معلوم ہوتی ہے جو ایسی گھبراہٹ کے زمانہ میں مناسب بلکہ انسب ہے- جیسی کہ سيهزم الجمع ويولون الدبر اور جنگ خندق میں آپ نے عین گھبراہٹ کے وقت ایک روشنی دیکھ کر صحابہ کو تسلی فرمائی کہ مجھے روم شام کا ملک دکھایا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ یہ ملک میری امت کو ملے گا چنانچہ یہ پیشین گوئی معہ ان دو پیش گوئیوں کے خدا کے فضل سے پوری ہو گئیں-- فالحمد للہ علی ذالک

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

اور جہاں سے تو نکلے پس اسی مسجد عزت والی کی طرف اپنا منہ پھیر لو اور تم جہاں کہیں ہوؤ

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۙ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا

اسی طرف اپنا منہ پھیریو تاکہ لوگوں کا جھگڑا تم سے نہ رہے ہاں جو ان میں سے کج رو ہیں

مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۰﴾

سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کرو اور تاکہ تم راہ پر پہنچو

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ

جیسا کہ ہم نے تمہارے پاس رسول تمہاری جنس کا بھیجا ہے جو ہماری آیتیں تم پر پڑھتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ

کتاب اور تہذیب سکھاتا ہے اور وہ باتیں تم کو سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ پس تم میری یاد کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا

وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿۱۵۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ

اور میرا شکریہ ادا کرو اور ناشکری مت کیجو۔ اے مسلمانو تم صبر اور نماز۔ سے مدد چاہا کرو

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۳﴾

بے شک خدا صابروں کے ساتھ ہے

اور اس لئے ہم بار بار بتلاتے ہیں کہ جہاں سے تو نکلے پس اسی مسجد عزت والی کی طرف نماز میں اپنا منہ پھیر لو۔اور تم بھی مسلمانو جہاں کہیں ہوؤ نماز پڑھتے ہوئے اسی طرف منہ اپنا پھیرو تاکہ لوگوں کا جھگڑا تم سے نہ رہے کہ دعوی ملت ابراہیمی کا کریں اور کعبہ ابراہیمی کو چھوڑ دیں۔ہاں جو ان میں سے بالکل ہی کج رو ہیں سو ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو تاکہ تم ترقی کرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور تاکہ تم خدا کی راہ پر پہنچو۔یہ نعمت یہ کامیابی بھی کوئی کم چیز نہیں بلکہ ویسی ہی جیسا کہ ہم نے تمہارے پاس ایک رسول تمہاری جنس کا بھیجا ہے جو ہماری آیتیں تم پر پڑھتا ہے اور کدورت باطنی مثل شرک کفر کینہ نفاق وغیرہ سے تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب آسمانی اور تہذیب روحانی سکھاتا ہے اور علاوہ اس کے ضروری ضروری وہ باتیں بھی تم کو سکھاتا ہے جو پہلے اس سے تم نہیں جانتے تھے بڑی بھاری اخلاقی بات جو تم ہمارے رسول سے سیکھتے ہو طریقہ ذکر ہے۔اس لئے کہ بہت سے لوگ اسی میں بھولا کرتے ہیں پس تم اسی طریقہ معلومہ سے میری یاد کیا کرو میں بھی اس کے عوض میں تمہیں انعام خاص سے یاد کروں گا اور اس ہدایت کا احسان مان کر میرا شکریہ ادا کرو اور ناشکری مت کرو کہ اس طریقہ محمدیہ کو چھوڑ کر نئی نئی راہیں نکالنے لگو اور جس طریق سے ہمارے پیغمبر نے تم کو تعلیم نہیں کی اس طور سے ذکر کرنے لگ جاؤ کیوں کہ الٰہی معلم کے طریق کو چھوڑنا بڑی بھاری ناشکری ہے۔اس میں شک نہیں کہ ذکر شکر بھی ایک مشکل کام ہے مگر اس کے لئے ایک آسان طریق ہم بتلاتے ہیں پس اے مسلمانو تم صبر اور نماز سے مدد چاہا کرو یعنی تکلیفوں کے وقت صبر کے خوگیر ہو جاؤ اور ہر وقت اس کا خیال رکھو اور جب کبھی تکلیف ناگہانی آجاوے تو نفل پڑھ کر دعا کیا کرو۔ان دونوں کے استعمال اور مزاولت سے تم پکے ذاکر شاکر بن جاؤ گے۔اس لئے کہ ان دونوں کاموں پر بہت سے آثار باطنی فیضان ہوتے ہیں بڑی بات تو یہ کہ بیشک خدا کی مدد ہر وقت صابروں کے ساتھ ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں مردے مت کہا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ

اور آئندہ تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک اور مال و جان اور پھلوں کے نقصانات سے تجربہ کار بنا دیں گے

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

اور تو ایسے صبر والوں کو خوشخبری سنا- جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی ملک ہیں اور بلاشبہ ہم اسی کے حضور میں جانے کو ہیں-

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

انہیں لوگوں پر ان کے رب کی شاباش ہے اور رحمت اور یہی لوگ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں-

تمہارے صبر کے نشانوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی بندوں کے مرنے پر واویلانہ کیا کرو- اور خاص[۱] کر ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے قتل ہوتے ہیں مردے مت کہا کرو اس لئے کہ جب آپس میں تم بول چال کرتے ہوئے کہتے ہو کہ فلاں مر گیا فلاں قتل ہوا تو اس کہنے سے تمہیں ایک قسم کا بے اختیاری قلق ہوتا ہے پس ایسا کہنا ہی چھوڑ دو- بلکہ یہ سمجھو کہ وہ زندہ ہیں اور اگر غور کیا جائے تو زندہ ہی ہیں اس لئے کہ جو زندگی کا حاصل ہے ان کو بطریق احسن حاصل ہے اور ہر طرح کے عیش و آرام میں ہیں لیکن تم اس کی کیفیت نہیں جانتے کہ کس قسم کا ہے کیونکہ تمہاری نظر سے غائب ہیں سچ پوچھو تو صبر ایک عجیب ہی وصف جامع کمالات ہے- اس لئے ہم تم کو صبر کی ہدایت کرتے ہیں اور آئندہ تمہیں کسی قدر دشمنوں کے خوف اور بھوک یعنی تنگی معاش اور مال و جان اور پھلوں کے نقصانات سے تجربہ کار بنا دیں گے جو ایسے وقت میں کامیاب ہوں گے انہیں کے حق میں اپنے رسول کو ہدایت کرتے ہیں کہ تو ایسے صبر والوں کو خوشخبری سنا جو مصیبت کے وقت بجائے بے ہودہ شور و غل کرنے کے بجوش دل کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی ملک ہیں جس طرح چاہے ہم میں تصرف کرے ہمیں کوئی عذر نہیں اور ہو بھی کیسے جب کہ بلاشک ہم اسی کے حضور جانے کو ہیں تو جیسا کچھ ہو گا وہاں کھل جائے گا سچ تو یہ ہے کہ انہیں لوگوں پر ان کے رب کی شاباش ہے اور رحمت ہو گی اور یہی لوگ سیدھی دانائی کی راہ پر چلنے والے ہیں کیونکہ یہ کمال دانائی ہے کہ ماتحت اپنے افسر سے بگاڑے نہیں اگرچہ اس کی طرف سے کیسی ہی تکلیفیں پہنچیں سب کو بڑی خوشی سے اٹھائے بالخصوص ایسا افسر جو تمام اختیارات کاملہ رکھتا ہو- دیکھو ہم تمہیں اس صبر کے متعلق ایک حکایت سناتے ہیں کہ جب حضرت اسمٰعیل کی والدہ ماجدہ نے جس وقت ابراہیم (علیہ السلام) اس کو بحکم خداوندی جنگل میں چھوڑ گئے تو اس نے صبر و شکر سے کام لیا اور جب اسے پیاس کی سخت تکلیف پہنچی تو وہ بے چاری پانی کی تلاش میں ان دونوں پہاڑیوں پر جو شہر مکہ کے قریب ہیں جن کا نام صفا مروہ ہے دوڑنے لگی-

---

شان نزول

[۱] (ولا تقولوا) جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے تھے ان کے وارث حسب طبیعت انسانی ان کا رنج رکھتے تھے اور ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے کہ فلاں شخص مر گیا فلاں قتل ہوا ان کو ملال ہوتا تھا- ادھر کفار نے بھی یہ کہنا شروع کیا کہ یہ لوگ ناحق ایک شخص (محمد) کے پیچھے ہو کر جان دیتے ہیں- اس لئے مسلمانوں کو شہداء کے مردہ کہنے سے جو ان کے حق میں باعث رنجیدگی کا ہو روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی-

إِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ

صفا اور مروہ بیشک خدا کی نشانیاں ہیں پس جو کوئی حج یا عمرہ کو آوے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ

وہ ان دونوں (پہاڑوں) کے گرد بھی پھرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو کوئی ثواب کمائے گا تو اللہ بڑا قدردان

شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ

جاننے والا ہے- جو لوگ ہمارے اتارے ہوئے کھلے احکام اور ہدایت چھپاتے

وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ

ہیں بعد اس کے جو ہم نے اس کو کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کردیا تو ایسے لوگوں کو خدا لعنت کرتا ہے اور تمام

وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰٓئِكَ

لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں- ہاں جنہوں نے توبہ کی اور عمل اچھے کئے اور (پہلی غلطیاں) بیان کردیں تو ان لوگوں پر

أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ

میں رحم کرتا ہوں

کہ کہیں سے پانی ملے اس وقت کی اس صابرہ کی یہ دوڑ ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ علاوہ ان احسانات کے جو اس وقت اس پر اور اس کے بچے پر کئے ہم نے عام طور پر اس صابرہ کا صبر جتلانے اور اس پر اپنی خوشی کا اظہار کرنے کو اعلان کر دیا کہ صفا[1] اور مروہ دونوں پہاڑیاں بیشک خدا کی قبولیت کی نشانیاں ہیں پس جو شخص دیکھنا چاہے کہ خدا صبر پر بھی کچھ بدلہ دیتا ہے- وہ صفا مروہ کو دیکھ لے- یہاں سے اس کو اسمٰعیل اور اس کی والدہ کا قصہ معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے کیونکر اس کو صبر کا بدلہ دیا کہ عموماً اس کی نسل سے تمام عرب کو آباد کیا پھر اسی پر بس نہیں کی- بلکہ اس کے پانی کی تلاش والی چال ان دو پہاڑیوں میں ہمیں یہاں تک بھلی معلوم ہوئی کہ ہم نے عام طور پر لوگوں کو حکم دیا کہ جو کوئی حج یا عمرہ کرنے کو آئے وہ ان دونوں پہاڑیوں کے گرد بھی پھرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے جو کوئی ایسے ثواب بھی کمائے گا تو ضرور خدا اس کو بدلہ دے گا اس لئے کہ اللہ تو بڑا قدر دان اور ان کو جاننے والا ہے- باوجود اس کے بعض لوگ خبیث النفس ایسے بھی ہیں کہ ہمارے احکام متعلقہ صبر وغیرہ عوام سے چھپاتے ہیں صاف طور پر بیان نہیں کرتے سو یاد رکھو کہ جو لوگ ہمارے[2] اتارے ہوئے کھلے کھلے احکام اور ہدایت لوگوں سے چھپاتے ہیں بعد اس کے جو ہم نے اس کو کتاب میں لوگوں کے لئے بیان بھی کر دیا تو ایسے ہی لوگوں کو خدا لعنت کرتا ہے اور تمام دنیا کے لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں- ہاں جنہوں نے اس گناہ سے توبہ کی اور آئندہ کو عمل اچھے کئے اور اپنی پہلی غلطیاں بیان بھی کر دیں تو ان لوگوں پر

شان نزول

[1] مدینہ کے لوگوں نے زمانہ کفر میں صفا مروہ پر دو بت رکھے تھے اور ان کا طواف کیا کرتے تھے جب اسلام لائے تو انہوں نے ان بتوں کے طواف کو تو برا سمجھا ہی تھا یہاں تک ان سے بیزار ہوئے کہ صفا مروہ (جن پر وہ بت رکھے تھے) کے درمیان سعی کرنا بھی انہوں نے حرام جانا- انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- ابن کثیر

[2] یہود و نصاریٰ کے علماء سچی باتوں کو اکثر لوگوں سے چھپاتے تھے جس سے غرض ان کی محض لوگوں کو خوش کرنا تھا- انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- علماء اسلام اس سے متنبہ ہوں کہ تھوڑی تھوڑی اغراض نفسانی کے لئے حق پوشی نہ کیا کریں ورنہ ان میں اور ان میں کیا فرق ہو گا؟

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ
اور میں بڑا ہی رحم والا مہربان ہوں ہاں جو لوگ منکر ہوئے اور حالت کفر ہی میں مرے تو ان پر اللہ

عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ
اور فرشتوں اور سب بندوں کی طرف سے لعنت ہے اسی میں ہمیشہ رہیں گے

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ
نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کو مہلت ہی ملے گی۔ اور تمہارا سب کا خدا ایک ہی ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
اس کے سوا کوئی بھی خدا نہیں وہ بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے۔ آسمان اور زمین کی پیدائش اور

اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ
رات دن کی تبدیلی میں اور ان جہازوں میں جو سمندر میں لوگوں کے نفع کو چلتے ہیں

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ
اور اللہ کے آسمان سے اتارے ہوئے پانی میں جس سے زمین کو

میں بھی رحم کرتا ہوں اور میں ہمیشہ سے بڑا ہی رحم والا مہربان ہوں جو کوئی مجھ سے ڈر کر ذرا بھی جھکے تو میں اس کو فوراً اپنی رحمت میں لے لیتا ہوں۔ ہاں جو لوگ شریر اور متکبر ہیں کہ میری کتاب اور رسول سے منکر ہوئے اور تمام عمر بھی اس سے باز نہ آئے بلکہ اسی حالت کفر ہی میں مرے تو ان پر اللہ اور اللہ کے فرشتوں اور سب نیک بندوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اسی لعنت کے وبال میں ہمیشہ رہیں گے نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ عذر داری کے لیے ان کو مہلت ہی ملے گی کیونکہ ان کا جرم بھی تو بہت بڑا ہے کہ توحید اور خداوندی احکام سے منکر ہیں اور اوروں کو خدا بناتے ہیں حالانکہ تمہارا سب[1] کا خدا ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی بھی خدا نہیں وہ بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے جس کی انہوں نے قدر نہ کی بلکہ بجائے شکر گزاری کے ناشکری کو پسند کیا تو کیسی نادانی کی۔ بھلا ایسے خدا مالک الملک کا بھی کوئی انکاری ہو سکتا ہے کہ جس کے وجود کی شہادت چاروں طرف سے آتی ہے۔ آسمان[2] اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کی تبدیلی میں اور ان جہازوں میں جو سمندر میں لوگوں کے نفع کو چلتے ہیں اور اللہ کے آسمان سے اتارے ہوئے پانی میں جس سے زمین کو بعد خشکی کے تازہ کرتا ہے۔

شان نزول

[1] مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ جس خدا کی عبادت کو ہمیں بتلاتے ہیں اس کا کچھ حال تو بیان کیجئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

[2] اس سے پہلی آیت سن کر مشرکوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہتا ہے کہ خدا ایک ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ

بعد خشکی کے تازہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے پھیرنے میں

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنَ

اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے ہوئے ہیں بے شک عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں اور بعض

النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ

لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے سوا اور معبود بناتے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی خدا سے چاہیے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ

جو مومن ہیں وہ دلی لگاؤ سب سے زائد اللہ کے ساتھ رکھتے ہیں اور اگر ظالم اپنے عذاب کی گھڑی کو دیکھیں (تو جان جائیں کہ) توانائی سب اللہ ہی

الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ

کو ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ جس وقت پیشوا اپنے پیروکاروں سے

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝

بیزار ہو جائیں گے اور عذاب دیکھیں گے اور آپس کے سب علاقے ٹوٹ جائیں گے

اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے اور ہوا کے ادھر ادھر پھیرنے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے ہوئے ہیں بے شک عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ان اشیاء کے ہیر پھیر سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ واقعی ان کا بنانے والا واحد لاشریک ہے اور وہی لائق عبادت ہے مگر باوجود ایسے نشانوں کے بھی بعض لوگ ایسے احمق ہیں کہ اللہ کے سوا اور معبود بناتے ہیں یہ نہیں کہ ان کو اپنا خالق سمجھتے ہوں یا رزاق جانتے ہوں نہیں طرفہ تو یہی ہے کہ رزق کا مالک ایک ہی خدا کو جانتے ہیں۔ باوجود اس کے ان بناوٹی معبودوں سے ایسی محبت اور دلی لگاؤ کرتے ہیں۔ جیسی خدا سے چاہیے یہ بھی تو ایک قسم کا شرک ہے کہ خدا کی سی محبت اوروں سے کی جائے یہی وجہ ہے کہ جو مومن ہیں وہ دلی لگاؤ اور قلبی خلوص سب سے زائد اللہ کے ساتھ رکھتے ہیں کیوں کہ وہ اپنی کمال دور اندیشی سے جانتے ہیں کہ ہمارا جس قدر تعلق خدا کے ساتھ ہے اتنا کسی اور سے نہیں۔ ہماری عزت' ذلت' غربت' امارت سب اسی کے قبضہ میں ہے بخلاف پہلے لوگوں کے جو اوروں میں بھی کچھ طاقت کارروائی کی سمجھتے ہیں۔ اس بیوقوفی کا انجام آخرت میں تو دیکھ ہی لیں گے اگر ابھی سے یہ ظالم اپنے اس باطل عقیدے کی سزا اور عذاب کی گھڑی کو دیکھ لیں تو جان جائیں کہ بے شک ہم غلطی میں ہیں کہ اوروں میں بھی توانائی سمجھتے ہیں اب معلوم ہوا کہ توانائی سب اللہ ہی کو ہے۔ اور سوائے اس کے کسی کو نہیں اگر ہوتی تو وہ ہم کو اس مصیبت سے ضرور ہی بچا لیتے ایسے مشکل وقت میں قدر معلوم ہو گی اور یہ بھی معلوم ہو گا کہ واقعی اللہ کا عذاب سخت ہے ابھی تو یہ احمق اپنے شرک کی بلا میں پھنسے ہوئے کچھ نہیں سمجھتے۔ لطف تو جب ہو گا کہ جس وقت ان کے جھوٹے پیشوا اپنے پیروکاروں سے بیزار ہو جائیں گے اور سامنے سے عذاب دیکھیں گے اور آپس کے علاقے ان کے سب ٹوٹ جاویں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ

اور پیروکار بول اٹھیں گے کہ اگر ہم ایک مرتبہ پھر جائیں تو ضرور ہی ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہوں جیسے کہ یہ ہم سے ہوئے

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ

ایسا ہی اللہ ان کے اعمال ان کو دکھائے گا کہ افسوس کریں اور آگ سے کہیں نہ نکل

النَّارِ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

سکیں گے- اے لوگو کھاؤ دنیا کی حلال پاکیزہ چیزیں اور شیطان کے پیچھے مت

الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ

جاؤ وہ تمہارا صریح دشمن ہے- وہ بجز بداخلاقی اور بے حیائی کے کوئی بھی راہ تم کو نہیں بتلاتا اور یہ (سکھاتا ہے) کہ

تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا

تم اللہ کی نسبت ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے- اور جب کوئی ان سے کہنے لگے کہ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب) کی پیروی کرو تو کہہ دیتے

بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ

ہیں کہ ہم تو اسی راہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا

اور پیروکار مرید تنگ آکر بول اٹھیں گے کہ اگر ہم دنیا میں ایک مرتبہ پھر جائیں تو ضرور ہی ہم بھی ان دغابازوں سے ایسے ہی بیزار ہوں جیسے کہ یہ ہم سے ہوئے اور کبھی بھی تو ان کی نہ سنیں- چاہے کتنا ہی زور لگائیں مگر اس وقت کا افسوس کیا مفید ہو گا؟ ایسا ہی کئی دفعہ اللہ ان کے اعمال قبیحہ ان کو دکھائے گا کہ اپنی بد کرداری پر حسرت اور افسوس کریں اور ہمیشہ ہی ان کو جہنم میں رکھے گا جس کی آگ سے کبھی بھی نکل نہ سکیں گے بعض لوگ اپنی غلط فہمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ سے محبت جب ہی ہوتی ہے کہ تمام کاروبار دنیاوی اور لذیذ اشیاء کو ترک کریں ورنہ نہیں سو ایسے لوگوں کی غلط فہمی دور کرنے کو ہم عام طور پر اعلان کر دیتے ہیں کہ اے لوگو کھاؤ اور پیو دنیا کی حلال اور پاک چیزیں- ایسی جائز لذت اٹھانے میں کوئی حرج اور ممانعت نہیں- ہرج تو اس میں ہے کہ اس کھانے میں غرور ہو سو تم ایسا مت کرو اور شیطان کے پیچھے مت جاؤ- کیوں کہ وہ ضرور تمہارا صریح دشمن ہے کبھی تم سے بہتری سے پیش نہ آئے گا بلکہ ہمیشہ تمہاری برائی ہی کی تدبیریں سوچے گا اور سوچتا ہے کیونکہ وہ بجز بد اخلاقی اور بے حیائی کے کوئی بھی تم کو راہ نہیں بتلاتا ہمیشہ بری بری باتیں سکھلاتا ہے سب سے بری یہ بات سکھاتا ہے کہ تم اللہ کی نسبت ایسی بیہودہ بات کہو جسے تم خود بھی یقیناً نہیں جانتے چنانچہ تم سے اللہ کا شریک اور ساجھی کہلواتا ہے اور اس کی اولاد کی تلقین کرتا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے حالانکہ تم بھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کا کوئی ساجھی یا اولاد ہے اس کی بڑی بھاری چال بازی یہ ہے کہ جس کسی کو بہکاتا ہے یہی کہہ کر بہکاتا ہے کہ تمہارے باپ دادا ایسا ہی کرتے آئے ہیں پس تمہیں بھی اسی راہ چلنا چاہیے- کیا تم ان سے زیادہ دانا ہو؟ کیا وہ بیوقوف ہی تھے پس لوگ اسی پر جم جاتے ہیں اور جب ان سے کوئی شخص بطور نصیحت کہنے لگے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کی پیروی کرو تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اسی راہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے-

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کیا ان (ہی کے پیچھے چلیں گے) گو باپ دادا ان کے ایسے ہوں کہ نہ سمجھیں اور نہ راہ پر ہوں- اور کافروں (کو ہدایت کی طرف بلانیوالے) کی مثال

كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ

اس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے جانور کو بلاتا ہے جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ بھی نہیں سنتا بہرے گونگے اندھے ہیں پس یہ

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

نہیں سمجھتے- اے ایمان والو ہماری دی ہوئی حلال چیزوں میں سے کھاؤ

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کے بندے ہو- ہاں میتہ اور خون اور گوشت

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

خنزیر اور جو اللہ کے سوا غیر کے نام سے پکاری ہو بیشک تم پر حرام ہے ہاں جو کوئی

کیسی نادانی کا جواب ہے کیا ان باپ دادوں ہی کے پیچھے چلیں گے گویا باپ دادا ان کے ایسے احمق ہوں کہ کسی کے سمجھانے سے بھی نہ سمجھیں اور نہ ہی خود راہ پر ہوں سچ تو یہ ہے کہ جب کسی کے دل میں باپ دادا کی اتباع کا خیال بیٹھ جائے تو پھر کوئی ہدایت اثر نہیں کرتی بلکہ ایسے کافروں کو ہدایت اور راہ راست کی طرف بلانے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے جانور کو بلاتا ہے جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتا یہی حال ان احمقوں کا ہے جو کوئی ان کو ہدایت کی طرف بلائے اس کی آواز تو صرف سنتے ہیں مگر مطلب کی طرف جی نہیں لگاتے کہ کیا کہہ رہا ہے؟ حق ہے یا باطل؟ کیونکہ یہ لوگ اپنے خیالی پلاؤ میں حق سننے سے گویا بہرے ہیں سچ بولنے سے گونگے اور اپنی کج روی دیکھنے میں اندھے ہیں پس یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ حق نہیں سمجھتے ہاں یہ خیال مت کرنا کہ اللہ کی محبت عمدہ اور لذت دار چیزوں سے روکتی ہی نہیں- سنو ہم اعلان کرتے ہیں کہ اے ایمان والو ہماری دی ہوئی حلال چیزوں میں سے خوب کھاؤ اور جی میں یہ سمجھ کر کہ خدا ہی نے دی ہیں- اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کے کامل بندے بننا چاہتے ہو تو یہی مناسب ہے کیا تم نے شیخ سعدی کا قول نہیں سنا- ”درویش صفت باش کلاہ تتری دار ہاں“ میتہ یعنی خود مردہ چیز اور ذبح کے وقت کا خون اور گوشت خنزیر اور جو اللہ کے سوا غیر کے نام سے پکاری ہو کہ فلاں[1] پیر کی نیاز یا فلاں دیوی کا بکرا بے شک تم پر حرام ہے پھر بھی جو کوئی مجبور ہو نہ حرام خوری کی چاٹ میں حرام کی تلاش کرنے والا ہو بلکہ پابند شریعت اور تابعدار امن پسند ہو-

---

سرسید کی نویں غلطی: [1] (فلاں پیر کی نیاز) زمانہ حال میں یہ اختلاف ہے کہ غیر خدا کے نام کی اشیاء جو بغرض تقرب مقرر کی جاتی ہے- جب ان کو بسم اللہ سے ذبح کیا جائے تو حلال ہیں یا حرام بعض لوگ اس کو حلال جانتے ہیں مگر محققین کے نزدیک حرام ہیں حضرت حجتہ الہند شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اسی کو پسند کیا ہے اور مولانا عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی دہلوی بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں- اسی لیے کہ ایسی اشیاء کی حرمت کچھ ایسی عارضی نہیں ہوتی جیسے بغیر اجازت چیز میں ہوتی ہے جو بعد اجازت حلال ہو جاتی ہے بلکہ ان کی حرمت کا سبب شرک ہے جو ابتداء ہی سے اس میں اثر کر گیا ہے- سرسید سے اس مسئلہ میں مشرکوں کی تائید ہو گئی ہے- چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

مجبور ہو نہ تلاش کرنے والا اور نہ حد سے گزرنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں خدا بڑی بخشش والا مہربان ہے

اور نہ کھانے میں حد سے بڑھنے والا ہو تو اس شخص پر کوئی اس گناہ کا مواخذہ نہیں بقدر حاجت کھالے-گو یہ اشیاء اصل میں حرام ہیں لیکن بوجہ تنگی اس کی کے معافی دی گئی کیونکہ خدا بڑی بخشش والا مہربان ہے-ایسے صاف اور

"حرام نہیں ہونا چاہیے کیونکہ سوائے خدا کے کسی کے نام کی کوئی چیز مقرر کر دینا شرک نہیں بلکہ اقدام علی الشرک ہے شرک جب ہوگا کہ اسی کے نام پر ذبح کی جائے اور جب ذبح خدا کے نام پر ہے تو پھر اقدام علی الشرک سبب حرمت نہیں"

میں کہتا ہوں سید صاحب کا یہ فرمانا کہ تسمیہ غیر اللہ کے نام کا شرک نہیں صحیح نہیں بلکہ یہ بھی شرک ہے اس لئے کہ شرک تو نیت کے متعلق ہے نہ کہ خاص فعل سے لن ينال الله لحومها ولا دمائها ولكن يناله التقوى منكم اس کا مؤید ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے غیر خدا کی نسبت غلامی کو بھی شرک قرار دیا ہے فرماتے ہیں

"ازینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیت از شرک چنانکہ اہل زمان ما غلام فلاں و عبد فلاں نام می نہند" (حاشیہ ترجمہ قرآن پارہ ۹ ربع ثالث)

پس آپ کا یہ فرمانا کہ یہ نیت اقدام علی الشرک ہے شرک نہیں قابل نظر ہے رہا ان لوگوں کا جھگڑا جو ایسی چیزوں کو اس تاویل سے کہ ہمیں ثواب رسانی مقصود ہوتی ہے نہ کہ ان بزرگوں سے تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں سو یہ تنازع لفظی ہے اس لئے کہ ان کی تقریر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقرب غیر اللہ اگر ہو تو بے شک حرام ہے مگر صورت مروجہ میں نہیں پایا جاتا-پس اب ہماری تلاش یہ ہوگی کہ ایسے موقع پر ہم بقرائن دریافت کریں کہ ان لوگوں کی غرض کیا ہوتی ہے حضرت شاہ عبدالعزیز نے بھی ایک قرینہ بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں سے کہا جائے کہ تم اس بکرے جتنا گوشت بازار سے لے کر مساکین کو کھلا دو اور پیر صاحب کو ثواب پہنچا دو تو ہرگز نہیں مانیں گے معلوم ہوا کہ غرض ان کی صرف غیر اللہ کے نام پر جان دینے کی ہے نہ کچھ اور سو یہی شرک ہے پس اس موقع پر بسم اللہ سے ذبح کرنا کیا مفید ہو سکتا ہے؟

راقم کہتا ہے تمام لوگوں کا پیر صاحب کے نام ذبح کرنا اور اس سے ایصال ثواب مقصود رکھنا میری سمجھ میں نہیں آتا کیا وجہ ہے کہ حضرت آدم کے نام کی کوئی نیاز نہیں کرتا کسی نے آج تک حضرت موسیٰ کے نام کی چائے نہیں پکائی-کبھی نہیں سنا کہ کسی نے بکرے کا ثواب حضرت ابو بکر حضرت عمر کو پہنچایا ہو-حالانکہ اگر باعتبار بزرگی کے دیکھا جائے تو اس تعظیم میں وہی لوگ زیادہ حق رکھتے ہیں جن کی بزرگی دلیل قطعی سے ثابت ہے پس یہ بھی قرینہ اس امر کا ہے کہ ثواب رسانی مقصود نہیں علاوہ اس کے ہم نے بذات خود ایسے لوگوں کا حال دیکھا ہے جن کو پیروں کے نام پر نیازیں دینے کی عادت ہے بالکل یہی جانتے ہیں کہ اس نیاز کی قبولیت پیر صاحب کی طرف سے ہے اور اس قبولیت کے عوض میں وہ ہماری بلا ضرر رہی دفع کر دیں گے یا حصول مطلب کرا دیں گے ہاں بعض لوگوں کا اعتراض بھی قابل ذکر ہے گویا کہ پاک کتاب کی تفسیر ایسے سوالوں کے ذکر مناسب نہیں مگر اس لئے کہ ایسے لوگوں کا شبہ بھی حل ہو جائے کچھ لکھا جاتا ہے ایسے لوگ کہتے ہیں کہ اگر پیر صاحب کا بکرا کہنے سے وہ بکرا حرام ہو جاتا ہے تو پھر کوئی چیز بھی حلال نہ ہوگی اس لئے کہ ہر ایک چیز کو ہم کہا کرتے ہیں کہ یہ روٹی زید کی ہے اور وہ بیوی عمر کی پس یہ بھی حرام ہوئیں سبحان الله ما اصدق رسول الله فداه ابى وامى "يرفع العلم ويفشوا الجهل قبل القيامة" افسوس ان حضرات نے یہ نہیں سمجھا کہ ان صورتوں میں تو اضافت تملک ذات یا منافع کی ہے پیر صاحب کی نسبت میں کونسی اضافت ہے اگر یہی ہے تو مردہ کی ملک کیونکر ہوئی اور اگر ہوئی تو بلا اجازت ان کے اس چیز کو کیوں کھاتے ہو؟ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں بنی اسرائیل کی طرح بچھڑے کی محبت گھر گئی ہے اسلئے ایسی باتیں ان سے کچھ بعید نہیں-

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا

بیشک جو لوگ خدا کی اتاری ہوئی کتاب مخفی کرتے ہیں اور اس کے عوض میں کسی قدر مال لیتے ہیں

أُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ

وہ آگ ہی اپنے پیٹ میں ڈال رہے ہیں اور نہ قیامت کے دن خدا ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کو معافی دے گا

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ

اور ان کو سخت عذاب پہنچے گا۔ یہی تو ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ لیا اور عذاب کو

بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ

بخشش کے عوض میں پس کیسے صابر ہیں آگ پر۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ نے سچی کتاب اتاری ہے

وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتٰبِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿١٧٦﴾

اور جو لوگ اس میں مخالف ہی ہیں بڑی بھاری بدبختی میں ہیں

صریح احکام سن کر ان کتاب والوں کے پاس کوئی حجت نہیں رہتی تو اور ایک نئی بات نکالتے ہیں کہ اس نبی کے حق میں پہلی کتابوں میں کوئی پیشین گوئی نہیں اور اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اس کے لیے کتب سابقہ میں ضرور کوئی خبر ہوتی۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ اکثر انبیاء نے یہ خبر دی ہوئی ہے۔ مگر ان کے ظاہر ہونے سے ان کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے ان کو چھپاتے ہیں۔ سو یاد رکھیں کہ بیشک جو لوگ خدا کی اتاری اور بتلائی ہوئی خبریں کتاب سماوی سے مخفی کرتے ہیں اور عوام لوگوں کو جو یہ بات ان سے پوچھتے ہیں تو اور ہی معنی بتلاتے ہیں اور اس کے عوض میں دنیائے دوں کا کسی قدر مال لیتے ہیں تاکہ مزے سے چند روزہ زندگانی بسر کریں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم پلاؤ گوشت کھا رہے ہیں۔ بلکہ وہ سراسر آگ ہی اپنے پیٹ میں ڈال رہے ہیں جس کا بدلہ انکو آگ ہی ملے گا اور نہ قیامت کے دن خدا ان سے مہربانی سے کلام کرے گا اور نہ گناہوں سے ان کو معافی دے گا بلکہ بجائے معافی کے مواخذہ ہو گا اور اس مواخذہ میں ان کو سخت عذاب پہنچے گا اس لئے کہ یہی تو ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ لیا قرآن جیسی پاک کتاب چھوڑ کر اپنے اپنے خیالات واہیہ میں پھنسے اور عذاب الٰہی کو بخشش کے عوض میں لے چکے ہیں۔ پس دیکھیے کیسے صابر ہیں آگ کے عذاب پر۔ اس قدر ان پر سختی کی وجہ ہے کہ اللہ نے تو سچی کتاب قرآن کریم اتاری ہے اور جو لوگ اس کج روی سے مخالف ہیں ان کا حال ہم پہلے ہی بتلا چکے ہیں کہ وہ بڑی بھاری بدبختی میں ہیں۔ باوجود اس بددیانتی کے جس کا ذکر تم سن چکے ہو اہل کتاب اس امر پر نازاں ہیں کہ ہم ہی انبیاء کے کعبہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس لئے وہ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ
یہ کوئی نیکی نہیں جو تم اپنا منہ مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ ہاں نیکی والے وہ لوگ ہیں

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى
جو خدا کو اور قیامت کے دن کو اور فرشتوں کو اور سب کتابوں اور نبیوں کو مانیں اور اپنا مال باوجود اس کی

حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ
خواہش کے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیویں اور

فِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا
غلاموں کی رہائی میں (خرچ کریں) اور نماز کی پابندی رکھتے ہوں اور زکوۃ دیتے ہوں اور جب کبھی وعدہ کرتے ہیں تو پورا

عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
کرتے ہیں اور سختیوں اور بیماریوں میں اور جہاد کے وقت میں صابر رہتے ہیں یہی لوگ

صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
سچے ہیں اور یہی لوگ (خدا سے) ڈرنے والے ہیں

سن رکھیں کہ بغیر اقرار رسالت یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم اپنا منہ[1] مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ ہاں نیکی والے حقیقتاً وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے خدا کو اپنا خالق مالک رازق مطلق مانیں اور قیامت کے دن کو یقینی جانیں اور خدا کے فرشتوں کو اور سب کتابوں اور نبیوں کو سچے مانیں جن میں سے محمد رسول اللہ کو خاص کر واجب الاتباع جانیں اور عملی پہلوان کا یہ ہو کہ اپنا مال عزیز باوجود اس کی خواہش اور ضرورت کے محتاج قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور بے سامان مسافروں اور ہر قسم کے مانگنے والوں کو دیویں اور غلاموں کی رہائی میں خرچ کریں نہ کہ تمہاری طرح کہ سب جہاں کو کھاجاؤ اور ہنوز روزہ دار ہی کہلاؤ اور نیکی والوں کی تعریف میں یہ بھی ہے کہ وہ نماز کی پابندی رکھتے ہوں اور اپنے مال میں سے زکوۃ بھی دیتے ہوں اور معاملہ کے ایسے صاف ہوں کہ جب کبھی کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں اور سختیوں اور بیماریوں میں جہاد کے وقت میں صابر رہتے ہیں یہی لوگ اپنے دعوے میں سچے راست باز ہیں اور یہی لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں اور باقی سب غلط- ہاں یہ نہیں کہ ان لوگوں پر اگر کوئی نااہل زیادتی کرے یہاں تک کہ ان کو یا ان کے بھائی بندوں کو جان سے مار دے تو وہ اپنے صبر ہی میں خاموش رہیں- ایسا صبر تو ان کی جان پر وبال ہو جائے گا صبر یہ نہیں کہ ظالموں کو دلیر کیا جائے بلکہ ایسے نالائقوں سے بدلہ لینا بھی ضروری ہے

شان نزول

[1] (لیس البر) تحویل قبلہ پر یہودیوں نے اعتراض کئے اور اپنی شیخی بھگاری تو ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ

اے ایمان والو مقتولوں کا بدلہ لینا تمہیں جائز ہے۔ آزاد بدلہ آزاد کے

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ

اور غلام بدلہ غلام کے اور عورت عوض عورت کے پس جو کوئی اس کے بھائی سے کچھ معافی لے تو دستور

فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کے موافق لینا واجب ہے اور بخوشی اس کو پہنچاؤ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی ہے

وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ

اور مہربانی پس بعد اس کے جو کوئی زیادتی کرے گا تو اس کو سخت عذاب ہوگا۔ اور خونی کے قتل کرنے میں

حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

تمہاری زندگی ہے اے عقل والو تاکہ تم بچے رہو

اس لئے ہم اعلان کرتے ہیں کہ اے ایمان والو مقتولوں کا بدلہ لینا تمہیں جائز ہے اس میں کسی خاص شخص یا قوم کی فضیلت بھی نہیں کہ ان میں کسی کا قاتل چھوڑا جائے یا ان کے آزاد کے عوض غلام کو لیا جائے یا ان کی عورتیں دوسروں کی عورتوں سے ہم پلہ نہ ہو سکیں بلکہ آزاد[1] قاتل بدلہ آزاد مقتول کے خواہ کوئی ہو مارا جائے گا اور غلام بدلہ غلام کے چاہے کوئی مارا جائے اور عورت قاتلہ عوض عورت مقتول کے خواہ کسی قوم کی ہو ماری جائے۔ہاں اگر باہمی صلح کی ٹھہرے تو پس جس قاتل کو اس کے بھائی مقتول کے وارثوں کی طرف سے کچھ معافی ملے کہ وہ اس کا مارنا چھوڑ کر کسی قدر نقدی پر فیصلہ کریں تو دستور کے موافق اس وارث کا احسان شکریہ سے لینا واجب ہے۔یہ نہیں کہ اپنی ہی اکڑ خانی میں رہو کہ ہم جان تو دے دیں گے پر احسان نہ مانیں گے ایسا مت کرو اور بخوشی اس وارث کا حق اس کو پہنچاؤ کیا یہ نہیں سمجھتے ہو کہ تمہارا کتنا بڑا جرم تھا۔جو اس نے بالکل ہی معاف کر دیا۔اور ہم نے بھی اسے جائز رکھا۔سچ پوچھو یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی ہے اور مہربانی ورنہ حق یہی تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے وہ ضرور مارا جائے۔پس بعد اس فیصلہ کے جو کوئی ان میں سے کسی دوسرے پر زیادتی کرے گا یعنی معاف کر کے بدلہ لینے کی ٹھہرائے یا وعدہ ادا کرنے رقم کا کرے اور نہ ادا کرے تو اس کو سخت عذاب بھگتنا ہوگا۔ہاں اس میں شک نہیں کہ خونی کے قتل کرنے میں تمہاری گویا زندگی ہے۔اے عقل والو حتی الامکان یہی کیا کرو تاکہ تم اس خوف سے کہ اگر قتل کر دیں گے تو اس کے بدلہ میں مارے جائیں گے۔اس فعل شنیع سے بچتے رہو۔چونکہ تنگ دستی بھی ایک قسم کی گویا موت ہے خاص کر ایسے شخص کے

شان نزول

[1] (الحر بالحر) عرب کے بعض قبیلے ایک دوسرے پر فضیلت جانتے تھے۔یہاں تک کہ اگر شریف قبیلے کا ایک آدمی مارا جاتا تو دوسرے کے دو مار کر برابر سمجھتے۔اگر شریف قبیلے کی عورت کو کوئی رذیل قبیلے کی عورت مارتی تو اس عورت کے بدلہ میں اس قبیلے کے مرد کو مارتے۔یہاں تک کہ ایک دوسرے پر فخر اور علو ہوتا تھا کہ شریف قبیلے رذیلوں کی لڑکیاں بلا مہر کر لیتے۔جب مشرف باسلام ہوئے اور ہنوز ان کے بعض معاملات خون کے تصفیہ طلب تھے۔شریف قبیلے نے حسب دستور قدیم خواہش کی اور خدا کو یہ خواہش ان کی ناپسندیدہ تھی تو ان کے تصفیہ کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔معالم بتفصیل

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر کوئی تم میں سے مال چھوڑتا ہو تو مرتے وقت اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے دستور کے

وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾

موافق وصیت کر جائے پرہیزگاروں پر ضروری ہے

حق میں جس کے ماں باپ یا اولاد کا ترکہ دوسرے لوگ لے جائیں اور وہ محروم ہی رہیں- اس لیے جیسا کہ تم کو قتل قتال سے روکا- اسی طرح تم[1] پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر کوئی تم میں سے مال اسباب پیچھے چھوڑتا ہے تو مرتے وقت اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے دستور شرع کے موافق وصیت کر جائے کہ میرے بعد میرے ماں باپ اور میری لڑکیوں اور بہنوں کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا فلانے کو اتنا کسی پر کسی طرح کا ظلم زیادتی نہ کرنا- بلکہ موافق شریعت کے تقسیم کرنا گو یہ وصیت ہر ایک کے حق میں مفید اور مناسب ہے مگر خاص کر پرہیزگاروں پر تو ضروری ہے- ہاں جو لوگ اس

شان نزول

(کتب علیکم) عرب میں دستور تھا کہ سوائے لڑکے کے کوئی وارث نہ ہوتا تھا- ان کی یہ عادت قبیحہ مٹانے کو یہ آیت نازل ہوئی- موضح القرآن

[1] (تم پر فرض کیا گیا ہے) اس آیت کی تفسیر میں بھی مفسروں کا کسی قدر اختلاف ہوا ہے کوئی کہتا ہے اس آیت کا حکم پہلے تھا کہ ہر ایک شخص پر مرتے ہوئے اپنے مال کے متعلق وصیت کرنا فرض تھا کہ میری جائیداد کو اس طرح تقسیم کرنا اتنا فلاں کو دینا اور اتنا فلاں کو لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی تو اس میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی حصے فرما دیئے کہ بیٹے کا بیٹی سے دوگنا ہو- بیوی کا اتنا خاوند کا اتنا- اس لیے یہ آیت منسوخ ہو گئی- بعض علماء کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں بلکہ یہ حکم استحبابی ہے اور ان لوگوں کے حق میں ہے جن کا آیت میراث میں حصہ مذکور نہیں- جیسے باپ بیٹے کے ہوتے ہوئے چچا یا اس کی اولاد- پس اگر ایسے لوگوں کے حق میں کچھ وصیت کرے تو جائز ہے اور وصیت کی حد حدیث صحیح میں ثلث مال تک آئی ہے-

خاکسار راقم کے نزدیک بھی قرآن کی دونوں آیتوں سے کوئی آیت منسوخ نہیں بلکہ آیت میراث اس آیت کی شرح ہے- کیونکہ اس آیت میں خدا نے وصیت کرنے کا حکم فرمایا تھا مگر چونکہ اس وصیت میں کمی یا زیادتی کرنا انسانی طبائع سے کچھ بعید نہ تھا- اس لیے خدائے عالم الغیب نے اس وصیت کی آپ ہی شرح کر دی- بلکہ اس فعل کو جو اس کی شرح میں مستعمل تھا خاص اپنی طرف نسبت کیا اور فرمایا "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین" "یوصی" کے لفظ کو اس جگہ لانا اور حکم جو عموماً ایسے مواقع پر بولا جاتا ہے- نہ فرمانا اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ افعال (ایصاؤ) اس فعل (وصیت مکتوبہ) کی شرح ہے جو پہلے مجمل تھی پس اب آیت موصوفہ کے معنی یہ ہوں گے کہ اپنے ان وارثوں کے حق میں جن کے حصے خدا نے مقرر فرما دیئے ہیں یہ وصیت کرنا تم پر فرض ہے کہ اپنے اپنے حصے موافق شریعت کے لیں- کوئی کسی پر ظلم زیادتی نہ کرے مگر ان ورثاء کے علاوہ اور لوگ بھی میت سے دور نزدیک کا تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں- ان کی نسبت وصیت کی کوئی شرح نہیں بلکہ وہ میت کے اختیار میں رکھا اور "من بعد وصیة یوصی بھا او دین میں" اسی اختیار کی طرف اشارہ ہے- ہاں اس کو بھی ایسا کھلا نہیں چھوڑا کہ سارے مال کی وصیت کسی کے حق میں کر جائے بلکہ اس کو بھی غیر مضار سے مقید فرمایا ہے- جن کی شرح حدیث میں ثلث تک آئی ہے کہ تہائی مال کی وصیت کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جائز رکھا اور غیر مضار کی شرح فرما دی اور وارث کے حق میں "لاوصیة لوارث" کہہ کر یوصیکم اللہ کو کتب علیکم الوصیتہ کی شرح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے- خلاصہ دونوں آیتوں کا یہ ہوا کہ جن کے حق میں خدا نے حصے مقرر کر دیے ہیں- ان کی نسبت تو مقرر حصص کے لئے وصیت کرنے کی حاجت نہیں- بلکہ ان کی وہی وصیت ہے جس کو خدا نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور جن لوگوں کے حصص مقرر

فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

ہاں جو لوگ اس کو بعد سننے کے بدلیں گے تو اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہوگا بیشک اللہ سنتا ہے

عَلِيْمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ

جانتا ہاں جو کوئی وصیت کنندہ سے کجروی یا گناہ معلوم کر کے اصلاح کردے تو اس پر گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا

بے شک اللہ بڑی بخشش والا نہایت مہربان ہے۔ اے مسلمانو تم پر روزہ فرض ہوا جیسا کہ تم سے

وصیت کو بعد سننے کے بھی بدلیں گے تو اس ظلم کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہوگا نہ کہ اس میت پر بیشک اللہ اس میت کی باتیں سنتا ہے اور ان بدلنے والوں کی حرکات ناشائستہ کو جانتا ہے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ اس میت کو باوجود وصیت کر جانے کے بھی مواخذہ ہو۔ ہاں جو کوئی وصیت کنندہ سے کسی وارث کی حق تلفی کے سبب سے کجروی معلوم کرے یا کسی کو اس کے حق سے زائد دلانے یا کسی ناجائز جگہ صرف کرنے کی وجہ سے گناہ معلوم کر کے اس میں اصلاح مناسب کر دے۔ اگرچہ موصی کی وصیت میں تغیر ہی آوے تو بھی اس پر گناہ نہیں بلکہ اس کی کوشش کا اس کو عوض ملے گا۔ بے شک اللہ بڑی بخشش والا نہایت مہربان ہے۔ مخلصوں کی تھوڑی سی محنت بھی ضائع نہیں کرتا یہ بھی اس کی مہربانی ہے کہ محض اپنے فضل سے تمہیں ایسے کام بتلاتا ہے جو تمہیں ہر طرح سے مفید ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اے مسلمانو تم پر روزہ فرض[1] ہوا ہے۔ جو تمہارے حق میں سراسر مفید ہے۔ اس میں تمہاری خصوصیت نہیں بلکہ تم پر جو ہوا سو ویسا ہی ہوا جیسا

نہیں کئے ان کے حق میں میت کو ثلث مال تک وصیت کرنے کی اجازت حاصل ہے۔ پس سر سید احمد خان کا فرمانا کہ

سر سید کی دسویں غلطی:

> "قرآن مجید کی دونوں آیتیں ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ مرنے والے نے اگر کوئی وصیت کی ہے تو اس کا مال اس کی وصیت کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ اور اگر اس نے کچھ وصیت نہیں کی یا جس قدر کی ہے اس سے زیادہ مال چھوڑا ہے تو اس کے مال کی یا اس قدر کی جو وصیت سے زیادہ ہے آیت توریث کے مطابق تقسیم ہو جائے گی۔ پس دونوں آیتوں کا حکم بحال اور قائم ہے" (صفحہ ۲۱۵)

صحیح نہیں کیونکہ بحکم القرآن یفسر بعضہ بعضا قرآن جو اپنی تفسیر آپ کرتا ہے وہ ہر طرح مقدم ہے۔ سر سید کی تفسیر اس اصول کے خلاف ہے امید ہے کہ سید صاحبؒ ہمارے معروضہ بالا بیان پر غور فرمائیں گے تو اپنی رائے کو واپس لیں گے۔ اس لئے کہ سید صاحب کو اس کہنے کی وجہ پیش آئی ہے کہ کوئی آیت کسی آیت یا حدیث سے منسوخ نہ ہو۔ سو ہم نے نہ کسی آیت کو آیت سے منسوخ ٹھہرایا ہے نہ حدیث سے بلکہ ایک آیت اور حدیث کو دوسری آیت کی تفسیر اور شرح بنایا ہے جو بالکل القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے مطابق ہے فافہم

[1] (فرض ہوا ہے) اس آیت کے متعلق بھی کسی قدر اختلاف ہوا ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں کہ یہ روزے اور ہیں اور رمضان کے روزے اور لیکن جب رمضان فرض ہوا تو یہ منسوخ ہوگئے۔ بعض کہتے ہیں کہ روزے وہی ہیں جن کی تفسیر خود کلام اللہ نے کر دی ہے وہ رمضان ہے خاکسار کے نزدیک بھی یہ رائے ارجح ہے اس لئے کہ کوئی وجہ نہیں کہ ہم آیات قرآنی کو خواہ مخواہ توجیہہ ہوتے ہوئے بھی منسوخ قرار دیں۔

[2] تفسیر ثنائی کا بہت حصہ سر سید مرحوم کی زندگی میں چھپ گیا تھا اور ان کو پہنچ بھی گیا تھا۔

كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ

پہلے لوگوں پر ہوا تھا تاکہ تم بچ جاؤ چند ہی ایام ہیں پھر جو کوئی

تم سے پہلے لوگوں پر ہوا تھا۔ اس میں ہماری ذاتی غرض نہیں۔ بلکہ یہی ہے تاکہ تم شہوات نفسانیہ اور عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گھبراؤ نہیں چند ہی ایام ہیں پھر ان میں بھی ہر طرح سے آسانی کی گئی ہے کہ جو کوئی تم میں سے رمضان کے دنوں میں

خیر یہ اختلاف تو تھا ہی اس سے آگے کی آیت **یطیقونہ** میں اس سے بھی کسی قدر زیادہ بحث ہوئی ہے بعض مفسرین اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو لوگ رزوہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ اگر نہ رکھیں تو اس کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حکم دوسری آیت **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** سے منسوخ ہے اس لئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کا حکم قطعی طور پر دے کر دو (بیمار اور مسافر) ہی کو مستثنیٰ کیا ہے معلوم ہوا کہ باقی لوگ روزہ ضرور رکھیں۔ بعض صاحب نسخ سے بچنے کو اس کے معنی میں ''لا کو'' مقدر سمجھتے ہیں یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے اور بعض کی رائے ہے کہ باب افعال کا ہمزہ سلب کے لئے بھی آتا ہے یعنی حذف لا کی حاجت نہیں بلکہ **یطیقونہ** ہی کے معنی عدم طاقت کے ہیں غرض ان کی رائے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بعض کہیں **یطیقونہ** کے معنی دشواری سے روزہ رکھنے کے ہیں۔ پس یہ آیت منسوخ ہوئی۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں اس آیت کی تفسیر کے ماتحت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ شروع اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا تھا جو چاہتا افطار کر کے فدیہ طعام دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس سے بعد کی آیت نازل ہوئی سلمہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ **یطیقون** کے معنی طاقت رکھنے کے ہیں مگر دوسری آیت **من شهد منكم الشهر فليصمه** نے اس اختیار کو منسوخ کر دیا۔ اسی صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ **یطیقون** کے معنی ہیں **یطوقون** یعنی بدقت و دشواری روزہ رکھنے والے مراد ہیں جیسے بہت بوڑھے لوگ اس قول کے مطابق آیت منسوخ نہیں بلکہ کمزور بوڑھوں کے حق میں بحال ہے۔ میں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ ابن عباس کی روایت کی بنا پر کیا ہے لیکن سلمہ بن اکوع نے جو طاقت رکھنے والے بتائے ہیں ان معنی کی تردید میں دلیل نہیں پاتا۔ نیز اس تفسیر سے آیت موصوفہ کو منسوخ کہنے پر بھی کوئی قطعی دلیل از قرآن و حدیث مجھے نہیں ملی۔ رہی یہ بحث کہ یہ کون لوگ ہیں جن کو دقت اور دشواری ہوتی ہے بہت سے مزدور تمام روز گرمی میں کام کرتے ہوئے بھی روزہ رکھتے ہیں اور بہت سے بابو لوگوں کو سرد مکانوں میں بیٹھے ہوئے بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے سو اس کی تعیین یوں ہے کہ جو لوگ ایسے ہوں کہ ان کے ہم عمر دوسرے لوگ روزہ رکھ سکتے ہیں تو وہ معذور نہ سمجھے جائیں گے۔ اور جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کی عمر ہی ایسے مرتبہ کو پہنچ چکی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ آئندہ کو انہیں طاقت ور ہونے کی امید ہے جیسے شیخ فانی[1] تو ایسے لوگ بے شک معذور ہیں اور ہونے بھی چاہئیں۔ سر سید نے اس موقع پر ناتوانوں کی تفصیل نہیں کی بلکہ مطلقاً اختیار دیا ہے کہ

''جن لوگوں کو روزہ رکھنے میں زیادہ سختی اور تکلیف ہوتی ہے اور بمشکل روزہ رکھ سکتے ہیں ان کو اجازت ہے کہ روزوں کے بدلہ میں فدیہ دیں مگر ان کے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہتر ہے'' ج ۱ ص ۲۲۹

اس لئے گذارش ہے کہ یا تو تفصیل کیجئے اور اگر تفصیل منظور نظر نہیں بلکہ ہر ایک تکلیف اور سختی اٹھانے والے کو خواہ اس کی ناطاقتی ضعفی ہو یا شخصی اجازت ہے۔ تو فرمادیں **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** والی آیت کا جو باستثناء دو قسم (مریض اور مسافر) مطلقاً فائدہ وجوب کا دیتی ہے کیا جواب؟ رہی یہ بحث کہ سارے مہینے کے روزے قرآن سے ثابت ہیں یا نہیں۔ اس لئے کہ **فلیصمه** کی ضمیر منصوب مفعول فیہ کے لئے استیعاب ضروری نہیں بلکہ کس قدر اشتغال کافی ہے جیسے کہ **دخلت الدار** اور **دخلت المسجد** یہ شبہ مولوی حشمت علی اہل قرآن کی مفید ایجاد ہے۔ سو اس کا

[1] اس مضمون کی ایک حدیث بھی آئی ہے کہ بڈھے ارذل العمر کو روزہ کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلانا جائز ہے حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی اگر روزہ رکھنے سے اس کے حمل کو یا بچہ کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ بھی بیمار کی طرح معذور ہے بعد فراغت رکھ سکتی ہے

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ
تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو اور دنوں سے شمار پورا کرے اور جو لوگ اس (روزہ) کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کو

طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
کھانا دینا واجب ہے پھر جو کوئی شوق سے نیکی کرے پس وہ اس کے لئے بہتر ہے اور سب سے بہتر تو یہی ہے کہ روزہ ہی رکھو

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
اگر جانتے ہو- ماہ رمضان ہی تو وہ مہینہ ہے جس کی فرضیت میں قرآن نازل ہوا ہے جو سب لوگوں کیلئے

وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ
ہدایت اور ہدایت کی بین نشانیاں اور فیصل ہے پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پاوے وہ اس کے روزے رکھے

بیمار ہو جس سے وہ روزہ نہ رکھ سکے- یا مسافر تو وہ بجائے ان دنوں کے اور دنوں سے شمار پورا کرے اور جو لوگ بوجہ غایت ضعف جسمانی اور پیرانہ سالی بدقت ودشواری اس روزہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ اگر روزہ نہ رکھیں تو ان پر ایک مسکین کا کھانا دینا واجب ہے پھر جو کوئی شوق سے نیکی زیادہ کرے کہ ایک کے بدلے میں دو کو کھلا دے پس وہ دو کا کھلانا اس کے لیے بہتر ہے اور سب سے بہتر تو یہی ہے کہ روزہ ہی رکھو گو تکلیف شدید ہی ہو- اس لئے کہ روزہ مثل ایک مسہل کے ہے جو سال کے بعد ہر ایک کو کر لینا چاہئے گو وہ کسی مرتبہ کا ہو- اگر دینی رموز جانتے ہو تو ایسا ہی کرو- تم جانتے ہو کہ یہ ایام مذکورہ کیا ہیں اور کب ہیں سنو ماہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس کے روزہ رکھنے کی فرضیت[ل] کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے جو سب لوگوں کے ہدایت اور ہدایت کی بین نشانیاں اور حق وباطل کا فیصل ہے- پس اب تو ضرور ہے کہ جو کوئی تم میں سے اس رمضان کے مہینے کو پاوے وہ اس کے سارا مہینہ روزے رکھے

جواب یہ ہے کہ ضمیر منصوب اس جگہ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے تلویح میں لکھا ہے جو شخص کہے علی ان اصوم فی الشهر اسے تو مہینہ میں کم از کم ایک روزہ واجب ہے اور جو شخص ان اصوم الشهر کہے اسے سارا مہینہ رکھنے پڑتے ہیں- اس لئے کہ الشهر مفعول فیہ مشابہ مفعول بہ کے ہو گیا یہ محاورہ کسی قدر ہمارے ہاں بھی ملتا ہے اگر کوئی کہے کہ میں نے اس ہفتہ میں رخصت لی ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ چند ایام نہ کہ تمام ہفتہ اور اگر کہے کہ میں نے یہ ہفتہ رخصت لی ہے تو اس کے معنی سارے ہفتہ کے دن ہوتے ہیں- پس اسی طرح فليصم فيه اور فليصمه میں فرق ہے- فتدبر

ل (فرضیت کے بارے میں) اس آیت کی تفسیر میں بھی کسی قدر اختلاف ہوا ہے- اکثر صاحب اس کے ترجمہ میں حذف مضاف نہیں مانتے- بلکہ صاف ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں- رمضان میں لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر سارا قرآن آ گیا تھا- پھر حسب موقع ایک ایک سورت نازل ہوتی رہی- بعض صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ

"(القول الثانی) فی تفسیر قوله انزل فيه القران قال سفيان انزل فيه القران معناه انزل فی فضله القران وهذا اختيار حسين بن الفضل قال ومثله ان يقال انزل فی الصديق كذا آية يريدون فی فضله قال ابن الا نباری انزل فی ايجاب صومه علی الخلق كما يقال انزل فی الزكوة كذا وكذا يريد فی ايجابها و انزل فی الخمر كذا يريد فی حرمتها"

رمضان کی فضلیت میں قران نازل ہوا بعض کہیں رمضان کی فرضیت میں قرآن نازل ہوا جیسا کہ کہا کرتے ہیں

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ

اور جو کوئی بیمار یا مسافر ہو وہ اور دنوں سے شمار پورا کردے خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا

بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا

ہے اور تنگی نہیں چاہتا تاکہ تم گنتی پوری کرسکو اور بتلائے ہوئے طریق پر خدا کی بڑائی

هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ

بیان کرو تاکہ تم شکریہ کرو- جب میرے بندے تجھ سے میرا حال دریافت کریں تو تو کہہ دے کہ میں قریب ہوں پکارنے والے

دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ

کی پکار جب کبھی مجھے پکاریں

اور جو کوئی بیمار یا مسافر ہو وہ اور دونوں سے جب وہ تندرست ہو جائے یا سفر سے واپس آجائے تو اسی قدر شمار پورا کردے- خدا کو تمہاری تکلیف بے جا منظور نہیں بلکہ اخلاص منظور ہے یہی وجہ ہے کہ خدا اپنے احکام میں تمہارے حق میں ہمیشہ آسانی چاہتا ہے اور کبھی تنگی نہیں چاہتا اور بیمار اور مسافر کو اتمام مافات کا حکم بھی اسی لیے دیا تاکہ حتی المقدور تم اس مبارک مہینے کی گنتی پوری کرسکو اور بعد ختم ہونے رمضان کے بتلائے ہوئے طریق سے عید کے روز خدا کی بڑائی اور تکبیریں بیان کرو تاکہ تم گناہوں کی معافی پر شکریہ کرو- اس قسم کی مہربانی اور بخشش دیکھ کر جب میرے چاہنے والے بندے تجھ سے میرا حال دریافت کریں کہ اللہ ہم سے دور ہے یا نزدیک ؟ ہم کسی طرح سے اس کو مل سکتے ہیں یا نہیں ؟ تو تو میری طرف سے ان کو کہہ دے کہ میں تم سے ہر حال میں قریب ہوں نہ یہ کہ جس طرح تم ایک دوسرے کی باتیں سنو تو دریافت کرسکو بلکہ ہوں تو جہاں ہوں البتہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں نہ کسی خاص حالت اور وقت میں

کہ زکوۃ میں قرآن کی فلاں آیت اتری اور شراب میں فلاں آیت نازل ہوئی جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ زکوۃ کی فرضیت میں اور شراب کی حرمت میں نازل ہوئی-

میرے نزدیک بھی یہی معنی ارجح ہیں- چنانچہ میں نے انہیں کو اختیار کیا ہے- اس لئے کہ اس سے آگے کی آیت میں ارشاد ہے **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** جس سے متبادر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم پہلے بیان پر تفریع مذکور ہے چنانچہ لفظ ف جس کے معنی پس کے ہیں یہی جتلا رہا ہے سو یہ تفریع جبھی صحیح اور درست ہوگی کہ اس سے پہلی آیت میں کچھ ایسا مذکور ہو جس کے ساتھ وجوب صیام تفریع پذیر ہو سکے- وہ یہی ہے کہ **انزل فی ایجاب صومه** یعنی اس کے روزوں کے فرض ہونے میں قرآن نازل ہوا ہے پس جو کوئی حاضر ہو وہ روزہ رکھے پہلے دونوں معنی کہ اس میں قرآن نازل ہوا یا اس کی فضلیت میں قرآن نازل ہوا اس تقریر سے ایسے منطبق نہیں جیسے کہ یہ ہیں فافہم رہی سورہ قدر کی آیت **انا انزلناه فی لیلة القدر** اس میں بھی اگر حذف مضاف مانا جائے جیسا کہ بعض نے مانا ہے تو کوئی حرج نہیں- دونوں آیتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور نہیں تو جو وجہ میں نے بیان کی ہے وہاں چونکہ وہ نہیں اس لئے وہاں اس کے متبادر معنی بھی لئے جائیں تو کوئی حرج نہیں- فتفکر

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۞ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ

قبول کرتا ہوں پس میری بات مانیں اور میری نسبت ایمان درست کریں تاکہ راہ پاویں- تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں عورتوں سے

الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ

جماع کرنا حلال کیا گیا وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو خدا نے جان لیا کہ

كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَ

تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہو پس تم پر رحم کیا اور تم سے معاف کر دیا پس اب ان سے ملا کرو اور جو خدا

ابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ

نے تمہارے حق میں لکھی ہے اس کی طلب کرو اور کھاتے پیتے رہو جب تک کہ صبح کی سفید دھاری

بلکہ جب کبھی اور جس وقت مجھے پکاریں اور مجھ سے مانگے فورا حسب الحکمت اس کو قبول کرتا ہوں پس تم کو اور کیا چاہیئے- اب اگر لوگ مجھ سے ملنا چاہیں اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے خواہش مند ہوں تو میری بات مانیں اور میری نسبت ایمان درست کریں اور دل میں مجھ ہی کو دینے والا جانیں تاکہ وہ اپنی مراد کی راہ پاویں- یہ نہ سمجھو کہ میرے قریب ہونے سے تمہاری سب لذتیں چھوٹ جائیں گی نہیں اسی طرح لذت حاصل کرو گے جب ہی تو تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں بھی عورتوں[ل] سے جماع کرنا حلال کیا گیا- کہ تم ان کے نہ ملنے سے تکلیف نہ اٹھاؤ اس لئے کہ وہ تمہارے لباس کی طرح ہیں اور تم ان کی پوشاک کی مانند ہو نہ وہ تم سے جدا ہو سکتی ہیں نہ تم ان سے علیحدہ یہی وجہ ہے کہ اس سے پہلے تم سے غلطیاں بھی ہوتی رہیں- سو خدا نے جان لیا کہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہو کہ رمضان کی راتوں میں عورتوں سے جماع کرنے سے رکتے ہو جس سے تمہیں سخت تکلیف ہوتی ہے- پس تم پر رحم کیا کہ تمہاری حاجت کے موافق تم کو اجازت دی اور پہلے قصور کو تم سے معاف کر دیا- پس اب سے رمضان کی راتوں کو ان عورتوں سے ملا کرو اور جو اولاد خدا نے تمہارے حق میں لکھی ہے اس کی طلب کرو اور اسی نیت سے جماع کرو- کہ خدا کوئی نیک اولاد عنایت کرے جو بعد مرنے کے نیک دعا سے یاد کرتا رہے- اور رمضان کی راتوں کو خوب جی بھر کر کھاتے[ع] پیتے رہو- جب تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی

شان نزول

ل اول اول صحابہ میں دستور تھا کہ رمضان کی راتوں میں عورتوں سے جماع نہ کرتے- بعض لوگوں سے طبعی جوش اس کے برخلاف بھی ظاہر ہوا- جس سے ان کو سخت رنج ہوا- ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی-

ع اول اول صحابہ میں یہ دستور تھا کہ افطار کے وقت ہی جو چاہے سو کھا لیتے پھر نہیں- چنانچہ ایک صحابی اپنے کھیت سے تھکا ماندہ ہو کر گھر میں آیا اور کھانا تیار نہ تھا- اتنے میں سو گیا اور بوجہ سونے کے کھانا کھانے سے محروم رہا اور دوسرے روز بھی اسے روزہ رکھنا پڑا- جس سے اس کو بہت بڑی تکلیف ہوئی- اس پر یہ آیت نازل ہوئی

لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

کالی دھاری سے علیحدہ ہو جائے پھر شام تک روزہ پورا کرو

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ

اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کرتے ہو تو عورتوں سے مت چھوؤ یہ حدود خداوندی ہیں ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ

اسی طرح اللہ لوگوں کے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچ جائیں- اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز

بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ

طریقہ سے مت کھانا اور اس کو حکام تک نہ پہنچانا کہ ناحق لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ

بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ

کر کھا جاؤ- تجھ سے چاند کا حال دریافت کرتے ہیں- تو کہہ دے کہ یہ لوگوں کے اوقات اور حج کے لئے ہے

کالی دھاری سے علیحدہ ہو- یعنی صبح صادق ہو جائے تو بس کرو پھر شام تک کھانے پینے جماع غیبت شکایت جھوٹ وغیرہ سے بند رہ کر روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اخیر دھاکہ رمضان میں مثلاً اعتکاف کرتے ہو تو دن رات میں کسی وقت بھی عورتوں کو مت چھوؤ- یہ چند احکام مذکورہ گویا حدود خداوندی ہیں- پس خبردار ہو ان سے گزرنا تو درکنار اُن کے نزدیک بھی نہ جائیو- اسی طرح اللہ لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ وہ ان پر تعمیل کر کے جہنم سے بچ جائیں- پس تم ان احکام پر کاربند رہو- اور معاملہ مابین مخلوق بھی درست رکھو کہ آپس[1] میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریق اور فریب سے مت کھانا اور اس مال کو جھوٹی نالشوں کے ذریعے سے حکام تک نہ پہنچانا کہ ناحق جھوٹی ڈگریاں کروا کر لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ کر کھا جاؤ مگر تعجب ہے کہ یہ لوگ ان حکموں کی تعمیل کرتے نہیں- ہاں بیکار سوال کرنے کے بڑے مشاق ہیں- چنانچہ تجھ سے چاند کا حال دریافت کرتے ہیں کہ چاند کم و بیش کیوں ہوتا ہے اس کا فائدہ کیا ہے- تو اے نبی علیک السلام ان کو کہہ کہ یہ چاند کا کم زائد ہونا لوگوں کے کاروبار کے اوقات اور حج کی تاریخ کے لیے ہے پس اسے ہی کافی سمجھو اور اپنی سمجھ سے بالاتر سوال نہ کرو- اصل بات تو یہ ہے کہ جو امر دینی نہ ہو اس کا سوال پیغمبر سے کرنا ایسا ہی لغو ہے جیسا کہ تمہارا یہ فعل کہ حج کر کے مکانوں کے

شان نزول

[1] دو شخصوں کا آپس میں کچھ تنازع تھا- مدعی نے حضور اقدس میں دعوی دائر کیا- آپ نے اس سے گواہ طلب کئے وہ بولا میرے پاس گواہ نہیں حضور نے حسب دستور مدعا علیہ کو قسم کا حکم دیا وہ قسم کھانے پر تیار ہو گیا- آپ نے فرمایا اگر جھوٹی قسم کھا کر اس کا مال کھا جائے گا تو قیامت کے روز خدا کا غضب اپنے پر لے گا- اس پر یہ آیت نازل ہوئی- معالم

[2] بعض لوگوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ چاند کم زائد کیوں ہوتا ہے ؟ یہ مسئلہ ان کے فہم سے بالاتر تھا اس کے سمجھنے کو علم ہیئت بھی چاہیے اس لئے اس کے سبب سے اعراض کر کے اس کے فائدہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی-

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ

یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم اپنے گھروں میں چھت کی طرف سے آؤ ہاں نیکی کے کام تو ان کے ہیں جو متقی ہیں سو گھروں کے

مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم مراد پاؤ جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم ان سے اللہ کی راہ

يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا

میں لڑو اور زیادتی نہ کرو

دروازوں سے نہیں آتے ہو بلکہ اوپر سے چھت پھاڑ کر اترتے ہو۔ اور اس کو بڑا نیکی کا کام جانتے ہو۔ حالانکہ ہمارے نزدیک یہ کوئی نیکی کا کام[1] نہیں کہ تم اپنے گھروں میں بجائے دروازوں کے چھت کی طرف سے آؤ ہاں نیکی کے کام تو ان لوگوں کے ہیں جو متقی ہیں سو تم بھی اگر نیک بننا چاہو تو یہ واہیات خیال چھوڑو اور گھروں کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کام کرو اس میں پہلے اللہ کی رضا و عدم رضا کو سوچ لیا کرو۔ تاکہ تم مراد حقیقی کو پاؤ تمہاری مرادیابی کا پہلا زینہ یہ ہے کہ جو لوگ تم سے دین کی وجہ سے ناحق لڑتے ہیں تم ان سے اللہ کی راہ میں[2] اللہ کے خوش کرنے کو لڑو[1] کیوں کہ ان کا ظلم و ستم حد کو پہنچ چکا ہے جس کا دفعیہ خدا کو منظور ہے۔ پس جس قدر تمہیں تنگ کریں اسی قدر تم بھی کرو اور ظلم زیادتی نہ کرنا اس لیے کہ ظلم زیادتی

شان نزول

[1] عرب میں دستور تھا کہ حج کر کے واپسی کے وقت گھروں کے دروازوں سے اندر نہیں آتے تھے بلکہ پیچھے کی طرف سے چڑھ کر اوپر سے اترتے تھے اور اس کو ثواب جانتے۔ چونکہ یہ رسم ان کی محض خیالی تھی۔ اس لئے اس سے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

[2] مکہ شریف میں تو مسلمانوں کو اس امر کی ممانعت تھی کہ کسی سے تعرض اور لڑائی کریں۔ جب مدینہ میں ہجرت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

[1] (لڑو) یہ پہلی آیت جہاد کے متعلق آئی ہے۔ اس مسئلہ (جہاد) پر تو جو کچھ مخالفین اسلام نے اپنی بے سمجھی کے گل کھلائے ہیں عیاں راچہ بیاں۔ کسی صاحب نے جہاد کو ایمان بالجبر کا معلم بنایا کسی نے ظالم کا خطاب عطا فرمایا۔ کسی نے ترقی اسلام کا ذریعہ اسی کو سمجھا۔ مگر دراصل یہ سب کچھ ان کی بے سمجھی اور تعصب کے آثار ہیں ؎

سخن شناس نئی دلبرا خطا ایں جاست

اسلامی جہاد بالکل طبیعت انسانی کے موافق اور انصاف کے مطابق ہے۔ اس کا بیان کرنے سے پہلے ہم کسی قدر اس زمانہ کی آزادی کا مختصر ذکر مناسب سمجھتے ہیں جس وقت مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہوا تھا۔ اس لیے کہ واقعات کو ملحوظ رکھ کر رائے لگانا ہی انصاف ہے آنحضرت (فداہ روحی) نے جب تک دعوی نبوت نہ کیا تھا تمام ملک آپ کی نسبت حسن ظن رکھتا تھا۔ اور آپ کو نہایت ہی راست باز جانتے تھے۔ اس پر کل مؤرخین (مسلم کافر) متفق ہیں کہ آپ کی نسبت پہلے دعوی نبوت کے کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ بعد دعوی نبوت کے بھی آپ کے معاملات کی صفائی کے قائل تھے اور آپ کو امین جان کر اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ جس روز آپ انہیں کفار کے ستائے ہوئے اپنا وطن مالوف چھوڑ کر مدینہ منورہ میں مسافرانہ تشریف لے گئے اس روز بھی آپ کے پاس امانتیں رکھی تھیں۔ جن کے ادا کرنے کو آپ اپنے چچازاد بھائی علی علیہ السلام کو وکیل کر گئے انہوں نے تین روز میں سب امانتیں ادا کر دیں باوجود اس صفائی حال اور صدق مقال کے آپ کو اور آپ کے اتباع کو جس قدر تکالیف شدیدہ مخالفین نے پہنچائیں کتب تواریخ ان سے پر ہیں کسی کو انکار مجال نہیں۔ امام مسلم نے ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کے مشتے نمونہ خروار حالات اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ ابوذر صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

"جب میں نے آنحضرت کی رسالت کی خبر سنی تو میں نے اپنے بھائی انیس کو جو بڑا شاعر تھا- دریافت حال کے لئے بھیجا اس نے آکر بتایا کہ لوگ اس کو شاعر کہتے ہیں- مگر میں نے اس کے کلام کا شعرا کے کلام سے مقابلہ کیا- اوز شعرا کے سامنے پیش کیا- لیکن چہ نسبت خاک را باعالم پاک- ابوذر کہتے ہیں میں نے اس تحقیق کو ناکافی جان کر مکہ کا قصد کیا میں نے سن رکھا تھا کہ آنحضرت کا نام لینے سے لوگ بگڑتے ہیں اور آپ کا نام بے دین (صابی) رکھا ہوا ہے میں نے مکہ میں آکر ایک شخص کو نہایت کمزور غریب طبع کم حیثیت سمجھ کر اس سے پوچھا کہ جس کو لوگ بے دین کہتے ہیں وہ کہاں ہے ؟ اس نے فورا سب کو جمع کر لیا- ان لوگوں نے میری ایسی گت بنائی کہ میرا تمام جسم خون آلود سرخ ہو گیا- پھر میں نے کسی کے پاس آپ کا یہ نام بھی ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ قریبا میں پندرہ روز کعبہ شریف کی مسجد میں پڑا رہا- اور ڈرتا ہوا کسی سے اتنا بھی نہ پوچھتا کہ یہ بے دین کہاں رہتا ہے ؟ ایک روز آپ کا چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (جو اس وقت کم سن لڑکے تھے) مسافر جان کر یہ کہا کہ ابھی مسافر کو اپنی منزل معلوم نہیں ہوئی کہ یہاں سے جائے مگر نہ تو میں ان سے ڈرتا ہوا کچھ کہہ سکتا تھا- اور نہ انہوں نے از خود مجھے کچھ کہا- یہاں تک تین روز پے در پے ایسا ہوا اخیر کو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم یہاں اتنی مدت سے کیوں ٹھہرے ہو ؟ میں نے کہا اگر بتلانے کا وعدہ کرو تو کہتا ہوں- ان سے پختہ وعدہ لے کر میں نے حضور اقدس کا ٹھکانا پوچھا- انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ آؤ- لیکن چونکہ میں حضور کے خدام سے مشہور ہوں- میرے ساتھ چلنے سے لوگ تمہیں تکلیف دیں گے- اس لئے میں جب کسی موذی کو دیکھوں گا تو پیشاب کے بہانہ ٹھیر جاؤں گا تو آگے چلا جائیو- چنانچہ خدا خدا کر کے دونوں اسی طرح در دولت تک پہنچے حضور اقدس نے مجھے تلقین اسلام کر کے فرمایا کہ تو اپنی قوم میں چلا جا- میں نے عرض کیا کہ ایک دفعہ تو ضرور ان میں باواز بلند حقانیت ظاہر کروں گا- چنانچہ میں نے آکر کعبہ شریف میں بلند آواز سے کلمہ پڑھا تو سنتے ہی سب نے مجھ پر ہجوم کیا اوز خوب ہی خبر لی اتنے میں آپ کے چچا عباس (جو ابھی تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے) آئے اور انہوں نے مجھے چھوڑ لیا- اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے میرے اسلام کی حمایت کی بلکہ یہ کہا کہ تم (مشرکین عرب) شام کے ملک کو تجارت کے لئے جاتے ہوئے اس کی قوم سے ہو کر جاتے ہو- اگر اس کو ایسا تنگ اور بے عزت کرو گے تو نقصان تجارت کا اندیشہ ہے آخر کار میں وہاں سے اپنے وطن کو چلا گیا"

بلال اور صہیب کو ان کے مالک ہر روز دھوپ میں کھڑا کر کے سخت بے رحمانہ مارتے ابو بکر جیسے معزز رئیس اور عمر جیسے بہادر شجاع پر ہر روز بلا جرم حرم کعبہ میں جہاں کوئی باپ کے قاتل کو بھی کچھ نہ کہتا تھا- حملے ہوتے تنگی معاش کا یہ حال تھا کہ سب کفار نے اتفاق کر لیا تھا کہ مسلمان اور ان کے حمایتی ابو طالب بلکہ کل آپ کے خاندان بنی ہاشم سے خرید و فروخت ناطہ و نکاح وغیرہ بند کر دیئے اور اس پر ایک مجمع عام میں بعد منظوری دستخط ہوئے جس پر تین سال تک عمل در آمد ہوتا رہا- حضور اقدس معہ چند مسلمانوں اور ابو طالب کے ایک پہاڑی میں بستے رہے کوئی قریشی ان لوگوں سے لین دین تو کجا گفتگو تک بھی نہ کرتا تھا- آپ راستہ میں چلے جائیں تو کنکر پتھر کے علاوہ پاخانہ آپ کے بدن مبارک (فداہ ابی و امی) پر ڈالا جاتا- آخر نوبت باں رسید کہ آپ نے اپنا وطن مالوف چھوڑ کر طائف کی راہ لی وہاں بھی جو سلوک خدام والا سے ہوا اس کے بیان سے قلم عاجز ہے- اینٹیں پتھر برسائے گئے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیچھے لگا کر تالیاں پٹوا کر شہر سے باہر نکالے گئے- پھر وہاں سے لوٹتے ہوئے مکہ شریف کو آئے- جہاں آپ کے جدی مکانات تھے اور جہاں کے آپ خاندانی رئیس تھے- اسی شہر میں آپ کو (فداہ روحی) قدم رکھنے کی اجازت نہیں اللہ اکبر آخر ایک معمولی آدمی کی پناہ[1] لے کر اندر آئے تو آکر بھی کونسی عافیت تھی- ادھر مسلمانوں کا یہ حال کہ کفار لوگوں سے تنگ آکر گھر بار بیوی بچے چھوڑ کر حبشہ کو چلے گئے تھے آخر یہ ہوا کہ خود بدولت بھی مکہ شریف کو جو آپ کا وطن مالوف تھا چھوڑ کر سب[2] سے چھپ کر چلے گئے- مگر آپ لوگ اس پر بھی راضی نہ ہوئے- مدینہ تک بھی پیچھا کیا- سو سو اونٹ پکڑنے والے کے لئے مقرر کئے چنانچہ ایک بڑا بہادر ڈاکو مدینہ کی راہ میں جا ہی ملا- لیکن

[1] عربوں میں دستور تھا کہ جب کوئی کسی کی پناہ سے شہر میں آتا تو اس کو کچھ نہ کہتے

[2] چھپ کر اس لئے گئے تھے کہ کفار کی غرض تھی کہ ان کو یہاں ہی رکھ کر تنگ کریں یا مار ڈالیں اگر یہ باہر گیا تو ضرور عروج پاویگا

ﷺ چھپ کر اس لئے گئے تھے کہ کفار کی غرض تھی کہ ان کو یہاں ہی رکھ کر تنگ کریں یا مار ڈالیں اگر یہ باہر گیا تو ضرور عروج پاویگا

ہوگا کیا دشمن اگر سارا جہاں ہوجائے گا　　جب کہ وہ باہر ہم پر مہربان ہوجائے گا

تھوڑی ہی دور تھا کہ اس کا گھوڑا بحکم الٰہی زمین میں دھنس گیا- یہاں تک کہ مجبور ہو گیا کہ اس نے خود ہی درخواست کی کہ آپ میرے لئے دعا کر کے مجھے چھڑائیں میں آپ تک کسی کو آنے نہ دوں گا اور وہ اپنے تجربہ سے بھی جان گیا کہ آپ کی ضرور ترقی ہوگی- چنانچہ اس نے ایک امان بھی اسی وقت ایک چمڑے کے ٹکڑے پر لکھوائی اور اپنے وعدہ کے موافق لوٹتے ہوئے جو تلاش کنندہ اس کو ملا اس نے پتہ نہیں بتلایا پھر اس پر بھی بس نہیں کی بلکہ مدینہ پر بھی فوج لائے اور منہ کی کھا کر گئے- آخر کار جنگ احزاب میں تو تمام ملک کو جن میں مشرکین عرب اور ہمارے جنٹلمین اہل کتاب (باوجود معاہدہ امن اور عہد صلح کے) بھی شریک تھے- آکر تمام مدینہ کو گھیر لیا- اور قریبا ۱۸-۱۹ روز تک گھیرے رہے- تمام شہر میں دہلی کے غدر سے کئی حصے زائد بربادی اور گھبراہٹ رہی آخر کار غائب وخاسر ہو کر واپس ہورہے- دیکھو اور غور سے پڑھو **وارسلنا علیھم ریحاو جنودا لم تروھا** اس برتے پر بھی اعتراض ہیں کہ پیغمبر اسلام نے جہاد کئے اور جہاد کی تعلیم دی

اللہ رے ایسے حسن پہ بے نیازیاں　　بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

اب سوال یہ ہے کہ اور اس کے سوا اور تکالیف جن کے لکھنے سے قلم کو رعشہ ہوتا ہے آنحضرت اور آپ کے خدام کو کیوں پہنچائی گئی؟ اسلام کے مخالفو ہمارے علاتی[1] بھائی عیسائیو ہمارے مہربان پڑوسی ہندؤ! آریو ذرا انصاف سے اس سوال کو سوچو اور خدا سے ڈر کر اس کا جواب صاف اور صحیح لفظوں میں دو مگر آپ لوگ تو اپنے بھائیوں کے لحاظ سے حق کس لئے کہیں گے؟ ہم ہی اس کی صحیح وجہ بتلاتے ہیں وہ یہی تھی کہ

مکش بہ تیغ ستم والہان ملت را　　نہ کردہ اند بجز پاس حق گناہ دگر

سب جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ایک ہی مولا کریم سے لو لگائی تھی ذرا غور سے پڑھو اور خوب سمجھو **یخرجون الرسول وایاکم ان تومنوا باللہ ربکم** کیا آپ یا آپ کا کوئی اور بھائی ثابت کر سکتا ہے کہ ان مظلوموں کا بجز اس کے کوئی اور گناہ بھی تھا- کیا حضور اقدس (فداہ روحی) یا آپ کے خدام نے مکہ میں کسی پر ظلم کئے تھے- کیا کسی کا مال کھایا تھا یا جاگیر دبائی تھی؟ یا کسی کے باپ یا بیٹے کا قتل کیا تھا یا کم سے کم کسی مشرک کا پانی چھوڑ دیا تھا کچھ نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا پھر ان (مشرکین اور اہل کتاب) کا حق تھا کہ ان کو بھی بوجہ تبدیل مذہب ایسے تنگ کریں کہ جس کا ذکر مشتے نمونہ از خروارے سن چکے ہو جس کا ادنیٰ اثر یہ ہوا کہ وہ بیچارے مظلوم بجاں آکر اپنا وطن مالوف اور بیوی بچے بھی چھوڑ کر غیر وطن میں جا بسے- اگر ان کا یہ حق تھا تو ہر ایک کا جو اپنے کو سچے مذہب کا پیرو سمجھے یہ حق ہونا چاہیئے پس صحابہ کا یہی حق تھا کہ ان ظالموں سے علاوہ بدلہ لینے کے اس حق کے لحاظ سے بھی بخوبی پیش آویں- مگر واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کیا- اگر ان مشرکوں کا حق نہ تھا تو جو کچھ انہوں نے کیا اسے انصافا بے جا تو کہو اور اپنے بھائیوں کی بے جا حمایت تو چھوڑ دو- پھر بتلائے کہ ایسے ظلم پر ظلم کی کہاں تک برداشت ہو سکتی ہے اور کہاں تک طبیعت انسانی متحمل ہے اور ساتھ ہی اس کے مذہبی رکاوٹ کے اٹھانے کا جوش بھی اندازہ کر کے بتلاؤ- سنو اس جنگ جہاد کی وجہ قرآن کریم نے خود ہی بتلائی ہے

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ

اس آیت کو ذرا آنکھیں کھول کر پڑھو اور دل لگا کر سمجھو کہ اس جہاد کے بانی مبانی آپ ہی کے بھائی صاحبان تھے یا کوئی اور میں سچ کہتا ہوں اگر مسلمانوں کو آزادی اور امن ہوتا اور کفار نابہنجار کی طرف سے وہ سلوک جو پیش آئے نہ آئے ہوتے تو ان کو جہاد کی بھی ضرورت نہ ہوتی اور نہ وہ اس طرف خیال کرتے بلکہ اپنی صفائی حال اور صدق مقال سے ایسی ترقی کرتے اور آسائش میں رہتے جو اس جنگ وجہاد سے ان کو میسر نہ ہوئی تھی- اس آیت میں بھی جس کا حاشیہ ہم لکھ رہے ہیں جہاد کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور باوجود اس کے کہ اب ایک موقع بدلہ لینے کا ہے اور بدلہ بھی ایسے لوگوں سے جن کے ظلم وستم کی کوئی حد ہی نہ رہی ہو پھر بھی زیادتی کرنے سے روک دیا نہ صرف روک دیا بلکہ اس پر وعید شدید فرمایا کہ زیادتی کرنے والے خدا کو کسی طرح

[1] رسول کو اور تم کو کفار اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار کو اکیلا مانتے ہو-

ب جو حدیث شریف میں آیا ہے-انبیاء سب کے علاتی بھائی ہیں-یعنی توحید میں جو اصل الاصول ہے سب شریک ہیں اس لحاظ سے عیسائیوں کو علاتی بھائی لکھا گیا-گو انہوں نے توحید چھوڑ دی ہے مگر نام لیوا اتباع انبیاء تو ہیں-

بھی نہیں بھاتے-پھر اسی آیت میں بانیاں جہاد پر الزام لگایا ہے کہ فتنہ و فساد کرنا جو تم کر رہے ہو جس سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں-قتل سے بھی برا ہے اس وقت لکھتے ہوئے مجھے اس کی وجہ کہ یہاں پر **الفتنه اشد من القتل** جناب باری نے کیوں فرمایا؟ سمجھ میں آئی ہے کہ اس میں حال کے عیسائیوں اور آریوں وغیرہ کو الزام دیا جاتا ہے کہ تم اسلام پر تو منہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کرتے ہو کہ اس نے جہاد کی تعلیم کی ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ تمہارے بھائیوں نے کیا کچھ نہیں کیا؟ سب فتنوں کی جڑ تو وہی ہیں جو فتنہ پردازی کرتے ہیں ایک اور آیت میں بھی اس امر کی طرف کہ مسلمان مجبوری سے لڑتے ہیں اشارہ ہے **قاتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة** مگر افسوس کہ مخالفین اسلام بجائے اس کے کہ اس پر غور کر کے نادم اور خجل ہوتے الٹے الجھتے ہیں کہ صاحب یہاں پر تو قرآن نے فیصلہ ہی کر دیا کہ سب کافروں کو مار ڈالو-مگر وہ اس کو نہیں دیکھتے کہ **كما يقاتلونكم كافة** کے بھی تو کچھ معنی ہیں بھلا اگر اسلام اور قرآن کا یہی منشا ہوتا کہ کوئی کافر بھی دنیا میں زندہ نہ رہے تو ذمی کافروں کو رکھنے کا حکم اور ان کی حفاظت مثل مسلمانوں کے ہونے کا ارشاد کیوں ہوتا؟ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو دفع فساد منظور ہے نہ کہ کشت و خون چنانچہ ایک جگہ صریح ارشاد ہے **ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا** جس جس آیت میں قتل قتال کا ذکر ہے سب میں نہیں تو اکثر میں ضرور ہی ہو گا کہ اس جہاد سے مقصود دفع مظالم ہے سنو **ومالكم لا تقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرجال والولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها** اس آیت نے اور بھی واضح کر دیا کہ جہاد سے مقصود اصلی دفع مظالم اور آزادی کا کھولنا ہے ورنہ اسلام کی اصلی غرض تو منادی اور اعلائے کلمۃ الحق ہے-اگر کوئی اس میں خلل انداز نہ ہو اور بلاوجہ مزاحمت نہ کرے تو اسلام نے بھی اس سے تعرض کی اجازت نہیں دی میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے زمانے کے مخالفین عیسائی اور ہندو (آریہ) اعتراض کرتے ہوئے اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے کہ جس جہاد پر ہم منہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کر رہے ہیں وہ ہمارے ہی بھائیوں کی مہربانی کا ثمرہ ہے افسوس ہے کہ ہم نے کسی مخالف سے زبانی نہ تحریری یہ سنا کہ بے شک جو کچھ مشرکین عرب اور اس زمانہ کے (جنٹلمین) اہل کتاب نے حضور اقدس (فداہ روحی) اور آپ کے خدام سے سلوک کئے واقعی حد سے متجاوز تھے-حیرانی ہے کہ ان مظلوم صحابہ کی نسبت عام اخلاق انسانی بھی بھول گئے کسی گلیڈ اسٹونی کو بھی اس پر آرمینیا کی نسبت سے عشر عشیر بھی رنج نہ ہوا-سچ ہے **الكفر ملة واحدة** جانب داری ایسی ہی بلا ہے کہ آنکھوں پر پٹی بند ہوا دیتی ہے سب سے زیادہ تعجب تو عیسائیوں کے حال پر ہے کہ اسلام پر تو منہ پھاڑ پھاڑ کر معترض ہیں حالانکہ ان کی کتب عہد عتیق ایسے ہی جہادوں سے پر ہیں-اسے تو جانے دیجئے حال ہی میں جو کچھ یورپ کے عیسائیوں نے کیا ہے وہی دیکھئے کہ چین میں چند مشنریوں کو جو خواہ مخواہ لوگوں کے گھروں میں حسب دستور خویش ہندوستان پنجاب ہی سمجھ کر گھستے ہوں گے کسی قدر تکلیف پہنچنے پر تمام یورپ برانگیختہ ہو گیا ملکہ معظمہ بھی اپنی تقریر افتتاح پارلیمنٹ ۱۵ اگست ۱۸۹۵ء میں اس طرف توجہ دلاتی ہیں لارڈ سالیبری وزیر اعظم انگلستان بھی گورنمنٹ چین کو لکھ رہے ہیں کہ اس کا کامل انتظام نہ ہوا تو انگلستان مزید کاروائی کرنے پر مجبور ہو گا-آرمینیا کا جھگڑا جو بات سے بتنگڑ بنایا گیا تھا قابل دید ہے کہ ان روشن ضمیر عیسائیوں اور تقدس مآب مشنریوں نے کہاں تک قوم کی حمایت جی کھول کر نہیں کی اور کس قدر ان کے امن اور عافیت کے اسباب مہیا کرنے میں کوششیں نہیں کیں اور کہاں تک ممکنات سے گزر کر محالات تک نہیں پہنچے-جو ناظرین اخبارات ۱۸۹۵ء سے پوشیدہ نہ ہوں گے-انہوں نے تو سب کچھ کیا اور امن عامہ اور ہمدردی قومی کے نام لینے سے نہ صرف بری ہوئے بلکہ قابل قدر بھی جانے گئے مگر اسلام نے **قاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين** اگر کہہ دیا تو چاروں طرف سے گونج آرہی ہے کہ یہ کیا وہ کیا ظلم کیا ستم کیا-کوئی نہیں پوچھتا کیوں صاحب چین کے مشنریوں اور آرمینیا کے مفسدوں کو جس قدر تکلیف ہوئی مکہ کے معزز روسا ابوبکر عمر اور دیگر صحابہ اور خود سید الانبیاء **(فداه ابی وامی)** کو کیا کم ہوئی تھی؟ ان روشن ضمیر عیسائیوں کو تقدس مآب پادریوں نے یہاں تک بھی سمجھا رکھا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب میں فرض ہے کہ ساری عمر میں ایک آدھ عیسائی کو ضرور ہی ماریں-مسٹر ویب نو مسلم امریکن لکھتے ہیں کہ مجھے ایک عیسائی نے پوچھا کہ کیا سچ ہے مسلمانوں کو جنت میں جگہ نہ ملے گی جب تک وہ ایک آدھ عیسائی کا خون نہ کریں-افسوس ہے کہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی مذہبی روشنی کے لحاظ سے یورپ اندھیر نگری ہے ہندوستان میں مشنری لوگ ایسے خیال ظاہر کرنے سے اس لئے رکتے ہیں کہ ان کو ڈر ہے کہ یہاں بھانڈا پھوٹ جائے گا-اور علمائے اسلام ہماری جہالت کی قلعی کھول دیں گے-خلاصہ یہ کہ اسلامی جہاد جس قدر ہے صرف امن عامہ اور آزادی کے قائم کرنے اور وسعت سلطنت کے لیے ہے-نہ کہ کافروں کو کفر کی سزا دینے یا جبرا مسلمان بنانے کو ان دونوں اوہام کو ذمیوں کے حقوق اور حفاظت پورے طور سے دفع کر رہے ہیں **فاعتبروا يا اولي الالباب**

ل اگر خدا بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے تو درویشوں کے حجرے نصاریٰ کے گرجے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام ذکر بہت ہوتا ہے برباد ہو جائیں

ع ترجمہ اس کا اسی موقع پر بحث جہاد کی تفسیر میں دیکھو

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ

زیادتی کرنے والے اللہ کو نہیں بھاتے- اور جہاں ان کو پاؤ قتل کرو اور جہاں سے وہ تمہیں نکال چکے ہیں تم ان کو نکال دو

کرنے والے اللہ کو نہیں بھاتے- البتہ ایسے ظالموں سے جو ناحق ظلم ہی پر کمر بستہ ہوں بدلہ لینا اور ان کو پوری گت بنانا کوئی زیادتی میں داخل نہیں بیشک بدلہ لو اور جہاں ان کو پاؤ قتل کرو اور جہاں سے وہ تمہیں نکال چکے ہیں تم ان کو نکال دو-

اب ہم مخالفین اسلام (عیسائیوں اور آریوں) کی کتابوں سے بتلانا چاہتے ہیں کہ ان میں کس قسم کا جہاد بھرا ہے؟ اور وہ کس قسم کے جہاد کی تعلیم دیتے ہیں عیسائیوں کی مقدس کتاب توریت میں لکھا ہے

"پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اہل مدیان سے بنی اسرائیل کا انتقام لیں- تب موسیٰ نے لوگوں کو فرمایا کہ بعضے تم سے لڑائی کے لیے تیار ہو جاویں اور مدیانیوں کا سامنا کرنے جاویں- انہوں نے مدیانیوں سے لڑائی کی- جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا- اور سارے مردوں کو قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا- اور ان کے مویشی اور بھیڑ بکریاں اور مال واسباب سب کچھ لوٹ لیا- اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کے سب قلعوں کو پھونک دیا اور انہوں نے ساری غنیمت اور سارے اسیر انسان اور حیوان کے لیے تم ان کے بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہیں جان سے مارو لیکن وہ لڑکیاں جو مردوں کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں- ان کو اپنے لئے زندہ رکھو (گنتی ۳۱ باب) اور جب کہ خداوند تیرا خدا انہیں تیرے حوالے کر دے- تو تو انہیں ماریو اور حرم کیجیو نہ تو ان سے کوئی عہد کریو نہ ان پر رحم کریو نہ ان سے بیاہ کرنا تم ان سے یہ سلوک کرو تم ان کے مذبحوں (ذبح کی جگہ) کو ڈھادو ان کے بتوں کو توڑ دو- ان کے گھنے باغوں کو کاٹ ڈالو اور ان کی

تراشی ہوئیں مورتیں اگر ہیں جلادو- کیونکہ تو خداوند اپنے خدا کے لئے پاک قوم ہے خداوند تیرے خدا نے تجھے چن لیا کہ تو سب گروہوں کی بہ نسبت جو زمین پر ہیں اس کی خاص گروہ (استثناء باب)

ان حوالہ جات سے مسئلہ صاف ہے عیاں راچہ بیان- مگر ناظرین اس کی پوری تفصیل ہمارے رسالہ تقابل ثلاثہ) میں دیکھ سکتے ہیں اب سنئے ہمارے لالہ صاحبان کی کتھا وہ کیا کہتے ہیں؟ وید جس کو مخزن علوم وفنون کہا جاتا ہے جس کو بہت کچھ مجلی کر کے نادانوں کے ہاتھ سونے کے بھاؤ بیچنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی وید میں بھی جہاد کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے پس سنئے

"اے دشمنوں کو مارنے والے اصول جنگ میں ماہر بے خوف وہراس پر جاہ وجلال عزیزو اور جوانمردو تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو- پرمیشور کے حکم پر چلو اور بدفرجام دشمن کو شکست دینے کے لئے لڑائی کا سرانجام کرو- تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے تم نے حواس کو مغلوب اور روئے زمین کو فتح کیا ہے (کب شاید سلطان محمود کے زمانے میں) تم روئیں تن اور فولاد بازو ہو اپنے زور شجاعت سے دشمنوں کو تہ وتیغ کرو تا کہ تمہارے زور بازو اور ایشو کے لطف وکرم سے ہماری ہمیشہ فتح ہو" (اتھروید کانڈ ۶ انوواک اورگ ۷ ۹ منتر ۳)

گو نمونہ تو اسی ایک ہی منتر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وید ہاں وید مقدس میں جہاد کے متعلق (نہیں نہیں بلکہ) تمام دنیا پر سلطنت کا سکہ جمانے کے لئے حکم کیا ہے- جس نے مفصل بحث دیکھنی ہو وہ ہمارے رسالہ حق پرکاش- ترک اسلام اور جہاد وید وغیرہ میں ملاحظہ کریں فاعتبروا-

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ

فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے اور عزت والی مسجد کے پاس ان سے نہ لڑو جب وہ خود تم سے اس میں نہ لڑیں

فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٢﴾

پھر وہ اگر تم سے اس میں لڑیں تو تم ان سے لڑو اسی طرح سزا ہے ظالموں کی- پھر اگر وہ باز آویں تو خدا بڑا بخشنہار مہربان ہے

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ معدوم ہو جائے اور دین (قانون) اللہ کا ہو جائے پھر بھی اگر باز آویں تو دست اندازی نہیں مگر ان لوگوں پر

الظَّالِمِينَ ﴿١٩٣﴾ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا

جو ظالم ہیں عزت والا مہینہ عزت والے مہینے کے مقابل ہے اور ہتک حرمت کا بدلہ ہے پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے اس سے اس کی

عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩٤﴾

زیادتی جتنا بدلہ لو اور خدا سے ڈرو اور جانو کہ خدا ڈرنے والوں کے ساتھ ہے

اسی لئے کہ باہمی فتنہ وفساد جو وہ کر رہے ہیں قتل سے بھی بدتر ہے باوجود ان کی شرارت کے اور خباثت کے ہم انکو مہلت اور سہولت دیتے ہیں کہ اگر وہ کعبہ شریف میں پناہ گیر ہوں تو انہیں نہ ستاؤ- اور عزت والی مسجد یعنی کعبہ کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ خود تم سے نہ لڑیں پھر اگر وہ اس مسجد میں بھی تم سے لڑیں اور تمہارے دینی امور میں خلل انداز ہوں- تو تم بھی ان سے خوب لڑو- پھر ان کی کسی بات کا لحاظ نہ کرو- اسی طرح کی سزا سے ظالموں کی جو ظلم و ستم پر کمربستہ ہوں باوجود اس کے پھر بھی اگر وہ باز آویں اور اپنی پہلی خباثتیں چھوڑ دیں تو خدا بھی ان کو معاف کرے گا کیونکہ وہ بڑا بخشنہار مہربان ہے- اور اگر شرارت ہی پر کمربستہ رہیں تو ان سے خوب لڑو یہاں تک کہ ان کا فتنہ فساد معدوم ہو جائے اور بالکل امن کی صورت ہو کر دین یعنی قانون اللہ کا جاری ہو جائے- پھر بھی اگر اپنی شرارت سے باز آویں اور فتنہ فساد نہ کریں اور امن عامہ میں خلل انداز نہ ہوں تو ان پر کسی طرح کی دست اندازی جائز نہیں مگر ان لوگوں پر جو عہد شکنی کی وجہ سے ظالم ہیں بے شک ہاتھ بڑھاؤ- یہاں تک کہ اگر وہ مہینے حرام[1] میں بھی تم سے لڑیں اور عہد شکنی کریں تو تم بھی اسی مہینہ میں لڑو- اس لئے کہ عزت کا مہینہ عزت والے مہینے کے مقابل ہے جب وہ تمہارے مہینے کی عزت نہیں کرتے تو تم بھی ان کے مہینے کی نہ کرو اور ہتک حرمت کا یہی بدلہ ہے جب کہ وہ تمہاری عزت کی پرواہ نہیں کرتے تو تم بھی ان کی مت کرو بیشک موقع مناسب میں ان سے بدلہ لو- پھر بھی اس امر کا لحاظ رکھو کہ جو کوئی زیادتی تم پر کرے اس سے اس کی زیادتی جتنا بدلہ لو- اور اس سے زیادہ بدلہ لینے میں خدا سے ڈرو اور اس ڈرنے میں اپنا نقصان نہ سمجھو بلکہ دلی یقین سے جانو کہ خدا کی مدد ڈرنے والوں کے ساتھ ہے- ہاں ایسے بھی مت ہو جاؤ کہ قتل و قتال کے جھگڑوں میں پڑ کر سبھی کچھ چھوڑ دو کیونکہ لڑائی جھگڑا بھی اپنی حد تک ہی اچھا ہے- حد سے زیادہ مصروفی کسی کام میں بھی اچھی نہیں جنگ و جدال کی بھی

شان نزول

[1] مسلمانوں کو جب اپنے دفعیہ کے لیے لڑنے کا حکم ہوا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ اگر کفار عرب مہینے حرام میں ہم سے لڑیں گے تو ہم کیا کریں گے- اس مہینے میں تو لڑنا جائز نہیں- ان کے اس خیال پر یہ آیت نازل ہوئی (موضح القرآن) مہینے حرام کے وہ ہیں جس میں لڑائی کی ابتداء کرنی حرام ہے اور وہ چار ہیں- (ذوالقعدہ- ذوالحجۃ- محرم اور رجب)

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ

اور خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو اور احسان کیا کرو احسان

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ

کرنے والے اللہ کو بھاتے ہیں اور حج اور عمرہ کو اللہ پورا کرو پھر اگر گھر جاؤ تو جو قربانی میسر ہو

مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ

ذبح کیا کرو اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ لے ہاں جو شخص

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو بدلہ میں روزے یا صدقہ یا

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

قربانی اس پر واجب ہے پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو جو شخص عمرہ کر کے حج تک بہرہ یاب ہو تو وہ ایک قربانی کرے جیسی اسے میسر ہو

کوئی حد ہے کہ جب کبھی تم کو کفار تنگ کریں اور احکام الٰہی کے تابع نہ ہوں تو اس کا دفعیہ ضروری ہے- ہاں ایک کام ایسا ہی ہے جس کی کوئی بہار خزاں نہیں بلکہ سب موسم اس کے لئے بہار ہیں وہ یہ کہ اللہ کو اپنا داتا اور رازق مطلق جانو اور خدا کی راہ میں[1] حسب موقع اپنے کمائے ہوئے حلال مال خرچ کرو اور بخل کی وجہ سے اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو اور سب لوگوں کے حال پر چاہے کوئی ہو احسان اور مہربانی کیا کرو- اس لئے کہ احسان کرنے والے اللہ کو بھاتے ہیں مال کا خرچ کرنا دو قسم پر جانو ایک تو یہ کہ دوسروں کو دیا جائے جیسے صدقہ وغیرہ- دوسری قسم وہ ہے جو خاص اپنی ہی جانوں پر خرچ کرو اور حج اور عمرہ[2] کو بھی مال خرچ کر کے جاؤ اور ان کو خالص اللہ کی خوشنودی کی نیت سے پورا کیا کرو- پھر اگر راہ میں کسی وجہ سے گھر جاؤ اور کعبہ تک نہ پہنچ سکو تو جو چیز قربانی کی تم کو میسر ہو راستے ہی میں ذبح کر دیا کرو یا بھیج سکو تو بھیج دو اور اپنے سر نہ منڈواؤ اور احرام کی صورت میں جو پہلے سے تم نے دربار الٰہی کے لائق بنا رکھی ہے- اسے نہ بدلہ کرو- جب تک کہ قربانی تمہاری اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے یعنی ذبح ہو جائے- ہاں جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں بالخصوص کوئی تکلیف ہو- جس کے سبب سے وہ احرام کی تکلیف نہیں اٹھا سکتا- ایسا شخص اگر احرام توڑ دے تو اس توڑنے کے بدلہ میں تین روزے یا ساڑھے[3] سات سیر اناج کا صدقہ یا قربانی اس پر واجب ہے پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو جو شخص عمرہ کر کے دنیاوی لذائذ اور فوائد سے حج تک بہرہ یاب ہو تو وہ اس کے شکریہ میں ایک قربانی کرے جیسی اسے میسر ہو-

---

شان نزول

[1] جب لوگوں کو مسکینوں پر خرچ کرنے کا حکم ہوا تو بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ہم مال اپنا اسی طرح پر خرچ کرتے رہے تو ہم خود مسکین ہو جائیں گے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- معالم

[2] ایک شخص نے آنحضرت سے سوال کیا کہ میں اپنا عمرہ کس طرح کروں؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی- یعنی عمرہ میں جو احکام ہیں کہ احرام باندھ کر مثل حج کے طواف کرنا سو کرو اور جو امور منع ہیں ان سے بچتے رہو

[3] تین صاع مدنی کا ساڑھے سات سیر اندازہ ہے

فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ

اور جس کو نہ ملے وہ تین روزے حج میں رکھے اور سات جب لوٹو یہ

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا

دھاکہ پورا ہے یہ حکم ان لوگوں کو ہے جن کے گھر والے مسجد حرام میں نہ رہتے ہوں اور اللہ

اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ

سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ خدا کا عذاب سخت ہے۔ حج کے لئے چند مہینے مقرر ہیں جو کوئی ان میں حج کو اپنے

الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يَّعۡلَمۡهُ

ذمہ لے وہ جماع نہ کرے فسق نہ کرے اور نہ حج میں جھگڑا کرے اور جو کچھ بھلائی کرو گے خدا اس کو جانتا

اللّٰهُ ؔ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى ۚ وَاتَّقُوۡنِ يٰٓاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ

ہے اور سفر خرچ ساتھ لیا کرو کیونکہ سفر خرچ کا بڑا بچنا ہے اور اے عقل والو مجھ سے ڈرتے رہو۔ اس میں تمہیں کوئی

جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ

گناہ نہیں کہ تم اپنے رب سے فضل چاہو پس جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو

اور جس کو قربانی نہ ملے وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب وطن کو لوٹے یہ دھاکہ پورا اس پر واجب ہے نہ ہر ایک کو یہ حکم ہے بلکہ ان لوگوں کو ہے جن کے گھر والے مسجد حرام یعنی مکہ میں نہ رہتے ہوں بلکہ آفاقی ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بتلائے سے کمی زیادتی نہ کرو اور یہ جان لو کہ احکام شرعیہ میں کمی زیادتی کرنے والوں کے لئے خدا کا عذاب بہت سخت ہے ایسا نہ ہو کہ حج کی فضیلت سن کر دیگر صدقات کی طرح ہر وقت ہی اس کے ادا کرنے میں لگو نہیں بلکہ اس حج کے لئے چند مہینے یعنی شوال ذوالقعدہ اور اول ہفتہ ذوالحج مقرر ہیں تمام عمر بھر کا فرض ان میں ادا ہو جاتا ہے ہر سال آنا جانا کچھ ضروری نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ جو کوئی ان مہینوں میں حج کو اپنے ذمہ لے وہ چند امور ممنوعہ سے ضرور ہی بچتا رہے بیوی سے جماع نہ کرے فسق وفجور نہ کرے اور نہ حج کے دنوں میں کسی سے جھگڑا کرے اگرچہ حق پر ہو کیونکہ دربار شاہی میں اس قسم کی باتیں بے ادبی میں داخل ہیں اس کے سوا اور بھی جو کچھ بھلائی کرو گے اس کا بدلہ پاؤ گے کیونکہ خدا اس کو جانتا ہے اور ایسے زاہد اور متوکل بھی نہ ہو کہ حج کو جاتے ہوئے کھانا کپڑا ہی چھوڑ جاؤ جس سے آخر بوجہ مجبوری مانگنے تک نوبت آئے اس لئے سفر حج میں بلکہ ہر سفر میں سفر[1] خرچ ساتھ لیا کرو کیونکہ خرچ کا بڑا فائدہ پرہیزگاری اور سوال سے بچنا ہے جو سفر خرچ نہ ہونے کی حالت میں تم کرتے ہو۔ پس ایسے بیجا سوال اور ناحق کے بخل کرنے میں اے عقل والو مجھ سے ڈرتے رہو ہاں اس میں تمہیں کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کریم سے تجارت کے ذریعے فضل یعنی نفع چاہو بیشک حج کے موسم میں اسباب فروختنی لے جاؤ اور کماؤ۔ اس میں تم پر گناہ نہیں۔ گناہ اس میں ہے کہ دنیا کمانے میں اللہ کو بھول جاؤ سو ایسا مت کرنا بلکہ اس کی یاد سب دنیا ومافیہا سے افضل جانا کرو۔ پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر الحرام

شان نزول

[1] بعض لوگ بلا خرچ حج کو چلے آتے اور اپنا نام متوکل کہلاتے مگر مکہ شریف میں آکر مانگتے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾

خوب یاد کرو اس کو اسی طرح یاد کرو جیسا اس نے تم کو بتلایا تم اس سے پہلے گمراہ تھے

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٩٩﴾

پھر لوٹو تم جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ سے بخشش مانگا کرو اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ

پس جب تم حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کو ایسا یاد کرو جیسا کہ اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زائد

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾

پھر بعض لوگ ایسے ہیں کہ کہتے ہیں اے ہمارے مولا ہم کو اسی دنیا میں دے اور آخرت میں ان کے لئے کچھ بھی حصہ نہ ہوگا

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے مولا تو دنیا میں ہم کو نعمت اور قیامت میں بھی نعمت نصیب کر

پہاڑی کے پاس اللہ کو خوب یاد کرو نہ اپنے بناوٹی طریق سے بلکہ اس کو اسی طرح یاد کرو جیسا اس نے تم کو بتلایا اسلئے کہ ابھی تم اس سے پہلے گمراہ تھے پھر تمہاری رائے کا کیا ٹھیک ہے۔ تم تو کہیں اپنے خیال میں ایسے کلمات بولو جو شریعت میں پسند نہ ہوں۔ پھر[1] لوٹو تم اے قریشیو جہاں سے اور عرب کے لوگ لوٹتے ہیں یعنی عرفہ سے اور اپنی بے جا ہٹ کو چھوڑ دو اور اپنے پہلے فعلوں پر اللہ سے بخشش مانگا کرو۔ وہ بخشے گا کیونکہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ چونکہ حج میں مقصود صرف ذکر الٰہی ہے اس لئے اس کی ابتداء انتہاء مین کوئی فرق نہیں پس مناسب بلکہ واجب ہے کہ جیسے ابتداء میں اللہ کو یاد کرتے رہے ہو اسی طرح جب تم حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کو ایسا یاد کرو جیسا کہ اپنے باپ دادا کو بعد حج کے بطور فخر یہ یاد کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زائد کیونکہ باپ دادا کا مذاکرہ تو تمہاری باہمی مفاخرت اور ایک نکمی بڑائی کے لئے ہے اور خدا کے ذکر سے تو تمہاری عاقبت بخیر ہو جائے گی۔ ہماری تعلیم تو ایسی صاف ہے مگر پھر بھی بعض لوگ ایسے کوتہ اندیش ہیں کہ دعا کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ اے ہمارے مولا جو کچھ تو نے ہم کو دینا ہے اسی دنیا میں دے ہم بھی ایسے ویسوں کو جس قدر کچھ دینا ہوگا دیں گے۔ اور آخرت میں ان کو ایسا بے نصیب کریں گے کہ ان کے لئے بھلائی سے کچھ بھی حصہ نہ ہوگا اور ان کے مقابل بعض لوگ وہ ہیں جو خدا کو سب طاقتوں کا مالک سب کچھ دینے والا جان کر دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے مولا تو دنیا میں بہت ہم کو نعمت اور ہر طرح سے عافیت دے اور قیامت میں بھی نعمت اور آسائش نصیب کر اور سب سے زائد تیری رحمت سے یہ توقع ہے۔

شان نزول

[1] قریش کے لوگ اور ان کے اتباع مزدلفہ میں جو عرفات سے ورے ایک میدان ہے ایام حج میں ٹھہر کر واپس مکہ ہوتے تھے۔ اور دوسرے لوگ عرفات سے واپس ہوتے تھے اور حکم الٰہی دوسروں کے مطابق تھا اس لئے قریش کے لیے بطور فہمائش یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری)

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ

اور تو ہم کو آگ کے عذاب سے رہائی دیجو- ان کی کمائی کا حصہ ان کو ہے اور خدا بہت جلد محاسبہ کرنے

الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ

والا ہے- اور اللہ کو یاد کرو چند دن گنے ہوئے پھر جو کوئی دو دن میں جلدی

فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا

کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو دیر لگائے- اس پر بھی جو پرہیزگاری کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور اللہ سے

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ

ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم نے اسی کے پاس جمع ہو کر جانا ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں جن کی باتیں تجھ کو دنیا میں بھلی

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

معلوم ہوتی ہیں

کہ تو ہم کو آگ کے عذاب سے رہائی دیجیو- ان دوراندیشوں اور ان کوتاہ بینوں کی مثال بین یہ ہے کہ یہ خدا سے گویا عمدہ سی غذا مع سالن اور حبوب ہاضمہ کے مانگتے ہیں- اور وہ کم بخت گویا صرف روکھی روٹی خدا مالک الملک سے چاہتے ہیں- پس تم آپ ہی فیصلہ کرلو کہ ان میں سے بہتر اور دانا کون ہے یقیناً ان کی دوراندیشی اور بلند پروازی میں کسی کو کلام نہ ہوگا جب ہی تو ان کی کمائی کا حصہ ان کو ہے اور ان کی دعا بھی قبول ہوگی- اور خدا ان دونوں کا بہت جلد محاسبہ کرنے والا ہے جس سے تمام اجر بجز فریقین کا کھل جائے گا- اپنے اپنے برتے کے موافق پھل پاویں گے- پس تم بھی اے لوگو اگر خدا کے کامل بندے بننا چاہتے ہو تو خدا سے اس طرح کے سوال کرو جو دونوں جہانوں میں کارآمد ہوں اور ہر حال میں اللہ کو یاد کرو بالخصوص چند[1] دنوں میں یعنی بعد حج کے گیارھویں بارھویں تیرھویں پھر بھی جو کوئی دو دن میں ہی جلدی کرے اور بارھویں کو لوٹ آوے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے ہاں ہر ایک کو نہیں بلکہ ان کو جو پرہیزگاری کریں اور ہر کام میں اخلاص مند ہوں پس تم اخلاص مند بنو- اور اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہو- اور دل سے جان رکھو کہ تم نے اسی کے پاس جمع ہو کر جانا ہے- مناسب تمہارے اعمال کی جزا سزا دے گا- اپنی ظاہرداری پر نازاں نہ ہو اس لئے کہ وہ تمہارے حال سے خوب واقف ہے تمہارے دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے ہاں تم آپس میں ایک دوسرے کے حال سے مطلع نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات تمہارا دشمن دوست بن کر تم کو دھوکہ دے جاتا ہے اور تم نہیں جان سکتے اور بعض[ع] لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کی بناوٹی باتیں باوجود رسول کے ہونے کے اے رسول تجھ کو بھی دنیا کے معاملات میں بھلی معلوم ہوں-

شان نزول

ع بعض لوگ منافقانہ آنحضرت کی خدمت میں آکر نرم نرم باتیں کرتے اور اپنا اخلاص بیان کرتے اور ہر طرح سے قسمیں کھا کر بھی یقین دلاتے کہ ہم خیر خواہ ہیں حالانکہ باہر جا کر ہر طرح سے ایذا رسانی میں کوشش کرتے اور مسلمانوں کے مال و جان کے ضائع کرنے میں بھی دریغ نہ کرتے چنانچہ اخنس بن شریک ایک شخص منافقانہ حضرت کی خدمت میں آیا کرتا تھا- ایک دفعہ جب اس کا داؤ چلا تورات کو جاتے ہوئے مسلمانوں کے کھیت میں چلا گیا اور مویشی قتل کر گیا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- جلالین

[1] ان دنوں کو ایام منی کہتے ہیں منی میں (جو مکہ شریف سے باہر ایک میدان ہے) بعد حج تکبیریں پڑھا کرتے ہیں-

وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى

اور اپنے مافی الضمیر پر خدا کو گواہ کرتا ہے حالانکہ وہ تمہارا سخت دشمن ہے۔ اور جب پھر جاتا ہے تو زمین

فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

میں تگ و دو کرتا ہے کہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتوں کو برباد کرے اور چارپایوں کی نسل کو مار دے اللہ فساد کو پسند

الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ

نہیں کرتا۔ اور جب کوئی اسے کہتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو اکڑخانی کی وجہ سے گناہ پر اڑ جاتا ہے پس جہنم اس کو کافی

جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ

ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی جان اللہ کے خوش کرنے میں

مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا

دے دیتے ہیں اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے اے مسلمانو سب احکام کی فرمانبرداری

فِى السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ

کیا کرو اور شیطان کے پیچھے مت چلو وہ تمہارا

اس لئے کہ تو غیب سے ناواقف ہے اور وہ طاقت لسانی سے ادھر ادھر کی تجھ کو سناتا ہے اور اپنے مافی الضمیر پر بڑے صادق اور راست بازوں کی طرح خدا کو گواہ کرتا ہے کہ اللہ کی قسم میں تمہارا دل سے خیر خواہ ہوں مجھے آپ سے بڑی محبت ہے حالانکہ وہ تمہارا سخت دشمن ہے۔اس کی دشمنی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ مسلمانوں کو ہر طرح سے تکلیف پہنچاتا ہے اور جب تیری مجلس سے پھر جاتا ہے تو زمین کی بربادی میں تگ ودو کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور کھیتوں کو برباد کرے اور چارپاؤں کی نسل کو مارے اگرچہ تو کبھی ایسے بدمعاش سے بوجہ ناواقفی کے خوش ہو گیا ہو یا آئندہ کو ہو جائے۔ مگر اللہ تو ہرگز ان سے خوش نہ ہوگا اس لئے کہ اللہ فساد اور فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ تو ایسا مفسد اور متکبر ہے کہ جب کوئی اسے بطور نصیحت کہتا ہے کہ خدا سے ڈر اور ایسے بے ہودہ کاموں سے توبہ کر تو اپنی اکڑخانی کی وجہ سے زیادہ گناہ پر اڑ جاتا ہے اور کہنے سننے والوں کی تحقیر کرتا ہے۔ بھلا کہاں تک کرے گا۔ ہم نے بھی اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ پس وہی جہنم اس کے غرور توڑنے کو کافی ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے جہاں اسے رہنا ہوگا جیسا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا متکبر اور مغرور ہے۔ اسی طرح اس کے مقابل بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی جان بھی اللہ کے خوش کرنے میں دے دیتے ہیں ایسے ہی لوگ مورد الطاف خداوندی ہیں بھلا کیوں نہ ہوں ؟ ایک تو ان کی نیک نیتی اور ساتھ ہی اس کے یہ کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ ٹھیک ہے کہ خدا کا بندہ بننا صرف زبانی خرچ سے نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے سب احکام نہایت تعظیم و تکریم سے نہ نبھائے جائیں جب ہی تو تم کو حکم ہوتا ہے کہ اے مسلمانو سب[ل] احکام الٰہی کی فرمانبرداری کیا کرو۔ اور بعض کو کرنے اور بعض کو چھوڑنے میں شیطان کے پیچھے مت چلو اس لئے کہ وہ تمہارا

شان نزول

ل بعض لوگ مسلمان ہو کر بھی اپنی رسوم چھوڑنے سے جی چراتے بعض یہودی مشرف باسلام ہو کر اونٹ کے گوشت سے حسب عادت سابقہ پرہیز کرتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٠٨﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

صریح دشمن ہے پس بعد پہنچنے روشن احکام کے اگر تم بھولو گے تو جان لو کہ اللہ بڑا غالب اور

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٠٩﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ

بڑی حکمت والا ہے یہ مشرک لوگ اب اس امر کی انتظاری کرتے ہیں کہ خود خدا ہی بادلوں کے سایہ میں ان کے پاس آوے

وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٢١٠﴾ ع سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اور اس کے فرشتے اور کام کا فیصلہ ہو جائے سب کام تو اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں پوچھ بنی اسرائیل سے

كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ

کہ کتنے ہم نے ان کو نشان دیئے جو شخص اللہ کی نعمت کو بعد حاصل ہو جانے کے بدلتا ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ

تو خدا کا عذاب سخت ہے کافروں کو دنیا کی زندگی اچھی لگتی ہے اور مسلمانوں سے مسخری

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ

کرتے ہیں

صریح دشمن ہے۔وہ کبھی تم سے بھلائی نہ کرے گا پس بعد پہنچنے صریح اور روشن احکام کے بھی اگر تم بھول گئے تو جان لو کہ تم اپنا ہی نقصان کرو گے اور اللہ تو بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے جب کبھی کوئی کام چاہتا ہے تو فورا کر دیتا ہے اور نہایت حکمت سے کرتا ہے کسی مخلوق کی اطاعت سے اسے فائدہ نہیں کسی کی سرکشی سے اس کا نقصان نہیں۔مگر یہ دنیا کے بندے کفار مکہ ایسے خدا کے رسول کی اطاعت نہیں کرتے اور ناحق ادھر ادھر کی باتیں بناتے ہیں۔یہ مشرک لوگ گویا اس امر کی انتظاری کرتے ہیں کہ خود خدا ہی بادلوں کے سایہ میں ان کے پاس چل کر آوے اور ساتھ ہی اس کے فرشتے بھی ہوں اور آخری کام کا فیصلہ ہو جائے نیکوں اور بدوں میں تمیز ہو ان کی ایسی بیجا آرزوؤں اور تمسخر کی سزا خوب ہی ملے گی آخر تو سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرتے ہیں ایسے لوگ تو پہلے بھی ہو چکے ہیں جو ظاہری ناز و نعمت پر مغرور ہو کر خدا کے حکموں کو بھولے تھے۔پھر آخر کار عذاب الٰہی نے ان کی خوب گرفت کی۔ذرا پوچھ تو بنی اسرائیل سے کہ کتنے ہم نے ان کو احسان خداوندی کے نشان دیئے مگر انہوں نے بجائے شکر کے یہ سمجھا کہ ہماری لیاقت پر ہم کو ملے ہیں۔ان کی ناشکری کی سزا میں خدا نے ان پر وبال نازل کئے کیوں نہ ہو جب کہ عام قاعدہ ہے کہ جو شخص اللہ کی نعمت کو بعد حاصل ہو جانے کے بدلتا ہے یعنی بجائے شکر کے کفر کرتا ہے تو انجام کار سوائے ہلاکت کے اس کو کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا۔اسلئے کہ ایسے نالائقوں کیلئے خدا کا عذاب سخت ہے ہمیشہ سے کوتہ اندیشی ظاہر بینی پر مرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کافروں کو دنیا کی زندگی کی نمائش اچھی لگتی ہے اور مسلمانوں سے بسبب ان کی تنگدستی کے مسخری[۱] کرتے ہیں اور اس چند روزہ زندگی اور اس کے تھوڑے سے اسباب کے لحاظ سے ان کو حقیر جانتے ہیں اور ان کا نام درویش اور ملانے رکھتے ہیں

شان نزول

[۱] کفار عموماً غربا مسلمانوں سے مسخری کرتے اور کہتے تھے کہ یہی لوگ جنت کے مالک ہیں انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

حالانکہ اللہ سے ڈرنے والے قیامت کے روز ان سے بلند ہوں گے اللہ جس کو چاہتا ہے رزق بے حساب دیتا ہے

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ

سب لوگ ایک ہی دین پر تھے تو اللہ نے نبی بھیجے خوشی سنانے والے اور ڈرانے والے

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا

اور ان کے ساتھ ایک ایک سچی کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے اختلاف کا فیصلہ کرے اور زیادہ

اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ

اختلاف اس میں انہیں لوگوں نے کیا جن کو کتاب ملی تھی بعد پہنچنے نشانات بینہ کے اپنے حسد کی وجہ سے

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ

پس خدا نے ماننے والوں کو اپنے فضل سے حق کی وہ راہ دکھائی جس میں یہ لوگ مختلف ہیں خدا جسے چاہے سیدھی

مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے

حالانکہ ڈرنے والے اہل ایمان قیامت کے روز ان سے بلند مرتبہ میں ہوں گے باقی رہی دنیاوی زیب وزینت سویاد رکھیں یہ کام اللہ کے ہیں جس کو چاہتا ہے رزق بے حساب دیتا ہے۔ اس میں اس کی مصلحتیں ہوتی ہیں یہ کوئی لیاقت کی دلیل نہیں۔ بہت سے نالائق جن کو بات کرنے کا بھی شعور نہیں ان کے آگے بہتیرے ذی شعور خادم بنے پھرتے ہیں کیا یہ نہیں جانتے کہ

بناداں آنچناں روزی رساند کہ داناں اندراں حیراں بماند

رہا ان کا یہ سوال کہ خدا خود ہی آکر ان کو ہدایت کرے سو یہ امر نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے۔ دنیا کی ابتداء تاریخ سے دیکھیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ ہمیشہ سے بنی آدم ہی رسول ہو کر آتے رہے۔ اول اول تو سب لوگ ایک ہی دین پر متفق تھے چند دنوں پر انہوں نے اس میں اختلاف[1] کیا۔ کوئی توحید پر رہا کوئی شرک میں پھنسا جب یہ حالت ان کی ہوئی تو اللہ نے بنی آدم سے نبی بھیجے۔ بھلے کاموں پر خوشی سنانے والے اور برے کاموں سے ڈرانے والے اور ان کے ساتھ ایک ایک سچی کتاب بھی نازل کی تاکہ وہ کتاب ان لوگوں کے اختلافوں کا فیصلہ کرے۔ بہت لوگ مان گئے گو بعض اپنی جہالت پر بھی اڑے رہے خیر وہ زمانہ بھی گزرا بعض ہدایت پر آئے اور بعض گمراہ رہے۔ طرفہ تو یہ کہ اس زمانہ کے لوگوں کی ابتر حالت دیکھ کر ہم نے ہدایت کے لئے رسول بھیجا تاکہ لوگوں کو راہ راست پر لائے اس کے ماننے میں بھی ان لوگوں نے پس وپیش کیا اور سب سے زیادہ اختلاف رائے اس میں انہیں لوگوں نے کیا جن کو پہلے الہامی کتاب توریت انجیل ملی تھی اور وہ اس سلسلہ رسالت سے واقف ہیں نہ یہ کہ لاعلمی سے بلکہ بعد پہنچنے نشانات بینہ کے محض اپنے حسد کی وجہ سے منکر ہوئے پس اس کا انجام یہ ہوا کہ یہی لوگ بے نصیب رہے اور خدا نے سچائی ماننے والوں کو محض اپنے فضل وکرم سے حق کی وہ راہ دکھائی جس میں وہ لوگ آپس میں مختلف ہو رہے ہیں کیوں نہ ہو خدا جسے چاہے سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا

---

[1] وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا (پ۱۱ع۷) کی طرف اشارہ ہے

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ

کیا تم خیال کئے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ تکالیف نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہر طرح کی سختیاں اور تکالیف بھی ان کو پہنچیں اور کانپتے رہے یہاں تک کہ رسول اور اس کے تابعدار مومن بول اٹھے

مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ

تھے کہ اللہ کی مدد کب ہوگی خبردار رہو خدا کی مدد قریب ہے۔ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ

تو کہہ دے جو کچھ خرچ کرنا چاہو وہ ماں باپ کو اور قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو دو

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

اور جو تم نیکی کرتے ہو خدا اس کو جانتا ہے

ہے وہ بااختیار حاکم ہے اور ہمیشہ اپنے اخلاص مندوں کی قدر کیا کرتا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ہدایت پر ثابت قدم رہنا ذرا مشکل کام ہے۔ علاوہ تکلیف احکام شرعیہ کے نااہلوں سے تکالیف اور اذیتیں بھی اٹھانی پڑتی ہیں جیسی کہ پہلے لوگوں کو ہوئیں اسی طرح تم پر بھی اے مسلمانو تکالیف آئیں گی اور ضرور آئیں گی کیا تم خیال[1] کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں جھٹ سے داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ تکالیف نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئیں تھیں۔ ہر طرح کی سختیاں اور تکلیفیں بھی ان کو پہنچیں اور مخالفوں کے خوف سے کانپتے رہے یہاں تک ان کو تکلیف پہنچتی تھی کہ اس زمانہ کے رسول اور ان کے تابعدار مومن بعض دفعہ بول اٹھے تھے کہ اللہ کی مدد جس کا ہم سے وعدہ ہوا ہے کب ہوگی اس سے زیادہ مناسب وقت مدد کا کونسا ہوگا۔ اس پر اللہ کی طرف سے بطور تسلی ان سے کہا جاتا تھا کہ خبردار رہو۔ خدا کی مدد بہت قریب ہے وہ حکمت والا ہے جب مناسب ہوگا مدد پہنچائے گا۔ ایسی تکلیفوں پر صبر تو کجا ابھی تو مسلمانوں پر یہ آئی ہی نہیں ابھی تو خدا کے فضل سے ہر طرح کی آسائش ہے۔ مال و دولت کا یہ حال ہے کہ تجھ سے از خود سوال[2] کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں چاندی دیں یا سونا یا حیوانات یا پیداوار تو کہہ دیجئے اس امر سے کیا پوچھو جس کی توفیق ہو خرچ کر لو۔ ہاں اس امر کا لحاظ رکھو کہ بیجا نہ دیا جائے بلکہ جو کچھ خرچ کرنا چاہو وہ پہلے ماں باپ[3] کو دو اگر وہ محتاج ہوں اور پھر قریبیوں یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو جن کا خرچ منزل تک نہ ہو یا کافی نہ ہو دو۔ ان کے علاوہ جس کو حقدار سمجھو دیتے رہو۔ تمہارا دینا ضائع نہ ہوگا اس لئے کہ جو کچھ بھی تم نیکی کا کام کرتے ہو خدا اسکو خوب جانتا ہے۔

شان نزول

[1] مکہ میں تو صرف مشرکین ہی کی تکلیف تھی مدینہ میں جب آپ نے ہجرت کی تو وہاں پر ایک طرف یہودی اور دوسری طرف چھپے دشمن دنیادار منافق تیسرے مشرک سب ساتھ مل کر جنگ احزاب میں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے جن میں یہود و نصاری اہل کتاب باوجود عہد مصالحت کے سب سے پیش قدم تھے ایسے واقعات سے صحابہ کرام کو بڑی تکلیف پہنچی انکی ہمت بڑھانے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

[2] ایک صحابی عمرو بن جموع نے جو بہت مالدار تھا آنحضرت سے سوال کیا کہ میں کیا خرچ کروں اسکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

[3] یہ صدقات سوائے زکوۃ کے مراد ہیں۔ زکوۃ کا ماں باپ کو دینا جائز نہیں

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ
جنگ کرنا تم پر فرض ہوا ہے اور وہ تم کو ناپسند ہے تم تو ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر

لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
ہوتی ہے اور ایک چیز کو پسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمہیں مضر ہوتی ہے اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ
تجھ سے حرام مہینے میں لڑنے کا حکم پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ

عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ
سے اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکال دینا

عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ
بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بھی بڑا ہے اور (کافر) ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے

اور یہ جو تم بعض اوقات خرچ کرنے سے روکتے ہو اس کی وجہ یہ نہیں کہ خرچ کرنا ہی واقع میں اچھا نہیں بلکہ یہ ناخوشی تمہاری بھی اس طرح ہے جیسے کہ جنگ[1] کرنا تم پر فرض ہوا ہے اور وہ تم کو ناپسند ہے تمہاری طبیعتوں کا کیا ٹھیک ؟ تم تو بسا اوقات ایک چیز کو ناپسند کرو حالاں کہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چیز کو پسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمہیں مضر ہوتی ہے۔ تمہاری بھلائی برائی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس لئے کہ خدا سب چیزوں کو جانتا ہے اور تم تو اپنا نفع نقصان بھی نہیں جانتے جب تم مسلمانوں کا یہ حال ہے تو ان کافروں کا کیا ٹھکانا۔ ان کی نادانی کا تو یہی ثبوت کافی ہے کہ بطور طعن کے تجھ[2] سے حرام مہینے میں لڑنے کا حکم پوچھتے ہیں یہ سمجھ کر کہ اگر اس نے لڑنا جائز کہہ دیا تو تمام عرب میں اس کی بدنامی کریں گے۔ یہ نہیں جانتے کہ حق بات کے ظاہر کرنے میں کبھی چوکنے کے نہیں۔ تو بیشک کہہ دے کہ اس مہینہ میں لڑنا بڑا گناہ ہے مگر صرف یہی گناہ نہیں بلکہ سیدھی راہ سے تمہاری طرح ٹیڑھے چلنا اور لوگوں کو بھی اللہ کی راہ دین اسلام سے اور مسجد حرام یعنی کعبہ شریف میں نماز پڑھنے سے روکنا اور اس کے حکموں کا انکار کرنا اور اس مسجد کے رہنے والوں کو محض اسلام کی وجہ سے اس سے نکال دینا اور ناحق تنگ کرنا یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ فساد کرنا جو تم کر رہے ہو قتل قتال سے بھی بڑا ہے پھر کس منہ سے ایسے سوال کرتے ہیں اور ذرا سی مسلمانوں کی غلطی کو بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں۔ اور سنو مسلمانو کافر لوگ اسی گذشتہ پر بس نہیں کریں گے بلکہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے حتی کہ

شان نزول

[1] مشرکین اور کفار ناہنجار کی تکالیف مسلمانوں کے حق میں از حد ضروری ہوگئیں تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

[2] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک موقع پر بوجہ غلطی کے یکم رجب میں (جو حرام مہینہ تھا) جنگ واقع ہوگئی۔ اس پر مشرکین عرب نے آنحضرت اور آپ کے صحابہ پر طعن کرنے شروع کئے کیوں کہ ان مہینوں میں لڑنا پہلے سے منع چلا آرہا تھا اور عرب میں دستور عام تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ سوال کن لوگوں نے کیا تھا ؟ بعض اہل اسلام کو سائل بتاتے ہیں اور بعض کفار کو میرے نزدیک آخری صورت مناسب ہے اس لیے کہ آئندہ کے لفظوں میں بطور عار دلانے کے جو الفاظ فرمائے گئے ان کے مصداق کفار ہی ہو سکتے ہیں مسلمان نہیں۔

حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ
یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین سے بھی پھیر دیں اگر طاقت رکھیں اور جو لوگ تم میں سے اپنا دین چھوڑ کر کفر کی حالت میں

وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
مریں گے تو ان کے کام دنیا اور آخرت میں سب ضائع ہو جاویں گے اور یہ لوگ آگ ہی کے

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
لائق ہوں گے جس میں ہمیشہ تک رہیں گے- جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کر آئے اور اللہ کی راہ

فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾
میں لڑے انہی کو اللہ کی رحمت کی امید ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز
تجھ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے نفعے بھی ہیں

تم کو تمہارے دین اسلام سے بھی پھیر دیں مگر کیا یہ کام کر سکتے ہیں ہاں اگر طاقت رکھیں تو ضرور ہی کریں لیکن ان شاء اللہ کبھی بھی ان کو اس امر کی طاقت نہ ہو گی- ہاں تمہیں بھی آگاہ رہنا چاہیے اور ہمارا اعلان سن رکھنا چاہیے کہ جو لوگ تم سے اپنا دین اسلام چھوڑ کر کفر کی حالت میں مریں گے تو ان کے نیک کام جس قدر کہ ہوں گے دنیا اور آخرت میں سب کے سب ضائع ہو جائیں گے اور آخر کار یہ لوگ آگ ہی کے لائق ہوں گے جس میں ہمیشہ تک رہیں گے ہاں جو لوگ اللہ کی توحید پر ایمان لائے اور اگر کفار نا ہنجار تنگ کریں تو بجائے دین چھوڑنے کے اپنا گھر اور وطن مالوف چھوڑ کر ہجرت کر آئے اور اگر اس پر بھی دشمنوں نے پیچھا نہ چھوڑا تو ایسے دشمنوں سے اللہ کی راہ میں خوب لڑے انہی کو اللہ کی رحمت کی امید ہے اور اللہ کی طرف سے علاوہ ان کی مزدوری کے بہت سی خلعتیں بھی ملیں گے اس لیے کہ اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے یہ بھی اس کی ایک مہربانی ہے جو ان کو ایسی سمجھ سے رکھی ہے کہ باوجود ایسی جہالت سابقہ کے جو کچھ کرتے ہیں پوچھ کر ہی کرتے ہیں گو وہ کام ان کی قدیمی عادت میں ہی کیوں نہ ہو ؟ دیکھو تو باوجود عادت قدیمہ کے تجھ[1] سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں- کہ مفید ہے یا نہیں تو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کسی قدر لوگوں کے نفعے بھی ہیں

شان نزول

[1] حضرت عمر اور معاذ بن جبل اور بعض انصار نے شراب اور جوئے کی بابت سوال کئے کہ حضرت ان کی بابت ہمیں حکم دیجئے یہ تو بہت ہی مذموم فعل ہیں- ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (معالم)

راقم کہتا ہے چونکہ عرب میں مثل یورپ کے شراب کی ازحد کثرت تھی اس لئے بتدریج ہٹانے کی غرض سے اس آیت میں سہل طریق برتا گیا جب وہ لوگ متنفر ہوئے تو اسی کو فعل شیطانی کہہ کر سختی سے روکا گیا-

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

اور گناہ ان کا نفع سے بڑا ہے اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہدے زیادہ خرچ کرو

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

اسی طرح خدا تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت میں غور کرو

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ

اور یتیموں کی بابت تجھ سے سوال کرتے ہیں تو کہدے کہ ان کی اصلاح کرنا اچھا ہے اور اگر ان کو ساتھ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ

خدا کو مفسد اور مصلح سب معلوم ہیں

کہ ایک قسم کا چند روزہ فربہ پن اور غیر معمولی تمول ہو جاتا ہے مگر باوجود اسکے ان کو نہ کرنا چاہئے اس لیے کہ ان میں قباحتیں بہت ہیں اور گناہ بھی ان کا نفع سے بڑا ہے اہل ایمان سے امید قوی ہے کہ ایسے افعال شنیعہ کے کرنے میں ہرگز پیش قدمی نہ کریں گے اس لئے کہ وہ ہمیشہ فائدہ اخروی ملحوظ رکھا کرتے ہیں جو ان میں مفقود ہے ان کی اس خصلت حمیدہ کی یہ قوی دلیل ہے کہ جب سنتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ایک ضروری امر ہے تو برضا و رغبت تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کتنا رکھیں اور کتنا دیں۔ جس قدر ارشاد ہوا اتنا ہی دیں تو ایسے پاک باطنوں سے کہہ دے کہ سارا مال خرچ کرنے میں اگرچہ اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے لیکن ہر ایک آدمی اس کا متحمل نہیں ہوتا۔ اس لیے تم اپنی حاجت سے زائد یعنی مال کا چالیسواں حصہ خرچ[1] کرو۔ اسی طرح خدا تمہارے لیے اپنے احکام بیان کرتا ہے اور کرتا رہے گا تاکہ تم دنیا اور آخرت میں غور کرو۔ اور فانی کو ترک کرکے باقی کو اختیار کرو۔ کیا اس دنیا کے فانی ہونے میں بھی کوئی شک ہے؟ کیا نہیں دیکھتے کہ بہت سے لوگ ان کے دیکھتے دیکھتے جا رہے ہیں۔ اور اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد جن کو نہایت ہی شفقت سے رکھتے تھے اپنے پیچھے یتیم چھوڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ نہایت اخلاص سے ان یتیموں کی بابت تجھ سے[2] سوال کرتے ہیں کہ کس طرح ان سے معاملہ کریں تو کہہ دے بہرحال ان کی اصلاح کرنا اچھا ہے اور اگر ان کو اپنے ساتھ ہی ملالو۔ اور ساتھ ان کو کھانا کھلاؤ گو ان سے اس کھانے کے دام بھی وصول کرو تو بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں اگر تمہاری نیت میں کوئی فساد ہوگا کہ ان کو ساتھ ملا کر ان کا مال کھا جائیں تو اس کی سزا پاؤ گے اس لئے کہ خدا کو مفسد اور مصلح سب معلوم ہیں۔

شان نزول

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقہ کی ترغیب دی تو بعض صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ حضرت کتنا مال خرچ کریں یعنی کس قدر دیں اور کس قدر رکھیں ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

[2] ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یتیموں کے مال کھانے کی ممانعت نازل ہوئی تو جن لوگوں کے پاس یتیم بچے رہا کرتے تھے وہ ان کو اپنے کھانے پینے میں کسی قدر خرچ لے کر شامل کر لیتے تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم کچھ ان کا غلطی سے کھالیں ان یتیموں کے کھانے کا بندوبست علیحدہ کر دیا اس علیحدگی میں یتیموں کا خرچ زائد ہونے لگا تو انہوں نے آنحضرت سے کہا تو انکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ

اور اگر خدا چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا بیشک خدا بڑا زبردست حکمتوں والا ہے اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو

حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا

جب تک وہ مسلمان نہ ہوں اور لونڈی ایماندار مشرکہ عورت سے بہتر ہے گو وہ تم کو بھلی معلوم ہو اور اپنی (لڑکیوں

تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ

کو) مشرکوں سے نہ بیاہو جب تک وہ مسلمان نہ ہوں اور غلام مومن مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تم کو

اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ

بھلا معلوم ہو۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے

بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

اور لوگوں کے لئے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پاویں

ع ۵

سب کو ان کی نیت کے موافق بدلہ دے گا۔ غور کرو تو یتیموں کو ساتھ ملانے کا حکم محض تمہاری ہی آزمائش کے لیے ہے ورنہ اگر خدا چاہتا تو تم کو سخت تکلیف میں ڈال دیتا کہ بالکل ان سے کسی طرح کا ملنا ملانا ایک جگہ بیٹھ کر کھانا بھی منع کر دیتا جس سے تمہیں بڑی دقت ہوتی۔ آخر وہ تمہارے بھائی ہیں۔ بے شک خدا بڑا زبردست حکمت والا ہے یہ بھی اسی کی حکمت سے ہے کہ تم کو ایسے حکم دیتا ہے کہ تم خود بھی مشرک نہ بنو اور مشرک عورتوں[1] سے نکاح بھی نہ کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوں کیونکہ بیوی خاوند میں تفرقہ مذہبی خاص کر توحید اور شرک کا اختلاف مقصود خانہ داری میں مخل ہے ہمیشہ کے جھگڑے اور فساد دور تک نوبت پہنچاتے ہیں۔ اگر مقصود خانہ داری حاصل کرنا ہو تو کسی مومن موحدہ عورت سے نکاح کرو۔ اس لیے کہ کمینی لونڈی ایماندار مشرکہ خاندانی سے بہتر ہے گو بوجہ حسن ظاہری وہ مشرکہ تم کو بھلی ہو۔ اس میں تمہاری خانہ داری کا مقصود خوب حاصل ہوگا۔ اس میں تم کو ہمیشہ کی دقت ہوگی۔ ایسا ہی یہ بھی تم کو ضروری ہے کہ اپنی لڑکیوں کو مشرکوں[2] سے نہ بیاہیو کسی ایماندار نیک بخت سے بیاہ دیا کرو۔ گو وہ غلام ہی ہو۔ کیونکہ غلام مومن دیندار مشرک بے دین سے اچھا ہے اگرچہ وہ مشرک بوجہ اپنی ظاہری وجاہت کے تم کو بھلا معلوم ہو اس لیے کہ یہ مشرک رشتہ دار لوگ عذاب آگ کی طرف تم کو بلاتے ہیں اور اللہ محض اپنی مہربانی سے تم کو بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور ہمیشہ لوگوں کے لیے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پاویں اور ہر ایک امر دریافت کر کے عمل کیا کریں۔

شان نزول

[1] ابو مرثد صحابی نے ایک عورت خوب صورت مشرکہ سے نکاح کرنے کی آنحضرت سے اجازت چاہی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

[2] اس آیت میں خدا نے نکاح کے متعلق ایک عمدہ اصول بتلایا ہے کہ دامادی کی بابت ہمیشہ دینداروں کو ترجیح ہونی چاہیے مگر افسوس کہ مسلمانوں نے جہاں اور احکام خداوندی سے غفلت کی اس معقول اصول سے بھی بے پرواہی کی کیسا ہی ہو مگر مالدار ہو ہمیشہ قابل ترجیح سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے نالایقوں سے پالا پڑ کر تمام عمر لڑکی کی زندگی جہنم میں گزرتی ہے مگر یہ سب کام انہیں لوگوں کے ہیں جن کی نسبت خدا نے پہلے ہی سے فرمایا

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي

اور تجھ سے حیض کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں تو کہہ دے وہ ناپاکی ہے سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ

الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ

رہو اور ان سے قریب بھی نہ جاؤ جب تک کہ پاک نہ ہو جائیں پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان سے ملاپ کرو

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ؁

جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے اللہ جھکنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے

نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠

عورتیں تمہاری کھیتی ہیں

جیساکہ یہ مسلمان لوگ تجھ سے حیض والی عورتوں[1] کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں کہ حیض کے دنوں میں ان عورتوں سے کیسا برتاؤ کریں ؟ یہودیوں کی طرح بالکل ہی علیحدہ کردیں یا کچھ میل جول بھی رکھیں۔ تو کہہ دے میل جول میں کوئی حرج نہیں بیشک ساتھ کھلاؤ پلاؤ ہاں حیض ایک قسم کی ناپاکی بیشک ہے سو حیض کی مدت میں عورتوں کے ساتھ ملاپ کرنے سے علیحدہ رہو اور ان سے اس حالت میں صحبت تو کجا قریب بھی نہ جاؤ۔ جب تک کہ حیض کی ناپاکی سے پاک نہ ہو جائیں پھر جب پاک ہو جائیں اور غسل بھی کرلیں تو بے شک ان سے ملاپ کرو۔ مگر ایسا ہی وحشیوں کی طرح بے سوچ سمجھے جہاں طبیعت چاہے نہ کرنے لگو۔ بلکہ جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے یعنی جو اولاد پیدا ہونے کا قدرتی راستہ ہے اور اس ملاپ سے غرض یہ رکھو کہ خدا اولاد صالح عنایت کرے اور اس اولاد طلبی میں کفر و شرک میں نہ پھنس جاؤ۔ بلکہ خدا ہی کی طرف جھکو اس لئے کہ اللہ جھکنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ حیض کے دنوں میں بند کرنا صرف اسی وجہ سے ہے کہ یہ خون ناپاک اور عورت کے رحم کی غلاظت ہوتا ہے۔ اسکا بہہ جانا ہی مناسب ہے ورنہ عورتیں[2] تمہاری کھیتی ہیں سو جیسا کھیتوں میں بیج بوتے ہو اسی طرح

شان نزول

[1] یہودیوں میں دستور تھا کہ جب عورت کو حیض آتا تو اس کو اپنے سے بالکل علیحدہ ہی کر دیتے حتی کہ کھانا پینا سب اس کا الگ کر دیتے صحابہ نے بھی آنحضرت سے سوال کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

[2] یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر پیچھے کھڑے ہو کر عورت کے موضع مخصوص میں جماع کریں تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے ان کے اس خیال کی تغلیط کو یہ آیت نازل ہوئی۔

راقم کہتا ہے اس سے یہ سمجھنا کہ عورت کے پیچھے میں دخول کرنا بھی جائز ہے بڑی غلط فہمی ہے اس لئے کہ خدا نے حرث (کھیتی) سے عورت کو تشبیہ دی ہے اور حرث جب ہی ہوگی کہ ایسے موضع میں دخول ہو جہاں سے پیداوار کی امید ہو اور پیچھے میں تو سب کچھ ضائع ہوتا ہے اور علاوہ اس کے عورت کو بجائے لذت کے سخت تکلیف پہنچتی ہے کیوں کہ وہ سوراخ اس غرض کیلئے نہیں بنا۔ اسلئے ایسا کرنا آدمیت کے خلاف ہے حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص عورت کے پیچھے جماع کرے خدا اس پر لعنت کرتا ہے۔

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ز وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

سو اپنی کھیتیوں کو جس طرح چاہو آباد کرو اور اپنی جانوں کے لئے آئندہ کی فکر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم کو

مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا

اس سے ملنا ہے اور تو ماننے والوں کو خوشخبری سنا- اور اللہ کو اپنی قسموں کا بہانہ نہ بنایا کرو کہ نیکی

وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ

اور پرہیزگاری نہ کرو اور لوگوں میں صلح نہ کراؤ اور اللہ سے سننے والا جاننے والا ہے- بلا قصد قسمیں کھانے پر خدا تم کو نہیں

فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

پکڑے گا ہاں جو دل سے تم نے قسمیں کھائی ہیں ان پر مؤاخذہ کرے گا اور خدا بڑا بخشنے والا حلم والا ہے

اپنی عورتوں کی کھیتی کو جس طرح چاہو حسب منشا آباد کرو اولاد کے قابل بناؤ اور محض شہوت رانی میں نہ لگے رہو بلکہ اپنی جانوں کے لیے آئندہ کی فکر کرو اور ہر حال اللہ سے ڈرتے رہو اور صدق دل سے جان رکھو کہ ایک روز تم کو اس سے ملنا ہے اور تو اے رسول (علیہ السلام) احکام خداوندی ماننے والوں کو خوشخبری سنا جو ہر وقت اور ہر حال میں قانون شریعت کا لحاظ رکھتے ہیں اور ان کو یہ بھی سمجھا دے کہ تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کو اپنی قسموں[ل] کا بہانہ نہ بنایا کرو کہ قسموں کی آڑ میں نیکی کرنی چھوڑ دو اور پرہیزگاری کے کام نہ کرو اور لوگوں میں فتنہ فساد کے وقت صلح نہ کراؤ اور جو اس سے پہلے قسمیں کھا چکے ہو ان کی بابت جناب باری میں عذر کرو وہ معاف کرے گا اس لیے کہ اللہ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے دلوں کے حال جاننے والا ہے اگر ایسی قسموں کو جن میں نیکی کے کام کرنے سے روکنا ہو توڑ کر کفارہ دے دو گے تو کوئی مؤاخذہ نہ کرے گا جیسا کہ بلا قصد قسمیں کھانے پر خدا تم کو نہیں پکڑے گا- جیسے عام لوگ واللہ باللہ کہا کرتے ہیں ہاں جو دل سے پورے پورے طور پر تم نے قسمیں کھائیں ہیں کہ واللہ باللہ ضرور ایسا ہی کروں گا ان پر مواخذہ کرے گا اور مواخذہ میں بھی یہ سہولت ہو گی کہ کفارہ دینے سے تمہارے گناہ بخشے جائیں گے- کیونکہ خدا بڑا بخشنے والا اور حلم والا ہے چھچھورے کم حوصلے والے حاکموں کی طرح تھوڑے سے قصور پر جلدی سے نہیں پکڑتا- یہ بھی اسکی مہربانی کا اثر ہے کہ مخلوق کو ظلم زیادتی سے روکتا اور ان کو انکی عادات قبیحہ سے جو انہیں کیلئے مضر ہیں

شان نزول

ل دو صحابیوں کو آپس میں کچھ رنج ہوا اس پر ایک نے قسم کھالی کہ نہ تو میں تیرے مکان پر آؤں گا اور نہ کبھی تیرے معاملہ میں دخل دوں گا- چونکہ آپس کا رشتہ تھا جب کوئی اس کی بابت اس کو کہے تو وہ کہہ دے کہ میں اس کے معاملہ میں دخیل نہ ہوں گا- اس پر یہ آیت نازل ہوئی- معالم

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلا کرتے ہیں وہ بیویاں چار مہینے تک انتظار میں ٹھہریں پس اگر وہ باز آویں تو اللہ بڑا

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَ الْمُطَلَّقٰتُ

بخشنے والا مہربان ہے- اور اگر چھوڑنے کی ہی ٹھان لیں تو بیشک خدا سنتا اور جانتا ہے- اور مطلقہ عورتیں

یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ

تین حیض تک اپنے کو ٹھہرائے رکھیں اور جو کچھ خدا نے ان کے پیٹوں میں پیدا کر

اللّٰهُ فِیْۤ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

رکھا ہے اس کو نہ چھپاویں اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں

منع کرتا ہے چنانچہ تمہاری عادات ایلا کے متعلق جو بڑی قبیحہ ہے اس سے عورت پر بلاوجہ از حد ظلم ہوتے ہیں اس لئے کہ اس کے متعلق قاعدہ بتایا جاتا ہے گو جو لوگ[1] اپنی بیویوں سے ایلا کرتے ہیں وہ بیویاں چار مہینے تک ان کی انتظاری میں ٹھیریں پھر اس کے بعد اگر وہ اپنے کہے سے باز آویں اور آرام چین سے رہیں تو خدا بھی ان کے سابقہ قصور معاف کر دے گا اس لئے کہ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور اگر چھوڑنے کی ہی ٹھان لیں اور بعد چار مہینے کے بھی صلح صفائی نہ کریں اور منہ سے طلاق دیں یا دل میں اس کو چھپاویں تو بے شک خدا سنتا اور جانتا ہے ان کی طلاق ہو جائے گی اور وہ عورتیں مطلقہ کہلائیں گی- اور مطلقہ عورتیں تین حیضوں تک اپنے کو ٹھیرائے رکھیں جب تک وہ تین حیضوں سے بعد تک پاک نہ ہولیں نکاح ثانی نہ کریں اگر بوجہ پیرانہ سالی کے حیض نہ آئے تو تین مہینے تک نہ ٹھہریں- اور اگر بوجہ حمل خون بند رہے تو وضع حمل تک انتظار کریں- اور جو کچھ خدا نے ان کے پیٹوں میں پیدا کر رکھا ہے اسکو بغرض جلدی نکاح نہ چھپائیں اگر اللہ کو مانتی ہیں اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ایسا ہی کریں اور

شان نزول

[1] عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ عورت سے خفا ہو کر اس کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیتے پھر نہ اسے چھوڑتے اور نہ اسے آباد ہی کرتے- بلکہ ہمیشہ کو تکلیف پہنچاتے- ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- معالم

(جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلا کرتے ہیں) اس آیت میں مسئلہ ایلا کا شروع ہوا ہے ایلاء کے معنی قسم کے ہیں- عرب میں ایک دستور قبیح تھا کہ عورت کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے قسم کھالیتے کہ میں تیرے پاس نہیں آؤں گا- اس سے نہ تو وہ عورت اس خاوند سے مطلقہ ہوتی اور نہ آباد ہی رہتی- اسلام نے جہاں ان کی اور خرابیوں کی اصلاح کی تھی اس کی اصلاح بھی مناسب کر دی کہ ایسے ظالموں کے لیے ایک مدت مقرر کر دی کہ جو لوگ ایسی بے ہودگی کریں ان کو ہمیشہ تک کامیابی نہ ہو- کہ اپنی مرضی کے مطابق عورتوں کو ستائیں- بلکہ چار مہینے تک عورتیں ان کی انتظاری کریں- اگر وہ رجوع کر آئیں تو خیر وہ اس کی عورت اور وہ اس کا خاوند اور اگر چار مہینے تک رجوع نہ کریں تو طلاق ہو جائے گی- آگے پھر کسی قدر علماء کا اختلاف ہے کہ چار مہینے گزرنے سے طلاق خود بخود ہو جائے گی یا قاضی یا حاکم وقت کی بھی حاجت ہے سو خیر یہ کچھ اختلاف ایسا نہیں جو مقصود قرآنی میں خلل انداز ہو- غرض تو یہ ہے کہ عورت سے مظالم جابرانہ کو دفع کیا جائے- رہی یہ بحث کہ ایلا کے احکام مختلفہ کیا ہیں اور ان میں ہر ایک کے دلائل کیا ہیں؟ سو کتب فقہ میں مذکور ہیں-

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي

اور خاوند ان کے اس مدت کے اندر انکو پھیرنے کا حق رکھتے ہیں اگر ان کی غرض اصلاح کی ہو جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں

عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ویسے ہی عورتوں کے بھی ان پر دستور کے موافق حقوق ہیں مردوں کو عورتوں پر برتری ہے اور خدا غالب ہے حکمت والا

ع ۲۸

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ

(رجعی) طلاقیں دو ہیں پھر یا تو دستور کے موافق روک ہے یا بھلائی سے رخصت

اور خاوند ان کے جنہوں نے اب تک ایک یا دو ہی طلاقیں دی ہیں اس مدت کے اندر اندر پھیرنے کا حق رکھتے ہیں اگر ان کی غرض مصالحت کی ہو۔ بعد اس مصالحت کے تکلیف نہ دیں بلکہ جان لیں کہ جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے بھی ان مردوں پر دستور کے موافق حقوق ہیں۔ یہ نہیں کہ اپنے حقوق تو پورے لیں اور ان کے حقوق کی پرواہ نہ کریں۔ حالانکہ مردوں کو عورتوں پر ایک قسم کی برتری ضرور ہے یہ ان کے حاکم ہیں اور وہ ان کی گویا محکوم پھر باوجود اس برتری کے ان پر ظلم کرنا گویا شان حاکمی کے خلاف ہے اور اب بھی اگر ان کے حقوق میں غفلت کریں گے تو سن لو کہ خدا بھی ان پر غالب ہے ان کی طرف سے خود بدلہ لے گا اور بڑی حکمت والا ہے کسی ایسے چکر میں پھنسائے گا کہ جہاں کا ان کو وہم و گمان بھی نہ ہو۔ یہ نہیں کہ ہر ایک خاوند بعد طلاق روک سکتا ہے نہیں بلکہ جیسا ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں روکنے والی رجعی طلاقیں[1] دو تک ہیں پھر بعد اس کے یا تو اس کو روک لینے کا حق ہے یا بھلائی سے رخصت کرنے کا حکم اور بھلائی میں

شان نزول

- عرب میں نہایت قبیح دستور تھا کہ عورت کی طلاق کی کوئی حد نہ تھی طلاق سے جب عدت گزرنے کو آوے تو خاوند رجوع کر لیتے اور پھر کچھ مدت بعد طلاق دے کر اسے خراب کرتے پھر عدت کے قریب زبانی دارومدار سے رجوع کر لیتے جہاں تک چاہتے عورت کو تنگ کرتے رہتے ان کے منع کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی کہ روکنے والی دو ہی طلاقیں ہیں اور بس

- (رجعی طلاقیں) ایک مسئلہ طلاق پر مخالفین اسلام خفا ہیں جیسے کہ تعداد ازدواج پر ناراض مگر دراصل وہی مثل ہے

گل ست سعدی ودر چشم دشمنان خارست

تعداد ازدواج کا جواب تو ہم اسی موقع پر دیں گے۔ جہاں اس حکم کی آیت آئے گی ور یہ بتلادیں گے کہ اسلامی مسئلہ تعداد ازدواج ہی عقل سلیم اور فطرت انسانی اور نظام عالم کے مطابق ہے بالفعل جہاں طلاق کے ذکر کا موقع ہے مخالف کہتے ہیں کہ طلاق کا مسئلہ رواج دینا اخلاق سے خلاف ہے جو اسلام نے کیا۔ کیوں کہ جو شخص کسی دوسرے سے کچھ وقت بھی بسر کرے اور ہمراز بنائے اس کو ایسا چھوڑنا کہ پھر اس سے ملاپ ہی نہ ہوا اخلاق سے کس قدر دور ہے۔ میں کہتا ہوں جس بنا پر اسلام نے اس مسئلہ کی اجازت دی ہے۔ وہ انسانی طبیعت کے موافق اور بالکل اصول معاشرت کے مطابق ہے۔ ہر ایک شخص اپنے خانگی معاملات پر غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ کوئی عورت تو ایسی ہوتی کہ ہمہ تن خاوند کی محبہ پس و پیش یکساں خیر خواہ حکم کی فرمانبردار صورت کی دلکش۔ بخلاف اس کے بعض ایسی بھی ہوں جن کی مختصر کیفیت سعدی کے اس شعر میں ہے

تہی پائے رفتن بہ از کفش تنگ بلائے سفر بہ کہ در خانہ جنگ

[1] احق میں یہاں تفصیل نہیں جیسے کہ حدیث کے لفظ فان جاء صاحبها فهو احق بها میں نہیں۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا

اور اپنے دیئے ہوئے میں سے کچھ نہ لو ہاں جب دونوں یہ جانیں کہ ہم سے اللہ کے احکام ادا

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ

نہ ہوں گے پھر تم بھی اگر یہ جانو کہ وہ احکام خداوندی ادا نہیں کریں گے

یہ بھی داخل ہے کہ اپنے دئے ہوئے میں سے کچھ نہ لو- ہاں جب دونوں (خاوند بیوی) یہ جانیں کہ ہم سے اللہ کے احکام متعلقہ زوجیت ادا نہیں ہوں گے اور اس ملاپ میں ہمیں تکلیف ہی رہے گی پھر اس صورت میں تم (برادری کے لوگ) بھی اگر بقرائن موجودہ یہ جانو کہ واقعی یہ دونوں خاوند بیوی احکام خداوندی متعلقہ خانہ داری ادا نہیں کریں گے

زبان دراز بدخو- منافق- بنے ہوئے گھر کو برباد کرنے والی صورت کریہہ منظر- ایسی صورت میں آپ ہی بتلا سکتے ہیں کہ شخص مذکورہ کی عورت موصوفہ سے معاشرت کیسی ہو گی- دوسرا نکاح کرے تو بھی آپ صاحبان کی اجازت نہیں- ایسی بلا کے دفعیہ کو اسلام نے ایک اصول قائم کیا ہے جو نہایت حسن معاشرت پر مبنی ہے وہ طلاق ہے اور یہ بھی ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ اس کا بھی وہ طریق رکھا ہے کہ اگر معمولی سی خفگی ہو تو دور ہو جاوے اور باہمی سلوک بھی ممکن ہو- وہ یہ ایک مہینے ایک طلاق دیوے وہ بھی ایسے وقت میں جس وقت طبعی نفرت بھی اس عورت سے نہ ہو یعنی طہر (بندش خون) کے زمانہ میں دے جس وقت عموماً عورت اپنے آپ کو حتی المقدور دلکش بناتی ہے اس کے بعد بھی مرد کو اختیار ہے کہ اپنے اس کہنے سے پھر جائے اور عورت کو بلا کسی سزا دہی کے اپنے پاس بلا لے- اگر ایک مہینے میں بھی اس کی خفگی زائل نہ ہوئی تو دوسرے مہینے میں دوسری طلاق دیوے- پھر بھی اسے مثل سابق واپس بلانے کا اختیار ہے اور اس فعل پر بھی کوئی سزا نہیں- اگر اتنی مدت میں بھی اس کی ناراضگی نہ جائے اور صفائی نہ ہو تو اب اسے تیسری طلاق دینے کا اختیار ہے- پس اس طلاق سے (جس کی حد پر پہنچنے سے ان کی صفائی سے بھی مایوسی ہوتی ہے) بالکل علیحدگی ہو جائے گی کیونکہ اتنی مدت مدید میں خاوند نے اپنی خفگی کو دور نہیں کیا اس لئے اگر وہ بعد طلاق کے اس کو واپس لانا چاہے تو اس کے لئے بدون ایک سزا بھگتنے کے یہ کام درست نہ ہو گا- وہ یہ کہ جب تک وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے اور وہ اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ دے اس کے قبضے میں نہیں آسکتی تاکہ خاوند ثانی کی غیرت اس کے حق میں ایک قسم کی سزا ہو کہ اس کی ہٹ سے اس کی بیوی نے دوسرے کا منہ دیکھا-

حدیث میں آیا ہے کہ جس کی عورت ناراضگی کا کام کرے تو اسے زبان سے سمجھائے- اگر نہ مانے تو اس کی طرف پیٹھ پھیر کر سوئے- اگر پھر بھی نہ مانے تو اس سے بستر الگ کرلے- اگر اب بھی نہ مانے تو کسی قدر خفیف سا مارے اگر پھر بھی باز نہ آئے تو طلاق دے دے- اس تفصیل سے مخالفین کے سوالات جڑ سے کٹ گئے اس سے عمدہ حسن معاشرت بھی ہے ؟ اور ہو سکتی ہے ؟

بس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا   یا چل کے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

قد جاء الخوف بمعنى العلم ومنه ان امرأة خافت من بعلها نشوزا (من القاموس)

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ

تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت کچھ دے کر رخصت لے یہ حدود خداوندی ہیں پس ان سے نہ گزرو

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۞ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی ظالم ہیں پھر اگر طلاق اس کو دے تو وہ اس کو حلال نہ

لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ

ہوگی جب تک کہ اس کے سوا اور خاوند سے نکاح نہ کرے پھر اگر وہ اس کو طلاق دے تو ان دونوں کو آپس میں ملاپ کرنے میں

يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ

کوئی گناہ نہیں اگر جانیں کہ احکام خداوندی ادا کرسکیں گے یہ خدا کی حدود ہیں جاننے والوں کے لئے کھول کھول کر بیان

يَعْلَمُونَ ۞ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ

کرتا ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ عدت ختم کرنے کو ہوں تو ان کو بھلے طریق سے رکھ لو یا شریفانہ طرز سے

بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ

چھوڑ دو اور دکھ دینے کے لئے ان کو مت روکنا کہ ظلم کرنے لگو اور جو کوئی یہ کرے گا تو اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا

تو ایسی صورت میں ان پر گناہ نہیں کہ عورت اپنے پاس سے کچھ دے کر رخصت اسے لے یہ احکام اور اسی کی مثل اور بھی گویا حدود خداوندی ہیں پس ان سے نہ گزرو بلکہ دل وجان ان پر کاربند رہو اور جان لو کہ جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی ظالم ہیں اپنے ظلم کا بدلہ بے شک پائیں گے- پھر بعد ان دو طلاقوں کے جن میں خاوند عورت کو روک سکتا ہے- اگر تیسری طلاق اس کو دے تو وہ اس کو حلال نہ ہوگی- جب تک کہ اس کے سوا اور خاوند سے نکاح نہ کرے- پھر اگر وہ دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے اور عدت بھی گزر جائے تو ان دونوں کو آپس میں ملاپ کرنے میں کوئی گناہ نہیں- مگر جانیں کہ احکام خداوندی متعلقہ زوجیت ادا کرسکیں گے ایسا نہ ہو کہ مثل سابق جوت پیزار کھڑ کے یہ احکام مذکورہ گویا خدا کی حدود ہیں- جیسا کہ بادشاہوں کے احکام متعلق رعیت ہوتے ہیں- جاننے والوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے- جو اس امر کو جانتے ہیں کہ احکام خداوندی قابل تسلیم اور تعمیل ہوتے ہیں- انہیں کو اس بیان سے فائدہ ہوتا ہے گویا احکام ابتداء سے عورتوں کے دفع ضرر کے لیے ہی ہیں- مگر تاہم ہم صاف اور صریح لفظوں میں تم سے کہتے ہیں کہ جب تم عورتوں کو ایک یا دو طلاق دے چکو اور وہ عدت ختم کرنے کو ہوں تو اس حال میں تمہیں اختیار ہے کہ ان کو بھلے طریق سے رجوع کر کے اپنے پاس رکھ لو یا شریفانہ طرز سے چھوڑ دو اور یاد رکھو کہ دکھ دینے کے لئے ان کو مت روکنا کہ ناحق ان پر ظلم کرنے لگو اور سن رکھو کہ جو کوئی ظلم کا کام کرے گا تو جان لے کہ اس نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنی ہی جان پر ظلم کیا

اس کا نام خلع ہے۔ ۱۲

وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

اور اللہ کی آیتوں کو مسخری نہ سمجھو اور اپنے حق میں خدا کی نعمتیں یاد کرو اور جو تمہاری طرف کتاب اور

مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

تہذیب الحکمت اتاری ہے خدا تم کو اس کے ذریعے سے سمجھاتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز کو

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ

جانتا ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق دلا چکو اور وہ اپنی مدت پوری کر چکیں تو ان کو ان کے خاوندوں سے جب وہ

يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ

آپس میں دستور کے موافق راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکا کرو اس امر کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ کو مانتے ہیں

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں یہ کہ تمہارے لئے بڑا ہی ستھرا اور بڑا ہی پاکیزہ ہے اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

جس کا وبال اسے اٹھانا ہو گا- پس تم دل سے ان حکموں کو مانو اور اللہ کی آیتوں اور قوانین کو ہنسی اور مسخری نہ سمجھو اور اپنے حق میں خدا کی نعمتیں یاد کرو اور اسے بھی یاد کرو جو تمہاری طرف کتاب اور تہذیب الحکمت اتاری ہے اور ان پر عمل کرو خدا تم کو اس کتاب کے ذریعہ سمجھاتا ہے اور اس میں حکم ہے کہ اللہ سے ڈرو اور دل میں جان رکھو کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے- تمہارا اخلاص اور غرور بھی اس سے مخفی نہیں اور یہ بھی اس سے مخفی نہیں جو تم ناحق کے رنج اور کدورت میں اپنی رشتہ دار عورتوں کو ان کے خاوندوں سے ملنے نہیں دیتے- اس لیے تمہیں بتلایا جاتا ہے کہ جب تم اپنی رشتہ دار عورتوں کو ان کے خاوندوں سے بوجہ ناچاقی طلاق دلا چکو وہ اپنی مدت ٹھیرنے کی پوری کر چکیں اور انہیں خاوندوں سے دوبارہ ان کی مرضی ہو تو تم ان کو انکے پہلے خاوندوں سے جب وہ آپس میں دستور کے موافق راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکا کرو[1] اس امر کی خاص کر ان کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے بصدق دل اللہ کو مانتے ہیں اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں غور کرو تو یہ حکم تمہارے لئے بڑا ہی ستھرا رہنے کا ذریعہ ہے اور بڑا ہی پاکیزہ ہے اور خدا ہی اس کی خوبی کماحقہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے تمہیں تو اپنی روزمرہ کی باتیں بھی معلوم نہیں-

---

شان نزول

[1] ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور عدت گزر گئی تو اپنی عورت سے دوبارہ نکاح کی درخواست کی- عورت کی مرضی نکاح کرنے کی تھی لیکن اس کے بھائی نے بوجہ غیرت نکاح سے انکار کیا اور غیظ و غضب میں سخت سست بھی کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی- معالم

راقم کہتا ہے یہ طلاق ایک یا دو ہوں گی اور مدت گزر چکی ہو گی اس لئے کہ اگر تین ہوتیں تو پہلی آیت کے موافق ان کا نکاح بدون نکاح ثانی کے درست نہ ہوا- اس آیت کے متعلق اور توجیہیں بھی ہیں میرے نزدیک یہ بہت صحیح ہے-

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ

جو مائیں اپنے بچے کو پوری مدت دودھ پلانا چاہیں وہ پورے دو برس پلائیں

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

اور ان کا کھانا کپڑا موافق دستور کے باپ کے ذمہ ہے ہر ایک نفس کو اس کی ہمت کے موافق حکم ہوا کرتا ہے

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ

نہ تو ماں اپنے بچے کی وجہ سے ضرر پہنچاوے اور نہ باپ اپنے بچے کے سبب سے تکلیف دے اور اسی قدر وارثوں کے ذمہ ہے

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ

پھر اگر وہ دونوں اپنی مرضی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں اور اگر اپنی اولاد کو

اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

دودھ پلوانا چاہو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ جو تم نے دینا کیا ہے دستور کے موافق دیا کرو

مثلاً شیر خوار بچہ کا دودھ پلانے کی مدت بھی تم نہیں جانتے کہ کتنی ہوتی ہے اس لئے ہم ہی ٹھیک ٹھیک بتلاتے ہیں کہ جو مائیں اپنے بچے کو پوری مدت دودھ پلانا چاہیں وہ پورے دو برس پلائیں اور جو اس سے پہلے ہی بچہ قوی تندرست جان کر چھڑا دیں تو انہیں اختیار ہے اور اس دودھ پلانے کی مدت میں ان[1] کا کھانا کپڑا موافق دستور کے باپ کے ذمہ ہے یہ نہ ہو گا کہ عورت اس کو مجبور کرے کہ میں پلاؤ ہی کھاؤں گی اور اطلس ہی پہنوں گی اور بچے کا باپ طاقت نہیں رکھتا بلکہ جس قدر اس کو وسعت ہو اتنا ہی دے اس لئے کہ ہر ایک نفس کو اس کی ہمت کے موافق ہی حکم ہوا کرتا ہے۔ نہ تو ماں اپنے بچے کی وجہ سے خاوند کو ضرر پہنچائے کہ خواہ مخواہ خاوند سے زیادہ ہی مانگے اور نہ باپ اپنے بچے کے سبب سے اس کی ماں کو تکلیف دے کہ خواہ مخواہ بلا ضرورت اس سے جدا کر کے کسی دوسری دایہ ہی سے دودھ پلوائے جس سے اس کی ماں کو بہ سبب جدائی بچہ کے تکلیف پہنچے۔ غرض ہر ایک دوسرے کی آسائش اور آرام کے مخالف کام نہ کرے اور اگر باپ نہ ہو تو اسی قدر باپ کے وارثوں کے ذمے ہے۔ یعنی اگر تایا چچا دادا وغیرہ تو ان کے ذمہ ہے کہ بچہ کی پرورش کا خرچ اس کی ماں کو دیویں اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو اسی بچہ کے مال سے جو اس کو وراثتاً یا باپ سے ملتا ہے۔ اس کی ماں کا خرچ دیا جائے پھر اگر وہ دونوں (ماں باپ) اپنی مرضی اور مشورہ سے بچے کو قوی لائق کھانے پینے کے جان کر مدت سے پہلے ہی دودھ بڑھانا یعنی چھڑانا چاہیں تو اس بڑھانے میں ان پر کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ ماں باپ سے زیادہ شفیق دنیا بھر میں کوئی نہ ہو گا۔ مناسب قوت بچے کے جب چاہیں بڑھا سکتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے مشورہ کر کے کسی دایہ سے اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو اور بچے کی ماں سے وعدہ کر لو کہ ہم بچے کو تجھ سے ہر روز یا دوسرے روز دکھلا دیا کریں گے۔ وہ اس کو بھی مان جائے تو اس میں تمہیں کوئی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ جو کچھ ان کی دائیوں سے دینا کیا ہے دستور کے موافق دیدیا کرو

[1] چونکہ بعد تولد بچہ کے خاوند بیوی میں علیحدگی بھی ہو جاتی ہے اسی لیے یہ حکم فرمایا اور نہ خانہ دار عورت کا نفقہ تو خاوند کے ذمہ ہو جاتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے جو لوگ مرتے ہوئے اپنے

وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

پیچھے بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ چار مہینے دس روز بیٹھا کریں پھر جب اپنی مدت پوری کر چکیں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تو جو کچھ وہ اپنے حق میں موافق دستور کریں تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور خدا تمہارے کاموں سے پوری خبر

خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ

رکھتا ہے اس میں تم پر گناہ نہیں کہ اشاروں سے پیغام نکاح پہنچاؤ یا اپنے جی میں

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ

چھپائے رکھو خدا کو معلوم ہے کہ تم ضرور ان کو یاد کرو گے

یعنی ماؤں اور دائیوں سے وعدہ برتاؤ کرو اور اس ایفائے عہد میں اور نیز دیگر امور دینی اور دنیاوی میں اللہ سے ڈرتے رہو اور دل سے جان لو کہ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ یہ احکام مذکورہ متعلق زیست تو سن چکے ہو اب کسی قدر موت کے متعلق بھی سنو جو لوگ مرتے ہوئے اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ بیویاں ان کے سوگ میں چار مہینے دس روز بیٹھا کریں پھر جب اپنی مدت پوری کر چکیں۔ تو جو کچھ وہ اپنے حق میں موافق دستور زیب و زینت بغرض نکاح ثانی کریں تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں تم اس سے ناراض نہ ہو اور اگر بوجہ بے ہودہ عار اس امر کے کہ ہماری بہن یا ہماری بھاوج دوسرے سے نکاح کیوں کرتی ہے؟ ان کو منع کرو گے تو یاد رکھو کہ خدا تمہارے کاموں سے پوری خبر رکھتا ہے خوب ہی سزا دے گا اور یہ بھی مت کرو کہ یہ سمجھ کر کہ بعد عدت کسی اور سے نکاح نہ کر لے ابھی سے اس کا انتظار کر لو۔ ہاں اس میں تم پر گناہ نہیں کہ اشاروں سے پیغام نکاح پہنچاؤ۔ مثلاً کوئی ایسے شخص سے کہو جو اس عورت سے ملنے والا ہو۔ مرد یا عورت کہ اگر کوئی عورت پاک دامن تمہیں مل جائے تو اس سے نکاح کر لیں یا اسی عورت ہی کو اشاروں سے کہہ دو کہ تیرے جیسی شریف عورت کو کون نہیں چاہتا یا اپنے جی میں اس راز کو چھپائے رکھو کہ بعد عدت میں اس سے نکاح کروں گا۔ اس سے بھی اگر تم کو روکا جائے تو تم رک نہیں سکتے۔ اس لئے کہ خدا کو معلوم ہے کہ تم ضرور ان کو یاد کرو گے اور اس امر کا کسی نہ کسی طرح سے اظہار بھی کرو گے۔

شان نزول

ل عرب میں دستور تھا کہ شوہر کی موت کے بعد ایک سال تک بیوہ ماتم میں رہتی اور کسی قسم کی غلاظت بھی بدن سے دور نہ کرتی بعد ایک سال کے کسی چارپایہ کے منہ سے اپنا فرج لگا کر ایک مینگنی اپنے سر کے اوپر سے پیچھے کو پھینک دیتی جس سے اس کی عدت کا خاتمہ سمجھا جاتا چونکہ اس قدر درازی مدت عورت کے لئے بلائے عظیم تھی سو اس کی مدت کم کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ

لیکن چپکے چپکے ان سے وعدے نہ لیا کرو۔ ہاں اتنی اجازت ہے کہ بھلی بات کہو اور نکاح کا وعدہ ہرگز پختہ

النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

نہ کیجو جب تک کہ عدت پوری نہ ہولے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی باتیں جانتا ہے

فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۲۳۵ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

سو اس سے ڈرتے رہو اور جانو خدا بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔ اگر عورتوں کو چھونے اور مہر باندھنے سے پہلے ہی

مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ

طلاق دو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں اور کچھ خرچ ان کو دیا کرو وسعت والا اپنے مناسب

وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝۲۳۶

اور تنگی والا اپنے مناسب گزارہ دستور کے موافق دیوے بھلے لوگوں پر واجب ہے

سوا اتنے کی تو اجازت ہے۔ لیکن چپکے چپکے ان سے وعدہ نہ لیا کرو کہ ہم سے نکاح کرنا ہاں اتنی اجازت ہے بھلی بات ان سے کہو جس سے وہ تمہاری خواہش دریافت کر کے بعد فراغت سوگ سے تمہارا خیال رکھیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ نکاح کا وعدہ ہرگز پختہ نہ کیجو۔ جب تک کہ عدت پوری نہ ہولے۔ اس لئے کہ سوگ کے زمانہ میں عورت حواس باختہ ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں اسے تمیز نہیں کہ کس سے کرنا ہے کس سے نہیں کون لائق ہے کون نالائق؟ وہ بیچاری غم رسیدہ مرد کا نام بھی غنیمت سمجھتی ہے چاہے انجام اس کا اچھا ہو یا برا۔ لیکن بعد عدت جو ایک زمانہ دراز ہے سب کچھ سوچ سمجھ کر کرے گی جس کا انجام بھی اچھا ہو گا۔ سو تم ان کو ایسی مصیبت کے وقت کچھ نہ کہو اور جان لو اللہ تمارے دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے سو اس سے ڈرتے رہو جس قدر اس نے اجازت دی ہے اسی پر اکتفا کرو اور جو کچھ غلطی ہو جائے اس پر توبہ کرو اور توبہ کرتے ہوئے دل سے جانو کہ خدا بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔ ایسا نہیں کہ تھوڑے سے گناہ پر سخت عذاب نازل کر دے۔ اس بردباری کی وجہ سے تمہارے پر زیادہ توجہ ہو گی۔ اس لئے کہ جو کوئی بالادست حاکم کو باوجود بردبار سمجھنے کے اس سے ڈرتا ہے اس کے آگے گڑگڑاتا ہے اس سے اچھا ہے جو اس کو غضبناک جان کر نادم ہو اور ڈرے یہ بھی اس کی مہربانی کے آثار ہیں کہ تم کو سمجھاتا ہے کہ اگر بوجہ کسی خرابی ظاہری یا باطنی کے ملاپ کے ذریعہ عورتوں کو چھونے اور مہر باندھنے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں بلکہ وسعت والا اپنے مناسب اور تنگی والا اپنے مناسب اچھی طرح گزارہ دستور کے موافق دیوے۔ گو یہ حکم عام طور پر بھی ہے لیکن بھلے لوگوں پر واجب ہے کہ دیویں۔ کیوں کہ وہ تو حتی المقدور کسی کی دل شکنی نہیں کرتے پھر ایسے موقع پر کیوں نہ دیں جہاں چند پیسوں سے کسی زخم خوردہ کی دلجوئی ہو سکے

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ

اور اگر مہر باندھ کر زفاف سے پہلے طلاق دے دو تو مقررہ مہر سے نصف دینا

مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ

واجب ہے مگر جب وہ سب ہی معاف کریں یا جو نکاح کا مالک ہے چھوڑ دے اور معاف

تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

کرنا پرہیزگاری کے زیادہ مناسب ہے اور باہمی احسان کرنا نہ بھولو اللہ تمہارے کاموں کو دیکھتا

بَصِيْرٌ ۝ حٰفِظُوْا عَلَي الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۤ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝

ہے- پنجگانہ نمازوں خاص کر درمیانی نماز کی نگہبانی کیا کرو اور اللہ کے آگے عاجزی سے کھڑے ہوا کرو

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ

پھر تم اگر ڈرو تو پاپیادہ پڑھو یا سوار پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تم کو سکھایا ہے جو تم نہیں

تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

جانتے تھے

اور اگر مہر باندھ کر زفاف یعنی خاوند بیوی کے ملاپ سے پہلے طلاق دو تو مقررہ مہر سے نصف[1] دینا تم پر واجب ہے مگر جب وہ عورتیں سب ہی معاف کر دیں یا خاوند جو نکاح کا مالک ہے اپنا دیا ہوا سارا چھوڑ دے اور نصف واپس نہ لے تو کوئی حرج نہیں اور حق تو یہ ہے کہ اگر پہلے دے چکے ہو تو سارا ہی معاف کرنا پرہیزگاری اور احسان کے زیادہ مناسب ہے اگر محسن ہو تو دیا ہوا واپس نہ لو اور باہمی احسان کرنا نہ بھولو- اس احسان کا عوض ضرور پاؤ گے- اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے ایسا بھی نہ ہو کہ عورتوں کے جھگڑوں میں پھنس کر خدا کی یاد ہی بھول جاؤ اسی لئے ہم تمہیں خبردار کرتے ہیں کہ پنجگانہ نمازوں[2] کو اپنے اپنے وقت میں جماعت سے ادا کیا کرو- خاص کر درمیانی نماز یعنی عصر کی پورے طور سے نگہبانی کرو اور اللہ کے آگے نماز پڑھتے ہوئے عاجزی سے کھڑے ہوا کرو- یہ جان کر کہ خدا ہم کو اور ہمارے دلی ارادوں کو دیکھتا ہے تم اگر نماز کے وقت کسی دشمن کے حملہ سے ڈرو تو تمہیں اختیار ہے کہ پاپیادہ پڑھو یا سوار جس طرح تم کو اپنا بچاؤ معلوم ہو اسی طرح کرو مقصود صرف توجہ الی اللہ ہے نہ کہ استقبال قبلہ- پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو نماز میں اللہ کو یاد کرو- جیسا کہ اس نے اپنے رسول کی معرفت تم کو سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے- اس لئے کہ رسول کے بھیجنے سے غرض اصلی یہی ہوتی ہے کہ جس امر دینی کو قوم نہ جانتی ہو ان کو بتلا دے اور ان کی بے ہودہ رسوم کو مٹا دے

شان نزول

[1] ایک شخص نے انصار میں سے ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور مہر بھی پختہ ٹھہرایا تھا کہ دینے سے پہلے ہی کسی وجہ سے رنجش ہونے پر طلاق دے دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی- معالم

[2] (حافظوا) صحابہ کرام نماز میں ایک دوسرے سے بات چیت کرتے تھے ان کو روکنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی- معالم

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

جو لوگ مرتے ہوئے اپنی بیویاں پیچھے چھوڑ جائیں اور بغیر نکالنے کے سال بھر تک ان بیویوں کو خرچ دینے

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ

کی وصیت بھی کر گئے ہوں

جیسی کہ تمہاری یہ رسم ہے کہ جو شخص مرتے وقت کہہ دے کہ میری بیوی سے مرنے کے بعد میرے ہی مکان میں ایک سال تک رہ کر گزارہ کرے تو اس کی بیوی پر ضروری ہوتا ہے کہ ایسا ہی کرے اور اس کے ورثاء بھی اس بیچاری کو مجبور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک بے ہودہ رسم ہے جس سے اس بیوہ پر از حد تکلیف ہوتی ہے۔ اتنی مدت مدیدہ میں وہ کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہے پس اس رسم قبیح کے مٹانے کو ہم حکم دیتے ہیں کہ جو لوگ مرتے ہوئے بیویاں پیچھے چھوڑ جائیں اور بغیر نکالنے کے سال بھر تک ان بیویوں کو خرچ دینے کی وصیت بھی کر گئے[1]

شان نزول

[1] عرب میں دستور تھا کہ مرتے ہوئے اگر خاوند اس مضمون کی وصیت کر جاتا تو اس خاوند کے ورثاء پر اس کی پابندی ضروری ہوتی۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

[1] (وصیت بھی کر گئے ہوں) اس آیت کی تفسیر میں بھی قدرے اختلاف رائے ہوا ہے۔ بعض بلکہ اکثر مفسرین اس کی تفسیر ایسے طرز سے کرتے ہیں جس سے انہیں اس آیت کو منسوخ ٹھہرانا پڑتا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں جو لوگ فوت ہوں وہ اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ سال کامل تک ان کو گذارہ ملے اور یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا بعد اس کے چار مہینے دس روز عدت والی آیت (جو اس سے پہلے آچکی ہے) نازل ہوئی تو اس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ بعض صاحب کہتے ہیں کہ پہلی آیت اور اس آیت کے اپنے اپنے موقع پر مبنی ہیں منسوخ ان میں سے کوئی نہیں اگر عورت[1] بعد وفات شوہر خاوند کے گھر میں رہنا پسند کرے تو وہ چار مہینے دس روز عدت گذارے اور اگر اس میں رہنا پسند نہ کرے تو سال بھر رہے۔ تیسری توجیہ اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ جو لوگ مرتے ہوئے وصیت کر جاتے ہیں کہ میری بیوی کو سال تک نہ نکالنا اور اس کا سارا خرچ دیتے رہنا ان کی اس رسم کو مٹانا منظور ہے اختلاف اس لئے ہے وصیۃ سے پہلے ایک فعل محذوف ہے۔ کیوں کہ وصیت مفعول مطلق یا مفعول بہ ہے اس کا فعل محذوف ہے۔ سو پہلے لوگ اس کا فعل فلیوصوا نکالتے ہیں جن کے معنی ہیں "پس وصیت جائیں" اور بعض علماء قداوصوا نکالتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ "وصیت کر گئے ہوں" تفسیر کبیر میں امام رازی نے اس توجیہ کے کرنے پر تین دلیلیں لکھی ہیں جو یہ ہیں۔

(احدها) ان النسخ خلاف الاصل فوجب المصیر الی عدمه بقدر الامکان

(والثانی) ان یکون الناسخ متاخرا عن المنسوخ فی النزول واذا کان متاخرا عنه فی النزول کان الاحسن ان یکون متاخرا عنه فی التلاوة ایضا لانّ هذا الترتیب احسن

ایک تو یہ ہے کہ نسخ اصل کے خلاف ہے (یعنی اصل یہ ہے کہ ہر حکم جناب باری کا بحال رہے) پس حتی المقدور اسی طرف رجوع ہونا چاہیے (دوسری دلیل) یہ ہے کہ ناسخ منسوخ سے اترنے میں پیچھے ہو۔ جب نزول میں پیچھے ہو تو انسب ہے کہ پڑھنے میں بھی پیچھے ہو۔ اسلئے کہ یہی ترتیب (کہ ناسخ دونوں طرح منسوخ سے پیچھے ہو)

---

[1] یہ قول مجاہد کا ہے

فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ

پھر اگر وہ نکل جائیں تو جو کچھ وہ دستور کے موافق اپنے حق میں کریں گی اس میں تم پر گناہ نہیں

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اور خدا غالب ہے حکمت والا

پھر بھی وہ عورتیں اگر بعد چار مہینے دس روز عدت شرعی پوری کر کے ان خاوندوں کے گھروں سے نکل جائیں۔ تو ان کو روکو نہیں اس لئے کہ جو کچھ وہ دستور کے موافق اپنے حق میں زیب وزینت بغرض نکاح کریں گی۔ اس میں تم پر گناہ نہیں اور اگر تم ان کو روکو گے یا وہ خود ناجائز طریقے سے شرع کی مخالفت کریں گی تو اللہ ان کو خود سزا دے سکتا ہے اس لئے کہ خدا ہر کام پر غالب ہے اور ساتھ ہی اس کے بڑی حکمت والا۔

فماتقدم الناسخ علی المنسوخ فی التلاوة فهو وان کان جائزا فی الجملت الا انه یعد من سوء الترتیب و تنزیه کلام الله تعالیٰ عنه واجب بقدرا لا مکان ولما کانت هذه الآیة متاخرة عن تلك فی التلاوة کان الاولی ان لا یحکم بکونها منسوخة بتلك

بہت عمدہ ہے گو کسی قدر ناسخ منسوخ سے پڑھنے میں پہلے ہونا بھی جائز ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ترتیب کہ (ناسخ پڑھنے میں پہلے ہو) اچھی طرح نہیں سمجھی جاتی اور جہاں تک ہو سکے ایسی بے ترتیبیوں سے کلام اللہ کو پاک سمجھنا چاہئے اور یہ آیت (جس کو منسوخ ٹھیراتے ہیں) اس ناسخہ سے پڑھے جانے میں پیچھے ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس کو اس سے منسوخ نہ ٹھیرایا جاوے

(والوجه الثالث) وهوانه ثبت فی علم اصول الفقه انه متی وقع التعارض بین النسخ وبین التخصیص کان التخصیص اولی وههنا ان خصصنا هاتین الایتین بالحالتین علی ما هو مذهب مجاهد اندفع النسخ فکان المصیر الی قول مجاهد اولی من التزام النسخ من غیر دلیل واما علی قول ابی مسلم فالکلام اظهر لانکم تقولون تقدیر الایة فعلیهم وصیة لازواجهم اوتقدیرها فلیوصوا وصیة فانتم تضیفون هذا الحکم الی الله تعالیٰ وابومسلم یقول بل تقدیر الایت والذین یتوفون منکم ولهم وصیة لازواجهم او تقدیرها وقد اوصوا وصیة لازواجهم فهو یضیف هذا

(تیسری دلیل) کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے دو آیتوں کو جمع کرنا ہی بہتر ہے منسوخ کرنے سے (اس کے بعد امام علام نے محاکمہ کیا ہے کہ) یہ تقریر ابو مسلم کی نہایت ہی صحیح ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علام امام رازی مرحوم بھی اسی کو پسند کرتے تھے حدیث ہے جو بخاری مسلم نے ام سلمہ کی روایت سے بیان کی ہے کہ عورت نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری لڑکی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور قبل عدت اس کی آنکھیں دکھتی ہیں اس کو سرمہ لگا دیں؟ آپ نے فرمایا ہر گز نہیں اب تو عدت صرف چار مہینے دس روز ہے۔ اتنے میں تم گھبرا جاتی ہو اور ایام کفر میں تو کامل ایک سال تک اسی طرح بیٹھا کرتی تھیں اور بعد سال کے حسب دستور مینگنی ڈالا کرتی تھیں۔

اس دلیل کی تقریر چونکہ اصولی طرز پر ہے جو عوام نہیں سمجھ سکتے اور خواص عربی ہی میں سمجھ سکتے ہیں اس لیے اس کا ترجمہ نہیں کیا۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَي الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

اور طلاق والیوں کا موافق دستور گزارہ ہے پرہیزگاروں پر ضروری ہے اسی طرح تمہارے لئے خدا اپنے احکام بیان

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

کرتا ہے تاکہ تم سمجھو

دنیا میں کسی ایسی بلا میں پھنسا دے گا کہ تمہیں پہلے سے اس کی خبر تو کجا وہم بھی نہ ہو- پس اس سے ڈرو اور طلاق والیوں کا موافق دستور جو گزارہ ہے وہ ان کو دیا کرو- بالخصوص پرہیزگاروں یعنی نیکوکاروں پر ضروری ہے اس لئے کہ وہ عدت کے دنوں میں تمہارے ہی فراق میں ہیں- تمہارے ہی زخم رسیدہ ہیں پھر کیا انصاف ہے کہ ان کی خبر نہ لو اسی طرح تمہارے لئے خدا اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو- اگر مال کی کمی سے ڈرتے ہو تو کیا تم نہیں جانتے کہ اگر خدا چاہے تو بغیر خرچ کرنے کیے بھی اس کو ضائع کر دے- یہ تو مال ہی ہے خدا ایسا زبردست مالک ہے کہ تمہاری جانیں بھی اس کے قبضے میں ہیں اگر چاہے تو ایک ہی آن میں تم سب کو فنا کر دے

الکلام الی الزوج واذا کان لابد من الاضمار فلیس اضمار کم اولی من اضماره ثم علی تقدیر ان یکون الاضمار ماذکرتم یلزم تطرق النسخ الی الایة وعند هذا یشهد کل عقل سلیم بان اضمار ابی مسلم اولی من اضمار کم و ان التزام هذا النسخ التزام له من غیر دلیل مع مافی القران بهذا النسخ من سوء الترتیب الذی یجب تنزیه کلام الله عنه وهذا کلام واضح واذا عرفت هذا فنقول هذا الایة من اولها الی اخرها تکون جملة واحدة شرطیة فالشرط هو قوله والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لا زواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج فهذا کله شرط[1] والجزاء هو قوله فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن من معروف فهذا تقریر قول ابی مسلم وهو فی غایة الصحة (ج۲ ص ۲۹۲)

اس حدیث شریف میں جو آنحضرت (فداہ روحی) نے اس عورت کو سال بھر عدت کا عار دلانے کے لیے ایام کفر یاد دلائے اور یہ نہ فرمایا کہ اس سے پہلے خدا کا حکم سال بھر بیٹھنے کا تھا- اب اس نے اپنی مہربانی سے چار مہینے دس روز کر دیئے ہیں تم اب گھبراتی ہو-

اس سے دلالتہً مفہوم ہوتا ہے کہ سال بھر عدت اسلام میں پہلے نہیں تھی جس کو منسوخ کہا جائے اگر کوئی صاحب کہیں کہ ان ایام کفر کے یاد دلانے سے ان کی مینگنی کی رسم کی مذمت کا بیان کرنا منظور تھا سو قلت تدبر ہے- سیاق حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو مدت سابقہ کی درازی کا جتلانا منظور ہے نہ کہ مینگنی کا جھگڑا جسے طول یا قطر مدت سے کوئی بھی علاقہ نہ ہو- بہر حال یہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے میں نے اس آیت کو منسوخ نہیں ٹھہرایا

[1] ای متضعن الشرط

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ

کیا تمہیں ان لوگوں کا قصہ معلوم نہیں جو اپنے گھروں سے ہزاروں جمع ہو کر موت سے ڈرتے ہوئے نکلے تھے پھر اللہ نے ان کو

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

حکم دیا کہ مرجاؤ پھر اس نے ان کو زندہ کیا بیشک اللہ لوگوں پر بڑا ہی مہربان ہے اور بہت سے لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

شکر نہیں کرتے اور (مسلمانو) اللہ کی راہ میں لڑا کرو اور جان رکھو کہ اللہ سنتا جانتا ہے

کیا[1] تمہیں[2] ان لوگوں کا قصہ معلوم نہیں جو اپنے[3] گھروں سے ہزاروں جمع ہو کر ڈرتے ہوئے نکلے تھے یہ سمجھ رہے تھے کہ نکلنے سے ہماری جان سلامت رہے گی جیسا کہ تم سمجھتے ہو کہ مال کے روکنے سے مال بچ جائے گا اور خرچ سے کم ہو گا پھر اللہ نے ان کو حکم دیا کہ مرجاؤ فوراً مر گئے- پھر اس نے ان کو زندہ کیا تاکہ وہ اور ان کے اس قصہ کے سننے والے عبرت پاویں اور یہ سمجھیں کہ ہماری زندگی اور ہماری ترقی ہماری عمدہ تدبیروں پر مبنی نہیں بلکہ اصل میں سب خدا کی مہربانی ہے- بے شک اللہ لوگوں کے حال پر بڑا ہی مہربان ہے لیکن بہت سے لوگ اس مہربانی کا شکریہ نہیں کرتے بلکہ اپنی ترقی اور اپنی صحت اور سلامتی اپنی تدابیر ناقصہ سے جانتے ہیں یہی شکر نہیں کہ ہر کام میں زبانی شکر شکر کیا کرو بلکہ شکریہ یہ ہے کہ حسب توفیق اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرو اور مسلمانو جب موقع ہو تو اللہ کی راہ میں مخالفوں سے لڑا کرو اور دل میں جان رکھو اللہ ہر ایک کی سنتا اور جانتا ہے-

---

شان نزول

[1] الم تر میں مفہوم یہی ہوتا ہے

[2] مشرکین عرب قیامت کے منکر تھے اور ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ مر کر زندہ ہونا ایک محال امر ہے ان کے مقابلہ میں یہ آیت دلیل نقلی کے طور پر نازل ہوئی

[3] (جو اپنے گھروں سے) ان لوگوں کی تعیین میں اختلاف ہے کہ کون تھے بعض سلف کہتے ہیں کہ ایک بستی میں وبا پڑی تھی وہاں کے بعض اشخاص نکل کر دوسری جگہ چلے گئے- جب بعد دفع وبا کے واپس آئے تو ان کی صحت دیکھ کر پیچھے رہنے والوں نے کہا کہ اگر اب کے وبا پڑی تو ہم بھی نکل جائیں گے- اتفاقاً پھر ایک دفعہ وبا پڑی تو وہ لوگ بھی نکل بھاگے- راہ ہی میں ان کو خدا نے فوت کر دیا حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے بنی اسرائیل میں سے اپنی قوم کو جہاد کا حکم دیا- وہ بہانہ کرتے ہوئے بولے کہ جس ملک میں ہمیں جانا ہے اس میں وبا ہے جب تک آرام نہ ہولے ہم نہیں جائیں گے پس خدا نے ان سب کو مار دیا- ان کی دلیل ہے کہ اس سے آگے اللہ تعالیٰ جہاد کی ترغیب دیتا ہے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ بھی مجاہدین کا ہے- بعض کہتے ہیں کہ حزقیل نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو جہاد کی ترغیب دی تھی وہ اس سے گھبرائے تو انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ ان کو کوئی نشانی انہی کی جانوں میں دکھا تاکہ یہ تیرے حکم کو مانیں پس خدا نے ان کو مار دیا اور پھر زندہ کر دیا-

ان روایتوں سے کوئی روایت صحیح ہو یا کوئی غلط قرآن شریف کے مضمون کو ان سے بحث نہیں- قرآن مجید سے اتنا تو بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ان کو مار کر پھر زندہ بھی کیا- باقی رہی سر سید اور مرزا صاحب قادیانی کی تاویلات (یا تحریفات) سو الفاظ قرآنی کے مقابلہ میں تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ادھر توجہ کی جائے کیونکہ دلائل عقلیہ سے احیاء اموات کا امکان اور نقلیہ سے اطلاق ثابت ہے- رہا سپر نیچرل (خلاف عادت) سو اس کا مفصل جواب پہلے گزر چکا-

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ
کوئی ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے پھر وہ کئی گناہ زیادہ اس کو دے گا اور اللہ ہی

یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ
تنگی اور فراخی کرتا ہے اور تم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے کیا تمہیں بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ موسیٰ کے بعد

بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ
معلوم نہیں؟ جب انہوں نے اپنے نبی سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کردے ہم اللہ کی راہ میں لڑیں

قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا
اس نے کہا کہ اگر تم کو لڑنے کا حکم ہوا تو تم سے لڑنے کی امید نہیں وہ بولے کہ اللہ کی راہ میں ہم کیوں

نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ
نہ لڑیں گے حالانکہ ہم اپنے ملک اور بال بچوں سے نکالے گئے ہیں

بعض لوگ جب خرچ کرنے کا نام سنتے ہیں تو ان پر مثل موت کے گراں گزرتا ہے- یہ نہیں جانتے کہ دیا ہوا کہیں جانے کا نہیں آخر تم دنیا میں قرض بھی تو ایک دوسرے کو دیتے ہو جو بعد مدت تم کو وصول ہو جاتا ہے اسی طرح کوئی[1] ہے جو اللہ کو بھی قرض حسنہ ہی سمجھ کر دے پھر اس کی طرف سے تمسک لکھوالے کہ اخلاص مندی پر وہ کئی گناہ زیادہ اس کو دے گا- پس اے سود خورو دنیا میں چار آنے آٹھ آنے روپیہ سینکڑہ سود لینے والو آؤ غربا پر احسان کرو اور خدا سے اس کے عوض میں کئی گناہ سود لو اور اگر اب بھی باز نہ آؤ تو یاد رکھو کہ اللہ ہی تنگی اور فراخی کرتا ہے- سیدھے منہ نہ دو گے تو اسے تنگ کر دینا بھی آتا ہے- اس کے حکم سے جو کچھ دو گے اس سے زیادہ تم کو دے گا- آخر تم نے اس کی طرف لوٹنا ہے اپنے بھلے کی سوچو اور بعض کوتاہ اندیشوں کی طرح بوالہوس نہ بنو کہ باوجود جاننے مفید کام کے محض اپنی عافیت ظاہری چند روزہ کے لیے ان سے منہ پھیر جاتے ہیں جن کی وجہ سے آخر کار وقت پر دقت ان کو نصیب ہوتی ہے- کیا مثال کے لیے تمہیں[2] بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ حضرت موسیٰ کے بعد کا معلوم نہیں؟ جب انہوں نے خود ہی اپنے وقت کے نبی سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ (اعلیٰ فوجی افسر) مقرر کر دے جس کے ساتھ ہو کر ہم اللہ کی راہ میں اپنے دشمنوں سے (جن کے ہاتھ سے ہم جان بلب ہیں لڑیں (اس نبی) نے کہا کہ اگر اس بادشاہ کی طرف سے تم کو لڑنے کا حکم ہوا تو تم سے لڑنے کی امید نہیں تم تو بزدلی سے بھاگ جاؤ گے- وہ بولے کہ اللہ کی راہ میں کیوں نہ لڑیں گے؟ حالانکہ اس سستی اور غفلت ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم اپنے ملک اور بال بچوں سے نکالے گئے ہیں اور سب مال اسباب ہمارا دشمنوں نے لوٹ لیا- پس

شان نزول

[1] جہاد وغیرہ ضروریات مذہبی اور قومی ہیں خرچ کرنے کی ترغیب دینے کو یہ آیت نازل ہوئی-

[2] جہاد میں ترغیب دینے کو یہ آیت بطور ایک تاریخی واقعہ کے نازل ہوئی-

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾

پس جب ان کو لڑنے کا حکم ہوا تو سوائے چند اشخاص کے سب نے پیٹھ دیدی اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ

اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے بولے کہ وہ ہم پر کیسے حاکم

لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ

ہوسکتا ہے حالانکہ ہم اس سے حکومت کا زیادہ حق رکھتے ہیں اسے تو مال کی بھی چنداں فراخی نہیں ہے

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي

اس نے کہا اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس کو تم پر بزرگی دی ہوئی ہے اور علم بھی اس کو وسیع دیا ہوا ہے اور بدن میں بھی اس کو فربہی بخشی ہوئی ہے

مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾

اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی ہی وسعت والا علم والا ہے

خلاصہ یہ کہ جب ان کو بادشاہ کی طرف سے لڑنے کا حکم ہوا تو سوائے چند اشخاص کے سب نے پیٹھ دے دی اور بدعہدی سے اپنی جانوں پر ظلم کیے جس کی سزا ان کو بھگتنی پڑی اس لئے کہ اللہ تو ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ برطبق ان کی خواہش کے ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک شخص طالوت کو (جو بوجہ اپنی دینداری اور لیاقت علمی کے اس کام کے لائق ہے) بادشاہ (اعلیٰ افسر) بنایا ہے اس کی فرمانبرداری کرو اور اس کے ساتھ ہو کر خدا کی راہ میں دشمنوں سے لڑو۔ انہوں نے اپنی کوتاہ اندیشی سے اس کی لیاقت علمی اور دینداری پر غور نہ کیا اور ظاہر بینوں کی طرح جھٹ سے بولے کہ بھلا وہ ہم پر کیسے حاکم ہو سکتا ہے حالانکہ ہم اس سے حکومت کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ہم تو کسی قدر مالدار بھی ہیں اور اسے مال کی بھی چنداں فراخی نہیں ہے۔ اس نبی نے ان کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ گو مال اس کے پاس نہیں اور نہ مال کی اس میں چنداں ضرورت ہے جن امور کی حکومت کے لیے ضرورت ہے وہ تو تین ہی باتوں میں منحصر ہیں۔ ایک تو دینداری کہ ناحق کے ظلم وستم نہ کرتا پھرے۔ دوسرے لیاقت علمی کہ امور مملکت کو بخوبی انجام دے سکے تیسری کسی قدر جسامت اور ظاہری ڈیل ڈول بھی ہو۔ ایسا دبلا پتلا بھی نہ ہو کہ دیکھنے سے بجائے ہیبت کے بے عبی ہو۔ سو ان تینوں میں وہ کامل ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس کو تم پر بزرگی دی ہوئی ہے اور علم بھی اس کو وسیع دیا ہوا ہے۔ اور بدن میں فربہی (تروتازگی) بخشی ہے۔ علاوہ اس کے یہ ہے کہ اللہ اپنا ملک اور اس کی حکومت جس کو چاہتا ہے دیتا ہے تمہارا کوئی حق نہیں کہ تم سوال کرو اور اپنے استحقاق جتلاؤ۔ مناسب غیر مناسب وہ خود ہی جانتا ہے۔ تمہارے جتلانے کی حاجت نہیں اور اللہ بڑی ہی وسعت والا علم والا ہے باوجود اس بیان شافی کے انہوں نے قناعت نہ کی۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئیگا جس میں خدا کی طرف سے تمہیں تسکین ہوگی

وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

اور موسیٰ اور ہارون کی قوم کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہوں گی اس کو فرشتے اٹھائے ہوئے لاویں گے بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی

لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم

ہوگی اگر تم ماننے والے ہوئے پس جب طالوت اپنی فوج کے ساتھ باہر کو چلا تو بولا کہ اللہ تم کو ایک نہر کے پانی سے

بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ

آزمائے گا پس جو شخص اس سے پیئے گا وہ میری جماعت سے نہ ہوگا اور جو نہ پیئے گا تو وہ میرا ہمراہی ہوگا مگر جو شخص

اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ

ایک چلو ہاتھ سے بھر لے گا پس سوائے چند اشخاص کے سب نے پی لیا

اور اس نبی سے اس کی حکومت کی نشانی مانگی جس کے جواب میں ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس حکومت کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا[1] جس میں خدا کی طرف سے تمہیں تسکین ہوگی اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی قوم کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہوں گی۔ یعنی عصا وغیرہ بزرگوں کی مستعملہ اشیاء ہوں گی جن کو بنی اسرائیل بڑی متبرک سمجھتے تھے۔ فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے لادیں گے اور تمہارے بیچ میں رکھ دیں گے۔ جس کے دیکھنے سے تمہیں تسلی ہو جائے گی۔ بے شک اس صندوق کے اس طور سے آنے میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہوگی اگر تم ماننے والے ہوئے تو اسی پر قناعت کرو گے اور اگر ضدی ہوئے تو کوئی علاج نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بعد دیکھنے اس واقعہ کے ان کے دلوں میں غیرت مذہبی اور غیظ ملکی جوش زن ہوا اور انہوں نے اس طالوت کو اپنا حاکم سمجھا۔ پس اس نے فوج کی کمان شروع کی اور جہاد کے لیے سب نے تیاری بھی کر لی مگر چونکہ ان میں بہت سے ناآزمودہ کار اور خادم جو شیلے تھے خیر بسا اوقات کثرت ہجوم سے انتظام میں خلل بھی آجاتا ہے جس کے سبب سے انجام کار ہزیمت ہو جاتی ہے اس لیے ایسے وقت میں کسی زبردست پالیسی (حکمت عملی) کی ضرورت تھی پس اس نے ایسا ہی کیا کہ جب طالوت اپنی فوج کے ساتھ باہر کو چلا تو بولا کہ اللہ تم کو ایک نہر کے پانی سے آزمائے گا پس جو شخص اس نہر سے پیئے گا وہ میری جماعت سے نہ ہوگا اور جو نہ پیئے گا تو وہ میرا ہمراہی ہوگا۔ مگر جو شخص بوجہ شدت پیاس کے ایک چلو ہاتھ سے بھر لے گا اس کو معافی دی جائے گی۔ پس جب لوگ اس نہر پر پہنچے تو سوائے چند لائق اشخاص کے سب نالائقوں نے اس سے پانی پی لیا۔

---

[1] (صندوق آئے گا) اس کا نام تابوت سکینہ تھا اس میں بنی اسرائیل کے بزرگوں کے تبرکات رکھے رہتے تھے۔ لڑائی کے وقت بنی اسرائیل اس کو میدان جنگ میں بڑی جانفشانی سے رکھتے ایک تو اس کے سبب سے جوش مذہبی ہوتا تھا۔ دوسرا یہ خطرہ رہتا کہ کہیں سستی کرنے سے دشمن اس کو لوٹ نہ لیں۔ جس کا لٹ جانا ایسا ناگوار تھا جیسا کہ امت میں نبی کا قتل ہو جانا۔ مگر بنی اسرائیل کے ضعف سے آخر تابوت سکینہ مخالفوں کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اس کو بڑی بے ادبی سے پاخانہ میں رکھا تھا۔ جس کا بنی اسرائیل کو سخت رنج تھا۔ نبی نے ان کو خوشخبری سنائی کہ طالوت کی حکومت کی یہ علامت ہے کہ تابوت سکینہ تمہارے پاس آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مخالفوں نے اس کو نکال کر بیل گاڑی میں لادا تو بیل فرشتوں کی تحریک سے سیدھے بنی اسرائیل میں چلے آئے بنی اسرائیل اس کو دیکھ کر شاد شاد ہوئے اور مقابلہ میں جان توڑ کر لڑے اور فتح یاب ہوئے۔

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ

پھر جب وہ اور اس کے ماننے والے اس کے ساتھ اس سے آگے بڑھے تو بول اٹھے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کی فوج کی طاقت

جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً

نہیں جن لوگوں کو یقین تھا کہ اللہ کی مدد پاویں گے وہ بولے کہ بہت دفعہ تھوڑے لوگ بہتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آجایا

كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا

کرتے ہیں اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور جب وہ جالوت کی فوج کے مقابل آئے تو مستدعی ہوئے

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ؕ فَهَزَمُوْهُمْ

کہ اے ہمارے مولا ہمیں صبر عطا کر اور ہمارے قدم مضبوط رکھ اور ہمیں کافروں کی قوم پر فتح نصیب کر پس انہوں نے ان کو

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ

اللہ کے حکم سے بھگا دیا اور جالوت کو داؤد نے قتل کیا اور اللہ نے داؤد کو ملک دیا اور تہذیب سکھائی اور اس نے جو چاہا خدا نے اس کو سکھایا

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ

اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے دفع نہ کرے تو زمین خراب ہو جائے لیکن اللہ دنیا کے رہنے والوں پر

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

بڑا ہی مہربان ہے - یہ ہماری خبریں ہیں ان کو ہم تجھ سے واقعی طور پر بیان کرتے ہیں اور بیشک تو رسولوں سے ہے

پس طالوت نے اپنے پہلے حکم کے مطابق ان کو علیحدہ کر دیا- پھر جب وہ اور اس کے حکم کے ماننے والے مخلص تابعدار اس کے ساتھ اس نہر سے آگے بڑھے تو بعض لوگ دشمن (جالوت) کی شوکت دیکھ کر بول اٹھے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کی فوج کے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں لیکن سب یکساں نہیں ہوتے جن لوگوں کو یقین تھا کہ اللہ کی مدد پاویں گے وہ ان کے جواب میں بولے کہ گھبراتے کیوں ہو؟ کیا ہوا اگر دشمن کی فوج عظیم اور بے شمار و با شوکت ہے بہت دفعہ تھوڑے لوگ بہتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آجایا کرتے ہیں تم اللہ پر بھروسہ کرو اور اگر کچھ تکلیف پہنچے تو صبر کرو- اللہ کی مدد صابروں کے ساتھ ہے اور ان کے اس کہنے سے سب فوج کو تسلی ہو گئی اور مستقل ہو کر آگے بڑھے اور جب وہ جالوت کی فوج کے مقابل لڑنے کو آئے تو سب سے پہلے وہ اللہ سے مستدعی ہوئے کہ اے ہمارے مولا ہمیں تکلیفوں پر صبر عطا کر اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہمارے قدم مضبوط رکھ اور ہمیں ان کافروں کی قوم پر فتح نصیب کر بے شک تو ہی اپنے بندوں کا مددگار ہے اور تیری مدد سے بیڑا پار ہے- پس خدا نے ان کی مخلصانہ دعا قبول کر لی اور انہوں نے ان سب جانوروں کو اللہ کے حکم سے بھگا دیا اور ان کے بادشاہ جالوت کو حضرت داؤد نے جو ان دنوں جوان اور طالوت کی فوج میں سپاہی تھے قتل کیا پھر تو طالوت کی فتح نمایاں ہو گئی اور اللہ نے داؤد کو طالوت کے بعد ملک کا اختیار دیا اور اصل تہذیب اور شائستگی جو حکومت کے لیے ضروری ہے حضرت داؤد کو سکھائی اور بوقت ضرورت اس داؤد نے جو سیکھنا چاہا خدا نے اس کو سکھایا جس کے سبب سے اس کا لقب خلیفۃ اللہ ہو گیا پھر تو ان کے تمام دشمن دب گئے اور فتنہ فساد فرو ہو گئے بے شک اگر اللہ بعض لوگوں ظالموں کو بعض عادلوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرے تو زمین سب خراب ہو جائے لیکن اللہ ایسے ظالموں کو جن کا ظلم اپنی حد تک پہنچ جاتا ہے ضرور ہلاک کرتا ہے- اس لیے کہ وہ دنیا کے رہنے والوں پر بڑا ہی مہربان ہے کہ ان کے نقصانات کا کسی قسم کے ہوں جسمانی یا روحانی پورا کر دیتا ہے یہ قصہ اور اس کے مشابہ ہماری بتلائی ہوئی خبریں ہیں ان کو ہم تجھ سے واقعی طور پر بیان کرتے ہیں اور تو بھی صحیح طور سے لوگوں کو سناتا ہے- اس لیے کہ بیشک تو اللہ کے رسولوں سے ہے- جیسے کہ وہ غائب کی خبریں باطلاع الٰہی سنایا کرتے تھے اسی طرح تو بھی بتلاتا ہے گو اس مرتبہ میں سب برابر ہیں-

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ

ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ جن سے اللہ نے باتیں کیں اور

دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ

بعض کے درجے بلند کئے اور عیسیٰ مریم کے بیٹے کو کھلی نشانیاں ہم نے دیں اور روح پاک سے اس کو قوت دی اور

وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ

اگر خدا چاہتا تو نبیوں سے پچھلے لوگ بعد آنے دلائل واضح کے نہ لڑتے لیکن

الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ

انہوں نے اختلاف کیا یعنی بعض مان گئے اور بعض انکاری ہوگئے اور اگر خدا چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

تو نہ لڑتے لیکن خدا کرتا ہے جو ارادہ کرے اے مسلمانو ہمارے

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا

دیے ہوئے میں سے خرچ کیا کرو پہلے اس سے کہ وہ دن آپہنچے جس میں نہ تجارت ہوگی اور نہ دوستی

شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور نہ سفارش اور منکر ہی ظالم ہیں

مگر تاہم ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر بزرگی اور فضیلت دی ہے۔ مثلاً تجھ کو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے افضل بنایا اور بعض ان میں ایسے بھی ہیں کہ جن سے اللہ نے باتیں بھی کیں جیسے حضرت موسیٰ اور بعض کے کسی اور وجہ سے درجے بلند کئے اور عیسیٰ مریم کے بیٹے کو کھلی نشانیاں ہم نے دیں اور روح پاک جبرائیل[1] سے اس کو قوت دی نہ جیسا کہ اس کے مخالف یہودیوں کا خیال ہے کہ وہ جھوٹا نبی تھا اور نہ جیسا کہ اس کے نادان دوست عیسائیوں کا غلط گمان ہے کہ وہ خدا کا بیٹا اور ایک حصہ تھا۔ یہ ایسے خیالات واہیہ سب کے سب انبیاء سے پچھلے لوگوں نے تراشے ہیں اور اگر خدا چاہتا تو نبیوں سے پچھلے لوگ بعد آنے دلائل واضح کے آپس میں نہ لڑتے جھگڑتے لیکن چونکہ انہوں نے باہمی اختلاف کیا یعنی بعض تو مان گئے اور بعض سے انکاری رہے۔ جس کا اثر لازمی حسب عادت جاریہ قتل قتال اور لڑائی جھگڑا ہوا باوجود اس کے بھی اگر خدا چاہتا تو کبھی نہ لڑتے وہ ان کے اثر لازمی کو بھی روک سکتا تھا۔ لیکن خدا نے ایسا نہ چاہا۔ اس لئے کہ وہ عموماً وہ کام کرتا ہے جو ارادہ کرے اور اس کا ارادہ ہمیشہ علل پر جیسی کہ ہوں آثار مرتب کرتا ہے جبھی تو تمہیں حکم دیتا ہے کہ اے مسلمانو ہمارے دیئے ہوئے میں سے غربا کی حاجت روائی میں خرچ کیا کرو پہلے اس سے کہ وہ دن آپہنچے کہ جس میں نہ تجارت ہوگی کہ اس مال سے فائدہ اٹھا سکو اور نہ کسی کی دوستی اور سفارش ہی بلا اذن کام آئے گی۔ صرف نیک اعمال اور ہاتھ کا دیا ہی کام آئیگا۔ سو اگر تم اس دن کی تکلیف سے بچنا چاہتے ہو تو سب سے مقدم یہ ہے کہ اللہ کی توحید پر پختہ ہو جاؤ اور جان لو کہ توحید سے منکر ہی بڑے ظالم ہیں کیونکہ ایک سیدھی راہ چھوڑ کر ٹیڑھے جا رہے ہیں یعنی خدا کے سوا اور معبود مانتے ہیں

[1] روح القدس کی تفسیر خود قرآن نے دوسری جگہ کر دی ہے۔ "قل نزله روح القدس" یعنی جبرائیل (سورۃ النحل)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی

سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ انتظام کرنے والا نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند جو کچھ آسمان اور

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ

زمین میں ہے سب اسی کی ملک ہے کون ہے جو بلا اجازت اس کے پاس سفارش کرے وہ لوگوں کے

مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ

آگے پیچھے کی سب چیزیں جانتا ہے اور لوگ اس کے معلومات سے کچھ بھی نہیں جان سکتے مگر جس قدر کہ خود ہی

وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ

چاہے اس کی حکومت نے تمام آسمان اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں اور وہ بلند اور بڑی عظمت

الْعَظِیْمُ ۝ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ

والا ہے دین میں جبر نہیں ہدایت کی راہ گمراہی سے جدا ہو چکی ہے

حالانکہ سوائے خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں تھا۔ نہ اب ہے نہ ہی آئندہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک زندہ بلکہ سب چیزوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور اکیلا ہی بذات خود سب مخلوق کا انتظام کرنے والا ہے اس کے کسی کام میں فتور نہیں آسکتا اس لئے کہ نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب اسی کی ملک ہے وہ شہنشاہ ایسی ہیبت کا مالک ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے سامنے چوں کرے کون ہے جو بلا اجازت اس کے پاس کسی کی سفارش کرے کیا نبی کیا ولی کیا مومن کیا کافر سب اس کی ہیبت سے لرزاں اور ترساں ہیں کمال علمی اس کے کی کوئی حد نہیں۔ وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی سب چیزیں جانتا ہے اور لوگ اس کے معلومات سے کچھ بھی نہیں جان سکتے۔ مگر جس قدر کہ خود ہی بتلانا چاہے۔ اس کی حکومت[1] نے تمام آسمان اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی چیز اس کی حفاظت سے باہر ہو اور ہو بھی کیسے جبکہ محافظ ایسا زبردست ہے کہ باوجود اس قدر وسعت کے ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں اور وہ سب سے بلند اور بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے باوجود اس بیان واضح کے اگر تیری نہ مانیں تو غم نہ کر اس لیے کہ دین میں ظلم جبر نہیں کہ خواہ مخواہ کسی کو بزور پکڑ کر اسلام میں لایا جائے۔ ہدایت کی راہ گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے

شان نزول

عرب میں دستور تھا کہ جب کسی عورت کی اولاد زندہ نہ رہتی تو وہ نذر مانتی تھی کہ اگر میرا بچہ زندہ رہے گا تو میں اس کو یہودی بناؤں گی۔ (جیسے ہمارے ملک کی عورتیں مشرکانہ خیال والی کہا کرتی ہیں کہ اگر میرا بچہ زندہ رہا تو فلاں قبر والے کا مرید بناؤں گی) اور اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کے نام کی چوٹی اس کے سر پر رکھی جاتی ہے چنانچہ بہت سے لوگوں کی اولاد اتفاقاً زندہ رہ کر اسی طرح یہودی بنی ہوئی تھی۔ جب آپ نے بنی نضیر کے یہودیوں کو ان کی بدعہدی کی وجہ سے عرب سے خیبر کی طرف جلاوطن کیا تو اس قسم کے بچے بھی ان یہودیوں میں تھے۔ ان کے مسلمان ورثا نے اس وجہ سے کہ یہ بچے ماں باپ کی غلطی سے یہودی بنائے گئے تھے چاہا کہ ان کو جبراً روک لیں اور یہودیوں کے ساتھ نہ جانے دیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (معالم) مخالفین ذرا غور سے دیکھیں

[1] اس آیت میں جو کرسی کا لفظ ہے اس کے معنی میں بھی مفسرین کا قدرے اختلاف ہے بعض کہتے کہ کرسی ایک چوٹی ہے جو تمام آسمانوں سے اوپر ہے جس کے اوپر عرش ہے بعض کہتے ہیں یہاں کرسی سے مراد علم ہے۔ میں نے جو ترجمہ اختیار کیا ہے یہ ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمتہ کا ہے اور اس جگہ یہی مناسب ہے مگر اسی کے معنی علم کے بھی آتے ہیں۔ یہ معنی بھی موقع کے مناسب ہیں

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰىۗ

پس جو کوئی جھوٹے معبودوں سے منہ پھیر کر خدا پر ایمان رکھے تو اس نے ایسا مضبوط سہارا لیا

لَا انْفِصَامَ لَهَاؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۙ یُخْرِجُهُمْ

جو ہرگز نہ ٹوٹے گا اور خدا سنتا ہے جانتا ہے. مومنوں کا اللہ متولی ہے اندھیروں سے

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۬ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـھُمُ الطَّاغُوْتُۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ

ان کو نکالتا ہے اور کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور جو لوگ منکر ہیں ان کے دوست شیاطین ہیں ان کو نور سے

مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِؕ اُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ ع

اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہی لوگ آگ کے لائق ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ

کیا تجھے اس شخص کا حال معلوم نہیں جس نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے پروردگار کی بابت جھگڑا کیا تھا اس وجہ سے کہ خدا نے اس کو بادشاہ

اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُؕ

بنایا تھا جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ رکھتا اور مارتا ہے وہ بولا کہ زندہ تو میں کرتا ہوں اور مارتا بھی ہوں

پس جو کوئی جھوٹے معبودوں سے منہ پھیر کر اکیلے سچے خدا پر ایمان رکھے تو جان لو کہ اس نے ایک ایسا نجات کا مضبوط سہارا لیا جو ہرگز نہ ٹوٹے گا اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں خدا سنتا ہے جانتا ہے ایسے ہی مومنوں کا بالخصوص اللہ متولی امور ہے- ہر طرح ان کی بہتری کے سامان مہیا کر دیتا ہے- چنانچہ محض اپنی مہربانی سے شرک وکفر وغیرہ کے اندھیروں سے ان کو نکال کر نور توحید کی طرف لے جاتا ہے- اور توحید کو ان کے دلوں میں ایسا مضبوط کرتا ہے کہ مشرک کیسی ہی کوشش کریں ان کو شرک میں پھنسا دیں ہرگز نہیں پھنسا سکتے- اور جو لوگ توحید سے منکر ہیں وہ چونکہ راندہ درگاہ ہیں اس لئے ان کے دوست شیاطین ہیں ہمیشہ ان کو نور ایمان سے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں اور یہی ذہن نشین کرتے ہیں کہ فلاں بت یا فلاں قبر سے حاجت روائی ہوتی ہے جس کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ یہی لوگ جہنم کی آگ کے لائق ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے تو ان کی بیہودہ باتیں سن کر کیوں تعجب کرتا ہے؟ ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ لوگ دو قسم کے ہیں- ایک تو دیندار چاہے کسی مذہب کے پیرو ہوں وہ تو بعد سمجھنے حق بات کے ہدایت سے سرتابی نہیں کرتے دوسرے دنیادار جو اپنے مذہب کو یونہی برائے نام بتلا دیں اصل میں ان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا صرف چالبازی جانتے ہیں ایسے لوگ باوجود دیکھنے بین ثبوتوں کے بھی اپنے غلط خیال چھوڑا نہیں کرتے

کیا تجھے اس گمراہ شخص کا حال معلوم نہیں جس نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے بوجہ اس کے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) خدا کی توحید کا قائل تھا اور وہ ملحد سرے سے خدا کا منکر اسکے پروردگار کی بابت عناد سے جھگڑا کیا تھا اس وجہ سے کہ خدا نے اس کو بادشاہ بنایا تھا- پھر وہ اپنی چند روزہ بادشاہی پر ایسا نازاں ہوا کہ خدائی کا مدعی بن بیٹھا- جب ابراہیم علیہ السلام نے اس کے سوال کہ میرے سوا تیرا (خدا کون ہے) کے جواب میں کہا میرا پروردگار وہ ہے جو سب کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے- وہ بولا کہ زندہ تو میں رکھتا ہوں اور مارتا بھی میں ہوں چنانچہ اسی وقت ایک قصوروار مجرم کو چھوڑ دیا اور بے قصور کو مروا دیا

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خدا تو سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو اس کو مغرب سے چڑھا

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ

پس وہ کافر حیران رہ گیا خدا ظالموں کو راہنمائی نہیں کیا کرتا اور کیا تو اس شخص کو نہیں جانتا جو

عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَاۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ

ایک گری ہوئی بستی پر سے گزرا بولا کہ اس بستی کو بعد مرنے کے خدا کیونکر زندہ

مَوْتِهَاۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَؕ

کرے گا؟ پس خدا نے سو برس تک اس کو مار رکھا پھر اس کو زندہ کر کے پوچھا کہ کتنی مدت تو ٹھہرا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ اس بات سے یہ نادان قائل نہ ہوگا اس کو کسی ایسے پیچ میں لائیں کہ اس کا جواب نہ دے سکے۔ یہ سوچ کر ابراہیم علیہ السلام نے کہا خدا تو سورج کو ہر روز مشرق سے لاتا ہے اگر تو ہی خدا ہے تو تو ایک روز اس کو مغرب سے چڑھا اس لئے کہ جب مشرق سے تو لا سکتا ہے تو مغرب سے لانے میں کیا دقت ہے پس یہ سن کر وہ کافر حیران رہ گیا جواب کچھ نہ بن پڑا چونکہ معاند تھا یہ نہ ہوا کہ ہدایت کو قبول کرتا اور اپنے مالک کے آگے جھکتا الٹا ابراہیم علیہ السلام سے الجھنے لگا۔ جس کی سزا اس کو یہ ملی کہ خدا نے اسے سمجھ ہی نہ دی کہ ابراہیم کے اس سوال کا جواب کیا دے اس لئے کہ خدا ایسے ظالموں کو صادقوں کے مقابلہ میں راہنمائی نہیں کیا کرتا جیسا یہ قاعدہ ظالموں کو ہدایت نہ کرنے کا خدا نے مقرر کر رکھا ہے ایسا ہی یہ بھی مقرر ہے کہ جو کوئی باخلاص نیت کوئی سوال حل کرانا چاہے اور خدا سے مدد مانگے خدا اس کو آسان کر کے اس کی راہ نمائی کرتا ہے کیا تو[1] اس شخص کو نہیں جانتا جو ایک پرانی گری ہوئی بستی پر سے گذرا اور اس کو خراب اور اس کے رہنے والوں کو مرے پڑے دیکھ کر بولا کہ اس بستی کے رہنے والوں کو بعد مرنے کے خدا کیونکر زندہ کریگا۔ یہ ایک قسم کا تردد اسے ہوا جس کے دریافت حال کو اس نے سوال کیا چونکہ یہ سوال اس کا محض دینداری کی وجہ سے تھا اس لئے اللہ نے اسکو ایسے طور سے تشفی دی کہ بعد اسکے کسی دلیل کا محتاج نہ رہا پس خدا نے سو برس تک اس کو مار رکھا۔ پھر بعد سو برس کامل کے اس کو زندہ کر کے پوچھا کہ کتنی مدت تو یہاں پر ٹھہرا ہے

---

[1] (کیا تو اس شخص کو نہیں جانتا) اس قصہ اور اس سے آئندہ قصہ ابراہیمی کی نسبت کل مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعات ان دونوں سائلوں کی بیداری میں واقع ہوئے۔ گو انکا پہلے قصے میں بہ سبب نہ ہونے نام سائل کے کسی قدر اختلاف ہوا ہے کہ یہ سائل کون تھا۔ بعض نے کہا کہ کوئی کافر تھا بعض نے کہا مومن۔ بعض نے کہا نبی بعض نے اس نبی کا نام بھی بتلایا کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ تفسیر کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سائل حضرت عزیر علیہ السلام تھے مگر سر سید احمد خان کو یہاں بھی ایک نیا ہی خواب آیا کہ انہوں نے اس قصہ کا سرے سے انکار کر کے جان چھڑائی اور اس کو خواب سے متعلق بتلایا کہتے ہیں کہ اس بزرگ نے خواب میں خدا تعالیٰ سے احیاء موتی کا سوال کیا اور خواب ہی میں اپنے کو سو برس تک مرے ہوئے دیکھا اور حضرت ابراہیم نے بھی جو کچھ کیا خواب ہی میں کیا۔ وجہ اس انکار کی تو وہی سپر نیچرل (خلاف عادت کا استحالہ ٹوٹا پھوٹا ہتھیار ہے) دلیل ان کی یہ ہے کہ

"کہ بزرگوں کو جو اس قسم کے خلجان قلبی پیش آیا کرتے ہیں ان کا دفعیہ ان کو کشف اور خواب ہی میں ہوا کرتا ہے پس ضرور ہے کہ ان بزرگوں کو بھی جو ایک عقدہ دربارہ احیاء موتی پیش آیا ہے اس کا دفعیہ خواب میں ہوا ہوگا۔ حضرت ابراہیم سے نہ تو پہلے کسی نے اور نہ خود ابراہیم نے مردہ کا زندہ ہونا دیکھا تھا۔ اس لئے کوئی ذی عقل اس قسم کے سوالات اللہ سے

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ

بولا کہ ایک دن یا کچھ حصہ دن کا ٹھہرا ہوں (خدا نے) کہا بلکہ تو سو برس تک ٹھہرا ہے پس تو اپنے

إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ

کھانے اور پانی کو دیکھ کہ نہیں بگڑا

وہ بوجہ مرنے کی حالت سے بے خبر ہونے کے بولا کہ ایک دن یا کچھ حصہ دن کا ٹھہرا ہوں (خدا نے) کہا ایک آدھ دن تو کجا بلکہ سو برس تک ٹھیرا ہے مگر تجھے معلوم نہیں یہ ہماری ہی قدرت ہے کہ تجھے سو برس بعد زندہ کیا نہ صرف تجھے ہی زندہ کیا۔ بلکہ تیرے متعلق ایک اور بھی خرق عادت محض اپنی قدرت کاملہ سے کئے تیری ایسی چیزیں جو عموماً درازی زمانہ سے بگڑ جاتی ہیں وہ تو صحیح سالم رکھی ہیں اور جن کو کسی قدر درازی مضر نہیں ان کو بگاڑ دیا اور بگڑی ہوئی کو تیرے سامنے درست بھی کریں۔ پس تو دیکھنا چاہے تو اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ باوجود سریع الزوال ہونے کے ابھی تک نہیں بگڑا۔

نہیں کر سکتا" (تفسیر جلد اول)

دوسری دلیل جو ذکر میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخصوص ہے کہ

"یہ سوال ابراہیم علیہ السلام کا رویت سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رویت کیفیت احیا موتی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ غایت مافی الباب یہ ہے کہ اگر ہمارے سامنے مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی بیمار اچھا ہو تو ہم اتنا جان لیں گے کہ زندہ بیمار اچھا ہو گیا۔ مگر اس کی زندگی کی کیفیت ہمیں معلوم نہ ہو گی کہ کس طرح ہوا پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال رویت قلبی سے متعلق تھا جو خواب میں ان کو حل ہو گیا۔" (صفحہ ۲۹۱)

ناظرین سید صاحب کی اس قسم کی تاویلات سے آپ کو تو تعجب ہوتا ہوگا؟ مگر دراصل تعجب نہیں اس لئے کہ جناب تو اسی کے خوگر ہیں بھلا اس کا بھی کچھ ثبوت دیا کہ بزرگان کو ہمیشہ عقدہ کشائی اور حل مطالب خواب ہی میں ہوا کرتا ہے۔ کیا حضرت زکریا کو بیٹے کی خبر سے تعجب نہیں ہوا تھا قال رب انی یکون لی غلام و کانت امراتی عاقرا و قد بلغت من الکبر عتیا کیا حضرت مریم علیہا السلام کا عقدہ انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر بھی خواب میں حل ہوا تھا سید صاحب جیسا کہ پہلے کہہ آیا ہوں کہ علماء کا دستور تھا کہ کہتے ہوئے دعویٰ کی دلیل بھی سوچ لیتے تھے مگر آپ نے جیسا کہ مذہب میں تجدید کی طریق مناظرہ اور اسباب دعاوی میں بھی سب سے تجرد اور انفراد کیا سچ ہے؟

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

پھر آپ کا یہ ارشاد کہ "ابراہیم سے پہلے اور نہ خود ابراہیم نے مردوں کو زندہ ہوتے دیکھا تھا۔ اس لئے یہ سوال ذی عقل کا کام نہیں" حضرت بے ادبی معاف حضرت موسیٰ سے پہلے کسی نے یا خود موسیٰ علیہ السلام نے بھی پہلے سوال رویت (رب ارنی انظر الیک) کے خدا کو دیکھا تھا؟ پس بتلادیں ایسی بے معنی بات جو جی میں آئے کہہ دینا ذی عقل کا کام ہے۔؟ نہیں بیشک نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اور نہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء اموات دیکھا تھا مگر ممکن سمجھتے تھے۔ ممکنات مقدور باری سے سوال کرنا ہر ذی عقل اور ایماندار کا کام ہے گو آپ کا نہ ہو ہاں آپ کا یہ کہنا کہ مردہ زندہ ہوتا تو ہم دیکھ سکتے ہیں مگر اس کی کیفیت نہیں دیکھ سکتے بہت خوب دلیل قطعی ہے جناب والا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال بھی اسی رویت سے متعلق تھا جس کو آپ بھی مانتے ہیں ان کو اس کیفیت سے جو مقولہ کیفیۃ (لا یقضی القسمۃ و لا ایقسمۃ) سے ہی بحث نہیں تھی۔ یہ تو وہ جانتے تھے کہ خدا کو اسباب اور آلات کی حاجت نہیں چنانچہ ان کا بلی کہنا اس کی وضاحت کرتا ہے اطمینان قلبی وہ صرف رویت امر عجیب کے متعلق چاہتے تھے آپ کیف سے بلا کیف بگڑ گئے اور یہ سمجھ گئے کہ یہ کیفیت فلسفیانہ کیفیت ہے حالانکہ یہ کلام عرف پر مبنی ہے جیسا کہ کوئی کسی مسمریزم والے کو کہے کہ میرے سامنے عمل کرتا کہ میں اس کی کیفیت دیکھوں تو اس کے معنی حسب عرف عام یہی سمجھتے ہیں کہ اس سوال سے تاثیر فعل کا دیکھنا منظور ہے نہ کہ کیفیت فعل کا پس آپ کا فرمانا کہ کیفیت احیاء اموات تو کسی طرح مرئی نہیں ہو سکتی عرف عام اور خطابیات سے چشم پوشی ہے۔ رہا آپ کا ٹوٹا پھوٹا تھار نیچرل سو اس کا جواب کرات مرات گذر چکا ہے۔ فتذکر۔ جیسے سر سید احمد خان ان واقعات سے انکاری ہیں ایسے ہی ان کے روحانی فیضیاب (مرزا قادیانی) بھی منکر کیوں نہ ہوں؟ ابن الفقیہ نصف الفقیہ مشہور ہے۔

ے اس لئے کہ آپ دعا سے حاجت براری نہیں مانتے۔

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ

اور اپنی سواری کی طرف دیکھ اور ہم تجھ کو لوگوں کے لئے نشانی بنادیں گے اور ہڈیوں کو دیکھ کہ کس طرح ان

نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

کو ابھار کر گوشت چڑھائیں گے پس جب اسے معلوم ہوگیا تو بولا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ خدا سب کام

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ

کر سکتا ہے اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے مولا مجھ کو دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا کہا کہ تجھے یقین

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ

نہیں؟ ابراہیم نے کہا کہ ہاں لیکن اطمینان قلبی کے لئے پوچھتا ہوں (خدا نے) کہا چار جانور اپنے پاس رکھ لے پھر

اور اپنی سواری کی طرف دیکھ کہ کیسی گلی پڑی ہے- تجھے بعد سو برس کے زندہ کر کے تیری تشفی کرتے ہیں اور ہم تجھ کو لوگوں کیلئے نشانی بنادیں گے- تاکہ آئندہ جن لوگوں کو مردوں کے زندہ ہونے میں شک ہو وہ تیرے تاریخی حالات سن کر یقین کریں اور اپنی سواری کی ہڈیوں کو دیکھ کہ کس طرح ان کو ابھار کر گوشت چڑھائیں گے پھر تیرے سامنے ہی زندہ ہو کر پھرنے لگ جائیگا پس جب اسے اصل حال معلوم ہو گیا کہ ہاں بیشک خدا بڑی ہی قدرت والا ہے تو بولا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ خدا سب کام کر سکتا ہے- چونکہ یہ سوال محض دینداری سے تھا اس لئے وہ فورا سمجھ گیا- اس کی مثل ایک اور بھی واقعہ سنو جب[ل] ابراہیم علیہ السلام نے محض دینداری سے بغرض دریافت حال اپنے رب سے کہا کہ اے میرے مولا مجھ کو دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ خدا تو اس امر کو جانتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوال بغرض تسلی اور مزید اطمینان ہے نہ کہ انکار اور عناد سے- مگر اس خیال سے کہ بعد کے لوگ ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال سے اس کا نقصان ایمانی نہ سمجھیں-اس امر کے اظہار کرانے کو ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تجھے یقین نہیں؟ کہ مردے زندہ ہوں گے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں لیکن میں محض اطمینان قلبی کے لئے (پوچھتا ہوں) کہ مجھے علم الیقین سے عین الیقین ہو جائے (خدا نے) کہا چار جانور لے کر اپنے پاس رکھ لے تاکہ تجھے بخوبی ان کی پہچان ہو

شان نزول

ل مشرکین عرب قیامت کے مردوں کو زندہ ہونے کے سخت مخالف تھے اور اس کو ایسا مشکل محال سمجھتے تھے جیسا کہ سیاہ وسفید کا ایک جگہ جمع ہونا-ان کو سمجھانے کی خاطر حضرت ابراہیم علیہ السلام (جن کو وہ لوگ بھی اپنا مقتدا مانتے تھے) کا واقعہ نقل کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی-

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ
ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دے پھر ان کو بلا تو تیرے پاس بھاگتے ہوئے آویں گے اور

أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾ مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ
جان رکھ کہ خدا بڑا زبردست حکمت والا ہے جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال

اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ
ایک دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیں نکلتی ہیں ہر بال میں ایک سو دانہ ہے اور

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾
جس کے لئے خدا چاہے گا زیادہ کرے گا اور اللہ بڑا فراخی والا جاننے والا ہے

پھر ان کو ذبح کر کے ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر جو اس وقت تیرے ارد گرد ہیں رکھ دے- پھر ان کو بلا تو دیکھ کہ وہ فوراً تیرے پاس اللہ کے حکم سے بھاگتے[1] آئیں گے -اور بخوبی جان رکھ کہ خدا بڑا زبردست حکمت والا ہے- کسی کام کے کرنے سے عاجز نہیں اس کے تمام کام باحکمت ہیں- جو احکام لوگوں کی طرف بھیجتا ہے- ان میں بھی صدہا حکمتیں ہوتی ہیں- مگر ان حکمتوں کو پورے طور سے وہ خود ہی جانتا ہے کسی کو امیر بنا کر خرچ کا حکم دیتا ہے اور کسی کو غریب کر کے صبر کا حکم دیتا ہے- اور مثال کے لئے بتلاتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور غریبوں کو حاجت کے موافق دیتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایک دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیں نکلیں- ہر بالی میں ایک سو دانہ ہے- بتلاؤ تو اس کسان کو کتنا بڑا فائدہ ہو گا کہ ایک دانہ کے سات سو دانہ ہو گئے- اسی طرح جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کو بھی ایک پیسہ کے سات سو پیسہ ملیں گے اور اس سے بھی زائد جس کے لئے خدا چاہے گا زیادہ کرے گا- اور اس کے اخلاص کے موافق اس کو بدلہ دے گا- اس کے ہاں کسی قسم کی کمی نہیں- اللہ بڑا فراخی والا بڑا جو اد سب کے اخلاص کو جاننے والا ہے- پس سود خوروں کو اطلاع کر اگر اپنی دولت سے واقعی نفع اٹھانا چاہیں تو خدا سے معاملہ کریں- اس کی صورت یہ ہے کہ غربا پر رحم کریں اور جہاں تک ہو سکے ان کی حاجت براری میں ساعی ہو اور نہیں تو کم از کم اتنا کریں کہ ان پر ظلم زیادتی سے ہاتھ صاف نہ کریں

شان نزول

ــ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے دنوں میں (جو نہایت تنگی کے زمانہ میں ہوئی تھی) ایک ہزار اونٹ معہ سازو سامان کے دے دیئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم نقد دیئے ان دونوں صاحبوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- مگر افسوس کہ ایسے بزرگوں کی نسبت بھی نادانوں کی آنکھ کا تنکا بھی باقی ہے

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

[1] عام طور پر اس آیت کا مطلب یہی بتایا جاتا ہے مگر تدقیق نظر سے ان معنی کا ثبوت قرآن مجید کے لفظوں سے نہیں ہوتا- قرآنی عبارت میں دو لفظ قابل غور ہیں (۱) صر اس کے اصل معنی ہیں جھکا- چنانچہ تفسیر معالم وغیرہ میں اس کا ترجمہ امل کیا گیا ہے اور شاہ عبدالقادر دہلوی نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے- دوسرا لفظ جزو ہے جب وہ ایک چیز کی طرف نسبت ہوتا ہے تو اس کا ایک ٹکڑا مراد ہوتا ہے اور جب کسی جمع کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس جمع میں سے ایک فرد مراد ہوتا ہے جیسے کہیں یہ لڑکا دسویں جماعت کا جزو ہے قرآن مجید میں بھی جزء مقسوم انہی معنی سے آتا ہے پس اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہوئے کہ ان چار جانوروں کو اپنی طرف مائل کر پھر ان میں سے ایک ایک کو پہاڑ پر رکھ کر بلا تیرے پاس آجاویں گے تو اس سے سمجھ لے گا کہ جس طرح یہ وحشی جانور میرے بلانے پر آگئے ہیں خدا کے بلانے پر سب مردہ چیزیں زندہ ہو جائیں گی- ان شاء اللہ تعالیٰ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا
جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور بعد خرچنے کے نہ احسان جتلاتے ہیں نہ کسی

وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾
قسم کی تکلیف[۱] پہنچاتے ہیں ان ہی لوگوں کا بدلہ اللہ کے پاس ہے نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾
اچھی طرح بولنا اور معاف کردینا بہتر ہے اس خیرات سے جس کے بعد تکلیف پہنچے اللہ بے پرواہ ہے بڑا بردبار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ
اے مسلمانو اپنی خیرات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع مت کیا کرو اس شخص کی طرح جو لوگوں کے

رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ
دکھلانے کو خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا پس اس کے خرچ کی مثال ایک پتھر کی سی ہے جس پر

تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ
کچھ مٹی ہو پھر اس پر بڑے زور کا مینہ برس کر اس کو بالکل صاف کر چھوڑے اپنی کمائی میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے

اور یہ بھی ضروری ہے کہ اگر غربا پر کچھ احسان کریں تو بعد احسان کرنے کے ان پر کسی قسم کا بے جا دباؤ یا طعنہ نہ کریں۔ اس لئے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور بعد خرچ کرنے کے نہ احسان جتلاتے ہیں نہ کسی قسم کی تکلیف پہنچاتے ہیں ان ہی لوگوں کے خرچ کا بدلہ اللہ کے پاس ہے جہاں سے ان کو نہ ضائع ہونے کا خوف ہوگا اور نہ کسی قسم کے نقصان سے وہ غم ناک ہوں گے۔ سچ پوچھو تو محتاجوں سے اچھی طرح نرمی سے بولنا اور معاف کرو کہہ کر واپس کر دینا اور اگر سائل بدزبانی کرے تو اس کی بدزبانی کو معاف کر دینا بہتر ہے اس خیرات دینے سے جس کے دینے کے بعد تکلیف پہنچے اور احسان جتلایا جائے۔ اس لئے کہ اسکا تو کسی قدر اللہ کے ہاں بدلہ بھی ہے مگر اس صدقہ خیرات کا عوض کچھ نہیں کیونکہ اللہ ایسے صدقات لینے سے بے پرواہ ہے بلکہ ایسے صدقہ دینے والے مستوجب سزا ہیں۔ مگر اللہ بڑا بردبار حوصلہ والا ہے جو ان کی عذاب رسانی میں جلدی نہیں کرتا اس لئے ہم عام اعلان کر دیتے ہیں کہ مسلمانو اپنی خیرات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع مت کیا کرو اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کو خرچ کرتا ہے کہ انہیں سے شاباش سنو اور اللہ کو جزا سزا کا گویا مالک نہیں مانتا اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا جس کی وجہ سے اس کے تمام صدقات ضائع ہو جاتے ہے پس اس کے خرچ کی مثال ایک پتھر کی سی ہے جس پر کچھ مٹی ہو اور اس مٹی کی وجہ سے اس پر کچھ روئیدگی بھی ہو پھر اس پر بڑے زور کا مینہ برس کر اس کو بالکل صاف مصفی کر چھوڑے اسی طرح ان کا حال ہے جو لوگوں کو دکھانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں کہ ان کو مال کے خرچ کرنے سے کچھ بھلائی کی امید ہوتی ہے جیسے کہ پتھر کو دیکھ کر کسان کو۔ مگر اس پر ان کا ریا جو مثل زور دار مینہ کے آپڑتا ہے بالکل ہی اس کو صاف کر جاتا ہے یہاں تک کہ اپنی کمائی میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے سب کا سب ضائع کر بیٹھتے ہیں مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ لوگوں کو خوش کر کے ہم کیا گے کوئی ایک آدھ گھڑی اگر خوش بھی ہوا اور اچھا بھی کہہ گیا تو کیا اور جو نہ کہہ گیا تو کیا مخلوق کی اتنی ہی شاباش کے لئے حقیقی مالک کی دائمی جزا سے محروم رہنا عقلمندی نہیں مگر غور نہیں کرتے۔

[۱] اَذٰی : اصل میں یوذی کے معنی میں ہے یعنی تکلیف دہ چیز۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
اور خدا کافروں کو ہدایت نہیں کرتا اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے اور

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ
اپنے نفسوں کو مضبوط کرنے کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی تشبیہ ایک باغ کی سی ہے

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا
جو نرم زمین میں ہو جہاں زور کی بارش پہنچنے سے وہ باغ دگنا پھل لاوے پھر اگر اس باغ پر بارش نہ بھی ہو تو شبنم کافی ہے خدا

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ
تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے کیا کوئی تم میں سے یہ چاہتا ہے کہ اس کا باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو جس کے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ
نیچے نہریں بہتی ہوں اور اس باغ میں اس کے لئے ہر قسم کے میوہ جات بھی ہوں اور وہ خود عمر رسیدہ ہو اور اس کے

ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ
بچے چھوٹے چھوٹے ہوں پس اس باغ کو ایک لو کا جھوکا چل جائے جس میں آگ ہو

اور خدا بھی ایسے بے ایمان کافروں کو ہدایت نہیں کرتا یہ ان کے دل میں ڈالتا ہی نہیں کہ بھلا کس جانب ہے اور جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی خوشی حاصل کرنے اور خدا کے حکموں پر اپنے نفسوں کو مضبوط کرنے کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی تشبیہ ایک باغ کی سی ہے جو کسی میدان صاف کی نرم زمین میں جہاں زور کی بارش پہنچنے سے وہ باغ دوسروں کی نسبت دو گناہ پھل لاوے پھر اگر گا ہے اس باغ پر بارش نہ بھی ہو تو بھی بوجہ اس کی نرمائش زمین کے شبنم ہی کافی ہے اسی طرح ان کا حال ہے کہ ان کے خرچ کا بدلہ بھی جس قدر ملنا چاہئے تھا ان کے اخلاص کی وجہ سے اس سے بھی دوگنا ملے گا اور اگر کبھی ایسے مخلص لوگ نامناسب جگہ جان کر نہ بھی دیں تو اس کا بدلہ بھی ان کو ضرور ہی ملے گا اس لئے کہ خدا تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے جس نیت سے کرتے ہو اس کے موافق بدلہ دیگا- حاصل یہ کہ اخلاص مندی سے دیا ہوا ہی کام آتا ہے- ریاکاری تو ایسی بری بلا ہے کہ بھرے گھر کو تباہ کرنے والی ہوتی ہے پھر تم ریا کر کے کیا لوگے- کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اسکا ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور اس باغ میں اس کے لئے ہر قسم کے میوہ جات بھی ہوں اور وہ خود عمر رسیدہ اور ضعیف ہو اور ساتھ ہی اس کے بچے بھی چھوٹے چھوٹے اور قابل پرورش ہوں پس ایسے نازک وقت میں اس باغ کو (جو سب اثاث البیت اس کا تھا اور اس پر اس کے سارے امور موقوف تھے) ایک لو کا جھونکا چل جائے جس میں آگ کی مانند گرمی ہو- پس وہ باغ اس گرم ہوا سے جل جائے بتلاؤ کہ کوئی شخص بھی ایسی مصیبت کو اپنے پر لینا چاہتا ہے؟ کہ عین حاجت شدید کے وقت پھر وہ حاجت بھی نہ ف ذاتی بلکہ اپنے جملہ ضعفاء کی بھی ساتھ ہی ہو پس ایسا ہی جان لو کہ اس حاجت سے (جس کا کسی قدر نقشہ تمہیں بتلایا ہے) بھی بڑھ کر ایک سخت حاجت تم پر آنے والی ہے جس میں تم اپنے خرچ کئے ہوئے مالوں کے اس ضعیف العمر سے بھی زیادہ محتاج ہو گے- اگر ان میں ریاکاری یا محتاجوں کو دیکھ کر احسان جتلانا یا کسی قسم کی تکلیف پہنچانا مخلوط ہو گا تو سب کے سب اپنے ہاتھ سے دیئے ہوئے مال مثل اس باغ کے راکھ ہوئے دیکھو گے-

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

پس وہ باغ جل جائے اسی طرح اللہ کھول کھول کر احکام بتلاتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو مسلمانو اپنی کمائی میں سے

اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا

عمدہ عمدہ چیزیں خرچ کیا کرو اور اس میں سے بھی دو جو ہم زمین سے تمہارے لئے نکالتے ہیں اور اس

تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ

میں سے گندی چیز دینے کا قصد نہ کیا کرو کیا ایسی چیز دیتے ہو حالانکہ خود اسے نہیں لیتے ہو ہاں جب اس سے چشم پوشی کر جاؤ

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ

اور یقین جانو کہ اللہ بے نیاز تعریف والا ہے شیطان تم کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے اور بے حیائی بتلاتا ہے

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ ۖۚ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ

اور اللہ اپنی بخشش اور فراخی کا وعدہ دیتا ہے اور خدا بڑی وسعت والا جاننے والا ہے جس کو چاہے سمجھ دیتا ہے

يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

اور جسے سمجھ ملے اسے تو بہت سی بھلائی مل گئی مگر سوائے کامل عقل والوں کے کوئی نہیں سمجھتا

اسی طرح اللہ کھول کر احکام بتلاتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو اور مضر سے بچ کر مفید کی طرف آؤ تمہارے ہی فائدہ کو بتلاتا ہے کہ مسلمانو اپنی کمائی میں سے عمدہ عمدہ چیزیں خرچ کیا کرو اور اس میں سے بھی دو جو ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اور یہ سمجھ کر کہ یہ سب کچھ خدا ہی کا دیا ہوا ہے اسی نے ہمارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔ اس میں سے گندی چیز کے دینے کا قصد نہ کیا کرو کیا ایسی گندی چیز اللہ کی راہ میں دیتے ہو حالانکہ اگر تم کو کوئی دے تو خود اسے نہیں لیتے ہو ہاں جب قصداً اس سے چشم پوشی کر جاؤ اور بوجہ ناواری مقروض یا اپنی ضروری حاجت کے وہی معیوب لے لو تو اور بات ہے۔ مگر خدا کو نہ تو حاجت ہے کہ خواہ مخواہ یہی قبول کرے اور نہ تمہارے فقر و فاقہ کی اسے پرواہ کہ اپنے حق کے ضائع ہونے سے ڈرے۔ ایسے خیالات فاسدہ کو دل میں نہ آنے دو اور یقیناً جانو کہ اللہ تمہارے مال متاع اور خرچ برچ سے بالکل بے نیاز اور اپنی ذات میں تعریف والا ہے تم نے کیا سمجھا کہ وہ تمہارے مالوں کا محتاج ہے ہرگز نہیں وہ تو تمہارے ہی بھلے کو کہتا ہے اگر بھلائی چاہتے ہو تو فوراً خرچ کرو۔ ورنہ شیطان تمہارا دشمن قدیم تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے وہ ہر وقت تم کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے کہ اگر کار خیر میں خرچ کرو گے تو تمہاری فلاں حاجت رک جائیگی بیٹے بیٹی کی شادی پر تمہیں اتنا روپیہ چاہیے اور برے کاموں اور بے حیائی[1] کے طریق بتلاتا ہے ہمیشہ شراب نوشی کراتا ہے رنڈیوں کا ناچ کراتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو باوجود اس کے کہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے پھر بھی تمہیں اس کے خرچ کرنے پر اپنی بخشش اور فراخی کا وعدہ دیتا ہے اور خدا بڑی ہی وسعت والا اور جاننے والا ہے جس کو چاہے سمجھ اور تہذیب دیدیتا ہے جس سے وہ اپنے آپ کو پہچان کر خدا سے اپنی نسبت جان جاتا ہے اور جسے اس امر کی سمجھ ملے کہ میں کیا ہوں اور خدا کا کہاں تک محتاج ہوں اور اس سے میری نسبت کیا ہے سچ جانو کہ اسے تو بہت سی بھلائی مل گئی مگر اس بات کو سوائے کامل عقل والوں کے کوئی نہیں سمجھتا اور کوتہ اندیشوں کا خیال اسکے برخلاف ہے وہ بھلائی دولت کا نام رکھتے ہیں حالانکہ دولت کوئی عزت یا دانائی کی موجب نہیں بہت سے دولت مند ایسے احمق ہیں کہ قطع نظر انکی دولتمندی کے کوئی ان کی بات سننے کو بھی پسند نہیں کرتا اور بہت سے امیر اپنی بدکرداری اور بخل کی وجہ سے ہر ایک کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہوتے ہیں۔

[1] ہمارے زمانہ کے امرا اس آیت کو بغور دیکھیں جن کی امیری سے بجز رنڈیوں اور شراب فروشوں کے کسی کو فیض نہیں۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا

جو کچھ تم خرچ کرتے ہو یا کوئی نذر مانتے ہو تو خدا اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا

حمایتی نہیں ہوگا اگر ظاہر کرکے خیرات دو گے تو بہتر ہے اور اگر چھپا کر فقراء

وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

کو بانٹو گے تو وہ بہت ہی بہتر ہے اور اللہ تمہارے گناہ دور کردے گا اور خدا تمہارے کاموں

خَبِيْرٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا

سے خبردار ہے یہ تیرے ذمہ نہیں کہ ان کو راہ راست پر لادے لیکن اللہ جس کو چاہے راہ پر لے آتا ہے اور جو

مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

مال تم خرچ کرتے ہو سو تمہارے لیے ہے اور مناسب نہیں کہ اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے سوا خرچ کرو اور جو مال خرچ کرو گے

خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَاۗءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ

اس کا بدلہ تم کو پورا ملے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا ان محتاجوں کو دو جو اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ

بند ہو رہے ہیں

کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ تم بخوشی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا بوقت ضرورت اللہ کے لئے کوئی نذر اپنے ذمہ مانتے ہو تو سب کی جزا موافق تمہاری نیت کے ملے گی اس لئے کہ خدا اس کو خوب جانتا ہے اور جو لوگ دیتے ہوئے ریا کو داخل کرتے ہیں ایسے ظالموں کو سخت سزا ملے گی اور ان کا کوئی حمایتی نہیں ہوگا جو ان کو اللہ کی پکڑ سے بچا سکے- جب ہی تو تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ اخلاص مندی سے خرچ کرو چاہے تھوڑا کرو اگر بہ نیت اخلاص ظاہر کر کے خیرات دو گے تو بھی بہتر ہے اور اگر چھپا کر فقراء کو بانٹو گے تو وہ بہت ہی بہتر ہے اس لئے کہ چھپانے میں بہ نسبت اظہار کے ریا کو دخل کم ہے غرض ریا سے بچو گے تو خدا تمہارے صدقات قبول کرے گا اور اللہ تمہارے گناہ دور کرے گا اس لئے خدا تمہارے کاموں سے خبردار ہے جیسا کرو گے (ویسا ہی) بھرو گے- تو اے رسول یہی راہ بتلادے اور خرچ کرنے کے طریق سکھادے- یہ تیرے ذمہ نہیں کہ ان کو راہ راست پر لاوے لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لے آتا ہے ہر ایک کام کی سمجھ دے دیتا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ صدقات خیرات کا کیا ڈھب ہے اور تو یہ بھی بتادے کہ جو مال تم خرچ کرتے ہو سو تمہارے ہی لیے ہے اور مناسب نہیں کہ اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے سوا کسی اور غرض سے خرچ کرو اور اس طریق سے جو مال خرچ کرو گے اس کا بدلہ تم کو پورا ملے گا اور تمہارا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا جیسا کہ دینے میں اخلاص نیت ضروری ہے ایسا ہی مصرف کی تلاش بھی لازم ہے یعنی یہ بھی دیکھا کرو کہ کس کو دیں- ایسا نہ ہو کہ تم تو اخلاص سے دو مگر لینے والا اس کا مستحق نہ ہو جس سے مستحق کی حق تلفی لازم آئے اس لئے ہم ہی بتلائے دیتے ہیں کہ خرچ کے زیادہ حقدار کون ہیں ان محتاجوں کو دو جو اللہ کی راہ میں علم دینی پڑھنے کی وجہ سے بند ہو رہے ہیں- باوجود حوائج ضروریہ کے دینی خدمت کی خاطر ایسے ہو رہے ہیں کہ زمین

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۚ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ
زمین میں سفر نہیں کر سکتے ناواقف لوگ ان کو نہ مانگنے سے مالدار جانتے ہیں مگر تو ان کے

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
چہرہ سے ان کو پہچان لیتا ہے وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور جو مال خرچ کرو گے اللہ اس کو

بِهٖ عَلِيْمٌ ۞ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ
جانتا ہے جو لوگ شب و روز پوشیدہ اور ظاہر اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کا بدلہ

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ
ان کے رب کے ہاں موجود ہے نہ ان کو خوف ہے اور نہ غمناک ہوں گے جو لوگ سود کھاتے ہیں

الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذٰلِكَ
اٹھتے ہوئے مخبوط الحواسوں کی طرح جنہیں کسی بھوت نے چھوا ہو اٹھیں گے یہ اس لیے کہ وہ کہا

بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ
کرتے تھے کہ تجارت اور سود ایک سے ہیں حالانکہ اللہ نے تجارت کو جائز کیا اور

میں سفر نہیں کر سکتے۔ ناواقف لوگ ان کو نہ مانگنے سے مالدار جانتے ہیں۔ مگر تو اور تیرے جیسا دانا ان کے چہرے سے ان کو پہچان لیتا ہے ہر ایک کا کام نہیں کہ ان کو پہچانے اس لئے کہ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے پس ایسے لوگوں کی خاطر جہاں تک ہو سکے مقدم سمجھو اور سن رکھو کہ جو مال خرچ کرو گے تو اس کا بدلہ ضرور ہی پاؤ گے اس لئے کہ اللہ اس کو پورے طور سے جانتا ہے۔ پس[۱] جو لوگ خدا کے احکام سنتے ہیں ان کی تعمیل کرنے کو شب و روز پوشیدہ اور ظاہر اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کا بدلہ ان کے رب خداوند عالم کے ہاں موجود ہے جہاں سے نہ انکو تلف ہونے کا خوف ہے اور نہ ضائع ہونے سے غمناک ہوں گے اس لئے ضائع ہی نہ ہو گا بلکہ کل کا کل محفوظ رہے گا۔ یہ تو ان کا حال ہے جو بغرض تعمیل احکام خداوندی اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور ان کے مقابل جو لوگ بجائے فیض رسانی کے بوقت ضرورت حاجت مندوں کو قرض دے کر بجائے فیض رسانی کے قرض پر ان سے سود لے کر کھاتے ہیں[۲] قیامت میں سخت ذلیل ہوں گے۔ نشانی ان کی یہ ہو گی کہ قبروں سے اٹھتے ہوئے مخبوط الحواسوں کی طرح جنہیں کسی بھوت نے چھوا ہوا ہو اٹھیں گے۔ یہ بری حالت ان کی اس لئے ہو گی کہ وہ دنیا میں اپنی نفسانی خواہش میں پھنس کر بغرض طیب قلبی کہا کرتے تھے کہ تجارت اور سود ایک سے ہیں حالانکہ ان میں بہت فرق ہے جب ہی تو اللہ نے تجارت کو جائز کیا۔ اور

شان نزول

[۱] پہلی آیت کو سن کر حضرت علی اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے رات کو چھپا کر اللہ کی راہ میں مال خرچ کئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

[۲] عرب کے مالدار لوگ عوام سے بے تحاشا سود لیتے تھے جیسا کہ ہمارے ملک کے ظالم بنئے سو سے ہزار تک نوبت پہنچاتے ہیں۔ اس قسم کی کاروائی عام اخلاق سے بھی مخالف ہے ان کے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ علاوہ اس ممانعت کے امیروں پر غربا پروری کے لئے زکوۃ بھی فرض کر دی گئی ہے مخالفین اس رحم کو غور سے دیکھیں

حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنۡ جَآءَهٗ مَوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ فَانۡتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمۡرُهٗۤ اِلَى

سود کو حرام پس جس کے پاس ہدایت خداوندی پہنچ گئی وہ اس سے باز رہا تو جو کچھ اسے پہلے وصول ہوا اسی کا ہے اور اس کا معاملہ

اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۞ يَمۡحَقُ اللّٰهُ

خدا کے سپرد اور جو لوگ پھر کریں گے تو یہی آگ کے لائق ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ تک رہیں گے خدا سود کو گھٹاتا ہے اور

الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيۡمٍ ۞ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

صدقات کو بڑھاتا ہے اور خدا کو ناشکرے بدکار کسی طرح نہیں بھاتے جو لوگ مومن ہیں اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ

عمل نیک کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ بھی دیتے ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں محفوظ ہے اور

وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

نہ ان کو ضائع ہونے کا خوف ہے نہ وہ غمناک ہوں گے مسلمانو تم اللہ سے ڈرتے رہو

سود کو حرام کیا پس جس کے پاس ہدایت خداوندی پہنچ گئی اور وہ اس فعل شنیع سود خوری سے باز رہا تو جو کچھ اسے پہلے وصول ہوا اسی کا ہے اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد چاہے عذاب کرے چاہے چھوڑ دے اور جو لوگ بعد سننے نصیحت کے پھر وہی فعل سود خوری کریں گے تو یہی آگ کے لائق ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ تک رہیں گے- سود خوری تو اس قدر مذموم ہے کہ خدا سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سود خور ایسا ممسک ہوتا ہے کہ کسی سے بلا عوض احسان کرنا نہیں چاہتا اور مثل تنگدستوں کے ہمیشہ منہ تاکتا رہ جاتا ہے گویا وسعت ہی نہیں رکھتا کہ اپنے مال سے کچھ بہرہ ور ہو اور جو صدقات اور احسان کرنے کے خوگیر ہوں ان کے حوصلے فراخ اور بلند خیالات ہوں ہر کار خیر سے وہ حصہ لیں- کیا تم نے نہیں سنا

سخیاں زا موال برمی خورند

بخیلاں غم سیم و زرمی خورند

علاوہ اس ذلت اور خواری کے جو سود خوروں کو دنیا میں نصیب ہے خدا کی جناب میں ناشکروں کے دفتر میں لکھے جاتے ہیں اور خدا کو ناشکرے بدکار کسی طرح نہیں بھاتے- سچ پوچھو تو ان کا ایمان بھی درست نہیں ورنہ جو لوگ پکے مومن ہیں اور عمل بھی نیک کرتے ہیں- لوگوں سے احسان بھی کرتے ہیں اور نماز باجماعت وقت پر پڑھتے ہیں اور مالداری کی صورت میں زکوۃ بھی دیتے ہیں بیشک ان کا بدلہ ان کے رب خداوند عالم کے ہاں محفوظ ہے نہ ان کو ضائع ہونے کا خوف ہے اور نہ وہ اس کے گم ہونے پر غمناک ہوں گے بخلاف سود خوروں کے کہ ان کو ہر طرح رنج و غم دیکھنے ہوں گے- پس مسلمانو! تم اللہ سے ڈرتے رہو-

شان نزول

؎ حضرت عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے کسی کسان سے کچھ معاملہ کیا تھا- جب کھیتی کٹنے کا وقت آیا تو کسان بولا کہ اگر تم اپنا سارا حق لے لو گے تو میرے کھانے کو بھی کچھ نہ رہے گا نصف لے لو اور نصف کے بدلے میں آئندہ کو تمہیں دیدوں گا- جب دوسرا وعدہ آیا اور انہوں نے حسب وعدہ زیادہ چاہا تو یہ معاملہ آنحضرت کی خدمت شریف میں پہنچا اس پر یہ آیت نازل ہوئی ان دونوں بزرگوں نے سنتے ہی اس حکم کی تعمیل کی- بیشک بڑوں کی بڑی باتیں ہیں-

وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا

اور بقایا سود کا چھوڑ دو اگر تم مومن ہو پھر اگر نہ کرو گے تو اللہ

بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ

اور رسول کی لڑائی کے لئے خبردار ہو جاؤ اور اگر باز آؤ تو اصل مال تم کو مل جائیں گے نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم

لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ

ہوگا۔ اور اگر (مقروض) تنگدست ہے تو فراخی تک اسکو ڈھیل دینا چاہئے اور معاف کرنا تمہارے حق میں

لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ

بہتر ہے اگر جانتے ہو اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف پھرو گے پھر ہر ایک جان کو اس کی

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰٓى

مزدوری پوری ملے گی اور ان کا کسی طرح سے نقصان نہ ہوگا مسلمانو جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرنے

أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۚ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَّكْتُبَ

لگو تو اس کو لکھ لیا کرو کوئی لکھنے والا تم میں انصاف سے لکھے اور لکھنے والا جیسا اللہ نے اس کو سکھایا

كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ

لکھنے سے انکار نہ کرے پس ضرور لکھے اور جس پر قرض ہے وہ بیان کرتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اسکا رب ہے اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرے

اور بقایا سود کا چھوڑ دو اگر تم سچے دل سے مومن ہو پھر اگر بعد سننے کے بھی نہ کرو گے اور آئندہ کو سود ہی لیتے رہو گے تو اللہ اور رسول کی لڑائی کے لئے خبر دار ہو جاؤ اس لئے کہ باوجود تاکید شدید کے نہ ماننا گویا مقابلہ کرنا ہے۔ پس جب تمہاری یہ حالت ہے تو خدا بھی تم سے اسی کے مناسب معاملہ کرے گا اور اگر باز آؤ تو تمہارے اصلی مال تم کو مل جائیں گے نہ کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہوگا۔ اپنے حقوق اصلی بیشک پورے لو۔ ہاں لینے میں ایسی تنگی نہ کرو کہ خواہ مخواہ اس کے گلے پر چھری رکھ دو۔ نہیں آرام سے لو اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو فراخی تک اس کو ڈھیل دینا چاہئے اور اگر بالکل معافی کے قابل ہو تو معاف کرنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر جانتے ہو تو ایسا ہی کرو اور حیلے حوالے کرتے ہوئے اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف پھرو گے پھر ہر جان کو اس کی مزدوری پوری ملے گی اور ان کا کسی طرح سے نقصان نہ ہوگا۔ اسی ظلم سے بچانے کو اہم اعلان دیتے ہیں کہ مسلمانو[1] جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض پر معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو آپ ہی نہ لکھو بلکہ کوئی لکھنے والا تم میں انصاف سے لکھے اور لکھنے والا حیلے بہانے سے رکے نہیں کہ میرا خط اچھا نہیں یا مجھے کچھ کام ہے۔ جیسا اللہ نے اس کو سکھایا ہے لکھنے سے انکار نہ کرے۔ پس یہ سمجھ کر کہ خدا نے مجھ کو محض اپنی مہربانی سے سکھایا ہے ضرور لکھے اور جس پر قرض ہے وہ بیان کرتا جائے اور بتلاتا ہوا اللہ سے ڈرے جو اس کا رب اور کارساز ہے اور اس کے حق میں سے کوئی چیز کم نہ کرے۔

شان نزول

[1] معاملہ صاف رکھنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ
ہاں اگر مقروض نا سمجھ ہے یا ناتواں ہے یا بتلا نہیں سکتا تو اس کا متولی انصاف سے بتلاتا

بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ
جائے اور دو مردوں کو گواہ بنایا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور

امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا
دو عورتیں جو تمہارے پسندیدہ گواہوں سے ہوں تاکہ ایک کے بھولتے وقت دوسری اسے یاد دلادے اور

یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْئَمُوْا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ
گواہ بلاتے وقت انکار نہ کریں اور مدت مقررہ تک لکھنے میں سستی نہ کیا کرو چھوٹا ہو خواہ بڑا یہ اللہ کے ہاں

عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا
انصاف اور بڑا مضبوط ذریعہ شہادت یاد رکھنے کا ہے کہ تم شک میں نہ پڑو گے ہاں جب کہ معاملہ دست بدست ہو جس کو اسی

بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ
وقت ہاتھ بہ ہاتھ لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تمہیں گناہ نہیں اور خرید و فروخت کرتے ہوئے گواہ کیا کرو نہ محرر کو نقصان پہنچایا

وَّلَا شَهِیْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ
جائے نہ گواہ کو اگر کرو گے تو یہ تمہارے حق میں گناہ کی بات ہوگی اور اللہ سے ڈرتے رہو خدا تم کو سکھاتا ہے اور خدا ہر

شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ
چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور محرر کو نہ پاؤ تو ہاتھ میں گرو دے دیا کرو ہاں اگر کوئی

ہاں اگر مقروض ناسمجھ ہو کہ جانتا ہی نہیں کہ سو اور پچاس میں کیا فرق ہے یا بہت ہی بوڑھا ناتوان ہے یا کسی مانع سے بتلا نہیں سکتا تو ان سب صورتوں میں اس کا متولی انصاف سے بتلاتا جائے اور بعد تحریر کاغذ دو مردوں کو گواہ بنایا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جو بوجہ دینداری کے تمہارے پسندیدہ گواہوں میں ہوں مقرر کرو۔ تاکہ ایک کے بھولتے وقت دوسری اسے یاد دلائے اس لئے کہ عورتوں میں عموماً نسیان غالب اور حافظہ مغلوب ہوتا ہے اور مقرر کردہ گواہ بلاتے وقت انکار نہ کریں اور مدت مقررہ تک لکھنے میں سستی نہ کیا کرو چھوٹا ہو خواہ بڑا۔ یہ لکھنا اللہ کے ہاں بہت انصاف کی بات ہے اور بڑا مضبوط ذریعہ شہادت یاد رکھنے کا ہے اور اس سے امید ہے کہ تم بروقت شہادت شک میں نہ پڑو گے ہاں جب کہ معاملہ دست بدست ہو جس کو اسی وقت ہاتھ بہ ہاتھ لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تمہیں گناہ نہیں۔ اور خاص خاص صورتوں میں خرید و فروخت کرتے ہوئے گواہ مقرر کر لیا کرو۔ سنو اس قسم کے معاملات میں نہ محرر کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو کہ خواہ مخواہ موقع بے موقع ان کو کھینچتے پھرو جس سے ان کا نقصان ہو اور اگر اس کام میں اس کا قدرے نقصان ہو تو اس کا ان کو عوض دیا کرو۔ اگر ایسا کرو گے یعنی محرر اور کاتب کا نقصان کرو گے اور ان کا ہرجانہ ان کو نہ دو گے تو یہ تمہارے حق میں گناہ کی بات ہوگی ایسا مت کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا تم پر مہربان ہے اور تمہارے بھلے کی باتیں تم کو سکھاتا ہے اور خدا بعد سکھانے کے غافل اور بے خبر نہیں بلکہ ہر چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور محرر نہ پاؤ تو اپنی کوئی چیز قرض خواہ کے ہاتھ میں بغیر سود گرو دے دیا کرو ہاں اگر کوئی

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا

شخص کسی کو معتبر جانے تو وہ معتبر اپنے قرضہ کو ضرور ادا کردے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا مالک ہے اور گواہی

الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ لِلَّهِ مَا فِي

نہ چھپاؤ جو کوئی اسکو چھپائے گا تو اس کا دل بگڑا ہوا ہے خدا تمہارے کاموں کو جانتا ہے اللہ ہی کا

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ

ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اگر تم اپنے جی کی بات ظاہر ہوکر کروگے یا پوشیدہ اس کو کرو تو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا

شخص کسی کو معتبر جانے اور اس سے کوئی چیز گرونہ لے تو وہ معتبر اپنے قرضہ کو ضرور ادا کردے اور اس کی حق تلفی میں اللہ سے ڈرے جو اس کا مالک ہے اگر کسی قسم کی بددیانتی کرے گا تو گویا اپنے مالک سے بگاڑے گا جس کا نتیجہ اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا اور اگر تم کسی معاملہ میں گواہ ہو تو گواہی نہ چھپاؤ جو کوئی اس کو چھپائے گا خواہ کسی غرض سے چھپاوے تو جان لو کہ اس کا دل بگڑا ہوا ہے اس کی سزا پائے گا- کیونکہ خدا تمہارے کاموں کو جانتا ہے اس کا علم نہایت وسیع ہے اس لئے کہ اللہ ہی کا ہے[1] جو کچھ آسمانوں[2] اور زمینوں میں ہے- جب کہ ملک اتنا وسیع ہے تو علم بھی وسیع کیوں نہ ہو پس تم یہ سمجھ کر کہ خدا سب کچھ جانتا ہے ظاہر و باطن گناہ چھوڑ دو اور اگر تم اپنے جی کی بات ظاہر ہوکر کروگے یا پوشیدہ اسکو کروگے تو ہر حال میں اللہ تم سے اسکا حساب لے گا-

---

شان نزول

[1] پہلی آیت جس میں ان تبدوا ہے اس کے ظاہری معنی تھے کہ اگر تم اپنے دل کی بات چھپاؤ گے تو بھی عذاب ہوگا- اس سے صحابہ کو رنج اور بے قراری ہوئی اور عرض کیا کہ اگر ہمارے دلوں کے خیالات فاسدہ پر بھی ہمیں سزا ملی تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا- دل میں تو خیالات ہر طرح کے بلا اختیار آجاتے ہیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی طرح گھبراؤ نہیں بلکہ جو حکم آوے اس کو تسلیم کرو- خدا علیم و حکیم ہے کوئی مناسب حکم اتارے گا- اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے جو غلط خیالات تمہارے دل میں بلا اختیار پیدا ہوتے ہیں یا آئندہ کو ہوں گے ان پر تم کو پکڑ نہ ہوگی- (ترمذی بتفصیل منہ)

اس آیت کے فضائل احادیث میں بہت ہیں- ایک حدیث میں جو مسلم نے روایت کی ہے مذکور ہے کہ ایک فرشتے نے آسمان سے آکر حضرت اقدس کو مبارکباد دی کہ آپ کو دو چیزیں ایسی ملی ہیں کہ آپ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں وہ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی اخیر کی آیتیں ہیں بعض لوگ پہلی آیت (ان تبدوا) کو منسوخ کہتے ہیں اور بعض روایات صحابہ میں بھی آیا ہے مگر صحابہ کرام میں نسخ کے کئی ایک معنی ہوتے ہیں- کبھی وہ تفسیر اور توضیح پر بھی نسخ بول دیا کرتے تھے (علامہ ابن قیم) پس اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ پچھلی آیت نے پہلی آیت کی تفسیر اور توضیح کردی کہ مراد اس سے وہ کام ہیں جو انسانی طاقت کے اندر ہیں چنانچہ ہم نے یہی تفسیر کی ہے-

[2] (ان تبدوا مافی انفسکم) اس آیت کی تفسیر جو میں نے کی ہے ان آثار کے مخالف نہیں جن میں اس آیت کا منسوخ ہونا مذکور ہے اس لئے کہ نسخ کے معنی ان میں اصطلاحی نہیں- کیونکہ اصطلاحی نسخ کا محل انشاء آت ہوا کرتے ہیں- علامہ سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ نسخ کا محل امر نہی اور وہ خبر ہے جس میں انشاء کے معنی ہوں اور جس خبر میں انشاء کے معنی نہ ہوں وہ ہرگز محل نسخ نہیں ہوسکتی اور وعدہ وعید پر بھی نسخ نہیں آسکتا ہے- چونکہ یہ آیت انشاء نہیں خبر ہے بلکہ وعید پس یہاں پر نسخ کے معنی بجز اس کے صحیح نہ ہوں گے کہ پہلے اس آیت کے معنی اظہار اور اخفاء کے تھے- بعد نزول آیت ثانیہ کے اس کے معنی مرادی کھل گئے یعنی اظہار عمل اور اخفائے عمل سمجھ میں آئے جیسا کہ ہم نے تفسیر میں اس طرف اشارہ کیا ہے- واللہ اعلم وعلمہ اتم

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞ اٰمَنَ

پھر جس کو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا عذاب کرے گا خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ رسول

الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

اور اس کے ساتھ والے مسلمان اپنے خدا کی اتاری ہوئی باتوں کو مان گئے سب کے سب اللہ اور اس کے فرشتوں

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ

اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر یقین لائے اور بولے کہ ہم اللہ کے کسی رسول کے ماننے میں فرق نہیں کریں گے اور بولے ہم نے دل

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۞ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا

لگا کر سنا اور اطاعت کی اے ہمارے خدا ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف پھرنا ہے خدا کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا جو کچھ

كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا

کوئی نیکی کرے وہ اسی کو ملے گا اور جو برائی کرے اسکا وبال بھی اسی پر ہوگا اے ہمارے مولا نہ پکڑ ہم کو اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا

اے ہمارے مولا نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا کہ رکھا تھا تو نے ہم سے پہلوں پر اے ہمارے مولا ہم کو ایسے حکم نہ دیکھو کہ جن کی

لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا

ہم میں طاقت نہیں اور ہم سے درگزر کر اور ہم کو بخش اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا والی ہے پس تو کافروں کی

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۞

قوم پر ہم کو فتحیاب کر

پھر جس کو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا عذاب کرے گا- یہ نہ ہوگا کہ کسی قوی اور زبردست سے دب جائے- کیونکہ اس سے تو کوئی زبردست ہی نہیں اس لئے کہ خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جیسا کہ خدا اپنی صفات خداوندی میں کامل اور یکتا ہے اسی طرح بعض بندے بھی اپنی صفات بندگی میں کامل ہیں جو حکم ان کو پہنچے خود ان کی طبیعت کے مخالف ہو یا موافق سب کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ یہ رسولؐ اور اس کے ساتھ والے مسلمان کیسے اپنے خدا کی اتاری ہوئی باتوں کو مان گئے سب کے سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر یقین لائے اور بولے کہ ہم اللہ کے کسی رسول کے ماننے میں فرق نہیں کریں گے کہ یہود و نصاری کی طرح بعض کو مانیں اور بعض سے انکاری ہوں اور یہ بھی بولے کہ جو حکم ہم کو ہوا ہم نے دل لگا کر سنا اور قبول کر کے اس کی اطاعت کی اگر اس میں ہم سے غلطی ہو جائے تو اے ہمارے خدا ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ مر کر تیری ہی طرف پھرنا ہے اللہ کی طرف سے بھی ایسے نیک بندوں کی دعا قبول ہوئی اس لئے کہ خدا کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا بعد مناسب حکم دینے کے جو کچھ کوئی نیکی کرے وہ اسی کو ملے گی اور جو برائی کرے اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا یہ سن کر بھی وہ مومن یہی کہتے رہے کہ ہمارے مولا نہ پکڑ ہم کو اگر ہم سے بھول چوک سے گناہ ہو جائے اے ہمارے مولا نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا کہ رکھا تو نے ہم سے پہلوں پر کہ ان کی توبہ قتل نفس سے ہوئی- اے ہمارے مولا ہم کو ایسے حکم نہ دیجیو جن کی ہم میں طاقت نہ ہو اے ہمارے مولا اور ہماری آرزو ہے کہ ہمارے قصور ہم سے درگزر کر اور ہم کو اپنی مہربانی سے بخش اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا والی ہے- پس تو کافروں کی قوم پر (جو تیری توحید اور تیرے رسول کے ماننے کی وجہ سے ہمیں ستائیں) ہم کو فتحیاب کر

شان نزول:

معاملہ سابقہ کی تاکید کرنے کو کہ انصاف سے کرو اور کسی کی جانب داری نہ کرو یہ آیت نازل ہوئی-

آل عمران

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۞ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۙ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۞ نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ

میں[1] ہوں اللہ بڑا جاننے والا اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو دائم زندہ تھامنے والا ہے اس نے تیرے پاس سچی کتاب

بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ۞ مِنۡ

بھیجی جو اپنے سے پہلے کو سچا بتلانے والی اور توریت و انجیل کو پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا اور

قَبۡلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ۞

فیصلہ کرنے والا (قرآن) نازل کیا

سورت آل عمران

خدا فرماتا ہے میں ہوں اللہ بڑا جاننے والا میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ مسیح نہ عزیر نہ کیونکہ اور کوئی لائق عبادت وہ ہو جو دائم زندہ مخلوق کو تھامنے والا زندہ رکھنے والا ہو - اور مسیح تو خود اپنی حیاتی اپنی بقا میں خدا کا محتاج ہے - پھر وہ کس طرح خدا اور معبود ہو سکتا ہے - وہی خدا جو سچا معبود ہے اس نے تیرے پاس اے محمد سچی کتاب میں بھیجی ہے جو اپنے سے پہلے مضامینِ نازلہ کو سچا بتلانے والی اور غلط واقعات کی تغلیط کرنے والی کیونکہ یہ کتاب نگہبان سے واقعات گذشتہ پر مسیح کی الوہیت کے مضمون سے جو یہ کتاب انکاری ہے تو اسلئے نہیں کہ وہ منزل من اللہ نہیں نہ اس لئے کہ یہ کتاب توریت اور انجیل کو نہیں مانتی بلکہ توریت انجیل کی بابت تو صاف لفظوں میں منادی کرتی ہے کہ اللہ نے توریت و انجیل کو پہلے سے لوگوں کی ہدایت کیلئے اتارا تھا اور انکی تبلیغ عام کا حکم بھی دیا تھا مگر چونکہ نادان لوگوں نے ان میں کمی زیادتی اور بے جا تاویلیں کرنی شروع کر دیں اس لئے خدا نے فیصلہ کرنے والا قرآن شریف نازل کیا -

---

شان نزول : (الم) نجران (شہر) سے قریباً ساٹھ عیسائی حضرت اقدس کی خدمت میں آئے اور آ کر سوال و جواب کرنے سے پہلے انہوں نے اپنے طریق پر مسجد نبوی میں نماز ادا کی بعد نماز کے مجلس مناظرہ قائم ہوئی آپ نے ان سے کہا مسلمان ہو جاؤ وہ بولے ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں - آپ نے فرمایا مسلمان تم جب تک نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹے کے ہونے کا عقیدہ اور صلیب کی عبادت اور خنزیر کا کھانا چھوڑو - مسیح کی الوہیت میں بہت گفتگو جب کر چکے تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ اولاد باپ کے مشابہ ہوتی ہے - بولے ہاں آپ نے فرمایا خدا ہمارا مالک تو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ ہی زندہ رہے گا اور مسیح تو فنا ہو جائیگا - خدا تو تمام زمین آسمان کی چیزیں جانتا ہے اور مسیح تو سوا ان اشیاء کے جو خدا نے اسکو بتلائی ہیں نہیں جانتا - کیا تمہیں یہ بھی خبر نہیں کہ مسیح کو اس کی ماں نے مثل اور عورتوں کے پیٹ میں اٹھایا اور وہ پیٹ میں بھی وہی غذا پاتا رہا جو اور بچے پاتے ہیں یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اس کے بعد اس سورہ کا ابتداء نازل ہوا (معالم مختصراً)

راقم کہتا ہے کہ یہ واقعہ اخلاق محمدیہ کا کامل ثبوت ہے عیسائی لوگ مسجد نبوی میں نماز اپنے طریق سے پڑھیں اور آنحضرت (فداہ روحی) خاموش رہیں اور باوجود قدرت کے کچھ نہ کہیں وائے بر حال ما کہ ہم ایسے نبی کی امت جو غیروں کو بھی اپنی مسجد سے منع نہ کرے ہم ایک فریق دوسرے کو بایں جرم کہ ہمارے طریق کے خلاف نماز کیوں پڑھتا ہے گو مسلمان ہے اور ہماری طرح رکوع سجود کرتا ہے لیکن چونکہ آمین نیچی اونچی کرتا ہے یا ہمارے مقررہ موضع سے خلاف ہاتھ باندھتا ہے مسجد سے باہر نکال دیتے ہیں اور اتنی ہی بات پر قناعت نہیں بلکہ کچہریوں میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ہاں اس امر کا فیصلہ کراتے ہیں کہ کون سا فریق مسجد میں رہنے کا حقدار ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ کون فریق مسلمان ہے اور کون مسلمان نہیں سچ ہے ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا — دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کی میسر شود ایں بمقام — کہ با دوستانت خلافست و جنگ

[1] الم کی شرح سورۃ بقرۃ کے شروع میں دیکھیں :

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴿٤﴾

جو لوگ اللہ کے حکموں سے پھیریں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٥﴾ هُوَ الَّذِي

خدا سے تو کوئی چیز چھپی نہیں نہ آسمان کی نہ زمین کی وہی تمہاری صورتیں رحموں

يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦﴾

میں جس طرح چاہتا ہے بنا دیتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ

اسی نے تیری طرف کتاب اتاری ہے جس میں سے بعض احکام واضح ہیں یہی اصلی غرض کتاب

الْكِتَابِ

کی ہیں

پس جو لوگ اللہ کے ان حکموں سے منہ پھیریں اور اپنی ہی ہٹ پر اڑے رہیں اور خدا کے بندہ کو خدا کہنے سے باز نہ آئیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اور اللہ بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے۔ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ مسیح میں خدائی علامات میں سے تو کوئی بھی نہیں مسیح کو تو کل کی خبر بھی معلوم نہ تھی اور خدا سے تو کوئی چیز چھپی نہیں نہ آسمان کی نہ زمین کی اور مسیح تو مخلوق ہے اور خدا خالق۔ وہی خدا تو تمہاری صورتیں رحموں میں جس طرح چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔ کسی کو اس میں دخل نہیں یہ صفات لازمہ الوہیت مسیح میں کہاں ہیں؟ پس یقیناً جانو کہ اس کے سوا ساری دنیا میں کوئی معبود نہیں جو علاوہ صفات مذکورہ کے بڑا غالب کسی سے مغلوب نہ ہونے والا نہ کسی سے دبنے والا اور بڑی حکمت والا ہے جس کام کو کرنا چاہے ایسی حکمت سے کرتا ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں نہ ہو۔ نہ کہ دشمنوں سے دب کر (ایلی ایلی[1]) پکارتا پھرے اور پھر بھی دعویٰ خداوندی کرے۔ یاد رکھ اسی زبردست حکمت والے غالب نے تیری طرف اے محمد ایک واضح ہدایت کرنے والی کتاب اتاری ہے جس میں سے بعض احکام بالخصوص وہ حکم جن میں یہ لوگ کجروی کرتے ہیں جیسے توحید خداوندی واضح دلائل[1] ہیں۔ یہی اصلی غرض کتاب کی ہے جس کیلئے کتاب بھیجی ہے جو ان حکموں کے ظاہری الفاظ میں سے سمجھ میں آتا ہے۔

[1] آیت محکمت اس آیت کے معنی بتلانے میں علماء کا کسی قدر اختلاف ہے کہ محکمات اور متشابہات کیا ہیں؟ ہر ایک نے اپنے اپنے خیالات کے مطابق انکی تفسیر کی ہے کوئی کہتا ہے جو ہر مذہب اور ملت میں برابر حکم رکھتی ہیں جیسے صدق و کذب کی مدح و مذمت و محکمات ہیں اور جو ادیان میں مختلف ہیں وہ متشابہات ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ توحید محکم ہے اور اس کے سوا بعض احکام متشابہ ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ ناسخ محکم ہے اور منسوخ متشابہ بعض کہتے ہیں کہ جو آیت اپنے معنی صاف لفظوں میں بتلادے وہ محکم ہے اور جو کسی قدر خفاء رکھتی ہو وہ متشابہ ہے۔ اصل تحقیق اس امر کی قرآن کی اسی آیت میں غور کرنے سے ہو سکتی ہے اس جگہ خداوند تعالیٰ نے گو محکم اور متشابہ کی ماہیت اور تعیین نہیں بتلائی لیکن اس میں شک نہیں کہ متشابہات کا حکم بتلا دیا جس سے انکی ماہیت کا بھی من وجہ علم ہو گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ متشابہات کے پیچھے بغرض فتنہ پردازی پڑتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ان کے اصلی معنی سمجھنا چاہتے ہیں یا جو ہم نے بیان کئے ہیں یہی اصلی ہیں۔ اب ہم اپنے زمانہ کے اہل زیغ (عیسائیوں اور آریوں ہندوؤں وغیرہم) کو دیکھتے ہیں تو اس آیت کی بالکل صداقت پاتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن شریف کی جن آیتوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ آیات بھی بول رہی ہیں کہ ہم متشابہات ہیں اور ہم پر نکتہ چینی کرنے والے اہل زیغ ہیں مثلاً نسوا اللہ فنسیھم جس کے ظاہری معنی

[1] یہ انجیل متی کی طرف استارہ ...

وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

اور دوسرے ملے جلے ہیں پس جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے ملتے جلتے کے پیچھے پڑیں گے تاکہ

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ

گمراہ کریں اور ان کی اصلی مراد پاویں

وہی مراد ہے اور ان الفاظ کا کوئی ترجمہ اور معنی بھی خلاف مطلب نہیں اور دوسرے احکام کچھ ملے جلے ہیں جن کے ظاہر الفاظ کا مطلب اصل مطلب سے غیر ہے۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کتاب میں سے ملتے جلتے احکام یا اخبار کے پیچھے پڑیں گے تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں اور بظاہر یہ غرض جتلائیں گے کہ ان کی اصل مراد پائیں اور لوگوں کو اصل مطلب سے آگاہ کریں۔

ہیں کہ "منافقوں نے خدا کو بھلایا خدا نے ان کو بھلایا" اہل زیغ تو سنتے ہی سٹپٹائے کہ خدا بھی کسی کو بھول جاتا ہے دیکھو مسلمانوں کا خدا بھولتا ہے ایسا ہے ویسا ہے یا دوسری آیت ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم الآیۃ جس کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ "جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے" اس پر اہل زیغ نے شور مچایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو خود خدائی کے مدعی ہیں اپنے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ بتلاتے ہیں یا آیت مسیح علیہ السلام کے روح اللہ اور کلمۃ اللہ والی جس کے ظاہری معنی سے اہل زیغ نے ورقوں کے ورق سیاہ کر دئے کہ قرآن بھی مسیح کی الوہیت کا مقر ہے۔ حالانکہ اس قسم کی آیتوں کا مطلب حسب محاورہ زبان صاف ہونے کے علاوہ خود قرآن شریف میں قرینہ بھی رکھتا ہے۔ پہلی آیت کا قرینہ یہ ہے کہ خود خدا نے فرمادیا وما کان ربك نسیا (تیرا رب (کسی کو) نہیں بھولتا) اس سے معلوم ہوا کہ نسیہم اپنے ظاہری معنی میں نہیں بلکہ اس کے معنے ہیں کہ خدا نے بھی ان کو اس بھول کی سزا دی۔ دوسری آیت کے معنی سمجھنے کو بھی قرآن مجید میں لیس کمثله شیئی (کہ خدا کی مثل اور مشابہ کوئی چیز نہیں) موجود ہے۔ پس آیت موصوف کے معنی بالکل صاف ہیں کہ لوگ جو کچھ تیرے ساتھ معاملہ کرتے ہیں چونکہ تو ہمارا رسول ہے اس لئے وہ دراصل ہمارے ہی ساتھ ہے۔ بیعت کے وقت تیرا نہیں گویا خود خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے اس میں کیا اعتراض ہے۔ اسی طرح مسیح کی الوہیت کے متعلق اہل زیغ نے وہ مقامات قرآن مجید کے نہ دیکھے یا دانستہ اغماض کیا جنہیں صریح لفظوں میں اس مسئلہ کو قرآن شریف نے رد کیا ہے چنانچہ اسی جلد کے کسی مقام میں مفصل آتا ہے۔ غرض اس قسم کی کاروائیاں اہل زیغ کی دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتیں بے شک متشابہ ہیں اور بعض محکم۔ کیونکہ متشابہات کے معنی ہیں ملی جلی جس کو کم فہم مخاطب سرسری نظر سے نہ پہچان سکے۔ لیکن جو لوگ سمجھدار اور راسخ فی العلم ہیں ان کو تو ان باتوں کی خوب پہچان ہوتی ہے۔ اس کی مثال محسوس میں دیکھنی ہو تو سونے اور ملمع کا زیور ایک جگہ رکھ کر دیکھیں کہ کس طرح ناسمجھ آدمی دھوکہ کھا کر سونے کو چھوڑ کر ملمع کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اور صراف ایک نظر میں تاڑ جاتے ہیں کہ اصل کیا ہے اور نقل کیا۔ ہاں یہ سوال رہا کہ خدا کو جب معلوم تھا کہ ان آیتوں پر لوگ معترض ہوں گے تو ایسے الفاظ میں مدعا کو بیان ہی کیوں کیا؟ تو یہ سوال بالکل اس سوال کے متشابہ ہے جیسا مجھ سے کسی دہریہ نے کہا تھا کہ اگر خدا ہے اور وہ بقول تمہارے رحیم و کریم بھی ہے تو بدہضمی کرنیوالی چیزیں کیوں پیدا کیں۔ اس کا جواب تو شاید کسی قدر مشکل بھی ہو متشابہات کے سوال کا جواب تو بالکل صاف ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور ہے انا انزلناه قرانا عربیا لعلکم تعقلون۔ یعنی قرآن کو ہم نے عربی زبان میں اتارا ہے جو عربی کے محاورات ہوں گے انہیں کے موافق مضمون ادا ہوگا بھلا اسی طرح ہم اہل زیغ سے پوچھتے ہیں کہ پرمیشور نے جو وید میں اگنی کا لفظ بولا جس سے عام ہندو اور حامیان وید نے آگ سمجھ کر آتش پرستی شروع کر دی حالانکہ (بقول آریہ سماج) اگنی سے ذات باری مراد ہے تو اگنی کے بجائے کوئی اور لفظ مناسب کیوں نہ رکھ دیا جن سے بت پرستوں کو شبہ نہ ہوتا اسی طرح بائیبل میں خدا نے چھنال کی خرچی کو اپنے لئے تجویز کیا اور خدا کے احکام پر عمل کرنے والوں کو بھی خدا کہہ دیا جس سے حامیان بائیبل خواہ مخواہ اعتراضات کے بوچھاڑ میں آگئے ان کی بجائے کوئی اور مناسب لفظ کیوں نہ رکھ دیا پس ہماری تقریر سے ثابت ہوا کہ متشابہات وہی احکام اور آیات قرآنی ہیں جن کو اہل زیغ بغرض فتنہ پردازی اشاعت کریں عام اس سے کہ وہ حروف مقطعات ہوں نعماء جنت ہوں یا عذاب دوزخ۔ سمع بصر خداوندی ہوں یا معجزات نبوی۔ احکام متبدلہ ہوں یا ثابتہ۔ اگر قرآن شریف میں غور کیا جاوے تو یہی معنی ٹھیک معلوم

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ
حالانکہ ان کا اصل مطلب اللہ تعالیٰ اور راسخ علم والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا کہتے ہیں کہ ہم اس کو مان چکے ہیں

مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ
یہ سب ہمارے خدا کے پاس سے ہے اور بجز عقل والوں کے کوئی نہیں سمجھتا اے ہمارے خدا ہمارے دلوں

قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ
کو بعد ہدایت کرنے کے ٹیڑھا مت کر اور اپنے ہاں سے ہم کو رحمت مرحمت کر بیشک تو ہی بڑا فیاض

الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا
ہے اے ہمارے خدا بیشک تو بنی آدم کو ایک دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اللہ کبھی اپنے وعدے

يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم
خلاف نہیں کیا کرتا جو لوگ منکر ہوئے ہیں ان کے مال اور اولاد اللہ کے عذاب سے انہیں

مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ
کچھ نہ بچا سکیں گے اور یہ لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن ہوں گے ان کی حالت اور عادت بعینہ فرعونیوں کی اور ان سے

مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ
پہلوں کی سی ہے جنہوں نے ہمارے حکموں کو جھٹلایا

حالانکہ ان کا اصل مطلب خدا اور راسخ علم والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان کو اتنا رسوخ فی العلم کہاں کہ ان کی طرح یہ بھی سمجھیں یہ تو سرسری لفظوں کے تراجم اور ظاہری مفہوم کو بلا قرینہ سن کر بڑ بڑا اٹھتے ہیں لائق اور قابل لوگ اس بھید کو سمجھتے ہیں۔ جب ہی تو کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو مان چکے ہیں۔ بیشک یہ سب اول سے آخر تک ہمارے خدا کے پاس سے ہے اور اس بھید کو بجز عقل والوں کے کوئی نہیں سمجھتا۔ سمجھداروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ سب اپنے دینی اور دنیوی امور سپرد بخدا کرتے ہیں اور اپنی تمام آرزوئیں اسی سے مانگتے ہیں اور دعا کرتے کہ اے ہمارے خدا ہمارے دلوں کو بعد ہدایت کرنے کے ٹیڑھا مت کرنا کہ ہم بھی تیرے کلام سمجھنے میں کج روی کریں اور اپنے ہاں سے ہم کو رحمت سے حصہ مرحمت کر بیشک تو ہی بڑا فیاض ہے اور نشانی داناؤں کی یہ ہے کہ وہ خدا اور اس کے فرمودہ پر ایمان کامل رکھتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ اے ہمارے خدا بیشک تو سب بنی آدم کو ایک دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اس لئے کہ اللہ کبھی اپنے وعدے خلاف نہیں کیا کرتا۔ یہی لوگ ہمارے ہاں مقبول بندے ہیں گو بوجہ ناداری ظاہر بینوں کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہوں۔ اس لئے کہ صرف مال و دولت تو ہمارے ہاں کوئی قابل عزت نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ جو لوگ ہمارے احکام سے منکر ہوئے ہیں ان کو جب سزا ملنے لگے گی تو ان کے مال اور اولاد اللہ کے عذاب سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور یہ لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن ہوں گے۔ ان منکروں کی حالت اور عادت بعینہ فرعونیوں کی اور ان سے پہلے کی سی ہے جنہوں نے ہمارے حکموں کو جھٹلایا پس باوجود مال و دولت

ہوتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے کل قرآن مجید کو محکم بھی فرمایا ہے کتاب احکمت آیاتہ (اس کتاب کے احکام محکم ہیں) اور سب کو متشابہ بھی بتلایا ہے کتابا متشابہا پس یہ دونوں وصف باوجود متضاد ہونے کے صرف مخاطبین کے اعتبار سے جمع ہیں ہاں اس آیت میں جس کا ہم حاشیہ لکھ رہے ہیں بعض کو محکم اور بعض کو متشابہ فرمایا تو اس زمانہ کے اعتبار سے ہے جو صرف توحید خالص اور ثبوت قیامت پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور تعلیم توحید کو سن کر اجعل الالہت الھا واحدا ان ھذا لشیئی عجاب کا شور مچاتے تھے پس جو آیت اہل زیغ کیلئے مزلۃ الاقدام ہوں اور وہ بے سمجھی سے ان کے ذریعہ فتنہ پردازی کریں وہی متشابہات ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل کے اہل زیغ نے کل قرآن کو حتی کہ بسم اللہ کو بھی اعتراض سے خالی نہیں چھوڑا پس اس لحاظ سے کل قرآن متشابہ ہوا جو در اصل سب کا سب "محکم" ہے۔

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان کے گناہوں کی وجہ سے خدا نے انہیں پکڑا اور اللہ بڑے سخت عذاب والا ہے تو کافروں سے کہہ دے کہ تم

سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۗ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ

مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم میں جمع کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے تمہارے لئے ان دو فوجوں میں جو

فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۗ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ

بھڑی تھیں نشانی ہے ایک جماعت اللہ کی راہ میں لڑتی تھی اور دوسری جماعت کافر تھی ان کو اپنے سے دگنا آنکھوں

رَاْيَ الْعَيْنِ ۗ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

سے دیکھتے تھے اللہ اپنی مدد سے جس کو چاہتا ہے قوت دیتا ہے بیشک اس میں سمجھداروں کے لئے بڑی نصیحت ہے

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

لوگوں کو اپنی خواہش کی چیزیں عورتیں بیٹے اور چاندی سونے کے ڈھیر اور پلے ہوئے گھوڑے اور

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ

چارپائے اور کھیتی باڑی بھلی معلوم ہوتی ہیں

کے عذاب الٰہی سے نہ بچ سکے آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے خدا نے ان کو پکڑا اور خدا کی پکڑ سے کوئی بھی ان کو بچا نہ سکا اس لئے کہ خدا بڑے سخت عذاب والا ہے اسے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح یہ کفار تیرے معاند بھی جو اپنے ظاہری اعزاز پر نازاں ہیں ان کا بھی یہی حال ہوگا۔ بیشک ابھی سے تو ان کافروں کو کہہ دے کہ تم بھی تھوڑے دنوں تک مغلوب کئے جاؤ گے جیسے کہ تم جیسے پہلے مغلوب ہو چکے ہیں اور بعد مغلوب ہونے کے جہنم میں جمع کئے جاؤ گے جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہوگا اور وہ جہنم بہت برا ٹھکانا ہے باز آجاؤ ورنہ ذلیل و خوار ہو گے اگر اپنی صنعت جنگ وغیرہ پر ناز رکھتے ہو تو واقعات گزشتہ کو دیکھو تمہارے لئے ان دو فوجوں میں جو جنگ بدر میں بھڑی تھیں کمال قدرت خداوندی کی نشانی ہے ایک جماعت ان میں سے جو مسلمان تھی اللہ کی راہ میں بغرض نصرت مظلوم مسلمانان لڑتی تھیں اور دوسری جماعت جو کافر اور ظالم تھی علاوہ سازوسامان کے ان کی کثرت بھی اس درجہ تھی کہ مسلمان ان کو اپنے سے دوگنا آنکھوں سے دیکھتے تھے مگر پھر بھی ان ضعیف اور کمزور لوگوں کی فتح ہوئی جو علاوہ بے سامانی کے تعداد میں بھی بہت کم تھے۔ اس لئے کہ اللہ اپنی مدد سے جس کو چاہتا ہے قوت دیتا ہے بیشک اس واقعہ میں سمجھ داروں کیلئے بڑی نصیحت ہے۔ مگر چونکہ سردست اسلام میں تکلیف پر تکلیف ہے اور ان لوگوں کو اپنی خواہش کی چیزیں خوبصورت عورتیں اور اہل وعیال بیٹے بیٹیاں اور چاندی سونے کے ڈھیر اور بڑے خوب صورت پلے ہوئے گھوڑے اور چارپائے اور کھیتی باڑی معلوم ہوتی ہیں اس لئے اسلام سے رکتے ہیں۔

شان نزول

[1] قل للذین کفروا ---- جنگ بدر کے فیصلہ کے بعد حضرت اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہود کو ایک جگہ جمع کر کے کہا کہ دیکھو عزت بچا کر مسلمان ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ پھر تم بھی مثل کفار کے ذلیل خوار ہو انہوں نے کہا کہ جن مشرکوں پر تم نے فتح پائی ہے وہ بیچارے سیدھے سادھے فن جنگ سے ناآشنا تھے۔ ہم سے اگر مقابلہ ہوا تو دیکھو گے ہم کیسے ہاتھ دکھائیں گے؟ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ

یہ دنیا کا گزارہ ہے اور اللہ کے ہاں بڑی عزت کا مرتبہ ہے تو ان سے کہہ دے کہ میں تم کو اس

مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

سے اچھی چیز بتاؤں جو لوگ پرہیز کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں

فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ اَلَّذِيْنَ

رہیں گے اور ستھری بیویاں ہوں گی اور خوشنودی خداوندی اور خدا اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے جو کہتے ہیں اے

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ

ہمارے خدا بیشک ہم ایمان لائے پس تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم کو عذاب جہنم سے بچائیو صبر کرنے والے اور

الصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿١٧﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ

اور سچ بولنے والے اور تابعداری کرنیوالے اور خرچ کرنیوالے اور صبح کے وقت بخشش مانگنے والے خود خدا اور سب فرشتے اور سب سچے

الْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾ اِنَّ

علم والے ظاہر کرتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں سوائے اسکے کوئی معبود نہیں بڑا غالب حکمت والا ہے خدا کے نزدیک تو اصل

الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

مذہب اسلام (اطاعت کا نام) ہے اور اہل کتاب تو بعد پہنچنے علم کے محض ضد سے مخالف

لیکن اللہ کے بندے جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ اگر ہے تو صرف دنیا کا گزارہ ہے جو چند روز کے بعد فنا اور اللہ کے ہاں نیکیوں پر بڑی عزت کا مرتبہ ہے۔ تو ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم کو اس دنیاوی عیش و عشرت سے اچھی چیز بتلاؤں۔ سنو جو لوگ بری باتوں سے پرہیز کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ نہیں کہ ان باغوں میں ان کا چند روزہ ہی بسیرا ہو بلکہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اس عیش و آرام میں ان کو تجرد کی بھی تکلیف نہ ہوگی اس لئے کہ ان کیلئے ان باغوں میں بڑی ستھری بیویاں ہوں گی اور بڑی بھاری نعمت ان کیلئے خوشنودی خداوندی کا اعزازی تمغہ ہوگا۔ کیوں نہ ہو خدا اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے جو اس کے راستہ میں تکلیف اٹھاتے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے خدا بیشک ہم نے تیرے حکموں کو مانا پس تو ہمارے گناہ بخش دے اور بروز قیامت ہم کو عذاب جہنم سے بچائیو۔ تکلیف پہنچے تو اس میں بڑی جوانمردی اور ثابت قدمی سے صبر کرنے والے اور باوجود کثیر المشاغل ہونے کے بھی سچ بولنے والے اور ہر کام میں خدا کی تابعداری کرنے والے اور حسب توفیق خرچ کرنیوالے اور صبح کے وقت جو بڑی راحت کا وقت ہوتا ہے اٹھ کر اللہ سے بخشش مانگنے والے بھلا ان کی روش کیوں نہ پسندیدہ ہو؟ جبکہ خود خدا اور اس کے سب فرشتے اور دنیا کے سب سچے علم والے ظاہر کرتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں جو اکیلا با انصاف گناہوں کی سزا اور نیکیوں کا عوض دینے والا حاکم ہے پس سوائے اس کے کوئی معبود برحق نہیں نہ مسیح نہ کوئی وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے خدا کے نزدیک تو اصل مذہب اور دین اطاعت خداوندی اور فرمان برادری کا نام ہے۔ یہی نہیں کہ بڑوں کے نام پر بغیر کئے کے ناز کریں اور خود عمل کچھ نہ کریں اسی بات پر سب انبیاء متفق رہے۔ اور اب یہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ جو اس امر میں مخالف ہوئے ہیں تو

إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ

ہو رہے ہیں جو کوئی اللہ کے حکموں سے انکاری ہوگا تو خدا بہت جلد ان سے حساب

سَرِيعُ ٱلْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِىَ لِلَّهِ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِ ۗ

لینے والا ہے پس اگر تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دیجو کہ میں اور میرے متبعین اللہ کے تابعدار ہوگئے

وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْأُمِّيِّـۧنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا۟ فَقَدِ

ہیں اور تو کتاب والوں سے اور ان پڑھوں سے کہدے کہ کیا تم تابعدار ہوتے ہو پس اگر وہ تابعدار ہوگئے تو ہدایت

ٱهْتَدَوا۟ ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ ٱلْبَلَـٰغُ ۗ وَٱللَّهُ بَصِيرٌۢ بِٱلْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ

پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ بیشک جو لوگ

يَكْفُرُونَ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ ٱلَّذِينَ يَأْمُرُونَ

اللہ کے حکموں سے انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے اور جو لوگ انصاف کی بات بتلاتے ہیں ان کو

بِٱلْقِسْطِ مِنَ ٱلنَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ حَبِطَتْ

بھی قتل کر ڈالتے ہیں تو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے انہی کے اعمال دنیا اور آخرت میں

أَعْمَـٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ

برباد ہوں گے

بعد پہنچنے واضح علم کے صرف محض کی ضد سے مخالف ہوئے ہیں چونکہ ایک کا کام دوسرے کو ضرور ہی معیوب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ جو لوگ بوجہ حق سمجھنے اسلام کے مسلمان ہوئے ہیں دوسرے ان کی دشمنی سے خواہ مخواہ ان پر اعتراض کرتے ہیں اور عوام میں اپنا رسوخ بڑھاتے ہیں پس یاد رکھیں کہ جو کوئی اللہ کے حکموں سے انکاری ہوگا خواہ کسی وجہ سے کسی کی ضد سے یا اپنی ہٹ سے تو خدا بہت جلد ان سے حساب لینے والا ہے دنیا کی زندگی کے چند روز ان کو مہلت ہے۔ مرتے ہی ان کے لئے ہاویہ جہنم تیار ہے چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ لوگ محض اپنی ضد سے مخالف ہیں۔ پس اگر تجھ سے کسی امر میں جھگڑا کریں تو تو ایسے ضدیوں کو بغوائے جواب جاہلاں باشد خموشی کہہ دے کہ میں اور میرے خادم میری سب امت تو اللہ کے تابعدار ہوگئے ہیں تم جانو تمہارا کام جانے۔ اپنے کیے کا بدلہ پاؤ گے یہ کہہ کر جھگڑا چھوڑ دے اور تو بطور نصیحت ان کتاب والوں اور عرب کے ان پڑھوں سے کہہ دے کہ کیا تم بھی اللہ کے تابعدار ہوئے ہو؟ پس اگر وہ اللہ کے تابعدار ہوگئے تو جان کہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھریں تو تیرا جب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ تیرا ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔ اور اللہ جس سے انجام کار انکو معاملہ ہے اپنے کل بندوں کو دیکھ رہا ہے یہ نہ سمجھیں کہ جو چاہیں کریں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ بیشک جو لوگ اللہ کے حکموں سے انکار کرتے ہیں اور خدا کے نبیوں کو ناحق ظلم سے قتل کرتے تھے اور جو ان کے اس فعل قبیح کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ حق بات انکو اس درجہ عداوت ہے کہ جو لوگ انصاف اور حق پسندی کی بات بتلاتے ہیں انکو بھی قتل کر ڈالتے ہیں تو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے کہ آخر تمہارا بڑے گھر میں بسیرا ہوگا انہی کے اعمال نیک بھی دونوں جہانوں دنیا و آخرت میں برباد ہوں گے نہ دنیا میں انکو انکا کوئی اثر مرتب ہوگا۔ اور نہ آخرت میں ان کو بدلہ ملے گا

یہ لفظ خوشخبری کے مقابلہ میں محاورۃ بولا گیا ہے عموماً حکام مجرموں کو جیلخانہ کی نسبت یہ لفظ کہا کرتے ہیں کہ تو بڑے گھر میں جائے گا۔

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ

اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ ملا تھا خدا کی

يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ ان میں فیصلہ کرے تو ایک جماعت منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں

اور کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوگا ان سے جتنی سختی ہو بیجا نہیں۔ یہ بھی تو جان بوجھ کر اندھے بنے ہوئے ہیں۔ کیا تو نے اے مخاطب ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب[1] خداوندی سے جو بندوں کی ہدایت کیلئے وقتاً فوقتاً آیا کرتی ہے اور وہی کتاب کسی زمانہ میں توریت انجیل زبور کے نام سے موسوم ہوئی تھی حصہ ملا تھا۔ وہی لوگ جب خدا کی کتاب کی طرف جو حسب مقتضائے زمانہ قرآن کے نام سے ہو کر آئی ہے بلائے جاتے ہیں تاکہ ان میں ان کے جھگڑوں کے فیصلے کرے اور ان کو مذہبی باتوں میں سچی راہ بتلادے اور بتلادے کہ جن کو تم نے غلطی سے خدائی حصہ دے رکھا ہے ان کو خدائی میں کوئی حصہ نہیں یا اور امور جو تصفیہ طلب ہوں ان میں تصفیہ کرے تو بجائے تسلیم کے ایک جماعت جو اپنے کو اہل علم کہتے ہیں منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

شان نزول

[1] (الم تر الی الذین اوتوا نصیبا) حضرت اقدس فداہ روحی ایک دفعہ یہودیوں کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے اور ان سے مسلمان ہونے کی بابت کہا۔ دو آدمی ان میں سے بول اٹھے کہ آپ کس دین پر ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ حضرت براہیم کے طریق پر ہوں وہ بولے ابراہیم تو یہودی تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لاؤ توریت اسی پر فیصلہ رہا۔ یہ سن کر توریت لانے سے وہ انکار کر گئے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب اس آیت کے مضمون میں ہم نے اس مشہور سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جو عام طور پر عیسائی اور ان کے شاگرد آریہ اور دیگر مخالفین کیا کرتے ہیں جس کا مطلب عدم ضرورت قرآن ہے تقریر اس سوال کی یوں کی جاتی ہے کہ قرآن نے جو تعلیم دی ہے وہ پہلی کتابوں کے ذریعہ پہلے لوگوں کو دی گئی تھی یا نہیں۔ اگر نہیں دی گئی تو اتنی بڑی مخلوق کو کیوں محروم رکھا؟ علاوہ اس کے کوئی نئی بات بھی قرآن میں نہیں وہی احکام عشرہ توریت کا تکرار اور عام اخلاقی امور ہیں جو ہر مذہب و ملت میں رائج ہیں۔ اور اگر شق اول ہے یعنی اگر پہلی کتابوں میں پہلے لوگوں کو وہ تعلیم دی گئی تھی تو قرآن کی کیا ضرورت تھی یہ ہے ان تحریروں کا خلاصہ جن سے ہمارے قدیمی مہربان عیسائیوں نے ورقوں کے ورق اور جزوں کے جز سیاہ کئے ہیں اور ان کے شاگرد (مگر خاص اسلام پر اعتراض کرنے کے فن میں) آریوں نے بھی بڑے زور سے اس پر حواشی چڑھائے مگر اصل میں یہ اعتراض بالکل قرآن سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

اس کا مفصل بیان کرنے سے پہلے ہم اپنے مخاطبوں سے الزامی طور پر پوچھتے ہیں کہ آپ ہی بتلادیں کہ مسیح نے جو تعلیم دی ہے وہ پہلے لوگوں کو دی گئی تھی یا نہیں بلکہ ذرا اوپر چڑھ کر بھی ٹٹولئے کہ حضرت موسیٰ نے جو تعلیم بذریعہ توریت بنی اسرائیل کو سنائی وہ پہلے لوگوں کو خدا نے کسی کی معرفت دی تھی یا نہیں اگر نہیں تو ان کو محروم کیوں رکھا؟ اور اگر دی تھی تو توریت کی کیا حاجت تھی۔ اسی طرح آریوں سے پوچھتے ہیں کہ وید کی تعلیم جس کو بقول یورپین مورخوں کے دو ہزار برس[2] بنے ہوئے گزرے ہیں اس کی تعلیم پہلے لوگوں کو تھی یا نہیں اگر نہیں تو محروم کیوں رکھا؟ اور اگر تھی تو اس کی کیا حاجت تھی؟ اس اعتراض سے وہی قوم بچے گی جو کسی پختہ دلیل سے اپنی کتاب کی قدامت ثابت کردے خیو بعد اللتیا والتی۔ جو مشکل بلکہ محال ہے۔

[2] آریہ تو ویدوں کی عمر ابتدائے دنیا سے بتاتے ہیں جس کا ثبوت ان کے پاس بجز اس کے کوئی بھی نہیں کہ پنڈت دیانند نے "رگ وید بھاش بھومکا" میں لکھا ہے اس مسئلہ پر مفصل بحث ایک مستقل رسالہ میں ہم کرنے والے ہیں انشاء اللہ یہاں پر محققین یورپ کا (جن پر آریوں کو بڑا اعتقاد ہے) حوالہ کافی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ

یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہمیں تو چند روز ہی عذاب ہوگا ان کو مذہب کے بارے

دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

میں ان کے جھوٹے ڈھکوسلوں نے فریب دے رکھا ہے

اور اس امر میں ہر گز نہیں سوچتے کہ اس بے اعتنائی کا انجام کیا ہوگا؟ مگر چونکہ ہر ایک امر جائز ہو یا ناجائز کسی وجہ پر مبنی ہوتا ہے اور اس کے کرنے والے کے نزدیک کوئی نہ کوئی وجہ (خواہ واقع میں کیسی ہی غلط ہو) ہوا کرتی ہے۔ یہ بے پروائی ان کی بھی اس وجہ سے ہے (دیکھ تو کیسی غلط وجہ ہے) کہ انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہمیں اگر ہوا تو چند روز ہی عذاب ہوگا کیونکہ ہم خاندان نبوت سے ہیں انبیاء کی اولاد بزرگوں کی ذریت ہیں مسیح ہمارا کفارہ ہے۔ کیا ہمارا اتنا بھی لحاظ نہ ہوگا کہ ہمیں تھوڑا سا عذاب جتنے روز ہمارے بزرگوں سے غلطی سے بچھڑے کی پوجا ہوئی تھی ہو کر رہائی ہو جائے دیکھو تو کیسا انکو مذہب کے بارے میں ان کے جھوٹے ڈھکوسلوں نے فریب دے رکھا ہے۔ پس اگر یہ ایسے ہی خیالات واہیہ پر رہے تو ان کا کیا

ہم اپنے اصل مضمون پر آتے ہیں کہ قرآن شریف نے کہیں دعوی نہیں کیا کہ میں ایک نئی چیز لایا ہوں جو تم سے پہلے لوگوں کو نہیں ملی تھی بلکہ صاف لفظوں میں بے ایچ پیچ اس بات کا مقر ہے کہ میں وہی دین الٰہی ہوں جو ہمیشہ سے نبیوں کی معرفت لوگوں کو پہنچا ہے اسی کو تازہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں چنانچہ آیات ذیل مطلب کے لئے شاہد عدل ہیں :-

شرع لکم من الدین ماوصی به نوحا والذی اوحینا الیك وما وصینا به ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه کبر علی المشرکین ماتدعوھم الیه (الشوری)

تمہارے لئے وہی دین جاری کیا ہے جس کی بابت ہم نے نوح کو اور ابراہیم کو اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ہدایت کی اور جو تیری طرف کتاب اتاری ہے کہ دین کو قائم رکھو اور جدا جدا متفرق نہ ہو

مشرکوں پر تیری پکار بھاری ہے

رسول من الله یتلو صحفا مطھرة فیھا کتب قیمة– نزل علیك الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیه وانزل التورة والانجیل من قبل ھدی للناس وانزل الفرقان (آل عمران)

خدا کی طرف سے رسول آیا جو پاک کتابیں پڑھتا ہے جن میں مضبوط کتابیں شامل ہیں

تیری طرف سچی کتاب اتاری کہ اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور توریت انجیل بھی پہلے سے لوگوں کے ہدایت کیلئے نازل کی تھی اور آخر میں سب کا فیصلہ کرنے والا قرآن نازل کیا

مایقال لك الا ماقد قیل للرسل من قبلك ان ربك لذو مغفرة وذو عقاب الیم (فصلت)

تجھے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے وہی بات کہی جاتی ہے جو تجھ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی تھی بیشک تیرا رب بندوں کے حال پر بڑی بخشش والا ہے اور نافرمانوں ناشکروں کے حق میں سخت عذاب والا ہے

قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیما ملة ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین (انعام)

تو کہہ دے کہ میرے خدا نے مجھے سیدھی راہ یعنی ابراہیمی طریق پر ہدایت کی ہے جو یک رخہ خدا کا بندہ تھا اور مشرکوں سے نہ تھا

ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین (نحل)

پھر ہم نے تجھ کو حکم دیا ہے کہ تو ابراہیم موحد کے دین کی جو مشرک نہ تھا اتباع کر

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

تو ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس دن میں جمع کریں گے جو بلا شبہ ہونے والا ہے اور ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ ملے گا اور ان

لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ

پر ظلم نہ ہوگا کہہ اے اللہ ملک کے مالک

کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس دن جمع کریں گے جو بلا شبہ ہونے والا ہے اور ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر کسی طرح کا ہماری طرف سے ظلم نہ ہوگا۔ اس روز ان کی کارستانی کی کلی کھلے گی اور خوب جان لیں گے کہ خدا کی کچہری ایسی نہیں کہ کوئی وہاں چون وچرا کرے اور اپنے خاندانی حقوق جتلائے بلکہ جو کچھ عرض معروض کرنا ہو عاجزانہ طریق سے چونکہ محکمہ خداوندی میں عجز ونیاز ہی کام آتا ہے اس لئے ہم تجھے ہدایت کرتے ہیں کہ تو اگر اپنی حاجت براری چاہتا ہے تو یوں کہہ اے اللہ تمام ملک کے مالک

شان نزول

(قل اللهم مالك الملك) آنحضرت نے اپنی امت کو وعدہ فتوحات کثیرہ کا دیا تو منافقین کو تہ اندیشوں نے اس سے تعجب کیا کہ کیونکر ایسی فتوحات ضعیف مسلمانوں کو ہو سکتی ہیں۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

آیات مذکورہ بالا جو مضمون بتلا رہی ہیں وہ مخفی نہیں بالکل واضح طور پر کہہ رہی ہیں کہ قرآن کی تعلیم کوئی نئی تعلیم بلکہ وہی پرانی حقانی تلقین ہے جو ابتدائے دنیا سے مخلوق کی ہدایت کیلئے آئی تھی لیکن یہ سوال کہ قرآن کی بصورت جدید کیا ضرورت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ کے اہل کتاب کی بداطواری خصوصا تبلیغ احکام کے متعلق بددیانتی اور توریت وانجیل کی طرز موجودہ اور مشرکین عرب کی ہدایت ہی موجب اس کی ہوئی کہ قرآن شریف بصورت جدید آئے چنانچہ ان امور کو قرآن شریف نے مفصلاً بیان کیا ہے پہلی آیت وہ ہے جہاں ارشاد ہے

واذ اخذالله ميثاق الذين اوتوا الكتب لتبيننه للناس ولا تكتمونه فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا فبئس ما يشترون (آل عمران ع ۱۹)

خدا نے کتاب والوں سے عہد لیا تھا کہ اس کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا اور اس کو مت چھپانا لیکن انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس کو اپنے پیچھے پھینک دیا اور اس کے عوض میں دنیاداروں نے چند پیسے لینے شروع کر دیئے پس جو لیتے ہیں بہت برا ہے

من الذين هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه- ياأهل الكتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتكتمون الحق وانتم تعلمون (آل عمران)

بعض یہودی کلام کو اس کی اصل جگہ سے بدلتے ہیں۔ اے کتاب والو سچ کو جھوٹ سے کیوں ملاتے ہو؟ اور دانستہ حق کو کیوں چھپاتے ہو؟

وان منهم لفريقايلوون السنتهم بالكتاب لتحسبوه من الكتاب وما هو من الكتاب ويقولون هو من عند الله وماهو من عندالله ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون (آل عمران)

بیشک ان اہل کتاب سے ایک فریق ہے جو زبانوں کو کتاب کے پڑھتے ہوئے مروڑتے ہیں تاکہ تم اس کو بھی جو دبی زبان سے کہتے ہیں کتاب جانو۔ حالانکہ وہ کتاب سے نہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے ہاں سے ہے حالانکہ خدا کے ہاں سے نہیں ہے اور خدا کے ذمہ دانستہ جھوٹ لگاتے ہیں

فبما نقضهم ميثاقهم لعناهم وجعلنا قلوبهم قاسية يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظا مما

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ۚ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ

تو جس کو چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور

تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي

جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہی اختیار میں ہر طرح کی بھلائی ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو رات کو دن میں

النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور زندے کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے باہر لاتا

الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

ہے اور جس کو چاہے بے حساب رزق دے دیتا ہے

تو جس کو چاہے دنیا کا ملک اور حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہے دیا ہوا تو چھین بھی لیتا ہے اور جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے- حق یہ ہے کہ تیرے ہی اختیار میں ہر طرح کی بھلائی ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے یہ تیری ہی قدرت کے آثار ہیں کہ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں کبھی دن کو بڑھاتا ہے اور کبھی رات کو اور زندہ کو مردہ جیسے نطفہ سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے باہر لاتا ہے اور ساتھ ہی یہ کمال قدرت ہے کہ جس کو چاہے بے حساب رزق دے دیتا ہے- پس ایسے ایسے ہی خیالات

ذکروا به ولا تزال تطلع علی خائنة منهم الا قليلا منهم فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين ومن الذين قالوا انا نصاری اخذنا ميثاقهم فنسوا حظا مما ذکروا به فاغرينا بينهم العداوة والبغضاء الی يوم القيمة وسوف ينبئهم الله ما كانوا يصنعون

پس ان کے وعدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان کو لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا- کتاب کو اس کی اصلی جگہ سے بدلتے ہیں اور جس چیز کی ان کو نصیحت ہوئی تھی ایک عظیم حصہ اس سے بھلا بیٹھے ہیں تو ہمیشہ ان کی خیانتوں پر بجز چند لوگوں کے مطلع ہوتا رہے گا پس تو ان سے درگزر کر اور منہ پھیر کیونکہ اللہ نیکوں سے محبت رکھتا ہے- عیسائیوں سے بھی ہم نے عہد لیا تھا پھر وہ بھی بہت سا حصہ اس میں سے بھلا بیٹھے پھر ہم نے قیامت تک ان میں عداوت اور بغض ڈال دیا اور خدا ان کو ان کے کاموں سے قیامت کے روز خبر دے گا

وهذا كتاب انزلناه مبارك فاتبعوه واتقوا الله لعلكم ترحمون- ان تقولوا انما انزل الكتب علی طائفتين من قبلنا وان كنا عن دراستهم لغافلين (الانعام)

مشرکین عرب کو ارشاد ہے کہ ہم نے اس کتاب کو اس لئے اتارا ہے تاکہ تم نہ کہنے لگو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں کو کتاب ملی تھی اور ہم (بوجہ مغائرت زبان) ان سے بے خبر تھے-

بالخصوص بایں لحاظ کہ توریت وانجیل کے مضامین میں خلط ملط عظیم ہوا ہے جو اس کی طرز تحریر جتلا رہی ہے اور ان کی تعلیم واقعی یا بناوٹی کا بگاڑ کہ ایک خدا کے تین اور تین سے پھر ایک بنانا جو نہ صرف انجیل بلکہ توریت سے مستنبط کیا جاتا ہے بے شک اس بات کا مقتضی تھا کہ خدا کی سچی تعلیم بالکل الگ کر کے حسب حال زمانہ ایسی طرز سے بیان کی جائے کہ اس میں کج رووں کو بالکل مجال سخن نہ ہو- اور پھر ساتھ ہی اس کے اس کتاب کی حفاظت صوری اور معنوی کا کوئی خاص انتظام ہو- چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ خدا کی سچی تعلیم ایک ایسے قالب میں لا کر بیان کی گئی کہ جس سے کج رووں کی کج روی نمودار اور عیاں ہو گئی جس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ

ما كان لبشر ان يوتيه الله الكتب والحكم والنبوة ثم يقول للناس كونوا عبادا لی من دون الله ولكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون (آل عمران)

کسی بندے کی شان ہی نہیں کہ اس کو خدا کتاب عنایت کرے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ خدا سے ورے ورے مجھے بھی

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے مت دوستی لگائیں

موجب نجات ہیں- اور اگر کسی کافر فاسق کی صحبت میں بیٹھ کر تم بگڑے تو گئے اس لئے ہم کہیں کہ مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی مت لگائیں تا کہ ان کی طرح بد اخلاق نہ ہو جائیں اور خدا کے غضب میں نہ آ جائیں

شان نزول

(لا یتخذ المومنون الکافرین) بعض سادہ مزاج مسلمان اہل کتاب سے دوستی محبت رکھتے تھے- دور اندیش مسلمانوں نے یہود و نصاری کی عداوتیں بین دیکھ کر ان کو اس دوستی سے منع کیا مگر وہ اس سے باز نہ آئے- ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی-

خدا جانو- لیکن یہ کہے گا کہ اپنے پڑھنے پڑھانے کی وجہ سے اللہ والے بنو

ایک آیت میں صاف ارشاد ہے کہ :

وانزلنا الیك الکتاب بالحق مصدقا لمابین یدیه من الکتاب و مهیمنا علیه فاحکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهوائهم عما جاء ك من الحق (المائدہ ع ۷)

ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے جو پہلی کتاب کو حق بتلاتی ہے- علاوہ تصدیق کے اس پر خبر گیر بھی ہے (کہ اس میں کج رووں کی کج روی جو ہوئی ہو اس کی تغلیط اور مضامین حقہ کی تصدیق کرے) پس تو ان میں اللہ کے اتارے ہوئے (قرآن) سے فیصلہ کر (کیونکہ وہ بلا شبہ صاف اور حق ہے) اور تیرے پاس جو سچی تعلیم آئی ہے اسے چھوڑ کر انکی خواہشوں کے (اور من گھڑت مطالب کے) پیچھے مت ہو جیو

ان آیات میں پہلی کتابوں کی تصدیق کر کے ان کو مخلوط بالغیر ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور ساتھ ہی قرآن شریف کے بصورت جدید آنے کی علت بتلائی ہے کہ قرآن اور کتب سابقہ کی مثال بالکل صحیح اور درست مسودہ اور مبیضہ کی سی ہے یعنی جس طرح مسودہ کو جس میں کئی زائد کم باتیں ملی ہوئی ہوں صاف کر کے مبیضہ بنایا جاتا ہے تو مسودہ سابقہ کو ردی میں پھینک دیا کرتے ہیں اسی طرح کتب سابقہ کے مضامین جن میں بجائے توحید خالص کے تثلیث اور مردم پرستی قائم کی گئی تھی انکو صاف کر کے صحیح مضامین کو چھانٹ کر ایک صحیح مبیضہ تیار کیا گیا اور آئندہ کو اس کی حفاظت بندوں سے ہٹا کر خدائے غیب دان نے اپنے ذمہ لے لی-

چنانچہ ارشاد ہے کہ

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر) ہم نے ہی اس نصیحت (قرآن) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں

چونکہ خدا کے کام بذریعہ اسباب ہوا کرتے ہیں اس لئے اس کی حفاظت کا انتظام بھی حسب دستور اس نے اپنے بندوں سے اس طرح لیا کہ عموما مسلمانوں میں بفضلہ تعالیٰ حافظ قرآن پائے جاتے ہیں اس تنزل کے زمانہ میں بھی خدا کی حفاظت کا یہ اثر ہے کہ مثلا یہی شہر (امرتسر) جس میں تقریبا تین سو مسجد ہے رمضان میں عموما ہر مسجد میں تراویح پڑھنے کو دو حافظ تو ضرور ہی ہوتے ہیں جس سے اوسط حساب چھ سو حافظ ہوئے جو خاص شہر کی آبادی کا حساب ہے اور گرد و نواح کا اندازہ بھی اسی پر قیاس کر لیجئے پھر تمام اسلامی دنیا کا اندازہ اس پر حساب ہونا آسان ہے- حالانکہ یہ زمانہ عام طور پر مذہبی امور سے غفلت کا ہے- اسی طرح نسلا بعد نسل کرتے آئے ہیں اور کرتے جائیں گے جس سے کوئی کتنا بھی زور لگائے ایک زبر سے زیر اور پیش سے جزم نہ ہو گی کیا کوئی اور قوم ہے جو اسلام کی اس خوبی اور پیش گوئی کا مقابلہ کر کے دکھائے؟

پس تنگ نہ کر ناصح نادان مجھے اتنا یا چل کے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

یہ ایک ایسی حفاظت ہے کہ مسلمانوں کو اسی کی بدولت وہ وقت دیکھنا نصیب نہیں ہوا کہ اس کہنے پر مجبور ہوں کہ فلاں آیت الحاقی ہے اور فلاں باب جعلی ہے جیسا کہ عیسائیوں کو کہنا پڑا (دیکھو تفسیر ہارن)

تورات انجیل کو مسودہ سے تشبیہ اس کی حالت موجودہ کے لحاظ سے ہے جس میں ایسے مضامین بھی ہیں کہ حضرت لوط نے (معاذ اللہ) شراب پی کر اپنی لڑکیوں سے زنا کیا (پیدائش ۱۹ باب) مسیح نے شراب کی دعوت میں شراب کے کم ہونے پر معجزہ سے شراب کو بڑھا دیا (انجیل یوحنا باب ۲) ورنہ حقیقی تورات و انجیل نور ہدایت اور رحمت تھی جس کے مضامین قرآن میں آ کر وہی لقب لے رہے ہیں- (فافہم)

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً

جو کوئی یہ کرے گا وہ خدا سے بے علاقہ ہے ہاں اگر کسی قسم کا بچاؤ کرلو تو جائز ہے

جو کوئی یہ کام کرے گا وہ خدا سے بے علاقہ ہے- ہاں اگر ان سے ضرر کا اندیشہ ہو تو کسی قسم کا بچاؤ کرلو تو جائز ہے اور دنیاوی معاملات میں ان سے سلوک کرنا چاہو تو کرو اس میں کوئی حرج نہیں- حرج اس میں ہے کہ تم دل سے ان کی محبت اور نصیحت کو مومنوں کی محبت اور بہی خواہی پر ترجیح دو-

پس خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم بالکل وہی ہے جو ابتدا سے خدا نے اپنے بندوں کو دی تھی- جس کو قرآن کریم نے خود ہی بیان کیا ہے کہ

ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوالله وان تکفروا فان لله مافی السموات وما فی الارض وکان الله غنیا حمیدا (النساء ع ۱۹)

تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی ہماری یہی نصیحت رہی تھی کہ ہر ایک معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہا کرو- اور اگر تم ناشکری کروگے تو جان رکھو کہ اللہ ہی کا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے اور خدا سب سے بے نیاز بذاتہ تعریفوں کے لائق ہے

ایک جگہ فرمایا

کتاب احکمت آیاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیران لا تعبدوا الا الله (هود)

اس کتاب کے حکم بڑے محکم اور خدا کے پاس سے مفصل بیان ہو چکے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرو

اسی تعلیم سابق کا بطرز جدید بصورت قرآن بیان کر کے آئندہ کو ہمیشہ کے خطرات سے اسے محفوظ کردیا کہ دوبارہ کج رووں کے اختلاط سے بگڑنے نہ پاوے یہی وہ نسخ ہے جو عام طور پر اہل اسلام تورات انجیل کو منسوخ کہا کرتے ہیں

نہ ازلات وعزی بر اور دگر   کہ توریت وانجیل منسوخ کرد

اور یہی دلیل آپ کے خاتم النبوت ہونے کی ہے اس لئے کہ نبی کی بڑی ضرورت تو یہ ہے کہ تعلیم حقانی کی نسبت جو غلو ہوا ہو اسکو معدوم کر کے اصل بات صاف صاف لوگوں کو پہنچاوے لیکن جب اس تعلیم کا خدا محافظ ہے اور اس کی حفاظت کی ہی وجہ ہے کہ اس میں کوئی خلل نہیں آیا تو نبی کے بھیجنے کی کیا ضرورت ہے ؟ رہی تبلیغ سو یہ عام طور پر علماء اسلام کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے چنانچہ انہی معنی سے حدیث میں آیا ہے کہ

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (حدیث) میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے منصب رکھتے ہیں

رہا یہ سوال کہ اگر قرآن شریف وہی خداوندی تعلیم ہے جو ہمیشہ سے بندوں کو ملتی رہی تھی تو ان میں رسوم مذہبی کا اختلاف کیوں ہو ؟ مسلمانوں کی نماز وغیرہ عبادات عیسائیوں اور یہودیوں اور دیگر اہل کتاب سے کیوں مختلف ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں- اسلامی عبادات صرف چار ہی ہیں نماز- روزہ- حج- زکوۃ (خیرات) نماز میں جو ارکان (قیام- رکوع- سجدہ) پائے جاتے ہیں پہلے لوگوں کو بھی یہی حکم تھا- چنانچہ صدیقہ مریم (علیہا السلام) کو ارشاد ہوتا ہے کہ

یا مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین (آل عمران ع ۵)

مریم اپنے خدا کے سامنے کھڑی ہو اور سجدہ ور کوع کرنے والوں سے مل کر رکوع اور سجدہ کر

اسی طرح زکوۃ کو بھی ان کو حکم تھا جیسا کہ فرمایا

وما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین له الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ وذلك دین القیمة (البینته)

ان کتاب والوں کو یہی حکم تھا کہ خالص دل سے خدا کی ہی عبادت کریں اور نماز پر مضبوط رہیں اور زکوۃ (خیرات) دیتے رہیں- یہی دینی مضمون کی باتیں ہیں

روزوں کی بابت بھی صاف حکم ہے کہ

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ)

جس طرح تم پر روزہ فرض ہوا ہے اسی طرح پہلے لوگوں پر بھی فرض ہوا تھا

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ

خدا، تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اللہ کی طرف پھرنا ہے تو کہدے کہ اگر تم اپنے دل کی بات چھپاؤ

اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

یا اس کو ظاہر کرو تو خدا اس کو جانتا ہے وہ تمام آسمان اور زمین کی چیزیں جانتا ہے وہ ہر ایک کام کرنے پر قدرت رکھتا ہے

خبردار ہرگز ایسا نہ کیجیو خدا تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے بہتر ہے کہ تم سمجھ جاؤ اور جان لو کہ انجام کار تم نے اللہ کی طرف پھرنا ہے اگر اس کی مرضی حاصل کی ہو گی تو نجات پاؤ گے ورنہ خیر نہیں اور اگر ظاہر تیری بات کو ہاں ہاں کریں اور دل میں کافروں سے ہی محبت رکھیں تو توان سے کہہ دے اگر تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو تو دونوں طرح سے خدا اس کو جانتا ہے کیونکہ وہ بڑا علام الغیوب ہے۔وہ تمام آسمان اور زمین کی چیزیں بھی جانتا ہے علاوہ اس کے وہ ہر ایک کام کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

ایسا ہی حج کی بابت بھی ارشاد ہے کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو خدا نے حکم کیا تھا کہ

واذن في الناس بالحج ياتوك رجالا وعلى كل ضامر ياتين من كل فج عميق ليشهدوامنافع لهم ويذكروااسم الله في ايام معلومات على مارزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير (الحج)

لوگوں میں حج کی منادی کر دے تیرے پاس پاپیادہ اور دبلی دبلی اونٹنیوں پر بھی دور دراز راستے سے سوار ہو کر آویں گے تاکہ اپنے منافع پر حاضر ہوں اور اللہ کا نام معین تاریخوں میں خدا کے دیئے ہوئے مویشی پر یاد کریں پس خود بھی ان میں سے کھائیو اور محتاج فقیروں کو بھی کھلائیو

باقی رہے اخلاقی مضامین (سچ بولنا زنا نہ کرنا چوری نہ کرنا ظلم کرنا وغیر وغیرہ) سو یہ تو ایسے احکام ہیں کہ کسی شریعت اور قانون کی ذیل میں بھی آکر متبدل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اسلام نے بھی ان میں کسی طرح سے تغیر نہ کیا بلکہ مزید تاکید ہی ان کے متعلق فرمائی۔ ہاں بعض عبادات اہل کتاب کی اسلام سے بیشک مختلف ہیں جیسی مسیح کی عبادت صلیب کی پرستش وغیر وغیرہ سو اس کے ذمہ دار یہی جنٹل مین ہیں جن کی یہ خانہ ساز ہیں۔ اسلام تو خدا کی تعلیم حقانی کا مظہر ہے نہ کہ انکی ایجاد کا بلکہ سچ پوچھو تو ایسی باتیں ہی تعلیم الٰہی کو بلباس قرآن لانے کو مقتضی ہوئیں چنانچہ ارشاد ہے

يا اهل الكتاب قد جاء كم رسولنا يبين لكم كثيرا مما تخفون من الكتاب ويعفوعن كثير قد جائكم كم من الله نور و كتاب مبين (المائده)

اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارا رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آگیا ہے جو تمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کو ظاہر کرتا ہے اور بہت سے تمہارے ذاتی عیوب سے درگزر کرتا ہے بیشک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور کتاب روشن آپہنچی

پس مختصر یہ کہ قرآن شریف وہی حقانی تعلیم ہے جو ابتدائے آفرینش سے بندوں کی ہدایت کے واسطے آئی تھی جو کج رووں کی کج روی سے ردو بدل ہو کر مخلوط بالغیر ہو چکی تھی اسی کو صاف و مصفی کر کے مع بعض واقعات تاریخیہ بطور عبرت بیان کیا گیا ہے پس جو مضمون اس رجسٹرڈ مضمون کے خلاف ہو گا وہ مردود متصور ہو گا اور جس کی قرآن شریف تصدیق کرے گا وہی صحیح اور قابل اعتبار ہو گا۔ رہی یہ بحث کہ توریت وانجیل میں تحریف لفظی ہے یا معنوی سو یہ بحث طویل الذیل ہے اس لئے ہم کسی اور موقع پر اس کو چھوڑ کر اس حاشیہ کو ختم کرتے ہیں اور اخیر میں ارشاد خداوندی سب اہل کتاب کو سناتے ہیں

ياايها الذين اوتوا الكتاب امنوا بما نزلنا مصدقا لما معكم من قبل ان نطمس وجوها فنردها على ادبارها اونلعنهم كما لعنا اصحب السبت وكان امرالله مفعولا (النساء)

کہ اے کتاب والو ہماری اتاری ہوئی کتاب (قرآن) کو مانو جو تمہاری ساتھ والی کی تصدیق کرتی ہے اس سے پہلے (مانو) کہ ہم کئی منہ بگاڑ کر انکی پیٹھ کی شکل اور ان کو کر دیں یا ان کو لعنت کریں جیسی کہ سبت والوں کو لعنت کی تھی اور خدا کا کام کیا ہی ہوا ہے۔

ے حج کی فلاسفی اور حکمت تو بجائے خود ہے اس جگہ اس کی حکمت کا بیان نہیں بلکہ صرف یہ بتلانا ہے کہ یہ افعال امم سابقہ کو بھی تعلیم ہوئے تھے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ

جس روز ہر ایک شخص اپنا بھلا برا کیا ہوا اپنے سامنے پاوے گا تو آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور

اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

اس کام میں دوری دراز ہو جائے خدا تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے خدا اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے چلو خدا تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور خدا بڑا

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

ہی بخشنے والا مہربان ہے تو کہہ دے کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو کافر خدا کو

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾

نہیں بھاتے- خدا نے آدم اور نوح کو اور ابراہیم اور عمران کے خاندان کو برگزیدہ کیا تھا

بدکاروں کو ایسی سزا دے گا کہ یاد کریں گے کب دے گا؟ جس روز ہر ایک شخص اپنا بھلا برا کیا ہوا اپنے سامنے پائے گا اور اپنے برے اعمال کی سزا دیکھ کر آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس برے کام میں دوری دراز ہو جائے تو میں اس پر وحشت کے دیکھنے سے آرام پاؤں مگر اس آرزو کا کوئی نتیجہ نہ ہو گا- اسی وجہ سے خدا تم کو اپنے آپ سے عذاب سے ڈراتا ہے کہ تم اس کے آنے سے پیشتر ہی باز آجاؤ غور کرو تو یہ بھی اس کی مہربانی ہے، کہ بار بار تم کو اس سے متنبہ کرتا ہے اس لئے کہ خدا اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی بندہ بے خبری میں پھنس جائے انہی کے بھلے کو تو ان سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو غلط خیالات شرکیہ کفریہ چھوڑ کر میرے پیچھے چلو جس کا فائدہ تم کو یہ ہو گا کہ خدا تم سے محبت کرے گا- اور تمہیں انعام یہ عطا ہو گا کہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا کیونکہ خدا بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے- تیری تابعداری تو اس لئے ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے پس تو کہہ دے کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو مطلب کو پہنچ جاؤ گے پھر اگر وہ تیری بات سے منہ پھیریں تو جان لے کہ کافر خدا کو ہرگز نہیں بھاتے بھلا اگر تیری نہ سنیں تو کیا حیرانی ہے جبکہ یہ لوگ ایک خدا کے بندے کو خدائی میں شریک سمجھتے ہیں اور اس کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں حالانکہ جس کی نسبت لوگوں کا یہ خیال ہے اس کا سارا خاندان ہی عبودیت میں کمال کو یہاں تک پہنچے ہوئے تھے کہ خدا نے آدم اور نوح کو جیسا چنا تھا ویسا ہی ابراہیم اور عمران کے خاندان کو جو مسیح کے نانا تھے برگزیدہ کیا تھا-

شان نزول (قل ان کنتم تحبون اللہ) یہود و نصاری اپنے کو اللہ کا محب اور حبیب بتلایا کرتے تھے اور مشرکین عرب بتوں کی عبادت کرنے کی یہی وجہ بتلایا کرتے تھے کہ ہم اللہ کی محبت حاصل کرنے کی غرض سے ان کی پوجا کرتے ہیں- اصل مقصود ہمیں محبت الٰہی ہے ان دونوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- (معالم)

ان اللہ اصطفی ادم یہودیوں کا ہمیشہ سے بیہودہ دعوی تھا کہ ہم انبیاء کی اولاد سے ہیں اور خدا کے پیارے ان کے حق میں یہ آیت اتری کہ بتلادے کہ انبیاء کو خدا نے محض ان کی اخلاص قلبی کی وجہ سے برگزیدہ کیا تھا اگر ان جیسا ہونا چاہتے ہو تو اخلاص قلبیہ حاصل کرو ورنہ زبانی دعاری کون سنتا ہے- نیز اس میں بالخصوص فرقہ عیسائیوں کی تردید کی تمہید ہے- (معالم)

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۞ إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ

ان میں سے ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے جب عمران کی عورت نے کہا تھا کہ اے میرے خدا میں نے اپنے پیٹ

لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۞ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا

کا بچہ تیرے لیے نذر مانا ہے پس تو مجھ سے قبول کر بیشک تو سننے والا اور جاننے والا ہے پس جب اس نے لڑکی

قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى

جنی تو بولی کہ اے میرے خدا میں نے تو لڑکی جنی اور خدا کو خوب معلوم تھا جو جنی تھی اور لڑکی مثل لڑکے کے نہیں

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ۞

اور اس کا نام میں نے مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا

پس خدا نے اس کو اچھی طرح سے قبول کیا اور عمدہ طرح سے پالا زکریا اس کا کفیل ہوا جب کبھی

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا

زکریا اس کے پاس چوبارہ میں جاتا کھانا اس کے پاس پاتا پوچھا کہ مریم یہ کھانا تجھ کو کہاں سے آتا ہے؟

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

مریم نے کہا یہ اللہ کے ہاں سے ہے

ان میں سے ایک دوسرے کی اولاد تھی اور اللہ ہر ایک کی باتیں سنتا اور جانتا ہے۔ان کی اخلاص مندی ہی کا ثمرہ تھا کہ ان کو معزز کیا انکی بیہودہ گوئی کا نتیجہ ہو گا کہ مردود ہوں گے۔یاد کرو جب عمران کی عورت مسیح کی نانی حنہ نے کہا تھا کہ اے میرے خدا میں نے اپنے پیٹ کا بچہ خالص تیرے لئے نذر مانا ہے پس تو مجھ سے قبول کر۔بیشک تو ہر ایک کی باتیں سننے والا اور ہر ایک کے دلی خیالات جاننے والا ہے۔پس جب اس نے لڑکی جنی اور وہ حسب دستور عورتوں کے لڑکے کی امید رکھتی تھی تو حسرت سے بولی کہ اے میرے خدا میں نے تو لڑکی جنی اور نذر مانتے وقت میرے جی میں بیٹے کی امید تھی گو کہ خدا کو خوب معلوم تھا جو جنی تھی تاہم اس نے اپنی آرزو کی اور کہا کہ لڑکی مثل لڑکے[1] کے نہیں ہوا کرتی۔لڑکا جو کام با آسانی کر سکتا ہے لڑکی سے بمشکل بھی نہیں ہو تاخیر تیرے دیئے پر شکر کرتی ہوں اور اس کا نام میں نے مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں پس خدا نے اس کے اخلاص کے موافق اس لڑکی کو اچھی طرح سے قبول کیا اور عمدہ طرح سے پالا چونکہ باپ مریم (علیہا السلام) کا زندہ نہیں تھا اس لئے زکریا (علیہ السلام) اس کا کفیل اور خبر گیر ہوا زکریا نے اس کو اپنے پاس چوبارہ میں رکھا تو مریم کو زکریا کے با اخلاص شاگردوں کی طرف سے زکریا کی بے خبری میں بھی کھانا دانہ پھل پھول وغیرہ پہنچ جاتا یہاں تک کہ جب[2] کبھی زکریا اس کے پاس چوبارہ میں جاتا کچھ نہ کچھ اس کے پاس کھانا تیار پاتا۔یہ واقعہ دیکھ کر زکریا نے ایک دفعہ اسے پوچھا کہ مریم یہ کھانا تجھ کو کہاں سے آتا ہے مریم نے کہا یہ اللہ کے ہاں سے ہے مریم کو بے گمان کھانا۔پہنچ جانا تعجب

---

[1] تشبیہ مقلوبی ہے۔

[2] اس آیت کے معنی عام طور پر خرق عادت کا اظہار کیا جاتا ہے یعنی مریم کو سردی کے میوے گرمی میں اور گرمی کے سردی میں پہنچتے تھے مجھے کسی خرق عادت یا کرامت سے انکار نہیں۔لیکن بغیر ثبوت خرق عادت ماننے سے بھی طبیعت رکتی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ

خدا جس کو چاہے بے اندازہ رزق دے دیتا ہے اسی وقت زکریا نے اپنے رب سے دعا کی کہ

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ

میرے خدا مجھ کو اپنے ہاں سے اولاد نیک بخش بیشک تو دعا سنتا ہے پس فرشتے نے

الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا

اسے جب وہ اپنی نماز گاہ میں کھڑا تھا پکارا کہ خدا تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے وہ اللہ کی باتوں

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ أَنّٰى

کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور عورتوں سے بے رغبت اور نیک بندوں میں سے نبی ہوگا بولا کہ اے میرے خدا

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۗ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾

میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور عورت میری بانجھ ہے کہا کہ (واقع) ایسا ہی ہے (لیکن) خدا جو چاہے کر دیتا

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۗ قَالَ اٰيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا ۗ

ہے کہا کہ یااللہ میرے لئے کوئی نشانی بنا کہا کہ تیری نشانی یہ ہوگی کہ تو تین روز لوگوں سے بول نہیں سکے گا لیکن اشارہ کریگا

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا

اور اپنے پروردگار کا ذکر بہت بہت کیا کر

کی بات نہیں خدا جس کو چاہے بے اندازہ رزق دے دیتا ہے- زکریا چونکہ لاولد اور ضعیف تھے اور عورت اس کی بھی ضعیفہ اور بانجھ تھی اس بے گمان رزق کی وصولی کو دیکھ کر اسی وقت زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی کہ میرے خدا جس طرح تو مریم کو بے گمان کھانے وغیرہ دیتا ہے مجھ کو بھی اپنے ہاں سے اولاد نیک بخش بے شک تو سب کی دعا سنتا ہے اور قبول بھی کرتا ہے پس اس کی دعا کرنی ہی تھی کہ فرشتے نے اسے جب وہ اپنی نماز گاہ میں کھڑا تھا کہ پکارا خدا نے تیری دعا قبول کی- اور تجھے تیرے بیٹے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جیسا کہ تو نے وہ مانگا ہے ویسا ہی ہوگا- وہ اللہ کی باتوں کی تصدیق کرنے والا اور اپنے زمانہ کے دینداروں کا سردار اور بوجہ شغل عبادت عورتوں سے بے رغبت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کا نبی نیکوکاروں کی جماعت سے ہوگا- یہ مژدہ سن کر زکریا کو ایک طبعی خیال پیدا ہوا جس کا دفعیہ بھی اس نے اسی وقت چاہا بولا کہ اے میرے خدا میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ بظاہر کئی ایک مانع طبعی موجود ہیں- میں نہایت بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور عورت میری بانجھ ہے جس سے آج تک جوانی میں بھی اولاد نہیں ہوئی خدا کے فرشتے نے اسے جواب میں کہا کہ بیشک (واقع) ایسا ہی ہے جو تو نے کہا (لیکن) خدا جو چاہے کر دیتا ہے اسے کوئی امر طبعی اور طبّی مانع نہیں ہو سکتا- زکریا نے یہ جواب سن کر مزید تسلی کیلئے پھر کہا اے خدا میرے لئے اس امر کی کوئی نشانی بھی بنا- خدا کے فرشتے نے جواب میں کہا کہ تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے بات نہیں کر سکے گا لیکن اشارہ کرے گا- پس لازم ہے کہ تو اس احسان کا شکریہ کیجیو اور اپنے خدا کا بہت ذکر-

وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٤١﴾ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَٰئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ
اور پاکی سے صبح و شام اس کی یاد کیا کر جب فرشتے نے کہا اے مریم خدا نے تجھے چنا ہے اور پاک کیا اور
وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿٤٢﴾ يَٰمَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي
جہان کی عورتوں پر تجھے بزرگی دی ہے اے مریم اپنے رب کی عبادت میں لگی
وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ
رہ اور نماز نمازیوں کے ساتھ پڑھا کر یہ غیب کی خبریں ہم تیری طرف بھیجتے ہیں ورنہ تو ان کے پاس
لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٤﴾
تو نہ تھا جب وہ اپنے قلم ڈالتے تھے کہ کون مریم کا کفیل ہو اور نہ ہی تو اس وقت ان کے پاس تھا جب وہ آپس
إِذْ قَالَتِ الْمَلَٰئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ
میں جھگڑ رہے تھے جب فرشتے نے کہا اے مریم خدا تجھے اپنے ایک حکم کی خوشخبری دیتا ہے اس کا نام مسیح
عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
بن مریم ہوگا

اور پاکی سے صبح و شام اس کی یاد کیا کیجیو - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب زکریا لوگوں سے بولنا چاہتا بلا علت نہ بول سکتا - اس سارے قصے سے بخوبی تم کو واضح ہو گیا ہو گا کہ مسیح اور اس کا تمام خاندان و متعلقات خدا کے آگے کیسے عاجزانہ التماس کیا کرتے تھے اور خدا کی طرف سے ان سب کو مالکانہ جواب ملتے یہ نہ تھا کہ کوئی ان میں سے خدا یا خدا کا جزو ہونے کا مدعی ہوتا - اب خاص ایک قصہ مسیح کی ماں کا بھی سنو جس سے ان دونوں گروہ یہود و نصاری کی غلطی تم پر واضح ہو جائے گی - جب خدا کے فرشتے نے مریم سے کہا اے مریم خدا نے تجھے چنا ہے اور بری خصلتوں شرک کفر بداخلاقیوں سے پاک کیا ہے اور جہان کی عورتوں پر تجھے بزرگی دی - اے مریم چونکہ تو خدا کی بندی ہے اپنے رب کی عبادت میں لگی رہ - بالخصوص نماز تو نمازیوں کے ساتھ جماعت میں پڑھا کرو - بھلا جس عورت کو خدا یہ بزرگی دے اس کی نسبت فحش اور بیحیائی کا خیال کرنا جیسا کہ یہودی کرتے ہیں کیسا جھوٹ ہے بلکہ کفر سے کم ہے ؟ کہ ایسی خدا کی بندی کے بیٹے کو خدا سمجھنا انہیں دونوں گروہوں کی ہدایت کے لئے یہ غیب کی خبریں تیری طرف ہم بھیجتے ہیں ورنہ تو ان کے پاس تو نہ تھا جب وہ اپنے قلم یعنی قلموں کے لکھے ہوئے پرچے بطور قرعہ اندازی کے بایں غرض ڈالتے تھے کہ کون ان میں سے مریم کا مربی اور کفیل ہو اور نہ ہی تو اس وقت ان کے پاس تھا جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے آمدیم بر سر مطلب اب وہ بات بھی سنو جس کیلئے یہ ساری تمہید[1] تھی یعنی مسیح کی عبودیت کا ثبوت اور الوہیت کا ابطال - یاد کرو جب خدا کے فرشتے[2] نے مریم (علیہا السلام) سے کہا کہ خدا تجھے اپنے ایک حکم کی خوشخبری دیتا ہے کہ اس حکم سے تیرے رحم میں ایک بچہ پیدا ہوگا کہ اس کا نام مسیح بن مریم ہوگا

[1] اصل میں شروع سورت سے ابطال الوہیت مسیح کی تمہید ہے جیسا کہ ہماری تقریر سے واضح ہو رہا ہے -

[2] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ایک ایسے بزرگ اور پاک آدمی کی پیدائش کا اجمالی بیان کرتا ہے کہ جس کی پیدائش وفات بلکہ کل زندگی کے واقعات میں لوگوں کی مختلف رائیں ہو رہی ہیں - عموماً ہر ایک شخص سے یہ معاملہ تو ہوتا ہے کہ اس کے دوست دشمن کی رائے مختلف ہوتی ہے - مگر یہ بزرگ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) اس بات میں بھی سب سے نرالے ہیں - یہود ان کے دشمن (بلکہ دراصل اپنے دشمن) تھے ان کی رائے ان کی نسبت

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ

دنیا اور آخرت میں بڑی عزت والا اور مقرب بندوں سے ہوگا اور گہوارہ میں اور بڑھاپے میں لوگوں سے باتیں کرے گا

كَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِي وَلَدٌ وَّ

اور نیکوکاروں میں سے ہوگا- بولی میرے خدا مجھے لڑکا کیسے ہوگا مجھ کو تو

دنیا اور آخرت میں بڑی عزت والا اور نیز اللہ کے مقرب بندوں سے ہوگا اور چھوٹی عمر میں گہوارہ میں اور بڑھاپے میں لوگوں سے ہدایت کی باتیں کریگا- نہ کہ جیسا یہودی کہتے ہیں کہ (معاذاللہ) ناجائز مولود تھا یا نصاری کہتے ہیں کہ خدا اور خدا کا بیٹا اور جزو ہے بلکہ وہ خدا کا نبی اور نیکوکاروں سے ہوگا- مریم (علیہا السلام) چونکہ اس وقت کنواری تھیں بیٹے کی خبر سن کر گھبرا گئی اور بولی میرے خدا مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟

مخالفانہ تو اسی اصل (عداوت) کی فرع اور اسی شاخ کا ثمرہ ہے مگر ان کے نادان دوستوں (عیسائیوں) نے بھی آپ کی نسبت دراصل مخالفانہ رائے ہی لگائی جس کا ذکر اپنے موقع پر آوے گا- طرفہ یہ ہے کہ جس مسئلہ (بے باپ ولادت) کے نسبت کے لئے یہ حاشیہ تجویز ہوا ہے اس میں سب کے سب ایک زبان متفق ہیں گو ان کے اتفاق کی بنا مختلف ہی کیوں نہ ہو آپکے مخالف یہود تو اس حیثیت سے آپ کو بے باپ (حقیقی) مانتے ہیں کہ وہ جناب کی پیدائش بدگمانی اور گستاخی سے ناجائز طور کی کہتے ہیں- عیسائیوں نے تو جناب والا کی نسبت عجیب ہی بعید از قیاس باتیں گھڑی ہیں- خدا اور خدا کا بیٹا تو ان کے عام طور پر زبان زد ہے- باپ کے ہونے کے وہ بھی منکر ہیں- مسلمان بھی زمانہ شروع اسلام سے آج تک اسی امر کے قائل ہیں کہ مسیح بے باپ پیدا ہوئے تھے مگر ہاں اس زمانہ اخیر میں ہمارے مہربان سر سید احمد خان صاحب مرحوم نے اس سے انکار کیا ہے کہ وہ بے باپ تھے بلکہ مثل دیگر بچوں کے ماں باپ دونوں سے پیدا ہوئے تھے- اس لئے اس حاشیہ میں ہم مسیح کی ولادت کے متعلق دو طرح سے بحث کریں گے- ایک ان آیات سے جن میں مسیح کی ولادت مذکور ہے دوسری ان بیرونی شہادتوں سے جن کو سید صاحب بھی کسی قدر معتبر جانتے ہیں- اسی سورہ آل عمران میں یوں فرمایا

اذا قالت الملئكة يمريم ان الله يبشرك بكلمة منه اسمه المسيح عيسى بن مريم وجيها فى الدنيا والاخرة ومن المقربين ويكلم الناس فى المهد وكهلا ومن الصالحين قالت رب انى يكون لى غلم ولم يمسسنى بشر قال كذلك الله يخلق مايشاء اذا قضى امرا فانما يقول له كن فيكون

(آل عمران)

جب فرشتے نے کہا اے مریم بیشک اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح مریم کا بیٹا دنیا اور آخرت میں معزز اور (خدا کے) مقربوں سے ہوگا اور لوگوں سے گہوارہ اور بڑھاپے میں کلام کریگا اور وہ نیکوکاروں سے ہوگا- مریم نے کہا اے میرے رب مجھے کس طرح سے لڑکا ہوگا؟ حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا- فرشتے نے کہا تو ایسے ہی خدا جو چاہتا ہے کر دیتا ہے جب کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے اتنا ہی کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے

دوسری جگہ سورہ مریم میں اس سے بھی کسی قدر مفصل بیان ہے

واذكر فى الكتاب مريم اذا انتبذت من اهلها مكانا شرقيا فاتخذت من دونها حجابا فارسلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا

مریم کا ذکر قرآن میں بیان کر جس وقت وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی جانب ہو گئی اور ان سے ورے ایک پردہ اس نے بنالیا- پس اسی حال میں ہم نے اپنا رسول (جبرائیل) اس کی طرف بھیجا- وہ کامل آدمی کی شکل میں اس کے

لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا

کسی مرد نے ہاتھ سے نہیں چھوا کہا کہ بات یہی ہے جو چاہتا ہے کر دیتا ہے جب کوئی چیز کرنی چاہتا ہے تو اس کے لئے

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

یہی کہتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہو جاتی ہے

حالانکہ بظاہر جو اسباب اولاد ہونے کے ہیں وہ تو مجھ میں مفقود ہیں بڑا بھاری سبب مرد کا اجتماع ہے سو مجھ کو تو ابھی تک کسی مرد نے ہاتھ سے نہیں چھوا۔ پھر لڑکا ہوگا تو کیسے ہوگا۔ خدا کے فرشتے نے جواب میں کہا کہ بیشک بات یہی ہے جو تو نے کہی مگر خدا کی قدرت سب سے نرالی ہے خدا جو چاہتا ہے کر دیتا ہے گو بظاہر اسباب ہر شے کے اس نے رکھے ہیں تاہم اسباب کا خالق بھی وہی ہے پس جب کوئی چیز کرنی چاہتا ہے تو اس کے لئے صرف یہی کہتا ہے کہ ہو جا پس ہو جاتی ہے۔

سویا قالت انی اعوذ بالرحمن منك ان کنت تقیا۔ قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زکیا۔ قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیا۔ قال کذلك قال ربك هو علی هین ولنجعله آیة للناس ورحمة منا وکان امر مقضیا فحملته فانتبذت به مکانا قصیا۔ فاجاء ها المخاض الی جذع النخله قالت یلیتنی مت قبل هذا وکنت نسیا منسیا۔ فناداها من تحتها الا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریا وهزی الیك بجذع النخلة تساقط علیك رطبا جنیا فکلی واشربی وقری عینا فاما ترین من البشر احدا فقولی انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا (مریم)

سامنے آیا وہ (مریم بوجہ اپنی پاک دامنی کے) اس سے بولی کہ میں تجھ سے خدا کی پناہ میں ہوں (یعنی تیرے سامنے آنے کو پسند نہیں کرتی) اگر تو نیک ہے (تو آنے سے ہٹ جا) وہ بولا میں (آدمی نہیں ہوں بلکہ) تیرے رب کا قاصد ہوں کہ تجھے ایک لڑکا (ہونے کی خبر) دوں۔ مریم نے کہا مجھے لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ مجھے نہ تو خاوند نے چھوا ہے اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ فرشتے نے کہا تو ایسی ہی ہے تیرے رب نے کہا ہے کہ مجھ پر یہ کام آسان ہے تاکہ اس کو لوگوں کے لئے نشانی اور اپنی رحمت بنادیں اور یہ کام تو ہوا ہوا ہے۔ پس مریم حاملہ ہوئی پھر وہ دور کی جگہ میں چلی گئی۔ پھر اسکو درد زہ کھجور کے پاس لایا تو بولی کہ ہائے افسوس میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میں بھولی بسری ہوئی ہوتی۔ پس فرشتے نے اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ تو غم نہ کر تیرے رب نے (تیرے لئے) تیرے نیچے نہر جاری کر دی ہے اور اپنی طرف کھجور کے تنے کو ہلا وہ تجھ پر تر ور تازہ کھجور گرائے گی پھر تو کھائیو اور پیئو اور خوش ہو جائیو پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے (تو اشارہ سے) کہہ دیجو کہ میں نے خدا کے لئے اپنی زبان بند رکھنے کی نذر مانی ہے۔ پس میں آج تمام دن کسی سے نہ بولوں گی

سورہ آل عمران میں صرف اسی قدر اشارہ ہے

ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون (آل عمران)

مسیح کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے جس کو مٹی سے بنا کر ہو جا کہا وہ ہو گیا

ان آیات کریمہ میں کسی حاشیہ لگانے کی حاجت نہیں۔ اردو ترجمہ ہی جو بالکل ان کا اصلی ترجمہ ہے ان کا صاف مطلب بتلا رہا ہے پس جو مطلب ناظرین اردو سے سمجھے ہوں گے وہی مطلب عرب کے فصیح بلیغ باشندے سمجھے تھے۔ ہمارے خیال میں یہ مسئلہ (ولادت مسیح) بعد بیان ان آیات کے فہم و فراست اور انصاف پر چھوڑنے کے لائق ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ سید صاحب رنجیدہ نہ ہوں کہ میرے عذرات قوم تک نہیں پہنچائے ہیں اس لئے کسی قدر شرح کر کے آپ کے عذرات رکیکہ مع جوابات معروض ہوں گے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ

اور اس کو کتاب اور تہذیب اور تورات اور انجیل سکھاوے گا اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ

کہ میں تمہارے خدا کی طرف سے رسالت کی یہ نشانی لایا ہوں کہ مٹی سے جانور کی سی شکل تمہارے سامنے بناکر

فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

اس میں پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اندھے مادر زاد اور کوڑھیوں کو بھی اچھا کرتا ہوں اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ

اس تیرے بچہ کے گو اسباب بھی بظاہر مفقود ہیں لیکن وہ قادر قیوم تو ایک آن میں سب کچھ کر سکتا ہے وہ ضرور ایسا ہی کرے گا اور اس کو کتاب سماوی اور تہذیب اور توریت اور انجیل سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا بایں پیغام کہ میں تمہارے خدا کی طرف سے رسالت کی یہ نشانی لایا ہوں کہ مٹی سے جانور کی شکل تمہارے سامنے بناکر ان میں پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اندھے مادر زاد اور کوڑھیوں کو اچھا کرتا ہوں اور مردوں کو تمہارے سامنے محض اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں اور تم کو

پہلی اور دوسری آیت اس امر میں متفق اور یک زبان ہیں کہ مریم (علیہا السلام) نے لڑکے کی خوشخبری سن کر اسے اپنے مناسب نہیں سمجھا بلکہ اس سے سخت لفظوں میں انکار کیا اور استعجاب بتلایا کہ مجھ جیسی کو لڑکا کہاں سے ہو سکتا ہے جس کو کسی مرد نے نہیں چھوا اور صورت حمل متعارف ہونے کے جیسا کہ سید صاحب کا خیال ہے) فرشتے کی طرف سے یا خدا کی جانب سے اس کا یہ جواب ملنا کہ خدا پر یہ کام آسان ہے داناؤں کی توجہ چاہتا ہے۔ ہاں اگر فرشتے کی طرف سے یہ جواب ہوتا کہ گو ابھی تک مرد نے تجھے نہیں چھوا لیکن چھونا ممکن ہے تو اس سے حضرت مریم کی تسلی ہو جاتی اور سید صاحب کو بھی متعدد صفحات کے لکھنے کی ناحق تکلیف نہ ہوتی۔ اب جائے غور ہے کہ بجائے اس جواب کے یہ جواب دینا کہ بیشک تو ایسی ہے لیکن اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے پھر اسی پر ہی بس نہیں بلکہ اس کو بھی مدلل اور مفصل کر کے بیان کیا کہ اللہ جب کبھی کسی چیز کا ہونا چاہتا ہے تو اسے صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ اگر سید صاحب کا خیال (کہ مسیح بطریق متعارف پیدا ہوئے تھے) ٹھیک ہو تو کچھ شک نہیں کہ یہ جواب طول طویل مریم کے استبعاد سے متعلق نہیں ہو سکتا بلکہ بالکل "سوال از آسمان جواب از ریسماں" کا مصداق ہے۔ پھر مریم علیہا السلام کے بچہ اٹھالاتے وقت قوم کا طعن مطعن شروع کرنا اور طعن میں ایسے الفاظ بولنا جو اس پاک دامن کی عفت میں خلل انداز ہوں یعنی کہ نہ تیرا باپ زانی تھا نہ تیری ماں بدکار زانیہ تھی۔ کبھی کسی نے اپنی بہو بیٹیوں کو بھی ایسا کہتے سنا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت کے وقت یہودیوں کا گمان فاسد اس کی نسبت ناجائز طور پر پیدا ہونے کا تھا جس کو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے جواب میں دفع کیا کہ میں خدا کا نبی ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے اس لئے کہ بموجب کتب بنی[^1] اسرائیل حرامی بچہ دس پشت تک خدا کا نبی نہیں ہو سکتا۔ افسوس کہ سید صاحب نے اس جواب سمجھنے میں غور نہیں کیا اور جھٹ سے اعتراض جما دیا کہ اگر اس وقت یہودیوں کی مراد اس سے تہمت بدنسبت کی حضرت مریم کے ناجائز مولود ہونے کی نسبت حضرت عیسیٰ کے ہوتی تو حضرت عیسیٰ اپنے جواب میں اپنی اور اپنی ماں کی بریت اس تہمت سے ظاہر کرتے۔ (جلد دوم صفحہ ۳۷-۳۸)

سید صاحب نے ہمارے پہلے طریق استدلال (یعنی عدم مطابقت سوال بجواب) کی طرف تو توجہ ہی نہیں کی اور اس امر میں شاید غور کرنے کا انہیں اتفاق ہی نہیں ہوا۔ اگر ہوتا تو تصویر کا رخ غالباً بطرز دیگر ہوتا البتہ دوسری طرز استدلال کی طرف کسی قدر متوجہ ہو کر فرمایا ہے۔ یہودیوں کے اس قول سے بھی کہ یامریم لقد جئت شیئا فریا یا اخت هرون ما کان ابوک امرء سوء وما کانت امك بغیا حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس زمانہ میں جبکہ یہودیوں نے حضرت مریم سے یہ بات کہی کوئی بھی حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت نہیں رکھتا تھا۔ سید صاحب کو ایسی چالاکی مناسب نہ تھی

[^1]: استثنا ۲۳ـ۳

وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ

کرتا ہوں اور تم کو بتلا دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو بیشک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم

بتلا دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو بیشک اس میں میری نبوت پر تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم

صفحہ ۲۸ میں آپ خود مانتے ہیں کہ "یہی وجہ ہے کہ یہودیوں نے نعوذ باللہ حضرت مریم پر جو بہتان باندھا تھا وہ یوسف کے ساتھ نہ تھا بلکہ پنتر اٹامی کے ساتھ منسوب کیا تھا کیونکہ یوسف ان کے شرعی شوہر ہو چکے تھے"

صفحہ ۲۸ کچھ دور نہ تھا یہاں پر آپ کا اس کو بھول جانا کلام الٰہی **لکیلا یعلم بعد علم شیئا** کی تصدیق ہے اگر فرمادیں کہ صفحہ ۲۸ کی عبارت وقت ولادت سے متعلق ہے اور صفحہ ۲۷ میں جو انکار ہے وہ اس وقت سے ہے جب حضرت مریم حضرت عیسیٰ کو اٹھا لائی تھیں تو دونوں عبارتیں مجھے یاد ہیں میں بھولا نہیں۔ تو پس ہمارا مدعا بھی یہی ہے کہ وقت ولادت یہودیوں نے مریم پر تہمت لگائی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ان کے نزدیک ناجائز مولود تھے جس سے ہمارا دعوی (بے باپ ولادت مسیح) تقویت پذیر ہے۔ اور نہ اس آیت میں اس قسم کی تہمت کا اشارہ ہے کاش کہ آپ اس آیت کی بجائے قرآن کا لفظ لکھ دیتے تو مدت تک فیصلہ ہو جاتا کوئی مخالف آپ کے سامنے **وقولھم[1] علی مریم بھتانا عظیما (النساء)** پیش نہ کرتا سید صاحب اب بھی موقع ہے معاملہ طے کر دیں

مٹا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی   رکے ہے ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی

(**فری**) کے معنے بدیع و عجیب کے ہیں۔ اس لفظ سے غالبا یہودیوں نے مراد لی ہو گی "**شیئا عظیما منکرا**" مگر اس سے یہ بات کہ انہوں نے حضرت مریم کی نسبت ناجائز مولود ہونے کی تہمت کی تھی لازم نہیں آتی بلکہ قرینہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اس کے جواب میں اس تہمت سے بری ہونے کا کوئی لفظ بھی نہیں کہا صفحہ ۳۷ (بیشک کہا دیکھو ہماری پہلی تقریر) اس جواب میں بھی سید صاحب حسب عادت قدیمہ مطلب سے تجاہل عارفانہ کر گئے ہیں۔ فری کے معنے کرنے میں وقت کھو دیا حالانکہ ان نالائقوں کے صریح الفاظ تھے کہ اے مریم تیرا باپ زانی نہ تھا تیری ماں زانیہ بدکار نہ تھی تو ایسا لڑکا (بقول سید صاحب) اوپرا کہاں سے لے آئی؟ کیا اس قدر مغلظ الفاظ کسی نے اپنی یا بیگانی لڑکی کی نسبت کہے ہیں یا کہتے سنا۔ یہودیوں کے ان الفاظ کے کہنے کی وجہ سر سید یوں بیان کرتے ہیں

> جب انہوں (حضرت مسیح) نے بیت المقدس میں یہودی عالموں سے گفتگو کی اس بات پر یہودی عالم ناراض ہوئے اور انہوں نے آکر حضرت مریم سے کہا کہ تیرے ماں باپ تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب یعنی بدمذہب لڑکا جنا ہے؟ حضرت مریم نے خود اس کا جواب نہیں دیا اور حضرت عیسیٰ کو اٹھا لائیں (گود میں یا کندھوں پر) اس وقت انہوں نے فرمایا
>
> کہ **انی عبداللہ آتانی الکتاب وجعلنی بنیا۔ ص ۳۶ (مریم)**

افسوس سید صاحب یہ مسئلہ ملادوپیازے کی میت[2] کی طرح کبھی سیدھا نہ ہو گا جبتک کہ آپ صریح الفاظ کو نہ لیں گے۔ اور انکے متبادر ترجمہ کو تسلیم نہ کریں گے جو واقعی قابل تسلیم ہیں۔ دیکھئے تو آپ نے کہاں تک ملادوپیازے کے پاؤں دبائے مگر سر اونچا ہو گیا۔ آپ کے بیان بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کی بدزبانی پہلے سن کر حضرت مریم مسیح کو اٹھا لائیں مگر قرآن کریم کے بیان سے ظاہر ہے کہ مریم کا بچہ کو اٹھا کر لانا پہلے ہے اور یہودیوں کی بدزبانی پیچھے۔ دیکھو تو کیا وضاحت سے ارشاد ہے

فاتت بہ قومھا تحملہ قالوا یامریم لقد جئت شیئا فریا (مریم)

---

[1] یہودیوں نے مریم پر بہتان لگایا۔ [2] مشہور ہے کہ ملا مذکور نے بادشاہ سے کہا تھا کہ میں مرا ہوا بھی آپ کو ہنساؤں گا۔ مرتے ہوئے ٹانگیں کسی اونچے طاق پر رکھوا دیں جب مرا تو ٹانگیں سخت ہو گئیں۔ مرنے کا حال سن کر بادشاہ بھی آیا جب اس کی ٹانگیں نیچے دبائیں تو سر اونچا ہو گیا اور سر دبایا تو ٹانگیں اوپر چڑھ گئیں بادشاہ یہ سن کر ہنس دیا۔ ملا صاحب کا وعدہ وفا ہوا۔

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ

ماننے والے ہو- میں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی ہے تصدیق کرتا ہوں اس لئے بھی آیا ہوں

کسی کی ماننے والے ہو- اور اگر تم یہ سمجھ کر مخالفت کرو کہ میں تمہاری کتاب کا منکر ہوں تو یہ بھی تمہاری غلطی ہے- میں توریت کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی ہے تصدیق کرتا ہوں- البتہ میں اس لئے بھی آیا ہوں کہ بعض چیزیں

کہ پس اس (مسیح) کو اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائی وہ بولے کہ اے مریم تو تو عجیب چیز لائی ہے-
سید صاحب ان باتوں سے بجز اس کے کہ علماء میں ہنسی ہو کیا فائدہ آپ اپنا عندیہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اس کھینچ تان سے آپ کا مطلب کیا ہے- کیا تاریخ ہند میں اپنا نام چھوڑنا چاہتے ہیں کیا

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

پرکار بند ہیں- آخر ہے تو کیا سبب ہے؟ جو آپ نے قرآن (ہاں اپنے نانا کے قرآن) کے نسخ پر کمر باندھ رکھی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا (بے ادبی معاف) ہفوات ہوں گے کہ جہاں آپ کو کچھ نہیں سوجھتا وہاں خواب میں چلے جاتے ہیں- چنانچہ حضرت مریم کی فرشتے سے گفتگو کہ جو آپ کے مذہب کے خلاف تھی (کیونکہ فرشتوں سے آپ کو رنج ہے) خواب کا واقع بتلانا اور اس کی نسبت یوں ارشاد فرمانا کہ سورہ مریم میں حضرت مریم علیہا السلام کی رویا (خواب) کا واقع بیان ہے کہ انہوں نے انسان کی صورت دیکھی جس نے کہا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو بیٹا دوں صفحہ ۳۵ بتلادیں تو خواب کس لفظ کا ترجمہ ہے- اسی برتے پر آپ علماء کو یہودیوں کے مقلد شہوت پرست کوڑ مغز ملا وغیرہ وغیرہ کے الفاظ بخشا کرتے ہیں

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں

بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں- آپ ہی بتلادیں کہ اگر کسی روایت صحیح کے اعتبار پر بات کہنے سے یہودیوں کا مقلد بنتا ہے تو بغیر ثبوت بات کہنے پر کس کا- خیر اس کا فیصلہ تو ہم آپ کے جد امجد (فداہ ابی وامی) کے روبروہی کرائیں گے- اب ہم اس مسئلہ (ولادت مسیح) کے متعلق بیرونی شہادتیں دریافت کرتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہود و نصاریٰ اور مسلمان سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح بے باپ ہیں- عیسائیوں اور مسلمانوں کی نسبت تو آپ یہی تسلیم کرتے کہ عیسائی اور مسلمان دونوں خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صرف خدا کے حکم سے عام انسانی پیدائش کے برخلاف بغیر باپ پیدا ہوئے تھے- ص ۲۲ جلد ۲-
رہے یہودی سوان کی بابت قرآن سے ثابت ہے کہ وہ مسیح کی ولادت کو کیسے مغلظ الفاظ سے بیان کرتے تھے- پس مسیح کے حالات دیکھنے والے یہود و نصاریٰ دونوں قومیں جو اس کے حالات کو تحقیق کرنے میں ہم سے زیادہ مصروف تھے (گو اغراض ان کے مختلف ہوں (یہود بوجہ عداوت اور نصاریٰ بوجہ عقیدت) پس ان دونوں کا اس امر پر اتفاق ہونا کہ مسیح کا باپ نہیں قابل غور نہیں؟ پھر اس اتفاق کی تائید ان کی کتابوں سے بھی ہوتی ہے- انجیل متی میں صاف بیان ہے

> "اب یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی ان کے اکٹھا آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی- تب اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور نہ چاہا کہ اسے تشہیر کرے ارلوہ کیا کہ اسے چپکے سے چھوڑ دے- سو ان باتوں کی سوچ ہی میں تھا کہ دیکھو خداوند کے فرشتہ نے اس پر خواب میں ظاہر ہو کر کہا "اے یوسف ابن داؤد اپنی جورو مریم کو اپنے یہاں لانے سے مت ڈر کیونکہ جو اس کے رحم میں ہے روح القدس ہے" (انجیل متی باب اول درس ۱۸)

انجیل لوقا میں یوں مذکور ہے

> "اور چھٹے مہینے جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے جلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا بھیجا گیا ایک کنواری کے پاس جسکی یوسف نامی ایک مرد سے جو داؤد کے گھرانے سے تھا منگنی ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا- اس فرشتے نے اس

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام ہیں تم کو حلال بتلاؤں اور تمہارے خدا کی طرف سے نشان لایا ہوں پس تم اللہ سے ڈرو

جو تم پر حرام ہیں خدا کی طرف سے تم کو حلال بتلاؤں اور یہ میرا کسی چیز کو حلال حرام کہنا بے دلیل نہیں بلکہ میں خدا کی طرف سے رسول ہوں اور تمہارے اور اپنے خدا کی طرف سے اس دعوے پر نشان لایا ہوں پس تم اللہ اکیلے سے ڈرو اور

کے پاس اندر آ کے کہا کہ اے پسندہ سلام- خداوند تیرے ساتھ - تو عورتوں میں مبارک ہے- پر وہ اسے دیکھ کر اس کی بات سے گھبرائی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے؟ تب فرشتے نے اس سے کہا کہ اے مریم مت ڈر کہ تو نے خدا کے حضور فضل پایا اور دیکھ تو حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام یسوع رکھے گی وہ بزرگ ہو گا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا (نیک بندہ) کہلائے گا اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا اور وہ سدا یعقوب کے گھرانے کی بادشاہت کریگا اور اس کی بادشاہیت آخر ہو گی- تب مریم نے فرشتے سے کہا یہ کیونکر ہو گا جس حال میں مرد کو نہیں جانتی- فرشتے نے جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر اترے گی اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھ پر ہو گا اس سبب سے وہ قدوس بھی جو پیدا ہو گا خدا کا بیٹا کہلائے گا" (انجیل لوقا باب اول درس ۲۶)

اس صاف اور سیدھے بیان انجیل کو بھی سید صاحب نے اندھوں کی کھیر کی طرح ٹیڑھا بنانا چاہا- آپ فرماتے ہیں

"کہ اس بات کو خود حواری حضرت عیسیٰ کے اور تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مریم کا خطبہ یوسف سے تھا- یہودیوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ شوہر اور زوجہ میں اقرار ہو جاتا تھا کہ اس قدر میعاد کے بعد شادی کریں گے- یہ معاہدے حقیقت میں عقد نکاح تھے زوجہ کا گھر میں لانا باقی رہ جاتا تھا- یہودیوں کے ہاں اس رسم کے ادا ہونے کے بعد مرد اور عورت باہم شوہر اور زوجہ ہو جاتے تھے- یہاں تک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت کرنے کے ان دونوں میں اولاد پیدا ہو تو وہ ناجائز اولاد تصور نہیں ہوتی تھی- شاید خلاف رسم معیوب گنی جاتی ہو گی اور دونوں کو ایک شرم اور خجالت کا باعث ہو گی" (خلاصہ صفحہ ۲۷)

جس سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

پس کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ یوسف فی الواقع حضرت مسیح کے باپ نہ تھے متی کی انجیل میں جو یہ لکھا ہے کہ یوسف نے جب دیکھا کہ حضرت مریم حاملہ ہیں تو ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا اگر یہ بیان (متی کا) تسلیم کیا جائے تو اس کا سبب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عام رسم کے برخلاف حاملہ ہونے سے یوسف کو رنج اور خجالت ہوئی ہو گی (ص ۴۸)

جناب سیادت مآب ایسی باتوں سے کیا فائدہ یوں تو ہم نے بھی ٹھیکہ نہیں لیا کہ آپ کو خاموش ہی کرا کے رہیں گے مگر آخر جہاں تک آپ کے جد امجد (فداہ روحی) کی محبت کا ہمیں جوش ہے آپ کی حق ادائی کریں گے گو کہ کسی استاد کا قول ہے

"ملا آں باشد کہ چپ نہ شود" صحیح ہے

بھلا حضرت سید صاحب کر مفرمائے بندہ اگر مریم کو خلاف رسم حمل تھا اور وہ حمل شرعاً درست اور بالکل بے گناہ تھا جیسا آپ بھی صفحہ ۲۷ میں تسلیم کر آئے ہیں تو یوسف اس پر اس قدر رنجیدہ کیوں ہوا؟ کہ اس بیچاری حاملہ کے چھوڑنے پر کمربستہ ہو گیا- آخر کو وہ اتنا تو جانتا ہی تھا کہ یہ کرتوت تو ساری میں نے ہی کی ہے اور بھلا بالفرض اگر اس کو خلاف رسم حمل ہونے سے شرم تھی تو فرشتے نے خواب میں آکر اس کی کیا تسلی کی کہ

"اے یوسف ابن داؤد اپنی جورو مریم کو یہاں لے آنے سے مت ڈر کیونکہ جو اس کے رحم میں ہے سو روح القدس سے ہے" (متی باب ۱ آیت ۲۰)

وَ اَطِيعُوْنِ ۞ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ

اور میری تابعداری کرو بیشک خدا میرا اور تمہارا پالنہار ہے پس اسی کی عبادت کرو

شریعت میں میری تابعداری کرو۔ چونکہ ان معجزات مذکورہ بالا سے کوتہ بینوں کو مسیح کی الوہیت کے شبہ ہونے کا احتمال تھا چنانچہ عیسائیوں کو ایسے واقعات سے ہی یہ خیال جم گیا ہے کہ مسیح بھی خدا ہے نیز منکرین معجزہ ایسی تعلیم کو شرک کہیں گے اس لئے مسیح نے اس بیان میں ایک تو یہ قید لگائی کہ سب کچھ اللہ کے ہی حکم سے ہے میری تو صرف یہ مثال ہے کہ جیسے کسی نابالغ شیر خوار بے شعور بچے کے ہاتھ میں چھری دیکر بڑا آدمی اپنے ہاتھ سے کسی کو مارے جیسا کہ مارنے والا بڑا آدمی ہے بچہ کا صرف بہانہ ہے اسی طرح میرے کام بھی سب خدا کے ہیں علاوہ اس کے مسیح نے اس شبہ کی بیخ کنی کرنے کو صاف لفظوں میں پکار دیا کہ بیشک خدا ہی میرا اور تمہارا پالنے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو نہ کہ میری

کیا اس سے وہ حمل خلاف رسم سے موافق رسم ہو جائے گا ایسے فرشتے کو یوسف خواب میں ہی جواب دے دیتا کہ حضرت جس خجالت کی وجہ سے میں اسے چھوڑتا ہوں وہ روح القدس سے حاملہ ہونے سے تو نہیں جا سکتی۔ میں تو اس لئے چھوڑتا ہوں کہ خلاف رسم حمل ہے۔ میری رسومات متعلقہ شادی ابھی باقی ہیں۔ میں روح القدس کو کیا کروں میں اس شرم کے مارے پانی پانی ہوا جاتا ہوں۔ آپ مجھے روح القدس کا گیت سنائے جاتے ہیں۔ افسوس سید صاحب نے جیسا حضرت مریم کے سوال انی یکون لی غلام کے جواب کذلک اللہ یخلق ما یشاء (مریم) میں غور نہیں کیا اسی طرح اس میں بھی تدبر سے کام نہیں لیا۔ اس امر پر بھی سید صاحب بحوالہ انجیل متی ولوقا مصر ہیں کہ مسیح کو ابن داؤد ابن ابراہیم کہا گیا ہے (صفحہ ۴۴) اور قرآن میں ابراہیمی ذریت سے ہونا ثابت ہوتا ہے (صفحہ ۲۵) نہیں معلوم ایسے صریح بیانات کے مقابلہ میں ایسے ضعیف الزام کیا نسبت رکھتے ہیں؟ سید صاحب اصول شاشی میں بھی تو لکھا ہوگا کہ عبارۃ النص اشارہ وغیرہ سے مقدم ہوتی ہے۔ فافہم جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ صریح بیان ہر طرح سے ایسی تاویلات سے مقدم ہوتا ہے پس جبکہ صریح انجیلی اور قرآنی دونوں اس پر (بشرطیکہ انصاف ہو) متفق ہیں کہ مسیح علیہ السلام بے باپ تھے تو ایسی تاویلات رکیکہ تو کوڑی سیر بکیں گی۔ حالانکہ قرآن کریم میں نواسے کو بھی بیٹا کہا گیا ہے جہاں مباہلہ کا حکم ہوتا ہے کہ تو ان سے کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں بلا کر مباہلہ کرتے ہیں جس پر آنحضرت نے اپنے نواسوں کو بلا کر مباہلہ کرنا چاہا تھا اور آپ کے والد ماجد سیدنا امام حسن علیہ السلام کو آپ کے جد امجد (فداہ روحی) نے اٹھا کر فرمایا تھا کہ میرے اس بیٹے کی طفیل خدا تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا (دیکھو صحیح بخاری) تو کیا امام حسن آنحضرت (صلعم) کے بیٹے تھے؟ نہیں بلکہ نواسہ کو بھی عام طور پر بیٹا کہا جاتا ہے پس حضرت مسیح کو داؤد یا ابن ابراہیم کہا گیا ہو تو مریم کی وجہ سے ہوگا۔ غالباً آپ بھی اس محاورہ کو صحیح جانتے ہیں جب ہی تو یہ عذر کرتے ہیں کہ یہودی شریعت میں عورت کی طرف سے نسب قائم نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہیں (صفحہ ۴۵) گو یہ بھی اسی صفحہ میں تسلیم کیا ہے کہ حضرت مریم حضرت زکریا کی بیوی الیشع کی رشتہ دار تھیں اور الیشع ہارون کی بیٹی تھیں مگر نہ یہ معلوم ہے کہ مریم اور الیشع میں کیا رشتہ تھا اور نہ یہ معلوم کہ ہارون کس کی اولاد تھے؟ (صفحہ ۲۵) حضرت ان باتوں سے بجز اس کے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہو کیا سکتا ہے جب ہمیں انہی اناجیل مروجہ سے صاف اور صریح الفاظ سے حضرت مسیح کا بے باپ ہونا اور عیسائیوں کا متفق علیہ اسی پر عقیدہ ہونا ثابت ہے تو پھر ایسے ویسے بعید از قیاس احتمالات کو کون سن سکے گا؟ ان کے رد کرنے کو صرف اسی قدر کافی ہے کہ یوسف داؤد کے گھرانے سے تھا (دیکھو انجیل لوقا باب اول درس ۲۷) جب یوسف داؤد کے گھرانے سے تھا تو غالباً مریم بھی اسی خاندان سے ہوگی۔ جب تک کہ کسی قوی دلیل سے ثابت نہ ہو کہ مریم خاندان داؤدی یا اسرائیل سے نہیں تھیں۔ اسی قدر کافی ہے۔

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۞ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىْٓ

یہی راہ سیدھی ہے پس جب مسیح نے ان سے انکار ہی پایا تو کہا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں

یہی راہ سیدھی نجات تک پہنچانے والی ہے- مگر یہودیوں نے مسیح کی ایک نہ سنی بلکہ اس کو جھٹلاتے ہی رہے پس جب مسیح نے ان سے انکار ہی پایا تو بغرض تمیز یگانوں اور بیگانوں کے و نیز واسطے اظہار عجز اور عبودیت اپنی کے کہا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں ؟

ہاں آپ کا اس فقرہ انجیلی پر کہ جیسا کہ گمان تھا "وہ مسیح یوسف کا بیٹا تھا" (لوقا باب ۳ درس ۲۳) نظر ڈالنا بھی حیرت بخش ہے جبکہ یہی لوقا صاف الفاظ میں مسیح کی ولادت بے باپ لکھتا ہے تو پھر ایسے محاورات سے کیا نتیجہ علاوہ اس کے ہو سکتا ہے کہ یہ بیان ان کا اس پر مبنی ہو کہ مسیح بعد ولادت اس کے گھر میں رہے ہوں گے جیسا کہ لے پالک بیٹے کو بیٹا کہہ دیا کرتے ہیں- افسوس ہے کہ سید صاحب اس مسئلہ میں اہل معانی کا قاعدہ بھی بھول گئے کہ موحد اگر انبت الربیع البقل کہے تو اس میں نسبت مجازی ہے

اسی مسئلہ (ولادت مسیح) پر سید صاحب کے حواری ان آیات سے بھی استدلال کیا کرتے ہیں

اولم یرالانسان انا خلقنه من نطفة (یسین)

فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق (طارق)

ان آیات میں انسان کی پیدائش کی ابتدا نطفہ سے بیان ہوئی ہے- مگر بعد غور دیکھیں تو یہ استدلال بھی ضعیف ہے اس لئے کہ ان میں قضیہ کلیہ نہیں بلکہ مہملہ ہے جس میں کل افراد پر حکم ضروری نہیں- جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ان آیتوں میں سب انسانوں کی پیدائش کا ذکر نہیں بلکہ اکثر کا- قرینہ اس کا یہ ہے کہ اس پیدائش کے بیان سے متصل ہے انسان کی ناشکری غرور تکبر گردن کشی کا بیان عموماً کور ہوتا ہے جو اکثر افراد انسان میں ہے کل میں نہیں- بالخصوص انبیاء اور مسیح (علیہم السلام) کو تو ان سے کوسوں دوری ہے پس ان آیتوں سے تمام افراد کی پیدائش کا نطفہ سے ثبوت دینا گویا کل انبیاء کی نسبت یا کم سے کم مسیح کی نسبت ان گناہوں کا گمان کرنا ہے جو ان آیتوں میں بیان ہیں- علاوہ اس کے اگر سب افراد پر بھی حکم ہو تو اس اجمالی بیان سے دوسری آیت مسیح کو نکال سکتی ہے جیسا کہ عام مخصوص البعض کا قاعدہ ہے مثلاً ایک آیت میں فرمایا کہ

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا (بقرہ)

جن عورتوں کے خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس روز ٹھہریں (پھر دوسرا خاوند کریں)

دوسری آیت میں فرمایا کہ

واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن

اور حمل والیوں کی مدت وضع حمل ہے-

خواہ بعد مرنے خاوند کے ایک گھڑی میں جنے خواہ نو مہینے کے بعد حالانکہ پہلی آیت کے مطابق اس کو چار مہینے دس روز کی عدت بیٹھ کر نکاح کی اجازت چاہئے تھی مگر ایسا نہیں کیونکہ دوسری آیت میں حاملہ کا خصوصیت سے ذکر آچکا ہے اس لئے پہلی آیت کی ذیل میں ہی اس کو لانا گویا دوسری آیت کا انکار کرنا ہے- اس قسم کی بیسوں مثالیں قرآن شریف میں بلکہ ہر ایک کتاب اور محاورہ میں ہوتی ہیں پس جیسا کہ ان دونوں آیتوں کے ماننے والے دونوں پر اس طرح عمل کرتے ہیں کہ پہلے عام حکم سے حاملہ کو نکال کر دوسری آیت کے ذیل میں لاتے ہیں تاکہ ایک ہی ذیل میں لانے سے دوسری سے انکار لازم نہ آئے اسی طرح آپ لوگوں کو جو سارے قرآن کو صحیح مانتے ہو ان آیتوں سے (در صورت تسلیم عموم) مسیح کی پیدائش کو خاص کرنا

---

۱) موسم بہار نے انگوریاں پیدا کیں

إِلَى اللهِ ۚ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللهِ ۖ آمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

حواری بولے ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں ہم اللہ کو مانتے ہیں پس تو گواہ رہ کہ ہم تابعدار ہیں

حواری جو اس وقت مسیح کے مخلص دوست تھے بولے ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ کے حکموں کو مانتے ہیں پس تو گواہ رہ کہ ہم خدا کے تابعدار ہیں۔ یہ کہہ کر خدا کی طرف جھک کر دعا کرنے لگے

ہوگا ورنہ ایک کے ماننے سے دوسری کا انکار لازم آئے گا سید صاحب اور ان کے حواریوں سے بڑھ کر ان لوگوں سے تعجب ہے جو مسیح کی ولادت بے باپ کے تو قائل ہیں اور اس امر کو بھی مانتے ہیں کہ سب مسلمان سلفاً وخلفاً اسی طرح بے باپ ہی مانتے چلے آئے ہیں مگر (بقول ان کے) قرآن سے بے باپ ہونا ثابت نہیں حضرت ثابت تو روز روشن کی طرح ہے "آفتاب آمد دلیل آفتاب" مگر یوں کہئے کہ غور نہیں یا انصاف نہیں۔ سر سید نے جیسا مسیح کے بن باپ ہونے سے انکار کیا ویسے ان کے کلام فی المھد (چھوٹی عمر میں بولنے) سے بھی منکر ہیں کیوں نہ ہو دونوں انکار ایک ہی باپ کے توام ہیں یعنی سپر نیچرل (خلاف عادت) کے استحالہ پر تفریع آپ سورہ مریم کی آیت میں غور کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ نے ایسی عمر میں جس میں حسب فطرت انسانی کوئی بچہ کلام نہیں کرتا کلام کیا تھا قرآن مجید کے یہ لفظ کیف نکلم من کان فی المھد صبیا (مریم) اس میں لفظ "کان" کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے سے ہم کیوں کلام کریں جو مہد میں تھا یعنی کم عمر لڑکا ہماری گفتگو کے لائق نہیں۔ یہ اسی طرح کا محاورہ ہے جیسے کہ ہمارے محاورہ میں ایک بڑا شخص ایک کم عمر لڑکے کی نسبت کہے کہ "ابھی ہونٹ پر سے تو اس کے دودھ بھی نہیں سوکھا کیا یہ ہم سے مباحثہ کے لائق ہے۔" (تفسیر جلد ۲ صفحہ ۳۷)

سید صاحب کے اس امر کی تو ہم داد دیتے ہیں اور واقعی ہے بھی قابل داد کہ باوجود بڑھاپے کے اپنے اصول نیچر کو نہیں بھولتے بلکہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو ان کی بات بھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر آخر وہی مثل صادق آجاتی ہے کہ "بکری کی ماں کب تک دعا مانگے گی" آپ سورہ مریم میں ناحق تفسیر (یا تحریف) کرنے چلے گئے اسی سورہ آل عمران میں جس کا حاشیہ لکھنے کو آپ بیٹھے ہیں غور فرمایا ہوتا تو کان یکون کی گردان سے مخلصی نصیب ہوتی دیکھئے تو کس وضاحت سے بیان ہے ویکلم الناس فی المھد و کھلا (آل عمران) اس آیت کا ترجمہ اور کسی کا کیا ہو تو آپ کاہے کو مانیں گے۔ آپ ہی کی تفسیر سے جو خود بدولت کے قلم سے نکلا ہوا پیش کرتا ہوں (مسیح) کلام کرے گا لوگوں سے گہوارہ

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

اے ہمارے خدا ہم تیری اتاری ہوئی (کتاب) کو مانتے ہیں اور رسول کے تابع ہیں پس تو ہم کو گواہی دینے والوں میں لکھ رکھ

اے خدا ہم تیری اتاری ہوئی (کتاب) کو مانتے ہیں اور تیرے رسول کے تابع ہیں۔ پس تو ہم کو اپنی توحید کی گواہی دینے والوں میں لکھ رکھ

میں اور بڑھاپے میں اسی کے انتظام کو آپ نے خطوط وحدانی ڈال کر بچپنا[1] بتلانے کو (یعنی بچپنے میں) لکھ دیا ہے دیکھو صفحہ ۱۲۱ اب بتلادیں کہ آپ کا کان یکون کہاں گیا حضرت سیادت ماب اسی وجہ سے تو نحویوں نے اس "کان" کو صلہ بتلایا ہے دیکھو شرح ملا جامی اور شرح الشرح

آپ اس امر کی بابت بھی بار بار سوال کرتے ہیں کہ "(مسیح کو) بن باپ کے پیدا کرنے میں حکمت الٰہی کیا ہو سکتی ہے"؟ (صفحہ ۲۳) آپ کے اس سوال سے مجھے بادشاہ اکبر کے دربار کا ایک واقعہ یاد آیا ایک دفعہ مجمع علماء میں کسی صاحب فضل سے دوسرے کسی صاحب کمال (آپ جیسے) نے سوال کیا کہ موسیٰ کیا صیغہ ہے وہ بے چارہ خاموش رہ کر دوسرے روز دربار میں حاضر نہ ہوا اکبر نے اسے بلا کر عدم حاضری کی وجہ دریافت کی تو بولا بندہ نواز آج تو اس نے موسیٰ کا صیغہ پوچھا ہے کل کو عیسیٰ کا پوچھے گا۔ سو اسی طرح آپ کے ان سوالات سے ہم ڈرتے ہیں کہ شاید آپ یہ بھی نہ دریافت کریں کہ خدا نے دونوں آنکھیں سامنے کیوں لگائیں ایک آگے ہوتی ایک پیچھے تاکہ دونوں طرف کی چیزیں دیکھنے سے بہ نسبت حال کے دگنا فائدہ ہوتا یا کہ میرا (سید صاحب کا) لخت جگر مسٹر سید حامد جوش جوانی میں کیوں مرا اور میں (سید صاحب) ارذل العمر تک اپنی تفسیر کا رد سننے کو کیوں جیتا[2] رکھا گیا؟ حضرت من خدا کے کام خدا ہی جانتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ ہاں جس قدر وہ بتلادے اسی قدر ہم بھی کہہ سکتے ہیں سچ ہے اور بالکل سچ ہے

لا یحیطون بشئی من علمہ الا بما شاء[3] (بقرہ)

پس جب ہم اس غرض سے کہ اس امر کے متعلق کہ خدا کی بتلائی ہوئی وجہ کیا ہے؟ کلام الٰہی میں غور کرتے ہیں تو اس قدر پتہ چلتا ہے کہ

ولنجعلہ آیۃ — کہ ہم اس (مسیح) کو نشانی بنادیں گے

اس کے مقابلہ میں آپ کا عذر کہ جب کہ خدا تعالیٰ اقسام حیوانات کو بغیر توالد تناسل کے عادتاً پیدا کرتا رہتا ہے اور حضرت آدم کو بے ماں و باپ کے پیدا کیا تھا تو حضرت عیسیٰ کے صرف باپ کے پیدا کرنے میں اس سے زیادہ قدرت کاملہ کا اظہار نہ تھا (صفحہ ۲۳ جلد ۲) تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہے۔ آپ نے یہ تو خیال نہ فرمایا کہ کس امر کی نشانی حضرت من اس امر کی نشانی کہ بعد جاری کرنے اس سلسلہ کائنات کے بھی خدا اس کے الٹ

[1] بہت بوڑھے بچوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔

[2] یہ مسودہ سید صاحب مرحوم کی زندگی کا لکھا ہوا ہے افسوس کہ آج اس کے مخاطب کو ہم نہیں پاتے اور بہ گمان خاتمہ نیک سید صاحب کے لئے دعا کرتے ہیں

اس میں شک نہیں کہ سید صاحب مرحوم نہایت حلیم سلیم آدمی تھے۔ ہماری جلد اول کو دیکھ کر جو انہوں نے خط لکھا تھا وہ ان کے حلم کا ثبوت ہے

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

جی نہیں چاہتا کہ ان کے انتقال کے بعد ان کی رد میں قلم اٹھائیں کیونکہ مردوں کے قبائح بیان کرنے سے حدیث میں منع آیا ہے لیکن اس لحاظ سے کہ مصنف گو بظاہر مرتے ہیں لیکن دراصل زندہ ہیں کچھ لکھنا پڑا

نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت — گرچہ بسا گذشت کہ نوشیرواں نماند

[3] خدا کے کاموں کو بندے اسی قدر جان سکتے ہیں جتنا وہ بتلادے۔

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِينَ ۞ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى

اور یہودیوں نے فریب کیے اور اللہ نے ان سے فریب کیا اللہ سب داؤ کرنے والوں سے اچھا ہے جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ

اور یہودیوں نے مسیح کی ایذا کیلئے طرح طرح کے فریب اور حیلے کئے اور خدا نے پہلے ہی سے اس کے بچانے کا انتظام کر رکھا ہوا تھا- آخر کار خدا ہی کی بات غالب رہی اس لئے کہ خدا سب مدبروں پر غالب ہے آخر یہودیوں کی شرارت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس کی ہلاکت کے درپے ہوئے مگر خدا اس کا ہمیشہ مددگار رہا اور موذیوں کی ایذا سے حفاظت کرتا رہا- یاد کرو جب خدا نے کہا اے عیسیٰ

کرنے پر قادر ہے پس اگر اقسام حیوانات بغیر توالد و تناسل کے پیدا ہوتے ہیں تو ان کیلئے وہی سلسلہ پیدائش مقرر کر رکھا ہے اور حضرت آدم کی پیدائش بھی ابتداء سلسلہ میں تھی اس لئے وہ بھی خرق عادت نہیں ہو سکتی اس پر آپ کا یہ شبہ کہ اگر خیال کیا جائے کہ صرف ماں سے پیدا کرنا دوسرے طور پر اظہار قدرت کاملہ تھا تو بھی صحیح نہیں ہوتا اس لئے کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے ایک امر بین اور ایسا ظاہر ہونا چاہیے کہ جس میں کسی کو شبہ نہ رہے- بن باپ کے مولود کا پیدا ہونا ایک ایسا مخفی امر ہے جس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے کیا گیا ہے (جلد ۲ صفحہ ۲۳) بالکل اس کے مشابہ ہے جیسا کہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ سید صاحب کو نہ تو کوئی شبہ ہے اور نہ ہی وہ اپنے مذہب کو قابل پذیرائی جانتے ہیں بلکہ انہوں نے خواہ مخواہ ایک تماشہ دیکھنے کو یہ نیا مذہب بنا رکھا ہے اس لئے کہ شبہ ہو تو کسی ایسے امر میں جو کسی محاورہ زبان سے رفع ہو سکے نہ ایسے شبہات جو رفع ہوتے ہوتے قرآن کو بھی مرفوع کر جائیں- پس جیسا کہ آپ کی دیانتداری اور قومی جوش اور ہائی ایجوکیشن کے نعرے سننے والے اس امر کو جانتے ہیں کہ آپ نے اسلام میں کھیل کے لئے تجدید مذہب نہیں کیا بلکہ دراصل آپ کی تحقیق ہی یہی ہے ایسا ہی مریم صدیقہ کے حالات دیکھنے والے اور اس کی عفت کو جاننے والے اس قدر جانتے تھے کہ نہ تو مریم کا خاوند ہے اور نہ وہ فاحشہ ہے پس ایسی لڑکی عفیفہ کو جو بچہ پیدا ہوا ہو تو ضرور ہے کہ بے باپ کے ہی ہو گا- یہی وجہ ہے کہ بداندیشوں کو بجز اس کے کچھ نہ سوجھی کہ مریم کو تہمت سے ملوث کیا جو بعد دیکھنے کمالات مسیحیہ کے ان کا شبہ جاتا رہا- اصل یہ ہے کہ سید صاحب چونکہ سپر نیچرل (خلاف عادت) محال سمجھتے ہیں اس لئے جہاں کہیں کوئی باپ سپر نیچرل ہو اس کی تاویل میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیتے ہیں- حالانکہ خود ہی فرماتے ہیں کہ

> "یہ بات سچ ہے کہ تمام قوانین قدرت ہم کو معلوم نہیں ہیں اور جو معلوم ہیں وہ نہایت قلیل ہیں اور ان کا علم پورا نہیں بلکہ ناقص ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب کوئی عجیب واقع ہو اور اس کے وقوع کا کافی ثبوت بھی موجود ہو اور اس کا وقوع معلومہ قانون قدرت کے مطابق بھی نہ ہو سکتا ہو اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ بغیر دھوکہ و فریب کے فی الواقع واقع ہوا ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلاشبہ اس کے وقوع کے لئے کوئی قانون قدرت ہے- مگر ہم کو اس کا علم نہیں" صفحہ ۳۴ جلد ۲ ثبوت کے لیے آیات قرآنی بشرط انصاف ملاحظہ ہوں

زمانہ حال کے منکرین سپر نیچرل کے لئے ایک واقع کا بیان شاید دلچسپی سے خالی نہ ہو گا- پیسہ اخبار لاہور- ۲۸ نومبر ۱۸۹۶ء میں بعنوان مرغا سے مرغی یہ خبر لکھی تھی کہ موضع آساپور ضلع دربھنگہ میں ایک شخص گوہر خان کے یہاں عرصہ سے ایک مرغی تھی چند دفعہ انڈے دیئے اور بچے نکالے- ایک دفعہ اس کے سر پر تاج مرغ جسے سندھی میں مور کہتے ہیں بڑھنا شروع ہوا اور معمول سے زیادہ تجاوز کر گیا تب اس نے بانگ مثل مرغوں کے دینا شروع کیا اب مرغیوں سے جفت کرتی ہے- مختصر یہ کہ مرغی سے مرغا بن گیا (راقم خریدار نمبر ۱۲۸۷۲)

اس خبر کی تحقیق کو کہ کہیں بازاری گپ نہ ہو راقم نے خبر کا پتہ دفتر اخبار سے معلوم کر کے ان کو خط لکھا کہ معتبر آدمیوں کی تحریر جنہوں نے اس

واقع کو بچشم خود دیکھا ہو مع دستخط خاص میرے پاس بھجوادیں جس کے جواب میں صاحب مضمون کا خط پہنچا جو درج ذیل ہے۔

مولوی صاحب سرچشمہ فیض کرم مد افضالہ

وعلیکم السلام

آپ نے اس خبر کی جو میں نے ۲۸ نومبر کے پیسہ اخبار میں دی ہے تصدیق فرمائی ہے۔ میں اس جگہ کلکتہ میں ہوں اور اس امر کے جائے وقوع یعنی اپنے مکان شہر دربھنگہ سے تین سو میل کے بعد پر ہوں ایسی حالت میں مجھ سے فوراً انجام ہونا آپ کے حکم کا محال ہے لیکن اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ کچھ دنوں بعد ضرور اس خبر کی تصدیق آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے پاس بھجواؤں گا

خادم محمد جلیل نمبر ۷ لکلور اسٹریٹ کلکتہ ۶

اس کے بعد راقم خبر کی کوشش سے اس کے دیکھنے والوں کا دستخطی خط پہنچا

مخدوم مکرم جناب مد ظلہ العالی

السلام علیکم وعلی من لدیکم

الحمد للہ مزاج مبارک میں بمقام جالہ ضلع دربھنگہ مدرس مدرسہ تاج المدارس ہوں۔ اتفاقاً بماہ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ مدرسہ سے رخصت لے کر بمقام آساپور ضلع دربھنگہ پہنچا۔ قبل پہنچنے کے اثنائے راہ میں سنا کہ بھائی گوہر خان کی ایک مرغی مرغ ہوگئی ہے کچھ خیال نہ کیا افواہ لغو سمجھا جب بھائی موصوف کے مکان پر پہنچا قدرت صانع نمود اپنی آنکھوں سے دیکھا ایک پرندہ ہیئت بجنسہ مرغی کی ہے اور طرق جس کی ہندی مور ہے ایک گرہ دیکھا اور بانگ دینا جو خاصہ مرغ کا ہے اس سے بارہا سنا اور جفتی کرتے ہوئے دیکھا۔ جناباً یہ وہ مرغی ہے جس نے تین بار بچے دیئے اور اس کے بچے ہوئے گرچہ یقین کامل اس کے دیکھتے ہو جاتا ہے کہ یہ مرغی ہے اور مرغ بھی ہے تاہم بیسیوں تاویل اور توجیہ احقر نے کیں لیکن اس کے دلایل ایسے قوی ہیں کہ محالہ کہنا پڑتا ہے کہ امر واقعی ہے اور توجیہات اور تاویلات سے مقصود تھا کہ کہیں دھوکا نہ ہوگیا ہو مثلاً اسی صورت کا مرغ رہا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ سرمو اس میں کلام نہیں حسب الطلب مالک مرغی و چند اشخاص نمازی عادل کے دستخط بقلم ان کے پشت پر ثبت ہے روانہ خدمت عالی کرتا ہوں والسلام

فقیر محمد اسحاق مدرس

مدرسہ تاج المدارس تاریخ ۲۲۔ رجب ۱۳۱۴ھ

"مرغی مرغا ہوگیا" العبد محمد رمضان خان بقلم گلزار خان العبد ظہور خان

گوہر خان (مالک مرغی) بقلم امید علی خان پسر گوہر خان

کئی ایک دستخط گجراتی یا کسی دوسری اجنبی زبان میں ہیں جو یہاں کسی سے پڑھے نہیں گئے۔ خط آج تک ہمارے پاس ہے۔ اس قسم کے اور کئی واقعات اخباروں میں دیکھنے میں آتے ہیں مگر چونکہ ان کی تحقیق ہم سے نہیں ہوتی اس لئے وہ نہیں لکھتے۔ بالآخر ہم سید صاحب کی ہی تحریرات سے اپنی رائے کی تائید نقل کر کے حاشیہ کو ختم کرتے ہیں۔

"اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ پہلی ہی صدی میں حضرت مسیح علیہ السلام کے باپ میں اختلاف شروع ہوا اور یہ اختلاف ہونا ضروری تھا۔ پیدائش اور بناوٹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایسی تھی کہ وہ خود اس اختلاف کا ہونا چاہتے تھے جو شخص ان کی ظاہری صورت کو دیکھتا تھا وہ یقین جانتا تھا کہ وہ انسان ابن مریم ہیں اور جب یہ خیال کرتا کہ وہ کسی ظاہری سبب سے پیدا نہیں ہوئے تو یقین کرتا تھا کہ وہ روح ہیں اور یہ ظاہری انسانی صورت صرف اس سبب سے حاصل ہوئی

ہے کہ جبرائیل فرشتہ خدا کا انسان کی صورت میں خدا کا پیغام مریم کے پاس لے کر آ گیا۔ اگر وہ کسی اور صورت میں لے کر آتا تو بلاشبہ حضرت عیسیٰ اسی صورت میں پیدا ہوتے اور جب کوئی شخص ان کے اس مقتدرانہ معجزہ کو دیکھتا تھا کہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں جو خدا کا کام ہے تو ان کو خدا اور خدا کا حقیقی بیٹا کہتا تھا۔ پس جس شخص نے ان کی ظاہری صورت پر نظر کی اس نے ان کو نرا انسان جانا اور جس نے انسانی صورت بننے کی وجہ پر خیال کیا اس نے ان کو صرف روح جانا اور جس نے ان کے معجزہ پر نظر کی اس نے اللہ اور ابن اللہ جانا اور جس نے سب پر نظر کی اس نے رسول اور کلمتہ اللہ اور روح اللہ مانا اور ان سب چیزوں کو خدائے واحد سے جانا اور پھر سب کو ایک مانا" (تصانیف احمدیہ جلد دوم صفحہ ۴)

"اس درس میں جو یہ لکھا ہے کہ (اس سے پہلے کہ ہم بستر ہو) اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بعد اس کے حضرت مریم یوسف سے ہم بستر ہوئی ہوں کیونکہ منگنی کے بعد حضرت مریم کا بیاہ ہونا پایا نہیں جاتا بلکہ تقدیس اور اس بزرگی کے جو اللہ تعالیٰ نے اس اعجازی حمل سے حضرت مریم کو مرحمت فرمائی تھی۔ یوسف نے حضرت مریم کا ادب کیا اور بیاہ سے باز رہا۔ چنانچہ بعض علماء مسیحی نے اس درس میں سے اس فقرہ کو کہ (قبل اس سے کہ ہم بستر ہوں) بعض نسخوں میں سے قصداً نکال ڈالا تھا تاکہ حضرت مریم کی ہمیشہ کی دوشیزگی پر کچھ شبہ نہ رہے" (تصانیف احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۳۸)

"جب یہ واقعہ یوسف کو معلوم ہوا تو وہ نہایت متعجب ہوا کیونکہ حضرت مریم کا حمل ایسے عجوبہ طریقہ سے ہوا تھا کہ انسان کی سمجھ سے باہر تھا مگر یوسف نے اپنی نیکی اور بردباری اور سرتاپا خوبی سے اس کا مشہور کرنا نہ چاہا کیونکہ اگر یہ بات اس طرح پر ہوتی جس طرح کہ یوسف کے دل میں وہم ہوا تھا تو یہودی شریعت کے بموجب حضرت مریم کو سنگسار کرنے کی سزا دی جاتی اس لئے یوسف نے چاہا کہ چپ چپاتے اس منگنی کو چھوڑ دے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی ستھرائی اور برگزیدگی ظاہر کرنے اور یوسف کے دل کا شک مٹانے کو اپنا فرشتہ خواب میں یوسف کے پاس بھیجا اور اس فرشتے نے کہا کہ تو مریم کو مت چھوڑ اور کچھ اندیشہ مت کر کیونکہ وہ روح قدس سے حاملہ ہے اس الہام سے یوسف کے دل کا شک مٹ گیا اور حضرت مریم کے تقدس کا اس کو یقین ہوا اور اس نے اس کو اپنے پاس رہنے دیا" (تصانیف احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۳۹)

"اس[1] درس میں وہ عبرانی لفظ جس کے معنی کنواری کے کئے ہیں (علمہ) ہے مگر یہودی اس پر تکرار کرتے ہیں اور وہ جوان عورت کے معنی بتاتے ہیں اور ترجمہ اِی کوئلا میں بھی جو ۱۲۹ء میں ہوا اور ترجمہ تھیوڈوشن میں بھی جو ۱۷۵ء میں ہوا اور ترجمہ سمیکس میں جو ۲۰۰ء میں ہوا اس کا ترجمہ جوان عورت کیا ہے اور بائیبل میں بھی بعض لوگوں نے صرف ایک جگہ جوان عورت کے معنے کئے ہیں مگر یہ تکرار یہودیوں کی درست نہیں ہے اصلی معنی اس لفظ کے "پوشیدہ" کے ہیں اور جو کہ یہودی اپنی کنواری لڑکیوں کو لوگوں سے چھپاتے تھے اس لئے یہ لفظ کنواری لڑکی کے معنی میں بولا جاتا تھا۔ چنانچہ کتب عہد عتیق میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے اور اس کے معنی کنواری کے ہیں۔ لیکن اگر کہیں ایسا قرینہ ہو کہ اس کے سبب جوان عورت سمجھی جاوے تو اصلی استعمال سے پھیر کر بطور مجاز جوان عورت کے معنے لیتے ہیں مگر اس درس میں کوئی ایسا قرینہ نہیں بلکہ برخلاف اس کے قرینہ ہے کیونکہ اشعیاہ نبی نے معجزہ بتایا ہے اور وہ معجزہ جب ہی ہوتا ہے جب کنواری بیٹا جنے اس لئے اس جگہ بلاشبہ کنواری کے معنے ہیں نہ (میدکے) یعنی جوان عورت کے اور کچھ شبہ نہیں کہ ان پہلے تینوں مترجموں نے اس کے ترجمہ میں غلطی کی چنانچہ سپٹو ایجنٹ مین جس کو بہتر علماء یہود نے مل کر ترجمہ کیا اس لفظ کا اس مقام پر کنواری ترجمہ کیا ہے" (تصنیف احمدیہ جلد دوم صفحہ ۴)

[1] انجیل متی ا باب ۲۳ درس کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت مسیح کو کنواری سے پیدا ہوا لکھا ہے۔

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ

میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور ان کافروں سے پاک کرنے والا اور تیرے تابعداروں کو منکروں پر

فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں

تو ان موذیوں کی ایذا سے بے فکر رہ تیری جان تک نہیں پہنچ سکیں گے- بیشک میں ہی تجھے فوت[ل] کرنے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور ان کافروں کی بدزبانی سے بذریعہ قرآن کے پاک کرنے والا اور تیرے تابعداروں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں

غرض کہ ایک ایسا زمانہ آگیا تھا کہ روحانی تقدس کسی میں نہیں رہا تھا اس لئے ضروری تھا کہ ایسا شخص پیدا ہو تا جو روحانی تقدس اور روحانی روشنی لوگوں کو سکھادے- پھر وہ کوئی نہیں ہو سکتا تھا مگر وہ جو صرف روح سے پیدا ہوا ہو نہ کسی ظاہری سبب سے چنانچہ اس روحانی روشنی کے چمکانے کو حضرت مسیح علیہ السلام صرف روح خدا سے پیدا ہوئے (تصانیف احمدیہ جلد دوم صفحہ ۲)

پس اب ہم سید صاحب کے بیانات کے بعد اہل مذاق کے انصاف پر بھروسہ کر کے حاشیہ کو ختم کرتے ہیں-

ل (انی متوفیك) اس آیت میں اللہ تعالیٰ اسی بزرگ (مسیح علیہ السلام) کے متعلق (جس کی تمام زندگی کے حالات کے علاوہ مرنے جینے میں بھی لوگ مختلف ہیں) اس کی وفات کا ذکر فرماتا ہے- اس آیت کے معنی میں علماء کا قریب قریب اتفاق ہے کہ یہاں موت مراد نہیں بلکہ دنیا سے اٹھانا مراد ہے مگر ہم نے سید احمد صاحب کی خاطر جو اس مسئلہ (وفات مسیح) کے موجد ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لحاظ سے (جو سید صاحب کے اس مسئلہ اور دیگر استحالہ سپر نیچرل میں پیرو ہیں) اس آیت کے معنی میں انہی کا ترجمہ منظور کیا ہے اور متوفی کے معنی موت دینے والا لکھا ہے- مسئلہ ولادت مسیح میں تو سید صاحب ہی ہمارے مخاطب تھے اس مسئلہ (وفات مسیح) میں دونوں صاحبوں (سید صاحب و مرزا صاحب) سے جو (دراصل پیرو و پیرو ہیں) ہمارا روئے سخن ہے- اس بیان سے پہلے کہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کے متعلق کیا فیصلہ دیا ہے بیرونی شہادت بھی دیکھنی ضروری ہے

یہود و نصاری جو مسیح علیہ السلام کے حالات کو بچشم خود دیکھنے والے اور ایک دوسرے سے نسلاً بعد نسل سننے والے ہیں اس پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح سولی دیئے گئے گو ان کے اتفاق کے نتائج مختلف ہوں- یہود کا نتیجہ تو بموجب تعلیم توریت استثنا ۲۱ باب فتحیابی ہے اور عیسائیوں کا نتیجہ کفارہ گناہ ہے خیر اس کا یہاں ذکر نہیں ہماری غرض صرف یہ ہے کہ دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی[ب] ہی دیئے گئے-

پس ان دونوں گروہوں کے اتفاق سے یہ امر باآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضرت مسیح موت طبعی سے نہیں مرے- ورنہ ممکن نہ تھا کہ دونوں گروہوں سے ان کی موت مخفی رہتی کیونکہ یہود و نصاریٰ سے زائد اور نصاریٰ یہودیوں سے بڑھ کر ان کے حالات کے متلاشی تھے- یہودیوں کی تو غرض تھی کہ وہ کسی طرح مریں کہیں ملیں تو ان کو مزہ چکھائیں- عیسائیوں کو ان سے دلی محبت تھی اس لئے وہ ان کے حال کی تلاش میں سرگرم تھے چنانچہ اناجیل مروجہ سے اس بات کا پتہ باآسانی ملتا ہے کہ عیسائیوں کو مسیح کے حالات سے کس قدر انسیت تھی کہ معمولی مشاغل چلنا پھرنا ان کا بھی بھی قلم بند کر رکھا ہے- پھر اگر وہ موت طبعی سے مرتے تو ممکن نہیں کہ عیسائیوں کو اس کی خبر نہ ہوتی- پس سید صاحب کا فرمانا کہ

ب مسیح کے مصلوب و مقتول ہونے کو چونکہ قرآن شریف نے صاف لفظوں میں رد کر دیا ہے اس لئے اس خیال کو کوئی مسلمان بلحاظ اتفاق اہل کتاب صحیح نہیں کہہ سکتا-

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ
پھر میری ہی طرف تم کو آنا ہے پس جس جس چیز میں تم جھگڑتے ہو میں تم میں فیصلہ کروں گا پس کافروں کو
كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٥٦﴾
دنیا اور آخرت میں عذاب دوں گا اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا

پھر بعد مرنے کے میری ہی طرف تم کو آنا ہے- پس جس جس چیز میں تم جھگڑتے ہو تم میں فیصلہ کر دوں گا- مومنوں کو ثواب دوں گا اور کافروں کو عذاب- پس کافروں اور تیرے منکروں کو دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا-

"حضرت عیسیٰ تین چار گھنٹے کے بعد صلیب پر سے اتار لئے گئے تھے اور ہر طرح پر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ تھے- رات کو وہ لحد میں سے نکال لئے گئے اور وہ اپنے مخفی مریدوں کی حفاظت میں رہے- حواریوں نے ان کو دیکھا اور ملے اور پھر کسی وقت اپنی موت سے مر گئے- بلاشبہ ان کو یہودیوں کے خوف سے نہایت مخفی طور سے کسی نامعلوم مقام میں دفن کر دیا ہوگا- جواب تک نامعلوم ہے اور یہ مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے" صفحہ ۴۵

تارِ عنکبوت سے بھی ضعیف ہے- یہ کبھی ممکن نہیں کہ سچے نبی کے تابعدار جن کی[1] قرآن میں بھی تعریف آئی ہے ایسے صریح کذب کے مرتکب ہوں اور بے فائدہ اپنے نبی اور خدا پر جھوٹ باندھیں کہ وہ آسمان پر چلا گیا- حالانکہ نہ گیا ہو- علاوہ اس کے اگر مسیح حواریوں کو ملے اور اپنی موت سے مرے تو کیا اتنی دیر میں یہودیوں کو خبر نہ ہوئی کہ وہ اپنی ناکامیابی پر افسوس کر کے دوبارہ سعی بلیغ کر کے کامیابی حاصل کرتے پس سید صاحب کے احتمال کو نہ صرف واقعات ہی جھٹلاتے ہیں بلکہ روایت اور درایت دونوں اس کی تکذیب کرتی ہیں- حاصل یہ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا اس امر پر متفق ہونا کہ مسیح علیہ السلام موت طبعی سے فوت نہیں ہوئے ضرور قابل غور ہے- خصوصاً مرزا صاحب کے نزدیک تو یہ طریق استدلال بہت ہی صحیح ہے کیونکہ وہ اس طریق سے خود بھی مستدل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں- بائیسویں آیت (وفات مسیح پر) یہ ہے کہ

"فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون"

"یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کے واقعات پر نظر ڈالو تاکہ اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے- سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا تو وہی آجاتا ہے یا ایسی عبارت کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں- تو معلوم ہوا کہ اس امر متنازعہ فیہ کا ایک ہم شکل مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور ان کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے- دیکھو کتاب سلاطین وملوکی نبی اور انجیل جو انبیاء کا دوبارہ آسمان سے اترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرمایا ہے" (ازالہ صفحہ ۶۱۶)

مذکورہ بالا تقریر میں مرزا صاحب نے جو علمیت اور قابلیت کا اظہار کیا ہے- وہ تو اہل علم سے مخفی نہیں دعویٰ وفات مسیح ہے اور دلیل عدم رجوع کی کیا ہی تقریب تام ہے- لیکن بہ لحاظ اس کے کہ مرزا صاحب تو علم لدنی کے طالب علم ہیں علوم ظاہر یہ مناظرہ وغیرہ سے بے نصیب ہونا ان پر کوئی الزام عائد نہیں کر سکتا ہاں بہ طور معارضہ بالمثل ہم نے جو استدلال کیا ہے اس میں بفضلہٖ تعالیٰ تقریب تام ہے کیونکہ ہمارا دعویٰ عدم وفات بموت طبعی ہے (اور بقول مرزا صاحب) حسب الحکم آیت کریمہ جب ہم نے اہل کتاب سے وفات مسیح بموت طبعی کے متعلق سوال کیا تو دونوں گروہوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ نہیں- اب ہم آیات قرآنی میں غور کرتے ہیں- سورہ نساء میں کسی قدر تفصیل سے اس واقعہ کا بیان ہے- دونوں فریق یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح مصلوب و مقتول ہوا ہے- حالانکہ

[1] قبلۂ شریف میں بے شک عیسائیوں کے پہلے طبقہ کے لوگوں کی تعریف ہے مگر وہ موجود عیسائیوں کی طرح مسیح کو خدا نہ مانتے تھے

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے خدا ان کو ان کی نیکیوں کا پورا بدلہ دے گا اور خدا کو ظالم لوگ نہیں بھاتے

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ

یہ قصہ جو تجھ کو ہم سناتے ہیں نشانیاں اور حکیمانہ نصیحت ہے۔ بے شک مسیح کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے

اور جو تیری رسالت پر ایمان لائے اور عمل نیک بھی کیے خدا ان کو ان کی نیکیوں کا پورا بدلہ دے گا۔ اور خدا تعالیٰ کو ظالم لوگ نہیں بھاتے یہ قصہ جو تجھ کو سناتے ہیں خدا کی نشانیاں اور حکیمانہ نصیحت ہے جس سے تجھ کو اور تمام سننے والوں کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ مسیح اور اس کی ماں بلکہ اس کا سارا خاندان بھی مثل دیگر انسانوں کے خدا کے بندے اور مخلص بندے تھے ان میں کوئی اس قسم مزیت نہ تھی جس کے سبب سے وہ خدا یا خدا کا بیٹا بن سکیں۔ ہاں ایک بات جس سے نافہموں کو شبہ ہوتا ہے یہ ہے کہ مسیح بے باپ پیدا ہوا تھا۔ سو اس بات میں مسیح کی مثال اور مشابہت اللہ کے نزدیک بالکل آدم کی سی ہے

شانِ نزول

ان مثل عیسیٰ نصاریٰ جو نجران سے حضور اقدس کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ آپ تو مسیح کو گالیاں دیتے ہیں جو اس کو بندہ بتلاتے ہیں ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا (النساء)

نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ سولی دیا۔ لیکن وہ ان کے سامنے مشتبہ کیا گیا جو لوگ اس امر میں (کہ مسیح کو قتل و سولی نہیں ہوئی قرآن کے بیان سے) مخالف ہیں وہ اس واقعہ سے بے خبری میں ہیں۔ اس دعوے کی کوئی ان کے پاس دلیل نہیں۔ ہاں اٹکلوں اور خیالوں کے تابع ہیں۔ انہوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور خدا غالب ہے حکمت والا

اس آیت میں خدا نے کئی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اول تو صریح لفظوں میں اس امر کا رد کیا جو یہود و نصاریٰ مسیح کے مصلوب ہونے کا خیالی پلاؤ پکارہے تھے۔ دوئم اس واقعہ کی اصلیت پر اطلاع دی کہ اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ یہاں تک تو ہمارا اور ہمارے مخاطبوں کا اتفاق ہے۔ صرف اختلاف اس میں ہے کہ رفع کے کیا معنی ہیں۔ ہمارے مخاطب کہتے ہیں کہ رفع سے مراد رفع درجات ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر رفع سے مراد رفع درجات ہو تو یہودیوں کے قول کی مخالفت کیا ہوئی جو لفظ "بل" سے ہونی چاہئے تھی کیا یہودیوں نے اگر مسیح کو سولی دیا ہو تو رفع درجات نہیں ہو سکتا حالانکہ شہداء کی بابت عام طور پر قرآن بلندی مراتب کی خبر دیتا ہے۔

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون (البقرة)

اگر غور کیا جاوے تو ان معنے سے یہودیوں کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر مسیح کو واقعی انہوں نے صلیب دیا ہو تو کون نہیں جانتا کہ یہ صلیب مسیح کو صرف دینداری کی وجہ سے دی گئی ہوگی۔ جس سے ان کے درجات کی بلندی ہر طرح سے ظاہر و باہر ہے۔ پھر قرآن کریم نے اس قول کی کہ ہم نے مسیح کو سولی دے دیا (بقول آپ کے) یہ کہہ کر کہ ہم نے اس کے درجے بلند کر دیئے گویا ایک قسم کی تائید ہے اگر یہی معنے ہیں تو قرآن کا

اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ

اس کو مٹی سے بنایا پھر اس کو حکم دیا کہ (آدمی) ہو جا پس وہ ہو گیا سچی بات تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو ہرگز شک کرتے

مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

والوں میں سے مت ہوجیو پھر جو کوئی بعد آنے علم کے تجھ سے کج بحثی کرے تو

جیساکہ اس کو مٹی سے بنایا پھر اس کو حکم دیا کہ آدمی ہو جا پس وہ ہو گیا۔ اسی طرح مسیح کو مریم کے رحم میں خدا نے محض اپنے حکم سے پیدا کیا جیسا کہ آدم کو کیا تھا یہ سچی بات تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو اسی کو مانیو اور ہرگز اس میں شک کرنیوالوں میں سے مت ہوجیو بلکہ دل میں اس امر کا یقین رکھیو کہ مسیح خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے نہ کہ خدا یا اس کا بیٹا۔ پھر جو کوئی بعد آنے علم اور عقل کی بات کے تجھ سے کج بحثی کرے اور اسی پر اڑا رہے کہ مسیح خدا اور خدا کا بیٹا ہی ہے تو ایسے لوگوں کو جو کسی دلیل کو نہ جانیں کسی علمی بات کو نہ سمجھیں بغرض

"بدر ابدر بائید رسانید"

مطلب بالکل اس قصے کے مشابہ ہو جائیگا جو کسی بادشاہ اور اس کے زمانہ کے نیک دل لوگوں کا مشہور ہے۔

ایک بادشاہ سے جاہل صوفیوں نے کہا کہ آپ نے خواہ مخواہ فوج کے اخراجات اپنے ذمہ کیوں لے رکھے ہیں؟ بادشاہ نے جواب میں کہا کہ دشمن کے خوف کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہم دعا کرتے رہیں گے خدا فضل کرے گا۔ مجال نہیں کوئی دشمن غالب آجائے۔ چنانچہ شامت زدہ بادشاہ اس داؤ میں آگیا اور فوج کو یک لخت موقوف کر دیا۔ اتفاقاً دشمن نے فوج کشی کر کے جو مناسب تھا کیا۔ بادشاہ نے جب اپنی تباہ حالت دیکھی تو دعا گوؤں کو بلا کر یہ ماجرا سنایا کہ دشمن نے تمام ملک لے لیا۔ اگر آج فوج ہوتی تو ایسا کیوں ہوتا؟ دعا گوؤں نے بیک زبان کہا کہ دشمن نے تو ہمارا کچھ نہیں لیا بلکہ ہم نے ان کا دین و ایمان چھینا کیونکہ انہوں نے ہم پر ظلم کیا جس کی وجہ سے وہ بے ایمان ہوئے؟

سو اگر دونوں صاحبوں (سید صاحب و مرزا صاحب) کے معنی سنتے جائیں تو قرآن شریف کا بل بھی اسی صوفیل سوسائٹی کے بلکہ کی طرح ہو جائے گا کیونکہ آیت کریمہ کے معنی یہ ہوں گے کہ مثلاً کوئی کہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفار نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کا مرتبہ بلند کیا یا پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو مشرکین نے مکہ سے نہیں نکالا بلکہ خدا نے ان کی عزت افزائی کی تو ایسے محاورات سے کون نہیں سمجھتا کہ بجائے اس کے کہ فعل مذکور کی نفی ہو الٹا مع فوائد ثبوت ہو رہا ہے علاوہ اس کے آیت مذکور کے آگے **وکان اللہ عزیزا حکیما** (خدا غالب ہے حکمت والا ہے) بھی متصل ہے جو ان تراشیدہ معنوں سے بالکل بے محل ہے اس لئے کہ اس لفظ کا محل تو کسی تعجب کا رفع کرنا اور مشکل بات کا سہل بتلانا ہے اور کسی نیک آدمی خصوصاً انبیاء کی رفعت کون مشکل اور انہونی جانتا ہے جس کو اس آیت نے آسان بتلایا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر رفع کے معنی درجات کے لیں تو نہ صرف یہی کہ یہودیوں کی تکذیب کے بجائے تصدیق ثابت ہوتی ہے بلکہ ساتھ ہی آیت کے تمام الفاظ بھی درست اور چسپاں نہیں ہوتے پس جب تک یہ معنی نہ لیں کہ خدا نے مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور اس پر خیال گزرے کہ کیسا اٹھا لیا اتنے دشمنوں کے ہوتے ہوئے وہ کیونکر صحیح سالم بچ کر چلے گئے۔ تو اس کا جواب اس آیت میں خدا نے دیا کہ "ہم بڑے غالب اور حکمت والے ہیں جس کام کو کرنا چاہیں مجال نہیں کہ کوئی روک سکے ان معنی پر جو اعتراضات بے ہودہ کئے گئے ہیں ان سب کا جواب ہم آخر بحث کے دیں گے پس جب اس آیت میں رفع سے مراد رفع درجات نہیں ہو سکتا تو آیت زیر بحث (**انی متوفیك ورافعك**) میں بھی رفع سے مراد رفع درجات نہیں کیونکہ اس رفع میں جو وعدہ تھا اسی کو بل **رفعه الله** نے پورا کر دیا جیسا کہ مرزا صاحب کو بھی مباحثہ دہلی میں یہ مسلم ہے کہ **رفعه الله رافعك** کا ایفائے عہد ہے پس اس میں بھی وہی معنے ہوں گے جو رفعہ اللہ میں ہیں یعنی جسد عنصری زندہ اور اگر دوسرے حصہ آیت **وان من اهل الكتب** والے کو دیکھیں تو مطلب اور بھی عمدہ طور سے واضح ہو جاتا ہے۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ

کہدے کہ آؤ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنے بھائی بند اور تمہارے بھائی بند

نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۞ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ

بلائیں پھر عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں بیشک یہی بیان صحیح ہے

کہہ دے کہ آؤ ایک آخری فیصلہ بھی سنو ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اپنی بیٹیاں اور تمہاری بیٹیاں اپنے بھائی بند نزدیکی اور تمہارے بھائی بند نزدیکی بلائیں پھر عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں خدا خود فیصلہ دنیا میں ہی کر دے گا- جو فریق اسکے نزدیک جھوٹا ہو گا وہ دنیا میں ہی برباد اور مورد غضب ہو گا- بیشک تو اپنے دعوی توحید پر مضبوط رہ اس لئے کہ یہی بیان جو مسیح کی عبودیت کا ہم نے تجھ کو سنایا ہے

اس وضاحت کے لئے ہم اس آیت کا ترجمہ اپنا کیا ہوا نہیں بتلاتے بلکہ خود مرزا صاحب کے خلیفہ ارشد مولوی حکیم نور الدین صاحب کا جن کے علم وفضل پر کل مرزائی جماعت بلکہ خود مرزا صاحب کو بھی بڑا ناز ہے پیش کرتے ہیں

"اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا- ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ" (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب جلد ۲ صفحہ ۸۰)

ترجمہ مذکورہ صاف بتلا رہا ہے کہ مرزا صاحب کا مطلب غلط ہے کیونکہ حکیم صاحب نے تمام ضمیریں مسیح کی طرف ہی پھیری ہیں جو شخص قیامت میں گواہ ہو گا اس کے ساتھ اس کی موت سے پہلے اہل کتاب ایمان لاویں گے- اور اس میں تو شک نہیں کہ عیسائیوں پر قیامت کے دن حضرت مسیح ہی گواہ ہوں گے- پس مرزا صاحب ہی کی تحریر سے (کیونکہ حکیم صاحب بقول من تو شدم تو من شدی عین مرزا صاحب ہیں) ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے- ان معنوں پر مرزا صاحب نے کئی ایک لایعنی اعتراضات سے تمام کتابیں بھری ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ "متوفیک" کا لفظ جو پہلے ہے اس کا ترجمہ پیچھے کیوں ہوتا ہے؟ کہیں اس تاخیر کو فعل شیطانی کہا ہے کہیں تحریف یہود بتلایا- غرض بہت کچھ اس ترجمہ پر جوش مسیحائی ظاہر کیا ہے جو علاوہ اظہار مسیحیت کے لیاقت علمی کا بھی مظہر ہے-

حضرت من شرح ملا جامی' نور الانوار' حسامی' توضیح' تلویح' مختصر معانی' مطول وغیرہ کتب اصول ومعانی کو ملاحظہ فرمائیے کہ واؤ کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا اگر اس کی مثال قرآن سے چاہیں تو سنئے ایک شخص مالدار کا سال تمام یکم رمضان کے دن ظہر کے وقت پورا ہوا- اب بحکم آیت اقیموا الصلوة واتوا الزکوة (بقرہ) (بقول آپ کے) اس پر فرض ہے کہ پہلے نماز پڑھے اور پھر زکوة دے اور اگر پہلے زکوة دیگا تو شاید آپ کے نزدیک گنہ گار بھی ہو بلکہ زکوة اس کی ادا بھی نہ ہو گی کیا کوئی بھی اس میں آپ کے ساتھ ہے- دوسری آیت اقیموا الصلوة ولا تکونوا من المشرکین (روم) کے بموجب (بقول آپ کے) ضرور ہے کہ پہلے نماز ادا کرے اس کے بعد شرک چھوڑے اگر پہلے شرک چھوڑے گا تو شاید آپ خفا ہوں گے- تیسری آیت- خدا نے فرعون کے جادوگروں کے قول کو ایک جگہ یوں بیان فرمایا ہے کہ برب موسیٰ وھرون (شعراء) دوسری جگہ برب ھرون و موسیٰ (طه) فرمایا ہے جو پہلے کے الٹ ہے حالانکہ جادوگروں نے بعینہ ایک ہی طریق سے کہا ہو گا- سو اگر وہ طریق اول ہے تو دوسرے طریق میں کذب آئے گا- اور اگر دوسرا ہے تو پہلا جھوٹ ہو گا علاوہ اس کے کئی ایک مقام پر انبیاء سابقین کا لاحقین سے پیچھے ذکر کیا ہے چنانچہ "کذالك یوحی الیك والی الذین من قبلك الله" (شوری) پس جب واؤ کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا بلکہ محض جمعیت کے لئے ہے تو متوفی کے معنی رفع سے پیچھے کر لینے میں کون سی قباحت ہو گی بالخصوص جبکہ پہلی آیت سے ہم صعود بجسد عنصری ثابت کر آئے ہیں جس سے دونوں آیتوں کی تطبیق لفظی ومعنوی بخوبی ہو جاتی ہے- تقدم تاخر کی مزید تحقیق منظور ہو تو تفسیر اتقان ملاحظہ ہو جس میں چوالیس نوع خاص اسی مطالب

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

اور خدا کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور بیشک خدا ہی بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے پھر اگر منہ پھیریں تو خدا مفسدوں کو

بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا

خوب جانتا ہے تو کہدے اے کتاب والو ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان

صحیح ہے اور خدا کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور بیشک خدا ہی بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ پس اگر توحید خالص کے ماننے سے منہ پھیریں تو تو پرواہ نہ کر کیونکہ خدا مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ تو کہہ دے اے کتاب والو یہودیو اور عیسائیو اختراعی باتیں چھوڑ کر ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے میں مساوی ہے اور تینوں فریق کی کتابیں (قرآن

کے لئے مصنف نے مقرر کی ہے کہ بعض الفاظ مقدم ہوں لیکن ان کا ترجمہ مئوخر ہوتا ہے۔ چنانچہ انی متوفیك و رافعك (آل عمران) بھی انہی میں سے ایک ہے۔

اب ہماری تقریر کے مطابق اس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے عیسیٰ میں ہی تجھ سے یہ سب معاملہ قیامت تک کروں گا۔ رہا یہ کہ پہلے کون ہوگا اور پیچھے کون اس کا ذکر نہیں اس کو دوسری آیت نے حل کر دیا کہ رفع ہو چکا ہے توفی اب آئندہ ہوگی اگر یہ سوال ہو کہ بیشک پہلی آیت سے رفع جسد عنصری لینا ہی مناسب ہے اور کہ لفظ واؤ ترتیب کے لئے بھی نہیں ہوتا مگر آخر کلام خداوندی تو بڑا فصیح و بلیغ ہے اس کا کیا سبب ہے کہ متوفیك کو پہلے لائے ہیں آخر بلاوجہ تو نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بلاوجہ نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بتقاضائے بشریت اعداء سے ہر وقت خوف رہتا تھا ان کی تسلّی کے لئے اس لفظ کو پہلے کر دیا کہ اے عیسیٰ میں ہی تجھے موت طبعی سے ماروں گا۔ یہ نہ ہوگا کہ تیرے دشمن تجھے کچھ تکلیف پہنچا سکیں اور یہ روش قرآن کریم کی بلکہ کل فصحا کی عموماً ہے کہ کلام تسلی بخش کو پہلے لایا کرتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے عفی الله عنك پہلے لا کر لم اذنت لهم کو پیچھے فرمایا

تیسری آیت اس مسئلہ (وفات مسیح) پر سید صاحب نے یہ لکھی ہے

اذ قال الله یٰعیسیٰ بن مریمء انت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله قال سبحنك مایکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم مافی نفسك انك انت علام الغیوب (المائدة)

کہ جب اللہ تعالیٰ مسیح سے کہے گا کیا تو نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو مسیح کہے گا کہ تو پاک ہے شرک سے مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات منہ پر لاؤں جو میرا حق نہ ہو اگر میں نے کہی ہوگی تو تو جانتا ہے کیونکہ تو میرے اندر کی بات کو بھی جانتا ہے اور میں تیری بات مخفی نہیں جانتا۔ تو غیب دان ہے۔

ماقلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوالله ربی وربکم وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شئی شهید (المائدة)

میں نے تو ان سے کہا تھا کہ اکیلے خدا کی جو میرا اور تمہارا رب ہے عبادت کرو۔ اور میں خود جب تک ان میں تھا ان کا نگہبان رہا اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ اور ہر چیز تیرے سامنے ہے

؎ مرزا صاحب بھی یہ بات مانتے ہیں کہ یاعیسیٰ انی متوفیك یہ الہام حضرت عیسیٰ کو بطور تسلی ہوا تھا۔ جب یہود ان کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے (سراج منیر ص ۲۰)

وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا

یہ کہ ہم تم سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ کوئی ہم میں سے سوائے خدا کے کسی

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۞

دوسرے کو مربی سمجھے پس اگر منہ پھیریں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تابعدار ہیں

اور توریت) بھی اس کی تائید کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ ہم تم سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ کوئی ہم میں سے سوائے خدا کے کسی دوسرے کو مالک اور مربی سمجھے کہ اس کے خوف سے سچی بات کے اظہار سے بھی رکا رہے پس یہ امور ایسے ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے ہمارا تمہارا قصہ طے ہوتا ہے۔ پس اگر یہ لوگ خدا کو اور اس کے رسولوں کو مانتے ہوں گے تو اس فیصلے سے راضی ہوں گے اور اگر ضد میں آکر منہ پھیریں تو تم مسلمانوں کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم خدا کے تابعدار ہیں جس طرح خدا نے ہمیشہ سے توحید کی تعلیم دی ہے اسی طرح ہم مانتے ہیں۔ اپنی بات بنانے کے لئے دیکھو تو کیسے حیلے بہانے بناتے ہیں کہ انبیاء کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کو بھی اپنے خیالات کا پابند بتلاتے ہیں پس تو ان سے کہہ دے کہ

اس آیت کے ترجمہ میں خاندان[1] نیچریہ کا باہمی اختلاف ہے۔ سید صاحب تو اس کے معنے "جب اللہ کہے گا" کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب جب اللہ نے کہا کہتے ہیں اور مرزا صاحب کے خلیفہ راشد مولوی حکیم نور الدین صاحب سید صاحب سے متفق ہیں (دیکھو مقدمہ اہل کتاب صفحہ ۱۷۸) غرض مرزا صاحب ماضی اور سید صاحب و حکیم صاحب کے مضارع لیتے ہیں جس سے مطلب میں بھی کسی قدر فرق آجاتا ہے۔ مگر انصاف سے دیکھیں تو سید صاحب و حکیم صاحب کے معنی صحیح ہیں اس لئے کہ حضرت مسیح کے جواب میں خدا کی طرف سے جو جواب الجواب دیا جائیگا وہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ سوال و جواب بروز قیامت ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوگا۔ "کہ یہی دن ہے کہ سچوں کا سچ ان کو نفع دے گا" اور یہ ظاہر ہے ایسا دن کہ جس میں اعمال حسنہ کا حقیقی نفع ہو وہ دن قیامت کا ہے۔ خیر اس تصفیہ کے بعد ہم آیت کے مطلب کی طرف آتے ہیں کہ ہمارے مخاطب کہتے ہیں کہ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے کیونکہ وہ خود کہیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا میں جانتا ہوں اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

میں کہتا ہوں کہ ہاں بیشک جس وقت (یعنی بروز قیامت) حضرت مسیح یہ کلام کہیں گے اس وقت سے پہلے فوت ہو چکے ہوں گے۔ ہم بھی تو اس امر کے قائل ہیں کہ قرب قیامت دنیا میں تشریف لاکر بنی آدم کی طرح فوت ہوں گے۔ اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اس وقت بھی فوت شدہ ہیں۔ ہاں ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ سوال خداوندی کا مطلب تو یہ تھا کہ تو نے ان کو اپنی الوہیت کی طرف بلایا تھا جن کا جواب مسیح نے یہ دیا اور پھر اس پر بس نہیں کی بلکہ یہ بھی کہا کہ جب تک میں ان میں تھا ان کا نگران حال تھا اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی نگہبان تھا اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت مسیح کو عیسائیوں کے شرک کی کوئی خبر نہیں اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اب مسیح زندہ نہ ہوں کیونکہ اگر زندہ ہیں اور دنیا میں آویں گے (جیسا کہ مسلمانوں کا عام طور پر عقیدہ ہے) تو عیسائیوں کے کفر و شرک کی ان کو ضرور خبر ہوگی پھر اس سے انکار کیوں کریں گے

[1] جیسے سید صاحب لفظ نیچر کو استعمال کرتے ہیں مرزا صاحب بہ تبدیلی لفظ سنت اللہ بولتے ہیں اور دراصل دونوں ایک ہیں۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ

اے کتاب والو کیوں ابراہیم کے معاملہ میں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞

کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟

اے کتاب والو کیوں ابراہیم کے معاملہ میں جھگڑتے ہو کہ یہودی تھا یا نصرانی تھا- حالانکہ توریت انجیل جن سے یہودیت اور عیسائیت بالخصوص تمہارے خیالات کی ابتداء ہوئی ہے وہ تو اس کے بعد اترے ہیں-

شان نزول

(یا اهل الکتاب لم) یہود ونصاری کا دعوی تھا کہ ابراہیم ہمارے مذہب پر تھے مگر چونکہ یہ خیال غلط تھا اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام توحید میں تو سب کے استاد ہیں- لیکن جو دین یہود و نصاری کا تراشا ہوا تھا اس سے حضرت ابراہیم بالکل پاک صاف تھے- ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی-(معالم)

اس کا جواب یہ ہے کہ معترض نے کچھ تو دھو کا کھایا اور کچھ اپنی طرف سے حاشیہ لگایا- سوال خداوندی جس کا جواب مسیح کے ذمہ ہے صرف اتنا ہے کہ تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنالو جس کے جواب میں حضرت مسیح مع شے زائد جواب دیں گے کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے جو بات مجھے لائق نہیں میں نے وہ کیوں کہنی تھی ؟ اصل سوال کا جواب یہاں تک آگیا اب آگے اس کام پر صرف بیزاری کا اظہار کرنا ہے- مگر اس میں حضرت کو ان نالائقوں کی جنہوں نے جناب والا کی نسبت یہ افترا کیا ہوا تھا سفارش بھی کرنی ہے اس لئے دونوں مطلبوں کو حاصل کرنے کو اپنی بیزاری بھی ظاہر کی کہ جب تک میں ان میں تھا ان کا نگہبان تھا (جس سے کسی قدر استحقاق شفاعت ثابت ہوتا ہے) اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ہر ایک پر نگہبان ہے- جیسے وہ ہیں تو جانتا ہے اس سے آگے ان کی ضمنا سفارش بھی کی کہ

ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم (المائده)

اگر تو ان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں کوئی تجھے روک نہیں سکتا اور اگر تو انکو بخشے تو تو بڑا غالب ہے حکمت والا ہے کوئی نہیں جو تیری اس بخشش کو خلاف مصلحت سمجھے-

اب بتلائیے کہ اگر حضرت مسیح خود ہی ان کی اس نالائقی کا اقرار کر لیتے تو ان کی سفارش کیونکر کرتے حالانکہ ان کے شرک کرنے نہ کرنے سے سوال ہی نہ تھا بلکہ سوال صرف اس سے تھا کہ تو نے ان سے کہا تھا کہ مجھے خدا بنالو پس جبکہ سوال ہی اس سے نہیں اور اس کا اقرار ان کی سفارش میں خلل انداز بھی ہے تو مسیح کو کیا غرض ہے ؟ کہ وہ اس کا اقرار کریں کہ یہ مشرک تھے- ہاں کمال یہ ہے کہ انکار بھی نہیں کیا کس طرح کرتے جب کہ جان چکے ہوئے تھے کہ ان عیسائیوں نے بیشک میری نسبت کو یہ افترا کیا ہوا ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ مسیح کے اقرار عدم اقرار پر کوئی بات موقوف نہیں معاملہ خدا غیب دان سے ہے جس کو یہ بھی خبر ہے کہ انہوں نے شرک کیا اور یہ بھی خبر ہے کہ مسیح بھی اس کو جانتا ہے مگر مسیح کو کیا غرض پڑی کہ بلا سوال ایک ایسے جواب کی طرف متوجہ ہوں جس کا ان کو بھی ایک طرح سے امر مطلوب میں مضر ہونے کا اندیشہ ہو کہ وقت سفارش حکم ہو کہ اے مسیح خود ہی تو ان کے شرک کو مانتا ہے اور آپ ہی ان کے حق میں شفاعت کرتا ہے-

پس اس آیت سے بھی یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح علیہ السلام اس وقت مردہ اور فوت شدہ ہیں کسی طرح ٹھیک نہیں- پس حضرت مسیح کی وفات کا واقع بلحاظ کتب اسلامیہ اور نصرانیہ اسی طرح ہے کہ حضرت مسیح کی جب چاروں طرف سے دار و گیر شروع ہوئی تو ان کے شاگرد یہودا اسکریوطی نے ان کے پکڑوانے پر رشوت لے لی اور ایک مقام پر آسانی سے پکڑوانا چاہا تو خدا نے ان کو بحفاظت اٹھالیا اور ان کی شکل کا حلیہ دوسرے کسی شخص مخالف پر ڈال دیا- اسی بیان سے آیت شبه لهم اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ فبعث الله جبرئيل فادخله فى خوخة فى سقفها روزنة فرفعه الى السماء من تلك الروزنة فالقى الله عليه شبه عيسىٰ فقتلوه وصلبوه (تفسير معالم مختصرا)

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

دیکھو تو جس چیز کے متعلق تمہیں کسی قدر علم تھا اس میں تو تم نے جھگڑا کیا لیکن ایسے معاملات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں کچھ علم نہیں خدا بخوبی

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے- ابراہیم نہ تو یہودی تھا اور نہ عیسائی تھا بلکہ سیدھا فرمانبردار بندہ

پھر باوجود اس بعد بعید کے تم یہ دعوی کرتے ہو کہ کیا تم اس غلطی کو سمجھتے نہیں ہو- دیکھو تو جس چیز کے متعلق کسی قدر علم تمہیں تھا اس میں تو تم نے جھگڑا بھی کیا اور وہ جھگڑا کسی قدر مناسب بھی تھا- لیکن ایسے معاملات میں کیوں جھگڑتے ہو؟ جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں کیا تمہاری کتابوں میں ہے کہ ابراہیم یہودی تھا یا عیسائی خدا اس کے حال کو بخوبی جانتا ہے؟ اور تم نہیں جانتے خدا نے ہمیں بتلایا ہے کہ ابراہیم نہ تو یہودی تھا اور نہ عیسائی بلکہ سیدھا خدا کا فرمانبردار بندہ خالص توحید کا قابل اور مشرک بھی نہ تھا

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جو مسیح کو پکڑوانے کے لئے مکان کے اندر گیا تھا مسیح کی شکل ڈال دی اور مسیح کو مکان کی چھت کے روزن سے آسمان پر اٹھالیا- (دیکھو تفسیر معالم) اور اناجیل مروجہ منطبق ہو جاتی ہیں اور اگر غور کیا جائے تو درایۃً یہی بات ثابت ہوتی ہے کیونکہ بموجب بیان اناجیل مروجہ جن کو سید صاحب بھی معتبر جانتے ہیں (دیکھو تبیین الکلام) اور مرزا صاحب تو ان کی طرف رجوع لانا فرض بتلاتے ہیں (دیکھو ازالہ صفحہ ٦١٦) یہ بات ثابت ہے کہ جب اس شخص کو (جس پر مسیح کی شبیہ ڈالی گئی تھی) پھانسی دی گئی تو اس نے کچھ ایسی گھبراہٹ کی جو انبیاء تو کجا بلکہ عوام صلحا کی شان سے بھی بعید ہے- تکلیف کے وقت شور مچانا اور چلانا اور خدا کی[1] شکایت کرنا کون نہیں جانتا کہ صلاحیت سے کوسوں دور ہیں- اس قسم کی تکالیف میں ذرا صحابہ کرام کا حال بھی ملاحظہ کیجئے کیسے استقلال اور بردباری سے جان دے رہے ہیں؟ اور بجائے چون وچرا کرنے کے شکریہ کرتے ہیں- نمونہ کیلئے ذرا خبیب (رضی اللہ عنہ) کا حال ہی دیکھیے جن کا قصہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے کہ کس استقلال اور صبر سے جان دیتا ہے اور دشمنوں کے سامنے یہ اشعار پڑھتا ہے

فلست ابالي حين اقتل مسلما ... علي اى شق كان لله مصرعي

و ذلك في ذات الاله وان يشاء ... يبارك علي اوصال شلو ممزع

"جب میں مسلمانی میں قتل کیا جاؤں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر گردن گراؤں یہ میرا مرنا تو اللہ کی راہ میں ہے اگر وہ چاہیگا تو کٹے ہوئے جوڑوں میں بھی برکت دے دے گا-"

کیا حضرت مسیح اس صحابی سا بھی حوصلہ نہ رکھتے تھے- معاذ اللہ وہ اللہ کے مقرب رسول وجيها في الدنيا والاخرة ومن المقربين (آل عمران) صحابی کی کیا شان کہ مسیح کے گرد پا کو بھی پہنچے گو اپنے مرتبہ میں کیسا ہی بزرگ ہو وہ معصوم اور اولوالعزم پیغمبر وہ کلمۃ اللہ وہ روح اللہ پھر کیا وجہ کہ اس امتحان مقابلہ میں وہ فیل شدہ ہیں- اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ شخص پھانسی شدہ مسیح نہ تھا- مگر سر سید ہیں کہ کہیں تو مسیح کو سولی پر چڑھاتے ہیں- (دیکھو تفسیر احمدی صفحہ ٤٣ جلد ٢) اور جب ان کو ماصلبوہ دامن گیر ہوتا ہے تو یہ کہہ کر کہ "حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہ

[1] پھر اس مسیح نے دوبارہ جا کر دعا مانگی اور کہا کہ اے میرے باپ (یعنی خدا) اگر میرے پینے کے بغیر یہ پیالہ (موت) مجھ سے نہیں گزر سکتا تو تیری مرضی (انجیل متی باب ٢٦ درس ٤٢) "اور یسوع (مسیح) نے بڑے شور سے چلا کر جان دی (متی ٢٧ درس ٥٠)
"اور پون گھنٹہ یسوع بڑی آواز سے چلا کر بولا ایلی ایلی لما سبقتانی[2] جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ (مرقس باب ١٥)

[2] گو عربی قواعد کے لحاظ سے لم سبقتنی چاہیے تاہم انجیل میں ایسے ہی درج ہے۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا

اور مشرک بھی نہ تھا سب لوگوں میں ابراہیم سے قرب رکھنے والے وہی لوگ تھے جو (توحید میں) اس کے تابع ہوئے تھے

النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور یہ نبی اور جو ایمان لائے خدا سب ایمانداروں کا متولی ہے

غرض اس میں شک نہیں کہ سب لوگوں میں سے ابراہیم سے قرب روحانی رکھنے والے وہی لوگ تھے جو توحید میں اس کے تابع ہوئے تھے اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے تابعدار۔ پس انہیں کا آپس میں روحانی تعلق ہے اور خدا سب ایمانداروں کا متولی اور کارساز ہے خدا کی کارسازی کے ہوتے ہوئے کون ہے جو ضرر دے سکے کیا آج تک تمہارا کچھ بھی بگاڑ سکے ہیں؟

تھے بلکہ ان پر ایسی حالت طاری ہوگئی تھی کہ لوگوں نے ان کو مردہ سمجھا (صفحہ ۵۹۷) جان چھڑاتے ہیں اور ولكن شبه لهم کا ترجمہ "لیکن ان پر صلیب پر مار ڈالنے کی شبیہ کردی گئی" (صفحہ ۱۶۵ جلد ۲) کہہ کر آگے چل دیئے ہیں لیکن چلا کر جان دینے پر سب کچھ بھول جاتا ہے کیوں نہ ہو جان دینے کا موقع ایسا ہی ہے کہ سب کچھ بھول جائے۔

رہا اصل اعتراض کہ مسیح کی شکل دوسرے پر کس طرح ہوگئی؟ یہ تو سپر نیچرل (خلاف عادت) ہے جو سید صاحب کا قدیمی ٹوٹا پھوٹا ہتھیار ہے تو اس کا جواب یہی ہے کہ جس خدا نے حضرت موسیٰ کی لکڑی کی شکل بدل کر سانپ اور سانپ سے لکڑی بنادی وہ مسیح کی سی شکل دوسرے کو بھی بنا سکتا ہے۔ جو خدا مرغی انڈا دیتی کو مرغا انڈا دلانے والا بناتا ہے وہ ایک شکل کے دو آدمی یا ایک کی شکل دوسرے کو بھی دے سکتا ہے۔

گو ہماری معروضہ بالا تقریر سے کل مسئلہ حیات و ممات مسیح بالکل صاف ہے مگر بہ نظر استحسان مرزا صاحب کی پیش کردہ تیس آیات کا مفصل جواب بھی دیتے ہیں۔

مرزا صاحب نے حسب عادت شریفہ اس دعویٰ کو اس قدر بڑھایا ہے کہ رائی سے ہمالہ کی صورت دکھائی ہے چنانچہ کھینچ تان کر مجموعہ تیس آیات کا اس دعوے پر پیش کیا ہے مگر میرے خیال میں اگر ایسی آیات کو ہی جمع کرنا تھا تو چالیس پچاس بھی ہو سکتی تھیں۔ بہر حال جو کچھ مرزا صاحب سے ہو سکا وہ یہی مجموعہ تیس آیات ہے جو مندرجہ ذیل ہیں

مرزا صاحب کی تقریر حسب عادت طوالت سے بھری ہونے کی وجہ سے بہت سی جگہ چاہتی ہے اس لئے ہم ان کے مطلب کو خلاصہ کر کے لکھیں گے جو اصل سے بالکل مطابق ہوگا جس کو شبہ ہو وہ اصل سے مقابلہ کرے

(۱)۔ پہلی آیت۔ يا عيسىٰ انى متوفيك ورافعك الى ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيمة (آل عمران' ازالہ اوہام ص ۵۹۸)

اس آیت کا ترجمہ ہی کر کے چھوڑ دیا جو ہم نے کر دیا ہے جس پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔

(۲)۔ دوسری آیت۔ بل رفعه الله اليه رفع سے مراد باعزت موت ہے جیسی کہ حضرت ادریس کیلئے ورفعناه[1] مكانا عليا (صفحہ ۵۹۹) اس کی بحث بھی مفصل ہو چکی ہے۔ مزید یہ ہے کہ حضرت مسیح والا بل یہاں نہیں

(۳)۔ تیسری آیت۔ فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم۔ توفی کا لفظ موت کے لیے ہے پس ثابت ہوا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں صفحہ ۶۰۰ اس کی بحث بھی ہمارے مضمون سابق میں آگئی ہے۔

---

[1] ہم نے ادریس کو بلند مکان میں اونچا کیا

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

ایک جماعت کتاب والوں میں سے تم کو (دین سے) پھسلانا چاہتی ہے اور اپنی ہی جانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور

يَشْعُرُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝

سمجھتے نہیں اے کتاب والو کیوں خدا کے حکموں سے جان بوجھ کر منکر ہوتے ہو

حالانکہ پادریوں کی ایک جماعت کتاب والوں میں سے دین سے تم کو پھسلانا چاہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہمیں اس سے انجام کار فائدہ کیا ہو گا- یہی کہ گمراہی میں کوشش کرنے کا وبال اپنی گردن پر لیں گے- اس لئے کہ حقیقت میں اپنی جانوں کو گمراہ کر رہے ہیں کیونکہ کسی بندہ کو خدا کی راہ سے بہکانے کا وبال بہکانے والے کی گردن پر ہی ہوتا ہے مگر یہ لوگ مسلمانوں کے عناد میں سرگرم ہیں اور سمجھتے نہیں- تعجب ہے تم سے اے کتاب والو کیوں خدا کے حکموں سے جان بوجھ کر منکر ہوتے ہو ؟

شان نزول

(ودت طائفة) معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو یہودیوں نے اپنے مذہب کی طرف دعوت دی ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- (معالم)

(۴)- چوتھی آیت- وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته اور ہم اسی رسالہ میں اسکی تفسیر بیان کر چکے ہیں اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح کی موت طبعی پر ایمان لے آتے ہیں اور سولی وغیرہ کے خیال سے پھر جاتے ہیں اس آیت کے پیش کرنے میں تو مرزا صاحب نے نکودن کی مثال کو بالکل سچ کر دکھایا جس آیت سے حیات مسیح کا ثبوت مرزا جی کے مخالف کرتے ہیں مرزا جی نے جھٹ سے اسے اپنے قبضے میں کرنا چاہا کیوں نہ ہو- چہ دلاور ست کہ بکف چراغ دارد

ہم اس آیت پر مفصل بحث نہیں کرتے صرف مرزا صاحب کے خلیفہ راشد بلکہ (بقول بعض ثقات) استاد کامل مولوی حکیم نور الدین صاحب ہی کا ترجمہ جو ہم نے حاشیہ بر آیت انى متوفيك صفحہ ۲۱۹ کے تحت نقل کیا ہے پیش کر دیتے ہیں اس بارے میں ہمارے لئے وہی حکم ہے-

(۵)- پانچویں آیت ہے- ماالمسيح بن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صديقة كانا ياكلان الطعام اس آیت میں ماں بیٹے (مریم و مسیح) کے ذکر میں "کھانا کھاتے تھے" کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب نہیں کھاتے اور چونکہ بغیر کھانا کھانے کے زندگی محال ہے اس لئے ضروری ہے کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں (صفحہ ۶۰۳)

مرزا جی میدان مناظرہ مریدوں کا حلقہ نہیں کہ "بائد گفت انیک ماہ و پروین" کا مصداق ہو

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

اجی حضرت! یہ تو ان کی حالت مشہودہ مسلمہ فریقین سے جو دنیا میں ان پر آ رہی تھی استدلال ہے اسے اس سے کیا علاقہ کہ اب وہ نہیں کھاتے یہ کون سی دلالت ہے ؟ عبارت النص ہے یا اشارۃ النص- دلالت النص ہے یا اقتضاء النص- اگر آپ صرف علم لدنی کے متعلم ہیں تو آخر آپ کے پاس آپ کے خلیفہ راشد بقول آپ کے مولوی صاحبان بھی موجود ہیں- انہی سے دریافت فرما لیں کہ "کانا" کے لفظ سے زمانہ حال کی نفی کس طرح ہوتی ہے ؟

لیجئے ہم آپ کی خاطر مان لیتے ہیں کہ بے شک حضرت مسیح اس وقت کھانا نہیں کھاتے تو کیا ان کی زندگی محال ہے ؟ کیا حضرت آدم ہبوط دنیا سے پہلے کھانا کھاتے تھے- حالانکہ آپ کے نزدیک تو جنت میں صرف روحانی لذائذ ہیں نہ کہ جسمانی چنانچہ آپ کی تقریر جلسہ مذاہب لاہور مندرجہ رپورٹ اس کی مظہر ہے- خیر یہ تو الزامی جواب ہے- حقیقی یہ ہے کہ شرعی طور پر بغیر طعام زندگی کا ثبوت ملتا ہے کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے وصال صیام سے منع فرمایا تو صحابہ کرام کے عرض کرنے پر کہ حضرت آپ کیوں وصال کیا کرتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا تھا- "انى ابيت عند ربى يطعمنى ويسقينى" "یعنی اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے- تم میرے جیسے نہیں" اگر یہ حقیقی کھانا تھا تو آنحضرت کا وصال صیام ہی نہیں تھا حالانکہ اس کے کرنے کی دلیل بیان

عٓ ۸ ۱۵

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾

اے کتاب والو کیوں سچ کو جھوٹ سے ملاتے ہو؟ اور کیوں حق کو دانستہ چھپاتے ہو؟

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ

اہل کتاب سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ تم صبح کے وقت قرآن کو مان لو اور شام

النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾

کے وقت منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر آویں

اے کتاب کے دعوی کرنے والو یہودیو اور عیسائیو کیوں سچ جھوٹ ملاتے ہو اور کیوں خالص حق کو دانستہ چھپاتے ہو؟ اور اس کے چھپانے میں ہر طرح سے کوشش بذریعہ رسالوں اور واعظوں کے کرتے ہو- ہوشیار رہو مسلمانو ہم تم کو ان کتاب والوں کی نئی شرارت سے آگاہ کرتے ہیں- اہل کتاب سے ایک جماعت پادریوں اور احبار نے تجویز سوچ کر اپنے چیلے چانٹوں سے کہا ہے کہ تم صبح کے وقت مسلمانوں کے قرآن کو مان لو اور شام کے وقت منکر ہو جائیو- جاہل لوگ تمہارے انکار کو دیکھ کر مذبذب ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ اسلام میں کوئی نقص ہے ہی تو ایسے اہل علم کتابوں کے جاننے والے اس سے پھر گئے- اس حیلہ سے شاید وہ بھی پھر آویں- کیونکہ مشہور عام ہے کہ

ہر چہ گیرد علتے علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

پھر آپ کا مسیح کی بابت مخول کرنا کہ خدا کے پاس کیا کھاتا ہے کھاتا ہے تو پاخانہ کہاں پھرتا ہے وغیرہ وغیرہ قابل مخول ہے یا نہیں- کیا آپ نے اصحاب کہف کا قصہ بھی قرآن شریف میں نہیں دیکھا کہ تین سو نو برس غار میں بے خبر سوتے رہے؟ اور زندہ رہے اگر آپ کو ان کی موجودہ زندگی میں شبہ ہے- جیسا صفحہ ۶۰۵ سے مفہوم ہوتا ہے تو کیا فلبثوا فی کھفھم ثلث مائة سنین واز دادوا تسعا میں بھی شبہ ہے جو نص قطعی ہے اگر کہیں کہ وہ تین سو نو برس بے طعام نہ تھے بلکہ کھاتے پیتے تھے تو ان کے باہمی سوالات کا کیا مطلب ہے؟ جو انہوں نے بعد بیداری کے آپس میں کئے تھے کہ

قال قائل منهم کم لبثتم قالوا لبثنا یوما او بعض یوم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم

ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم کتنی مدت ٹھہرے ہو؟ بولے ایک دن یا کم (بعد غور و فکر) بولے کہ خدا خوب جانتا ہے جتنے ٹھہرے ہو-

اگر وہ غذا کھاتے پیتے تو ان کو اپنے ٹھہرنے کا بھی معلوم ہوتا؟ جس کی مدت خدا نے تین سو نو برس بتلادی ہے- کیا آپ نے وہ حدیث بھی نہیں دیکھی جو مشکوٰۃ کے باب العلامات بین یدی الساعۃ کی دوسری فصل میں ہے جس کا مضمون ہے کہ تسبیح تہلیل بھی بندوں کی غذا کا کام دے سکتی ہیں پس جب تک آپ ہمارے سوالات کو نہ اٹھائیں اس آیت کا پیش کرنا آپ کا حق نہیں

(۶)- چھٹی آیت یہ ہے- وما جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام سنت اللہ ہے کہ کوئی جسم خاکی بغیر طعام زندہ نہیں رہ سکتا صفحہ ۶۰۴ اس کا جواب آیت سابقہ میں آگیا علاوہ اس کے اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے خدا فرماتا ہے ہم نے ان کو ایسے جسم میں نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں یعنی کھانے کو چھوئیں ہی نہیں- یہ مشرکین عرب کا جواب ہے جو کہا کرتے تھے کہ

مالهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق یہ کیسا رسول ہے؟ کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے

جس کے جواب میں ارشاد پہنچا کہ پہلے نبیوں کو بھی ہم نے ایسا نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے- اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ کوئی نبی ایسا

ے وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو نو برس پڑے رہے

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ

اور دل سے سوائے اپنے ہم مشربوں کے کسی کی بات نہ مانو تو کہدے کہ ہدایت تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے (کہتے ہیں کہ یہ مت سمجھو) کہ کسی کو

اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ

بھی تمہارے جیسی بزرگی ملے گی یا خدا کے ہاں تم سے مقابلہ کرے تو کہہ دے فضل تو اللہ کے ہاتھ ہے

سوائے اپنے ہم مشربوں کے کسی کی نہ مانو کسی کی بات کی تصدیق نہ کرو چاہے وہ کچھ ہی کہے تو اے محمد (ﷺ) ان سے کہہ دو کہ اصل ہدایت تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جس کو نصیب ہو جائے خواہ کسی قوم کا ہو تم میں سے یا ہم میں سے کہتے ہیں کہ یہ مت سمجھو کہ کسی کو بھی تمہارے جیسی بزرگی اور شرافت مل سکے یا خدا کے ہاں پہنچ کر تم سے مقابلہ کرے تو ان نادانوں سے کہہ دے کہ مہربانی اور فضل تو سب اللہ کے ہاتھ ہے

نہیں ہوا کہ کھانا نہ کھاتا ہو- یہ نہیں کہ ہمیشہ کھاتے ہی رہیں کیا پیغمبر ﷺ روزہ وصال میں کئی کئی روز جو کھانا ترک فرماتے تھے تو اس وقت وہ جسم نہ تھے- مرزاجی! مطلقہ عامہ کے ثبوت سے دائمہ مطلقہ لازم نہیں آتا اگر نہ سمجھے ہوں تو کسی سے پوچھ لیجئے

(۷)- ساتویں آیت یہ ہے- وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یعنی محمد ﷺ سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے صفحہ ۶۰۶

شاباش مرزا صاحب باوجود دعوی الہام وغیرہ وغیرہ اتنی چالاکی

خوب کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا نہ خواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے؟

کیا ہی عمدہ ترجمہ آپ ہی گھڑ لیا کہ فوت ہو گئے جناب کے مرید تو سن کر علماء کرام کو کوستے ہوں گے کہ صاف آیت میں لکھا ہے "سب نبی فوت ہو گئے" تو پھر جو علماء نہیں مانتے بے شک یہودیوں کی طرح ان کے دل سیاہ ہیں بیشک ایسے ہیں ویسے ہیں بیشک ان کے پیچھے نماز[1] درست نہیں ان سے السلام علیکم ناجائز ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا کی[2] پیش گوئی کا ظہور ہو رہا ہے- بھلا مرزاجی "فوت ہو گئے" کس لفظ کا ترجمہ ہے شاید "خلت" کی طرف توجہ سامی لگ رہی ہے جس کے معنے گذرنے جانے خالی کرنے وغیرہ کے ہیں جو ان تمام معنی میں قرآن شریف میں آیا ہے- واذا خلوا الی شیاطینھم (البقرۃ) قد خلت من قبلکم سنن (آل عمران) فی الایام الخالیۃ (الحاقۃ) پس آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ تجھ سے پہلے کل نبی اپنے اپنے وقت میں کام کر کے چلے گئے جیسے کوئی کہے کہ موجودہ لفٹنٹ گورنر سے پہلے کئی لفٹنٹ گزر گئے تو کیا اس سے یہی مفہوم ہے کہ سب مر گئے ہیں پس اس تقریر سے نویں آیت تلک امۃ قد خلت کا جواب بھی آ گیا کیونکہ آپ وہاں بھی خلا میں ہی پھنسے ہوئے ہیں-

(۸)- آٹھویں آیت ہے- وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون (الانبیاء) کوئی بشر ہمیشہ زندہ نہیں رہا اس لئے مسیح بھی نہایت بوڑھے ہو کر فوت ہو گئے ہوں گے صفحہ ۶۰۶

کیوں نہ ہو؟ "دو اور دو چار روٹیاں" کی مثال اسے ہی کہیں- حضرت آیت کا مطلب تو بالکل صاف ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی بھلا اگر تو مر گیا تو کیا یہ کافر ہمیشہ رہیں گے؟ ہرگز نہیں! بتلایئے کس کے مخالف ہے کیا ہم مسیح کو

[1] جیسا کہ آپ نے بھی ایک مسلمان کلمہ گو کی نسبت مالیر کوٹلہ کے ایک رئیس کو خط لکھا تھا- فافہم

[2] یاتونکم بما لم تسمعوا (الحدیث)

يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۙ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

جس کو چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہے خاص کرے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اللہ بڑے فضل کا مالک ہے

جس کو چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے تم کس طرح سمجھ بیٹھے ہو کہ تمہارے برابر کسی کو عزت اور شرافت خدا کے ہاں نہیں ہو سکتی وہ تو اپنی رحمت سے جس کو چاہے خاص کر لے۔ خدا بڑے فضل کا مالک ہے

ہمیشہ زندہ رہنے والا مانتے ہیں کیا دایمہ کے سبب سے مطلقہ عامہ مسلوب ہو جاتا ہے۔ یہ نئی منطق ہے۔ بیشک آیت کا مطلب بالکل صاف ہے لیکن جب مجدد کے قبضے میں آ پھنسے تو کیا کرے؟

(۱۰)۔ دسویں آیت۔ **واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیاص ۶۰۷ (مریم)** اس آیت سے بھی معلوم نہیں مرزا صاحب کیا مطلب لے رہے ہیں؟ شاید یہ مطلب ہے کہ زندگی تک زکوٰۃ کا حکم ہے اگر وہ اب زندہ ہیں تو زکوٰۃ کس کو دیتے ہوں گے؟ پس معلوم ہوا کہ مسیح فوت ہو گئے۔ چہ خوش ہمیں بار بار وہی "دو اور دو چار روٹیاں" کی مثال یاد آتی ہے۔ جی حضرت آپ یہ تو بتلا دیں کہ جتنے روز مسیح دنیا میں زندہ رہے تھے زکوٰۃ کس کو دیتے تھے؟ مرزا صاحب غلطی تو ہر انسان سے ممکن ہے لیکن ایسی غلطی کہ "بدوزد طمع دیدہ ہوشمند" پناہ بخدا۔ کیا زکوٰۃ کیلئے مال واسباب زاید عن الحاجت ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں تو پس جبکہ ان کے پاس مال دنیاوی ہی نہیں تو زکوٰۃ کیسے اور دیں کس کو؟ اس آیت میں مرزا جی نے ایک عجیب بات بھی لکھی ہے جس کو ہم بعینہ نقل کرتے ہیں

"اس سے بھی ظاہر ہے کہ انجیل کے طریق نماز پڑھنے کیلئے حضرت عیسیٰ کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی نسبت نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یونہی پڑے رہتے ہیں مردے جو ہوئے اور جب دنیا میں حضرت عیسیٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے" صفحہ ۶۰۷

مرزا صاحب نے اس جگہ بڑا استحالہ قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح دو طرح کی نماز کس طرح پڑھیں؟ مگر کاش کہ بتلایا ہوتا کہ عیسائیوں کی نماز ہاں اصلی عیسائی نماز کس طرح کی ہے؟ اور وہ کتنے حصے میں اسلامی نماز سے مخالف ہے؟ کیا آپ نے مسیح کی والدہ کی بابت فرمان ربانی نہیں سنا؟ **یمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین** (آل عمران) بتلائیے آپ کی نماز سے یہ نماز کتنی کچھ مخالف ہے؟ ہاں آپ نے موجودہ عیسائیوں کی نماز دیکھی ہو گی جس میں تثلیث کی پرستش بھی کرتے ہیں بیشک ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح اس نماز سے مخالف نماز پڑھیں گے بلکہ اس نماز کے مٹانے کیلئے ہی تشریف لائیں گے۔ چنانچہ آپ ہی براہین احمدیہ رابع صفحہ ۴۹۹ میں تسلیم کرتے ہیں معلوم نہیں مرزا صاحب کو ایسی باتوں سے کیا فائدہ؟ مگر چونکہ علم لدنی کے متکلم ہیں اس لئے بقول مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ غلطی ممکن ہے

(۱۱)۔ گیارھویں آیت۔ **والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا** (مریم) "اس آیت میں مسیح کے تین واقعات ولادت موت بعثت کے ایام گنے ہوئے ہیں۔ یوم رفع نہیں گنا اس لئے وہ بھی کوئی جدا نہیں بلکہ بذریعہ موت ہی ہوا" (صفحہ ۶۰۸)

مجدد موصوف کا قول ہے کہ متصوف کو شیطان یہاں تک دھوکہ دیتا ہے کہ اپنی صورت مثل لوح محفوظ کے بنا کر اس کے سامنے کر دیتا ہے اور غلط مضامین اس کو دکھاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے الہام پایا۔ یعنے لوح محفوظ سے مطلب لیا اور دراصل کچھ اور ہے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ

بعض ان کتاب والوں میں سے ایسے ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک خزانہ بھی امانت رکھے تجھے واپس دے دیں اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ

تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ

اگر تو ان کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھے تو تجھے واپس نہ دیں گے مگر جب تک تو ان کے سر پر کھڑا رہے

علاوہ اس عناد اور ہٹ کے بداخلاقی میں بھی یہ لوگ کمال رکھتے ہیں- گو سب قوم ان کی یکساں نہیں بعض تو ان کتاب والوں میں سے بے شک ایسے بھی ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک خزانہ بھی امانت رکھے تو وقت طلبی فوراً تجھے ادا کر دیں گے اور بعض بلکہ اکثر تو ان میں سے ایسے بددیانت ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک دینار (روپیہ یا کم وبیش) بھی امانت رکھے تو تجھے واپس نہ دیں گے بلکہ اس کا اقرار بھی نہ کریں گے مگر جب تک تو ان کے سر پر کھڑا رہے اور تقاضا کرتا جائے-

---

مرزاجی کی قوت استنباطیہ تو بہت صحیح ہے حالانکہ بوجہ بڑھاپے اور بیماری کے زرد رنگ میں مسیح کے مشابہ ہی بنا کرتے ہیں- خیر اس سے ہمیں بحث نہیں مگر مرزا صاحب یہ تو بتلادیں کہ عدم ذکر سے عدم شے لازم آتا ہے انسان کے لئے تین ہی واقعات عام طور پر پیش آتے ہیں اور یہ تینوں محل خطر ہیں موت اور قیامت کے دن کا خطرناک ہونا تو ظاہر ہے البتہ پیدائش کے دن کا خطرناک ہونا جس کی طرف مسیح نے اشارہ کیا ہے دو وجہ سے ہے ایک تو اس حدیث کی وجہ سے جس کا مضمون ہے کہ

مامن مولود الا ویمسه الشیطان الا مریم وابنها (از کما قال)

"ہر ایک بچہ کو شیطان وقت ولادت چھوتا ہے سوا مسیح اور اس کی ماں کے کہ ان دونوں کو نہیں چھوا تھا"

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ولادت کا وقت بھی ایک خطرناک وقت ہے جس کی سلامتی کی طرف حضرت مسیح نے اشارہ کیا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہودی حضرت مسیح کی ولادت ناجائز بتلاتے تھے اور ناجائز ولادت والے کو خدا کی بادشاہت میں ذلیل سمجھتے تھے[1]) اس لئے مسیح نے ایسے واقعات کا کہ جو سب لوگوں کو پیش آنے والے ہیں جن کے وقوع کا سب کو یقین ہے ذکر کیا اور رفع جسد عنصری کا ذکر نہیں کیا کہ جو پہلے سے منکر ہیں کہیں اور بھی زیادہ نہ بگڑیں علاوہ ان توجیہات کے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح کو اس کلام کے بولتے وقت اپنے رفع جسد عنصری کا علم ہی نہ تھا کیونکہ جب تک خداوند کریم کوئی وعدہ نہ کرے یا کوئی خبر نہ بتلائے- نبی ہو یا رسول بلکہ افضل الرسل (علیہم السلام) کو بھی خبر نہیں ہوتی **ولا یحیطون[2] بشیئ من علمه الا بما شاء** (البقرۃ) کو پڑھ لو-

(۱۲)- بارہویں آیت- **ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر کی لا یعلم بعد علم شیا**- (نحل) "اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان عمر طبعی تک پہنچ کر مر جاتا ہے- پس مسیح بھی جو عمر طبعی کو پہنچ گئے ہیں ضرور فوت ہو گئے ہوں گے" (صفحہ ٦٠٨) عجیب نئی منطق ہے- مرزا صاحب عمر طبعی کو دنیا میں ہی پہنچے ہوئے تھے یا اب پہنچے ہوں گے- اگر دنیا میں ہی پہنچے تھے تو کیا ثبوت حالانکہ روایات سے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہیں صاف مفہوم ہے کہ حضرت مسیح کی عمر بوقت رفع تینتیس سال کی تھی اور اگر بعد رفع عمر طبعی کو پہنچے ہیں تو غنیمت ہے کہ آپ نے ان کا رفع جسدہ کا ثبوت تو مانا بعد رفع جسدہ کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے دیجئے ودونہ خرط القتاد- علاوہ اس کے عمر طبعی بھی تو مختلف ہے- ایک عمر طبعی آپ کی ہے اور ایک حضرت نوح کی تھی جن کے صرف وعظ کا زمانہ ساڑھے نو سو برس قرآن کریم میں مذکور ہے تو کل عمر بلوغت کے سال اور بعد طوفان ملا کر دیکھیں تو اور بھی بڑھ جاتی ہے اور قصص میں بعض نبیوں کی چودہ چودہ سو برس تک بھی عمر پہنچتی ہے- نص قرآنی سے تو آپ کو انکار نہ ہوگا- پھر بتلاویں کہ آیت موصوفہ سے

---

[1] دیکھو استثنا ۲۳-۳

[2] خدا کے بتلائے بغیر کوئی کچھ نہیں جان سکتا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

یہ اس لئے کہ یہ لوگ ٹھان چکے ہیں کہ ان پڑھوں کے مال میں کوئی گناہ نہیں اور اللہ کے ذمہ دانستہ جھوٹ

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

لگاتے ہیں ہاں جو شخص اپنے وعدہ کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرتا رہے پرہیزگار خدا کو بھاتے ہیں

اسلام کے مخالف سب سے زیادہ یہی لوگ ہیں- یہ بد معاملگی ان کی اس لئے ہے کہ یہ لوگ اپنے جی میں ٹھان چکے ہیں کہ عرب کے جہلاء ان پڑھوں کے مال کھانے میں کوئی گناہ نہیں گویا خدا نے ان کو اجازت دے دی ہوئی ہے کہ جس کو چاہو لوٹ لو کوئی گناہ نہیں (معاذ اللہ) ایک تو بری طرح کھاتے ہیں اور دوسرے اللہ کے ذمہ دانستہ جھوٹ لگاتے ہیں کہ ہم کو خدا نے اجازت دی ہوئی ہے- یہ خدا کا کام ہرگز نہیں ہاں حکم خداوندی یہ ہے کہ جو شخص اپنے وعدہ کو خواہ کسی سے کیا ہو بشرطیکہ موافق شریعت ہو پورا کرے اور ہر ایک کام میں خدا سے ڈرتا رہے تو وہ ضرور اس کا بدلہ پاوے گا کیونکہ پرہیزگار نیک خصلت خدا کو بھاتے ہیں-

---

آپ کے دعوے کو کہاں تک تقویت یا تائید ہوتی ہے- کیا ممکن نہیں کہ حضرت مسیح کی عمر طبعی کا اندازہ کوئی غیر محدود زمانہ ہو جس کی مثال دنیا میں آج تک کسی فرد بشر پر نہ آئی ہو-

اس جگہ ایک لطیفہ بھی قابل بیان ہے جو مرزا جی کی تحریر سے نہیں بلکہ ان کے بعض مریدوں کی زبان سے سنا گیا ہے کہ اگر "حضرت مسیح کو آج تک زندہ سمجھیں تو حی قیوم کی صفت خداوندی میں شریک ہو جاتا ہے اور شرک تو اسلام میں کسی طرح درست نہیں پس ثابت ہوا کہ مسیح بھی کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتے-"

کسی شہدے کو مولوی صاحب نے نماز کی تاکید کی تھی- شہدا بولا کہ آپ نے دعوت کی تھی تو نمک زائد نہیں ڈالا تھا- مولوی صاحب نے فرمایا اس بات کو یہاں کیا علاقہ؟ شہدا بولا کہ بات سے بات نکل آتی ہے- سو یہی حال ہماری اس الہامی جماعت کا ہے مسیح کی موت کے پیچھے ایسے پڑے ہیں کہ اگر ان کے لئے ایک سیکنڈ کا اختیار بھی مل جائے تو سب سے پہلے جو کام ان سے سرزد ہو وہ یہی ہو کہ حضرت مسیح کو فوت کریں لیکن نہیں جانتے- ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین (آل عمران) بھلا حضرات اگر درازی عمر کی وجہ سے کوئی جاندار خدا کا شریک ہو جاتا ہے تو شیطان تو خدا کا شریک ضرور ہی ہو گا پس جس کی عمر مسیح سے ہزار ہا سال پہلے اور ہزار ہا سال بعد تک ہو گی- اگر اپنے بانئے خاندان نیچریہ کی طرح شیطان قوائے حیوانیہ کو جانتے ہو تو قرآن کریم میں غور کرو- قال فانظرنی الی یوم یبعثون- قال انك من المنظرین (اعراف)

مرزا صاحب کو معراج جسمانی سے بھی انکار ہے

(۱۳)- تیرھویں آیت ہے- ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین (البقرۃ) "اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا" (صفحہ ۶۰۹)

بلا سے کوئی ادا ان کی بدنما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا؟

مرزا جی دوسری آیت پر بھی غور کر لیا ہوتا جس میں مثل اس آیت کے لکم آیا ہوا ہے

تمہارے لیے زمین میں جگہ ہے اور گذارہ ہے ایک وقت تک-

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ

جو لوگ خدا کے وعدے اور قسمیں تھوڑے سے مال کے عوض توڑ دیتے ہیں بیشک ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں

خدا کو صرف یہی تو منظور نہیں کہ میری اتاری ہوئی کتاب کو زبانی تو مان لو اور بظاہر اس کی تلاوت اور اس کے نام کی تعظیم بھی کرو مگر عملی پہلو کا یہ حال کہ حافظ شیرازی کا مقولہ

"حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے دام تزویر مکن چوں گراں قرآن را"

تمہارے ہی حق میں صادق آئے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ شریعت خداوندی یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے نام کے وعدے اور قسمیں تھوڑے سے دنیاوی مال کے عوض توڑ دیتے ہیں خواہ کتنا ہی کیوں نہ لیں دنیا کا کل اسباب متاع قلیل ہے۔ بے شک ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں

ولکم فیھا[1] منافع ومشارب افلا تشکرون (یسین) اگر اس آیت سے جسم خاکی کا آسمان پر جانا معلوم ہوتا ہے تو اس آیت سے سوا چارپایوں کے دودھ اور منافع کے اور چیزوں کا دودھ اور منافع بلکہ تمام دنیا کے پانی پینے منع ہو گئے کیونکہ اگر اس آیت میں مستقر مبتدا موخر ہے تو اس میں منافع اور مشارب وہی حکم رکھتا ہے حالانکہ تمام دنیا کے کنوؤں کا پانی پیتے ہیں اور تمام چیزوں سے منافع لیتے ہیں کوئی چارپایوں کی خصوصیت نہیں۔ بتلاویں تو (بقول آپ کے) یہ دجال کا گدھا ریل گاڑی جس پر حضور آنجناب سوار ہوا کرتے ہیں کون سے چارپائیوں کا نفع ہے حالانکہ بقول آپ کے آیت میں حصر ہے کہ سوائے چارپائیوں کے اور کسی چیز میں ہمارا نفع نہیں اور نہ ہی ہمارے بچے کسی جاندار کا خواہ وہ بچے کی والدہ ہی کیوں نہ ہو دودھ پی سکتے ہیں کیونکہ مشارب کا لفظ اس سے روکتا ہے اگر یہی معنی ہیں تو میں نہیں جانتا کہ اس آیت سے (نعوذ باللہ) کوئی کلام غلطی میں مقابلہ کر سکے۔ مرزا صاحب نے اس آیت کی تقریر میں کچھ علمیت کے جوہر بھی دکھائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کیونکہ **لکم** جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا بلکہ زمین سے نکلا اور زمین میں ہی رہے گا اور زمین میں ہی داخل ہو گا۔ (صفحہ ۶۰۹)

مرزا صاحب ہم پہلے بھی کہہ آئے ہیں کہ یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں اس جگہ تو آپ نے ایک پرانا قصہ ہم کو یاد دلایا۔ جس کو ہم آپ کے خاندان نیچریہ کے بانی سر سید مرحوم کے لئے کسی جگہ لکھ آئے ہیں کہ ایک دفعہ بادشاہ دہلی مدرسہ عربی کا امتحان لینے گئے۔ ایک طالب علم سے پوچھا کہ **الحمد لو لیه** میں واؤ کیسا ہے؟ طالب علم جھٹ سے بولا بندہ نواز عطف کا بادشاہ نے کہا یہ بھی لائق انعام ہے۔ کیونکہ اتنا تو جانتا ہے کہ واؤ عطف کا بھی ہوتا ہے۔

ہم بھی مرزا صاحب کو قابل انعام سمجھتے ہیں اور واقعی مرزا صاحب کی تعریف کرتے ہیں کہ آنجناب حصر کو جانتے ہیں۔ لیکن بڑے ادب سے عرض ہے کہ اگر **لکم** فائدہ حصر کا دیتا ہے تو غالباً یہ حصر "مسند الیہ" (مستقر) کا مسند میں ہو گا جیسا کہ مختصر المعانی اور مطول[2] سے مفہوم ہوتا ہے تو بتایئے کہ اس حصر کا مطلب کیا ہو گا اور آیت کے معنے کیا بنیں گے؟ وہی جو مختصر معانی مطول میں لکھے ہیں۔ **لا فیھا غول بخلاف خمور الدنیا فان فیھا غول**

---

[1] تمہارے لئے چارپایوں میں بہت سے منافع اور پینے کو دودھ ہے۔ کیا پھر شکر نہیں کرتے ہو؟

[2] **اما تقدیمه ای المسند فلتخصیصه بالمسند الیه ای لقصر المسند الیه علی المسند علی ما حققناه فی ضمیر الفصل نحو لا فیھا غول ای بخلاف خمور الدنیا فان فیھا غولا ولھذا ای ولان التقدیم یفید التخصیص لم یقدم الظرف الذی ھو المسند علی المسند الیه فی لا ریب فیه ولم یقل لا فیه ریب لئلا یفید تقدیمه علیه ثبوت الریب فی سائر کتب اللہ تعالیٰ بناء علی اختصاص عدم الریب بالقرآن۔ مختصر ص ۱۰۳**

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

اور خدا ان سے نہ تو (بخوشی خاطر) کلام کرے گا اور نہ (بہ نظر رحمت) آخرت میں ان کو دیکھے گا اور نہ (بہ نظر رحمت) ان کو پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا

اور خدا ان سے نہ تو بخوشی خاطر کلام کرے گا اور نہ بہ نظر رحمت آخرت میں ان کو دیکھے گا اور نہ گناہوں سے ان کو پاک کرے گا بلکہ ہر طرح کی ذلت اور خواری دیکھیں گے اور انکو عذاب دردناک ہوگا۔

یعنی تمہارے ہی لئے زمین مستقر (جگہ) ہے نہ کہ کسی اور جانور کیلئے۔ بھلا اس حصر سے جسم خاکی کا آسمان پر جانا کیونکر منع ہوا ہاں یہ تو بیشک ثابت ہوا کہ دنیا میں سوائے انسان کے جو لکم کے مخاطب ہیں کسی جاندار کی جگہ نہیں۔ یہ معنے قطع نظر اس سے کہ واقع میں صحیح ہوں یا غلط آپ کے دعوی (جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا) سے کیا علاقہ **انی هذا من ذاك**

ہاں اگر آپ کے معنی (در بطن شاعر کے مصداق) مراد ہوتے تو کلام خداوندی میں فی الارض مقدم ہوتا یعنی آیت یوں ہوتی۔ **وفی الارض مستقر لکم ومتاع الی حین** ایسی اصلاح قرآن شریف میں کرنا کون نہیں جانتا کہ **اتنبئون الله بما لا يعلم في السمآء ولا في الارض** (یونس) کے مصداق ہے

رہی یہ بحث کہ گو حصر مسند کا نہیں لیکن یہ تو معلوم ہوا کہ زمین میں مستقر ہے پس آسمان کا مستقر ہونا اس کے خلاف ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حصر نہیں تو خلاف بھی نہیں۔ نہیں تو بتلاویں کہ مسلمان جو سب محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں تو کیا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ رسول نہیں صرف محمد رسول اللہ ہی رسول ہیں۔ پس جس طرح محمد رسول اللہ کہنے سے موسیٰ رسول اللہ کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح **فی الارض مستقر** کہنے سے **فی السماء مستقر** کی نفی لازم نہیں۔ علاوہ اس کے آسمان میں تو مستقر ہی نہیں خصوصا لکم کے مخاطبین کا جو تمام نبی انسان ہیں اگر مسیح چند روزہ چلے گئے تو اول تو عارضی ہے دوم وہ ایک فرد مخصوص ہیں **مامن[1] عام الا وقد خص منه البعض** (یعنی ہر عام سے بعض افراد خاص ہوتے ہیں) کو یاد کر وایسے استدلالات میں ہاتھ پاؤں مارنے سے بجز اس کے کہ علماء میں ہنسی ہو اور کیا فائدہ؟

(۱۴)۔ چودھویں آیت یہ ہے۔ **ومن نعمره ننكسه في الخلق** (یسین) یعنی درازی عمر میں حواس اور عقل زایل ہو جاتی ہے اگر مسیح اب تک زندہ ہوں تو ان کی عقل میں فرق آ گیا ہو گا جس سے یقینی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدت سے مر گئے ہوں گے (صفحہ ۶۱۰)

واہ ری نئی منطق "بدوز د طمع دیدہ ہوش مند" مرزا صاحب چونکہ علم لدنی کے متعلم ہیں اس لئے بیچارے علوم ظاہریہ کی اصطلاحات بدیہہ سے بالکل ناواقف ہوں تو ان کی ذات ستودہ صفات میں کوئی نقص نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا جی کے کان مبارک "تقریب تام" سے جو علم مناظرہ میں پہلا سبق ہے کبھی آشنا نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب کا دعوی ممات مسیح اور دلیل **لو سلم** نقصان عقل

ببیں تفاوت رہ از کجا ست تابکجا

مرزا صاحب اگر کوئی شخص ستر اسی کی عمر سے (جس کو آپ انتیسویں آیت میں امت محمدیہ کیلئے محدود کرتے ہیں) متجاوز ہو گیا جیسے کہ مولانا فضل الرحمان صاحب مرحوم گنج مراد آبادی یا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی یا مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی جن میں سے بعض صاحب سو اور بعض سو سے بھی متجاوز تھے کیا آپ کے نزدیک ان کا جنازہ بغیر روح نکلے ہی درست ہے کیونکہ آپ کی دلیل کا مقدمہ تو ثابت ہے کہ عمر درازی موت کو مستلزم ہے پھر مدعا کیوں ثابت نہیں؟ آئندہ کو آپ کے خاندان میں سے جو شخص ستر برس سے متجاوز ہو (جیسے خود بدولت بھی ہیں) تو بغیر نکلے روح اس کی کے اس کو میت قرار دے کر قبر میں داخل کر دیا کریں پھر دیکھیں گورنمنٹ کی طرف سے آپ کی مسیحیت کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں۔ افسوس مرزا صاحب کو یہ خبر نہیں یا جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ کرتے ہیں کہ عمر درازی کو اگر کچھ لازم ہے تو نکوس لازم ہے جو خود زندگی کو چاہتا ہے

---

[1] ہر عام سے بعض افراد خاص ہوں

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ

ایک جماعت ان میں سے زبان مروڑ کر کتاب پڑھتی ہے تاکہ تم اس کو کتاب سے ہی سمجھو اور حالانکہ وہ کتاب سے نہیں

پس خود ہی سوچ لو کہ یہ لوگ خدا کی شریعت سے کس قدر دور ہیں- پھر اسی پر ہی بس نہیں بلکہ دھوکہ بازی میں ایسے چالاک ہیں کہ ایک جماعت ان میں سے زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں- کئی فقرے اس کے ساتھ اور پڑھ دیتے ہیں تاکہ تم اس ملائے ہوئے کو کتاب سے ہی سمجھو اور یہ جانو کہ واقعی ان کو مذہبی حکم یہی ہوگا جو یہ کہتے ہیں- حالانکہ وہ کتاب اللہ سے نہیں

مردہ کی بابت نکوس فی الخلق کون کہے گا نکوس کے معنی اوندھا کرنے کے ہیں مطلب آیت کا بالکل واضح ہے کہ جس کی عمر دراز ہوتی اس کی خلقت اور عادات پیرانہ سالی میں جوانی سے مغایر بچپنا کی سی ہو جاتی ہے بالکل درست ہے صدق اللہ و رسولہ لیکن اس کو موت خصوصا مسیح کی موت سے کیا علاقہ ؟ اگر آپ کے نزدیک ستر برس سے متجاوز پر نکوس فی الخلق ضروری ہے تو حضرت نوح تو آپ کے نزدیک تمام تبلیغ نکوس کے زمانہ بلکہ موت میں کرتے رہے ہوں گے کیوں نہ ہو اعجاز مسیحیت بھی تو ہے-

(۱۵)- پندرہویں آیت یہ ہے- اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ (روم) "اس آیت سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ انسان کی عمر پر اثر کرتا ہے- یہاں تک کہ پیر فرتوت ہو جاتا ہے اور پھر مرجاتا ہے" (صفحہ ۶۱۰)

آمنا وصدقنا بے شک اثر کرتا ہے مگر اس کی حد مختلف ہے ایک حد بقول آپ کے ساٹھ ستر برس ہے دوسری بقول خداوندی عمر نوحی ہے جب تک آپ مسیح کیلئے حد نہ لگا دیں اس آیت کو پیش کرنے کا حق نہیں رکھتے اعمار امتی ما بین ستین کا جواب آگے آتا ہے-

(۱۶)- سولھویں آیت یہ ہے- انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام (یونس) یعنی کھیتی کی طرح انسان بعد کمال زوال کی طرف رخ کرتا ہے- کیا اس قانون سے مسیح باہر رکھا گیا ہے (صفحہ ۶۱۱) مثل مشہور "مرتا کیا نہیں کرتا" بالکل سچ ہے مرزا صاحب کل بنی انسان کی اگر یہ حالت ہے تو بتلادیں کہ ایک بچہ جو ایک دن کا ہو کر مرجاتا ہے اس کا وہی کمال ہے دوسرا آپ کی طرح ستر برس کا ہو کر "خس کم جہاں پاک" کا مصداق بنتا ہے اس کیلئے وہی کمال ہے ایک ایسا ہوتا ہے کہ حضرت نوح (علیہ السلام) کی طرح ہزار سال تک بھی اس کمال کو نہیں پہنچتا ہے پس اسی تفاوت سے اگر مسیح کو بھی وہ کمال جس کے بعد ان کو زوال آتا ہے (جو بقول آپ کے موت کا مرادف ہے) ابھی تک نہ آیا ہو تو کیا محال ہے ؟ فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر)

(۱۷)- سترھویں آیت- ثم انکم بعد ذلک لمیتون تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو (صفحہ ۶۱۱) بیشک یہ سچ ہے اس کا جواب آیت سابقہ کی تقریر میں پڑھو

(۱۸)- اٹھارھویں آیت- الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض ثم یخرج بہ ذرعا مختلفا ثم یھیج فتراہ مصفر اثم یجعلہٗ حطاما ان فی ذلک لذکری لاولی الالباب (زمر) انسان کھیتی کی طرح اپنی عمر کو پورا کر کے مرجاتا ہے (صفحہ ۶۱۴) بالکل سچ ہے لیکن عمریں مختلف ہیں

(۱۹)- انیسویں آیت- وما ارسلنا من قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق (فرقان) کوئی انسان بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا (صفحہ ۶۱۲)

اس کا جواب پانچویں آیت کی تقریر میں ملاحظہ ہو-

ؔ مرزا صاحب کی کتاب میں اسی طرح "جعل" ہی لکھا ہے- اصل قرآن میں "یجعل" ہے ہم نے مرزا جی کے خوف سے کہ تحریف کا الزام نہ لگائیں بعینہ نقل کر دیا ہے-

وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ

اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے ہاں سے ہے مگر وہ خدا کے ہاں سے نہیں اور خدا کے ذمہ دانستہ

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

جھوٹ لگاتے ہیں

یہ تو کہیں کہ خدا کے ہاں سے ہے مگر وہ خدا کے ہاں سے نہیں بلکہ خود بدعملی کرتے ہیں اور خدا کے ذمہ دانستہ جھوٹ لگاتے ہیں۔خدا پر ہی جھوٹ باندھنے میں بس نہیں کرتے بلکہ اپنے رسولوں پیشوایان دین پر بھی جھوٹ باندھتے ہیں

(۲۰)- بیسویں آیت یہ ہے - والذین یدعون من دون الله لا یخلقون شیئا وهم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (نحل) اس آیت میں مصنوعی معبودوں کی موت کی خبر دی گئی ہے۔مسیح بھی عیسائیوں کے مصنوعی معبود ہیں پس ضرور ہے کہ وہ بھی فوت ہوگئے ہوں (صفحہ ۶۱۳)

مرزا صاحب نے اس آیت کے لفظ "اموات" سے استدلال کیا ہے مگر اس میں غور نہیں فرمایا کہ "اموات" جمع "میت" کی ہے جو خود آنحضرت ﷺ اور کفار مکہ کے حق میں عین زندگی میں وارد ہوا ہے۔غور سے پڑھو انك میت وانهم میتون کیا مرزا صاحب اس آیت کے اترتے وقت آنحضرت (فداہ ابی وامی) اور کفار مکہ سب کے سب فوت شدہ تھے؟ تو پھر اس سے بعد کی آیتیں بلکہ خود یہی آیت کس پر نازل ہوئی تھی اور اگر فوت شدہ نہ تھے تو کیوں نہ تھے۔حالانکہ "میت" کا لفظ بقول آپ کے موت سابقہ چاہتا ہے۔مرزا صاحب آپ تو یونہی ادھر ادھر جاتے ہیں۔ آیت کا مطلب بالکل واضح ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ تو ممکنات ہالک الذات ہیں نہ دائم الحیات۔حالانکہ معبودیت کے لئے غیر هالك الذات دائم الحیات ہونا چاہئے پس علی طریق البرہان آیت کے مطلب کی تقریر یوں ہوگی معبود کم ممکن الفناء ولا شئی من ممکن الفناء بمعبود (بالحق) نتیجہ صریح ہے کہ تمہارے مصنوعی معبود لائق عبادت نہیں۔اموات کے معنے ممکن الموت کے لینا ایک تو آیت موصوفہ انك میت بتلا رہی ہے دوئم ممکن الموت کا لفظ تمام معبود باطلہ کو خواہ وہ نزول آیت سے پہلے کے ہوں یا اسی وقت کے یا پیچھے کے سب کو شامل ہے اور اگر اموات کے معنی فوت شدہ کے لیں تو یہ فائدہ متصور نہیں۔غیر احیاء کے معنی غیر دائم الحیات کے ہم نے اس لئے کئے ہیں کہ "احیاء" "حی" کی جمع ہے جس کے معنی دایم الحیات کے ہیں پس ہماری تقریر بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے قابل پذیرائی اور مشتمل مزید فوائد ہوئی اور آپ کی مطلب براری در بطن قائل۔کہیں جناب والا کے کسی حواری کو (حواری کو اس لئے کہ آپ تو علم لدنی کے معلم ہیں آپ کو ایسے ظاہر علوم سے کیا تعلق) یہ شبہ نہ ہو کہ شکل اول میں فعلیت صغری ضروری ہے اور مذکورہ شکل میں صغری ممکنہ ہے پس منتج نہ ہوگی اس لئے کہ امکان شکل مذکور میں ربط کی قید نہیں بلکہ خود محکم بہ ہے۔

(۲۱)- اکیسویں آیت یہ ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب)

چونکہ آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں اس لئے مسیح ان کے بعد نہیں آسکتا پس معلوم ہوا کہ فوت شدہ ہے (صفحہ ۶۱۴)

مرزا جی یہاں بھی اصطلاحات بدعیہ سے معذوری کی وجہ سے تقریب تام سے غافل ہوگئے۔دعوی موت مسیح اور دلیل عدم تشریف آوری انی هذا من ذالك آیت کا مطلب تو بالکل صاف ہے کہ آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملنے کی۔پس مسیح قرب قیامت باوصف نبوت آپ کی امت بن کر آویں گے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کو نبوت آپ کے بعد نہیں ملی بلکہ نبوت

تعجب ہے کہ اس جگہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح کو عیسائیوں کا مصنوعی معبود مانا ہے۔حالانکہ عیسائیوں کے معبود کا نام یسوع رکھ کر رسالہ انجام آتھم میں بے نقط سنائی ہیں۔نعوذ بالله من الهفوات۔

سابقہ سے ہی موصوف ہوں گے پس جیسے حضرت ہارون بلکہ خود حضرت مسیح پہلے توریت کی تابع احکام تبلیغ کرتے رہے اسی طرح بعد تشریف آوری قرآن شریف کی تابع ہو کر رہیں گے۔اس میں کوئی حرج نہیں۔صاف ارشاد ہے

لو[1] کان موسیٰ حیا لما وسعه الا اتباعی۔

ایک نبی اگر دوسرے نبی کی کتاب کے تابع ہو تو اس میں کیا برائی ہے؟ حالانکہ خدا[2] نے سب نبیوں سے عام طور پر وعدہ لیا ہوا ہے کہ جب تمہارے زمانہ میں کوئی رسول آئے تو تم اس کو مان لینا اور اس پر ایمان لانا۔یہ تو مرزاجی کے ڈوبتے کے سہارے ہیں۔

(۲۲)۔بائیسویں آیت ہم نے بصفحہ ۲۲۰ نقل کی ہوئی ہے وہیں جواب ملاحظہ ہو

(۲۳)۔تئیسویں آیت۔ **یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (فجر)**

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آدمی مرے نہیں خدا کے نیک بندوں میں نہیں ملتا۔چونکہ بموجب شہادت حدیث معراج حضرت مسیح نیک بندوں میں داخل ہو چکے ہیں اس لئے ضرور فوت شدہ ہیں (صفحہ ۶۱۷)

کیا نئی منطق ہے۔مرزا صاحب بموجب شہادت حدیث معراج خود آنحضرت ﷺ نیک بندوں میں داخل تھے یا نہیں؟ پھر آپ اس سے بعد دنیا میں دوسری زندگی سے آئے تھے یا اسی سے۔سچ ہے **حبك الشئی یعمی ویصم** تیرا تجھے کسی چیز کو چاہنا تجھے اندھا اور بہرہ کر سکتا ہے۔مرزا صاحب کو موت نہ اپنی بلکہ مسیح کی موت سے بڑی ہی محبت ہے اس لئے عموماً آپ کھینچ تان کر کے "دو اور دو چار روٹیاں" والی مثل پوری کر دیتے ہیں۔آیت کا مطلب بالکل صاف ہے۔اس آیت کی تفسیر وہی صحیح ہے جو خیر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے (جن کی تفسیر کو مرزا صاحب عموماً "**انی متوفیك**" میں پیش کیا کرتے ہیں اور اس کے منوانے پر مخالفوں پر بڑا زور دیا کرتے ہیں) ابن عباس (رضی اللہ عنہا) فرماتے ہیں کہ جب نیک بندے قیامت کو قبروں سے اٹھیں گے تو اس وقت خدا کے فرشتے ان سے کہیں گے "اے نفس خدا کے ذکر سے تسلی پانے والے خدا کی طرف چل اور راضی خوشی خدا کے نیک بندوں میں داخل ہو"

(دیکھو تفسیر معالم) اس کو مسیح کے فوت شدہ ہونے سے کیا تعلق ہے؟

(۲۴)۔چوبیسویں آیت۔ **الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (روم)** "اس آیت میں چار واقعات انسان کی زندگی کے ہیں پیدائش پھر تکمیل و تربیت کیلئے رزق مقسوم کا ملنا پھر اس پر موت کا وارد ہونا پس معلوم ہوا کہ مسیح فوت شدہ ہیں" (صفحہ ۶۱۹) مرزا صاحب تکمیل اور تربیت کی حدود مختلف ہیں۔رزق مقسوم بھی ہر زندگی کے مناسب ہوتا ہے

(۲۵)۔پچیسویں آیت یہ ہے۔ **کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام (رحمن)** "ہر نفس پر ہر دم فنا آتی رہتی ہے" "فانٍ" کا لفظ لانا اور "یبقی" نہ لانا اسی طرف اشارہ ہے کہ فنا کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔مگر ہمارے مولوی صاحب گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اس خاکی جسم کے ساتھ جس کو ہر دم فنا لگی ہوئی ہے زمانہ کے اثر سے محفوظ ہے" صفحہ ۶۱۹

مرزا صاحب کی اس نئی منطق سے ہم تنگ آرہے ہیں کہ کہاں کی دلیل کہاں کا دعوی بے ربط بے ضبط کہیں کی کہیں ہانک دیتے ہیں بھلا ہر دم فنا وارد ہونے سے فوت ہونا کیسے ثابت ہوا کیا آپ بھی اس فنا کے اثر سے متاثر ہیں یا نہیں ضرور ہوں گے کیونکہ بقول آپ کے جیسی مسیح کو کوئی آیت مستثنیٰ کرنے والی نہیں آپ کو بھی نہیں پس محض فنا سے متاثر ہونا اگر فوتیدگی چاہتا ہے تو آپ بھی اپنے کفن کی تیاری کریں۔مرزا صاحب اب تو اس آیت کے معنی ڈاکٹری تحقیقات سے بھی محقق ہو چکے ہیں کہ سات سال بعد موجودہ جسم تمام کا تمام فنا ہو جاتا ہے لیکن موت اور شے ہے کیونکہ اس فنا کے ساتھ بدل ما یتحلل بھی تو ہے۔پس آیت موصوفہ کے معنی بالکل صاف ہیں کہ ہر زمین والے کو فنا دامن گیر ہے جو بالکل صحیح ہے۔ناظرین مرزا

[1] اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو بغیر تابعداری میری کے ان کو کچھ بھی جائز نہ ہوتا (حدیث)

[2] **واذ اخذ الله من النبیین میثاقهم الآیة (احزاب)**

جی کی قوت علمیہ کو اور راست بازی کو دیکھیں کہ اپنے مطلب کو آیت قرآنی کے لفظ "علیہا" کو ہضم ہی کر گئے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے آیت کے معنی یہ بنتے تھے کہ جو شخص زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے چونکہ مرزاجی کے مخاطب مسیح کو آسمان پر مانتے ہیں تو بھلا وہ اس آیت میں کیسے آسکتا ہے ہاں اگر آسمان پر ہونا کسی دلیل سے باطل کریں تو اصل دلیل وہ ہوگی نہ کہ یہ آیت پھر اس آیت کا پیش کرنا بجز اس کے کہ تعداد تیس کی پوری ہو کیا معنی رکھتا ہے لیکن اگر ہم سے پوچھ لیتے تو ہم مرزاجی کو ایسی آیات بتلاتے کہ جن سے بجائے تیس کے پچاس تک تعداد پہنچتی۔

(۲۶)۔چھبیسویں آیت۔ **ان المتقين فى جنت ونهر فى مقعد صدق عند مليك مقتدر** (قمر)

خدا کے پاس جا کر بندے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ بعد موت کے ہے صفحہ ۶۲۰

بے شک اس آیت میں جس جنت کا ذکر ہے وہ بعد موت ہی ہے لیکن حضرت مسیح کا ایسی جنت میں داخل ہونا جو بعد موت کے ہے کسی دوسری آیت سے ثابت کریں۔ جب وہ ثابت ہوگا تو جواب دیں گے۔ ودونہ خرط القتاد

(۲۷)۔ ستائیسویں آیت یہ ہے۔ **ان الذين سبقت لهم منا الحسنى اولئك عنها مبعدون لا يسمعون حسيسها وهم فى ما اشتهت انفسهم خلدون** (الانبیاء) اس آیت سے مسیح اور عزیر کا جنت میں داخل ہونا ثابت ہے جو بعد موت کے واقع ہے (صفحہ ۶۲۱)

حضرت جنت جس لفظ کا ترجمہ ہے جس میں آپ نے مسیح اور عزیر کو داخل کیا ہے۔ **فيما اشتهت** کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "اپنی مرادوں میں رہیں گے" کیا بامراد ہونا جنت کو ہی چاہتا ہے۔ آپ کی مراد منکوحہ آسمانی ہے تو اس کے حاصل ہوتے ہی آپ جنت میں چل بسیں گے۔ آپ کے دشمن جنت میں جائیں آپ ایسے وہم وگمان کو پاس بھی نہ آنے دیں۔ علاوہ اس کے اس آیت کا لفظ **سبقت لهم منا الحسنى** خود جناب رسالت مآب (فداہ ابی وامی) اور ان کے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم و دیگر بزرگان کو بھی جن کو بے دین لوگ پکارتے ہیں اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں شامل ہے یا نہیں تو کیا یہ بزرگ آیت کے اترنے کے وقت سب کے سب فوت شدہ تھے تو کیا پھر یہ آیت آپ پر نازل ہوئی ہے؟ یہ بھی تو آپ کے مریدمان لیں لیکن مشکل یہ ہے کہ پھر آپ **سبقت لهم منا الحسنى** سے خارج ہوتے ہیں کیونکہ اس میں داخل ہونے سے تو آپ کو موت سوجھتی ہے۔

(۲۸)۔اٹھائیسویں آیت۔ **اين ما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم فى بروج مشيدة** (النساء) اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہاں ہو موت اور لوازم موت اس پر جاری ہو جاتے ہیں۔ بطور اشارۃ النص کے مسیح کو بھی شامل ہے (صفحہ ۶۲۲)

بے شک صحیح ہے لیکن اپنے وقت مقدر پر **اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون** (اعراف) کون کہتا ہے کہ مسیح کو موت نہیں پاوے گی بیشک پاوے گی۔ اس آیت میں اشارۃ النص کا لفظ سن کر بیساختہ میرے منہ سے "پیریکہ دم زعشق زند بس غنیمت است" نکل گیا کہاں مرزاجی اور کہاں اشارۃ النص کا لفظ برہمن کو گائے کے گوشت سے کیا نسبت؟ لیکن ہمارا جو خیال تھا کہ مرزاجی بقول خود علم لدنی کے متعلم ہونے کی وجہ سے ظاہری علوم کے بوجھ سے سبکدوش ہیں وہ صحیح نکلا حضرت

اما اشارة النص فهى ماثبت بنظم النص لغة وهو غير ظاهر من كل وجه ولا سيق الكلام لاجله۔

شاشی۔ نورالانوار۔ توضیح وغیرہ

اشارۃ النص تو کہیں جو کلام کے ظاہری ترجمہ سے سمجھ میں آئے اور کلام سے مقصود اصلی نہ ہو

جیسے کوئی کہے کہ میں مرزاجی سے آتھم کی پیشگوئی کے زمانہ میں ملا تھا تو آتھم کی پیشگوئی کا ذکر صاف لفظوں کے ترجمہ سے سمجھ میں آتا ہے لیکن متکلم کی غرض اصلی ملاقات کا واقعہ بتلانا ہے۔ پس آپ مسیح کا ذکر بطور اشارالنص فرماتے ہیں کس لفظ کے ترجمہ سے سمجھ میں آتا ہے؟ اگر کنتم کی

ــــــــــــــــــــــــــــــ

ے مرزا صاحب نے ایک عورت کی بابت الہام بتایا ہوا ہے کہ میرا اس سے آسمان پر نکاح ہو چکا ہے جو ابھی تک آپ کے نکاح میں نہیں آئی حالانکہ میعاد کو گزرے ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔ (شہادت دیکھو)

ضمیر مخاطب سے عام بنی آدم مراد ہوں جیسا کہ آپ کا مافی الضمیر ہے تو پھر تو مسیح کے لئے عبارۃ النص ہے جو اشارۃ النص سے قوی ہے- اشارۃ کہنے کے کیا معنی بہر حال اشارہ کا لفظ آپ نے بول کر ہمارے موہومی خیال کو مضبوط کر دیا خدا آپ کو اس کا نیک عوض دے اور راہ راست دکھائے-

(۲۹)- انتیسویں آیت- ما اتاکم[1] الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا (حشر) آنحضرت نے ہم کو دیا ہے کہ اعمار[2] امتی مابین الستین الی السبعین واقلھم من یجوز نیز فوت ہوتے وقت فرمایا ما من نفس منفوسة یاتی علیھا مائة سنة وھی حیة حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا (صفحہ ۶۲۳)

"شاباش ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" مرزا صاحب بہادری اسی کا نام ہے- مرزا صاحب نے دو حدیثیں اس باب میں نقل کی ہیں جن میں سے پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کی عموماً ساٹھ ستر برس عمر ہوا کرے گی- بہت کم لوگ ہوں گے جو اس حد سے بڑھیں گے- اس مضمون کو تو مرزا صاحب کے دعوی سے کوئی تعلق ہی نہیں- حدیث میں بعض لوگوں کی عمر متجاوز ہونے کا بھی ثبوت ہے- ممکن ہے کہ مسیح بھی انہی میں سے ہوں- علاوہ اس کے حضرت مسیح ہنوز آنحضرت ﷺ کی امت میں محسوب بھی نہیں ہوئے تو ان کا حکم ان پر کیسے لگے گا جب تشریف لاویں گے اس وقت امت بنیں گے بعد امتی بننے کے چالیس سال زندہ رہ کر فوت ہو جائیں گے-

علاوہ اس کے آپ کے نزدیک تو مسیح امت محمدیہ میں ہی نہیں تو پھر امت محمدیہ کا حکم ان پر کیوں لگاتے ہو؟ اگر بہ طور الزام ہے تو امت محمدیہ بننے کے بعد نہ کہ پہلے ہی

دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ (فداہ ابی وامی) نے فوت ہوتے وقت فرمایا تھا کہ جو جاندار زمین پر ہیں آج سے سو سال تک کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا یعنی ان کی نسل رہ جائے گی خود نہیں رہیں گے- چونکہ اس حدیث میں لفظ علی ظھر الارض بھی تھا جسکے معنی ہیں کہ "جاندار زمین پر ہے" اور مرزا جی کے مخاطب تو مسیح کو زمین پر نہیں مانتے جس سے مرزا جی کی دلیل بازی میں ضعف آتا تھا اس لئے حدیث پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا اور جھٹ سے تاویل یا تحریف کر دی کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا" مرزا جی کی اس تقریر سے مجھے ایک قصہ یاد آ گیا- ایک دفعہ کسی عیسائی سے تثلیث کے متعلق گفتگو تھی- عیسائی بولا کہ آپ تو یونہی اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ تثلیث تو قرآن سے بھی ثابت ہے- میں نے کہا کہاں قرآن میں تو تثلیث کا مدلل رد ہے- بولا دیکھو تو پہلے ہی بسم اللہ- الرحمٰن- الرحیم اللہ سے مراد باپ (خدا) ہے اور رحمٰن سے مراد مسیح اور رحیم سے مراد روح القدس ہے

چہ خوش گفتست سعدی در زرادی الایا ایھا الساقی ادر کا ساونا ولھا

میں حیران ہوں کہ مرزا جی اپنی تقریر میں مخالفانہ نظر کیوں نہیں ڈالا کرتے- کیوں اس تقریر کو پیار سے دیکھا کرتے ہیں جس کا نتیجہ "اپنا بیٹا کانا بھی ہو تو سنوانکھا نظر آئے" ہوتا ہے یہ تو ہم نے سنا ہے کہ بعض مریدوں سے مشورہ کیا جاتا ہے لیکن مریدوں سے مشورہ اور عیوب نمائی- ایں خیالست و محالست و جنون

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد وہ کم بخت بھی تیرا چاہنے والا نکلا

لیجئے مرزا صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں- ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے سنو اور انصاف سے سنو

کیف فیکم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء[3] واما مکم منکم- رواہ البیھقی- واصله فی البخاری-

یعنی کیسے اچھے ہو گے تم جس وقت مسیح ابن مریم آسمان سے اتریں گے حالانکہ امیر المومنین خلیفہ اسلام بھی اس وقت تم میں سے ہو گا-

---

[1] جو تم کو رسول دے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ-

[2] میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں- اور بھی اگر فرمان نبوی سننے ہوں تو مشکوۃ میں باب نزول عیسیٰ کو انصاف سے پڑھو

[3] مرزا صاحب نے حمامتہ البشری کے صفحہ ۱۸ میں بڑے زور سے دعوی کیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت سماء کا لفظ کسی حدیث میں نہیں آیا- پس ناظرین اور خود الہامی صاحب بھی اس لفظ کو غور سے پڑھیں-

(۳۰)- تیسویں آیت یہ ہے- اوترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتبا نقرءہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کفار مکہ نے آنحضرت سے درخواست کی کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں- جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ خاکی جسم آسمان پر چڑھ جاوے- پس مسیح بجسد عنصری آسمان پر نہیں گئے- بلکہ بعد موت گئے ہیں (صفحہ ۶۲۵)

سبحان اللہ ہذا بہتان عظیم

آیت کا مطلب بالکل صاف ہے- کفار مکہ نے آنحضرت سے کہا تھا کہ جب تک تو آسمان پر نہیں چڑھے گا ہم تیری بات نہیں مانیں گے جواب ملا کہ خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے وہ ایسے کاموں سے عاجز تھوڑا ہی ہے- وہ تو عاجزی سے پاک ہے- ہاں میرا کام نہیں کہ میں خود چڑھ جاؤں میں تو صرف اس کا رسول ہوں جو مجھے ارشاد ہو گا تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں بتلایئے- یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ عادت اللہ نہیں کہ خاکی آسمان پر جائے- آپ نے سبحان ربی کے معنی تو خوب تراش لئے کہ ایسے خلاف عادت کام کرنے سے میرا خدا پاک ہے مگر **ھل کنت الا بشرا رسولا** کو کیا کریں گے جو اپنے عہدہ عبودیت کا مظہر ہے جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ میں اس سوال کا مخاطب نہیں ہو سکتا چنانچہ دوسری آیت میں سے بھی یہی مفہوم ہے- **لا املك لكم ضرا و لا رشدا ولن اجد من دونه ملتحدا** (جن) کو غور سے پڑھو-

اخیر اس بحث طویل کے جس کی طوالت کی وجہ سے ناظرین کے ملال طبیعت کا اندیشہ ہے- مرزا صاحب کی ایک حیرت انگیز کاروائی پر ناظرین کو متنبہ کرنا ضروری ہے- مرزا صاحب **انی متوفیك** والی آیت کو ہمیشہ پیش کیا کرتے ہیں اور مریدوں کو ایسی ضبط کرا رکھی ہے کہ خواب میں بھی ان کو شاید یہی سوجھتی ہو- اس کی شرح میں حضرت ابن عباس کی تفسیر جو انہوں نے اس آیت کے متعلق کی ہوئی ہے نقل کیا کرتے ہیں- یعنی **انی ممیتك** اس آیت اور اس تفسیر عباسی پر بڑا زور دے کر اپنے مخالفین سے موت مسیح کا اقرار کرانا چاہتے ہیں- مگر واہ ری قرآن کی سچائی کس طرح ظہور کرتی ہے؟ **لیکلا یعلم بعد علم شیئا** مرزا صاحب اپنی مطلب برآری کی وجہ سے یا اگر ہم ان سے حسن ظن کریں تو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے بہت کچھ بھول جاتے ہیں- اسی آیت **انی متوفیك** کا ترجمہ مرزا صاحب نے اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ جلد چہارم ص-۴۹۹ میں **موفی اجرك** (پورا بدلہ دینے والا) کیا ہے اور موت کے معنی جس سے ابن عباس کا قول 'ممیت' ماخوذ ہے "نوم" اور "غشی" کے خود ہی کئے ہیں (دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۵)

پس اگر ہم مرزا صاحب کی ان دونوں الہامی کتابوں کے ترجمہ کو لکھتے تو ہمیں بہت کچھ آسانی تھی- یعنی توفی کے معنی "اجر پورا دینا" لیتے- یا ابن عباس کی تفسیر کو بسند صحیح مان کر ممیت کے معنی منیم[1] اور مغشی کے کریں تو بہر حال ہمیں آسانی تھی مگر ہم نے کسی الزامی جواب پر قناعت نہ کی کیونکہ الزامی جواب جدل ہونے کے علاوہ آجکل کے مناظرہ میں پسند بھی نہیں

---

[1] سلانے والا بیہوش کرنے والا-

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ
کسی بشر کا یہ کام نہیں کہ خدا اس کو کتاب اور علم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے

كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ
کہ خدا سے ورے مجھے ہی خدا سمجھو ہاں تم کتاب اللہ کو پڑھ پڑھا کر اللہ لوگ بنو

الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ
اور یہ حکم بھی ہرگز نہ کرے گا کہ تم فرشتوں اور

النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
نبیوں کو اپنا مربی بنالو کیا مسلمان ہونے کے بعد تم کو کفر بتلائے گا؟

کہتے ہیں کہ مسیح نے ہمیں اپنی الوہیت کی تعلیم دی ہے حالانکہ کسی بشر کا یہ کام نہیں کہ خدا اس کو کتاب آسمانی سکھادے اور علم پڑھائے اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ خدا سے ورے مجھے بھی خدا سمجھو لیکن ہاں یہ ضرور کہے گا کہ لوگو تم کتاب اللہ کو پڑھ پڑھا کر اللہ لوگ بنو اور یہ حکم بھی ہرگز نہ کرے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنا حقیقی مربی بنالو- بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ کہ خدا کا بندہ جسے محض لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے وہی شرک پھیلائے کیا مسلمان ہونے کے بعد تم کو کفر بتلائیگا ؟ ہرگز نہیں پس جب ایسی آیات بینات یہ لوگ سنتے ہیں تو اور تو کوئی عذر نہیں کرتے جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اگر یہ نبی (محمد ﷺ) برحق ہوتا تو اس کے لئے کوئی پیشگوئی

شان نزول

(ما کان لبشر) عیسائیوں کا عام دعویٰ ہے کہ ہم کو تثلیث اور الوہیت مسیح کی تعلیم خود مسیح نے ہی دی ہوئی ہے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی- معالم بہ تفصیل-

ما کان لبشر ان یوتیه الله- شروع سورت سے جس مضمون خلاف العقل والنقل عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کی تمہید تھی- یہاں پر اس کا صریح اظہار فرمایا گیا ہے مسیح کے تمام خاندان کا ذکر دراصل تمہید تھا مقصود اس سب سے یہ تھا کہ الوہیت مسیح باطل ہے چنانچہ ہم موقع بہ موقع تفسیر میں اشارہ کرتے گئے ہیں اس مسئلہ میں قرآن شریف نے کئی دلائل بیان کئے ہیں مگر ان دلائل کے بیان سے پہلے عیسائیوں کا عقیدہ مذکورہ جو ان کے نزدیک مدار نجات ہے بیان کر دینا بھی ضروری ہے-

عیسائیوں کی مشہور کتاب "دعائے عمیم" میں مسلمہ عقیدہ مقدس اتھاناسیس کا یوں لکھا ہے

"جو کوئی نجات چاہتا ہو اس کو سب باتوں سے پہلے ضرور ہے کہ عقیدہ جامعہ رکھے- اس عقیدہ کو جو کوئی کامل اور بے داغ نگاہ نہ رکھے وہ بیشک عذاب ابدی میں پڑے گا"

اور عقیدہ جامعہ یہ ہے

"کہ ہم تثلیث میں واحد خدا کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں نہ اقانیم کو ملائیں نہ ماہیت کو تقسیم کریں کیونکہ باپ ایک اقنوم بیٹا ایک اقنوم اور روح القدس ایک اقنوم ہے- مگر باپ بیٹے اور روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے جلال برابر عظمت ازلی یکساں جیسا باپ ہے ویسا بیٹا اور ویسا ہی روح القدس ہے باپ غیر مخلوق بیٹا غیر مخلوق اور روح القدس غیر مخلوق

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ

یاد تو کریں جب خدا نے ہر ایک نبی سے عہد لیا تھا کہ جو کتاب اور دانائی کی باتیں میں نے تم کو دی ہیں پھر تمہارے

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

پاس کوئی رسول آوے جو تمہاری ساتھ والی بات کی تصدیق کرے تو اس کی ضرور مانیو اور اس کی مدد کیجو

پہلی کتابوں میں ضرور ہوتی حالانکہ اس دعویٰ میں بھی جھوٹے ہیں کہ پیشگوئی نہیں- ذرا یاد تو کریں جب خدا نے ہر ایک نبی سے عہد لیا تھا کہ جو کتاب اور دانائی کی باتیں میں نے تم کو دی ہیں ان پر تو عمل کرو پھر اگر تمہارے پاس کوئی رسول تمہاری زندگی میں ہی آوے جو تمہاری ساتھ والی بات کی جو میں نے تمہیں دی ہے تصدیق کرے تو اسکو ضرور مانیو اور اسکی مدد کیجو

شان نزول (واذ اخذ الله) یہ آیت یہود و نصاریٰ کی مذمت در بارہ کتمان حق نازل ہوئی-

باپ غیر محدود بیٹا غیر محدود اور روح القدس غیر محدود باپ ازلی بیٹا ازلی اور روح قدس ازلی تاہم تین ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی- اسی طرح تین غیر محدود نہیں اور نہ تین غیر مخلوق بلکہ ایک غیر مخلوق اور ایک غیر محدود یونہی باپ قادر مطلق بیٹا قادر مطلق اور روح القدس قادر مطلق تو بھی تینوں قادر مطلق نہیں بلکہ ایک قادر مطلق ہے ویسا ہی باپ خدا بیٹا خدا اور روح القدس خدا اس پر بھی تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا اسی طرح باپ خداوند بیٹا خداوند اور روح القدس خداوند تو بھی تین خداوند نہیں بلکہ ایک خداوند"

(دعائے عمیم مطبوعہ افتخار دہلی ۱۸۸۹ء صفحہ ۲۴)

عیسائیوں کے گرو گھنٹال پادری فنڈر لکھتے ہیں کہ

"ایمانداروں (عیسائیوں) پر لازم اور واجب ہے کہ جیسا باپ اور بیٹے پر ویسا ہی روح القدس پر ایمان لا کر اس کی عبادت اور بندگی کریں اور عنایت اور نعمت کی امید اس سے رکھیں (مفتاح الاسرار طبع پنجم صفحہ ۴۵)

عبارات مذکورہ بالا سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ہر ایک ان تینوں (باپ بیٹا روح قدس) میں سے مستقل خدا اور معبود ہے یہ ہے عیسائیوں کا دعویٰ جس پر مذکورہ ذیل دلائل نقلی دیا کرتے ہیں- یوں تو کہنے کو عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ انجیل سے کیا بلکہ توریت بلکہ کل نبیوں کی کتب اور تحریروں بلکہ نیچرل لسٹ (نظام عالم) کے ہر ورق سے تثلیث اور الوہیت مسیح ہی ثابت ہوتی ہے- تاہم وہ اس بات کے قائل ہیں کہ توریت میں اس کا اشارہ ہوا ہے (مفتاح الاسرار صفحہ ۴۹) اور انجیل میں بالوضاحت بیان ہے (مفتاح صفحہ ۲۳) اس لئے ہم بھی ان دلائل کے بیان کرنے میں (بقول ان کے) انجیلی حوالوں پر بلکہ انہیں کے الفاظ پر قناعت کرتے ہیں- مفتاح الاسرار کے مصنف پادری فنڈر جو ہندوستان میں عیسائیوں کے امام مناظرہ مانے جاتے ہیں رسالہ مذکورہ میں یوں رقم طراز ہیں

"مسیح نے خدا کی ذات و صفات اور لفظ خدا کو بھی اپنے ساتھ نسبت دیا ہے چنانچہ آئندہ آیتوں سے معلوم ہوتا ہے اور اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایسے معنی سے خدا کا بیٹا نہیں ہے جن معنی سے متقی پرہیز گار ایماندار لوگ خدا کے فرزند کہے جاتے ہیں بلکہ اس معنی سے خدا کا بیٹا ہے کہ صفات اور ذات میں خدا کے برابر ہے- پرہیزگار اور ایمان دار لوگ تو اپنے ایمان کی جہت سے خدا کے بیٹے ہیں لیکن مسیح وحدت ذات کی نسبت خدا کا بیٹا ہے- چنانچہ مسیح نے اپنی الوہیت کا اشارہ کر کے یوحنا کے باب ۸ آیت ۲۳ میں یہودیوں سے ایسا فرمایا ہے کہ تم پستی سے ہو اور میں بلندی سے ہوں تم اس جہان کے ہو میں اس جہاں کا نہیں اور اسی باب کی ۵۸ آیت میں فرمایا ہے کہ پیشتر اس کے کہ ابراہیم ہو میں ہوں اور اس بات کو بیان کر کے یوحنا کے ۱۷ باب کی ۵ آیت میں کہا ہے کہ اے باپ اب تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر سے تیرے ساتھ رکھتا تھا بزرگی دے اور مکاشفات کے پہلے باب کی ۱۱ آیت میں فرمایا ہے کہ میں الفا اور امگا اول و آخر ہوں اب ان آیتوں میں مسیح صاف بیان کرتا ہے کہ میں آسمان سے اترا اور ابراہیم سے پیشتر بلکہ سارے عالم کے پیدا ہونے

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

کہا کیا تم اقراری ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ وہ بولے ہم اقراری ہیں کہا تم گواہ رہو اور میں خود بھی

وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

تمہارے ساتھ گواہ ہوں پس جو کوئی بعد اس کے پھر جاوے گا وہی بدکار ہوگا

پھر مزید تاکید کیلئے خدا نے کہا کیا تم اقراری ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو یا نہیں؟ وہ بیک زبان بولے ہم اقراری ہیں خدا نے کہا تم اس معاملہ کے گواہ رہو اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں پس جو کوئی بعد اس اقرار کے پھرے گا سو وہی بدکار ہوگا

سے پہلے موجود اور اول و آخر ہوں۔ پس ظاہر و عیاں ہے کہ مسیح قدیم اور ازلی ہے پھر متی کے ۱۱ باب ۲۷ آیت میں اس نے فرمایا کہ میرے باپ نے سب کچھ مجھے سونپا اور بیٹے کو کوئی نہیں جانتا مگر باپ اور باپ کو کوئی نہیں جانتا مگر بیٹا اور وہ جس پر بیٹا اسے ظاہر کیا چاہتا یعنی بیٹا کاشف ذات ہے پھر متی کے ۲۸ باب کی ۱۸ آیت میں اس نے اپنے شاگردوں سے کہا ہے کہ آسمان اور زمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا یعنی انسانیت کی نسبت تو یہ سب اختیار اسے دیا گیا تھا اور الوہیت کی رو سے وہ اس حکومت کے لائق تھا ایسا ہی یوحنا کے ۵ باب کی ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۸، ۲۹ آیتوں میں مسیح نے اپنی الوہیت ظاہر کرنے کے لئے یہودیوں سے کہا ہے کہ میرا باپ اب تک کام کرتا ہے اور میں بھی کام کرتا ہوں۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا مگر جو کچھ کہ وہ باپ کو کرتے دیکھتا ہے بیٹا بھی اسی طرح وہی کرتا ہے یعنی باپ بیٹا کے ساتھ ایسا ایک اور متحد ہے کہ ممکن نہیں کہ کچھ اور کرے مگر وہی جو باپ کرتا ہے اور بیٹا ارادت اور قدرت اور ذات میں باپ کے ساتھ ایک ہی پھر ہے کہا کہ جس طرح باپ مردوں کو اٹھاتا ہے اور جلاتا ہے بیٹا بھی جنھیں چاہتا ہے جلاتا ہے اور باپ کسی شخص کی عدالت نہیں کرتا بلکہ اس نے ساری عدالت بیٹے کو سونپ دی اس سے تعجب مت کرو کیونکہ وہ وقت آتا ہے جس میں وہ سب جو قبروں میں ہیں اس کی آواز سنیں گے جنہوں نے نیکی کی ہے زندگی میں قیامت کے واسطے اب دیکھو کہ ان آیتوں میں مسیح نے قادریت اور عالمیت کی صفتوں کو کھلا کھلی اپنے ساتھ منسوب کیا ہے کیونکہ جس صورت میں یہ کہتا ہے کہ جو کچھ باپ کرتا ہے میں بھی وہی کرتا ہوں اور مردوں کو جلاتا ہے اور زمین اور آسمان میں ساری قدرت مجھے دی گئی ہے اور باپ یعنی ذات کو جانتا ہوں اور قیامت کے دن کا حاکم میں ہوں تو ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ مسیح نے اپنے عالم اور قادر ہونے کا اقرار کیا ہے کیونکہ جو کوئی وہی کام کرے جو خدا کرتا ہے اور جس کا حکم ساری زمین و آسمان پر ہووے چاہیے کہ قادر ہو اور جو کوئی قیامت کے دن ساری خلقت کا حاکم اور ان کے سب فکروں اور کاموں سے واقف ہو چاہیے کہ وہ عالم ہووے اور یہ کہ مسیح نے آیات مذکورہ میں اپنی الوہیت کا اشارہ کیا ہے اس بات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے ان باتوں کو سن کر اس کے قتل کا ارادہ کیا جیسا کہ یوحنا کے ۵ باب کے ۱۸) آیت میں لکھا ہے کہ تب یہودیوں نے اور بھی زیادہ اس کو قتل کرنا چاہا۔ کیونکہ اس نے خدا کو اپنا باپ کہہ کر اپنے تئیں خدا کے برابر کیا اور ایسا ہی متی کے ۱۸ باب کی ۲۰ آیت میں مسیح اپنی الوہیت کا اشارہ کر کے کہتا ہے کہ جہاں کہیں دو یا تین میرے نام پر اکھٹے ہوں وہاں میں ان کے بیچ ہوں اور صعود کے وقت جب اپنے شاگردوں کو حکم دیا تھا کہ سارے عالم میں جا کر میرا کلام بیان کر کے تعلیم دو تب ایسا کہا کہ دیکھو میں زمانہ کے آخر تک ہر روز تمہارے ساتھ ہوں جیسا کہ متی کے ۲۸ باب کی آیت ۲۰ میں لکھا ہے پس اس سے کہ مسیح نے اپنے صعود کے وقت یہ بات فرمائی ظاہر ہے کہ اس کا حاضر ہونا جسمانی نہیں بلکہ روحانی طور پر ہوگا اور اس حال میں کہ یہ وعدہ جو انتہا عالم تک میں تمہارے ساتھ ہوں نہ صرف ایک سے بلکہ سارے شاگردوں اور ایمانداروں سے کیا ہے تو ظاہر ہے کہ ان باتوں سے اور اگلی آیت سے بھی اس نے حاضریت کی صفت کو اپنے ساتھ منسوب کیا۔ خلاصہ ان آیتوں میں مسیح نے خدائی ذات اور صفات کو ایسا صریحاً اپنے ساتھ نسبت کیا ہے کہ رد کے قابل نہیں ہے اور مابعد کی آیتوں میں تو ماقبل

أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا

تو کیا دین الٰہی کے سوا اور دین چاہتے ہیں حالانکہ تمام آسمان و زمین کے لوگ چار و ناچار اسی کے زیر فرمان ہیں اور اسی

وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ

کی طرف پھریں گے تو کہہ دے ہم خدا کو اور جو کچھ ہماری طرف اور ابراہیم

بھلا نبیوں کا عہد و پیمان جو بحکم خداوندی انہوں نے کیا تھا جب نہیں مانتے تو کیا دین الٰہی کے سوائے اور دین چاہتے ہیں حالانکہ تمام آسمان و زمین کے لوگ چار و ناچار اسی کے زیر فرمان ہیں اور انجام کار اسی کی طرف پھریں گے پس تو بلند آواز سے کہہ دے کہ جاؤ جو تمہارا جی چاہے کرو ہم تو سب سے پہلے اکیلے خدا کو مانتے ہیں اور جو کچھ ہماری طرف اور ابراہیم

سے واضح تر اپنے تئیں ذات الٰہی کے ساتھ موصوف اور منسوب کیا ہے۔ چنانچہ یوحنا کے ۱۱ باب کی ۲۵ آیت میں فرمایا ہے کہ قیامت اور زندگی میں ہوں اور یوحنا کی) کی باب کی آیت ۳۰ میں کہا کہ میں اور باپ ایک ہیں اور پھر یوحنا کے ۱۴ باب کی ۹ آیت سے ۱۱ تک مسیح نے فیلبوس کو فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا ہے باپ کو دیکھا ہے اور تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھلا کیا تو یقین نہیں کرتا کہ میں باپ میں اور باپ مجھ میں ہے یہ باتیں جو میں تمہیں کہتا ہوں کہ میں آپ سے نہیں کہتا لیکن باپ جو مجھ میں رہتا ہے وہ یہ کام کرتا ہے۔ میری بات پر یقین کرو کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے اور اسی وحدانیت کی نسبت جو مسیح نے ان آیتوں میں اپنے ساتھ منسوب کی اور جس کے سبب باپ کے ساتھ یعنی خدا کے ساتھ ذات میں ایک ہے اس نے ہم بندوں پر واجب کیا کہ جیسا باپ کو ویسا ہی اس کو بھی مانیں اور اس کی عبادت اور بندگی کریں جیسا کہ یوحنا کے ۵ باب کی ۲۳ آیت میں لکھا ہے کہ مسیح نے فرمایا کہ "سب جس طرح باپ کی عزت کرتے ہیں بیٹے کی عزت کریں وہ جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا باپ کی جس نے اسے بھیجا ہے عزت نہیں کرتا" اور علاوہ اسکے مسیح نے خدا کا لفظ بھی اپنے ساتھ منسوب کیا ہے یعنی اپنے قیام کے بعد توما کو جو اس کے شاگردوں میں سے تھا اجازت دی کہ اسے خدا کہے جیسا کہ یوحنا کے ۲۰ باب کی ۲۰' ۲۸ آیتوں میں ذکر ہے یعنی جب شاگردوں نے توما کو کہا کہ مسیح نے قیام کیا ہم نے اسے دیکھا ہے تب اس نے انہیں کہا کہ میں جب تک میخوں کا نشان اس کے ہاتھ میں نہ دیکھوں اور اپنی انگلی میخوں کے نشان میں نہ ڈالوں اور اپنا ہاتھ اس کی پسلی میں نہ رکھوں تب تک باور نہ کروں گا آٹھ دن کے بعد مسیح نے پھر ان پر ظاہر ہو کے توما سے کہا کہ اپنا ہاتھ پاس لا اور میری پسلی ٹٹول اور بے ایمان مت ہو بلکہ ایمان لا۔ تب توما نے سجدہ کر کے کہا اے میرے خداوند! اے میرے خدا اب اس صورت میں کہ مسیح نے اس کو منع نہ کیا بلکہ یوں فرمایا کہ اے توما اس لیے کہ تو نے مجھے دیکھا ہے ایمان لایا مبارک وہ ہیں جنہوں نے نہیں دیکھا اور ایمان لائے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اپنی الوہیت کا اشارہ کر کے اپنے تئیں خدا کہلانا زیادتی نہ جانا"

(مفتاح الاسرار طبع پنجم صفحہ ۱۴-۱۸)

ناظرین کرام

کیسی (ناراست) صاف گوئی سے کام لیا ہے کتنا زور سے مسیح کے الٰہ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اسے یاد رکھئے اور مزید بیان سنئے۔

رسالہ "مسیح ابن اللہ" کا مصنف بھی اپنا خیال یوں ظاہر کرتا ہے

اب ہم پرانے اور نئے وثیقوں کی بعض آیتوں کو جدول ذیل میں باہم مقابلہ کر کے لکھتے ہیں تا کہ یہ ہمارے اس منشا کا کہ اسی طرح اور آیتیں بھی مق

وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّونَ

اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور انکی ساری اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور نبیوں کو

مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

خدا کی طرف سے ملا ہے سب کو مانتے ہیں ہم ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کے مخلص بندے ہیں

اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اس کی ساری اولاد کی طرف خدا کے ہاں سے اتارا گیا اور بالخصوص جو موسیٰ اور عیسیٰ اور نبیوں (علیہم السلام) کو خدا کی طرف سے ملا ہے سب کو مانتے ہیں ہم ان نبیوں میں سے کسی میں تفرق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض سے انکاری ہوں جیسے کہ تم اور بڑی بات یہ ہے کہ ہم اسی کے مخلص بندے ہیں نہ کہ تمہاری طرح مشرک کہ مسیح کو بھی خدا مانتے ہوں۔ چونکہ ہمارے دین اسلام میں توحید

کر کے دیکھی جائیں ایک نمونہ ہو۔ جدول یہ ہے

پرانا وثیقہ [1]	نیا وثیقہ [2]
اور خدا اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ خداوند کہتا ہے کہ آسمان اور زمین مجھ سے بھرتے ہیں (یرمیاہ۔ ۲۳ باب ۲۴ آیت)	عیسیٰ کے حق میں اور عیسیٰ اپنے حق میں کیا کہتا ہے
تیرا تخت قدیم سے مستحکم ہے۔ تو تو ازلی ہے۔ (۹۳ زبور ۳ آیت)	وہ جو اترا وہی ہے جو سارے آسمانوں پر چڑھا تاکہ سب کو بھرپور کرے۔ (افسیون ۴ باب ۱۰۔ آیت)
تیرا تخت قدیم سے مستحکم ہے تو تو ازلی ہے (۹۳) (زبور ۳ آیت)	وہ بیٹے سے کہتا ہے کہ اے بیٹا تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ (خط عبرانیوں کو پہلا باب آیت ۸)
میں اول اور میں آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں (یشعیاہ ۴۴ باب ۶ آیت)	میں اول اور آخر ہوں اور وہی ہوں جو ہوا تھا اور زندہ ہوں (مکاشفات پہلا باب ۱۸، ۱۷ آیت)
میں یہوداہ ہوں اور تبدیل نہیں ہوتا (ملاکی ۳ باب ۶۔ آیت)	یسوع مسیح کل اور آج اور ابد تک یکساں (خط عبرانیوں کو ۱۳ باب ۸ آیت)
میں قادر مطلق خدا ہوں (پیدائش ۱۷ باب پہلی آیت)	میں قادر مطلق ہوں (مکاشفات پہلا باب ۸ آیت)
	کوئی بیٹے کو نہیں جانتا مگر باپ (متی ۱۱ باب ۲۷ آیت)
تو اپنی تلاش سے خدا کو پا سکتا ہے (ایوب ۱۱ باب ۷ آیت)	تم نے اس قدوس اور راست کار کا انکار کیا (اعمال ۳ باب ۱۴ آیت)
میں خداوند تیرا قدوس خدا ہوں (یسعیاہ ۴۳ باب ۳ آیت)	ابتداء میں کلام تھا۔ سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں (یوحنا پہلا باب ۱، ۳ آیت)
ابتداء میں خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا (پیدائش پہلا باب پہلی آیت)	کیونکہ اس سے ساری چیزیں جو آسمان اور زمین پر ہیں دیکھی)
میں خدا سب کا بنانے والا ہوں میں اکیلا آسمان کو تانتا اور)	

---

[1] انجیل سے پہلے حصے کا نام ہے۔
[2] انجیل سے آخر تک حصے کا نام ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ

جو کوئی سوائے اسلام کے اور دین تلاش کرے گا ہرگز اس سے قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں

الْخٰسِرِيْنَ ۞ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا

سے ہوگا بھلا ایسے لوگوں کو خدا کیونکر راہ دکھائے گا جو بعد ایمان لانے کے منکر ہو گئے حالانکہ شہادت

اور اخلاص اعلیٰ درجہ کا ہے اس لئے خدا کی طرف سے بھی عام اعلان ہے کہ جو کوئی سوائے اسلام کے اور دین تلاش کرے گا ہرگز اس سے قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہوگا بھلا ایسے لوگوں کو کیونکر خدا جنت کی راہ دکھائیگا جو بعد ایمان لانے کے بغرض دنیوی منکر ہو گئے۔ حالانکہ شہادت بھی

پرانا وثیقہ	نیا وثیقہ
آپ تنہا زمین کو فرش کرتا ہوں (یسعیاہ ۴۴ باب ۲۴ آیت)	اور اند یکھی کیا تخت کیا خاوندیاں کیا ریاستیں کیا مختاریاں پیدا کی گئیں (خط کلیسون کو پہلا باب ۵ آیت)
خداوند تعالیٰ نے ہر چیز اپنے لئے بنائی۔ (مثال ۱۶۔ باب ۴ آیت)	ساری چیزیں اس سے اور اس کے لئے پیدا ہوئیں۔ (خط کلیسون کو پہلا باب ۵) آیت)
خداوند تعالیٰ ساری زمین کا بادشاہ عظیم ہے (۴۷ زبور ۱ آیت)	بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند (مکاشفات ۸) باب ۵) آیت)
اس لئے کہ تو فقط سارے بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے (پہلا سلاطین پہلا باب ۲۸ آیت)	اور ساری کلیسیاؤں کو معلوم ہوگا کہ میں وہی ہوں جو دلوں اور گردوں کا جانچنے والا ہوں (مکاشفات ۱ باب ۲۲ آیت)
خدا ہی عدالت کرنے والا ہے (۴ زبور ۵)۔ آیت)	کیونکہ ہم سب کو ضرور ہے کہ مسیح کی مسند عدالت کے آگے حاضر ہوں دیں۔ (خط قرنیتوں کو ۴ باب۔) آیت)
اس کی بادشاہی سب پر مسلط ہے (زبور ۲)۔ آیت ۸)	وہ سب کا خداوند ہے (اعمال) باب ۲۵ آیت)
اس دن ایک خداوند ہوگا اور اس کا نام ایک ہوگا (زکریا ۳) باب۔ ۸ آیت)	اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے جس کے سب سے ساری چیزیں ہوئیں اور ہم اس کے وسیلے سے ہیں (پہلا خط قرنیتوں کو ۷ باب۔ ۵) آیت)
دیکھو خداوند خدا زبردستی کے ساتھ آئے گا۔ اس کا صلہ اس کے ساتھ ہے۔ (یشعیاہ ۳ باب۔) آیت)	دیکھ میں جلد آتا ہوں اور میرا اجر میرے ساتھ ہے۔ (مکاشفات ۱۱۔ باب ا) آیت)
میں میں ہی خداوند ہوں۔ میرے سوا کوئی بچانے والا نہیں (یشعیاہ ۳۲ باب۔)) آیت)	اور وہ کامل ہو کر اپنے سب فرمانبرداروں کے لئے نجات کا باعث ہوا (خط عبرانیوں کو ۴ باب ۸) آیت)
	اور کسی دوسرے سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس سے ہم نجات پا سکیں۔ (اعمال ۳ باب۔۱) آیت)
وہ ظفر مندی سے موت کو نگل جائے گا۔ (یشعیاہ۔ ۱۴ باب ۷ آیت)	اب ہمارے بچانے والے یسوع مسیح نے موت کو نیست کیا (دوسری تمطاؤس پہلا باب۔) آیت)
میں نے اپنی حیات کی قسم کھائی ہے کلام صدق میرے منہ سے نکلتا ہے اور نہ پھیرے گا کہ ہر ایک گھٹنا میرے آگے جھکے گا اور ہر ایک زبان	ہم سب مسیح کے تحت عدالت کے آگے حاضر کئے جائیں گے چنانچہ یہ لکھا ہے کہ خداوند کہتا ہے کہ اپنی حیات کی قسم ہر ایک گھٹنا میرے

اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾

بھی دے چکے تھے کہ رسول بھی برحق ہے اور دلائل بھی ان کو پہنچ چکے خدا ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا

دے چکے تھے کہ رسول برحق ہے اور سچائی کے دلائل بھی ان کو پہنچ چکے مگر بایں ہمہ سب سے منکر ہو بیٹھے تو خدا نے بھی اپنی رحمت سے ان کو محروم کر دیا۔اس لئے کہ خدا ایسے ظالموں کو جنت کی راہ نہیں دکھاتا

میری قسم کھائے گی۔(یشعیاہ۔۴۵ باب ۲۳ آیت) آگے جھکے گا اور ہر ایک زبان خدا کے سامنے اقرار کرے گی (خط رومیوں کو ۱۴ باب اور آیات)) آیت)

عیسیٰ کے نام پر ہر ایک گھٹنا جھکے گا(خط فلپیوں کا ۲ باب) آیت)

اگرچہ اس جدول کو طول دینا آسان تھا لیکن ہمارا منشا خاص کر دونوں وثیقوں کی مطابقت کا نمونہ دکھلانا ہے ورنہ اس قسم کی سب آیات کو پیش کرنا بڑے فائدہ کی بات ہو گی۔اگر اس جدول کو دیکھنے سے ناظرین کو اس امر کی طرف رغبت ہو جاوے کہ اس ضروری مسئلہ کے ثبوت میں پاک کتاب کے دونوں حصوں کی شہادت کو آپ ہی دریافت کریں۔اگر اس طرح کی تحقیقات صداقت سے کریں تو ان کی خاطر جمع ہو جائے گی کہ ضرور عیسیٰ حقیقی اور ابدی خدا ہے اور وہ دریافت کریں گے کہ جو کچھ ایک وثیقہ میں خاص خدا باپ کی طرف منسوب ہے وہ سب دوسرے میں بالکل عیسیٰ ناصری کی طرف منسوب ہے۔اور وہ دیکھیں گے کہ خدا کے خاص خطاب اور قدرت اور کاملیت اور الٰہی کاروبار نئے وثیقے میں سب کے سب عیسیٰ کی طرف منسوب ہیں اور یہ نسبت انہی الفاظ کے ساتھ بیان کی جاتی ہے جو کہ قدیم الایام سے پاک نبیوں اور خود خدا نے پرانے وثیقے میں استعمال کئے تھے بلکہ وہ یہ بھی دیکھیں کہ بار بار مابین اس پاک وجود کے جس نے پہلے آسمان سے کلام کیا اور عیسیٰ کے جس نے کئی صدیوں کے بعد انسانی شکل میں زمین پر گفتگو کی اصل یگانگت تھی (رسالہ مسیح ابن اللہ صفحہ ۱۲۹) ۵ ۱۳۳ مطبوعہ لدھانہ ۱۸۸۸ء)

گو اہل انصاف اس مسئلہ کی تصویر سے ہی متنفر ہو کر اس کے دلائل سے اور بھی نفرت کر گئے ہوں گے اور ہر گز امید نہیں کہ کسی صاف دل میں اس سیدھے گورکھ دھندے کو جگہ ملے تاہم اس کے ابطال میں کسی قدر دلائل واضح کا بیان کر دینا اہل مذاق کے لئے ہر طرح مفید ہو گا پس ہم ان دلائل کو پہلے بیان کرتے ہیں جو خدا کی پاک کتاب قرآن شریف نے بیان کئے ہیں۔

لیکن چونکہ ان دلائل میں حکیمانہ طرز سے استدلال کئے گئے ہیں اس لئے بطور تمہید پہلے کئی امور کا بیان ضروری ہے قاعدہ عقلیہ ہے کہ جب دو نقیضوں میں سے ایک کو باطل کر دیا جائے تو دوسری کا وجود ضرور ہو تا ہے ایک کا وجود ثابت ہو تو دوسری کا عدم ہو گا مثل ثابت کیا جاوے کہ کسی خاص وقت میں رات نہیں تو دن ضرور ہو گا اور اگر ثابت کیا جائے کہ کسی خاص وقت میں دن ہے تو رات نہ ہو گی اس قسم کی دلیل کو علماء مناظرہ "دلیل خلف" کہتے ہیں اور جو حکم بعد تتبع اور تلاش جزئیات کثیرہ کے لگایا ہو اس کو "استقراء" کہتے ہیں جیسا کہ بہت سے افراد انسانی کو خلقۃً دوپایا دیکھ کر سب پر حکم لگایا جاوے کہ سب افراد انسانی دوپائے ہیں یہ بھی ایک قسم سے دلیل ہے مگر خلف کی نسبت سے کمزور اور جو بطور مشابہت کے حکم ہو اس کو "تمثیل" کہتے ہیں جیسا شراب کے نشہ پر دوسری نشہ آور چیزوں کو بھی قیاس کر لیں۔یہ قسم بھی گو درجہ اول کے برابر زور آور نہیں لیکن کسی قدر کار آمد ہیں۔

پس انہی دلائل ثلاثہ کی طرف قرآن شریف نے اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ

ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یاکلان الطعام انظر کیف نبین لهم الآیات ثم انظر انی یؤفکون (المائده- ٦٤)

مسیح تو صرف اللہ کا رسول ہے اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (نیک بندی) تھی۔دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے دیکھو تو ہم کیسے دلائل بیان کریں پھر بھی یہ کیسے بہکے جا رہے ہیں

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

سزا ان کی یہ ہے کہ خدا کی اور فرشتوں کی اور جہان کے سب لوگوں کی ان پر لعنت ہو

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

بلکہ ہمیشہ اس میں رہیں گے نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کو مہلت ملے گی

سزا ان کی یہ ہے کہ خدا کی اور فرشتوں کی اور جہان کے سب لوگوں کی ان پر لعنت ہو جس سے وہ کبھی رہائی نہ پاویں گے بلکہ ہمیشہ اس میں رہیں گے نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کو عذر کی مہلت ملے گی۔ لیکن جو

اس لفظ میں کہ مسیح تو صرف اللہ کا رسول ہے تمثیل کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسے اور رسول ہیں جن کو بندگی سے بڑھ کر خدائی میں ان کو کوئی دخل نہیں اسی طرح مسیح بھی فقط رسول ہی ہے نہ کہ خدا اور اس لفظ میں کہ اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے استقرا کی طرف اشارہ ہے یعنی کل رسول جو خدا کی طرف سے آئے ہیں ان کے لئے بجز بندگی کے اور مرتبہ نہیں ہوتا پھر مسیح کا کیونکر ہونے لگا اور اس لفظ میں کہ "اس کی ماں خدا کی نیک بندی تھی اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے" میں بڑی زبردست دلیل کی طرف اشارہ ہے جس کو "دلیل خلف" کہتے ہیں۔ یعنی جب اس کی ماں تھی اور وہ بھی پھر خدا کی نیک بندی اور وہ دونوں کھانے کے بھی محتاج تھے تو ایک دو وجہ سے نہیں بلکہ کئی وجہ سے مسیح کی عبودیت ثابت ہوئی۔ ایک تو یہ کہ اس کی ماں ہے جس نے اس کو جنا۔ دوم یہ کہ اس کی ماں نیک خدا کی تابعدار بندی تھی تو بیٹا بھی ضرور بحکم "الولد سرٌ لابیہ" خدا کا بندہ ہوگا سوم یہ کہ وہ

دونوں ماں بیٹا طعام کے محتاج بھی تھے ایسے کہ جیسے اور لوگ محتاج ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی محتاج الی الغیر ہو وہ مخلوق ہے کیونکہ اگر خدا بھی طعام وغیرہ کی طرف محتاج ہو تو اس میں شک نہیں کہ طعام بلکہ دنیا کی چیزیں حادث ہیں۔ ایک وقت سے ان کی ابتدا ہوئی ہے جس سے پہلے نہ تھیں پس جس وقت نہ تھیں تو خدا کا گذارہ کیسا چلتا ہوگا یا تو خدا بھی اس وقت نہ تھا تو خدا بھی (نعوذ باللہ) حادث ہوا یا تھا تو بڑی دقت میں گزارہ ہوتا ہوگا۔

چونکہ اس بات کو ہمارے مخاطبین بھی مانتے ہیں کہ جو شے کھانے وغیرہ کی طرف محتاج ہو وہ بے شک مخلوق ہوگی اس لیے اس پر زیادہ زور دینا کچھ ضروری نہیں۔ پس قرآن کریم کی تینوں دلیلوں کی شرح ہوگئی۔ کس خوبی سے بالاجمال مختصر الفاظ میں تینوں کی طرف اشارہ ہے۔ عیسائی اب بھی قرآن کی بلاغت کے قائل نہ ہوں گے؟ علاوہ اس فائدہ کے یہ فائدہ بھی ان آیات سے باآسانی حاصل ہوا کہ عیسائیوں کے فرقہ رومن کیتھولک کے خیالات بھی رد ہوگئے جو مسیح اور اس کی ماں دونوں کی عبادت کرتے ہیں ان آیات میں بھی جن پر ہم حاشیہ لکھ رہے ہیں میں دلیل خلف کو ایسے طریق سے بیان کیا ہے کہ جس کی کوئی کسر نہیں چھوڑی چنانچہ تفسیر میں ناظرین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔

چونکہ یہ تفسیر قرآنی ایسی بدیہی اور پر زور ہے کہ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی اس سے انکار نہ کرے اس لئے عیسائیوں نے بھی صریح انکار تو نہیں کیا لیکن ایک عذر یار داس کے متعلق یوں کیا۔

"مسیح بندہ بھی ہے مالک بھی ہے اور آدمی ہے اور خدا بھی ہے۔ اسی سبب سے بعض آیتوں میں اس کی بشریت اور بعض میں الوہیت بیان وعیاں ہوئی ہے" (مفتاح الاسرار صفحہ ۱۹ دفعہ پنجم)

"کیونکہ ایمان صحیح یہ ہے کہ ہم اعتقاد اور اقرار کریں کہ خداوند کا بیٹا ہمارا خداوند یسوع مسیح خدا اور انسان بھی ہے۔ خدا ہے باپ کی ماہیت سے عالموں کے پیشتر مولود اور انسان ہے۔ اپنی ماں کی ماہیت سے عالم میں پیدا ہوا کامل خدا اور کامل انسان نفس ناطقہ اور انسانی جسم کے ساتھ" (دعائے عمیم ص ۲۵ مطبوعہ افتخار دہلی)

مثال میں تبدیل الفاظ نہیں ہوا کرتا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٨٩﴾

لیکن جو لوگ بعد اس کے باز آئے اور اعمال کو سنوارا تو خدا بڑا بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ

جو لوگ بعد ایمان لانے کے کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ

لوگ دنیا میں ہی بعد اس کفر کے باز آئے اور اپنے اعمال بد کو سنوارا تو ایسے لوگ بخشش کا حصہ رکھتے ہیں کیونکہ خدا بڑا بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اس کی بخشش کو اگر کسی کی سخت بد عملی مانع نہ ہو تو فوراً بندوں کو دبوچ لیتی ہے۔ قابل ملامت وہ لوگ ہیں جو بعد ایمان لانے کے کافر ہوئے۔ پھر کفر میں ہی بڑھتے گئے یہاں تک کہ مر گئے۔ ان کی توبہ جو بروز قیامت کریں گے ہرگز قبول نہ ہوگی اور نہ ہی ان پر نظر رحمت ہوگی اور یہی لوگ اصلی راہ سے بھولے ہوئے ہیں

ناظرین غور فرما سکتے ہیں کہ کہاں تک اجتماع ضدین ہے اس پر بھی یہ سوال ہے کہ کیا مسیح بشریت اور الوہیت سے مرکب تھا تو حادث ہوگا کیونکہ ترکیب حدوث کو مستلزم ہے پس پھر بھی خدا نہ ہوا بلکہ حادث جو اپنی ترکیب اور حدوث میں ترکیب دہندہ اور پیدا کرنے والے کا محتاج علاوہ اس کے اگر مسیح بھی خدا تھا اور دوسرے دو حصوں میں بھی خدا ہے تو تین خدا ہوئے تو پھر شرک کس کا نام ہے جس کے ماننے والے کو تم بھی عیسائی مذہب سے خارج مانتے ہو۔ (مفتاح مذکور صفحہ ۱۴)

عیسائی اس پیش بندی کے لئے ایک اور چال چلتے ہیں جس سے صریحاً تثلیث کی بیخ کنی ہوتی ہے وہ یہ کہ

"شرک تو جب ہو جب ہم مسیح روح القدس اور خدا کو مستقل خدا جانیں۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا باپ خدا بیٹا اور خدا روح القدس کہنا یعنی ہر نام کے اول لفظ خدا کا استعمال کرنا در حالے کہ کوئی ان تینوں میں سے بغیر دوسرے کے خدا نہیں ہو سکتا درست نہیں ہے۔ الوہیت کے اقانیم (حصے) ثلاثہ کے ایسے استعمال سے عیسائیوں کو محتاط رہنا چاہیے کیونکہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں کہ صرف بیٹا یا روح القدس یا فقط باپ خدا ہے۔ ہم اکیلے باپ (خدا) کو بھی خدا نہیں کہتے (تشریح التثلیث صفحہ ۸۰)

ناظرین ذرا ہوش سے ان مذبوں کی باتیں سنئے انہیں کچھ بھی اپنے مذہب میں تخالف یا تناقض کا خوف ہے؟ پہلی عبارتیں عقیدہ اتھاناسیس اور پادری فنڈر کی عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ تینوں مستقل ہیں جس سے صاحب تشریح کو انکار ہے۔ خیر ہمیں اس سے بھی بحث نہیں کہ آپس میں مخالف ہیں یا موافق۔ ہم اس پہلو پر بھی نظر کرتے ہیں بھلا جب خدا تین اجزا سے مل کر مرکب ہوا تو حادث پھر کس کو کہتے ہیں؟ اس کا ترکیب دہندہ پھر کون ہے؟ اور یہ ظاہر ہے کہ جو حادث ہو وہ ایک وقت پر پہنچ کر فنا بھی ہوگا جس سے لازم آتا ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا بھی ایک وقت پر فنا ہو۔ کیا پھر عجب نہیں کہ اپنے پرستاروں کو بدلہ دینے سے پہلے ہی چل دے جس سے ان کی حق تلفی کا الزام بھی اس پر عائد رہے گا ایسے خدا سے تو ہر وقت اندیشہ ہے کہ ہم سے بیگار ہی نہ لیتا ہو۔ دینے دلانے کا شاید اسے موقع ہی نہ ملے۔ علاوہ اس کے جب چل دیگا تو اس وقت خدا کا قائم مقام کون ہوگا اور اس کو قائم مقام کرنے والا بڑا خدا ہوگا تو پہلے ہی سے اسے ہی کیوں نہیں خدا مان لیتے؟ اس لفٹنٹ کی کیا حاجت ہے؟ اور اگر اس کا قائم مقام کرنے والا کوئی نہیں بلکہ جس کا زور چلے گا وہ ہو جائے گا تو دنیا کی بربادی کا کیا انتظام؟ سچے خدا کا سچا فرمان بیشک سچ ہے کہ

لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا الآیۃ (الانبیاء۔ ۱۱) اگر آسمان و دنیا میں چند معبود ہوتے تو مدت کی خراب ہو چکتی

اس پہلو سے بھی جان بچانے کو عیسائیوں نے ایک مفر نکالا ہے وہ بھی قابل سماع ہے۔ وہ یہ ہے کہ "مسیح میں خود وہی خدا تھا جو آسمان و زمین کا مالک ہے کوئی دوسرا نہیں تھا جس نے موسیٰ کو کوہ طور پر درخت میں جلوہ دکھایا وہ مسیح تھا" (رپورٹ جلسہ مذاہب لاہور صفحہ و مفتاح الاسرار مصنفہ پادری فنڈر دفعہ پنجم صفحہ ۳۸)

تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا

ہو گی یہ لوگ بھولے ہوئے ہیں جو لوگ کافر ہوں اور کفر کی حالت میں

اس لئے کہ ہمارے ہاں عام دستور ہے کہ جو لوگ کافر ہوں اور کفر کی حالت میں مر جائیں۔ تمام عمر بھر اسلام اور فرمانبرداری کی طرف نہ آئیں ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

ناظرین! گھبرائیے نہیں آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

بہت اچھا صاحب جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا وہ مسیح ہی تھا لیکن یہ تو بتلادیں کہ اس سے تثلیث کیونکر ثابت ہوئی؟ غایت مافی الباب اس سے تو حلول ثابت ہوا جس کو آپ اور آپ کے پیرو مرشد پادری فنڈر مفتاح کے صفحہ ۴۰ میں رد کرتے ہیں پس اگر حلول بھی نہیں بلکہ عینیت ہے تو وہی خدا کے کلام کی ''دلیل خلف'' اس پہلو پر بھی وارد ہوگی کیونکہ **"كانا ياكلان الطعام"** اس صورت میں بھی عیسائیوں کو کھانا پینا بھلاتا ہے۔ اس بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر عیسائیوں نے یہ کی ہے کہ مسیح کی عبودیت کے اقراری ہو کر صرف مسیح سے خدا کا ایک علاقہ خاص بتلایا ہے جس کی کیفیت ہم نہیں جانتے۔ چنانچہ پادری فنڈر صاف مظہر ہے کہ وہ ایک خاص علاقہ ہے جس کی ماہیت اسرار الٰہی میں سے ہو کر عقل کی دریافت سے خارج اور معدوم الادراک کی قسم سے ہے (مفتاح مذکور صفحہ ۴۰) اور ڈاکٹر پادری کلارک میڈیکل مشنری امرتسر نے تو بالکل ہی صاف کہہ دیا کہ ''کثرت فی الوحدت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ نہ اس کا سمجھنے والا پیدا ہوا نہ ہوگا''

(جنگ مقدس صفحہ)

شاباش عیسائیوں کے حال پر کہ ''ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود'' پر انہوں نے ہی عمل کر کے دکھادیا ''قاضی نے ہرائی میں نہ ہاری'' سے ہی کہیں کہ اب کوئی اپنا سر پھوڑے جبکہ یہ مدار نجات ہی سمجھ میں نہیں آتا اور نہ آنے کی امید ہے تو پھر کسی بحث مباحثہ سے کیا فائدہ؟ بھلاوہ تعلق مانا کہ مجہول الکیفیت ہی ہے لیکن اس سے مسیح کی الوہیت کا ثبوت کیونکر ہوا؟ کیا تمام مخلوق سے خدا کا تعلق نہیں؟ علاوہ اس کے عیسائیوں کو اس میں بھی غلطی ہو رہی ہے کہ وہ دور از عقل اور خلاف از عقل میں فرق نہیں کرتے۔ دور از عقل تو اسے کہیں کہ عقل اس کی کیفیت کو پا نہیں سکتی جیسے خدا کے کاموں (مثلاً انسان کا دیکھنا سننا زبان سے ذائقہ چکھنا اور کسی چمڑہ سے یہ کام نہ ہونا) سے حیران ہوتی ہے ایسے تو سب کام خدا ہی کے ہوتے ہیں۔ خلاف از عقل یہ ہے کہ عقل ایک امر دریافت کرے اور بڑی تحقیق سے ثابت کر دے۔ جس میں کوئی شبہ نہ رہے لیکن خدا کی شریعت اس امر ثابت شدہ کے خلاف کہے مثلاً دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ دو دونے چار ہوتے ہیں مگر خدائی تعلیم ہم سے دو دونے پانچ کہلوادے تو ایسی تعلیم خدا کی طرف سے نہ ہوگی۔ مسیح کی الوہیت کا مسئلہ بعید از عقل نہیں بلکہ خلاف از عقل ہے اس لئے خدائی تعلیم نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ کہ اگر مسیح روح القدس خدا تینوں مستقل معبود ہیں جیسا کہ مفتاح صفحہ ۴۵ سے مفہوم ہوتا ہے تو شرک صریح لازم آتا ہے جو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ جس کو عیسائی بھی قبیح مانتے ہیں۔ (دیکھو مفتاح صفحہ ۴۱) اور اگر تینوں مل کر ایک خدا بنتا ہے جیسا تشریح التثلیث کا مضمون تو ترکیب آلہ ضروری ہوگی جس سے خدا کا حادث ہونا لازم آئے گا اور اگر مسیح وہی خدا ہے جو تمام جہان کا مالک ہے تو مسیح کی بشریت اور الوہیت مرکب ہو کر حدوث لازم آئیگا اور اگر الوہیت میں بشریت کو دخل نہیں بلکہ مسیح سے خدا کا تعلق ظرف مظروف کا سا ہے جیسا کہ پانی کا برتن سے تو حلول لازم آیا جس کو تم بھی ناجائز مانتے ہو (دیکھو مفتاح صفحہ ۲۰) اور اگر مسیح سے خدا کا کوئی خاص تعلق ہے جو عام افراد انسانی سے نہیں تو اس کا انکار کس کو ہے بیشک خدا کا نیک بندوں سے جو تعلق خاص اور نظر عنایت ہے وہ عام لوگوں سے نہیں ہوتا۔ خدا کی پاک کتاب بتلاتی ہے کہ

الله ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور (بقرہ-۱۴۶) وھو یتولی الصالحین (اعراف-۸۵)

خدا ایمان داروں کا والی ہے۔ اندھیروں سے ان کو نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور وہ نیکوکاروں کا ہمیشہ متولی ہوا کرتا ہے

لیکن اس سے مسیح کی الوہیت کو کیا علاقہ؟ نظر عنایت مخصوص ہونے سے الوہیت کا ثبوت نہیں ہو سکتے۔ نہیں تو بہت سے اللہ کے نیک بندے خدا

وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى

مر جائیں ان میں کسی سے زمین بھر کر بھی سونا ہرگز قبول نہ ہو گا گو وہ اپنا جرمانہ اتنے سے ادا بھی کرنا چاہے

ایسے کہ ان میں سے کسی سے زمین بھر کر بھی سونا ہرگز قبول نہ ہو گا گو بفرض محال وہ اپنا جرمانہ بھی اتنے سونے سے ادا کرنا چاہے

بنیں گے اور اگر کوئی ایسا تعلق ہے جو ہم نہیں جانتے اور نہ جان سکتے ہیں جیسا کہ مفتاح صفحہ ۲۰ سے مفہوم ہوتا ہے تو جب ہم اس تعلق کی کیفیت ہی نہیں جانتے تو یہ کیوں کر کہہ سکتے ہیں ؟ کہ اس تعلق سے مسیح کی الوہیت ثابت ہے- نیک بندوں کا جیسا خدا سے تعلق ہوتا ہے ویسا ہی ہو گا اس سے بڑھ کر ایسا تعلق کہ اس سے الوہیت کا ثبوت ہو چونکہ بنفسہ محال ہے اس لئے اس مجہول تعلق کی تعیین بھی ایسے تعلق سے نہ کی جائے گی جو مثبت الوہیت ہو- ورنہ وہ تعلق بھی محال ہو گا کیونکہ مستلزم محال محال ہے- فتد بروا

بعض عیسائیوں نے مجھ سے بالمواجہہ یہ کہا کہ تم مسلمان توحید محض کے مدعی ہو حالانکہ تم بھی کثرت فی الوحدت مانتے ہو کیونکہ ذات باری کی صفات (مثلاً صفت علم صفت خلق صفت حیات وغیرہ وغیرہ) کو تم بھی مانتے ہو پس یہ بھی کثرت ہے- محض وحدت تو جب ہو کہ ذات بحت کو بلا صفات ہی مانو ایسا ہی مفتاح سے بھی مفہوم ہے-) سو اس کا جواب دو طرح سے ہے الزامی اور تحقیقی- الزامی تو یہ کہ اگر صفات سے بھی تعدد آتا ہو تو تمہارے مذہب میں خدا تین نہیں بلکہ مع صفات کئی خدا ہوں گے کیونکہ صفات خداوندی کے تم بھی قائل ہو پھر تثلیث پر ہی بس کیوں کرتے ہو ؟ آگے بھی چلو اور اگر آگے کے عدد میں کوئی خلل ہے تو وہ بتلاؤ کہ کیوں ؟ کون سی چیز تعدد صفات سے تعدد الہ کو روکتی ہے جو تم بتلاؤ گے وہی ہماری طرف سے ہو گی- تحقیقی جواب یہ ہے کہ تعدد صفات سے تعدد حقیقی موصوف کا نہیں آیا کرتا کیا اگر کوئی شخص مثلاً زید چار پیشے سوت کاتنہ کپڑا بنتا کپڑے سینا کپڑے رنگنا جانتا ہے تو کیا ایک سے چار زید ہو گئے ؟ کوئی دانا یہ کہے گا ؟ اسی طرح صفات خداوندی کا معاملہ ہے ہاں اعتباری تعدد ضرور ہے- یعنی اس لحاظ سے کہ خدا علیم ہے اور ہے اور اس لحاظ سے کہ خدا قدیر ہے اور ہے مگر ایسے اعتبارات بالکل اس قصے کے مشابہ ہوں گے جو دو منطقی بھائیوں کا مشہور ہے کہ آپس میں گالی گلوچ ہو پڑے مگر چونکہ دونوں کی ماں بہن ایک تھی اس لئے گالی دیتے ہوئے قید اعتباری لگا دیں کہ تیری ماں کو اس حیثیت سے کہ تیری ماں ہے دوسرا بھی اسی ماں کو گالی دے مگر بقید حیثیت اس حیثیت سے کہ تیری ماں ہے پس جیسا ان کی ماں میں حقیقتا تعدد نہ تھا بلکہ یہ ان کی جہالت کا ثبوت تھا اسی طرح صفات کے اعتبار سے خدا میں تعدد پیدا کرنا ایک نادانی کا اظہار ہے پادری فنڈر بھی اسی کے قریب قریب نئی طرز پر چلا ہے کہ قائلین وحدت[1] الوجود کے اقوال کو سنداً بیان کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے کہ جس طرح یہ لوگ تجلی اول اور تجلی ثانی جناب باری کے مراتب مختلف مانتے ہیں اسی طرح ہم بھی ثالوث فی التوحید کے قائل ہیں چنانچہ مفتاح صفحہ ۵۸ سے مفہوم ہے- ہمارے خیال میں عیسائیوں کو پادری صاحب کا نہایت ہی مشکور ہونا چاہیے کہ انہوں نے اس تثلیث جیسے ناقابل ثبوت مسئلہ کو حتی الامکان پوری کوشش سے نبھایا ہے- بھلا پادری صاحب یہ تو غور کر لیا ہوتا کہ کیا وحدۃ الوجود کے قائل مسلمانوں کے نزدیک عیسائیوں سے کچھ زائد عزت رکھتے ہیں جیسے وہ ویسے یہ الکفر ملة واحدة جیسے ان کے خیالات وہی ویسے ہی ان کے تباہی- علاوہ اس کے اس میں بھی پادری صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ وحدۃ الوجود والے مرتبہ تعین کو ممکن اور مخلوق جانتے ہیں صرف مرتبہ تجلی اول کو ہی معبود برحق مانتے ہیں باقی کو نہیں اور آپ تو دونوں تعینات کو درجہ الوہیت دے رہے ہیں فانی له من ذاك اگر کہو تو تم مسلمان بھی جبکہ انجیل توریت کو کلام الٰہی مانتے ہو تو پھر مسیح کی الوہیت جبکہ ان میں صاف مرقوم ہے

[1] وحدۃ الوجود کے معنی ہیں کہ جو کچھ نظر آ رہا ہے ان کا اور خدا کا وجود ایک ہے یعنی یہ جہان کا سب مثل قطرات پانی کے ہے اور خدا تعالیٰ مثل دریا کے اس میں سے نکل کر مختلف اشکال لگنے سے تعینات مشخصہ ہو گئے ہیں یہ مذہب اصل میں ہندوؤں کا تھا ہندوؤں کو ایسے خیال والوں کو (نوین ویدانتی) کہتے ہیں رفتہ رفتہ بعض مسلمانوں میں بھی بعض جاہل صوفیا کے ذریعہ سے پھیل گیا-

بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

بلکہ ان کو درد ناک عذاب ہو گا اور کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہو گا

کسی طرح کی رعایت نہ ہو گی ان کو دردناک عذاب ہو گا اور کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہو گا- دیکھو تو یہی مال جسکے جمع کرنے میں انہوں نے از حد فزوں جانفشانی کی تھی وہ بھی اس قابل نہ ہوا کہ آخرت میں

تو کیوں نہیں تسلیم کرتے تو اس کا جواب یہ ہے ہم جلد اول میں زیر آیت ثابت کر آئے ہیں کہ توریت وانجیل موجودہ کو ہم کلام الٰہی نہیں مانتے بھلا کیوں کر مانیں حالانکہ جس کے ذریعہ سے ہم نے ان کو ماننا تھا وہ تو ایسے مضامین کی صاف صاف الفاظ میں تردید کرتا ہے اور ایسے مضامین کو تمہاری ہی ساختہ بتلا کر صاف کہتا ہے

یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی الله الا الحق انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله و کلمته القاها الی مریم وروح منه فامنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلثة (النساء-)٦)

کہ اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی مت کرو اور خدا کے ذمہ سچی بات ہی کہو (یہ نہ کہو کہ مسیح خدا یا بیٹا اس کا ہے) مسیح تو فقط (اللہ کی بندی) مریم کا بیٹا اور اللہ کا رسول اور اس کے حکم سے جو مریم کی طرف بھیجا تھا پیدا شدہ ہے اور اللہ کی طرف سے ایک روح معزز ہے پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین خدا مت کہو

قرآن شریف جبکہ صریح الفاظ میں تثلیث اور الوہیت مسیح کا رد کرتا ہے تو پھر مسلمانوں پر یہ کیسا الزام ہے ؟ کہ تم توریت وانجیل کو مانتے ہو حالانکہ خود ہی عیسائی انکار الوہیت مسیح کو توریت وانجیل کا انکار لازم جانتے ہیں دیکھو (مفتاح مذکور صفحہ ۳۵) پس جبکہ مسلمان اور مسلمانوں کی الہامی کتاب الوہیت مسیح سے انکار کرتی ہے تو ان کتابوں کو جن میں الوہیت مسیح واقع ہیں یا بقول تمہارے مذکور ہو گی ان کو کیسے تسلیم ہو گی ؟

تقریر بالا سے نہ صرف الوہیت مسیح کا بطلان ثابت ہوا بلکہ توریت[1] وانجیل کا (جن میں الوہیت مسیح مذکور ہے) بھی اعتبار نہ رہا اور کلام اللہ ہونے کے مرتبہ سے ساقط الاعتبار ہو گئیں پس تثلیثی عیسائیوں پر واجب ہے کہ یا تو الوہیت مسیح اور تثلیث کے عقیدہ سے باز آئیں اور جن مقامات میں مسیح کی الوہیت مذکور ہے ان کی تاویلات مثل یونیٹرین[2] کے کریں اور اگر وہ قابل تاویل نہ ہوں تو ایسے گورکھ دھندے سے باز آئیں اور سیدھی اور صاف تعلیم کو مانیں جس میں کوئی ایچ پیچ نہیں

قل هو الله احد الله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد (اخلاص)

خدا ایک ہے- خدا سب سے بے نیاز ہے نہ کسی کو اس نے جنا نہ اس کو کسی نے جنا نہ اس کا کوئی ہم قوم ہے

لیس کمثله شئی وهو السمیع البصیر (شوری)

نہ اس جیسا کوئی ہے اور وہ سنتا اور دیکھتا ہے

نہ پرستش کا محتاج نہ محتاج عبادت　　نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی سے نہ کسی سے ہے قرابت　　نہ نیازت نہ ولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

[1] جو مسلمان مصنف توریت انجیل سے توحید کا ثبوت اور تثلیث کا ردبیان کیا کرتے ہیں ہم انکی رائے سے مخالف ہیں جبکہ فریق مخالف خود اس بات کے قائل ہیں کہ ہماری کتابوں کا مضمون مثبت تثلیث ہے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ انکے خلاف معنی کریں ؟ ہم بھی انہی معنوں کو مان کر انکی کتابوں کی بے اعتباری ثابت کریں گے جس سے بحث با آسانی طے ہو سکتی ہے-

[2] یونیٹرین ایک فرقہ عیسائیوں کا ہے جو مسیح کی الوہیت نہیں مانتے اور اس کو مثل مسلمانوں کے نبی مانتے ہیں مگر نبوت محمدی کے قائل نہیں عام عیسائی ان کو کافر کہتے ہیں اور اپنی جماعت سے خارج بتلاتے ہیں-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

تم نیکی ہرگز نہ پاؤ گے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو گے جو کچھ تم خرچ کرو گے خدا

بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ

اس کو خوب جانتا ہے سارا گوشت بنی اسرائیل کو حلال تھا لیکن جو یعقوب نے توریت اترنے

ان کے کام آتا کیونکہ دنیا میں انہوں نے اس کو مناسب موقع خرچ نہیں کیا تھا یعنی اللہ کی مرضی میں نہیں لگایا بلکہ یا تو اس کی نگرانی اور حفاظت ہی کرتے رہے یا عیش و عشرت میں کھویا۔ سو تم بھی مسلمانو اس معاملہ سے اگر یہی معاملہ کرو گے تو ان لوگوں کی طرح بے نصیب رہو گے پس اگر تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ شکستہ دلی سے ردی مال کا خرچ کرنا تمہیں کسی کام نہ آئے گا بلکہ تم نیکی اور اجر ہرگز نہ پاؤ گے جب تک اپنی محبت سے اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو گے اور اپنی پسندیدہ چیز دیتے ہوئے دل تنگ نہ ہو کیونکہ جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا عوض ضرور پاؤ گے۔ اس لئے کہ خدا اس کو خوب جانتا ہے مناسب اس کے بدلہ دے گا سب باتوں کی اصل تو اخلاص ہے یونہی دوسروں پر زبان درازی کرنا اور خود اعمال حسنہ سے بے بہرہ رہنا جیسا کہ یہودیوں کا حال ہے کچھ مفید نہیں بھلا یہ بھی کوئی دین داری کی باتیں ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں اور عوام الناس میں مشہور کرتے ہیں کہ مسلمان دعوی تو انبیاء سابقین کی اتباع کا کرتے ہیں اور توریت کے خلاف جانوروں کو کھاتے ہیں کیونکہ توریت میں حلال مویشی کے بعض ٹکڑے حرام ہیں اور یہ سب کچھ ہضم کر جائیں حالانکہ ماکول اللحم کا سارا گوشت بنی اسرائیل کو بھی حلال تھا۔ یہ نہیں کہ ایک ہی جانور کا ایک ہی ٹکڑا حلال ہو اور دوسرا حرام

شان نزول

(لن تنالوا البر) صحابہ طلباء کیلئے کچھ کھجوروں کے گچھے لٹکا جاتے تھے جن میں سے اکثر ردی اور ناقص ہوتے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(کل الطعام کان حلا) یہودیوں نے الزاما حضرت اقدس سے کہا کہ آپ تو اتباع ابراہیمی کا دعوی کرتے ہیں حالانکہ ابراہیم اور اس کی اولاد اونٹ کا گوشت ہرگز نہ کھاتے تھے ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم) عام طور پر یہی شان نزول بیان کیا جاتا ہے۔ اصل بحث حاشیہ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

ل اس آیت کے معنی میں عموما یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ یہودی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور کہتے تھے کہ توریت میں منع ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کھانے مسلمانوں کو حلال ہیں وہ یہودیوں کو بھی حلال تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ توریت میں اونٹ کی حرمت نہیں ہے بلکہ یہودی غلط کہتے ہیں مگر یہ معنی نہ تو توریت موجودہ کے مطابق ہیں نہ قرآن کے توریت کے اس لئے مطابق نہیں کہ توریت کی تیسری کتاب احبار کے باب ۱۱ میں اونٹ کی حرمت آج تک مرقوم ہے پس ایسی صریح حرمت کے ہوتے ہوئے یہودیوں کو اس زور شور سے توریت کے لانے پر ابھارنا بے معنی ہے اگر خیال ہو کہ یہ آیت الحاقی ہے تو اگر آنحضرتؐ سے پہلے کی الحاقی ہے تو بھی آنحضرت کے زمانہ کے یہودیوں سے توریت طلب کی جاتی ہے تو انہوں نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ دیکھو توریت میں صاف حکم اونٹ کی حرمت کا ہے جس کو ہم مانتے ہیں اور اگر بعد کی الحاقی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ اور قرآن شریف کے موافق یہ معنی اس لئے نہیں کہ "کل" کا لفظ الطعام معرف باللام آیا ہے جس سے استغراق اجزا ہو گا نہ استغراق افراد اصول میں محقق ہے کہ

فان دخلت (کل) علی المنکر اوجبت عموم افرادہ وان دخلت علی المعرف اوجبت عموم اجزائہ حتی فرقوا بین قولھم کل رمان ماکول و کل رمان ماکول بالصدق والکذب (نور الانوار صفحہ ۷۶)

کل جب معرف باللام پر آوے تو احاطہ اجزاء ہوتا ہے اور اگر نکرہ پر آوے تو احاطہ افراد ہوتا ہے

پس اصول مذکورہ کے مطابق الطعام کے افراد مراد نہیں بلکہ اجزا ہوں گے جس سے ترجمہ آیت کا یہ ہوگا کہ سارا کھانا نہ کہ "سارے کھانے" جو عموما افراد

عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ

سے پہلے چھوڑ رکھا تھا تو کہہ دے توریت لا کر پڑھو تو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

سچے ہو جو لوگ بعد اس کے خدا پر جھوٹ باندھیں گے وہی ظالم

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ

ہیں تو کہہ دے خدا نے سچ بتلایا ہے پس تم دین ابراہیم یک طرفے کے پیچھے چلو اور وہ

مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

مشرکوں سے نہ تھا

بلکہ جو جانور حلال ہے اس کے کھانے کی سب چیزیں حلال ہیں اور پہلے بھی تھیں لیکن جتنا حصہ یعقوب نے کسی مصلحت سے توریت کے اترنے سے پہلے چھوڑ رکھا تھا سو وہ حکم اسی کی ذات کیلئے مخصوص تھا نہ کہ تمام لوگوں کے لئے تو کہہ دے توریت لا کر پڑھو تو اگر سچے ہو کہ مویشی کے بعض حصوں کی حرمت توریت میں ہے اگر توریت بھی نہ لاویں اور یوں ہی کہتے جائیں کہ خدا کا بھی حکم ہے تو یاد رکھیں کہ جو لوگ بعد اس کے خدا پر جھوٹ باندھیں گے کہ بغیر بتلائے خدا کے کوئی حکم تجویز کر کے شرعی بتلاویں گے خدا کے نزدیک وہی ظالم ہیں تو کہہ دے خدا نے جو بتلایا سچ بتلایا ہے۔ پس اب تم اینچ پینچ چھوڑ کر اصل دین ابراہیم یک طرفے کے پیچھے چلو جو خدا کا نیک مخلص بندہ تھا اور وہ اپنی ہوا و ہوس کے پیچھے چلنے والے مشرکوں میں سے نہ تھا مگر ان یہودیوں کو ابراہیمی اتباع کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے ورنہ دراصل بات بجز جاہ طلبی اور ابلہ فریبی کے ان میں کوئی نہیں چنانچہ اسی بناء پر ہے جو لوگوں میں مشہور کر رہے ہیں کہ مسلمان دعویٰ اتباع انبیاء سابقین کا کریں اور نماز ان کے قبلہ بیت المقدس کی طرف نہیں پڑھتے۔ حالانکہ اگر بہ نظر غور بھی دیکھا جائے تو

پر مشتمل ہے۔ خیر بعد اس کے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اصل قصہ کیا ہے؟ اور وہ قصہ موجودہ توریت سے بھی ملتا ہے یا نہیں توریت کی پہلی کتاب پیدائش کے ۳۲ باب سے پایا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب (اسرائیل) کی ران دکھنے کی وجہ سے بنی اسرائیل نے ران کی نس کو نہیں کھاتے تھے۔ عجب نہیں کہ اصل میں اسرائیل نے ہی کسی وجہ ناموافق سے اس کا کھانا چھوڑ دیا ہو رفتہ رفتہ یہ ایک مذہبی شعار ہو گیا۔ حالانکہ دراصل مذہبی نہ تھا چنانچہ لکھا ہے ”اس سبب سے بنی اسرائیل اس نس کو جو ران میں بہتر دار ہے آج تک نہیں کھاتے۔ کیونکہ اس نے یعقوب کو ران کی نس جو بہتر وار سے چڑھ گئی تھی چھوا تھا“ (پیدائش باب ۳۲۔ آیت ۳۲)

تفسیر کبیر میں بھی قفال سے بحوالہ ترجمہ توریت اس قصے کو لکھا ہے۔ خداوند تعالیٰ اسی قصہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے کہ حضرت یعقوب کا نس کے کھانے سے پرہیز کرنا کوئی شرعی امر نہ تھا اور نہ ہی تمہارا اس کو چھوڑنا کوئی شرعی مسئلہ ہے۔ مسلمانوں میں اس کی مثال دیکھنی ہو تو کشمیریوں کو دیکھو۔ کشمیر کے ایک گاؤں اسلام آباد میں ایک بزرگ گذرے ہیں (واللہ حسیبہ)

جنہوں نے (بقول ان کے) گوشت نہیں کھایا کیونکہ گوشت کے کھانے سے ان کو شغل عبادت میں خلل آتا تھا۔ اب ان کے اس ترک پر بنا کر کے (خواہ ان کا ترک کسی وجہ سے تھا اور تھا بھی تو کوئی امر شرعی نہ تھا) اس گاؤں والے کشمیریوں پر نسلاً بعد نسل ہر سال تین چار روز گوشت کا چھوڑنا مثل فرض کے ہے جب وہ دن آتے ہیں تو حضرات کشاہ مرہ ایک روز پہلے ہی کل برتن جن میں گوشت پکا ہوتا ہے ان کو دھو کر بالکل صاف کر کے گوشت کے نام سے ایسے بیزار ہوتے ہیں کہ سال بھر خنزیر سے بھی ایسے نہ ہوتے ہوں ان کا اعتقاد ہے کہ ان دنوں میں اگر ہم (اسلام آباد کے رہنے والے) گوشت کھالیں تو ہمارے مکانوں کو آگ لگ جاتی ہے راقم خاکسار کا خاندان بھی اسلام آباد کے باشندے ہیں لیکن ہنر بنما اگر دواری نہ جوہر۔ گلست از خار ابراہیم از آزر۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

کعبہ جو مکہ میں ہے سب سے پہلا مکان ہے جو لوگوں کی عبادت کیلئے بنا ہے جو بڑی برکت والا اور سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى

اس میں کئی نشان ہیں منجملہ ان کے مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو بے خوف ہو جاتا ہے جو لوگ کعبہ تک پہنچ

النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ

سکیں خدا کے حکم سے عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرنا ان پر فرض ہے اور جو سرتابی کرے گا تو خدا تو سب جہان

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ

سے بے پرواہ ہے تو تو کہہ دیجو اے کتاب والو کیوں اللہ کے حکموں سے انکاری ہوتے ہو حالانکہ خدا تمہارے سب کاموں

عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ

پر نگران ہے تو کہہ دے اے کتاب والو کیوں ایمان لانے والوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہو کیا تم

اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا

اس میں عیب جوئی کرتے ہو حالانکہ تم گواہ ہو اور خدا تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں مسلمانو

تو کعبہ جو مکہ میں ہے سب سے پہلا مکان ہے جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنا ہے جو بڑی برکت والا اور سب لوگوں کے لئے ہدایت کا منبع ہے اس میں کئی نشان خداوندی ہیں من جملہ ان کے مقام ابراہیم ہے اور یہ کہ جو اس میں داخل ہو بے خوف ہو جاتا ہے اسی بزرگی اور قبولیت کی وجہ سے جو لوگ کعبہ تک پہنچ سکیں خدا کے حکم سے عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرنا ان پر فرض ہے- جو بموجب ہدایت شروع کے کرے گا وہ تو بدلہ پاوے گا اور جو اس سے سرتابی کریگا وہ کچھ اپنا ہی کھو دیگا خدا تو سب جہان سے بے پرواہ ہے اب بھی اگر یہ لوگ ایسی ویسی باتیں کریں تو تو کہہ دیجو کہ اے کتاب والو کیوں اللہ کے حکموں سے جو ہم پر بذریعہ وحی اترے ہیں انکاری ہوتے ہو حالانکہ تمہارے سب کام خدا کے روبرو ہیں تو ان کو یہ بھی کہہ دے اے کتاب والو کیوں بے جا حیلوں حوالوں سے ایمان لانے والوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہو کیا اس میں عیب جوئی کرتے ہو حالانکہ تم اس کی حقیقت کے گواہ ہو سنو اور یاد رکھو کہ خدا تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں تمہاری بداعمالیوں کی پوری پوری سزا دے گا اصل یہ ہے کہ جس کے دل میں خوف خدا نہ ہو تو ایسے شخص کو کسی طرح ہدایت متصور نہیں بلکہ دوسروں کو اس سے ضرر کا خوف ہے اسی لئے ہم کہیں

شانِ نزول

(ان اول بیت وضع للناس) یہود نے مسلمانوں پر طعنا کہا کہ ہمارا قبلہ بیت المقدس سب روئے زمین سے بہتر ہے مسلمانوں نے ان کے جواب میں اپنے کعبہ شریف کی فضیلت کا اظہار کیا اس قصے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی- معالم

الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَ فِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ

اگر تم کتاب والوں میں سے کسی ایک گروہ[1] کے بھی تابع ہوئے کہ وہ ایمان لانے کے بعد تمہیں کافر کر ڈالیں گے۔ تم کیسے کافر ہونے لگے حالانکہ اللہ کے احکام تم پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کا رسول تم میں موجود ہے اور جو شخص اللہ ہی سے مضبوط تعلق کرتا ہے بیشک وہ سیدھی راہ پر ہے مسلمانو اللہ ہی سے ڈرتے رہو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرتے دم تک اسی کے تابع رہو اور سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو اور خدا کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی پس تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے

کہ مسلمانو اگر تم کتاب والوں میں سے جو محض ضد سے حق کو چھوڑے ہوئے ہیں کسی ایک گروہ کے بھی مذہبی باتوں میں تابع ہوئے اور ان کی باتوں کو دل آویز لفظوں میں سن کر پھنس گئے تو یاد رکھو کہ وہ ایمان لانے کے بعد بھی تم کو کافر کر ڈالیں گے۔ تم کیسے کافر ہونے لگے حالانکہ اللہ کے احکام تم پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کا رسول بذات خود تم میں موجود ہے پس تم اللہ کی ہدایت جو رسول سے سنو اس کی اتباع کرو اور اسی پر بس کرو کیونکہ جو شخص اللہ ہی سے مضبوط تعلق کرتا ہے بیشک وہ سیدھی راہ پر ہے جو عنقریب اس کو منزل مقصود تک پہنچادے گی۔ مسلمانو اسی لئے تمہیں کہا جاتا ہے کہ ان کو چھوڑو اور اللہ ہی سے ڈرتے رہو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے جیسا وہ حقیقی شہنشاہ دنیا اور آخرت کا مالک ہے اسی انداز سے اس کا ڈر رکھو اور مرتے دم تک اسی کے تابع رہو اور سب مل کر خدا کی رسی قرآن مجید کو مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو ورنہ تمہارے دشمن تم پر غالب آجائیں گے اور خدا کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی پس تم اس کے فضل اور مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور یاد کرو جب تم آگ کے گڑھے

شان نزول

[1] (یاایھا الذین امنوا ان تطیعو) انصار مسلمانوں کے دو قبیلے اوس اور خزرج تھے۔ قبل اسلام ان میں بہت ہی کشت و خون ہو چکی ہوئی تھی بعد حصول شرف اسلام پہلا کینہ اور عداوت کا ان میں نشان بھی نہ رہا اس الفت اور برادری کو دیکھ کر (جنٹلمین) اہل کتاب یہودیوں کو رشک پیدا ہوا ایک شخص شماس نامی انصار کی مجلس میں آیا اور ان کو پہلے مناقشات یاد کرانے لگا چونکہ نئی نئی صلح تھی اس کے مغالطے میں آکر انصار آپس میں ناچاقی کرنے لگے یہاں تک دونوں قبیلوں کے مقابلہ کیلئے ایک دن مقرر ہوا جبکہ آپس میں جنگ کریں گے۔ جب یہ خبر حضور اقدس کو پہنچی تو آپ مخالفوں کی غرض کی تہ کو فوراً پہنچے اور بذات خود موقع لڑائی پر تشریف لے جاکر دونوں قبیلوں کو سمجھایا پھر کیا تھا سب سمجھ گئے اور اسی وقت آپس میں ملاقات اور معانقہ ہوگئے۔ اس قصے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم۔ بہ تفصیل

النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ

پر تھے پھر اس نے تم کو اس سے بچایا اسی طرح تمہارے لیے اپنے احکام بیان کرتا رہے گا تاکہ تم راہ پاؤ تم میں

مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

سے ایک جماعت موجود رہے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کام بتلائے اور برائی سے روکے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ

اور یہی لوگ باعزاز و اکرام مراد پاویں گے اور ان لوگوں کی طرح جو پھوٹ پڑے احکام پہنچنے کے بعد مختلف

مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ

ہوگئے مت ہوجیو اور ان کو بڑا عذاب ہوگا- جس دن بہت سے چہرے چمکتے اور بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے پس سیاہ

تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا

منہ والوں سے فرشتے پوچھیں گے کہ کیا تم ایمان کے بعد منکر ہوئے تھے پس اپنے انکار

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ

کی وجہ سے عذاب چکھو سفید چہرے والے اللہ کی رحمت میں ہمیشہ ہمیشہ

اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ

رہیں گے یہ خدا کے احکام ہیں جو تجھ کو (اے محمدؐ) راستی سے سناتا ہے خدا

کے کنارے پر تھے اور قریب تھے کہ مرتے ہی اس آگ میں داخل ہو جاتے پھر اس نے تم کو اپنے رسول کے ذریعہ اس سے بچایا جس طرح تم کو اس بلا سے رہائی دی اسی طرح حسب مصلحت تمہارے لئے احکام بیان کرتا رہے گا تاکہ تم راہ پاؤ- اسی تمہاری ہدایت کے لئے ہم نے یہ انتظامی حکم دیا ہے کہ تم میں سے ایک جماعت علماء کی ہمیشہ موجود رہے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی ہے اور نیک کام بتلائے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ باعزاز واکرام[1] مراد پائیں گے البتہ یہ ضرور ہے کہ علم پڑھ کر اغراض دنیوی کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن ہو کر دھڑے بندی نہ کرو اور ان لوگوں کی طرح جو اپنی اغراض دنیاوی کے لئے پھوٹ پڑے اور احکام پہنچے اور سمجھنے کے بعد مختلف ہوگئے مت ہو جیو کیونکہ دنیا میں بھی داناؤں کے نزدیک یہ لوگ ذلیل ہیں اور قیامت کے روز بھی جس دن بہت سے چہرے اپنی نیک کرداری سے چمکتے اور بہت سے اپنی بدکرداری کی وجہ سے سیاہ ہونگے ان خود غرضوں کو بڑا عذاب ہوگا اس روز سیاہ منہ والوں سے فرشتے پوچھیں گے کہ کیا تم ایمان کی باتیں پہنچنے کے بعد منکر ہوئے تھے پس اپنے کفر اور انکار کی وجہ سے عذاب کا مزا چکھو جس سے تمہاری نجات نہ ہو گی- دوسرے لوگ ان کے مقابل سفید چہرہ والے اللہ کی رحمت میں ہمیشہ رہیں گے یہ خدا کے احکام ہیں جو کہ (اے محمدؐ) راستی[2] سے سناتا رہے جو چاہے نیک عمل کر کے رحمت الٰہی سے حصہ لے اور جو چاہے سیاہ منہ کر کے عذاب میں پھنسے اپنے اپنے کئے کا پھل پاویں گے خدا کا ارادہ جہان

[1] یہ آیت علماء کرام کی اظہار عزت کو کافی ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کی کامیابی اور عزت کی خبر دیتا ہے ہاں ذمہ داری بھی بڑی ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ کہنے پر عمل کریں ورنہ لم تقولون مالا تفعلون کا عتاب ہے-

[2] اس التفات کا محاورہ اردو میں نہیں ہے-

ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

کا ارادہ جہان کے لوگوں پر ظلم کا ہرگز نہیں اور سب کچھ جو آسمان اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف

الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ

پھیرے جاتے ہیں تم نیک جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو نیک کاموں کا حکم کرتے ہو اور

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ

برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتاب والے بھی مان لیتے تو ان کے لئے اچھا ہوتا بعض ان میں سے

الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ

مومن ہیں بہت سے ان میں بدکار ہیں ہرگز تم کو بجز زبانی ایذا[1] کے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے

يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا

لڑنے کو ہوں گے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کبھی ان کو مدد نہ پہنچے گی ذلت ان پر غالب کی گئی ہے جہاں پائے جائیں گے مگر اللہ

اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ

کی پناہ میں یا لوگوں کی آڑ میں خدا کے غضب میں آئے ہوئے ہیں اور ان پر خواری برس

عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ

رہی ہے کیونکہ اللہ کے حکموں سے انکار کرتے اور نبیوں کو

کے لوگوں سے ظلم کا ہرگز نہیں۔ کیونکہ سب کچھ جو آسمان اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں پس جبکہ پیدائش بھی اسی کی اور محتاج بھی اس کے پھر بھلا وہ ظلم کیوں کرنے لگا بلکہ وہ تو ہمیشہ اپنے بندوں کی حمایت کے لئے رسول بھیجتا رہا نیک بندوں کو پیدا کرتا رہا چنانچہ تم بھی اے مسلمانو ایک عمدہ اور نیک جماعت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو نیک کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ اکیلے پر ایمان رکھتے ہو اور اگر یہ کتاب والے بھی تمہاری طرح مانتے تو ان کے لئے اچھا تھا گو بعض ان میں سے مومن ہیں لیکن بہت سے ان میں سے بدکار ہیں۔ اس لئے تو یہ تم سے عداوت رکھتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ ہرگز تم کو بجز زبانی ایذا کے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور اگر بقول شخصے

چو حجت نماند جفا جوئے را به پیکار گردن کشد روئے را

تم سے لڑنے کو ہوں گے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے پھر یہ بھی نہیں کہ مجتمع ہو کر غلبہ اور فتح پائیں گے بلکہ ذلیل و خوار ہوں گے اور کبھی ان کو خدا کے ہاں سے مدد نہ پہنچے گی جہاں کہیں پائے جائیں ذلت میں دبے ہوئے ہوں گے مگر اللہ کی پناہ اسلام میں یا لوگوں کی آڑ میں جزیہ اور ٹیکس دے کر رہیں گے تو امن پائیں گے اور خدا کے غضب میں آئے ہوئے ہیں اور ان پر ذلت اور خواری برس رہی ہے کیونکہ اللہ کے حکموں سے انکار کرتے اور نبیوں کو ناحق

شان نزول

[1] (لن یضروکم الا اذی) عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے ساتھی جب مسلمان ہوئے تو یہودیوں نے ان کو تکلیف پہنچانے کا قصد کیا ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ

ناحق قتل کرتے تھے یہ اس لئے کہ بے فرمانی کرتے اور حد سے بڑھتے تھے یہ سب یکساں[1] نہیں کتاب والوں میں سے

الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

بعض لوگ سیدھی راہ پر بھی ہیں جو سجدہ کرتے ہوئے اللہ کی آیتیں دن رات پڑھتے ہیں

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

خدا اور آخرت کے دن پر کامل یقین رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور

وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ

نیک کاموں میں دوڑتے ہیں وہ نیک ہیں اور جو نیکی کا کام کریں گے

خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ

وہ بے قدری نہ کئے جائیں گے کیونکہ خدا پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے اور جو لوگ منکر ہیں

عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

ان کے مال و اولاد خدا کے ہاں ان کو کچھ کام نہ آویں گے یہی لوگ ہمیشہ

ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

جہنم میں رہیں گے

قتل کرتے تھے۔ یہ ان کی حالت اس لئے ہوئی کہ ابتداء میں شریعت کی بے فرمانی کرتے اور حد سے بڑھتے تھے حتی کہ نوبت بایں جارسید ہاں یہ ٹھیک ہے کہ یہ سب یکساں بھی نہیں ان کتاب والوں میں سے بعض لوگ سیدھے راہ پر بھی ہیں جو سجدہ کرتے ہوئے اللہ کی آیتیں دن رات پڑھتے ہیں خدا اور آخرت کے دن پر کامل یقین رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں کو تو ایسے خوش ہو کر کرتے ہیں کہ گویا ان میں دوڑتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ طبیعت کے نیک ہیں اور اپنے کئے پر مغرور نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے ہاں ان کی قبولیت ہے اور آئندہ کو عام مژدہ ہے کہ جو نیکی کا کام کریں گے وہ بے قدری نہ کئے جائیں گے کیونکہ خدا پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے ان کی نیک نیتی کا ان کو بدلہ دے گا اور جو اس کے حکموں سے منکر ہیں وہ بہت ہی بری حالت میں ہوں گے انکے مال و اولاد خدا کے ہاں انکے کچھ کام نہ آئیں گے یہی لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

شان نزول

[1] لیسوا (شعر آء) عبداللہ بن سلام وغیرہ کے مسلمان ہونے پر یہودیوں نے طعن کیا کہ محمد ﷺ کے ساتھ شریر شریر لوگ ہوتے ہیں کوئی شریف نہیں ہے اگر شریف ہوتے تو اپنے باپ دادا کے طریق کو کیوں چھوڑتے؟ اس قصہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

راقم کہتا ہے باپ دادا کے طریق کی محبت اکثر دفعہ عوام کو باعث گمراہی ہوتی ہے جس کا بارہا تجربہ ہو چکا۔ مسلمان بھی اسی بلا میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ
دنیا[1] میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ پالے والی باؤ کی طرح ہے جو ظالموں کے کھیت پر پہنچ کر اس کو

حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ
ضائع کرتی ہے' خدا تو ان پر کسی طرح ظلم نہیں کرتا لیکن وہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ
کرتے ہیں مسلمانو اپنی[2] قوم کے سوا غیروں کو رازدار نہ بناؤ تمہارے نقصان میں کمی

خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ
نہیں کرتے تمہارے رنج سے خوش ہوتے ہیں تمہاری عداوت ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے دلوں

صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ
میں مخفی ہے بہت بڑا ہے ہم نے تمہارے لئے نشانات بتلائے ہیں اگر تم سمجھو دیکھو تو تم انہیں چاہتے

تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَ
ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو اور وہ جب کبھی تم سے ملیں تو کہتے ہیں

اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ
ہم مانتے ہیں اور جب علیحدہ ہوں تو تمہارے حسد میں اپنی انگلیاں چباتے ہیں

دنیا میں جو کچھ بغرض اشاعت مذہب خرچ کرتے ہیں کہ کسی طرح سے لوگ ان کے دام تزویر میں پھنسیں یہ نہ سمجھیں کہ اس کا ان کو ثواب ہو گا بلکہ وہ پالے والی باؤ کی طرح ہے جو ظالموں کے کھیت پر پہنچ کر اس کو ضائع کرتی ہے اسی طرح ان کے چندے ہیں جو لوگوں کے گمراہ کرنے میں خرچتے ہیں ان کے باقی اعمال کو بھی جو کبھی نیت خالص سے کئے ہوں ضائع کر دیتے ہیں خدا تو ان پر کسی طرح ظلم نہیں کرتا۔ لیکن یہ لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور خدا کا غضب لیتے ہیں۔ انسان کی گمراہی کا سبب بسا اوقات بد صحبت بھی ہو۔ اسی لئے تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مسلمانو اپنی قوم کے سوا غیر قوموں کو رازدار دوست نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان میں کمی نہیں کرتے تمہارے رنج سے خوش ہوتے ہیں۔ تمہاری عداوت ان کے مونہوں سے کئی دفعہ ظاہر ہو چکی ہے اور ابھی تو تمہارے متعلق ان کے دلوں میں مخفی بہت ہی بڑا ہے ہم نے تمہارے سمجھنے کے لئے نشانات بتلائے ہیں۔ اگر تم سمجھو تو سمجھ لو دیکھو تو کیا بات ہے کہ تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور تم سب کتابوں توریت انجیل وغیرہ کو مانتے ہو اور وہ دل سے سب کو نہیں مانتے بلکہ الٹے مسخری کرتے ہیں اور جب کبھی تم سے ملیں تو برا مخول کہتے ہیں کہ ہم بھی قرآن کو مانتے ہیں اور جب تم سے علیحدہ ہوں تو تمہارے حسد میں اپنی انگلیاں چباتے ہیں کہ ہائے ان کی دن دونے ترقی کیوں ہو رہی ہے تو بھی ان شریروں کی پرواہ نہ کر

شان نزول

[1] مثل ما ينفقون اہل کتاب تو ہمیشہ اس فکر میں تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو پھسلائیں اس تدبیر میں سینکڑوں ہزاروں روپیہ بھی خرچ کرتے جیسا کہ آج کل پادری لوگ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے خرچ اور چندہ کے متعلق بیان فرماتا ہے (معالم بہ تفصیل منہ)

[2] يا ايها الذين امنوا لا تتخذوا بعض مسلمان بوجہ قرابت اور صداقت یہودیوں سے دوستی رکھتے تھے ان کے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ
کہہ دے کہ اپنے غصے میں مر رہو اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے اگر تم کو بھلائی
حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا
پہنچے تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور اگر تم کو تکلیف ہو تو اس سے خوش ہوتے ہیں اگر تم صبر کرتے اور بچتے رہو گے تو
يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ
ان کی فریب بازیاں تم کو کچھ بھی ضرر نہ دیں گی- یقیناً خدا ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے اور یاد کر جب تو[1] اپنے گھر
اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ ھَمَّتْ
والوں سے نکل کر مومنوں کو لڑائی کی جگہ پر بٹھاتا تھا اور خدا سنتا جانتا تھا اور جب کہ[2] تم میں
طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
سے دو قبیلوں نے پھسلنا چاہا خدا ان کا والی تھا اور مومنوں کو چاہئے کہ خدا ہی پر بھروسہ کیا کریں
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
اللہ نے جنگ بدر کے موقع پر جبکہ تم کمزور تھے تمہاری مدد کی پس تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بنو

کہہ دے کہ اپنے غصے میں مر رہو اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے خوب ہی سزا دیگا ان کی شرارت تو اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اگر تم کو بھلائی پہنچے تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور اگر تم کو تکلیف ہو تو اس سے خوش ہوتے ہیں کہ اچھا ہوا ان مسلمانوں کی ذلت ہوئی اگر تم ہوشیار رہو گے اور تکلیف کے وقت صبر کرتے اور حدود شرعی کی تجاوز سے بچتے رہو گے تو ان کی فریب بازیاں تم کو کچھ بھی ضرر نہ دیں گی یقیناً خدا ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے- ہمیشہ ان کے حیلے اور فریب تم سے دفع کرتا رہے گا اور بطور نظیر اس وقت کو یاد کر اور ان کو سنا کہ دیکھو کس طرح خدا نے کفار کے مکر تم سے دفع کئے تھے جب تو اپنے گھر والوں سے نکل کر مومنوں کو لڑائی کی جگہ پر بٹھاتا تھا اور کفار بھی فوجیں جرار لیکر تمہارے مارنے اور تباہ کرنے کو آئے تھے اور بڑے دعووں سے کہتے تھے کہ کسی مسلمان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اور جو کچھ وہ کہتے یا کرتے تھے خدا اس کو سنتا اور جانتا تھا اور اس وقت جب کہ اپنی جماعت کی قلت اور مخالفوں کی کثرت دیکھ کر تم میں سے دو قبیلوں نے پھسلنا چاہا کہ چلو نبی کو چھوڑ چلیں اور اپنی جان بچائیں مگر چونکہ خدا ان کے اخلاص سابق کی وجہ سے ان کا والی تھا اس نے ان کو تھام لیا آخر کار انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا اور اصل میں مومنوں کو چاہئے کہ خدا ہی پر بھروسہ کیا کریں تاکہ اپنی بہبودی کو پاویں خدا اپنے بندوں کو ضائع نہیں کیا کرتا دیکھو تو اللہ نے جنگ بدر کے موقع پر جبکہ تم نہایت کمزور بے طاقت تھے تمہاری مدد کی پس تم اللہ کی نعمت کو غیروں کی طرف نسبت کرنے سے ڈرتے رہو تاکہ تم لشکر گزار بنو

شان نزول

[1] (واذ غدوت) جنگ احد کے متعلق (جو تیسرے سال ہوئی تھی) یہ آیت نازل ہوئی- معالم

[2] (واذ ھمت طائفتان) جنگ احد میں مسلمان قریباً ایک ہزار لڑنے کو نکلے تھے جن میں سے قریباً تین سو کے جو صرف ظاہری مسلمان اندرون منافق تھے میدان میں پہنچنے سے پہلے ہی علیحدہ ہو گئے ان کی علیحدگی کو دیکھ کر بعض سادہ لوح مسلمان سست ہو گئے مگر دراصل چونکہ یہ منافق نہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی حمایت میں لیا اور "اللہ ولیہما" فرمایا- (معالم بہ تفصیل منہ)

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

اور جب تو مومنوں سے کہہ رہا تھا تمہیں کافی نہیں؟ کہ تمہارا رب اترے ہوئے تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

کرے کیوں نہیں اگر تم صبر کرتے اور ڈرتے رہو گے اور وہ تم پر ایسے ہی جوش سے چڑھیں گے تو

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

پانچ ہزار فرشتوں کی لیس فوج سے خدا تمہاری مدد کرے گا- یہ تو اللہ نے تمہارے خوش کرنے کو ہی کیا

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾

تھا تاکہ تمہارے دل اس سے مضبوط رہیں ورنہ فتح تو اللہ ہی کے ہاں سے ہے جو سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ

تاکہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا بعض کو مغلوب ذلیل کرے پس وہ نامراد ہوکر واپس جائیں تجھے[1] کوئی اختیار

مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

نہیں کہ ان پر رحم کرے یا ان کو عذاب دے یقیناً وہ ظالم ہیں آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

زمین کی سب چیزیں اللہ ہی کی ہیں جس کو چاہے بخش سکتا ہے جس کو چاہے معذب کر سکتا ہے اور اللہ

اور اس وقت کا واقع بھی ان کو سنا جب تو مومنوں سے کہہ رہا تھا کہ اگر تمہارے دشمن ہجوم کر کے آئے ہیں تو کوئی خوف نہیں کیا تمہیں کافی نہیں کہ تمہارا رب اور مالک آسمان سے اترے ہوئے تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے جس کا جواب تو ان کی طرف سے خود ہی دیتا تھا کہ کیوں نہیں بے شک کافی ہے بلکہ اگر تم ایسی تکلیفوں پر صبر کرتے اور حدود شرعی کی تجاوز سے ڈرتے رہو گے اور وہ تم پر ایسے ہی جوش سے چڑھیں گے تو آئندہ کو پانچ ہزار فرشتوں کی لیس اور تیار فوج سے خدا تمہاری مدد کریگا- اصل میں یہ تو اللہ نے تمہارے خوش کرنے کو ہی کیا تھا تاکہ تم گھبراؤ نہیں اور اس سے تمہارے دل مضبوط رہیں ورنہ فتح تو صرف اللہ ہی کے ہاں سے ہے جو سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے تمہاری فتح و نصرت اس لئے ہے تاکہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک اور بعض کو ذلیل کرے لیکن یہ اختیارات خدا کو ہیں تجھے اس میں کوئی اختیار نہیں کہ ان پر رحم کرے یا عذاب دے گو یہ بات ٹھیک ہے کہ وے عذاب کے ہی مستحق ہیں کیونکہ یقیناً وہ ظالم ہیں مگر پھر بھی یہ سب کام اور اختیار خدا کو ہے کیونکہ آسمان اور زمین کی سب چیزیں اللہ ہی کی ہیں وہ اپنی حکومت میں کسی کی رائے کا تابع یا کسی رکن الدولہ کا محتاج نہیں بلکہ جس کو چاہے بخش سکتا ہے اور جس کو چاہے معذب کر سکتا ہے کوئی اس کے حکم کو مانع نہیں اور یہ بات بھی بیشک ہے کہ خدا اس حکومت میں بے ضابطہ حکم نہیں کرتا بلکہ باضابطہ چلنے والونکے

شان نزول

[1] (لیس لك من الامر شئی) جنگ احد میں جب آپ کو بہت تکلیف پہنچی یہاں تک کے آپ کے دانت مبارک شہید ہوگئے اور سر میں بھی زخم پہنچا تو اس وقت آپ نے فرمایا کس طرح وہ قوم نہیں چھوٹ سکتی ہے جس نے اپنے نبی کا سر پھوڑ اور دانت توڑا پھر بعض کفار کے حق میں بتقاضائے طبیعت نام بنام لعنتیں کیں بعض ان میں سے ایسے بھی تھے جو انجام کار مشرف بہ اسلام ہوئے اس سے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی- معالم بہ تفصیل منہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا

بخشنہار بڑا مہربان ہے- مسلمانو دوگنا چوگنا سود نہ کھایا کرو اور خدا سے ڈرو تاکہ

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

تمہارا بھلا ہو اور اس آگ سے ڈرو جو ناشکرے بندوں کے لئے تیار ہے اور اللہ اور اس کے

وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا

رسول کی تابعداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو- اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور ان باغ کی طرف جلدی

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

کرو جن کا پھیلاؤ آسمانوں اور زمینوں جتنا ہے وہ پرہیزگاروں کے لئے تیار ہے- جو فراخی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ دبا لیتے

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ

ہیں اور لوگوں سے معاف کر دیتے ہیں احسان کرنے والے خدا کو بھاتے ہیں- اور جو کبھی

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۠ وَمَنْ

فحش یا اپنے حق میں برائی کر گزریں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے اور گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں خدا کے

يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

سوا کون گناہ بخشتا ہے تو دانستہ اپنی غلطی پر اڑتے نہیں

حق میں بخشنہار اور تابعدار پر بڑا مہربان ہے جو اس کی مخلوق سے بھلائی کرے اسے وہ بھی محبت کرتا ہے اور جو ان سے جور و ظلم سے پیش آئے اسے بھی اپنی مہربانی سے پہلے روکتا ہے اور اگر وہ باز نہ ہی آوے تو پھر مناسب طور پر پکڑ بھی لیتا ہے اسی لئے تم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمانو مخلوق پر رحم کرو اور دگنا چوگنا سود نہ لیا کرو جیسا کہ تم اور تمہارے زمانہ کے لوگ لے رہے ہیں بلکہ سرے سے ہی اس عادت قبیحہ کو چھوڑو اور اس ظلم کرنے میں خدا سے ڈرو تاکہ تمہارا بھلا ہو خدا جب ثروت اور توفیق دیوے تو خدا کے بندوں پر مہربانی کرو اور اس آگ سے ڈرو جو ناشکرے بندوں کے لئے تیار ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو تاکہ تم پر رحم ہو اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور نیک عمل کر کے ان باغ کی طرف جلدی کرو جن کا پھیلاؤ آسمانوں اور زمینوں جتنا ہے وہ پرہیزگاروں نیکوکاروں کے لئے تیار ہے جو محض خدا کی رضاجوئی کے لئے فراخی اور تنگی میں اپنی ہمت کے موافق خرچ کرتے ہیں اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچاوے جس سے انکو سخت صدمہ بھی ہو تو غصہ بھی دبا لیتے ہیں اور موذی لوگوں سے قصور معاف کر دیتے ہیں بلکہ ان پر احسان کرتے ہیں جس کا بدلہ ان کو ضرور ہی ملے گا اس لئے کہ احسان کرنے والے خدا کو بھاتے ہیں اور پرہیزگار وہ لوگ بھی ہیں جو کبھی کسی قسم کا فحش یا بوجہ کسی غلطی کے اپنے حق میں برائی کر گزریں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے اور گناہوں کی بخشش چاہتے ہے اور اس بات پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ خدا ہی بخشنہار ہے اور خدا کے سوا کون گناہ بخشتا ہے اور بڑی بات ان میں یہ ہے کہ جو کبھی ان سے غلطی ہو جائے تو دانستہ اپنی غلطی پر اڑتے نہیں کیونکہ غلطی ہو جانا تو انسان فطرت میں داخل ہے گناہ اگر ہو جائے تو فوراً توبہ کرنا اس کا علاج ہے

شان نزول

ل (لا تاکلوا الربوا) کفار کا عام دستور تھا کہ قرض داروں پر بہت سختی کرتے تھے اس سے روکنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی-

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
خدا کے ہاں سے بخشش ہے اور کئی ایک باغ۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں

فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿١٣٦﴾ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي
رہیں گے اور نیک کام کرنے والوں کا کیسا اچھا بدلہ ہے۔ تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر چکے ہیں پس تم زمین میں پھرو

الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣٧﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ
پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ یہ لوگوں کے لئے سمجھوتے اور ہدایت

هُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن
اور بالخصوص پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ تم نہ تو ست (۱) ہوؤ اور نہ غمگین اگر تم ایمانداری پر مضبوط ہوگے تو

كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ
تم ہی غالب ہو گے۔ اگر تم کو تکلیف پہنچے تو کفار کی قوم کو بھی اتنی ہی تکلیف پہنچ چکی ہے اس زمانہ کی

الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ ۗ
گردش ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں اس لئے کہ اللہ ایمانداروں کی تمیز کردے اور بعض کو تم میں سے شہید بنائے

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾
خدا ظالم کو نہیں بھاتے

انہیں لوگوں کا بدلہ خدا کے ہاں سے بخشش ہے اور کئی ایک باغ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے لوگو نیک عمل کرو اور غور کرو کہ نیک کام کرنے والوں کا کیسا اچھا بدلہ ہے اگر صاف اور سیدھی تعلیم سے منہ پھیریں تو توان سے کہہ دے کہ تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر چکے ہیں پس تم زمین میں پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والے کا انجام کیسا ابتر ہوا یہ پہلے لوگوں کے واقعات اس زمانہ کے لوگوں کے لئے سمجھوتے اور ہدایت بالخصوص پرہیزگاروں کے لئے تو بہت ہی بڑی نصیحت ہے وہ ان واقعات سے عمدہ عمدہ نتائج نکالتے ہیں کہ اصلی عزت خدائی تعلق سے حاصل ہوتی ہے اسی لئے ان کو سمجھایا جاتا ہے کہ تم نہ تو ست ہو نہ غمگین اگر تم ایمانداری پر مضبوط رہو گے تو تم ہی غالب ہو گے ہاں بعض دفعہ کسی قدر تکلیف تم کو بھی ہو تو اس سے گھبراؤ نہیں اگر تم کو تکلیف پہنچے تو ست ہونے کی کوئی وجہ نہیں آخر کفار کی قوم کو بھی اتنی ہی تکلیف پہنچ چکی ہے چنانچہ جنگ احد میں تمہاری جماعت کو تکلیف ہوئی تو اس سے پہلے جنگ بدر میں انکو بھی ہو چکی ہے پھر جب وہ لوگ باوجود کفر شرک کے ست نہیں ہوئے تو تم باوجود توحید اور دعوی صادق کے کیوں ست ہوتے ہو اس زمانہ کی گردش لوگوں میں ہم پھیرتے رہتے ہیں کبھی کسی کے ہاتھ ہے کبھی کسی کے ہاتھ اور اب کے دفعہ تکلیف کسی قدر تم کو اس لئے پہنچی ہے کہ اللہ خالص ایمانداروں کی منافقوں سے تمیز کردے کہ جو لوگ بعد تکلیف بھی رسول کا حکم بسر و چشم رکھیں گے وہی خالص مومن ہوں گے اور جو تکلیف سے ڈر کر سستی کریں گے ان کے ایمان میں ضعف ثابت ہوگا اور جو خدا کو منظور تھا کہ بعض کو تم میں سے درجہ شہادت دے کر شہید بنائے وہ بھی اس جنگ احد کی تکلیف سے پورا ہوا اور یہ مت سمجھو کہ یہ مشرک خدا کو بھلے معلوم ہوں کیونکہ خدا کو ظالم مشرک نہیں بھاتے

شان نزول

(۱) (ولا تھنوا) جنگ احد میں جو مسلمانوں کو بعد فتح ہونے کے اپنی غلطی کی وجہ سے قدرے تکلیف پہنچی اس کی تسلی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

اور تاکہ خدا مومنوں کو نکھارے اور کفار کو جڑ سے کاٹے۔ کیا تم سمجھ بیٹھے ہو کہ یونہی جنت میں

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ

چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے جہاد کرنے والوں کو تم میں سے الگ نہیں کیا اور صابروں کی تمیز بھی نہیں کی تم تو

تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمَا

اس سے پہلے مرنے کی خواہش رکھتے تھے پس اب تم اسے آنکھ سے دیکھ چکے ہو محمد ﷺ[1] اللہ

مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

کا صرف رسول ہے اس سے پہلے کئی رسول ہو گزرے ہیں کیا اگر وہ (محمد ﷺ) مر گیا یا مارا جائے گیا تو کیا تم دین

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ

سے پھر جاؤ گے جو کوئی دین سے پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور اللہ تعالیٰ نے شکر گزاروں کو بدلہ دینا

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ

ہے بغیر حکم الٰہی کے کوئی مر نہیں سکتا خدا کا مقرر کیا ہوا وقت ہے جو کوئی دنیا ہی کی نیک نامی

ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

چاہے ہم بھی اس میں سے اسے کچھ دیدیتے ہیں اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہے ہم اس کو اس سے دیں گے اور ہم شکر گزاروں کو بدلہ دیں گے

اور اس تکلیف رسانی سے یہ بھی ملحوظ ہے کہ تاکہ خدا مومنوں کو ان تکالیف سے نکھارے اور کفار کو جڑ سے کاٹے کیونکہ وے اب کی دفعہ کی کس قدر خوشی میں آئندہ سال جمع ہو کر آویں گے اور ذلیل وخوار ہو کر واپس جاویں گے اصل تو یہ ہے کہ آسائش بعد تکلیف کے حاصل ہو تو قابل قدر ہوتی ہے کیا تم سمجھ بیٹھے تھے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے بہ نیت خالص جہاد کرنے والوں کو تم میں سے الگ نہیں کیا اور کیا صابروں کی تمیز سے پہلے ہی چلے جاؤ گے۔ اس تھوڑی سی تکلیف پر تمہاری بستی عجب ہے تم تو اس سے پہلے میدان جنگ میں مرنے کی خواہش رکھتے تھے پس اب تم اسے آنکھ سے دیکھ چکے ہو۔ ابھی تو ہمارا رسول بھی تم میں موجود ہے پھر باوجود اس کے تمہیں تسلی نہیں حالانکہ محمد (ﷺ) اللہ کا صرف رسول ہے جس کا ہمیشہ کے لئے جینا ممکن ہی نہیں اس سے پہلے کئی رسول ہو گزرے ہیں کیا اگر وہ (محمد ﷺ) خدانخواستہ موت طبعی سے مر گیا یا میدان جنگ میں مارا گیا تو تم دین سے پھر جاؤ گے یاد رکھو جو کوئی دین سے پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا۔ جو کچھ بگاڑے گا اپنا ہی بگاڑے گا اور اللہ نے شکر گزاروں تابعداروں کو بدلہ دینا ہے۔ موت تو کوئی امر اختیار نہیں بغیر حکم الٰہی کے کوئی مر نہیں سکتا۔ خدا کا مقرر کیا ہوا وقت ہے البتہ بعض کوتہ اندیش اس خدائی تقرر کو نہیں سمجھتے اور صرف دنیا ہی کو اپنا مدار کار جانتے ہیں سو جو کوئی ایسا ہو کہ اپنے کاموں سے دنیا ہی کی نیک نامی چاہے ہم بھی اس میں سے اسے کچھ دیدیتے ہیں کہ چند لوگ اسکی چند روزہ واہ واہ کر دیتے ہیں اور جو کوئی اپنے نیک اعمال سے صرف آخر کا بدلہ چاہے ہم اسکو اس سے دینگے

شان نزول

[1] (وما محمد الا رسول) جنگ احد میں عین تکلیف اور گریز کے وقت یہ آواز آئی کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے جس سے صحابہ کرام کی کمریں ضعیف ہو گئیں جیسا کہ عام دستور ہے کہ سردار کے نہ ہونے سے ہوا کرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ

بہت سے اللہ والے لوگ کئی نبیوں کے ساتھ ہو کر لڑتے رہے پھر نہ تو خدا کی راہ میں تکلیف پہنچنے سے

اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ

ہارے اور نہ سست ہوئے اور نہ دبے اللہ صابروں سے محبت کرتا ہے ان کی آواز یہی ہوتی تھی

اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا

کہ اے ہمارے مولا ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری سستی جو دین کے بارے میں ہوئی معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ

اور ہم کو کافروں کی قوم پر فتح نصیب کر- پھر اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا بدلہ بھی بہت خوب بخشا اس لئے کہ اللہ کو

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى

نیکوکار بھاتے ہیں مسلمانو اگر تم کافروں کے تابع ہوئے تو تم کو دین سے پھیر دیں گے پھر تم

اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ

ٹوٹے میں پڑ جاؤ گے- بلکہ اللہ تمہارا ولی ہے اور وہ سب سے اچھا مددگار ہے ہم[1] (خدا) کافروں

فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

کے دلوں میں تمہارا خوف ڈالیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا ہے جس کی خدا نے کوئی دلیل نہیں اتاری

اور ہم ایسے شکر گزاروں کو ضرور بدلہ دیں گے- بھلا تم اس تھوڑی سی تکلیف سے کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں- کیا تم نہیں جانتے کہ بہت سے اللہ والے لوگ کئی نبیوں کے ساتھ ہو کر دشمنان دین سے لڑتے رہے پھر نہ تو وے خدا کی راہ میں تکلیف پہنچنے سے ہارے اور نہ سست ہوئے اور نہ دشمنوں سے ہوئے اس ثابت قدمی کا اجر عظیم پاویں گے اس لئے کہ اللہ ثابت قدموں صابروں سے محبت کرتا ہے وہ تو ایسے ثابت قدم تھے کہ عین تکلیف شدید میں بھی ان کی یہی آواز ہوتی تھی کہ اے ہمارے مولا ہمارے گناہ بخشدے اور ہماری سستی جو دین کے بارہ میں ہم سے ہوئی ہو ہمیں معاف فرما اور ہم کو دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ اور ہم کو کافروں کی قوم پر فتح نصیب کر پھر اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ یعنی غلبہ بھی دیا اور آخرت کا بدلہ بھی بہت خوب بخشا اس لئے کہ اللہ کو نیکوکار لوگ بھاتے ہیں- مسلمانو اس قصہ سے تم سمجھ گئے ہو گے کہ مومن کافروں پر فتح یابی کی ہمیشہ دعا کرتے رہے ہیں پس اگر تم بجائے اس دعاء فتح کے ان کافروں کے کسی بات میں تابع ہوئے تو تم کو دین سے پھیر دیں گے پس تم ٹوٹے میں پڑ جاؤ گے یہ غلط کہتے ہیں کہ خدا تمہارا مددگار نہیں بلکہ اللہ تمہارا متولی ہے اور وہ سب سے اچھا مددگار ہے- کسی کی مدد ہمارے برابر نہیں ہو سکتی چنانچہ آئندہ کو ہماری مدد کی ابتدا یوں ہو گی کہ ہم کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب اور خوف ڈالیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا ہے کہ جس کی شرکت کی خدا نے کوئی دلیل نہیں اتاری

شان نزول

[1] (سنلقی) جنگ احد سے فراغت پا کر مشرکین جب مکہ شریف کو واپس گئے تو راہ میں انہوں نے پھر حملہ کرنے کا قصد کیا مگر خدا نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا- معالم

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ

ان کا ٹھکانہ آگ (دوزخ) ہے اور ظالموں کے لئے بری جگہ ہے۔ خدا نے[1] تو اپنا وعدہ تم سے سچا کر دیا تھا جب تم ان کو

تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ تم خود ہی اکھڑنے اور جھگڑنے لگے اور بعد اس کے کہ خدا نے تمہاری پسندیدہ چیز

مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ

تم کو دکھا دی تم نے بے فرمانی کی بعض تم میں سے دنیا چاہتے ہیں اور بعض آخرت مانگتے ہیں پھر تم کو

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

ان سے ہٹالیا تاکہ تم کو مبتلا کرے اور اب تم سے معاف کردیا خدا مومنوں کے حال پر بڑے فضل والا ہے

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ

جب تم چڑھے جا رہے تھے اور پھر کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تم کو پیچھے سے بلا رہا تھا پس تم کو غم پر غم پہنچایا تاکہ تم

بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

ہاتھ سے گئی ہوئی چیز پر غم نہ کرو اور نہ پہنچی ہوئی مصیبت پر رنج کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے آگاہ ہے

اس لئے ان کا ٹھکانہ آگ دوزخ ہے جس میں بری طرح تڑپیں گے کیونکہ جہنم ظالموں کے لئے بہت بری جگہ ہے خدا نے تو اپنا وعدہ فتح کے متعلق تم سے سچا کر دیا تھا جب تم ان کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے اور وہ تم سے آگے بھاگ رہے تھے یہانتک کہ تم خود ہی اکھڑے اور رسول کے حکم میں جھگڑنے لگے اور بعد اس کے کہ خدا نے تمہاری پسندیدہ چیز یعنی فتح مندی تم کو دکھادی تم نے بے فرمانی کی کیونکہ بعض تم میں سے دنیا چاہتے ہیں اور بعض آخرت مانگتے ہیں پھر تم کو ان سے ہٹالیا بلکہ الٹی تکلیف تم کو پہنچی تاکہ تمہاری غلط کاری کی وجہ سے تم کو مبتلا کرے اور اب تو تم سے یہ قصور معاف کر دیا کیونکہ خدا مومنوں کے حال پر بڑے فضل والا ہے تم سخت غلطی کر رہے تھے جب بھاگے ہوئے چڑھے جا رہے تھے اور پھر کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور خدا کا رسول تم کو پیچھے سے بلا رہا تھا پس تم کو غم پر غم پہنچایا تاکہ تم ہاتھ سے گئی ہوئی چیز یعنی فتح پر غم نہ کرو اور نہ پہنچی ہوئی مصیبت پر رنج کرو یعنی بعد اس رنج کے دفع ہونے کے فتح کے جاتے رہنے کا بھی تم کو غم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمہارا یہ قصور عناد اور سرکشی سے نہ تھا بلکہ ایک غلط فہمی کی وجہ سے تھا چونکہ اللہ تمہارے سب کاموں سے آگاہ ہے اس لئے

شان نزول

[1] (لقد صدقکم اللہ) حضرت اقدس نے جنگ احد میں ایک پہاڑ کے دروازہ پر چند آدمی مقرر کئے تھے اور ان سے فرمایا تھا کہ ہماری فتح ہو یا شکست تم اس جگہ کو نہ چھوڑنا جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان غالب آگئے اور لوٹ میں مصروف ہیں اور کفار بھاگ گئے اب تو ہمارا یہاں ٹھہرنا فضول ہے۔ ہر چند ان کے سردار نے سمجھایا اور حضرت عالی کا فرمان یاد کرایا مگر ظاہر داری سے وہ غلطی کھا گئے صرف دس بارہ آدمی اس سردار کے ساتھ اس دروازہ پر ٹھہرے رہے اتنے میں کفار نے درہ خالی پا کر ان پر حملہ کیا تو مسلمانوں کو لینے کے دینے پڑے گئے۔ فتح سے شکست مبدل ہو گئی اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہے۔ معالم

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ

پھر خدا نے بعد غم کے تم پر بغرض آرام (جسمانی) نیند ڈالی جو تم میں سے ایک جماعت پر غالب آ رہی تھی اور ایک

اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ

جماعت کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اللہ کی نسبت جاہلانہ غلط گمان کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہماری بھی کچھ عزت

الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ

ہے تو کہدے کہ اختیار سارا اللہ کو ہے دل میں وہ باتیں رکھتے ہیں جو تیرے سامنے بیان نہیں کر سکتے

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ

کہتے ہیں کہ اگر ہماری عزت ہوتی تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تو کہدے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی

الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ

تقدیر میں قتل لکھا تھا اپنے قتل گاہ میں ضرور ہی آجاتے اللہ نے تمہارے جی کی باتیں ظاہر کرنی تھیں اور

لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ

تمہارے دلوں کے خیالات کو نکھارنا تھا اور اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے جو لوگ دو فوجوں کے ملنے کے دن

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ

منہ پھیر گئے تھے ان کو شیطان ہی نے بعض اعمال کی شامت سے پھسلایا تھا اللہ نے ان کو معاف کر دیا

عَنْھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا

خدا بڑا ہی بخشنے والا حوصلہ والا ہے- اے مسلمانو ان لوگوں جیسے مت بنو جو منکر ہوئے اور اپنے بھائیوں کے حق

لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى

میں جب وہ سفر کر جائیں یا جنگ کرنے کو روانہ ہوں تو کہتے ہیں

پھر خدا نے غم کے بعد تم پر بغرض آرام جسمانی نیند ڈال دی جو تم میں سے ایک جماعت پر غالب آرہی تھی جس سے ان کے تکان وغیرہ سب دور ہو گئے اور منافقوں کی ایک جماعت کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اللہ کی نسبت جاہلانہ غلط گمان کر رہے تھے اور منہ سے کہہ رہے تھے کہ ہماری بھی کچھ عزت ہے؟ تو کہہ دے کہ اختیار سارا اللہ کو ہے جو چاہتا ہے ویسا ہی کرتا ہے ابھی تو یہ باتیں ان کے منہ کی ہیں دل میں تو وہ باتیں رکھتے ہیں جو تیرے سامنے بیان نہیں کر سکتے عام مسلمانوں کے پھسلانے کو یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہماری (مسلمانوں کی) بھی خدا کے ہاں کچھ عزت ہوتی تو ہم یہاں نہ مارے جاتے- تو کہہ دے کہ موت تو ایک اور شے معین ہے- اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھا تھا اپنے قتل گاہ میں ضرور ہی آجاتے اور یہ تکلیف پہنچا اللہ نے سب لوگوں پر تمہارے جی کی باتیں ظاہر کرنی تھیں اور تمہارے دلوں کے خیالات کو نکھارنا تھا اور یوں تو اللہ بذات خود سب سینوں کے بھید جانتا ہے- یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ دو فوجوں کے ملنے کے دن (یعنی بروز جنگ احد) منہ پھیر گئے تھے ان کو شیطان ہی نے بعض اعمال کی شامت سے پھسلایا تھا مگر خیر اللہ نے ان کو معاف کر دیا اس لئے کہ خدا بڑا ہی بخشنے والا حوصلے والا ہے- یہ بھی اس کی بخشش ہے جو تم کو سمجھاتا ہے کہ اے مسلمانو ان لوگوں جیسے مت بنو جو خود بھی منکر ہوئے اور اپنے بھائیوں کے حق جب وہ دینی سفر کو جائیں یا کہیں جنگ کرنے کو روانہ ہوں اور بہ تقاضائے الٰہی وہیں مر جائیں تو یہ کافر کہتے ہیں کہ

لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَ

اگر وہ ہمارے پاس ٹھہرے ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے خدا اس خیال کو ان کے دلوں میں باعث حسرت کرے گا اللہ ہی

اللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

زندہ رکھتا ہے اور وہی مارتا ہے اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے- اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ

اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ

یا مر جاؤ تو اللہ کے ہاں سے بخشش اور مہربانی سب لوگوں کے مال اسباب جمع کئے ہوئے سے اچھی ہے- اگر تم موت طبعی سے مرے یا

قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ

اللہ کی راہ میں مقتول ہوئے آخر اللہ کے پاس ہی جمع کیے جاؤ گے- اس لیے کہ اللہ کی رحمت سے تو نرم دل ہو رہا ہے اگر تو بدخو ہوتا

فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ

اور دل سخت ہوتا تو تیرے پاس سے بھاگ جاتے پس ان کو معاف کر اور ان کے لئے بخشش مانگ اور ان سے اپنے

فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝

کام میں مشورہ لیا کر پھر جب کسی کام کا تو قصد کرے تو اللہ پر بھروسہ کر خدا کو بھروسہ کرنے والے بھلے لگتے ہیں

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ

اگر وہ تمہاری مدد کرے تو کوئی بھی تم پر غالب نہ آئے گا اور اگر وہ ذلیل کرنے کو ہو تو کون ہے جو اس کے بعد تم کو مدد دے

اگر وہ ہمارے پاس ٹھہرے ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے- بھلا ان کا کہنا کہاں تک صحیح ہے اگر ان کی موت آجاتی تو یہ ان کو موت سے بچا سکتے تھے؟ ہرگز نہیں پھر اس بات کے کہنے سے کیا فائدہ؟ ہاں یہ ہوگا کہ خدا ان کے اس خیال کو ان کے دلوں میں باعث حسرت اور افسوس کا کریگا جس قدر اپنی تدبیر پر بھروسہ کریں گے اسی قدر زیادہ افسوس اٹھاویں گے اور ناحق اپنا دل دکھاوینگے اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ ہی زندہ رکھتا ہے اور وہی مارتا ہے اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے- باقی رہا مرنا اور جینا سو اس کی بابت بھی سن لو کہ اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا دینی سفر میں مر جاؤ تو جو ایسے مرنے پر اللہ کے ہاں سے ☐ اور مہربانی ہے سب لوگوں کے مال اسباب جمع کئے ہوئے سے اچھی ہے- بھلا زندگی کے اتنے سامان بنانے اور اس پر اترانے ظاہر کرنے سے کیا فائدہ؟ آخر بھی تو مرنا ہے پس اگر تم موت طبعی سے مرے یا اللہ کی راہ میں مقتول ہوئے آخر تو اللہ کے پاس ہی جمع کئے جاؤ گے جہاں تم کو اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا- اس جنگ احد کی تھوڑی سی تکلیف کے متعلق جس قدر منافقوں اور اسلام کے دشمنوں نے زبان درازیاں کی ہیں ان کا تو اظہار ہی کیا ہے تعجب تو یہ ہے کہ عوام مسلمانوں نے بھی اس کے متعلق جو کچھ کیا ہے تیرا حوصلہ تھا جو تو دیکھ اور سن کر رنجیدہ نہ ہوا اس لئے کہ اللہ کی رحمت سے تو نرم دل ہو رہا ہے کیونکہ خدا نے اعلیٰ درجہ کا حلم تجھ کو بخشا ہے اور اگر تو نیک خو نہ ہوتا اور سخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے بوجہ سخت زبانی کے فوراً یہ لوگ بھاگ جاتے- پس مناسب ہے کہ تو ان کو معاف کر اور ان کے لئے خدا سے بخشش مانگ اور ان سے اپنے کام میں مشورہ کیا کر تا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو پھر بعد مشورہ جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اپنے اسباب سے قطع نظر اللہ پر بھروسہ کر وہ تیری ضرور ہی مدد کرے گا کیونکہ خدا کو بھروسہ کرنے والے بھلے لگتے ہیں- بھلا اگر تو خدا پر بھروسہ نہ کریگا تو پھر کس پر کریگا وہ تو ایسا زبردست حاکم ہے کہ اگر وہ تمہاری مدد کرے تو کوئی بھی تم پر غالب نہ آویگا اور اگر وہ ذلیل کرنے کو ہو تو بتلاؤ تو کون ہے جو اس کے بعد تم کو فتح دیوے؟

بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ

مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں- کسی نبی کی شان نہیں کہ خیانت کرے جو کوئی

يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا

خیانت کرے گا قیامت کے روز اپنی خیانت کو لائے گا پھر ہر ایک شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ ملے گا اور کسی طرح سے

يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ

ان پر ظلم نہ ہوگا- کیا جو شخص اللہ کی مرضی کا تابع رہا ہو اس کی طرح ہو جائے گا جس نے خدا کا غصہ اپنے پر لیا ہو اور اس کا

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ ھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

ٹھکانہ جہنم میں ہوگا جو بہت بری جگہ ہے- خدا کے نزدیک ان کے کئی درجے ہیں اور خدا ان کے کاموں کو دیکھتا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ يَتْلُوْا عَلَيْھِمْ

اس نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ انہیں میں سے ایک رسول ان کے سکھانے کو بھیجا جو

اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْھِمْ وَيُعَلِّمُھُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

اس کی آیتیں پڑھ کر انکو سناتا ہے اور ان کو بری خصلتوں سے پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب الٰہی اور تہذیب روحانی سکھاتا ہے ورنہ پہلے تو سخت غلطی میں تھے

اسی لئے تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں جب ہی تو ہر قسم کی برائی سے باز رہیں گے یعنی جب اللہ ہی پر بھروسہ کرینگے تو کسی کا مال بھی نہ کھائیں گے چوری بھی نہ کریں گے اس لئے کہ یہ امور توکل کے منافی ہیں چونکہ اس توکل کے وصف سے انبیاء سب سے زیادہ موصوف ہیں بالخصوص خاتم الانبیاء تو بہمہ وجوہ متصف ہے اسی لئے کسی نبی کی شان نہیں کہ کسی قسم کی خیانت کرے بھلا ایسا برا کام کیونکر ایسے معزز اور برگزیدوں سے ہو سکے حالانکہ حکم خداوندی اس کے متعلق یہ ہے کہ جو کوئی خیانت کرے گا قیامت کے روز اپنی خیانت کو سب کے روبرو ذلت سے اٹھا کر جناب باری میں لائے گا جہاں اپنے کیے کا پورا بدلہ پائے گا- یہی خائن کیا وہاں تو سب لوگ حاضر ہوں گے اور اپنا اپنا حساب دیں گے پھر ہر ایک شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ ملے گا- نہ ان پر گناہ زیادہ کئے جاویں گے اور نہ ان کی نیکیاں ضائع ہوں گی غرض کہ کسی طرح سے ان پر ظلم نہ ہوگا- ایسے وقت میں بھلا بتلاؤ کہ جو شخص اللہ کی مرضی کا تابع رہا ہو اس کی طرح ہو جائے گا جس نے بوجہ بدکاری کے خدا کا غصہ اپنے پر لیا ہو اور اس بدکاری کی وجہ سے اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہو جو بہت بری جگہ ہے ہرگز یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ وہ لوگ جو اللہ کی مرضی میں عمر گزارے ہوں گے خدا کے نزدیک ان کے کئی درجے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو جو دنیا میں اس کی رضاجوئی کیلئے کر رہے ہیں دیکھتا ہے بنی آدم میں جبکہ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی کو خوش کرنے کو اپنے پر تکلیف شاق اٹھاتا ہے تو وہ اس کی قدر کرتا ہے خدا تو بندوں کے حال پر بڑا ہی مہربان ہے اسکی مہربانی کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں پر کتنا بڑا احسان کیا جبکہ انہی میں سے ایک آدمی رسول کر کے ان کے سکھانے کو بھیجا اس کی آیتیں پڑھ کر انکو سناتا ہے اور ان کی بری خصلتوں شرک کفر حسد کبر وغیرہ سے پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب الٰہی اور تہذیب روحانی سکھاتا ہے ورنہ پہلے تو سخت غلطی میں تھے ہر قسم کی خرابیوں میں مبتلا تھے

شان نزول [1] جنگ احد میں بعض بدگمانوں نے بدگمانی کی کہ پیغمبر علیہ السلام مال غنیمت سے کچھ علیحدہ نہ رکھ لیں چونکہ یہ بدگمانی بہت بیجا اور کفر تک پہنچانے والی تھی اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی- معالم بہ تفصیل منہ

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ

کیا کہ جب تمہیں کچھ تکلیف پہنچی جس سے دوگنی تم ان کو پہنچا چکے تھے تم بول اٹھے کہ یہ کہاں سے آگئی تو ان سے کہہ دے تمہاری

عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ

ہی طرف سے ہے خدا سب کام کر سکتا ہے۔ اور جو تکلیف تم کو دو لشکروں کے مقابلے کے روز

فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ

پہنچی تھی وہ بھی اللہ کے حکم سے تھی کہ اللہ پختہ مومنوں کو تمیز کر دے۔ اور نیز ان لوگوں کو جدا کرے جو دل میں نفاق رکھتے ہیں اور لوگوں نے ان سے کہا

تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ

آؤ اللہ کی راہ میں (کفار سے) لڑو یا دور ہی کرو بولے اگر ہم لڑنا جانتے تو تمہارا ساتھ دیتے وے اس روز بہ نسبت

يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ

ایمان کے کفر کی طرف بہت جھکے ہوئے تھے اپنے منہ سے وہ باتیں کہہ رہے تھے جو ان کے دل میں نہ تھیں جو چھپا رہے

أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ

ہیں خدا خوب معلوم ہے۔ جنہوں نے گھر بیٹھ کر اپنی برادری کے لوگوں کی نسبت کہا کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو مارے نہ جاتے تو

قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾

ان سے کہہ دے کہ اپنی جان سے تو موت کو ٹال دیجو اگر تم سچ بولتے ہو

پھر کیا مسلمانو اس نعمت کی شکر گزاری بھی ہے کہ جب تمہیں جنگ احد میں کچھ تکلیف پہنچی جس سے دگنی تم ان کو پہنچا چکے تھے تو بڑے حیران ہو کر تم بول اٹھے کہ ہائے یہ کہاں سے آگئی۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ان سے کہہ دے کہ اصل میں تو سب تکلیف اور راحت پہنچانے والا وہی خدا ہے مگر اس کے لئے ایسی تکالیف پہنچانے کو کئی وجوہ ہوتی ہیں۔ یہ تکلیف تمہارے ہی طرف سے ہے کہ تم نے رسول کا بتلایا ہوا مقام چھوڑ کر اور طرف چلے گئے۔ مگر تمہیں اس سے شکستہ خاطر نہ ہونا چاہیئے آخر کار تمہارے ہی نام کی فتح ہے گو بالفعل آزردہ دل ہو رہے ہیں کیونکہ خدا سب کام کر سکتا ہے اور جو تکلیف تم کو دو لشکروں کے مقابلہ کے روز جنگ احد میں پہنچی اس سے آزردہ خاطر نہ ہو اس لئے کہ وہ بھی اللہ کے حکم سے تھی جس میں تمہیں ثواب پہنچانے کے علاوہ یہ بھی حکمت تھی کہ اللہ پختہ مومنوں کو تمیز کرے اور نیز ان لوگوں کو جدا کرے جو دل میں نفاق رکھتے ہیں اور لوگوں نے جب ان سے کہا کہ آؤ اللہ کی راہ میں کفار سے لڑو یا اگر لڑ نہیں سکتے ہو تو بوجہ ہجوم کے کفار کو ڈرا کر دور ہی کرو ان کے کہنے پر عمل تو کجا بلکہ ایک غلط عذر کر کے ان کو ٹال دیا بولے اگر ہم لڑنا جانتے تو تمہارا ساتھ دیتے مگر کیا کریں ہم تو لڑائی کرنا بھی نہیں جانتے تو بغیر جاننے کے میدان جنگ میں بغلیں بجاتے ہوئے جانا کیا فائدہ۔ یہ ایک غلط عذر کر کے ان کو ٹلاتے رہے اصل یہ ہے کہ وے اس روز بہ نسبت ایمان کی کفر کی طرف بہت جھکے ہوئے تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں اخلاص مندی کی کہہ رہے تھے جو ان کے دل میں نہ تھیں تو کیا ان کو ظاہر داری کی باتیں کچھ بھی مفید ہوں گی؟ ہرگز نہیں جو چھپا رہے ہیں خدا کو خوب معلوم ہے۔ یہ دورخے وہی تو ہیں جنہوں نے گھر بیٹھ کر اپنی برادری کے لوگوں کی نسبت کہا کہ اگر ہمارا کہا مانتے اور جیسا کہ ہم نے انکو کہا تھا جنگ میں نہ جاتے تو مارے نہ جاتے۔ تو اے محمد (ﷺ) ان سے کہہ دے کہ جو مرتا ہے اپنی اجل سے مرتا ہے یہ لوگ جو مرے ہیں تو اپنی اجل سے مرے ہیں ایسا ہی جب تمہاری تقدیر آئیگی تو تم بھی چل دو گے ذرا اپنی جان سے تو موت کو ٹال دیجو اگر تم سچ بولتے ہو کہ تدبیر سے جان بچ جاتی ہے اور یہ بھی ان کا غلط خیال

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩؀

تو اللہ کی راہ میں مارے گیوں کو مردہ نہ سمجھ بلکہ دے زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ

اس کے دیئے ہوئے فضل سے خوشی مناتے ہیں اور ان لوگوں کی طرف سے جو ہنوز ان کو نہیں ملے یہی خوشخبری چاہتے ہیں

خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ١٧٠؁ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ

کہ ان کو نہ تو کوئی خوف ہو اور نہ غم میں مبتلا ہوں۔ اور دے اللہ کی رحمت اور مہربانی کے ساتھ خوشیاں منا رہے ہیں

وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ١٧١؀ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ

اور کہ اللہ ایمانداروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ جن لوگوں[1] نے بعد تکلیف پہنچنے کے اللہ اور رسول کی

مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ ړ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ١٧٢؀ۚ اَلَّذِيْنَ

فرمانبرداری کی ان نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بھی بڑا اجر ہے۔ وہ لوگ ہیں

ہے کہ شہیدوں کو مردہ جانتے ہیں تو اللہ کی راہ میں مارے گئے کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وے دراصل زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں اللہ کے دیئے ہوئے فضل سے خوشی مناتے ہیں اور ان لوگوں کی طرف سے جو ان کے پیچھے ہیں اور ہنوز ان کو نہیں ملے یعنی زندہ مسلمانوں کی طرف سے بھی خوشخبری چاہتے ہیں کہ انکو بھی شہادت نصیب ہو تاکہ ان پر بھی نہ تو کوئی خوف ہو اور نہ کسی قسم کے غم میں مبتلا ہوں اب بتلاؤ کہ ان کا تو یہ حال ہے اور یہ جھوٹے مکار کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے گویا یہ ان کے شہید ہونے پر رنج کرتے ہیں اور وے اللہ کی مہربانی اور رحمت کے ساتھ خوشیاں منا رہے ہیں اور بڑی خوشی ان کو یہ ہے کہ اللہ ایمانداروں کا اجر ضائع نہیں کرتا جس سے ان کو بروز قیامت اور بھی اعزاز کی امید ہے۔ شہادت تو بلاریب ایک اعلیٰ درجہ ہے لیکن جن لوگوں نے بعد تکلیف پہنچنے کے بھی اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کی وہ بھی شہداء کے قریب قریب ہیں اس لئے کہ ان نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کیلئے بھی بڑا اجر ہے بعد تکلیف کے بھی فرمانبرداری کرنیوالے وہ لوگ ہیں

شان نزول

[1] (الذین استجابوا) بعد واپسی جنگ احد کے مشرکین مکہ نے راہ میں مشورہ کر کے ایک آدمی کو مدینہ میں اس غرض سے بھیجا کہ وہاں جاکر مشہور کرے کہ تمہارے مقابلہ کو کئی ہزار آدمی جمع ہو رہے ہیں اور ابھی تم پر حملہ ہوگا۔ جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو آپ نے چند صحابہ کو اس خبر کی تحقیق کیلئے بھیجا جن میں خلفاء راشدین ابو بکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنھم بھی تھے جب یہ بزرگ وہاں پہنچے تو وہ خبر غلط نکلی۔ وہاں پر ایک منڈی لگا کرتی تھی وہاں سے انہوں نے مال خریدا اور مدینے میں لا کر فروخت کیا۔ جس میں بہت نفع پایا اس قصہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم بہ تفصیل منہ

راقم کہتا ہے اس آیت سے حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین اور سیدنا علی علیھم السلام کی بزرگی اور شجاعت اور اخلاص اعلیٰ درجہ کا ثابت ہوتا ہے۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا

جن کو بعض لوگوں نے کہا کہ سب لوگ تمہارے مارنے کو جمع ہو رہے ہیں تو تم ان سے ڈرتے رہو تو ان کو ایمان میں ترقی ہوئی

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ

اور بولے اللہ ہم کو کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ وے خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے ان کو کچھ بھی ضرر

سُوءٌ ۙ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ

نہ پہنچا اور اللہ کی مرضی پر چلے خدا بڑے فضل والا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ڈرانے والا

يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ

ایک شیطان تھا جو اپنے دوستوں (کفار) سے ڈرا رہا تھا سو اس کے دوستوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔ تو کفر میں کوشش

الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ

کرنے والوں کی فکر نہ کر ہرگز اللہ کے دین کا کچھ نہ بگاڑیں گے اللہ کو منظور ہے کہ ان کے لئے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ

آخرت میں کچھ حصہ نہ کرے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ جو لوگ ایمان کے عوض کفر اختیار کرتے ہیں

لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٧﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي

وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتے ان کو دکھ کی مار ہوگی۔ کافر ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ ان کو ہمارا یہ ڈھیل

لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ ۚ

دینا ان کے لئے بہتر ہے

جن کو بعض لوگوں نے خوف دلانے کی نیت سے آکر کہا کہ سب لوگ تمہارے مارنے کو جمع ہو رہے ہیں تو تم ان سے ڈرتے رہیو اور اسلام کو چھوڑ کر ان سے موافقت کر لو پس ان کو بجائے خوف کے ایمان میں ترقی ہو گئی اور بولے کہ اگر لوگ ہماری ایذا رسانی پر جمع ہو رہے ہیں تو کچھ پرواہ نہیں اللہ ہم کو کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ جس مقام پر کفار کا جمع ہونا انہوں نے سنا تھا فوراً وہاں پہنچے اور کسی دشمن کو نہ پایا پھر وے خدا کی نعمت سے واپس ہوئے۔ وہاں پر انہوں نے سوداگری کا مال خریدا جس میں ان کو مدینہ میں بہت بہت ہی نفع ہوا اور ان کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا اور اللہ کی مرضی پر چلے جس کے بدلے میں خدا نے ان کو بھی خوشی دکھائی کیونکہ خدا بڑے فضل والا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ڈرانے والا ایک شیطان تھا جو اپنے دوستوں (کفار) سے ڈرا رہا تھا سو اس کے دوستوں سے نہ ڈرو وہ کچھ بھی ضرر نہیں دے سکتے میری مرضی پر چلو اور مجھ سے ہی ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔ آخر کار تمہارے ہی نام کی فتح ہو گی گو بظاہر ان دنوں کفار جوش وخروش کر رہے ہیں۔ اے نبی تو کفر میں کوشش کرنے والوں کی فکر نہ کر کتنی ہی کوشش کریں ہرگز اللہ کے دین کا کچھ نہ بگاڑیں گے انجام کار ذلیل وخوار ہوں گے۔ اللہ کو منظور ہے کہ ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہ کرے اور ان کو بڑا عذاب ہو گا۔ اس لئے کہ خدا کے ہاں عام دستور ہے کہ جو لوگ ایمان کے عوض کفر اختیار کرتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا کچھ کھوتے ہیں اور ان کو دکھ کی مار ہو گی۔ کافر ہرگز گمان نہ کریں کہ ہماری ڈھیل

اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ

ہم ان کو ڈھیل دے رہے ہیں کہ اور بھی گناہ کریں اور ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ اللہ کو منظور نہیں کہ

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ

مومنوں کو تمہاری موجودہ حالت پر چھوڑ رکھے جب تک کہ ناپاک کو پاک سے علیحدہ نہ کرے اور اللہ کو منظور

اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا

نہیں کہ تمہیں غیب کی خبر بتلاوے ہاں خدا اپنے رسولوں کو اطلاع کے لئے چن لیا کرتا ہے پس تم اللہ اور

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

اس کے رسول کی بات مانو اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تم کو بڑا ہی اجر ملے گا۔ اللہ کے دیے ہوئے

يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ

سے بخل کرنے والے اس بخل کو اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کو انجام کار مضر ہوگا ان کو اسی مال کا جس کے

مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن طوق پہنایا جاوے گا آسمان اور زمین کی سب چیزیں اللہ ہی کی ملک ہیں اور خدا تمہارے

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

کاموں سے خبردار ہے

ان کے لئے بہتر ہے چونکہ وہ بوجہ اپنی بدکرداری کے ہماری جناب سے مردود ہیں۔ ہم صرف اس لئے ان کو ڈھیل دے رہے ہیں کہ اور بھی گناہ کریں اور انکو ذلت کا عذاب ہوگا۔ اسی طرح کفار جنگ احد سے اپنی سلامتی اور مسلمانوں کی تکلیف کو اپنی عزت اور ان کی ذلت نہ سمجھیں اس میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ اللہ کو منظور نہیں کہ مومنوں کو تمہاری موجودہ حالت پر چھوڑ رکھے جب تک کہ بہ سبب تکالیف چند در چند کے ناپاک کو پاک سے علیحدہ نہ کرے جس سے تم کو دوست دشمن میں تمیز ہو جائے اور بغیر ان تکالیف کے اللہ کو منظور نہیں کہ تمہیں غیب کی خبر بتلادے کہ فلاں شخص تم میں منافق ہے اور فلاں شخص ضعیف الایمان ہے۔ ہاں خدا اپنے رسولوں کو اس اطلاع کے لئے چن لیا کرتا ہے۔ سو ان کو بتلادیتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے اور فلاں شخص تمہارا دشمن ہے اس کے داؤ سے بچتے رہیو پس تم اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو جو کچھ وہ ارشاد کریں اسے بسر و چشم تسلیم کرو کیونکہ اگر تم اللہ اور رسول کی بات کو خواہ تمہاری جان یا تمہارے مال کے متعلق ہو مانو گے اور ان کے حکم کے موافق پرہیزگاری کرو گے تو تم کو بڑا ہی اجر ملے گا۔ بعض دنیاداروں کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم ماننے سے اور کوئی امر بجز اس کے مانع نہیں ہوتا کہ اللہ اور رسول نیک کام میں مال خرچ کرنے کا ان کو حکم کرتے ہیں اور وہ اس کو پسند نہیں کرتے کہ کسی فقیر کو پھوٹی کوڑی بھی دیں بلکہ مال کو جمع کرنے میں اپنی عزت اور بھلائی جانتے ہیں سو اللہ کے دیئے ہوئے سے بخل کرنے والے اس بخل کو اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کو انجام کار مضر ہوگا۔ ان کو اسی مال کا جس کے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن طوق پہنایا جائیگا دراصل یہ خرچ کرنا انہی کو مفید تھا۔ اسی لئے خدا انکو حکم کرتا ہے ورنہ یوں تو آسمان اور زمین کی سب چیزیں اللہ ہی کی ملک ہیں اور خدا تمہارے کاموں سے خبردار ہے ہر پہلو اس کا جانتا ہے۔ جس نیت اور جس خیال سے کرو گے اس کے موافق بدلہ دیگا

ع ۱۸

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا

بیشک اللہ نے ان لوگوں کی بات چیت سن لی جو کہتے ہیں اللہ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں ہم بھی ان کی یہ بیہودہ بات

قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا

اور انبیاء کو ناحق قتل کرنا دونوں لکھ رکھیں گے اور ان کو کہیں گے کہ لو اب آگ کا عذاب چکھو۔ یہ ان کاموں

قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

کی وجہ سے ہے جو تم نے پہلے بھیجے تھے اور اس وجہ سے کہ اللہ بندوں کے حق میں ظالم نہیں۔ یہ وہی تو ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اللہ نے ہم سے

عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ

کہہ رکھا ہے کہ ہم کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس قربانی نہ لاوے کہ جس کو آگ جلاوے تم کہہ دو کہ بیشک مجھ

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

سے پہلے کئی رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے اور نیز وہ چیز بھی لائے تھے جو تم نے بتلائی ہے پھر تم نے کیوں ان کو قتل کیا تھا اگر تم سچے ہو

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

پھر اگر تجھ کو جھٹلاویں تو بہت سے رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے جاچکے ہیں حالانکہ وہ دلیلیں روشن اور کتب سماوی یعنی کتاب روشن بھی لائے

بیشک اللہ نے ان لوگوں کی بات چیت سن لی ہے جو خرچ کرنے کے حکم میں اپنی غلط فہمی سے سمجھ گئے کہ شاید اس میں خدا کا اپنا فائدہ ہوگا جب ہی تو کہتے ہیں کہ اللہ محتاج ہے اور ہم مال دار ہیں کیونکہ وہ ہمیں بار بار خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے یاد رکھیں ہم بھی ان کی بیہودہ بات اور انبیاء کو ناحق قتل کرنا دونوں لکھ رکھیں گے تاکہ وقت پر ان کو انکار کی گنجائش نہ رہے اور بروز حساب ان کو کہیں گے کہ لو اب آگ کا عذاب اپنی بدزبانی کے عوض میں چکھو تم جانتے ہو کہ یہ عذاب تم کو کیوں ہوا یہ ان کاموں کی وجہ سے ہے جو تم نے دنیا میں اس دن کے لئے پہلے بھیجے تھے اور نیز اس وجہ سے کہ اللہ بندوں کے حق میں ظالم نہیں کہ بدمعاشوں بدزبانوں کو چھوڑ دے اور نیکوں کے برابر ان کو کر دے جو ایک قسم کا ان پر ظلم ہے اس لئے اس کی حکمت اور عدالت کا تقاضا ہے کہ ظالموں اور بے ایمانوں کو ضرور سزا دیوے۔ یہ وہی تو ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اللہ نے ہم سے کہہ رکھا کہ ہم کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس سوختنی قربانی نہ لاوے کہ جس کو آگ جلاوے یعنی ہمارے طریقہ کے مطابق سوختنی قربانی کرے اور اس کا حکم دے۔ یہ ایک بہانہ صرف ہٹ دھرمی کا ہے ورنہ کوئی حکم خدا نے ایسا نہیں کیا تو کہہ دے کہ بیشک مجھ سے پہلے کئی رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے اور نیز وہ چیز بھی لائے تھے جو تم نے بتلائی ہے پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا اگر تم اس بات میں سچے ہو۔ جب اس کا جواب کچھ نہ دیویں اور نہ کچھ دیں گے تو پھر اگر تم کو جھٹلاویں تو تو غم نہ کر اس لئے کہ بہت سے رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے جاچکے ہیں حالانکہ وہ دلیلیں روشن یعنی معجزے اور کتب سماوی یعنی کتاب روشن صاف ہدایت والی بھی لائے۔ باوجود اس کے انہوں نے محض اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے چل کر انبیاء کو ناحق قتل کیا اور آخر کار خود بھی بڑی ذلت سے ہلاک ہوئے ایسا ہی تم اے عرب کے نادانو اور اہل کتاب کے پیشواؤ اپنی خواہش نفسانی سے اس رسول کی

شان نزول

[1] لقد سمع اللہ مخالفین اسلام نے زکوٰۃ کا حکم سن کر طعنا اور تمسخرا کہا کہ ہم غنی ہیں اور اللہ فقیر ہے جبھی تو ہم سے زکوٰۃ مانگتا ہے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ

ہر ایک شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت کے روز ہی اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیئے جاؤ گے پس جو کوئی اس آگ سے بچ کر

النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ

جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد پا گیا- یہ دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی پونجی ہے- تو تم اپنے

فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤ گے اور ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اور نیز

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ

عرب کے مشرکوں سے بہت ہی رنج کی باتیں سنو گے اور اگر ان پر صبر کرو گے اور ڈرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کا

الْاُمُوْرِ ۝ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا

کام ہے- جب اللہ نے ان کتاب والوں سے وعدہ لیا تھا کہ ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان

تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝

کرنا اور ہر گز اس کو نہ چھپانا پھر انہوں نے اسے پس پشت پھینک دیا اور اس کے عوض میں کسی قدر دام وصول کیے پس بہت ہی برے دام لے رہے ہیں

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا

تو ان کو جو اپنے کردار (بد) پر خوش ہوتے ہیں اور کہ بن کئے نیک کاموں کے اپنی تعریف چاہتے ہیں

تکذیب کرو گے تو جان رکھو کہ ہر ایک شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے تم بھی اس دنیا میں ہمیشہ نہ رہو گے بلکہ آخر مرو گے اور قیامت کے روز ہی اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیئے جاؤ گے- یہاں کے چند روزہ مزے کسی کام نہیں اصل عیش تو آخرت کا ہے پس جو کوئی اس روز آگ سے بچ کر جنت میں داخل کیا گیا پس وہ مراد پا گیا باقی رہا دنیا کا چند روزہ عیش جس کے لئے تم اتنی دقتیں اٹھا رہے ہو سو یہ دنیا کی زندگی کے مزے تو صرف دھوکے کی پونجی ہے- اے مسلمانو دنیا میں حقیقی عیش کہاں ہے اور کس کو ہے دنیا میں تو تم اپنے مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤ گے اور ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اور نیز عرب کے مشرکوں سے بہت سی رنج کی باتیں سنو گے ان سے گھبرائیو نہیں کیونکہ اگر تم ان کی تکلیفوں پر صبر کرو گے اور گھبراہٹ اور بے چینی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو گے تو تمہیں اس دنیا کے نقصان اور ان تکالیف کے عوض میں بہت بڑا اجر ملے گا اس لئے کہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے- اہل کتاب کی بدزبانی سے تو بالکل رنجیدہ خاطر نہ ہو یہ تو اس سے بھی بڑھ کر بداعمالیوں میں پڑے ہوئے ہیں خدا اور خدا کے حکموں کو ہیچ سمجھتے ہیں حالانکہ جب اللہ نے ان کتاب والوں سے وعدہ لیا تھا تو بہت تاکیدی حکم دیا تھا کہ ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور ہر گز اس کو نہ چھپانا اس وقت تو سب نے قبول کیا پھر بعد میں اس کو پس پشت پھینک دیا اور بجائے بیان کرنے کے بغرض طمع دنیاوی اور اس کو چھپا کر اس کے عوض میں کسی قدر دنیا کے دام وصول کر لئے- پس جان لیں کہ بہت ہی برے دام لے رہے ہیں کیونکہ اس کے بدلے ان کو بہت ہی سختی اٹھانی ہو گی اور پھر اس پر طرہ یہ کہ نادم نہیں ہوتے بلکہ الٹے خوش ہوتے ہیں سو تو ان جاہلوں کو کہ جو اپنے کردار بد پر خوش ہوتے ہیں اور کہ بن کئے نیک کاموں کے تعریف چاہتے ہیں

شان نزول ~ لا تحسبن آنحضرت نے یہود سے ایک دفعہ ایک بات دریافت کی انہوں نے واقعی نہ بتلائی باوجود اس خباثت کے استحقاق شکریہ جتلانے لگے انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی-

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

عذاب سے خلاص نہ سمجھ ان کو سخت دردناک عذاب ہوگا۔ تمام آسمان اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ

کا ملک تو اللہ کا ہے اور اللہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں

الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ

اور رات دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لئے کئی ایک نشان ہیں۔ وہ جو کھڑے

اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے اللہ ہی کو یاد کرتے رہتے ہیں اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ

کہ اے ہمارے مولا تو نے اس کو عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سو تو ہم کو آگ کے عذاب سے رہائی دے اے ہمارے مولا جس کو

تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

تو جہنم میں داخل کرے گا تو اس کو ذلیل کرے گا اور نہ ان ظالموں کا کوئی حمایتی ہوگا

عذاب سے خلاص نہ سمجھ بلکہ ان کو سخت درد کا عذاب ہوگا وہاں پر ان کی تیز زبانی ایک نہ چلے گی اور نہ کسی طرف جا سکیں گے اس لئے کہ تمام آسمان اور زمین کا ملک تو اللہ کا ہے پھر جائیں تو کہاں جائیں کتنا ہی اپنے آپ کو بچانا چاہیں اس کے عذاب سے کسی طرح چھٹ نہیں سکیں گے وہ اللہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے جہاں ہوں گے وہاں ہی ان کو عذاب پہنچائیگا اگر اس کی قدرت کا ثبوت چاہیں تو آسمان و زمین کی پیدائش میں غور کریں کیونکہ آسمان و زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لئے کئی ایک نشان ہیں۔ تم جانتے ہو عقلمند کون ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹتے ہوئے اللہ ہی کو یاد کرتے رہتے ہیں اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس میں عجیب عجیب حکمتیں پاتے ہیں نہ کہ دنیا دار جن کو بجز دنیاوی فوائد کے کسی طرف کا خیال ہی نہیں ان عقلمندوں کا خیال اصل بات کی طرف ہوتا ہے اسی لئے تو وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے مولا تو نے اس کو عبث نہیں بنایا۔ عبث کرنے سے تو پاک ہے بلکہ اس میں کئی حکمتیں اور غائتیں ہیں منجملہ یہ ہے کہ جو ان میں سے تیری قدرت کا ثبوت پا کر تجھ کو مالک الملک قادر قیوم جانیں گے ان پر تیرا انعام و اکرام اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور جو اپنے فوائد دنیاوی مثلاً جہاز رانی وغیرہ کے لئے ہی ان میں غور کریں گے اور تیری توحید اور اقرار ربوبیت سے بے غرض رہیں گے تو ان کو عذاب اٹھانا ہوگا سو تو ہم کو پہلی قسم کے لوگوں سے بنا کر آگ کے عذاب سے رہائی دے۔ اے ہمارے مولا جس کو تو به سبب اسکی بداعمالی کے جہنم میں داخل کریگا تو وہ سب کے سامنے ذلیل ہوگا ایسی ذلت کہ جس سے اسکو کبھی نجات نہ ہوگی نہ تو تیرا وعدہ ہی بدلے گا اس لئے کہ تو سچا ہے اور نہ ان ظالموں کا کوئی حمایتی ہوگا جو اس بلا سے انکو چھڑائے

شان نزول

ل (ان فی خلق السموات) فضول جھگڑوں سے منہ پھیر کر اصل مطلب کی طرف توجہ دلانے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا

اے ہمارے مولا ہم نے ایک پکارنیوالے (محمد ﷺ) کو ایمان کے لئے پکارتے ہوئے سنا اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لے آئے اے ہمارے مولا

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا

تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے اور ہم کو نیک بختوں کے ساتھ موت دے اے ہمارے مولا جو تو نے اپنے

وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

رسولوں کی معرفت ہم سے وعدہ کیا ہے ہم کو عنایت کیجیو اور قیامت کے روز ہم کو ذلیل نہ کیجیو بیشک تو اپنے وعدے خلاف نہیں کرتا

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ

پس خدا نے ان سے قبول کیا کہ میں ہرگز تم میں سے کسی کا کام ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت

بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ

تم آپس میں ایک ہی ہو پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے

سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَيِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

گئے اور لڑے اور مارے گئے تو ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کروں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اللہ کی طرف سے یہ ان کو بدلہ ملے گا علاوہ اس کے اللہ کے ہاں اور بھی نیک بدلہ ہے

اے ہمارے مولا قطع نظر ان دلائل کے جو آسمان زمین سے ہم نے سمجھے ہیں ایک اور وجہ بھی ہمارے ایمان کی ہے کہ ہم نے ایک پکارنے والے (محمد ﷺ) کو ایمان کے لئے پکارتے ہوئے سنا کہ لوگو اپنے رب کو مان لو پس اس کو سنتے ہی ہم تجھ کو مان گئے اے ہمارے مولا چونکہ اس ماننے میں ہماری کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے بلکہ محض تیری ہی رضاجوئی منظور ہے پس تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے اور انجام کار ہم کو نیک بختوں کے ساتھ موت دے اے ہمارے مولا جو تو نے اپنے رسولوں کی معرفت ہم سے وعدہ کیا ہے بعد مرنے کے ہم کو عنایت کیجیو اور قیامت کے روز ہم کو ذلیل نہ کیجیو ہم تیرے وعدہ کے موافق اعزاز کی امید کرتے ہیں بیشک تو اپنے وعدے خلاف نہیں کرتا۔ پس ان کی دعا کرنے میں دیر نہ ہوئی تھی کہ خدا نے ان سے قبول کیا کہ تم گھبراؤ نہیں۔ بلکہ تسلی رکھو میں ہرگز تم میں سے کسی کا کام ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس لئے کہ تم سب آپس میں ایک ہی ہو کیا عورتیں اور کیا مرد سب کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دوں گا پس سنو جن لوگوں نے دین کی حفاظت میں اپنا وطن چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور دین کے دشمنوں سے لڑے اور مارے گئے تو ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کردوں گا اور ضرور ان کو ایسے عمدہ باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اللہ کی طرف سے ان کو یہ بدلہ ملے گا علاوہ اس کے اللہ کے ہاں اور بھی نیک بدلہ ہے جس سے وے نہایت محفوظ ہونگے یعنی خوشنودی خدا تعالیٰ اصل عزت اور اصل عزت تو یہ ہے

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ

تو کافروں کے شہروں میں پھرنے سے دھوکا نہ کھائیو یہ تو تھوڑا سا اسباب ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم میں ہو گا

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ ہاں جو لوگ اپنے رب سے ڈریں ان کے لئے ایسے عمدہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ

ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کے ہاں کی مہمانی کھائیں گے علاوہ اس کے جو نیک لوگوں کے لئے اللہ کے ہاں موجود ہے وہ سب دنیا سے بہتر ہے[1] بعض

الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا

اہل کتاب بھی اللہ کو مانتے ہیں اور جو کچھ تمہاری طرف اور ان کی طرف اللہ کے ہاں سے اتارا گیا ہے اللہ سے ڈرتے ہوئے مانتے ہیں اور

يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ کے حکموں کے عوض تھوڑے دام نہیں لیتے انہیں لوگوں کے لئے اللہ کے ہاں بدلہ ہے بیشک خدا اچھا بدلہ دینے

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا

والا ہے[2] اے مسلمانو صبر (۲) کیا کرو اور صبر سکھایا کرو اور تیار رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٢٠٠﴾

تاکہ تم مراد پاؤ

باقی رہی ظاہری بناوٹ سو چند روزہ ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں جب ہی تو تجھ کو اے مخاطب کہا جاتا ہے کہ تو کافروں کے شہروں میں جوش و خروش سے پھرنے اور ہر قسم کی سوداگری اور تاروں اور ریلوں کا ایجاد کرنے سے کہیں دھوکہ نہ کھائیو کہ اس سے تو ان کے دین کی مقبولیت سمجھ کر بے دین بن جائے یہ تو تھوڑا سا دنیا کا اسباب ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم میں ہو گا جہاں ان کو ہمیشہ تک رہنا ہو گا وہ بہت بری جگہ ہے۔ ہاں جو لوگ ان میں سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ایسے عمدہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کے ہاں کی مہمانی کھائیں گے۔ علاوہ اس کے جو نیک لوگوں کے لیے اللہ کے ہاں موجود ہے وہ سب دنیا سے بہتر ہے۔ اس انعام و اکرام کو دیکھ کو بعض اہل کتاب بھی اللہ کو اکیلا مالک الملک مانتے ہیں اور جو کچھ تمہاری طرف نیز ان کی طرف اللہ کے ہاں سے توریت و انجیل اور قرآن اتارا گیا ہے اس کو بھی اللہ سے ڈرتے ہوئے مانتے ہیں اور اللہ کے حکموں کے عوض دنیا کے تھوڑے سے دام نہیں لیتے انہی لوگوں کے لئے اللہ کے ہاں بدلہ ہے بیشک خدا اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ اے مسلمانو یہ انعام و اکرام اگر حاصل کرنا ہو تو تکلیفوں پر صبر کیا کرو اور صبر سکھایا کرو اور وقت پر مقابلہ کے لئے بھی تیار رہو اور بڑی بات یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اس اعزاز و اکرام کی مراد پاؤ

شان نزول

[1] (وان من اھل الکتب) بعض لوگ اخلاص مند یہود و نصاریٰ سے جو اپنا دین چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہوئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

[2] (اصبرو) مسلمانوں کو تکالیف پر صبر و شکیب سکھانے کو یہ آیت نازل ہوئی۔

سورۂ نسآء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا

لوگو اپنے پالنہار سے ڈرتے رہو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا یعنی بیوی

زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ

پیدا کی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائے اور خداوند عالم سے ڈرو جس کے نام سے تم ایک دوسرے

وَالۡاَرۡحَامَ ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ۞ وَاٰتُوا الۡيَتٰمٰٓى اَمۡوَالَهُمۡ‌ وَلَا تَتَبَدَّلُوا

سے سوال کیا کرتے ہو اور قطع رحم سے بچتے رہو بیشک خدا تم کو دیکھ رہا ہے اور یتیموں کا مال واپس دے دو اور اچھے کے عوض میں

الۡخَبِيۡثَ بِالطَّيِّبِ‌ ۖ وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰٓى اَمۡوَالِكُمۡ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوۡبًا كَبِيۡرًا‏ ۞

خراب نہ دو اور ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ یہ بڑا گناہ ہے

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَـكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ

اور اگر یتیموں کے حق میں انصاف نہ کرنے سے ڈرو تو اور عورتوں سے نکاح کرو

سورت نساء

اے لوگو چند احکام مالک الملک کی طرف سے تم کو سنائے جاتے ہیں ان کو سنو اور ان پر عمل کرو سب سے اول اور ضروری یہ ہے کہ اپنے مولا حقیقی پالنہار سے ڈرتے رہو وہ مالک جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اس طرح کہ ایک جان یعنی آدم کو پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا یعنی بیوی پیدا کی۔ پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کر کے تمام دنیا میں پھیلائے اور اس مالک الملک خداوند عالم سے ڈرو جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے بوقت ضرورت سوال کیا کرتے ہو اور نیز قطع رحم سے بچتے رہو بیشک خدا تم کو دیکھ رہا ہے اس ڈرنے کا یہ مطلب نہیں کہ صرف زبانی کہو کہ ہم ڈرتے ہیں اور عمل اس کے خلاف کئے جاؤ نہیں بلکہ اس کے سب احکام دل و جان سے مانو مجملہ ان کے یہ ہے کہ یتیموں کے مال جو تم پاس ان کی نابالغی کے زمانہ میں سپرد کئے گئے تھے اب ان کو جب وہ بلوغ کو پہنچ جائیں واپس دے دو اور اچھے کے عوض ان کو برا اور خراب نہ دو اور ایسا بھی نہ کرو کہ اگر بوجہ ظاہری دنیاوی شرم کے سارا مال کھا جانے سے پرہیز کرو تو حساب کی اینچ پینچ میں لا کر ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھا جاؤ خبردار اس سے بچتے رہو اس لئے کہ یہ بڑا گناہ کا کام ہے اور یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف کرو۔ اگر تم ان یتیموں کے حق میں انصاف نہ کرنے سے ڈرو تو ان سے نکاح نہ کرو بلکہ اور عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں

شان نزول

ل (واتوا الیتمی اموالھم) ایک شخص کے پاس حسب دستور اپنے بھتیجے خورد سال یتیم کا کچھ مال امانت تھا بعد بلوغ جب اس نے طلب کیا تو چچا صاحب اکڑے اور انکاری ہوگئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔معالم

مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ

جو تمہارے لئے حلال ہیں خواہ ایک سے خواہ[1] دو سے خواہ تین سے خواہ چار سے پھر اگر تم بے انصافی سے ڈرو تو پس ایک ہی سے نکاح کرو یا لونڈی پر قناعت کرو

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ

یہ بے انصافی سے بچنے کا بہت اچھا ذریعہ ہے

خواہ ایک سے کرو خواہ دو سے خواہ تین سے خواہ چار سے پھر اس میں بھی ایک شرط ہے اگر تم زیادہ عورتیں کرنے میں بے انصافی سے ڈرو تو بس ایک ہی سے نکاح کرو یا در صورت نہ پانے عورت منکوحہ کے لونڈی پر ہی قناعت رکھو یہ بے انصافی سے بچنے کا بہت اچھا ذریعہ ہے

مسئلہ تعدد ازدواج

[1] اس آیت میں خدا نے اپنے اٹل قانون کے لحاظ سے مردوں کو حسب ضرورت متعدد ازدواج کے نکاح میں لانے کا حکم دیا ہے اس مسئلہ (تعدد ازدواج) کے متعلق تو مخالفین نے جس قدر ورق سیاہ کئے ہیں ان کا کچھ حساب نہیں کسی نے اس مسئلہ کی طفیل خدا کے پاک مذہب اسلام کو ظالم بتایا کسی نے آزادی بنی آدم کے مخالف کا خطاب عطا کیا کسی نے اپنے لیکچروں میں کہا کہ اسلام سے بجز تعدد ازدواج کے کچھ بھی روشنی دنیا میں نہیں آئی۔ غرض کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ لیکن یہ مسئلہ اپنی بنائے قوی (قانون فطرت) کی وجہ سے ایسا مضبوط ہے کہ ایسے ویسے ہوا کے جھونکوں سے تو کیا بڑے بڑے زلزلوں سے بھی متاثر نہیں ہونے کا۔ اس مسئلہ کی تصحیح اور مخالفین کے جوابات میں علماء اسلام نے بہت کچھ لکھا اور لکھتے ہیں اور لکھتے رہیں گے لیکن ہمارے خیال میں جب تک اس کی بنا اور قانون فطرت جس پر یہ مبنی ہے بیان نہ کیا جاوے کسی دوسرے جواب کا ذکر موزوں نہیں اس لئے ہم اس قانون فطرت کو پہلے بیان کریں گے جس پر اس مسئلہ کی بنا ہے۔

نظام عالم میں دنیا کی مختلف چیزوں کی طرف نظر کرنے سے اتنا پتہ تو چلتا ہے کہ خالق کائنات نے ان سب چیزوں میں سے بعض کو مستعمل (کام میں لانے والی برتنے والی) اور بعض کو مستعملہ (قابل استعمال بنایا ہے)۔ بے جان چیزوں میں تو کچھ خفا نہیں کہ کپڑا برتن وغیرہ سب مستعملہ ہیں۔ جانداروں میں سے بھی سوائے انسان کے باقی تمام حیوانات انسان کے مستعملہ ہیں مثلاً گھوڑا اونٹ ہاتھی گائے بیل بھینس وغیرہ وغیرہ سب انسان کے لئے مستعملہ ہیں اور انسان ان کا مستعمل (برتنے والا) ہے اسی طرح انسان کے دونوں قسموں (مرد و عورت) کو بھی دیکھیں کہ ان میں بھی یہ دستور جاری ہے یا کہ دونوں مساوی ہیں۔ بعد غور اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ بیشک مرد مستعمل (برتنے والا) اور عورت مستعملہ ہے۔ اس دعویٰ پر ہمارے پاس ہر طرح کے دلایل (فطری عرفی مذہبی) موجود ہیں۔

دلایل فطریہ

(۱) غرض تزوج میں مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے کیونکہ جب تک مرد جماع نہ کرنا چاہے عورت اس سے جبراً نہیں کرا سکتی۔ ہاں اگر مرد جبراً چاہے تو کر سکتا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے

(۲) آلہ جماع و استعمال مرد کو عطا ہوا ہے تو پھر مرد کے مستعمل ہونے میں کیا شک ہے؟

(۳) مرد عورت کی ظاہری شکل اور ہیئت بھی اس نسبت کو بیان کرتی ہے مرد کے چہرے پر عموماً وقت بلوغت بالوں کا نکلنا اور عورت کا منہ ہمیشہ کے لئے صاف[2] رہنا جو اس کے مرغوب الطبع ہونے کا ایک قوی ذریعہ ہے اس نسبت کی قوی دلیل ہے

(۴) اولاد کے حق میں ماں کا مشقت اور تکلیف شاقہ اٹھانا حالانکہ وہ نطفہ یقیناً مرد کا ہے اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ عورت مثل ایک مزدور کے مستعملہ ہے اور مرد اس کا مستعمل۔

---

[2] ہماری تعلیم یافتہ پارٹی (چہروں کی صفائی رکھنے والی) اس میں ذرا غایر نظر سے غور کرے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا

اور عورتوں کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ بخوشی خاطر اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اس کو

فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا ۝ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

مزے سے بے کھٹکا کھالو- اور بیوقوفوں کو اپنا سارا مال جس کو اللہ نے تمہارا گزارہ بنا رکھا ہے حوالہ نہ کر دیا کرو

اور عورتوں کے مہر خوشی سے دو- پھر اگر وہ بخوشی خاطر اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اس کو مزے سے بلا کھٹکا کھالو اور بے وقوف عورتوں اور بچوں کو اپنا سارا مال جس کو اللہ نے تمہارا گزارہ بنا رکھا ہے حوالہ نہ

(۵) مرد کا عموما تنومند اور طاقتور ہونا یہاں تک کہ تمام طاقت کے کاموں کا (مثل جنگ[۱] وغیرہ) سب کا متکفل ہونا اور عورت کا اس سے بالکل سبکدوش رہنا بھی اس امر کی دلیل یا قرینہ ہے کہ مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے

دلایل عرفی یعنی وہ دلایل جن پر کل بنی آدم بلحاظ مذہب عمل کرتے ہیں

(۱) عموما شادی کر کے خاوند کا عورت کو اپنے گھر میں لے جانا اور وقت نکاح اس کو کچھ دینا اور گھر میں لے جا کر اس پر مناسب حکمرانی کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ عموما بنی آدم عورت کو مستعملہ جانتے ہیں-

(۲) عموما بازاروں میں عورتوں کا زنا[۲] کے لئے مزین ہو کر بیٹھنا اور مردوں سے عوض لے کر ان سے زنا کرانا اور مردوں کا عوض دیکر ان سے بد فعلی کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ عورت بھی مثل دیگر اشیاء خریدنی اور فروختنی کے ہے-

(۳) عموما ہر قوم کا عورتوں کو زیب و زینت سے مزین (۳) رکھنا اور اس زینت کو معیوب نہ سمجھنا بلکہ عورتوں کا بھی طبعی طور سے اس طرف مایل رہنا اس امر کا ثبوت ہے کہ کل قومیں عورت کو مستعملہ جانتی ہیں-

(۴) عورت[۴] کا حمل کی وجہ سے تکلیف اٹھا کر بھی ہر مذہب میں بچہ کا باپ کی نسل سے ہونا بھی اس امر کا قرینہ بلکہ دلیل ہے کہ عورت مستعملہ ہے-

---

[۱] اس روشنی کے زمانہ میں بھی اس مسئلہ کے مخالفوں سے یہ نہ ہو سکا کہ اپنی عورتوں کو اس قابل بنادیں کہ وہ بھی مثل مردوں کے میدان جنگ میں آسکے- افسوس ہے یورپ کے پادریوں پر جو عورت کو مساوی حقوق دلانے کے خواہشمند ہیں وہ بھی اس کام کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ عورتوں کو ملٹری (جنگی محکمہ) میں داخل کراویں- بھلا کریں کیسے قانون قدرت سے مقابلہ نہ ہوا خالہ جی کا حلوا ہوا-

[۲] یہ ایک مروج بات ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ زنا جائز ہے- یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس دلیل کو دلایل فطری یا مذہبی میں بیان نہیں کیا-

[۳] اس امر کا زیادہ ثبوت لینا ہو تو ہمارے ملک کے ہندوؤں کی چال دیکھئے کہ کس طرح عورتوں کو زینت لگا کر بازاروں میں گشت کرایا کرتے ہیں اور کسی طرح سے معیوب نہیں جانتے- بلکہ جنٹلمین عیسائیوں کی عورتیں بھی مردوں کی نسبت سبک کمر اور دیگر لوازمات ضرور یہ سے مزین رہتی ہیں-

[۴] یہ دلیل اور دلائل فطریہ کی چوتھی دلیل آپس میں متغایر ہیں کیونکہ اس میں عورت کے حمل کا لحاظ ہے اور اس میں بچہ کی نسبت باپ کی طرف ہونے کا ذکر ہے-

قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى

ہاں اس میں سے کچھ ان کو کھلاتے پہناتے رہو اور بھلی بات کہتے رہو- اور جوانی کو پہنچنے (۱) تک

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ

یتیموں کا امتحان کیا کرو پھر اگر ان میں کچھ ہوشیاری اور لیاقت پاؤ تو ان کے مال دے دو

کر دیا کرو ہاں اس میں سے کچھ ان کو کھلاتے پہناتے رہو اور اگر وہ زیادہ ہی تنگ کریں تو ان کو بوجہ ان کی نادانی اور کم فہمی کے دینا مناسب نہ جانو تو ان پر سختی نہ کرو بلکہ بھلی بات کہتے رہو کہ تمہارا ہی مال ہے میں تو اس کو تمہارے ہی لئے کماتا ہوں وغیرہ وغیرہ اور جوانی کو پہنچنے تک گاہے بگاہے یتیموں کا امتحان کیا کرو پھر اگر ان میں کچھ ہوشیاری اور لیاقت پاؤ تو ان کے مال جو تمہارے پاس امانت رکھے ہوں دے دو

شان نزول

۱) پہلی آیت کے موافق صحابہ نے یتیموں کے مال واپس کرنے کا وقت دریافت کیا- ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- معالم

دلایل مذہبی یعنی وہ دستور العمل جو ہر ایک اہل مذہب بہ تعلیم مذہب مانتے ہیں

سب سے پہلے اس امر میں ہم اپنے قدیمی مہربان عیسائیوں کی شہادت لیتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں بحیثیت مذہبی کیا فتوے دیتے ہیں کہ عورت مستعملہ ہے یا نہیں

عیسائیوں کا دستور العمل جس کا نام "دعائے عمیم" کی کتاب ہے دیکھنے سے ہماری تائید ہوتی ہے کہ عورت کو عیسائی بھی مستعملہ مانتے ہیں- چنانچہ کتاب مذکور میں نکاح کی ترتیب کے بیان میں لکھا ہے کہ خادم الدین (پادری) مرد سے یہ کہے- فلانے (مثلاً زید) کیا تو اس عورت کو اپنی بیاہتا جورو ہونی قبول کرتا ہے کہ خدا کے حکم کے بموجب نکاح کی پاکیزہ حالت میں اس کے ساتھ زندگی گزارے- آیا تو اس سے محبت رکھیگا- اسکو تسلی دے گا اس کی عزت کرے گا اور بیماری و تندرستی میں اس کی خبر لے گا اور سب دوسریوں کو چھوڑ کر دونوں کی زندگی بھر فقط اس کے ساتھ رہے گا- مرد جواب دے ہاں البتہ تب قسیس عورت سے کہے فلانی (مثلاً ہندہ) کیا تو اس مرد کو اپنا بیاہتا شوہر ہونا قبول کرتی ہے کہ خدا کے حکم کے بموجب نکاح کی پاکیزہ حالت میں اس کے ساتھ زندگانی گزارے- آیا تو اس کے حکم میں رہے گی اور اس کی خدمت کرے گی اور اس سے محبت رکھے گی- اس کا ادب کرے گی اور بیماری و تندرستی میں اس کی خبر لے گی- اور سب دوسروں کو چھوڑ کر دونوں کی زندگی بھر اسی کے ساتھ رہوگی- عورت جواب دے ہاں البتہ (دعائے عمیم صفحہ ۲۶۲ مطبع افتخار دہلی) اس سے زیادہ تاکید دیکھنی ہو تو افسیون ۵ باب ۲۲ آیت ملاحظہ ہو-

عبارت مذکورہ بالا ہمارے دعوی کی صریح شہادت ہے کہ عورت مستعملہ ہے جب ہی تو اس کے ماتحت اور تابع رہے گی کی پادری صاحب بھی وصیت کرتے ہیں جو مرد کو نہیں (افسوس پادری صاحب یہاں پر مساوی حقوق دلانا بھول گئے) اس کے بعد ہم اپنے پڑوسی ہندوؤں کا رواج دیکھتے ہیں رسالہ کھتری آگرہ میں یوں لکھا ہے

"بالپن میں والدین کی اور بعد شادی کے شوہر کی مرضی کے مطابق چلنا اور ان (عورتوں) کا فرض قرار دیا ہے- اسی فرض کا انتقال شادی کنیاں (کنواری) کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور بعد ادا اس رسم کے اس معنی پر وہ اپنے سوامی (خاوند) کے اقتدار میں آجاتی ہے- والدین کو اس بات کا حق حاصل نہیں رہتا کہ خلاف اس کے سوامی کی مرضی کے اپنی مرضی کو مقدم مان کر اس سے اس پر کاربند ہونے کے خواستگار ہوسکیں" (رسالہ مذکور بابت ماہ مئی ۱۸۹۶ء

وَلَا تَأْكُلُوهَآ إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن

اور فضول خرچی سے اور ان کے بڑا ہونے کے ڈر سے پہلے ہی جلدی سے نہ کھا جاؤ جو غنی ہو وہ پرہیز کرے اور جو فقیر

كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ

ہو وہ دستور کے موافق لے لیا کرے پھر جب ان کو دینے لگو تو ان کے سامنے گواہ کر لیا کرو

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٦﴾

خدا اکیلا ہی حساب لینے والا ہے

اور ان کی شادی وغیرہ میں فضول خرچی سے اور ان کے بڑا ہونے کے ڈر سے پہلے ہی جلدی سے نہ کھا جاؤ کہ بڑے ہو کر تقاضا نہ کریں بلکہ اس مال کو بذریعہ تجارت کے بڑھاؤ جو امین غنی ہو وہ اس کام کا عوض لینے سے پرہیز کرے اور جو فقیر ہو وہ اپنی محنت کا عوض دستور کے موافق ان کے مال سے لے لیا کرے۔ پھر جب ان کو دینے لگو تو ان کے سامنے گواہ کر لیا کرو۔ باوجود اس کے کچھ خیانت کرو گے تو جان لو کہ خدا تعالیٰ اکیلا ہی حساب لینے والا بس ہے

مصنف رسالہ آریوں کے مقابل اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ بیوہ کا نکاح ثانی درست نہیں اس لئے کہ پہلے نکاح کے وقت لڑکی کا باپ یا کوئی دوسرا جائز ولی لڑکی اس کے خاوند کو بخش دیتا ہے جسے ہندی میں کنیادان (کنواری کا ہبہ) کہتے ہیں جب وہ بخش چکا تو اب لڑکی باپ کے قبضہ میں نہ رہی پس وہ نکاح ثانی کرانے کا بھی مجاز نہیں۔ راقم کہتا ہے یہ دلیل نکاح ثانی بیوہ کے متعلق ضعیف[1] ہو یا قوی اس سے ہمیں یہاں بحث نہیں۔ بہر حال یہ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل ہنود بھی عورت کو مذہبی تعلیم کے لحاظ سے ایک چیز غیر شیدنی اور داونی جانتے ہیں۔ ایسی ہی دوسری شہادت ہندوؤں کی طرف سے یہ بھی ہے کہ منوجی مہاراج کے ادھیایا پانچویں کے شلوک ۱۴۶ مندرجہ ذیل ہیں

لڑکی ہو جوان ہو یا بوڑھی مگر ستری (عورت) کو واجب (جائز) نہیں کہ اپنے گھر میں کوئی کام اپنی آزادی یا خودروی سے کرے۔ بچپن میں ستری باپ کے بس میں رہے جوانی میں خاوند کی تابعدار رہے (رسالہ سناتی دھرم گزٹ لاہور نمبر ۵ جلد اول)

آریوں نے تو عورت کو استعمال میں یہاں تک بڑھایا ہے کہ اگر کسی مرد کے نطفہ[2] میں ضعف ہو جس سے اولاد نہ ہوئی ہو تو خاوند عورت کو اجازت دے کر کسی دوسرے کا نطفہ ڈلوا کر اپنی اولاد بنا سکتا ہے (الٰہی پناہ) گویا عورت بھی مثل زمین وغیرہ کے ہوئی کہ جس کا مالک بوجہ ضعف کے اس میں ہل

[1] ضعف تو اس کا ظاہر ہے کہ وقت نکاح اپنی لڑکی کو خاوند کے جائز استعمال کے لئے حین حیات بخشتا ہے نہ کہ غلام ہی بنا دیتا ہے ایسا کہ اگر خاوند چاہے تو اسے اپنی مملوکہ چیز کی طرف فروخت یا عاریت دے سکے ہرگز نہیں ایسا اختیار تو لڑکی کے باپ کو بھی نہیں تو اس کے اختیار دینے سے خاوند کو کیسے ہوگا اور اگر خاوند ایسا ہی بیوی کا مالک ہوتا تو اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کو اس بیوہ پر بھی وہی حق ہونا چاہئے جو میت کی دیگر اشیاء مملوکہ پر ہے پس جس طرح سے میت اس کو استعمال کرتی تھی اسی طرح اس کا بیٹا بھائی وغیرہ بھی کریں تو منع نہ ہونا چاہئے حالانکہ اس امر کی ہندو بھی اجازت نہیں دے سکتے۔ لہٰذا یہ معنی تو درست نہ ہوئے پس ضرور ہے کہ یہ ہبہ تا حین حیات بغرض استعمال متعلق خارداری کے ہوگا پس اگر اس کنیادان کے یہ معنی ہیں (اور ضرور یہی معنی ہیں) تو بعد فوت ہونے خاوند کے کوئی وجہ نہیں کہ لڑکی کا باپ دوسرا خاوند نہ کرا سکے یا خود لڑکی نہ کر سکے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ہمارے پڑوسی ہندوؤں کو کس قدر غلط فہمی اس مسئلہ میں ہے کہ تعدد ازدواج کی مخالفت اس بنا پر کریں کہ مرد و عورت دونوں کو مساوی حقوق ہونے چاہئیں اور اس امر میں کہاں تک پہنچے ہیں کہ مرد تو یکے بعد دیگرے جس قدر چاہے نکاح کرتا چلا جائے لیکن عورتوں کو ایک سے زائد کی اجازت نہیں۔

[2] اس مسئلہ کے متعلق کچھ لطائف دیکھنے ہوں تو مرزا صاحب قادیانی ضلع گورداسپور کا رسالہ "آریہ دھرم" ملاحظہ کرو۔ ہمیں ان لطائف کے بیان کا موقع نہیں۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۠ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا

جو کچھ[1] ماں باپ اور قریبی چھوڑ جاتے ہیں اس میں لڑکوں کا حصہ ہوتا ہے اور ماں باپ اور قریبیوں کے چھوڑے

تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝

ہوئے مال میں لڑکیوں کا بھی حصہ ہے خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ حصہ مقرر لیں گے

ایسا بھی نہ کرو کہ یتیموں کے ماں باپ مرتے وقت ناحق کی فضول خرچیوں میں ان کا روپیہ اس خیال سے اڑا جاؤ کہ ہنوز یتیموں کے قبضے میں نہیں آیا اس لئے ان کا نہیں کیونکہ جو کچھ ماں باپ اور قریبی چھوڑ جاتے ہیں اس میں لڑکوں کا حصہ ہوتا ہے گو ان کے قبضے میں بالفعل نہ ہو اور ایسا ہی ماں باپ اور قریبیوں کے چھوڑے ہوئے مال میں لڑکیوں کا بھی حصہ ہے گو ان کے قبضے میں نہیں ہے اور نہ وہ بوجہ اپنے ضعف بنیانی کے قبضہ کر سکتی ہیں خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ موافق شریعت کے جو آگے کم آتا ہے حصہ مقرر کر لیں گے۔

شان نزول

[1] (للرجال نصیب) ایک شخص انصاریوں میں سے فوت ہو گیا ایک بیوی اور تین لڑکیاں چھوڑ گیا۔ اس کا سب مال حسب دستور مشرکین عرب اس کے چچازاد بھائیوں نے سمیٹ لیا اس کی بیوی اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم بہ تفصیل رمنہ

راقم کہتا ہے کہ لڑکیوں کو حصہ دینا جیسا کہ مشرکین عرب پر دشوار تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زائد زمانہ حال کے مسلمانوں پر ہے ان سب آفتوں کی جڑ حب دنیا ہے جس کی بابت حب الدنیا راس کل خطیئة

---

[1] ارشاد وارد ہے نہیں چلا سکتا تو کسی دوسرے کو دے کر پیداوار لے سکتا ہے اس مسئلہ کی پنڈت دیانند بانئے فرقہ آریہ نے اپنے متعدد رسالوں ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ غرض دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو گا جو ہمارے اس دعوی (عورت کے مستعملہ ہونے) کے خلاف کہنے کی جرات کرے۔ اگر کرے گا تو قانون قدرت کی مضبوط بنا اور زمانہ کا رواج اور تمام اہل مذاہب اس کی تکذیب پر کمربستہ ہو جاویں گے۔ پس جبکہ عورت مستعملہ[2] ہے تو کیا وجہ ہے کہ حسب ضرورت مثل دیگر اشیاء مستعملہ (کرتہ کوٹ اچکن وغیرہ) کے اس کا تعدد جائز نہ ہو۔ اسی مضبوط بنا کی طرف خدا کی پاک قرآن شریف نے اشارہ کر کے مخالفوں کے تمام سوالوں کا دندان شکن جواب دیا ہے جہاں ارشاد ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا یعنی مردوں کی حکومت عورتوں پر دو وجہ سے ہے ایک تو قدرتی (جس کی شہادت نیچر لسٹ دلایل فطریہ دے رہے ہیں) دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد اپنی کمائی میں سے عورتوں کو خرچ وغیرہ دیتے ہیں۔

اس تقریر پر یہ شبہ کرنا جو عموما اس مسئلہ کے مخالفین کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ "مرد عورت لذات نفسانی میں برابر ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ مرد کو متعدد نکاحوں کا حکم ہوا اور عورت کو ایک وقت میں صرف ایک پر قناعت کا ارشاد" گویا قانون قدرت کا مقابلہ ہے جو کسی طرح سے چل نہیں سکتا۔

---

[2] پردہ داری کی بھی جو اسلام میں تاکید ہے اسی بنا پر ہے کہ عورت مستعملہ جس کے برہنہ رہنے سے بگڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے مثل باقی اشیاء مستورہ کے اس کا محفوظ رہنا ہی مناسب ہے۔ تفصیل اپنے موقع پر آوے گی۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ

اور جب بانٹنے کے وقت قریبی رشتہ دار اور یتیم بچے اور مساکین آجاویں تو ان کو بھی اس مال میں سے کچھ دیا کرو

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾

اور ان کو اچھی بات کہو

اور جب بانٹنے کے وقت قریبی رشتہ دار مفلس (جن کا حصہ اس مال میں نہیں) اور کسی غریب آدمی کے یتیم بچے اور شہر کے مساکین آجاویں تو ان کو بھی مال میں سے احساناً کچھ دیا کرو اور بغرض تسلی ان کو اچھی بات کہو ہاں ایسا بھی نہ کرو کہ ان سائلوں کو یتیم سمجھ کر ایسے خوش کرنے لگ جاؤ کہ تمام مال میں یا کوئی بڑا حصہ اس میں سے ان کو دے دو کہ جس سے ان یتیموں کا جو اصلی ملک ہے حرج ہو

جبکہ قدرت نے جیسا کہ ابھی ہم ثابت کر آئے ہیں عورت کو مستعملہ بنایا ہے اور مرد کو مستعمل تو ان کو مساوی حقوق دینا یا دینے کا خیال کرتا گویا کہ پانی کو اوپر کی طرف کھینچنا اور ہوا کو نیچے کی طرف لانا ہے علاوہ اس کے ہم بداہتہً دیکھتے ہیں کہ عورت مرد کی نسبت سے عموماً کمزور اور موانع قدرتی (مثل حیض و نفاس وغیرہ) کی وجہ سے بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے اور بسا اوقات اس میں کئی ایک امور مثل حمل وغیرہ بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے جماع کو سخت مکروہ جانتی ہے۔ اس امر کا تجربہ ان لوگوں کو ہوتا ہوگا جو حمل کے وقت اس امر میں غور کرتے ہوں گے یا علم طب سے ان کو کچھ واقفیت ہوگی۔ نیز ہم اس فرق کی وجہ سے دوسرے طور سے بھی بفصل تقریر ثانی کریں گے اور اس شبہ کا جواب بھی اس تقریر میں دیں گے کہ اگر عورت مستعملہ ہے تو مثل دیگر اشیاء مستعملہ کے دو مالکوں میں بھی مشترک ہونے میں کیا حرج ہے؟

تقریر ثانی:- تقریر اول تو بلحاظ قانون فطرت کے تھی اب ہم اس مسئلہ کے فوائد پر لحاظ کرتے ہیں اور انکے خلاف کے نقائص بتلاتے ہیں تاکہ "سالیکہ نکوست از بہارش پیداست" کے مطابق اس مسئلہ کا بھی کمال ظاہر ہو۔

سب سے بڑا فائدہ اس مسئلہ کا کثرت بنی آدم ہے اس امر (کثرت بنی آدم) کے ضروری اور اہم ہونے میں کس کو کلام ہے؟ ذیل میں ہم ایک شہادت نقلی پیش کرتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہوگا کہ کثرت بنی آدم ایک ایسا اہم مسئلہ ہے کہ اس کی فکر میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام یورپ اور ایشیا وغیرہ ممالک اس کو اہم سمجھتے ہیں اور اسی کے لئے مختلف ذرائع نکالے جاتے ہیں مگر کیا مجال کہ کوئی اسلام کے بتائے ہوئے ذریعہ کا مقابلہ کر سکے۔ پچھلے دنوں علی گڑھ گزٹ میں ایک مضمون کثرت بنی آدم کے متعلق نکلا تھا جو ہمارے دعوی کی شہادت کاملہ ہے جو یہ ہے۔

"تکثر نفوس یعنی ترقی تعداد بنی آدم ایک ایسا مسئلہ ہے جو کہ یورپ کے ہر ایک گوشہ میں قابل غور و فکر قرار دیا گیا ہے فرانس کے ملک میں اس آخری زمانہ کے اندر انسانی تعداد میں ترقی نہ ہونے کے سبب سے وہاں کے منتظم اور علمائے سیاست (پولیٹشن) کے اندر بہت اندیشہ پیدا ہوا اور جو کچھ تدابیر اس بارہ میں کی جاسکتی ہیں ان کے اجراء میں گورنمنٹ فرانس برابر آگے کو قدم بڑھا رہی ہے۔ جرمنی میں اولاد کی بیشی میں ترقی دینے کے واسطے یہ تدبیر اختیار کی گئی ہے کہ جو اشخاص تین لڑکیوں کے والدین ہو جائیں انکی اعانت گورنمنٹ کے خزانہ سے کی جاتی ہے۔ انسداد جنین (بچوں کے گرنے) کے سبب سے جو نقصان کہ ترقی بنی آدم کے واسطے ہوتا ہے اس کے انسداد کرنے کے واسطے بعض ملکوں میں طرح طرح کی تدابیر جاری کی گئی ہیں اور جہاں تک ممکن ہو سکا ہے اس کی روک کی گئی ہے خواہ اسقاط جنین کسی طرح سے ہو واضعان قوانین کی طرف سے اس کے جرم قرار دیئے جانے اور اس کے ارتکاب کرنے والوں کے لئے سنگین سزائیں مقرر کئے جانے

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا
خاص کر جو لوگ کمزور اولاد کے پیچھے رہنے میں خوف کرتے ہیں وہ خوف کریں اور اللہ سے ڈریں

اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝
اور معقول بات کہیں

اس کام سے پرہیز کرو خاص کر جو لوگ اپنی کمزور اور نابالغ اولاد کے پیچھے رہنے میں خوف کرتے ہیں کہ کوئی ان کا مال ضائع نہ کرے۔وہ تو اس معاملہ میں دل سے خوف کریں اور اللہ سے ڈریں کہ ایسے کام کیوں کرتے ہیں جس سے یتیموں کا حرج ہو اور اگر زیادہ ہی سائل پیچھے پڑیں تو ان کے جواب میں معقول بات کہیں کہ صاحب ہمارا اس میں بس نہیں۔یہ مال یتیموں کا ہے ہم تو صرف تقسیم کرنے کا حق رکھتے ہیں جس قدر ہمارے اختیار میں تھا ہم نے مشورہ دیگر ورثا کے تم کو دے دیا زیادہ ہماری وسعت میں نہیں

سے غرض صرف یہی ہے کہ ملک کی آبادی میں ترقی ہو۔

”چونکہ تکثر نفوس کا مسئلہ اہم مسئلہ ہے اور تمام سلطنت اور گورنمنٹ نے اس کو نہایت ضروری اور اہم مسئلہ قرار دیا ہے اس وجہ سے وہ ملک اور قومیں جس میں توالد و تناسل زیادہ ہوتا ہے دیگر اقوام کی نظر تجسس کو اپنی طرف زیادہ مائل کرتی ہیں“ (مختصر علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۶ء)

مضمون بالا سے ہمارے دعویٰ کا پورا ثبوت ہے کہ کثرت بنی آدم نہایت ضروری مسئلہ ہے۔اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ اہم مسئلہ تعدد ازدواج کی صورت میں آسانی سے طے ہو سکتا ہے یا وحدت کی حالت میں۔جس میں مرد کے تین برس مفت ضائع جائیں مثلاً آج اگر عورت کو حمل ہوا تو اس کے جننے کے وقت تک مرد کا اس کے ساتھ جماع کرنا اس مسئلہ (کثرت اولاد) کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے کیونکہ رحم کا منہ بند ہو چکا ہے اب اس میں نہ نطفہ جا سکتا ہے اور نہ ہی جانے سے کوئی فائدہ متصور ہے۔بعد جننے کے کچھ مدت تو عورت میں خواہ مخواہ علاوہ ضعف کے طبعی کراہت بوجہ غلاظت آلودہ ہونے کے رہتی ہے۔نیز اس وقت میں جماع کرنے سے بچہ کو ضرر ہوتا ہے اس ضرر کو وہی محسوس کر سکتے ہیں جن کو ایسے وقت میں جماع کا اتفاق ہوا یا طبی قاعدہ سے واقف ہوں کیونکہ مرد کی حرکت سے عورت میں ضرور ایک قسم کی حرارت پیدا ہوتی ہے جس سے اس کے دودھ میں گرمی پیدا ہو کر بچہ[1] کو ضرر ہوتا ہے اور اگر اس وقت (شیر خواری) میں حمل ثانی بھی ہو جائے تو اور مصیبت کیونکہ حمل کے ہوتے ہی دودھ بگڑ جاتا ہے ایسے وقت کا دودھ بچے کے حق میں ہر طرح سے مضر ہے۔

اور دودھ کی مدت دو ڈیڑھ برس سے تو کیا ہی کم ہو گی؟ پس نو مہینے حمل کے ملانے سے پونے تین برس کامل یا کم سے کم سوا دو برس کا جماع اس مسئلہ کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے۔

اگر یہ سوال ہو کہ دودھ پلانے کو اور عورت رکھی جاوے تو اس صورت میں نقصان کا اندیشہ نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ علاوہ اس کے کہ ہر شخص کی مقدرت اور وسعت نہیں کہ وہ ہر ایک بچہ کے لئے ایک ایک دایہ بھی رکھ سکے دایہ رکھنا بھی خلاف قانون فطرت ہے کیونکہ قانون قدرت نے ماں کو ہی اس لئے بنایا ہے کہ وہ بچہ کو دودھ پلائے۔یہی وجہ ہے کہ بعد ولادت بلا کسی تدبیر اور دوا کے ماں کو دودھ آ جاتا ہے۔اسی احسان کی طرف خداوند تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے الم[2] نجعل له عينين ولسانا وشفتين وهديناه النجدين (البلد۔) اور بعد چھوڑنے بچہ کے خود ہی بند ہو جاتا ہے

---

[1] یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں دودھ کی حالت میں جماع کرنے پر کسی قدر ناراضگی بھی آئی ہے گو حرام نہیں فرمایا۔

[2] کیا ہم نے انسان کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے اور اس کو دو گھاٹیوں (ماں کے پستان) کی طرف راہ نہیں دکھائی؟

اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ

جو لوگ یتیموں کا مال بیجا طور سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں

نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾

اور عنقریب وہ جہنم میں جائیں گے

اگر یتیموں کا مال بے جا خرچ کرو گے تو کسی دوسرے ہی کو دو خدا کے ہاں اس کا کھانا تمہارے ہی ذمہ ہو گا پھر یاد رکھو کہ جو لوگ یتیموں کا مال بیجا طور سے کھاتے ہیں وہ جان لیں کہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں جس کا انجام یہ ہو گا کہ عنقریب وہ جہنم میں جائیں گے۔

اور اگر یہ بھی کہا جائے تو حمل کے نو مہینے اور بعد ولادت مدت خون کا نقصان تو کسی طرح سے پورا نہیں ہو سکتا۔ پس اسی بھید سے اسلام نے متعدد ازدواج کو جائز کیا ہے جو بالکل نیچر لسٹ کے مطابق ہے۔ اس صورت میں اسلام کا اگر کچھ قصور ہے تو یہی ہے کہ اس نے اس تعداد کو بلا تعداد نہیں چھوڑا بلکہ چار میں محدود کر دیا اور ساتھ ہی اس کے ایسا اختیار نہیں دیا کہ جو شخص چاہے کر سکے اور جس طرح چاہے معاملہ کرے بلکہ اس کو بھی بہت سی مناسب قیود سے مقید کیا جس کا کسی قدر ہم ذکر کریں گے۔

پس اس تقریر سے ان دونوں "شبہوں" کا جواب آگیا جن کے جواب دینے کا ہم نے اول وعدہ کیا تھا کیونکہ عورت کو اگر متعدد خاوندوں کی اجازت ہو تو اس مسئلہ (کثرت بنی آدم) کے لحاظ سے بالکل ایسا ہے جیسے کہ ایک زمین میں جس میں تخم وغیرہ ایک کسان نے ڈالا ہوا ہے دوسرے کو اس میں تخم ڈالنے کی اجازت دی جائے جسے کون نہیں جانتا کہ بے ہودہ پن ہے۔ اسی طرح اگرچہ عورت مستعملہ ہے اور مرد مستعمل لیکن عورت کے استعمال سے جن نتائج کی بہ لحاظ اس مسئلہ (کثرت بنی آدم بلکہ توالد و تناسل) کے امید ہے وہ اس کے اشتراک کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ علاوہ اس کے اس صورت میں اولاد مشتبہ رہ کر کس کے نام سے کہلاوے گی مثلاً ایک مسماۃ ہندہ کے چار خاوند زید عمر بکر خالد ہیں اب ہندہ کے حمل کا کون دعویدار اور مربی ہو گا؟ جبکہ سب کے حقوق مساوی ہیں اگر سب نے اس کی پرورش کا ذمہ لے بھی لیا اور چندہ سے کام چلا تو بھی نسبت کا کیا انتظام؟ آخر نسبت اولاد کی تو ایک ہی باپ کی طرف ہو گی جو صورت مذکورہ میں محال ہے کیونکہ ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے۔ پس ایک عورت کو متعدد نکاح کرنے کی صورت میں یہ خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام نے عورت کو اجازت نہیں دی۔ بلکہ مرد کو دی جو سراسر قانون فطرت اور نیچر لسٹ کے موافق ہے **هذا مما تفردت به بالهام الله تعالى لعلك لا تجد مثل هذا في غير هذا التعليق**

اب ہم ان ہدایات کا کسی قدر مختصر ساذکر کرتے ہیں جو اسلام نے تعداد ازدواج کے متعلق فرمائی ہیں۔ عام طور سے حسن سلوک کی ہدایت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے

ایک جگہ فرمایا کہ

عاشروهن بالمعروف (النساء-۸)

عورتوں سے نیک سلوک کیا کرو۔

والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا (النساء-۲۳)

جن عورتوں سے تم مخالفت اور سرکشی کا اندیشہ پاؤ تو پہلے ان کو وعظ و نصیحت کرو (اگر پھر بھی نہ مانیں تو) ان کو بستروں سے الگ کر دو اور (اگر پھر بھی نہ مانیں) تو ان کو خفیف سی مار مارو پس اگر وہ تمہاری بات تسلیم کریں تو پھر ان پر کوئی راہ نہ تلاش کرو۔

خاص اسی مسئلہ (تعداد ازدواج) کے متعلق صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ

فان خفتم ان لا تعدلو افواحدة و ما ملكت ايمانكم ذلك ادنى ان لا تعولوا (النساء-۲)

اگر تمہیں بے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی پر گذارہ کرو یا صرف باندیوں سے (جو تمہاری بیویوں کی طرح ہیں نبھا کرتے رہو)

اسلام تمام بنی آدم کو جس مساوی نظر سے دیکھتا ہے دنیا میں شاید ہی کوئی مذہب ہو گا- میراث کے بارے میں بیٹا بیٹی دونوں کو حصہ دلاتا ہے- مرد کو عورت کا وارث بناتا ہے تو عورت کو بھی مرد کے ورثہ سے حصہ مقرر دلاتا ہے- عورت کے مال سے مرد کو بالکل بے تعلق بتلاتا ہے- حتی کہ زر مہر میں سے بھی مرد کو اختیار نہیں کہ بدوں اجازت عورت کے کچھ دبالے چنانچہ ارشاد ہے-

و آتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لكم عن شئى منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا (النساء-۳)

عورتوں کو ان کے مہر خوشی بخوشی بغیر کسی دل آزاری کے دیا کرو- پھر اگر وہ اپنی مرضی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اس کو بخوشی خاطر لے لو

ذرا اس کے مقابل انگلستان جیسے مہذب[1] ملک کا حال بھی سن لو کہ وہاں عورتوں کی بجز تھیٹر ہال کے تماشہ دیکھنے کے کیا کچھ اور بھی وقعت ہے؟ عورتوں کے حقوق کے باب میں قدیم رسوم سے قطع نظر کر کے صرف انگلستان کے قانون کو دیکھا جائے کہ ان لوگوں نے بایں ہمہ اصلاح و تہذیب عورتوں کے حق میں کیسے جور اور حیف کو جائز رکھا ہے؟ اور مردوں کی خود رائی کے تابع کر دیا ہے- نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت کی ذات ہی قائم نہیں رہتی وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی اور اسکی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کے ملک میں آتی ہے اور اسے اختیار ہوتا ہے جیسے چاہے اسے صرف کر دے- عورت کو اتنا بھی حق نہیں ہو تا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے ضروریات خرید کرے یا منگوا بھیجے- گو مرد پر نان و نفقہ عورت کا واجب ہے مگر انگلستان میں اس کی تعمیل کا کوئی صاف ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو روٹی کپڑے کی نالش کر سکنے کا حکم ہے- مگر کچھ ضمنی صورتیں نکالی گئی ہیں اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور اذیت کے ایسے جن کا کچھ چارہ نہیں- نہ عورت کی کوئی فریاد سنتا ہے نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت کر کے ایک عرصہ الگ رہے مگر جو کچھ جائداد وہ حاصل کرے گی وہ شوہر ہی کی ہو گی- اگر عورت پیشتر کچھ بندوبست نہ کرائے تو عورت کا وہ مال اسباب جو اس نے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اس کے شوہر کے قرض خواہ اس سے لے سکتے ہیں- مرد کو اپنی کل جائیداد کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ اپنے حین حیات میں غیروں کو دے جائے عورت کو کچھ نہیں مل سکتا- جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور موم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی ہوتی ہے علاوہ ازیں بعض باتوں میں عورتوں کی رعایت اور مردوں کی حق تلفی بھی ہے- جرائم سنگین میں تو نہیں مگر اور جرموں میں اگر عورت اور مرد دونوں اس کے مرتکب ہوئے ہوں تو عورت سزایاب نہ ہو گی- احصان (خاوندداری) کی وجہ سے عورت کو یہاں تک پروانگی ہے کہ زنا کی سزا سے بھی محفوظ ہے اور اگر عورت اپنے شوہر کا کیسا ہی مال و متاع لے جاوے اس کی پرسش نہ ہو گی- اگر کوئی غیر شخص صرف مال کی لالچ سے (بغیر زنا) عورت کے ساتھ اس کے شوہر کا مال نکلوا لے جاوے تو اکثر صورتوں میں تو دونوں میں سے ایک بھی سزا نہ پاوے- غرض یہ سب افراط تفریط کے بے موقع قانون ہیں جن کی مہذب قومیں پابند ہیں- گو اب اس کے ابطال کے لئے بہت زور مارتے ہیں اور اس کی شناعت اور قباحت رفع کرنے کو حیلے بھی پیدا کئے ہیں مگر وہ امیروں کے لئے اوسط اور ادنی درجہ کی قومیں اس سے محروم ہیں البتہ سکاٹ لینڈ کے قانون بعض باتوں میں کچھ معقول ہیں مگر پھر بھی سب کے سب احکام الٰہی اور وحی کی اصلاح کی محتاج ہیں- (اسلام کی دنیاوی برکتیں صفحہ ۱۸)

---

[1] یورپ کے ملکوں کو لوگ مہذب کہا کرتے ہیں اسی بنا پر ہم نے بھی یہ لفظ "مہذب" لکھا ہے ورنہ ہمارے خیال میں تو یورپ جیسا کوئی ملک مخرب اخلاق دنیا بھر میں نہ ہو گا جہاں کروڑہا روپیہ کی شراب بکے جہاں کروڑوں حرامی بچے پیدا ہوں جہاں تالابوں میں مرد و عورت ننگے نہائیں جہاں سر بازار حسین عورتیں بوسہ نیلام کروائیں وغیرہ وغیرہ وہ ملک مہذب ہو سکتا ہے؟ نعوذ باللہ-

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

خدا تم[1] کو اولاد کے حصوں کی بابت وصیت فرماتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے پھر اگر عورتیں (دو) یا دو سے زیادہ

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ

ہوں تو ان سب کے لئے دو تہائی چھوڑے ہوئے مال میں سے ہے اور اگر ایک ہے تو اس کو نصف ترکہ ملے اور اس میت کے

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَ

ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ترکہ میں سے دیا جاوے بشرطیکہ میت کی اولاد (بچہ' بچی) بھی ہو اور اگر اس کے اولاد نہیں ہے

وَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ

اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کا ثلث ہے اور اگر میت کے چند بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے بعد ادائے وصیت کے

يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ

جو میت کر مرے اور بعد ادائے قرض کے تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور بیٹوں میں سے کون تم کو زیادہ نفع پہنچا سکتا ہے کہ

فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ

یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں

یہی نہیں کہ خدا تم کو غیروں کے مال کھانے سے روکتا ہے بلکہ مسلمانوں کے اولاد کے حصوں کی بابت حکم فرماتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوتا ہے پھر اگر اس میت کی وارث عورتیں دو یا دو سے زائد ہوں تو ان سب کیلئے دو تہائی چھوڑے ہوئے مال میں سے ہے اور اگر ایک ہے تو اس کو نصف ترکہ ملے اور اس میت کے ماں باپ کو چھٹا حصہ ترکہ میں سے دیا جاوے بشرطیکہ میت کی اولاد بچہ بچی بھی ہو اور اگر اس کی اولاد نہیں ہے اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس صورت میں ماں کا ثلث ہے اور باقی سب باپ کا اور اگر میت کے چند بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے- یہ سب حصص بعد ادائے وصیت کے ہیں جو میت کسی کے حق میں کر مرے اور بعد قرض کے جو کسی کا اس کے ذمہ ہے یعنی اگر میت قرضدار مرے تو واجب ہے کہ اس کا قرض ادا کرو اور پھر اگر کچھ وصیت کر مرا ہے تو اس کو موافق شریعت کے عمل میں لاؤ- مال کو اس طرح بانٹو جس طرح ہم نے تم کو بتایا- یہ نہ سمجھو کہ فلاں شخص زیادہ کا حقدار ہے اور فلاں شخص کم کا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور بیٹوں میں سے کون تم کو زیادہ نفع پہنچا سکتا ہے اسی طرح کرو ہرگز اسکے خلاف نہ کرو اسلئے کہ یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں-

---

[1] (یوصیکم اللہ) اس آیت کے مضمون کی نسبت مسلمانوں کے دو گروہ سنی شیعہ مختلف ہیں- شیعہ اسے عام اور سب لوگوں کے حق میں جانتے ہیں حتی کہ انبیاء (علیہم السلام) کو بھی شامل بتلاتے ہیں یعنی جس طرح ہمارے مال کے حصے ہمارے ورثہ میں ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء اور بالخصوص سید الانبیاء کے مال کے حصے ہونے چاہئیں- یہی وجہ ہے کہ جناب امیر المومنین ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے ترکہ نبوی تقسیم نہ کرنے سے یہ لوگ ناراض ہیں- نہ صرف ناراض بلکہ ناراضگی کو داخل ایمان جانتے ہیں- شیعہ نے اس مسئلہ کی آڑ میں صحابہ کو عموماً اور شیخین کو خصوصاً وہ صلواتیں سنائی ہیں کہ خدا ان کو صلواتیں ہی بنائے- افسوس اس گروہ اسلام کے حال پر کہ ان کو طبقہ اولی کا اتنا بھی لحاظ نہیں کہ ان کی طفیل ہم کو اسلام پہنچا بالخصوص ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کے فضائل بعد تحریر مسئلہ فریقین کی کتابوں سے ہم نقل کریں گے) کو (نہیں ان کے دشمنوں کو) تو ایسا کچھ انہوں نے سب و شتم کا ہدف بنایا ہوا ہے کہ کہنے سننے سے باہر ہے کوئی تو ان کو منافق بتلاتا ہے (معاذ اللہ) کوئی کافر کہتا ہے (نعوذ باللہ)

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ

بیشک اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے بشرطیکہ ان کی اولاد

لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ

نہ ہو تمہارے لئے نصف مال ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو تم کو ربع ملے گا بعد وصیت کے جو مرتے ہوئے وہ

وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ

کر جائیں یا قرض کے بعد اور تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے ان کا حصہ ربع ہے بشرطیکہ تمہاری اولاد

وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

نہ ہو پھر اگر تمہاری اولاد ہے تو ان کا آٹھواں حصہ ہوگا تمہاری وصیت اور قرض

تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ

کے بعد اور اگر مرد یا عورت جس کی میراث بانٹنی ہے ماں باپ اور بیٹا بیٹی نہیں رکھتے اور اس کا

أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ

ایک بھائی یا بہن ہے تو ہر ایک کے لئے ان دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے

جو کچھ اس نے حصے مقرر کئے ہیں وہی ٹھیک اور انصاف کے ہیں بے شک اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ ابھی کچھ حصے باقی ہیں سو وہ بھی سنو اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو تمہارے لئے نصف مال ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو تم کو ربع ملے گا۔ یہ حکم بھی بعد وصیت کے ہے جو مرتے ہوئے کر جائیں یا کسی کا قرض ان پر ہو اور تمہارے چھوڑے ہوئے مال سے ان (تمہاری بیویوں) کا حصہ ربع ہے بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد بھی ہے تو ان کا آٹھواں حصہ ہوگا تمہاری وصیت اور قرض کے بعد اور اگر مرد یا عورت جس کی میراث بانٹنی ہے ماں باپ اور بیٹا بیٹی نہیں رکھتے اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہے تو ہر ایک کیلئے ان دونوں میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہے

غرض آئے دن آنجناب والا کے اعداء کا نیا نام تجویز ہوتا ہے وجہ یہ کہ انہوں نے بہ تقاضا جنابہ سیدۃ النساء (فاطمۃ الزہرا علی ابیہا وعلیہا السلام) کے آنحضرت کے مال سے ان کو حصہ نہیں دیا اور حدیث بیان کر دی آنحضرت ﷺ فرما گئے ہوئے ہیں۔

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ (بخاری)

ہم انبیاء کی جماعت ہیں نہ کسی کے وارث ہوئے ہیں اور نہ ہی کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے

مگر واہ رے شیعو سعدی کے قول "گل است سعدی ودر چشم دشمنان خار است" کی تصدیق کرنے والو واہ رے "ظنوا بالمومنین خیرا" پر عمل کرنے والو واہ رے "اللہ[1] اللہ فی اصحابی" سے ڈرنے والو کاش آپ لوگ اس غیظ وغضب میں آنے سے پہلے اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کر لیتے۔ بھلا صاحب اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے محض ایک بہانہ بنایا تھا تو کس فائدہ کو اگر آنحضرت کی جائیداد تقسیم ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی دختر نیک اختر ام المومنین عائشہ صدیقہ کو بھی تو حصہ ملتا۔ جب انہوں نے اپنی صاحبزادی بلکہ امیر المومنین حضرت عمر کی صاحبزادی کو بھی حصہ سے محروم رکھا تو اس کی کیا وجہ؟ کیا خود دبا لیا یا اپنی اولاد کے نام پر رجسٹری کرا دیا یا بیت المال میں داخل کر لیا آخر کیا تو کیا کیا؟ وہی کیا جو آنحضرت (فداہ)

---

[1] یہ الفاظ ایک حدیث کا ٹکڑا ہیں جو شیعوں کی کتابوں میں مذکور ہے جس کا مطلب ہے کہ آنحضرت فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو یعنی ان کی نسبت بدگمانی نہ کیجیو۔

فَإِنْ كَانُوٓا۟ أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ ۚ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ

اور اگر اس سے زائد ہوں تو وے تہائی میں سب شریک ہوں بعد وصیت کی ہوئی کے اور بعد ادائے قرض

أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ

کے جس سے کسی کا نقصان نہ کیا ہو اللہ کا یہی حکم ہے اور اللہ سب کچھ جانتا حکیم ہے یہ حدود خداوندی ہیں

وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ

جو لوگ خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلیں گے خدا ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ کے لئے

فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ

ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی بے فرمانی کرے گا اور حدود خداوندی سے آگے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾

بڑھ جائے گا اللہ اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا جہاں اس کو ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا اور اسے ذلت کا عذاب ہوگا

اور اگر اس سے زائد ہوں تو پھر وے تہائی میں سب شریک ہوں بعد وصیت کی ہوئی کے اور بعد ادائے قرض کے جس سے کسی کا نقصان نہ کیا ہو یعنی ثلث سے زائد وصیت نہ ہو اور ناحق کسی کا قرض بوجہ محبت اپنے ذمہ نہ لیا ہو۔ اللہ کا یہی حکم ہے اور جان لو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے ظالم اور ظلم کو خوب پہچانتا ہے باوجود اس کے پھر عذاب میں جلدی نہیں کرتا اس لئے کہ نہایت حلیم ہے۔ یہ حدود خداوندی ہیں جو لوگ خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلیں گے خدا انکو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نہ چند روزہ بلکہ ہمیشہ کے لئے ان میں ہی رہیں گے اور اگر غور کرو تو یہی بڑی بھاری کامیابی ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی بے فرمانی کرے گا اور حدود خداوندی سے آگے بڑھ جائے گا کہ جو کچھ خدا نے احکام بتلائے ہیں ان کی پرواہ نہیں کرے گا۔ اللہ اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا جہاں اس کو ہمیشہ کیلئے رہنا ہوگا اور علاوہ اس کے اسکو ذلت کا عذاب ہوگا۔

روحی) اپنی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ پھر اس سے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو فائدہ کیا ہوا؟ ہاں بقول شیعہ اہل بیت کو محض تکلیف رسانی منظور ہو تو اس حدیث کا کیا جواب جو خود شیعوں کی مشہور کتاب کلینی[1] میں ابو عبداللہ کی روایت سے مرقوم ہے کہ

عن ابی عبداللہ قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذلك ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا و انما اور ثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشئی منھا اخذ حظا وافرا (کلینی کتاب العلم)

علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں اس لئے کہ انبیاء درہموں اور دیناروں کا ورثہ نہیں چھوڑا کرتے۔ وہ تو اپنی (علمی) باتوں میں سے باتیں ورثہ دیتے ہیں پس جس نے ان باتوں میں سے کچھ لیا۔ اس نے بڑا ایک حصہ عظیم لے لیا

پس معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی وجہ سے شیعوں کا رنج جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم (رضی اللہ عنہما) سے اپنے ہی ایمان کا تقاضا ہے ورنہ دونوں گروہوں کی کتاب میں اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ انبیاء کا ورثہ ان کی اولاد کو نہیں ملا کرتا۔

[1] یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح سے کلینی میں موجود ہے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ

جو تمہاری عورتوں میں سے زنا کریں ان پر اپنے لوگوں (مسلمانوں) میں سے چار گواہ مقرر کرلو پس اگر

شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ

وہ گواہی دیں تو بالفعل ان کو اپنے گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ دے مر جاویں یا اللہ ان کے لئے کوئی حکم

سَبِیْلًا ۝۱۵ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

بتلادے- جو دو مرد تم میں سے وہی کام کریں تو ان کو تکلیف پہنچاؤ

احکام میراث کے بعد کچھ احکام تہذیب اور شائستگی کے بھی ہیں بڑا بھاری تہذیب کے بگاڑنے کا ذریعہ زنا ہے- اس کے لئے سب سے پہلے عورتوں کا انتظام ضروری ہے پس جو تمہاری عورتوں میں سے زنا کریں ان پر اپنے لوگوں (مسلمانوں) میں سے بدکاری دیکھنے والے چار گواہ مقرر کرلو پھر اگر وہ قاضی کے سامنے گواہی دے دیں تو بالفعل ان کی یہ سزا ہے کہ ان کو اپنے گھروں میں بند رکھو بالکل کہیں بھی نہ جانے دو- یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا اللہ ان کے لئے کوئی حکم بتلادے جو متعلق سزا ہو جسے بھگت کر وہ چھوٹ جائیں- چونکہ صرف عورتوں کے رکنے سے زنا بند نہیں ہو سکتا بلکہ ایک اور ذریعہ بھی زانیوں کے لئے موجود ہے کہ لڑکوں سے زنا کریں سو اس کی بابت بھی سنو کہ جو دو مرد تم میں سے آپس میں وہی لوطیوں کا کام کریں اور ان کا زنا بالشہادت بھی ثابت ہو جائے تو ان کو تکلیف پہنچاؤ اور زبانی بھی لعن طعن کرو کہ تم نے بہت بے جا کیا جس سے تمہارے اعتبار اور نیک بختی میں فرق آگیا- جب ہر طرف سے ان کو برا سننا ہوگا تو خود ہی اس فعل قبیح سے باز آجائیں گے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حدیث نبوی چونکہ مفسر قرآن ہے اس لئے اس کا یہ حق ہے کہ احکام عامہ قرآنی کے معنی بتلاتے ہوئے یہ بتلائے کہ اس عام کے سب افراد مراد ہیں یا بعض- اس تفسیر کو عرف اصول میں تخصیص کہتے ہیں علمائے اصول کی اس میں گفتگو ہے کہ

عند جمهور العلماء اثبات الحكم فی جمیع مایتناوله من الافراد قطعا ویقینا عند مشائخ العراق وعامة المتاخرین وظنا عند جمهور الفقهاء والمتكلمین وهو مذهب الشافعی والمختار عند مشائخ سمرقند حتی یفید وجوب العمل دون الاعتقاد ویصح تخصیص العام من الكتاب بخبر الواحد والقیاس (تلویح)

عام اپنے افراد پر یقینی اور قطعی دلالت کرتا ہے یا ظنی جمہور اور اکثر کا مذہب ہے کہ ظنی جو لوگ قطعی مانتے ہیں وہ تو آیات کے عام حکم کو حدیث خبر واحد سے تخصیص نہیں کرتے اور جو ظنی مانتے ہیں وہ خبر واحد سے بھی تخصیص جائز جانتے ہیں لیکن یہ اختلاف بھی ان کا اسی صورت میں ہے کہ عام کی تخصیص کسی حکم سے نہ ہو چکی ہو اگر تخصیص ہو چکی ہو تو پھر اس آیت کی تخصیص کر لینے میں کوئی مشکل نہیں

پس اس مسئلہ میں دونوں طرح سے با آسانی جواب ہو سکتا ہے پہلا مذہب ہے کہ عام قرآنی کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے- ہمیں اس موقع پر کہنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں- گو ہمارے نزدیک وہی صحیح[1] ہے- دوسرے مذہب پر بنا کر کے بھی ہم جواب با آسانی دے سکتے ہیں کیونکہ آیت توریث مخصوص البعض ہے اس لئے خاص اس فرد میں تخصیص کرنا کسی طرح منع نہیں

---

[1] کیونکہ راقم کے نزدیک عام ظنی ہوتا ہے اس کے ظنی ہونے کے دلایل مذکورہ فی الاصول کے علاوہ یہ بڑی مضبوط دلیل ہے کہ خاص (زید) کے ذکر معیوب کرنے سے گناہ اور غیبت لازم آتی ہے اور اس کی ساری قوم (جسمیں زید کا ہونا یقینی ہے) کے ذکر معیوب سے شرعاً غیبت نہیں اور قانوناً ہتک عزت نہیں- فتدبر

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ

پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنے اعمال کو درست کریں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو اس لئے کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ صرف انہیں لوگوں

عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ

کی توبہ خدا کے ہاں مقبول ہے جو غلطی سے برے کام کریں اور پھر جلدی سے توبہ کریں ان لوگوں کو خدا معاف کر دیتا

يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾

ہے اور خدا کو سب کچھ معلوم ہے اور وہ بڑی حکمت والا جاننے والا ہے

پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنے اعمال کو درست کریں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو خدا بھی ان کو معاف کرے گا اس لئے کہ خدا توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ یہ بھی نہیں کہ ہر ایک کی توبہ قبولیت کو پہنچ جائے بلکہ صرف انہیں لوگوں کی توبہ خدا قبول کرتا ہے جو غلطی سے برے کام کریں اور پھر جلدی سے توبہ کریں سو ان لوگوں کو خدا معاف کر دیتا ہے اور خدا کو سب کچھ معلوم ہے کہ کون دل کے اخلاص سے توبہ کرتا ہے اور کون نہیں اور وہ بڑی حکمت والا ہے۔ اس قبول توبہ میں بھی اس کی کئی حکمتیں ہیں

ا المانع من الارث اربعة الرق وافراكان او ناقصا والقتل الذى يتعلق به وجوب القصاص او الكفارة واختلاف الدينين واختلاف الدارين اما حقيقة كالحربي والذمي أوحكماً كا المستامن والذمي او الحربيين من دارين مختلفين (شرائع الاسلام سراجی)

باپ بیٹے میں سے ایک غلام ہو یا ایک دوسرے کا قاتل ہو یا ایک دو میں سے کافر ہو تا ایک دو میں سے اہل اسلام کی رعیت ہو اور دوسرا حربی کفار کی ہو تو وراثت نہیں ملتی

حالانکہ آیت سب کو شامل ہے کیونکہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ "خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے" پس جیسے یہ افراد سب کے نزدیک اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح نبی کی وراثت بھی مستثنیٰ ہے۔ دلیل اس تخصیص کی وہی حدیث ہے جو امام بخاری نے بروایت ابو بکر صدیق آنحضرت سے اور کلینی نے بروایت امام ابو عبداللہ موقوف و مرفوع بیان کی ہے۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ جب انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث فریقین سے ثابت ہے تو ان آیات قرآنی کا کیا جواب ہے؟ جن میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی وراثت حضرت داؤد (علیہ السلام) سے اور حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کی وراثت کی دعا حضرت زکریا (علیہ السلام) سے مذکور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں وراثت مالی مراد نہیں بلکہ علمی مراد ہے قرینہ اس کا یہ ہے کہ حضرت داؤد (علیہ السلام) کے اور کئی بیٹے بھی تھے حالانکہ ان کی وراثت کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان میں سے خاص کر حضرت سلیمان کا ہی ذکر کیا۔ نیز اگر وراثت مالی ہوتی تو اس امر کا اظہار ہی کیا تھا کہ سلیمان (علیہ السلام) داؤد (علیہ السلام) کا وارث ہوا جبکہ وہ بیٹا تھا تو اس نے وارث ہونا ہی تھا اس بات کو علم اصول و معقول کے جاننے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ بدیہی کسی علم کا مسئلہ نہیں ہوتا۔ یہی جواب حضرت یحییٰ کی نسبت ہے کہ اگر وراثت مالی ہوتی تو قطع نظر اس سے کہ ایسے خیال سو وے مال کا ہم سے پیچھے کوئی وارث ہو انبیاء کی شان سے کوسوں دور ہیں اس امر کا ذکر ہی کیا ضروری ہے؟ کہ مجھے بیٹا ہو جو میرے مال کا وارث ہو۔ جب بیٹا ہوتا تو اس نے وراثت ہونا ہی تھا۔ علاوہ اس کے یہ کہ نہ صرف اپنی ہی وارثت کا مالک چاہا بلکہ آل یعقوب کی وراثت بھی اس کے لئے مانگی۔ تو کیا آل یعقوب کا وارث سوا ان کے اور کوئی نہ تھا؟ اپنے باپ کی وراثت تو بھلا ایک بات تھی تمام قوم کی وراثت ان کو کیسی ہو سکتی تھی جس کی حضرت زکریا نے درخواست کی۔ حالانکہ خود ہی کہا کہ میں اپنے پیچھے اپنے موالی سے ڈرتا ہوں بھلا ان سب کا وارث یحییٰ کیسے ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ آیت موصوفہ میں ان حضرات کا مالی ورثہ مراد نہیں بلکہ دینی خلافت ہے جو ہر طرح سے شان انبیاء کے لائق اور مناسب ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ
اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ جب کسی کو ان میں سے موت آتی ہے تو
إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا
کہنے لگتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں ان کے لئے تو ہم نے دردناک عذاب تیار
أَلِيمًا ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۚ
کر رکھا ہے۔ مسلمانو تم کو جائز[1] نہیں کہ زبردستی سے عورتوں کے مالک بن جاؤ

اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب کسی کو ان میں سے موت آتی ہے تو مرتے وقت عذاب الٰہی دیکھ کر کہنے لگتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں اور عذاب دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے توبہ کی ان کی توبہ کہاں ؟ان کے لئے تو ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے-ایک اور امر بھی زنا پھیلنے کا بڑا بھاری ذریعہ ہے کہ عورت مرد کی نارضامندگی جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ابتدا میں عورتوں کو مجبور کر کے نکاح کرایا جاتا ہے جیسا کہ عرب میں عموماً اور ہندوستان کی بعض قوموں میں خصوصاً دستور ہے کہ جب ایک بھائی مرتا ہے تو اس کے وارث یوں سمجھتے ہیں کہ یہ عورت بھی ہمارے ورثہ کی چیز ہے- جبراً قہراً خود نکاح کر لیتے ہیں اور وہ بیچاری بوجہ لحاظ خاندان کے خاموشی رہتی ہے مگر آخر کار دل کی رنجش کو کون دور کرے جس کا کبھی نہ کبھی ظہور ہو ہی جاتا ہے-اس لئے تم کو حکم ہوتا ہے کہ مسلمانو تم کو جائز نہیں کہ عورتوں کے زبردستی سے مالک بن جاؤ گو وہ ناراض ہوں مگر زور دیکر بھی ان سے نکاح کر لو یا کسی سے بغیر مرضی ان کی کرادو

شان نزول

[1] (لا يحل لكم ان ترثوا النساء) مشرکین عرب کا دستور تھا کہ اگر ایک بھائی مرتا تو اس کے وارث جہاں اس کی جائداد تقسیم کر کے اس کی بیوی بھی جائداد میں شمار کر کے اس پر کپڑا ڈال دیتے- پھر جیسا سلوک اس عورت سے چاہتے کرتے- خواہ اپنے نکاح میں لاتے یا کچھ وصول کر کے دوسری جگہ نکاح کرواتے اس فعل شنیع سے روکنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی- معالم بتفصیل رمنہ

یہ تقریر ہماری (متعلقہ تخصیص آیت توریث بعد التخصیص) تنزل سے ہے- ورنہ یہ حدیث تو ایسی ہے کہ اس سے تخصیص کر لینا کسی فریق کے نزدیک بھی منع نہیں کیونکہ یہ حدیث متواتر[2] یا کم سے کم مشہور ہے اس لئے کہ تمام امت سلفاً و خلفاً سنی و شیعہ سب کے سب اس بات کو مانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ (فداہ روحی) کے ترکہ کی تقسیم نہیں ہوئی- جس کی وجہ بھی باجماع امت یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث اس باب میں بیان کی تھی کہ انبیاء کا ورثہ تقسیم نہیں ہوا کرتا جسے ایک فریق سنی تو صحیح مانتے ہیں اور دوسرے فریق (شیعہ) تسلیم نہیں کرتے- مگر چونکہ وہ روایت انکی کتابوں میں بھی موجود ہے اس لئے ان کو بھی اس کی تسلیم سے چارہ نہ ہوگا- پس بہر حال ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) تک تو متواتر ہوئی ان کے بعد آنحضرت ﷺ تک چونکہ صحابہ نے سن کر اس امر سے انکار نہیں کیا تو ضرور ہے کہ انہوں نے بھی آنحضرت سے سنا ہوگا- پس حدیث آحاد نہ رہی بلکہ متواتر یا کم سے کم مشہور ضرور ہوئی- پس اس مسئلہ کے متعلق فرقہ نیچریہ و ما یتعلق بہا منکرین احادیث بھی اگر اس بناء پر اعتراض کریں کہ احادیث آحاد کا اعتبار نہیں- چونکہ یہ مسئلہ (عدم تقسیم ترک انبیاء) حدیث پر مبنی ہے اس لئے صحیح نہیں تو ان کا جواب بھی ہماری تقریر بالا میں آ گیا ہے- کیونکہ قطع نظر اس بحث سے احادیث آحاد حجت ہیں یا نہیں خاص اس مسئلہ میں بطریق آسان ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث چونکہ

[2] متواتر حدیث اس کو کہیں گے کہ جس کے بیان کرنے والے آنحضرت ﷺ تک اتنے راوی ہوں کہ ان کی تعداد پر کذب کا احتمال نہ ہو اور مشہور حدیث وہ جو بعد صحابہ کے دوسرے درجہ میں اتنی کثرت راویوں کی رکھتی ہو جس پر کذب کا احتمال نہ ہو-

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ

اور نہ ان کو بیجا تنگ کرے روک رکھو کہ کسی طرح دیئے ہوئے سے کچھ واپس لے لو ہاں جب وہ کھلی بے حیائی (زنا وغیرہ)

مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا

کریں اور عورتوں سے موافق دستور کے نبھا کرو پھر اگر تم ان کو کسی وجہ سے ناپسند کرو تو شاید کہ اللہ تمہاری ناپسند

شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ

چیزوں میں سے تمہارے لئے بہت سی بہتری کردے۔ اور اگر ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرنا چاہو

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ۭ

اور اس کو بہت سا مال دے چکے ہو تو پھر بھی اس میں سے کچھ نہ لو

اور نہ انکو بے جا تنگ کر کے روک رکھو کہ کسی طرح سے دیئے ہوئے مہر میں سے کچھ واپس لے لو ہاں جب وہ رضامند ہوں تو اس صورت میں ان سے بطور خلع[1] کچھ لے کر چھوڑ دو تو جائز ہے ورنہ نہیں اور عورتوں سے موافق دستور کے نبھا کرو۔ پھر اگر تم ان کو کسی وجہ (سیاہ فامی وغیرہ) سے ناپسند کرو تو بھی نبھاؤ شاید کہ خدا تمہاری ناپسند چیزوں میں تمہارے لئے بہت سی بہتری کر دے کہ ان سے کوئی اولاد صالح پیدا ہو جائے جو تمہاری فلاح دارین کیلئے کافی ہو اور اگر ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو اور اس پہلی کو بہت سا مال دے چکے ہو تو پھر بھی ان سے کچھ نہ لو

متواتر یا کم سے کم مشہور ہے جو دونوں گروہوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس لئے اس پر اسی ٹوٹے ہوئے ہتھیار سے حملہ کرنا کہ احادیث آحاد حجت نہیں صحیح نہیں

بعد فراغت مسئلہ ہذا کے ہم ابو بکر صدیق راوی حدیث مذکور کے فضائل مختصر فریقین کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں کل دنیا کی تاریخیں اس پر متفق ہیں کہ بعد وفات پیغمبر اسلام (علیہ السلام) کے عرب کے مسلمانوں میں ایک عجیب ہلچل مچ گئی تھی ایک طرف مسیلمہ کذاب نے زور پکڑ کر اپنی نبوت کا نشان بلند کیا جس کے ساتھ کئی ایک قبیلے مل گئے۔ دوسری طرف منکرین زکوۃ وغیرہ نے بغاوت شروع کر دی یہاں تک کہ بجز مکہ مدینہ (زادہما اللہ شرفا) اور کوئی ہی مقام ہو گا جہاں پر بغاوت نہ پھیل گئی ہو۔ اس سب بلائے ناگہانی کو صدیق اکبر نے بڑی متانت اور جواں مردی سے فرو کیا۔ ایک طرف مسیلمہ کذاب کو مارا دوسری طرف تمام ملک میں امن قائم کر کے صرف اڑہائی سال کی مدت خلافت میں دمشق تک فتح بھی کر لی آخر راہی ملک بقا ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ کیا ایسے مخصوں میں کسی دشمن اسلام کا کام تھا جو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کر دکھایا۔ کیا یہ وقت ایسا نہ تھا کہ اگر ابو بکر صدیق ذرا سی بھی غفلت کرتے تو اسلام عرب سے کیا کل دنیا سے اٹھ گیا ہوتا۔ میں سچ کہتا ہوں قطع نظر ان احسانات کے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں اسلام اور اہل اسلام پر کئے تھے جن کی بابت خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی مظہر ہیں کہ

قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم مالاحد عندنا یدالا وقد کا فیناہ ما خلا ابابکر (مشکوۃ مناقب ابی بکر)

میں نے سب کے احسانات کا عوض دے دیا مگر ابو بکر کا عوض مجھ سے نہ ہو سکا

[1] خلع کی صورت میں عورت مرد کو عوض دے کر الگ ہوتی ہے۔

اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰى
کیا دیے ہوئے کو ناحق اور صریح ظلم سے لینا چاہتے ہو- بھلا کیونکر اسکو لیتے ہو حالانکہ ایک دوسرے سے علیحدہ مل
بَعۡضُكُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ وَّ اَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا
چکے ہیں اور وہ تم سے عہد مضبوط لے چکے ہیں اپنے باپ کی بیاہی ہوئی
نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا ؕ
عورتوں سے نکاح مت کرو مگر جو گزر چکا یہ بڑا بے حیائی کا کام ہے

کیا دیئے ہوئے کو ناحق اور صریح ظلم سے لینا چاہتے ہو بھلا کیونکر اس کو لیتے ہو حالانکہ ایک دوسرے سے بیوی خاوند علیحدہ مل چکے ہیں اور وہ تم سے عہد مضبوط بھی لے چکی ہیں کہ ہمارا تمہارا ہمیشہ کا نباہ ہو گا- چھوڑتے ہو تو تم اپنی مرضی سے انکا کیا قصور ؟ ہاں یہ بھی نہیں کہ ہر قسم کی عورت کو نکاح میں لے آؤ- بلکہ یہ ضروری ہے کہ اپنے باپ کی بیاہی ہوئی عورتوں سے نکاح مت کرو مگر جو گزر چکا سو معاف ہے- آیندہ ایسا نہ کرو اس لئے کہ یہ بڑا بے حیائی کا کام اور غضب کی بات ہے

شان نزول

ل (ولا تنکحوا مانکح آباء کم) مشرکین عرب میں عام دستور تھا کہ سوتیلی ماں سے نکاح کرنا معیوب نہیں جانتے تھے- چنانچہ ایک شخص قیس نامی نے حضرت اقدس ﷺ کے زمانہ میں بھی بعد انتقال باپ کے سوتیلی ماں کو نکاح کا پیغام دیا- اس نے کہا کہ میں آنحضرت (ﷺ) سے مشورہ کر لوں- اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی- معالم بہ تفصیل رمنہ

(گذشتہ سے پیوستہ) بعد وفات کا احسان مسلمانوں پر ایسا ہے کہ تا قیامت ان کی گردنیں اس کے شکر سے سبکدوش نہیں ہو سکتیں- اس وقت جو کچھ اسلام کی تازگی یا نام ونشان ہے- اس کے متعلق اس کہنے میں بالکل مبالغہ نہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے چونکہ یہ مضمون بے موقع ہے اس لئے بہ طریق اختصار علاوہ شہادت متفقہ مذکورہ بالا کے ایک ایک حدیث دونوں فریق (سنی شیعہ) کی کتابوں سے نقل کر کے حاشیہ ختم کرتے ہیں-

عن عائشة قالت قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم ادعی ابابکر اباك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول انا ولا ویابی الله والمومنون الا ابابکر (مشکوة باب مناقب ابی بکر رضی الله عنه)

عائشہ صدیقہ نے کہا ہے کہ مجھے پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ اپنے باپ ابو بکر کو بلا کہ میں لکھ دوں اور فیصلہ کر دوں ایسا نہ ہو کہ کوئی متمنی اس بات کی تمنا کرنے لگے کہ میرے سوائے کوئی خلافت کے لائق نہیں حالانکہ ابو بکر ہی خدا کو اور سب مومنوں کو منظور ہے (کیا ہی واقعی بات ہے)

شیعوں کی مشہور کتاب **کشف الغمه فی معرفت الائمه** میں لکھا ہے کہ امام ابو جعفر سے کسی نے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ کو چاندی سے مرصع کر لیا کروں؟ امام نے فرمایا ہاں ابو بکر صدیقؓ بھی اپنی تلوار کو چاندی سے مزین کر لیا کرتے تھے- سائل نے کہا حضرت آپ بھی ابو بکر کی نسبت صدیق کہتے ہیں؟ امام اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر بڑے زور سے فرمانے لگے کہ نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق جو اس کو صدیق نہ جانے خدا اس کو دین و آخرت میں سچا نہ کرے (خدا چاہے ایسا ہی ہو گا)

وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ

اور غضب کی بات ہے اور برا طریق ہے- تمہاری مائیں اور تمہادی بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں

وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ

اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور دودھ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ کی بہنیں

وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز

تمہاری ساسیں اور تمہاری بیویوں کی جن سے تم صحبت کر چکے ہو پچھلی لڑکیاں

فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ

جو تمہاری ہی پرورش میں ہوں سب حرام ہیں ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہیں کیا تو تم پر گناہ نہیں اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیٹیاں

أَصْلَابِكُمْ ۙ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

اور دو بہنوں کا ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرنا بھی حرام ہے مگر جو گزرا (سو معاف ہے) خدا بخشنے والا مہربان ہے

اور برا طریق ہے-علاوہ اس کے تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور دودھ مائیں اور ہمشیرین اور ساسیں اور تمہاری بیویوں کی جن سے تم صحبت کر چکے ہو پچھلی لڑکیاں جو اکثر اوقات تمہاری ہی پرورش میں ہوں (سب حرام ہیں) ہاں اگر تم نے اپنی بیویوں سے جماع نہیں کیا تو تم پر ان منکوحہ کے بعد ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں گناہ نہیں اور تمہاری صلبی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے مگر جو گذرا (سو معاف ہے) کیونکہ خدا بخشنے والا مہربان ہے

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ

اور خاوندوں والیاں عورتیں بھی حرام ہیں مگر جن کے تم مالک ہوئے ہو یہ خدا کے حکم ہیں تم پر اور ان کے

لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۚ فَمَا

سوا عورتیں زر مہر دیکر چاہو تو جائز ہیں بشرطیکہ گھر باری بنو نہ مستی نکالنے کو پھر جتنے

اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

مال کے عوض تم نے ان سے تعلق کیا ہو ان کا حق مقرر شدہ حوالے کرو اور بعد مقرر کر لینے مہر کے بھی کسی مقدار

فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ

پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ تو گناہ کی بات نہیں بے شک خدا جانتا ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی

لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ

تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مقدور نہ رکھتا ہو تو تمہاری مملوکہ مسلمان

اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ

لونڈیوں سے ہی (نکاح کرلے) اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم ایک دوسرے کی اولاد

بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

ہو پس ان کے مالکوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لو معروف کے مطابق کرو بشرطیکہ گھر باری بننا چاہیں نہ کر مستی نکالنا

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ

اور نہ چھپے چھپے دوست رکھنے والیاں

اور خاوندوں والیاں عورتیں بھی حرام ہیں مگر جن کے تم جنگ کی لوٹ میں مالک ہوئے ہو وہ بعد انتظار ایک ماہ تم کو حلال ہیں۔ یہ خدا کے حکم ہیں تم پر اور ان عورات مذکورہ بالا کے سوا عورتیں بطریق شرع زر مہر دے کر چاہو، تو جائز ہے بشرطیکہ گھر باری بنو نہ صرف چند روزہ مستی نکالنے کو پھر جتنے مال کے عوض تم نے ان سے تعلق کیا ہو ان کا حق پورا مقرر شدہ حوالے کرو اور بعد مقرر کر لینے مہر کے بھی کسی مقدار، کم یا زائد پر تم خاوند بیوی آپس میں راضی ہو جاؤ تو مضائقہ اور گناہ کی بات نہیں۔ بیشک خدا جانتا ہے کہ کبھی خاوند بیوی خود ہی اپنی خوشی سے ایسا کیا کرتے ہیں اور بڑی حکمت والا ہے جو باہمی تعلقات میں سختی کا حکم نہیں دیتا اور جو کوئی تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی بسبب زائد خرچ ہونے کے مقدور نہ رکھتا ہو تو تمہاری مملوکہ مسلمان لونڈیوں سے ہی (نکاح کرلے) ان لونڈیوں کے ایمان کی زیادہ کھوج کرنے کی حاجت نہیں ظاہر پر ہی اکتفا کرو اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے باوجود ضرورت نکاح کے لونڈیوں کے نکاح سے عار نہ کرو اس لیے کہ اصل میں تو تم ایک ہی ہو۔ بعض قوم بعض کی اولاد ہو پس اگر تم کو ضرورت ہو تو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لو بشرطیکہ گھر باری بننا چاہیں نہ کہ صرف مستی نکالنا ہی ان کو منظور ہو اور نہ چھپے چھپے دوست رکھنے والیاں کہ خاوند صرف پردہ پوشی کی غرض سے کریں اور در پردہ تعلق کسی اور سے رکھیں اور بعد نکاح کے ان کے مہر حسب دستور ان کو دو۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ

اور ان کے مہر حسب دستور انکو دو پھر اگر نکاح میں بے حیائی (زنا) کریں تو آزاد عورتوں کی نسبت نصف سزا ان کو

مِنَ الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ

ہوگی یہ اس کے لئے ہے جو تم میں سے بدکاری کا اندیشہ کرے اور صبر کرنا تمہارے لئے اچھا ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ

اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے خدا کو منظور ہے کہ تمہارے لئے اپنے احکام بیان کرے اور تم کو پہلے

مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ

لوگوں کی راہ دکھاوے اور تم پر مہربانی کرے اللہ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ اللہ تم پر مہربانی کرنا چاہتا

عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾

ہے اور جو لوگ اپنی خواہش کے غلام ہیں یہی چاہتے ہیں کہ تم کسی سخت غلطی میں پڑو

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

خدا تمہاری تکلیف میں تخفیف چاہتا ہے اور انسان کی خلقت ضعیف ہے۔ مسلمانو ایک دوسرے کا

اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

مال آپس[1] میں برے طریق سے نہ کھاؤ

پھر اگر وہ نکاح میں آکر بھی بے حیائی (زنا) کریں تو آزاد عورتوں کی نسبت نصف سزا ان کو ہو گی یعنی پچاس درے یہ لونڈیوں سے نکاح کی تجویز اس کے لیے ہے جو تم میں سے بدکاری کا اندیشہ کرے اور زنا میں مبتلا ہونے کا اسے خوف ہو اور باوجود صبر کرنا تمہارے لئے اچھا ہے بشرطیکہ گناہ میں نہ پھنس جاؤ۔ اس لئے کہ لونڈیوں سے جو اولاد ہو گی وہ بھی بہ تبعیت اپنی والدہ کی غلام ہو گی جس سے تمہاری اولاد میں ایک قسم کا نقصان رہے گا کیونکہ ان کی آزادی دوسرے کے ہاتھ ہو گی اور اگر اس تجرد کی حالت میں تمہیں کسی نوع بدکاری کا دل میں خیال گزرے اور تم صبر پر ثابت قدم رہو تو اللہ ایسے خیالوں کو معاف کرے گا اس لیے کہ اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے تمہارے حق میں یہاں تک مہربانی ہے کہ خدا کو منظور ہے کہ تمہارے لیے اپنے احکام بیان کرے اور تم کو پہلے دیندار لوگوں کی راہ دکھائے اور تم پر مہربانی کرے اس لیے کہ اللہ جانتا ہے کہ تمہارا اخلاص اپنی حد کو پہنچ چکا ہے اور باوجود علم کے بڑی حکمت والا ہے اس رتبہ اخلاص پر اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں سے ایسے معاملے کرتا ہے مگر اس مرتبہ والوں کے عموماً جہلا بد باطن بدخواہ اور دشمن ہوا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تم پر مہربانی کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہش کے غلام ہیں ہر طرح یہی چاہتے ہیں کہ تم کسی سخت غلطی میں پڑو جس سے تم پر عذاب خداوندی نازل ہو اور تم مورد عذاب بنو مگر اللہ کو ہر طرح سے منظور ہے کہ تمہاری فلاح دارین ہو جب ہی تو خدا تمہاری تکلیف میں تخفیف چاہتا ہے کیونکہ انسان کی خلقت عموماً ضعیف ہے چونکہ خدا کو ہر طرح سے تمہاری ہدایت منظور ہے لہٰذا ایک امر ضروری سے جو عموماً بہت سی خرابیوں کا سرچشمہ ہے تم کو مطلع کرتا ہے کہ اے مسلمانوں ایک دوسرے کا مال آپس میں برے طریق دغا فریب چوری رشوت ظلم و ستم سے نہ کھاؤ

شان نزول[1] (لا تاکلوا اموالکم) (۱) اہل عرب میں جو شراب خواری ایک بڑا فخر سمجھا جاتا تھا چنانچہ ان کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے لوٹ مار تو ان کارات دن کا شیوہ ہی تھا ایسے افعال شنیعہ سے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
ہاں اپنی مرضی سے سوداگری کرو اور اپنے بھائیوں کو قتل مت کرو خدا تم پر
بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ
مہربان ہے۔ جو کوئی یہ کام سرکشی اور ظلم سے کرتا رہے گا تو ہم اس کو آگ میں ڈالیں گے۔
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ
یہ اللہ پر آسان ہے۔ ہاں اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو روکا جاتا ہے
سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ
باز رہو گے تو تمہاری غلطیوں کو ہم معاف کریں گے اور تم کو بڑی عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔ خدا[1] نے
عَلٰي بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ
بعض کو بعض پر بڑائی دے رکھی ہے ان کا خیال تک بھی نہ کرو مردوں کو مردوں کے کیے سے اور عورتوں کو عورتوں کے کیے سے حصہ ہے اور
وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾
اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگو بیشک خدا سب کچھ جانتا ہے

ہاں ایک طریق ہے کہ اس سے غیر کے مال کو کھا سکتے ہو وہ یہ ہے کہ اپنی مرضی سے سوداگری کرو جس میں دو نے تگنے چوگنے بھی کر لو تو مضائقہ نہیں اور اپنے بھائیوں کو قتل مت کرو۔ یہ احکام تمہارے ہی فائدہ کو خداوند تعالیٰ بیان فرماتا ہے اس لیے کہ خدا تم پر مہربان ہے ہاں جو کوئی باوجود سننے احکام خداوندی کے باز نہ آئے گا بلکہ یہ کام قتل و قتال سرکشی اور ظلم سے کرتا ہی رہے گا تو ہم بھی اس کو جہنم کی آگ میں ڈالیں گے گو وہ کتنا ہی بڑا رئیس کیوں نہ ہو ضرور ہی اس کو سزا ملے گی۔ کیونکہ یہ اللہ پر آسان ہے کہ بڑے بڑوں کو بھی سزا دے سکتا ہے ہاں ہم اتنا تو بتقاضائے رحمت ضرور کر دیں گے کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جیسے شرک۔ کفر۔ زنا۔ چوری۔ غیبت شکایات وغیرہ جن سے تم کو روکا جاتا باز رہو گے تو تمہاری غلطیوں کو معاف کر دیں اور تم کو بعد مرنے کے بڑی عزت کی جگہ (جنت) میں داخل کریں گے۔ پس اگر یہ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اخلاقی برائیوں کی جڑ یعنی حسد نہ کیا کرو اس حسد کا ازالہ سرے سے یوں ہو سکتا ہے کہ جو کچھ خدا نے تم کو دیا ہوا ہے اسی پر قناعت کرو اور جن امور کے ساتھ خدا نے بعض کو بعض پر بڑائی دے رکھی ہے اس کا خیال تک بھی نہ کرو اور یاد رکھو کہ مردوں کو مردوں کے کئے سے اور عورتوں کو عورتوں کے کئے سے حصہ ہے کوئی کسی کا بدلہ نہیں لے گا مرد نیک و بد جو کچھ کریں گے انکو ہو گا عورتیں نیک و بد جو کچھ کریں گی ان کو ملے گا پس تم ان بے ہودہ خیالات تمنی حسد وغیرہ سے باز آؤ اور اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگو بے شک خدا سب کچھ جانتا ہے پس تم ہم سے مانگو ہم تمہاری ہر ایک حاجت مناسب مصلحت پوری کریں گے مگر دنیاوی ہیر و پھیر اور ترقی تنزل اور کمی زیادتی کے متعلق نہ گھبرایا کرو

شان نزول

[1] (لا تتمنوا) مرد کے لیے عورت کی نسبت دگنا حصہ سن کر عورتوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہمیں مردوں سے کمی کیوں دی گئی حالانکہ ہم زیادہ محتاج معاش ہیں اس آرزو سے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم بتفصیل منہ

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ

اور ہر ایک مال میں جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں مریں ہم نے حصہ دار مقرر کیے ہیں

اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِيْبَھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ؀

اور جن لوگوں سے تم نے دوستی کے عہد و پیمان کئے ہیں ان کا حصہ بھی دیا کرو سب چیزیں خدا کے سامنے ہیں

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَھُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ

مرد عورتوں پر حاکم[1] اس لئے ہیں کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دے رکھی ہے اور وہ

اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ

اپنے مال خرچ کرتے ہیں پس جو عورتیں نیک ہیں خاوند کی تابعدار ہیں بمقابلہ اسکے جو اللہ نے ان کے

اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

حقوق محفوظ رکھے ہیں غائبانہ محفوظ رکھتی ہیں اور جن عورتوں کی تم شرارت معلوم کرو ان کو سمجھاؤ پھر اپنے بستروں سے ان کو علیحدہ کردو

وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ؀

اور مارو پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو بیجا الزام لگانے کی فکر نہ کرو خدا سب سے بلند اور بڑا ہے

اور چونکہ ہر ایک مال میں جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار بہن بھائی بیوی خاوند چھوڑ مریں ہم نے حصہ دار مقرر کئے ہیں پس مارے حسد اور رنج کے ان کے حصے نہ دباؤ بلکہ ہر ایک کو پورا پورا ادا کرو اور جن لوگوں سے تم نے دوستی کے عہد و پیمان کئے ہیں ان کے ساتھ بھی ہمدردی کرو اور ان کا حصہ مروت بھی جو بحق دوستی تم پر واجب ہو پورا ادا کرو اور جان رکھو کہ سب چیزیں خدا کے سامنے ہیں یہ نہ سمجھو کہ جن کو میراث میں حصہ زاید ملا ہے وہ بلا وجہ بھی خدا کی مقبولیت کا حق رکھتے ہیں جیسا کہ بعض مردوں نے اپنا دگنا حصہ سن کر یہ جانا کہ ہمیں نیک اعمال کا بھی دگنا ہی بدلہ ملے گا سو یہ خیال ان کا غلط ہے کیونکہ مرد عورتوں پر حاکم اور افضل اس لیے ہیں کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دے رکھی ہے کہ مرد بہ نسبت عورتوں کے فہم فراست میں عموماً بڑھ کر ہوتے ہیں اور نیز اس وجہ سے کہ وہ اپنے مال بیویوں کے نان و نفقہ اور مہر میں خرچ کرتے ہیں جیسی ان کو حاجتیں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہوں ویسا ہی ان کا حصہ بھی زائد کیا گیا ہے عورتوں کو چاہیے کہ اس مصلحت خداوندی کو سمجھیں اور بمقابلے اس خرچ کے خاوند کی تابعداری کریں پس جو عورتیں نیک ہیں ان کی پہچان یہ ہے کہ خاوندوں کی تابعدار رہیں اور بمقابلہ اس کے جو اللہ نے ان کے حقوق محفوظ رکھے ہیں خاوندوں کے اسباب اور اپنے آپ کو غیروں کے سامنے آنے سے غائبانہ محفوظ رکھتی ہیں ایسی عورتوں کی تم بھی قدر کرو اور جن عورتوں کی تم شرارت معلوم کرو پہلے ان کو باآہستگی سمجھاؤ۔ پھر اگر نہ مانیں تو اپنے بستروں سے ان کو علیحدہ کر دو پھر بھی اگر نہ سمجھیں اور باز نہ آئیں تو خفیف سا ان کو مارو۔ پھر اگر تمہاری فرمانبرداری کریں تو اس خیال سے کہ ہم حاکم ہیں ان پر بے جا الزام لگانے کی فکر نہ کرو تم سب جہان کے حاکم تو نہیں ہو خدا ہی سب سے بلند اور بڑا حاکم ہے پس وہ باوجود بڑا ہونے کے رحم کرتا ہے تو تم صرف چندروزہ حکومت پر اتنا زور کیوں دکھاتے ہو؟

شان نزول [1] (الرجال قوامون) ایک صحابی سعد بن ربیع نامی نے اپنی بیوی کو جنگل میں ایک طمانچہ مارا اس کے باپ نے حضرت اقدس ﷺ کی خدمت میں شکایت کی آپ نے فرمایا کہ عورت اس سے بدلہ لے لے مگر چونکہ ایسا قاعدہ عام طور پر عورتوں کو ادب سے مانع تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم بتفصیل منہ

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ
اور اگر خاوند بیوی میں مخالفت پاؤ تو ایک منصف مرد کے کنبہ سے تجویز کرو اور ایک عورت کے کنبہ سے

اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝ وَاعْبُدُوا
اگر وہ دونوں مل کر صلح کرانی چاہیں گے تو اللہ بھی ان کو صلح کی توفیق دے گا بیشک اللہ ہر چیز کو جانتا اور خبر رکھتا ہے۔ اللہ کی عبادت

اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
میں مصروف رہو اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو قریبی رشتہ داروں اور یتیموں

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ
اور مسکینوں اور نزدیک اور دور کے پڑوسیوں سے اور ساتھ والوں سے اور

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا
مسافروں اور غلاموں سے بھی احسان کرو خدا متکبروں اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا

فَخُوْرَا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ
جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنا بتاتے ہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے

اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ
فضل کو چھپاتے ہیں اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ
لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتے ہیں

اور اگر خاوند بیوی میں مخالفت پاؤ جو معمولی کوشش سے رد بصلح نہ ہو سکتی ہو اور کہنے سننے سے نہ سمجھیں تو ایک منصف مرد کے کنبہ سے تجویز کرو اور ایک عورت کے کنبہ سے اگر وہ دونوں منصف مل کر صلح کرانی چاہیں گے اور نیک نیتی سے کوشش کریں گے تو اللہ بھی ان میں صلح کی توفیق دے گا بے شک اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر ایک شے سے خبر رکھتا ہے چونکہ اکثر دفعہ عورتوں کے جھگڑے مفضی الی النزاع ہو جایا کرتے ہیں لہذا مناسب ہے کہ بہمہ وجوہ اس طرف نہ جھک جاؤ بلکہ خدا کی توحید کا عالم میں نقارہ بجاؤ اور اللہ کی عبادت میں مصروف رہو کہ تمہارے کہنے کا بھی لوگوں کو اثر ہو اور بھیج وجہ اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو جیسا کہ انہوں نے تم کو ابتداء سے پرورش کیا نہ صرف ماں باپ سے بلکہ قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور نزدیک اور دور کے پڑوسیوں سے اور ساتھ والوں سے خواہ گاڑی میں ہی چند منٹ تک تمہارے ساتھ ہوں اور مسافروں اور غلاموں سے بھی احسان کرو۔ کیونکہ توفیق ہونے کے باوجود مخلوق سے احسان نہ کرنا ایک طرح سے تکبر ہے اور خدا متکبروں اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ جو خود بھی احسان سے روکتے ہیں اور اپنی طبیعت کے موافق اور لوگوں کو بھی بخل ہی سکھاتے ہیں مثلاً اگر کوئی ان سے کچھ طلب کرے تو دینا تو درکنار اس کے آگے اپنے کو ایسا محتاج بن کر دکھاتے ہیں کہ گویا اللہ کے دیئے ہوئے فضل مال و دولت عیش و آرام کو چھپاتے ہیں جو ایک قسم کی سخت ناشکری ہے پڑے کریں اور یہ بھی سن لیں کہ ہم نے ایسے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے جیسا کہ یہ لوگ دنیا میں اپنی ذلت ظاہر کرتے ہیں ویسے ہی قیامت میں ذلیل و خوار ہوں گے اور انہیں کے بھائی ہیں وہ بھی جو لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتے ہیں۔

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَاۗءَ

اور اللہ اور قیامت کے دن کو نہیں مانتے جس کا شیطان دوست بنے اس کے لئے تو بہت ہی برا

قَرِيْنًا ۝ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ

دوست ہے- بھلا ان کا کیا حرج تھا اگر وے خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیے ہوئے سے

اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ

خرچ کرتے اللہ ان کو خوب جانتا ہے- اللہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا ذرہ جتنی بھی نیکی ہو

حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ

تو اسے بھی دگنا کردے گا اور اپنے پاس سے بڑا بدلہ دے گا- پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک جماعت میں سے

كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۝ يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ

ایک ایک گواہ لاویں گے اور تجھ کو بھی ان پر گواہ بنا دیں گے- اس دن کافروں اور

كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝

رسول کے نافرمانوں کی آرزو ہوگی کاش زمین میں دبا دئے جائیں اور اللہ سے کچھ نہ چھپا سکیں گے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى

مسلمانو نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جایا کرو

اور اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور قیامت کے دن کو نہیں مانتے کہ امید نیک جزا کی رکھیں بلکہ شیطان نے ان کو سخت گرداب میں پھنسا رکھا ہے کیوں نہ ہو جس کا شیطان دوست بنے تو پھر اس کے ایمان کی خیر کہاں اس لیے کہ وہ بہت ہی برا دوست ہے یارانہ گانٹھ کر فریب دیتا ہے بھلا ان کا کیا حرج تھا کہ اگر وہ خدا کو جیسا کہ وہ واحد لاشریک ہے مان لیتے اور ساتھ ہی اس کے قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اس خیال سے کہ خدا سب کاموں کا بدلہ دے گا اللہ کے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے تو ضرور ہی ان کو بدلہ ملتا اس لئے کہ اللہ ان کو خوب جانتا ہے- علاوہ اس کے خدا کی عادت نہیں کہ ایک ذرہ بھر بھی ظلم کرے اگر ذرہ جتنی بھی نیکی ہو تو اسے بھی اپنی مہربانی سے دگنا کرتا ہے اور اپنے پاس سے علاوہ اس نیکی کے اخلاص کامل دیکھ کر بڑا بدلہ دیتا ہے- بھلا یہ ریاکار دنیا میں تو خدا سے بن کر لوگوں دکھانے کو کام کرتے ہیں جہاں ان کے دل کا کھوٹ لوگوں کے دل سے چھپا رہتا ہے قیامت کے روز ان کا کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر ایک جماعت میں سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور تجھ کو بھی ان ریاکاروں پر گواہ بنائیں گے اس دن ان کافروں اور رسول کے نافرمانوں کی آرزو ہو گی کہ کاش زمین مین دبائے جائیں- اس قدر ذلت کا باعث یہ ہوگا کہ گواہوں کی گواہی سے سب راز عیاں ہو جائیں گے اور خود بھی اللہ سے کچھ نہ چھپا سکیں گے- مناسب بلکہ واجب تو یہ تھا ایسی ریاکاری کرتے ہوئے خدا سے جو ان کے دلوں کے حال سے واقف ہے حیا کرتے ہیں کیونکہ حیا کی صفت خدا کو نہایت پسند ہے جو لوگ اس سے حیا کرتے ہیں وہی انجام کار فلاح یاب ہوں گے- جب ہی تو مسلمانوں کو حیاداری سکھاتا ہے کہ مسلمانو خدا سے شرم کرو نشے کی بدمستی میں اس کے حضور میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ-

حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ

جب تک کہ اپنی بات کا مطلب نہ سمجھو اور نہ بے غسلی کی حالت میں جب تک غسل نہ کرلو لیکن

كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

مسافری میں اگر تم بیمار ہو یا سفر میں جا رہے ہو یا کوئی تم میں سے پاخانہ پھر کر آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ

کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو منہ اور ہاتھوں کو مٹی ملو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ

بیشک خدا بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے- کیا تو لؒ ان کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) کو نہیں دیکھ چکا کہ بے دینی کو

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

دام دے کر خریدتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بھی سیدھی راہ سے بہک جاؤ- اللہ تمہارے دشمنوں کو

بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا

خوب جانتا ہے اللہ ہی تمہاری کارسازی اور حمایت کو کافی ہے- بعض یہودی خدا کے کلام کو بھی

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ

موقع مناسب سے بدل ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا ہماری سن

جب تک کہ اپنی بات کا مطلب نہ سمجھو اور نہ جنابت کی حالت میں نماز پڑھو جب تک غسل نہ کرلو لیکن مسافری کی حالت میں اگر ہو تو اس کا حکم آگے آتا ہے وہ یہ ہے اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا سفر میں جا رہے ہو یا کوئی تم میں سے پاخانہ پیشاب پھر کر آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو پھر ان سب صورتوں میں تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو طریقہ اس تیمم کا یہ ہے کہ منہ اور ہاتھوں کو مٹی ملو جس سے تمہارے خدا کے حضور میں خاکساری پائی جائے اور اس خاکساری سے عفو کی امید رکھو بے شک خدا بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے- اس خاکساری کے بھید کو جو لوگ نہ سمجھیں اور جھٹ سے اعتراض کریں تو تو (اے محمد ﷺ) ان کی طرف کان بھی نہ لگا کیا تو ان کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) کو آنکھوں سے نہیں دیکھ چکا کہ کس طرح کی بے ایمانیاں کرتے ہیں گویا کہ بے دینی کو دام دے کر خریدتے ہیں اور پھر اسی پر ہی بس نہیں بلکہ ساتھ ہی اس کے دل سے چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے تم بھی سیدھی راہ سے بہک جاؤ مگر تم ان سے مطمئن رہو اللہ تمہارے دشمنوں کو یہ ہوں یا اور ان کے بھائی بندے خوب جانتا ہے اللہ ہی تمہاری کارسازی اور حمایت کو کافی ہے اس کے ہوتے کسی کی حاجت نہیں ان کتاب والوں کی کہاں تک تم کو سنائیں ایسے کہاں تک کام کرتے ہیں- جن سے یوں سمجھا جائے کہ گویا خدا سے بھی منکر ہیں بعض یہودی تو اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ خدا کے کلام کو بھی موقع مناسب سے بدل ڈالتے ہیں اور تیرے سامنے آکر کہتے ہیں کہ ہم نے آپکا ارشاد سن لیا اور جی میں کہتے ہیں کہ نہیں مانا اور چلتے ہوئے بد دعا بھی دیتے ہیں کہ اے نبی ہماری سن اللہ کرے

شان نزول لؒ (الم تر الی الذین) یہود کی شرارت یہاں تک پہنچی تھی کہ مارے رنج اور حسد کے حضرت ﷺ کی خدمت میں آتے تو جہلا کی طرح زبان مروڑ مروڑ کر گالیاں دیتے- گو ان گالیوں کو مسلمان نہ سمجھتے لیکن وہ اپنے جی میں خوشی مناتے ان کی اس مخفی خباثت پر اطلاع دینے کو یہ آیت نازل ہوئی-

غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۚ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا

تیری کوئی نہ سنے اور زبان مروڑ کر دین میں طعن کرنے کو راعنا کہہ جاتے ہیں اگر کہتے ہم نے سنا

وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ

اور تابع ہوئے ہماری بات سنئے اور ہماری طرف نظر کیجئے تو یہ (کلام) ان کے لئے اچھا اور درست ہوتا لیکن خدا نے ان کی بے ایمانی

بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا

کی وجہ سے ان کو رحمت سے دور کردیا سو اب سوائے کسی قدر ایمانداری کے دل سے نہ مانیں گے۔ اے کتاب والو ہمارے اتارے ہوئے

بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا

کلام کو مانو تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتا ہے پہلے اس سے کہ ہم کتنے ہی مونہوں کو بگاڑ کر ان کی پیٹھ کی

عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

شکل پر الٹ دیں یا ان پر لعنت کریں جیسی کہ ہفتے والوں پر کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

اللہ شرک ہرگز نہ بخشے گا اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جو کوئی

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ تو بڑا ہی طوفان باندھتا ہے

تیری کوئی نہ سنے اور زبان مروڑ کر دین میں طعن کرنے کو تجھے مخاطب کر کے راعنا کہہ جاتے ہیں جس سے جانتے ہیں کہ ہم نے بہت اچھا کام کیا ہے حالانکہ ان کے حق میں یہ کاروائی سراسر مضر ہے ہاں اگر تیری حضور میں آکر یوں کہتے کہ صاحب جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے خوب سنا اور اس کے تابع بھی ہوئے ہماری گزارش فدویانہ سنئے اور ہماری طرف نظر شفقت کیجئے تو یہ گفتگو ہر طرح سے ان کے لیے بھلی اور درست ہوتی کہ انجام کار ان کو ذلت نہ پہنچتی جو اس پہلی گفتگو سے پہنچنے والی ہے۔ لیکن خدا نے ان کی بے ایمانی اور سخت دلی کی وجہ سے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ سو اب سوا کسی قدر ظاہری ایمانداری کے خدا کی باتوں کو دل سے نہیں مانیں گے اب ہم تم سب کو مخاطب کر کے ایک بھلی بات بتلاتے ہیں جس کا جی چاہے مانے جس کا جی چاہے انکار کرے۔ سنو اے کتاب والو (یہودیو اور عیسایو) ہمارے اتارے ہوئے کلام کو مانو جس کے انکار کی تمہارے پاس کوئی وجہ نہیں نہ تو وہ بذات خود غلط ہے اور نہ وہ تمہارے عقاید سابقہ کے خلاف ہے بلکہ تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتا ہے کہ بے شک تورات انجیل کی اصل تعلیم خدا کی اتاری ہوئی ہے یہی دو وجہ کسی امر کے انکار کی ہوتی ہیں کہ یا تو وہ امر بذات خود صحیح اور مدلل نہیں ہوتا اور اگر مدلل ہو تو بسا اوقات انسان کے مسلمات سابقہ کا مخالف ہوتا ہے اس لئے وہ اس کو تسلیم کرنے سے اعراض کرتا ہے سو ان دونوں وجہوں میں سے کوئی وجہ بھی نہیں پائی جاتی پس تمہیں مناسب بلکہ واجب ہے کہ اس کو مان لو پہلے اس سے کہ کتنے ہی مونہوں (کافروں) کو ہم بگاڑ کر انکی پیٹھ کی شکل پر الٹ دیں یا ان پر لعنت کریں جیسی کہ ہفتہ میں زیادتی کرنے والوں پر کی تھی اور یہ دن ضرور ہونے والا ہے اس لئے کہ اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے کوئی اس کو مانع نہیں ہو سکتا۔ اس دن کے فیصلہ کے خلاصہ بھی سن لو کہ یہ تو ہرگز نہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ شرک اور کفر کو معاف کر دے ہاں اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اس لئے کہ جو کوئی اللہ سے شرک کرتا ہے وہ تو بڑا ہی طوفان باندھتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

کیا تو نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک سمجھتے ہیں اللہ جس کو چاہے پاک کردیتا ہے اور ان پر ایک تاگے برابر بھی

فَتِيْلًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

ظلم نہ ہوگا- غور تو کر اللہ پر کیا بہتان باندھتے ہیں یہی گناہ صریح کافی ہے- کیا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

تو نے ان میں سے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کچھ حصہ کتاب الٰہی سے ملا تھا وہ بے دینی کی باتوں[1] اور شیطانوں کو مانتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝

اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں یہ مسلمانوں سے سیدھی راہ پر ہیں

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝

انہی پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس کو خدا لعنت کرے اس کے لئے تو کسی کو حمایتی نہ پائے گا

اس روز سب کو اپنے اپنے اعمال کا ہی جواب دہ ہونا ہوگا نہ بیٹے کو باپ کا فخر ہوگا نہ باپ کو بیٹے کا باوجود ایسے اعلان صریح کے بعض لوگ اس بات کی وجہ سے دلیری کرتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا بڑے خدا کے مقبول تھے کیا تو نے ان احمقوں کو نہیں دیکھا جو باپ دادا کے فخر پر اپنے آپ کو گناہوں سے پاک سمجھتے ہیں کیسی غلطی پر ہیں کیا وہ اپنے آپ کو پاک کرنے سے پاک ہو سکتے ہیں ہر گز نہیں ہاں اللہ جس کو چاہے گناہ معاف کر کے پاک کر دیتا ہے اس غلط خیالی کا مزہ بھی اس روز جانیں گے جس روز سب لوگوں کا حساب لیا جائے گا اور ان پر ایک تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا غور تو کر اللہ پر کیسا بہتان باندھتے ہیں؟ یہی گناہ صریح ان کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے تو ان کی اس افترا پردازی پر بھی تعجب کرتا ہوگا یہی ایک تعجب کی بات ان میں نہیں بلکہ یہ تو تعجبات کے پتلے ہیں کیا تو نے ان میں سے ان کو نہیں دیکھا جن کو کچھ حصہ کتاب الٰہی سے ملا تھا وہ کیسی بے دینی کر رہے ہیں کہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں اگر وقت پر بتوں کے آگے سجدہ بھی کرنا پڑے تو کر دیتے ہیں اور کافروں کے حق میں جو شرک کفر میں مبتلا ہیں کہتے ہیں یہ مسلمانوں سے سیدھی راہ پر ہیں کیسے ظلم کی بات ہے کیوں نہ کریں انہیں پر خدا نے لعنت کی ہے جس کے سبب سے دین و دنیا میں ذلیل اور خوار ہوں گے کیوں نہ ہوں؟ جس کو خدا لعنت کرے اس کیلئے تو کسی کو حمایتی نہ پائیگا اور جو اسکو ذلت اور خواری سے بچائے

شان نزول

[1] (الم تر الی الذین یزکون) ایک دفعہ بعض یہودی اپنے بچوں کو اٹھا کر جناب کی خدمت میں لائے اور پوچھا کہ بتلائے ان پر بھی کوئی گناہ ہے آپ نے فرمایا نہیں بولے کہ اسی طرح ہم بھی گناہوں سے صاف ہیں دن کے ہمارے گناہ محو ہو جاتے ہیں اور رات کے دن کو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی- راقم کہتا ہے کہ زمانہ حال کے پیٹو پیرو فقیر اسی طرح اپنی شیخیں بکھارتے ہیں اور جہلا میں رسوخ بڑھا کر خدا سے مردود ہوتے ہیں ان سب آفتوں کی جڑ حب دنیا ہے (نعوذ باللہ)

[2] (یومنون بالجبت) ایک دفعہ یہودی مشرکین مکہ کے پاس جا کر اس امر کے مستدعی ہوئے کہ سب مل کر مسلمانوں سے لڑیں اہل مکہ نے کہا کہ تم اور مسلمان دونوں اہل کتاب سے ہو عجب نہیں کہ یہ بھی کچھ تمہارا فریب ہو جب تک تم ہمارے بتوں کو سجدہ نہ کرو ہم نہیں مانیں گے یہودیوں نے اس کو قبول کر لیا اسی اثناء میں مشرکین مکہ نے ان سے سوال کیا کہ بھلا ہم لوگ تو ناخواندہ ہیں اس لیے ہمیں تو چند ان مذہبی امور کی سمجھ نہیں تم تو خواندہ ہو یہ تو بتلاؤ کہ ہمارا دین اچھا ہے یا ان مسلمانوں کا وہ بولے تم بیشک اچھے ہو اس لئے کہ تم لوگ اپنے آبائی دین پر ثابت قدم ہو اور اہل اسلام نے اپنا آبائی طریق چھوڑ کر نیا راستہ نکالا ہے ان کے اس دروغ گوئی کے اظہار کے لئے یہ آیت نازل ہوئی (معالم بتفصیل منہ)

اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ اَمْ يَحْسُدُونَ

تو کیا ان کا خدا کے ملک میں کچھ حصہ ہے پھر تو لوگوں کو ایک رائی برابر بھی نہ دیتے کیا یہ لوگوں سے

النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ

خدا کے دیے ہوئے فضل پر حسد کرتے ہیں ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور

الْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ

تہذیب دی تھی اور ان کو بڑا ملک بخشا تھا۔ پس بعض تو ان میں سے نبی کو مان گئے اور بعض

صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ

ابھی تک اس سے انکاری ہیں ان کے جلانے کو جہنم کافی ہے۔ جو لوگ ہمارے احکام سے منہ پھیرتے ہیں

نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۚ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا

ہم ان کو ضرور ہی آگ میں ڈالیں گے جب کبھی ان کے چمڑے جل جایا کریں گے تو ان کے عوض ہم اور چمڑے بدل دیں گے تاکہ وہ

الْعَذَابَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

عذاب چکھیں (کیونکہ) بے شک خدا بڑا ہی زبردست بڑی حکمت والا ہے

باوجود اس کے پھر اتنی دلیری سے کفر و شرک لوگوں کو سکھاتے ہیں تو کیا ان کا بھی خدا کے ملک میں کچھ حصہ ہے کہ جو چاہیں اپنے صوبے میں احکام نافذ کریں پھر تو علاوہ بے دینی کے لوگوں کو بوجہ اپنے بخل کے ایک رائی برابر بھی نہ دیتے جب یہ کچھ نہیں تو پھر پیغمبر کے مقابلہ پر لوگوں کو کفر و شرک کی باتیں بتلانا کیا معنی کیا یہ لوگوں (رسول اور اس کے اتباع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے خدا کے دیئے ہوئے فضل پر حسد کرتے ہیں کہ ان کو ہدایت کیوں ملی سو یہ بھی کیسا غلط خیال ہے اس لئے کہ ہم نے پہلے بھی تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور تہذیب دی تھی اور دنیا میں بھی ان کو بڑا ہی ملک بخشا تھا جس سے ان کے دونوں پہلو دین و دنیا کے قوی ہوگئے تھے کیا ان کے حاسد ان کا کچھ بگاڑ سکے تھے جو یہ لوگ کتاب والے مسلمانوں سے حسد کر کے ان کا بگاڑیں گے پس یہ سنتے ہی بعض تو ان سے نبی کو مان گئے اور بعض ابھی تک اس سے انکاری ہیں جس میں انہیں کا حرج ہے ان کے جلانے کو جہنم ہی کافی ہے کچھ ہی کریں ہمارے ہاں عام قاعدہ ہے کہ جو لوگ ہمارے احکام سے منہ پھیرتے ہیں ہم ان کو ضرور ہی آگ میں ڈالیں گے۔ جہاں پر انکی حالت سخت کسمپرسی کی ہوگی اور جب کبھی انکے چمڑے[1] جل جایا کریں گے ان کے عوض ہم اور چمڑے ان کو بدل دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔ ہمیشہ اسی طرح بلا میں مبتلا رہیں گے یہ نہ ہوگا کہ کسی وقت اتفاق کر کے خدا پر حملہ کریں اس لئے کہ خدا تو بڑا ہی زبردست بڑی حکمت والا ہے۔ کسی کی کیا مجال ہے کہ اس کے سامنے چوں کرسکے ان کے مقابل کے لوگ جن سے یہ حسد کرتے ہیں

---

[1] (کلما نضجت جلودھم النساء۔ ۵۰) اس آیت کے مضمون سے بعض آریوں نے مسئلہ تناسخ پر دلیل پکڑی ہے اس کے علاوہ اور کئی آیتوں سے جو اس کے ہم معنی ہیں جن کی فہرست ہم ذیل میں دیں گے مطلب برآری کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ آیات مذکورہ کے بتلانے سے پہلے آریوں کا دعوی جس پر وہ ان آیات کو بطور الزامی دلائل کے پیش کیا کرتے ہیں بتلانا ضروری ہے جو انہیں کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

آریوں کا مذہب ہے کہ دنیا میں جو بندے گناہ کرتے ہیں ان کی سزا کے لیے حیوانوں کے قالبوں میں ان کو جانا ہوتا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے رہتے ہیں ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا

نہریں بہتی ہوں گی انہیں میں ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ان کے لئے بیویاں پاک ہوں گی اور ہم ان کو دائمی عیش میں

یعنی جو لوگ اللہ اور رسول کے حکم حکموں پر بدل وجان ایمان لائے ہیں اور پھر اسی کے مطابق نیک عمل بھی کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کو موت بھی آجاتی ہے ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نہ صرف چند روزہ بلکہ انہیں میں ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں علاوہ نعماء خداوندی ان کے لیے بیویاں پاک ہوں گی جو سوا اپنے خاوند کے کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گی اور ہم ان کو دائمی عیش میں

مگر کس طرح؟ کوئی بیٹھے بیٹھے حیوان نہیں بنتے بلکہ باقاعدہ انڈے کے اندر یا حیوانوں کے پیٹ میں جسم تیار ہوتا ہے اس میں گناہ گار آدمی کی روح ڈالی جاتی ہے- غرض دنیا کا انتظام جس قدر خدا نے انسانوں اور حیوانوں میں ملاپ کار کھا ہے یہ سب انتظام بندوں کے گناہوں پر موقوف ہے- چنانچہ آریہ مذہب کا ایک بڑا حامی اپنے رسالہ ثبوت تناسخ میں رقم طراز ہے-

> "مسئلہ اواگون (تناسخ) کے رو سے دو قسم کے جسم مانے گئے ہیں ایک کرم جونی (اعمال خانہ) دوم بھوگ جونی (سزا خانہ) جس جسم میں سمجھنے کی طاقت اور نیک وبد کرنے کی تمیز دی گئی ہے وہ کرم جونی ہے اور جس جسم میں نہیں دی گئی وہ بھوگ جونی ہے اس لحاظ سے انسان کرم جونی اور باقی بھوگ جونی ہیں چونکہ حیوان بھوگ جونی ہیں وہ نیک یا بد کام نہیں کر سکتے جس طرح جیل خانہ کے قیدی (کو) سزا کی معیاد گذرنے کے بعد جیل سے رہائی ہوتی ہے نہ کہ کسی اچھے کرم سے اسی طرح سزا کی معیاد گزرنے کے بعد حیوانی قالب سے رہائی ہونی چاہیے اور وہ پھر جس درجہ جسمانی سے تنزل ہوا تھا اسی درجہ میں انتقال کیا جاتا ہے حیوانی قالب کے ثواب اعمال سے نہیں- ثبوت تناسخ صفحہ (۹۸-۱۹۷)
>
> یہ ہے آریوں کا دعوی جس پر آیات مندرجہ ذیل کو مسلمانوں کے الزام کی غرض سے پیش کیا کرتے ہیں-

(۱) ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم في السبت فقلنالهم كونوا قردة خاسئين (بقره-۵۴) (۲) فلما عتوا عن ما نهو عنه قلنا لهم كونوا قردة خاسئين (اعراف-۵۵) (۳) قل هل انبئكم بشر من ذلك مثوبة عند الله من لعنه الله وغضب عليه وجعل منهم القردة والخنازير (مائده-۵) (۴) واذ اخذ ربك من بنى آدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالو بلى (اعراف-۶۱) (۵) ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم (آل عمران-۵۸) (۶) نحن خلقناهم وشددنا اثرهم واذا شئنا بدلنا امثالهم تبديلا (دهر-۱۷) (۷) يوم ينفخ في الصور فتاتون افواجا (انبياء-۷) (۸) فاخرج منها انك من الصاغرين (اعراف-۲) (۹) ويقولون سبعة وثامنهم كلبهم (كهف-۱۱) (۱۰) كلما نضجت جلودهم بدلنا هم جلودا غيرها ليذوقوا العذاب (نساء-۴۵) (۱۱) كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا (بقر-۱۷) (۱۲) ببابل هاروت وماروت (بقره-۱) (۱۳) نحن قدرنا بينكم الموت وما نحن بمسبوقين (الواقعه-۵) (۱۴) وما من دابة في الارض ولا طائر يطير بجناحيه الاامم امثالكم (انعام-۲۷) (۱۵) ان الصفا والمروة من شعائر الله (بقره-۴۷)

پہلے مطلب بتلانے آیات قرآنی کے بغرض توضیح تناسخ متنازعہ کے معنی بیان کرنے بھی ضروری ہیں

ظَلِیۡلًا ۝ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ

داخل کریں گے۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں مالکوں کے پاس پہنچا دیا کرو اور نیز جب لوگوں میں

داخل کریں گے اگر ان باغوں کو انعام میں لینا چاہتے ہو تو سنو کہ اللہ تم کو ایک ضروری حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں مالکوں کے پاس جس وقت وہ تم سے طلب کریں پہنچادیا کرو ایسانہ کرو کہ ان کو خود ہی ہضم کر جاؤیا دیتے وقت بے پروائی سے کسی اور شخص کو دے دو جس سے ان کا حرج ہو اور نیز جب لوگوں میں کسی قسم کا

شان نزول

(ان اللہ یامرکم ان تودوا الا مانات) فتح مکہ کے زمانہ میں آپ نے کعبہ شریف میں داخل ہونا چاہا تو دربان نے چابی دینے سے انکار کیا حضرت علی نے اس سے جبرا چھین لی جب آپ کعبہ سے باہر آئے تو حضرت عباس نے چاہا کہ کعبہ کی کنجی مجھے ملے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کے مطابق حضرت علی سے کنجی لے کر اس دربان کے پاس بھیج دی جو اس نے کہا پہلے تو مجھ سے جبرا چھین لی اب کیوں دیتے ہو؟ آپ نے فرمایا خدا نے یہی حکم بھیجا ہے منصفانہ ارشاد سن کر وہ فورا مسلمان ہو گیا

واضح رہے کہ تناسخ جسے ہندی میں پتر جنم اور آواگون بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ روح بعد چھوڑنے اس جسم کے کہ جس میں وہ اب ہے کسی ایسے جسم میں چلی جائے جو حسب دستور ماں کے پیٹ یا انڈے کے اندر تیار ہوا ہو اجس کو دوسرے لفظوں میں تناسخ توالد بھی کہتے ہیں یہ ہے آریوں کا دعوی جس پر آیات متذکرہ بالا پیش کرتے ہیں اب ہم ان آیات موصوفہ کا صاف مطلب بتلاتے ہیں۔

واضح رہے کہ بائیبل کے مقامات کا جواب گو ہمارے ذمہ نہیں تاہم ہماری تقریر سے ان مقامات کا جواب بھی آجائے گا جس کے لئے دونوں فریق (آریوں اور عیسائیوں) کو ہمارا مشکور ہونا چاہیے۔ آریوں کو تو اس لیے کہ ان کے شبہات دور ہو گئے عیسائیوں کو اس لیے کہ ان کی طرف سے ہم نے جواب دے کر ان کو سبکدوش کیا اور ان کی طرح نہیں کیا کہ تکذیب براہین میں مسلمانوں کے مقابل تمام انبیاء علیہم السلام کو گالیاں سن کر یہ بھی آریوں کی مدح سرائی کرتے تھے (دیکھو اخبار نور افشاں) پہلے جواب دینے اور مطلب بتلانے ان آیات کے یہ بتلانا بھی ضروری ہے کہ ہر ایک کلام کے معنی وہی صحیح ہوتے ہیں جو متکلم کے منشاء کے مطابق ہوں اور اگر کسی کلام کے ایسے معنی ہوں جو متکلم اس کو صحیح نہ جانتا ہو گو اپنی کھینچ تان سے ہم ان کو سیدھا بھی کر لیں مگر حقیقت میں سیدھے نہیں ہوں گے کیونکہ متکلم ان معنی سے انکاری ہے غالبا یہ اصول سب اہل زبان کو پسند ہو گا۔ پس بعد اس تمہید کے اجمالی جواب ان آیات سے یہ ہے کہ چونکہ متکلم قرآن (یا یوں کہئے کہ خدا) کو تناسخ سے انکار ہے کیونکہ اس نے جزا سزا کا جو طریق بتلایا ہے کسی سے مخفی نہیں۔ متکلم قرآن کتے بلی کی جوں کو ہر گز سزا نہیں بتلاتا بلکہ نالائقوں اور مجرموں کے لیے وہ جہنم کا راستہ کھولتا ہے تو پس آپ (یا منصف مزاج آپ کے بھائی) سمجھ سکتے ہیں کہ جس متکلم نے تناسخ سے صاف اور واضح الفاظ میں انکار کیا ہو اسی کے کلام سے تناسخ کا ثبوت نکالنا کہاں تک ریت کے تیل اور دم دار آدمی اور سینگ دار گدھے کے مشابہ ہو گا اب تفصیلی جواب بھی سنئے۔ پہلی دوسری اور تیسری آیت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ (اگر ان کے ظاہری معنی بھی لیے جائیں) کہ بعض نالائقوں کی شکل کو خدا نے اسی زندگی میں آدمی سے بندر کی شکل میں مبدل کر دیا اس واقع کو تناسخ سے کوئی علاقہ نہیں تناسخ تو یہ ہے کہ روح بعد چھوڑنے اس بدن کے کسی ایسے بدن میں جو موافق قاعدہ ماں کے پیٹ یا انڈے کے اندر تیار ہوا ہو داخل ہو جیسی کہ ہم نے پہلی تفصیل کی ہے۔ ہاں اگر اس کو بھی آریہ تناسخ کہتے ہیں تو یہ ویسا ہے کہ اپنی بیوی کا نام ملکہ رکھنا جسے کوئی دوسرا نہ مانے گا۔

---

(۲) پنڈت دیانند جی بھی ست ارتھ پرکاش کے دیباچہ میں اسی کی طرف توجہ دلاتے ہیں

النَّاسِ	اَنْ	تَحْكُمُوْا	بِالْعَدْلِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	نِعِمَّا	يَعِظُكُمْ	بِهٖ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ			
فیصلہ کرنے لگو	تو	انصاف	سے کرو	جو	نصیحت	خدا	تم	کو	کرتا ہے	وہی	خوب ہے	کہ	بے شک	اللہ

سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

سنتا اور دیکھتا ہے

فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے کرو بسا اوقات تم کو انصاف سے روکنے والے ناصح مشفق بن کر ڈرائیں گے کہ فلاں صاحب بڑے رئیس ہیں گو وہ ناحق پر ہیں لیکن اگر آپ ان کے خلاف فیصلہ کریں گے تو وہ صاحب رنجیدہ ہو جائیں گے جس سے آپ کا نقصان ہو گا میں آپ کو دوستانہ سمجھاتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ آپ ان کے مخالف فیصلہ کسی طرح نہ کریں سو ایسے نادان دوستوں کی نصیحت پر کان نہ لگاؤ جو نصیحت خدا تم کو کرتا ہے وہی خوب ہے اگر تم انصاف پر کمر بستہ رہو گے تو کوئی بھی تمہیں چاہے کتنا بڑا رئیس بھی کیوں نہ ہو ؟ تکلیف نہ پہنچا سکے گا- اس لئے کہ اللہ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کے کام دیکھتا ہے ممکن نہیں کہ جو لوگ اس کی رضا جوئی کو مقدم کریں پھر ان کو خدا ذلیل کرے بلکہ ہمیشہ وہی معزز رہیں گے انہیں کا خاتمہ بخیر و عافیت ہو گا-

---

چوتھی آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے ابتدائے پیدائش میں تمام بنی آدم کی روحوں کو موجود کر کے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا اور اس اقرار کو ان کی طبیعت میں ودیعت کر دیا یہی وجہ ہے کہ اگر آدمی بد صحبت نہ ہو تو ضرور خدا کی ربوبیت کا قائل ہوتا ہے- بھلا اس کو تناسخ سے کیا علاقہ ؟

پانچویں آیت کا مطلب بھی صرف اتنا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مرتے ہیں چونکہ ان کو اصل غرض زندگی کی جو نجات ہے حاصل ہو چکی ہے اس لیے ان کو مردہ نہ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں بھلا سے تناسخ سے کیا مطلب چھٹی آیت کا مطلب بھی صرف اتنا ہی صحیح ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ان کافروں کو (جو قیامت کے ہونے سے اس وجہ سے منکر ہیں کہ خدا اتنی بڑی مخلوق کو کیونکر جمع کرے گا) پیدا کیا ہے اور جب چاہیں گے ان کی تبدیل اشکال کر دیں گے اور مٹی میں ملائیں گے اور پھر اسی سے اٹھائیں گے- اس کو بھی تناسخ سے کیا تعلق ؟

ساتویں آیت کا مطلب بھی بالکل واضح ہے بلکہ مکذب کے سارے تانے بانے کو توڑتا ہے خدا فرماتا ہے جس دن قیامت کے لیے پکار اور آواز کی جائے گی اس دن تم جماعت جماعت ہو کر سب حاضر ہو جاؤ گے اسے تناسخ سے کیا مطلب ؟ معلوم ہوا کہ قرآن شریف نے جزا و سزا کے لیے روز قیامت مقرر کیا ہے نہ کہ کتوں اور سوروں کی جونیں-

آٹھویں آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ شیطان نے جب نافرمانی کی تو اسے حکم ہوا کہ تو اس جگہ سے نکل جا کیونکہ تو بوجہ اپنی بدکاری کے ذلیل ہو چکا ہے اسے بھی تناسخ سے کیا علاقہ ؟

نویں آیت کا مطلب بھی اصحاب کہف کا قصہ ہے کہ چند لوگ جو بوجہ اپنی دینداری اور توحید باری کے مخلوق سے تنگ آ کر ایک پہاڑ کی غار میں جا چھپے تھے جب وہ چلے تو ان کے ساتھ ایک کتا بھی چلا- پھر ان کی تعداد میں اہل کتاب باہم مختلف تھے ان کی بابت خدا فرماتا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ جوان دیندار سات تھے اور کتا ان میں آٹھواں- اسے بھلا تناسخ سے کیا مطلب ؟

دسویں آیت بھی بالکل واضح ہے اور تناسخ کی جڑ کاٹ رہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب کافروں اور مکذبوں کو آگ جلائے گی تو ان کے جلے ہوئے چمڑوں کے بجائے ان کو اچھا چمڑا دیا جائے گا تاکہ پھر جلیں اس سے تو بالکل ہی تناسخ ثابت و مبرہن ہو گیا کہ خدا نے جزا سزا کے لیے کتے بلوں کی جونوں کو تجویز نہیں کیا بلکہ قیامت کو جزا سزا کا دن مقرر کیا-

گیارہویں آیت کا صرف اتنا مطلب ہے کہ خدا فرماتا ہے تم اے مشرکو اور ناستکو (دہریو) خدا سے کس طرح منکر ہوتے ہو ؟ حالانکہ تم پہلے بے جان

اسے غور سے دیکھو

(یعنی مٹی) تھے پھر تم کو خدا نے پیدا کیا اسے بھی تناسخ سے کیا تعلق؟ اگر اموات کے لفظ پر شبہ ہو تو یہ لفظ قرآن میں خشک زمین پر بھی آیا ہے دیکھو **فاحیینا به بلدة میتا** اموات کے معنی بے جان کے ہیں۔ چنانچہ دوسری آیت پیدائش انسانی یوں بیان کرتی ہے **الم نخلقکم من ماء مهین** (المرسلات) یعنی کیا ہم نے تم کو ذلیل پانی منی سے پیدا نہیں کیا۔ پس دونوں آیتوں کا مطلب ایک ہے جیسا کہ مشاہدہ بھی اس کا شاہد ہے کہ انسان قبل صورت موجودہ کے بصورت منی ہوتا ہے۔

بارہویں آیت کا مطلب بھی صرف اتنا ہے کہ زمانہ سابق میں دو شخص ہاروت ماروت لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے اس کی تفصیل ہذا سورہ بقرہ میں دیکھو اسے بھی تناسخ سے کوئی علاقہ نہیں۔ تیرھویں آیت کا مطلب وہی ہے جو چھٹی آیت کا۔

پندرہویں آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ صفا مروہ دو پہاڑیاں خدا کی نشانی ہیں تفصیل کے لیے دیکھو تفسیر ہذا سورہ انعام بھی تناسخ سے کیا تعلق؟

چودھویں آیت البتہ قابل ذکر ہے کہ اس آیت میں مکذب نے حسب بیان سیکرٹری آریہ سماج لاہور کس قدر جھوٹ سے بھی کام لیا ہے اصل مطلب آیت کا تو صرف اتنا ہے کہ خدا فرماتا ہے زمین کے چرند پرند بھی تمہاری طرح جماعت جماعت ہیں جیسے تم ایک نوع ہو وہ بھی ایک ایک نوع ہیں مگر چونکہ اتنے مطلب سے مکذب کا مقصود نہیں ہوتا تھا اس لیے اس نے اس کے ترجمہ میں (تھیں) کا لفظ زیادہ کیا اور یوں ترجمہ کر دیا کہ امتیں تھیں مثل تمہاری جس سے آریہ سماج نے جانا کہ ہمارے اپدیشک بڑے ودہ دان عالم ہیں کہ عربی میں بھی ایسے فاضل ہیں کہ چاہیں تو سیدھی عبارت کا الٹا ترجمہ کر دیں جیسا کہ ایک مداری نے کیا تھا جو شاید کسی آریہ سماج کا ممبر تھا کہ **آمنت بالله** بی بی آمنت کا ایک بلا تھا۔ **وملائکته** وہ اس کی ملائی کھا گیا **وکتبه** اس نے اسے کتوں سے پڑوایا اسی طرح آریہ مکذب مثل مشہور اندھوں میں کانا راجا عربی کی ڈگری لینے کو اس آیت کا ترجمہ کرنے بیٹھا ہے اس پر حیرانی یہ ہے کہ خود ہی ترجمہ فارسی تفسیر حسینی سے نقل کرتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "ایشان امتانند مثل شما در آفرینش و مردن و زندن شدن" کیا کوئی فارسی خواں بھی سماج میں نہیں جو اس فارسی کو سمجھے کہ "اند" کا لفظ حال کے لیے ہے یا ماضی کے لیے اصل یہ ہے کہ جب آدمی کو خوف خدا نہ ہو تو پھر جو چاہے کرتا پھرے **اذا لم تستحی فاصنع ماشئت** سچ ہے

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

بعد جواب آیات مذکورہ کے ہمارا حق ہے کہ ہم بھی آریوں سے دو چار ہوں آریوں کا دعویٰ جو ہم نے ان کی کتاب سے نقل کیا ہے اپنے مفہوم بتلانے میں بالکل صاف اور واضح ہے کسی شرح اور حاشیہ کا محتاج نہیں مضمون صاف ہے کہ انسانی قالب روحوں کے لیے اصل ہے اور باقی حیوانی قالب بطور سزا حسب جرائم ملتے ہیں۔ پس اگر یہی آریوں کا مذہب ہے اور بیشک یہی ہے تو ہماری طرف سے اس پر مختصر سی نظر ہے۔

(۱) اول یہ کہ دنیا کے کل اجسام جو اجزا سے مرکب ہیں اپنی ترکیب کی وجہ سے ضرور کسی خاص وقت سے موجود ہوئے ہیں جس سے پہلے نہ تھے اس لیے کہ مرکب اپنی حالت ترکیب اجزا میں علیحدگی اجزاء سے خبر دیتا ہے پس ضرور ہے کہ کسی خاص وقت سے اس کی ابتداء ہوئی ہو جو ترکیب کنندہ نے ان کے لیے مناسب سمجھی ہو۔ پس ابتدائے آفرینش عالم میں خدا نے روحوں کو کونسا قالب بعد ترکیب عنایت کیا تھا اگر سب کو قالب انسانی ہی دیا تھا اور قرین انصاف بھی یہی ہے کہ جب جرم نہیں تو حیوانی قالب جو روحوں کیلئے بدکاری پر ایک قسم کا قید خانہ ہے کیونکہ ملنے لگا تھا۔ جو خدا کی قدوسیت کے برخلاف ہے پس ایسے وقت میں کہ تمام روحیں دنیا میں انسانی قالب میں ہی ہوں گی حیوانی کام کس سے لیتے ہوں گے؟ جن کا شمار کرنا ہی وقت ضائع کرنا ہے کون نہیں جانتا کہ دنیا کے انتظام کا مدار ہی حیوانات پر ہے۔ یہ سب کام جو حیوانات دے رہے ہیں (مثلاً ہل چلانا۔ دودھ دوہنا۔ چمڑوں سے فائدہ پہنچانا۔ انسانوں سے لیے جاتے ہوں گے۔ ایک آدمی کے مرنے پر اس کا چمڑا اتار کر جوتے بنا لیتے ہوں گے اور ہر ایک شخص وقت ضرورت اپنی عورت کا دودھ پی لیتا ہوگا۔

علاوہ اس کے آریوں کے خیال کے مطابق مرد عورت کا تفرقہ بھی اعمال سے ہی ہے۔ پس ابتدائے آفرینش میں اگر سب مرد ہی ہوں گے اور غالباً یہی ہے کہ مرد ہی ہوں تو حاجت بشری کا کیا طریق۔ اگر بچہ بازی کو جائز رکھیں تو نطفہ کس طرح ٹھہرتا ہوگا اور اگر کل عورتیں تھیں تو بھی مشکل

جب تک مرد کوئی نہ ہو تو توالد تناسل مشکل بلکہ عادۃً محال۔

(۲) جب انسانی قالب بھوگ جونی (قید خانہ) نہیں تو پھر وہ سوال جس سے بچانِ آکر آپ لوگوں نے تناسخ تراشا تھا اسی طرح بحال رہا یعنی یہ کہ انسانوں کی مختلف پیدائش مختلف حالت کیا باعتبار مرض وصحت ؟ کیا باعتبار دولت وغربت کیوں ہے ؟ اس سوال سے بچنے کی غرض سے آپ لوگوں نے پتر جنم (پہلے اعمال) کا بدلہ مانا تھا کہ جس انسان نے جو کچھ پہلی جون میں کیا وہ ہی اس کو یہاں ملتا ہے اور جو کچھ یہاں کرتا ہے وہ کسی دوسری جون میں ملے گا۔ لیکن مکذب کی عبارت مذکورہ کہہ رہی ہے کہ انسانی قالب بھوگ جونی نہیں جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ انسانی قالب سزا کے لیے تجویز نہیں ہوا بلکہ روحوں کی اصلی منزل ہے جب ہی تو آپ کی تمثیل قیدی والی صحیح ہوگی تو اب بتلائے لنگڑا لنگڑا کیوں ہوا؟ اور کوڑھی کوڑھی کیوں ہوا؟ اور اندھا اندھا کیوں ہوا؟ اگر گھبرا کر کہیں کہ پچھلے اعمال کا بدلہ ہے تو غلط جبکہ انسانی جون بھوگ جونی نہیں تو اس جون میں پہلے جرموں کی سزا کیسی عربی مثل بیشک سچ ہے۔

فرمن[ل] المطر و قام تحت المیزاب

(۳) اگر انسانی قالب سے روح نکل کر اپنے برے کاموں کا پھل کسی حیوانی جون میں بھگتنے کو جاتی ہے تو چاہئے تھا کہ انسانوں کی نسبت سے حیوانات دن بدن ترقی پر ہوں اور انسانی پیدائش بالکل تنزل پر اس لیے کہ یہ تو ظاہر ہے دنیا کی تمام آبادی میں سے اس مسئلہ کے ماننے والے بہت ہی تھوڑے ہیں جن کو ہندوستان میں ہندو کہتے ہیں باقی سب کے سب کیا مسلمان اور کیا یہود اور کیا عیسائی کیا برہمو وغیرہ اس سے منکر ہیں اسی انکار کی وجہ سے وہ بقول آپ کے خدا کو سخت ظالم اندھا راجہ سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے یہ غضب کہ کوئی موسیٰ نبی کو مانتا ہے کوئی عیسیٰ کو کوئی سید الانبیاء محمد (علیہم السلام) کو پس بقول آپ کے اگر یہ بڑے بڑے نیک کام بھی کیوں نہ کریں تو بھی مجرم ہیں۔ کافر ہیں۔ پاجی ہیں۔ وشٹ ہیں وغیرہ وغیرہ کیا نہیں کیا ہیں غرض سب بے ایمانیوں کی جڑ ہیں۔ پھر اس پر طرفہ یہ کہ ان میں بھی اکثر بلکہ قریب کل کے عام طور پر شراب خوار۔ ماس (گوشت) خور۔ زناکار۔ دروغ گو۔ جوئے باز وغیرہ وغیرہ رہے ہندو جو اس پاک مسئلہ کے ماننے والے اور انبیاء سے منہ پھیرنے والے سو ان کی حالت ہی یہ ہے کہ عام طور پر سوائے متعدد چند آدمیوں کے (جن کا حساب ہاتھوں کی انگلیوں پر ہو سکتا ہے) سب کے سب بت پرست۔ زانی۔ شرابی۔ جھوٹے۔ دغاباز وغیرہ۔ یہ بھی گئے۔ رہی مقدس قوم آریہ سو ان میں سے بھی ایک پارٹی[۲] گوشت) کھانے کی وجہ سے مکذب کے نزدیک راندہ درگاہ ہے اور شراب وغیرہ بھی تو ان میں کچھ کم نہیں ہے پس بعد اس تلاش کے اگر پوتر اور برگزیدہ۔ مخلوق اور بھلے مانس اور نیک اور بڑے ہی نیک ہوں گے تو گھاس پارٹی کے آریہ اور پرتی مذہبی سبھا کے ممبر ہوں گے جو ان سب خرابیوں اور گناہوں سے پاک صاف۔ پس وہ لوگ جن میں سوائے گھاس پارٹی آریہ کے سب دنیا کی آبادی شامل ہے اگر مریں تو بوجہ اپنی بدکرداری کے ہرگز اس قابل نہیں کہ انسانی جون میں آئیں جب تک کہ اپنی بداعمالی کی سزا کسی حیوانی قالب میں پوری نہ کرلیں۔ پس تمام دنیا کی آبادی کا خدا حافظ حالانکہ مردم شماری دن بدن ترقی پذیر ہے بالخصوص یورپ میں اور خاص کر انگلینڈ میں جہاں کہ تمام ہی حیوانی جون کے لائق ہیں۔ فتدبر!

(۴) قاعدہ کی بات ہے کہ جس مجرم کو سزا دے کر اس کی اصلی حالت کی طرف پھیرنا ہو اس کو اس سزا کا علم بھی ہونا چاہیے کہ یہ سزا مجھ کو فلاں گناہ کے عوض میں ہے تاکہ آئندہ کو اس گناہ سے بچے۔ پس اگر حیوانی قالب سزا کے لیے ہے تو حیوانوں کو بھی اس جرم کی خبر ہوئی ضرور ہے کہ فلاں جرم کی پاداش میں مجھے سزا ملی ہے تاکہ بعد پورا کرنے اس سزا کے انسانی قالب میں آکر ویسے جرم نہ کرے لیکن برعکس اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی آریہ کو خبر نہیں کہ پہلے وہ کس حیوان (کتے۔ بلے۔ گھوڑے۔ بیل) کی جون میں تھا اور کس جرم کی سزا کا بدلہ تھا۔ پس جب خدا کے انصاف کو اس

ل مینہ سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے آکھڑا ہوا۔

۲ے آریوں کی دو پارٹیاں ہیں ایک گوشت خوری کو جائز بتلاتی ہے دوسری حرام (مصنف) ثبوت تناسخ پہلی پارٹی سے ہے پہلی کا نام ماس پارٹی دوسری کا نام گھاس پارٹی ہے

تفاوت مراتب کی وجہ سے بچاتے ہو تو اس سراسر ظلم کی کوئی صورت تدارک نہیں کہ مجرم کو بے خبری میں سزا دینا اور اس کو خبر نہ ہونا کہ کس جرم کے عوض میں یہ سزا ملی تھی؟ اور بعد بھگتنے سزا کے اصل حالت میں بھی اس سے بے خبری (واہ رے انصاف)؟

(۵) اگر انسان بد اعمالی کی سزا بھگت کر اپنی اصلی حالت کی طرف ہی آتا ہے تو بے چارے بھنگی۔ اندھے۔ کوڑھی۔ جذامی سائل گدا۔ فاقہ پر فاقہ اٹھانے والے کیا ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے؟ اور ہمیشہ سے اسی حالت میں ہیں؟ کیونکہ بقول آپ کے جس درجہ جسمانی سے تنزل ہوا تھا اسی درجہ میں انتقال کیا جاتا ہے تو کیا ان معذوروں کی روحوں نے کوئی تمسک لکھ دیا ہوا ہے کہ ہمیں یہی حالت پسند ہے اور کہہ دیا ہے کہ

اور ہوں گے تیری محفل میں الجھنے والے　　　حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

(۶) اگر حیوانی قالب بھوگ جونی اور جرموں کے لیے سزا خانہ ہے تو آپ لوگوں کو مسلمانوں اور دیگر اقوام گوشت خوروں کا شکر گذار ہونا چاہیے جو جانوروں کو ذبح کر کے بہیترے آریوں کے بھائیوں بندوں کی نجات کراتے ہیں یا کرانے کے سبب ہیں۔

(۷) اگر قالب انسانی روحوں کے لیے اصل ہے اور آپ لوگوں کا یہ بھی اصول ہے کہ روح کی خواہش ترقی علم کی طبعی اور اصلی ہے اسی وجہ سے وہ باوجود قدیم ہونے کے خدا کے قابو میں آئی تاکہ اس سے جسم لے کر اپنے معلومات وسیع کرے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بہت سے انسان بالخصوص برہمن جو ہندوؤں میں بڑی اول درجہ کی شریف قوم ہے ترقی علم سے محروم ہیں؟ اگر اس قالب انسانی میں روح اپنے اصلی تقاضا کو پورا نہ کرے گی تو کون سے قالب میں کرے گی حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سوں کو علاوہ دنیاوی موانع کے قدرتی موانع بھی ہوتے ہیں مثلاً آنکھ سے اندھا ہونا یا کان سے بہرہ ہونا یا کسی ایسے نادار کے گھر میں پیدا ہونا جہاں بجز پیٹ پالنے کے (وہ بھی بھیک مانگنے اور پاخانہ اٹھانے سے) کچھ کر ہی نہیں سکتے۔

(۸) اگر انسانی قالب اصلی ہے اور جس قالب سے انتقال ہوتا ہے اسی قالب میں روح آتی ہے تو نابالغ بچے کیا اسی طرح مرتے رہیں گے اور ان کی روحیں ہمیشہ سے اسی طرح چھوٹی عمر میں بلکہ بعض ماں کی پیٹ میں ہی قالب چھوڑتی آئی ہیں اگر مذکورہ درجہ جسمانی کے معنی یہ بتلاؤ کہ امیری اور غریبی کی حالت مراد ہے اور تو پھر وہی سوال ہوگا کہ غریب بد معاش جنکو جو بوجہ ناداری کے سب برے اعمال کر گزرتے ہیں یہی ان کے لیے اصلی درجہ ہے تو ان بے چاروں کی کیسی شامت آئی کہ ایک تو بوجہ ناداری اور غریبی کے بد افعال کرنے پر دنیاوی حاکم انکو قید کریں اور پھر ان کی سزا میں بندر سور بھی بنیں پھر وہاں سے خلاصی پا کر بھی آویں تو حسب فتوی مکذب وہی ناداری اور غریبی کے قالب میں پر میشور انکو ٹھونسے۔ پھر اسی طرح ہمیشہ تک انکی بری گت ہوتی رہے اور اگر یہ نیک بھی ہوں تو کیا فائدہ؟ جبکہ تھوڑے گناہ پر بھی حیوانی قالب میں قید ہونا اور وہاں سے چھوٹ کر اصلی حالت (غریبی اور محتاجی) میں آتا ہے تو کیا نتیجہ ہوگا؟ اس سے تو بہتر ہے کہ اس بیچاری روح کو جو بقول آپ کے خدا کی پیدائش بھی نہیں اس چند روزہ زندگی کے احسانات کے بدلہ میں (جو اس غریبی اور محتاجی کی حالت میں خدا نے اس پر کیے تھے اور در در بھیک منگائی تھی) ان سے دگنے چوگنے برس قید کر لیا جاتا اور پھر ہمیشہ کیلئے اس کم بخت کو رہائی ہوتی اور اپنی کمائی سے آپ گذارہ کرتی اور ایسے خدا کو دور سے سلام کہتی۔ سچ پوچھو تو اگر خدا اسے چھوڑ دے تو کبھی بھی خدا کے سامنے نہ آوے اور ایک ہی بار کے آزمانے پر اس کے بلانے پر بھی دور سے اس کو لکھ بھیجے من[ل] جوب المجوب حلت به الندامة بلکہ اور روحوں کو بھی یہ کہہ کر روکے کہ

حسینوں سے نہ مل اے دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں　　　نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستم گر ناگ کالے ہیں

اگر انسانی قالب روحوں کے لیے اصل ہے اور حیوانی قالب قید خانہ تو بتلائے اگر ایک ہزار یا کم سے کم سو سال تک تمام مخلوق نیک کام کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے وہ لائق سزا ہوں تو بوجہ ان کی دینداری کے یہ تو حیوانات کے قالب میں جانے سے رہے ہاں البتہ حیوانات اپنی اپنی قید بھگت کر اصلی حالت (انسانی قالب) کی طرف آویں گے جس کی وجہ سے حیوانات میں ایک روز ایسی کمی ہوگی کہ ہمیں سواری کے لیے کوئی گھوڑا دودھ کے لیے کوئی گائے اور شہد کے لیے کوئی مکھی بھی نہ ملے گی تو پھر ان بیچارے نیکوں کا جو سو سال تک نیکی کے کاموں میں لگے رہے یہی انعام ہونا چاہیے تھا

ل آزمودہ کو آزمانے سے شرمندگی حاصل ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

مسلمانو اللہ اور رسول اور اپنے میں سے فرمانرواؤں کی تابعداری کرو

جب ہی تو تمہیں حکم ہوا کہ مسلمانو اللہ اور رسول کا کہا مانو اور اپنے فرماں رواؤں کی موافق شریعت کے تابعداری کرو

شان نزول

(**واولی الامر منکم**) حضرت اقدس نے ایک دفعہ کسی طرف فوج بھیجی اس کو حکم کیا کہ اپنے سردار کی تابعداری کرنا موقع پر پہنچ کر وہ سردار کسی وجہ سے فوج پر خفا ہو گیا حکم دیا کہ لکڑیاں بہت سی جلاؤ جب جل پڑیں تو بولا کہ تم جانتے ہو کہ آنحضرت نے تمہیں میری تابعداری کا حکم دیا ہوا ہے وہ بولے کہ بے شک دیا ہوا ہے بولا کہ میرا حکم ہے کہ اس آگ میں کود پڑو اس پر بعض کی رائے تو مصمم ہو گئی مگر دوسروں نے ان کو سمجھایا کہ ہم تو مسلمان ہی ہوئے تھے اسی غرض سے کہ آگ سے بچیں جب مسلمان ہو کر بھی ہمیں آگ ہی نصیب ہو تو اسلام نے ہمیں کیا فائدہ دیا؟ چنانچہ ایسا ہوا کہ کوئی بھی اس پر جرات نہ کر سکا جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس آگ میں کود پڑتے تو ہمیشہ اسی میں رہتے اس لیے کہ کسی مخلوق کی اطاعت خالق کی بے فرمانی میں جائز نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری) یعنی امور جائزہ میں اپنے افسروں کی اطاعت کرو اور خلافت شریعت میں نہیں۔

کہ جو آرام ان کو بدکاری میں تھا گاڑی سواری کو گائے بھینس دودھ پینے کو جانور بوجھ برداری کو وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا بلکہ بغور دیکھیں تو کل انتظام عالم میں فرق آ گیا اور اس وقت ان نیک بھگتوں کے منہ سے بے ساختہ نہیں نکلے گا

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اس ہماری تقریر سے نہ صرف مسئلہ تناسخ کا ابطال ہوا ہے بلکہ بغور دیکھیں تو کل ویدک مت (مذہب وید) کا بطلان لازم آتا ہے کیونکہ ویدک تعلیم میں یہ تقاضا ہی نہیں کہ میری پابندی سب لوگ کریں حالانکہ دین الٰہی کا یہ تقاضا ہونا ضروری ہے اس مسئلہ (عدم تقاضائے وید) کی مفصل بحث ہمارے رسالہ الہامی کتاب سے مل سکتی ہے جو عنقریب نکلنے والا ہے۔ (ان شاء اللہ)

(۱۰) بہ تبدیل الفاظ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر حیوانی قالب بھوگ جونی ہے تو ہم فرض کرتے ہیں کہ تمام دنیا میں سو دو سو سال تک تمام لوگ بدکار غدار (جیسا کہ آج کل عموماً ہے) زانی۔ شرابی کل کے کل اسی قسم کے ہو رہیں جن میں سے کوئی بھی انسانی قالب کے لائق نہ ہو۔ تو بتلائیے تمام دنیا کا انتظام کس طرح ہو گا جبکہ سارے ہی جیو (روح) بوجہ اپنی بدکاری کے حیوانی قالب میں چلے گئے اور ایک روز ایسا آ پہنچا کہ سب کے سب حیوانات ہی ہوں اور انسان ایک بھی نہ ہو تو نتیجہ اہل الرائے سوچ لیں۔

(**واولی الامر منکم**) اس آیت کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کے بعد اولوالامر کی اطاعت امور جائزہ میں واجب ہے۔ اولوالامر لفظ مرکب ہے جس کے معنی صاحب امر کے ہیں جس کو دوسرے لفظوں میں امیر یا حاکم کو کہتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیت موصوفہ کا شان نزول اسی طرح آیا ہے جیسا کہ ہم نے کالم شان نزول میں لکھا ہے۔ پس اس حدیث سے اس آیت کے معنی بالکل صاف ہو گئے کہ اولوالامر سے مسلمانوں کے امیر یا حاکم مراد ہیں۔ رہی یہ بحث کہ علماء مجتہدین کے قیاسات اور استنباطات کی اتباع واجب ہے یا نہیں سو اس بحث کا منشاء ہماری سمجھ میں تو آج تک نہ آیا نہ آئندہ کو آنے کی امید ہے اس لیے کہ علماء کی عصمت کا تو کوئی بھی قائل نہیں اصول فقہ میں صاف مذکور ہے کہ مجتہد کی بات بعض[1] دفعہ غلط بھی ہو جایا کرتی ہے۔ پس اگر اس کے قیاسات قرآن و حدیث سے مستنبط ہوں گے جن کو دوسرے لفظوں میں فہم

---

[1] المجتهد قد يصيب وقد يخطئ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

پھر اگر کسی معاملے میں تم کو باہمی جھگڑا پڑے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیرو اگر تم اللہ اور

بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور انجام کار اچھا ہے

ع ۵

پھر اگر کسی امر شرعی میں تم کو باہمی جھگڑا پڑے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیرو ایسے امور شرعیہ میں کہ جن میں خدا اور رسول کی نصوص صریحہ موجود ہوں حاکموں کی رائے پر چلنا تم کو جائز نہیں اگر تم اللہ کو اپنا مالک مانتے ہو اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو اسی طرح کئے جاؤ یہ کام ہر طرح سے بہتر ہے اور انجام کار بھی اچھا ہے ظاہر باطن میں احکام شریعت کو تسلیم کرو نہ کہ منافقوں کی طرح صرف ظاہر

قرآن و حدیث کہنا چاہیے تو ان کے ماننے اور تسلیم کرنے سے میں نہیں جانتا کہ کون مسلمان انکار کرے گا اور اگر بتقضائے انسانیت اور بمقتضائے بشریت ان سے کچھ خلاف ہو گیا تو کیا کسی ایمان کا ایمان بمقابلہ آیت یا حدیث اس کے ماننے کی اسے ہدایت کرے گا۔ پس مولانا عبدالحق صاحب تفسیر حقانی کا فرمانا کہ

> ”آج کل ایک فرقہ نیا پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو غیر مقلد اور اہل حدیث سے ملقب کرتا ہے اس (قیاس) کا منکر ہے اور اس کے جواب میں وہ احادیث پیش کرتے ہیں جن سے کتاب و سنت پر عمل کرنے کی تاکید اور قیاس مخالف کتاب و سنت کی برائی پائی جاتی ہے لیکن جمہور کو اس سے کب انکار ہے بلکہ کتب اصول فقہ میں احناف و شوافع کے علماء علام نے تصریح کر دی ہے کہ اول کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ پھر اجماع امت پھر قیاس اور جو قیاس حدیث کے بر خلاف ہو اس پر عمل کرنا درست نہیں نہ وہ قیاس درست ہے بلکہ امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نے تو صحابہ کے قیاس کے مقابلہ میں بھی اپنے قیاس کو معتبر نہ سمجھا چہ جائیکہ حدیث و اجماع کے خلاف ہیں (تفسیر مذکور جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

حیرت افزا ہے کہ کس زور و شور سے مولوی صاحب نے فرقہ اہل حدیث کا ذکر کیا اور کیسے حقارت آمیز الفاظ میں ان کا نام خدا خدا کر کے قلم سے نکالا مگر آخر بات نکلی تو یہ کہ ان کی دلیل کو معہ دعوی مولانا صاحب نے تسلیم فرما لیا اور بجز ظاہری خفگی کے اندرونی اتفاق سے اطلاع بخشی فنعم الوفاق اسی لیے ہم نے کہا کہ اس تنازع کو ہم آج تک نہیں سمجھے یہی وجہ ہے کہ ہم نے تفسیر میں ان مسائل پر بحث کرنا ہی اپنی حیثیت سے بالا جانا ہے مبارک ہیں وہ لوگ جو اس دعوی پر (کہ غیر نبی کا قول و فعل نبی کے مقابل سند نہیں) عملی ثبوت دکھا دیں ورنہ زبانی لفاظی پر جو خدا نے خفگی فرمائی ہے کسی سے مخفی نہیں صاف فرمایا ہے لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عنداللہ ان تقولوا مالا تفعلون (الصف-۲) کیوں وہ باتیں منہ پر لاتے ہو جو کر کے نہیں دکھاتے یہ تو اللہ کے ہاں بڑے غضب کی بات ہے کہ کہے پر عمل نہ کرو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

کیا تو نے[1] ان کو نہیں دیکھا جو دعوی کرتے ہیں کہ جو کچھ تجھ اور تجھ سے پہلے اترا ہے ہم

قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا

سب کو مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ شریروں سے فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو اس سے انکار کرنے کا حکم

بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

ہوچکا ہے اور شیطان چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کو بہکا کر دور ڈال دے- اور جب ان کو کوئی کہے کہ

تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ

اللہ کے اتارے ہوئے حکم اور اس کے رسول کی طرف آؤ تو تو منافقوں کو دیکھتا ہے تیرے سامنے آنے سے

صُدُوْدًا ۝ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ

رکتے ہیں- پھر کیا ہوگا جب ان کی ایسی بداعمالیوں کے سبب سے ان پر کوئی مصیبت پہنچے گی

يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝

تو تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آویں گے کہ واللہ باللہ ہم نے تو صرف بھلائی اور باہمی ملاپ چاہا تھا

کیا تو نے (اے محمد) اور تم نے اے مسلمانو ان کو نہیں دیکھا جو دعوی کرتے ہیں جو کچھ تیرے پر اور تجھ سے پہلے خدا کا کلام اترا ہے ہم سب کو مانتے ہیں اور حالانکہ حالت عملیہ ان کی بالکل اس کے مخالف ہے جب کبھی کوئی معاملہ آپڑے اور موافق شریعت خداوندی کے ان کا حرج ہوتا ہو تو اس صورت میں چاہتے ہیں کہ شریروں اور شریعت کے مخالفوں سے فیصلہ کرائیں حالانکہ پہلے ہی سے ان کو اس سے انکار کرنے کا حکم ہو چکا ہے مگر وہ باز نہیں آتے- اور شیطان بھی اپنی گھات میں ہے چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کو بہکا کر ہدایت سے دور ڈال دے- اور یہ اپنا نفع و نقصان نہیں جانتے اور جب ان کو کوئی کہے کہ اللہ کے اتارے ہوئے حکم اور اس کے رسول کی طرف آؤ جو کچھ فرمادیں اس کے موافق اپنے فیصلے کرو جب ان کو کسی طرح کا حرج معلوم ہو تو منافقوں کو دیکھتا ہے تیرے سامنے آنے سے رکتے ہیں بھلا پھر کیا ہوگا؟ جب ان کی ایسی بداعمالیوں کے سبب سے ان پر کوئی مصیبت پہنچے گی تو تیرے پاس قسم کھاتے ہوئے آئیں گے کہ واللہ باللہ ہم نے تو صرف بھلائی اور باہمی ملاپ چاہا تھا معاذ اللہ ہم خدانخواستہ آپ کے ارشاد سے منحرف تھوڑے ہی ہیں آپ ہم سے کسی نوع کا رنج نہ رکھیں ہمارے لیے دعا کریں خدا ہماری تکلیف دور کردے غرض ایسی ویسی ادھر ادھر کی بہت سی باتیں ملائیں گے-

شان نزول

[1] (الم تر الی الذین یزعمون) ایک یہودی اور مسلمان منافق میں کچھ تنازع تھا یہودی نے کہا اس کا فیصلہ محمد (ﷺ) کے پاس لے چلتے ہیں منافق نے بوجہ اس کے کہ دل میں جانتا تھا کہ میں کبھی غلطی پر ہوں اور آنحضرت تو غلطی کی حمایت نہ کریں گے آنحضرت کی خدمت میں حاضری سے انکار کیا اور ایک یہودی کا نام لیا کہ اس کے پاس چلیں جو کچھ وہ فیصلہ دے گا منظور کروں گا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہاں کچھ دے کر کام بن جائے گا آخر وہ یہودی بھی مجبور ہو گیا اور دونوں ایک کاہن کے پاس فیصلہ کو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور منافق بظاہر مومن کی کلی کھل گئی- (معالم)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل

ان کے دلوں کی بات خدا کو معلوم ہے پس تو ان سے منہ پھیر اور نصیحت کیا کر اور نہایت نرم بات اثر کرنے والی ان کو

لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ

کہہ۔ اور ہم نے جو جو رسول بھیجے ہیں وہ اسی لیے بھیجے کہ ان کی اطاعت کی جائے ہمارے حکم سے اور جب انہوں نے اپنا برا کیا تھا تیرے پاس

بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَ

آکر خدا سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش مانگتا تو اللہ کو معافی

اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا

دینے والا مہربان پاتے۔ پس تیرے رب کی قسم ہرگز یہ لوگ ایماندار

يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ

نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑوں میں تجھ کو ہی منصف نہ بناویں گے پھر اپنے دلوں میں

حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا

تیرے فیصلہ سے ناراض نہ ہوں بلکہ اس کو قبول کر لیں۔ اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنی جانوں کو قتل

أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ

کرو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو بہت ہی کم لوگ ان میں سے کرتے اور جو کچھ ان کو نصیحت

فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾

کی جاتی ہے اگر اس پر عمل کرتے تو ان کے لئے ہر طرح سے بہتر اور ثابت قدمی کا موجب ہوتا

ان کے دلوں کی بات خدا کو معلوم ہے پس تو ان کو برا بھلا کہنے سے منہ پھیر اور نصیحت کر چھوڑا کر نہ سختی سے بلکہ نہایت نرم بات اثر کرنے والی ان کو کہہ کہ یہ بڑے کتنے ہی تیرے مخالف کوشش کریں تیری ترقی کو کسی طرح مسدود نہ کر سکیں گے اس لیے کہ تیری ترقی کے ہم خود حامی اور ذمہ دار ہیں کیوں نہ ہو یہ تو عام قاعدہ ہے کہ رسول ہم اسی لیے بھیجتے ہیں کہ ہمارے حکم سے لوگ اس کی تابعداری کریں سو تیرے سے بھی یہی معاملہ ہوگا ہزاروں اور لاکھوں بلکہ کروڑہا تک تیرے ماننے والوں کی نوبت پہنچے گی۔ اور اگر یہ لوگ بھی اس وقت جب انہوں نے بوجہ انکار کے اپنا برا کیا تھا تیرے پاس اگر خدا سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کی منت اور اخلاص کو دیکھ کر ان کے لئے خدا سے بخشش مانگتا تو اللہ کو ضرور اپنے حق میں معافی دینے والا مہربان پاتے پس تیرے رب کی قسم ہرگز یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑوں میں تجھ ہی کو منصف نہ بناویں گے پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلے سے ناراض نہ ہوں بلکہ اس کو بخوشی قبول کرلیں یہ تو ان کا حال سیدھے سادھے احکام کے متعلق ہے اگر ہم اس پر فرض کردیتے کہ اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں قتل کردیا اپنے گھروں سے باہر نکل جاؤ تو شاید بہت ہی کم لوگ ان میں سے کرتے اور اکثر بالکل علانیہ منکر ہو بیٹھتے اور جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اگر اس پر عمل کرتے تو ان کے لئے ہر طرح سے بہتر اور ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

اور اس وقت ہم ان کو اپنے ہاں سے بڑا ثواب دیتے۔ اور ان کو راہ راست پر پہنچا دیتے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

اور جو لوگ اللہ[1] اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں وے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیے یعنی

وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

نبی اور صدیق اور شہید اور نیکوکار اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔ یہ مہربانی

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا

خدا کی طرف سے ہوگی اور اللہ ہی جاننے والا کافی ہے۔ مسلمانو اپنے بچاؤ لے لیا کرو

حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ

پھر چاہے متفرق ہوکر۔ نکلو یا جمع ہوکر کوئی تم سے سستی کرتا ہے پھر اگر تم کو کسی

اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾

طرح کی تکلیف پہنچے تو کہتا ہے کہ خدا نے مجھ پر بڑا ہی احسان کیا جو میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا

ع ۱۱

اور اس وقت ہم انکو اپنے ہاں بڑا ثواب دیتے اور ان کو راہ راست کی منزل پر پہنچا دیتے اس لئے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے احسان اور انعام کئے یعنی اللہ کے نبی اور صدیق اور شہید اور نیکوکار اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں ان کی صحبت میں رہنے والا بھی وہی انعام پائے گا جو ان کو ملے گا یہ مہربانی خاص خدا کی طرف سے ہوگی نہ کسی مخلوق کی طرف سے جو ان پر کسی قسم کا احسان جتلائے اور اللہ ہی جاننے والا کافی ہے موافق اپنے علم کے ان کو دے گا ان کو سوال تک کی بھی نوبت نہ پہنچے گی چوں کہ غیب دانی خاصہ خدا ہے جو تم میں نہیں پایا جاتا لہذا تم مسلمانو اپنے دشمنوں سے بچاؤ کرنے کے لیے اپنے ہتھیار لے لیا کرو۔ پھر چاہے متفرق ہو کر نکلو یا جمع ہو کر غرض جس طرح اپنے لئے مناسب سمجھو عمل کرو مگر وقت ضرورت ضرور ہی نکلو ہم جانتے ہیں کہ کوئی تم میں سے بوجہ ضعف ایمان یا نفاق قلبی کے سستی کرتا ہے اور جنگ میں نہیں نکلتا ہے۔ پھر اگر اتفاقاً تم کو کسی طرح کی تکلیف پہنچے تو وہ بطور شکر یہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھ پر بڑا ہی احسان کیا جو میں ان مسلمانوں کے ساتھ حاضر نہ تھا۔

شان نزول

[1] (من يطع الله والرسول) ایک شخص ثوبان نامی آنحضرت سے نہایت محبت رکھتا تھا ایک دفعہ نہایت بے قراری میں بھاگا آیا آپ نے پوچھا ثوبان کیا حال ہے؟ اچھے ہو کہا کہ حضرت اچھا ہوں کوئی بیماری نہیں فقط میں نے آج آپ کی زیارت نہ کی تھی اس لیے گھبراہٹ ہوئی اور مجھے قیامت یاد آئی تو اور بھی زائد رنج ہوا اس لیے کہ جنت میں آپ بلند مرتبہ انبیاء کے ساتھ ہوں گے وہاں ہماری رسائی کیسے ہوگی؟ کہ ہم دیدار پرانوار سے مشرف ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

راقم کہتا ہے کہ آپ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ ہر معاملہ میں آپ کی سنت ملحوظ رکھ کر اس پر عمل کرے ورنہ دعوی محبت غلط۔

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ

اور اگر تم پر خدا کی طرف سے مہربانی ہو تو کہتا ہے ہائے افسوس میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو

مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ

بڑی مراد پاتا گویا تم میں اور اس میں کبھی دوستی نہ تھی- پس جو لوگ دنیا کو آخرت

اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ

کے بدلہ میں بیچ دیتے ہیں اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ

لڑے پھر مارا جائے یا غالب آجائے ہم اس کو بہت بڑا بدلہ دیں گے- تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ

راہ میں اور ان ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچانے کو نہیں لڑتے ہو جو

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا

کہتے ہیں اے ہمارے مولا ہم کو اس ظالموں کے شہر سے نکال اور ہمارے لئے اپنے ہاں سے کوئی حمایتی مقرر

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ

کر اور کوئی مددگار بنا- جو مومن ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا

جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں سو تم شیطان

اور اگر تم پر خدا کی طرف سے مہربانی ہو جائے تو ہاتھ ملتا ہوا کہتا ہے ہائے افسوس میں بھی ان کے ساتھ جنگ میں ہوتا تو آج ان کی طرح بڑی مراد پاتا پھر تو اس تمہارے مال و دولت پر ایسا رنج کرتا ہے کہ گویا تم میں اور اس میں کبھی دوستی کی نسبت ہی نہ تھی ورنہ یہ تو سمجھتا کہ گو مجھ کو فائدہ نہیں پہنچا مگر جبکہ میرے دوستوں کو پہنچا ہے تو فی الجملہ مجھے بھی خوش ہونا چاہیے- مگر یہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ اس نے دنیا کو دین پر مقدم سمجھ رکھا ہے مگر خالص مومنوں کی یہ عادت نہیں وہ تو دین کو دنیا پر ہر حال میں ترجیح دیتے ہیں بلکہ دنیا کو دین کے عوض حسب موقع فروخت کر دیتے ہیں پس جو لوگ دنیا کے فواید کو آخرت کے بدلہ میں بیچ سمجھ کر گویا بیچ دیتے ہیں اور دنیا کو چھوڑ کر دین لیتے ہیں اللہ کی راہ میں آخرت حاصل کرنے کو دین کے دشمنوں سے جب وہ ان کو تنگ کریں تو خوب جنگ کریں یہ نہ سمجھیں کہ مقتول ہونے پر ہی یہ بدلہ ان کو ملے گا بلکہ جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑائی کرے پھر چاہے وہ مارا جائے یا دشمن پر غالب آجائے دونوں حالتوں میں ہم اس کو بہت بڑا بدلہ دیں گے اس قدر جہاد کی فضیلت سنکر بھی تمہیں کیا ہوا کہ مستعد ہو کر اللہ کی راہ میں اور ان بیچارے ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچانے کو نہیں لڑتے ہو جو کفار کی تکلیف سے بجان آکر کہتے ہیں کہ اے ہمارے مولا ہم کو اس ظالموں کے شہر سے کسی وجہ سے نکال اور ہمارے لئے اپنے ہاں سے کوئی حمایتی مقرر کر اور کوئی مددگار بنا سنو جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں سو تم شیطان

أَوْلِيَاءَ الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

کے دوستوں کو مارو شیطان کی تدبیر نہایت سست ہے- کیا تو نے ان کو نہیں

قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ

دیکھا جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو بند رکھو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو پس جب ان پر لڑنے کا

عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ

حکم ہوا تو ان میں سے ایک جماعت لوگوں سے (بوجہ بزدلی کے) ایسا ڈرتی ہے جیسے کہ اللہ سے ڈرنا چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ

وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ

اور کہتے ہیں اے ہمارے مولا کیوں تم نے ہم پر ابھی سے جہاد فرض کردیا کیوں تھوڑی سی مدت تک ہم کو تاخیر نہ دی تو کہہ دے

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝

دنیا کے سامان تو بہت ہی قلیل ہیں آخرت (کا گھر) پرہیزگاروں کے لئے بہت بہتر ہے اور تم پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا-

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ

جہاں تم ہوگے موت تم کو آدبائے گی گو تم بڑے مضبوط قلعوں میں ہی ہو اگر ان کو بھلائی

حَسَنَةٌ يَقُولُوا هٰذِهِ مِنْ عِندِ اللّٰهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هٰذِهِ مِنْ

پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو کہتے ہیں یہ تیری

کے دوستوں کو مارو وہ تم پر کسی طرح غالب نہیں آسکیں گے اس لیے کہ ان کے حمایتی شیطان کی تدبیر نہایت سست ہے- بایں ہمہ بعض ظاہری مسلمانوں کے حوصلے بہ نسبت سابق کے بھی پست ہوگئے ہیں- کیا تو نے ان کو نہیں دیکھا جن کی جہاد کی درخواست پر ان کو حکم ہوا تھا کہ ابھی جنگ کا موقع نہیں اپنے ہاتھوں کو لڑنے سے بند رکھو اور خاموش ہو کر صبر سے نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو پس جب ان پر جہاد کا حکم ہوا تو ان میں سے ایک جماعت لوگوں سے بوجہ بزدلی کے ایسے ڈرتے ہیں جیسے کہ اللہ سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بطور رنج کے کہتے ہیں اے ہمارے مولا کیوں تو نے ہم پر ابھی سے جہاد فرض کردیا کیوں تھوڑی سے مدت تک تو نے ہم کو تاخیر نہ دی تو (اے محمد) ان سے کہہ دے کہ بھلا کب تک جیوگے دنیا کی زندگانی اور اس کے سامان تو بہت ہی قلیل ہیں اس میں دل لگا کر کیا لوگے ؟ آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہت بہتر ہے جہاں تم کو پورا بدلہ ملے گا اور تم پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا- یہ بھی ضروری نہیں کہ تم میدان جنگ میں مرہی جاؤ اور بغیر جنگ کے ہمیشہ زندہ رہو بلکہ جہاں تم ہوگے خواہ میدان جنگ میں ہو یا اپنے گھروں میں عورتوں کے پاس ہو وقت مقررہ پر موت تم کو آدبائے گی گو تم اس وقت بڑے مضبوط قلعوں میں ہی ہو تعجب ہے کہ بجائے فرمانبرداری اور اطاعت کے ایسے ہورہے ہیں کہ اگر ان کو بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہم کو پہنچی ہے اور اگر اتفاقاً کوئی تکلیف پہنچے تو کہتے ہیں یہ تیری

شان نزول

ل (قیل لهم كفوا ايديكم) بعض صحابہ نے بوجہ تکلیف شدید مشرکین مکہ کے آرزو ظاہر کی تھی کہ ہمیں لڑنے کی اجازت ہو حکمت الٰہی کا تقاضا نہ تھا آنحضرت ﷺ نے بھی اجازت نہ دی جب مدینہ میں حکم نازل ہوا تو بعض سادہ لوح اس سے گھبرائے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- (معالم)

عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ

طرف سے ہے تو کہہ ہر ایک اللہ کی طرف سے ہے پھر ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات بھی نہیں سمجھتے- جو تجھ

حَدِيْثًا ۝ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ

کو بھلائی پہنچے ہے وہ تو اللہ کی مہربانی سے ہے اور جو تجھ کو تکلیف پہنچے ہے وہ تیرے نفس سے ہے

فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مَنْ

اور ہم نے تو تجھ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور خدا ہی گواہ کافی ہے- جو شخص خدا

يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ۭ

کے رسول کی تابعداری کرتا ہے وہ اللہ کی تابعداری کرتا ہے اور جو منہ پھیرتا ہے ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان کر کے نہیں بھیجا

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ

کہتے ہیں کہ ہم حاضر ہیں پھر جب تیرے پاس سے علیحدہ ہوتے ہیں تو ایک جماعت ان میں سے تیرے کہنے کے خلاف مشورے

الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ

کرتی ہے ان کے مشورے اللہ کے ہاں محفوظ ہیں پس تو ان سے منہ پھیر اور اللہ ہی پر بھروسہ کر

طرف سے ہے ممکن نہیں کہ کوئی شے بغیر حکم الٰہی کے ہوسکے پھر ان لوگوں نافہموں کو کیا ہوا کہ ایسی صریح بات بھی نہ سمجھتے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے گو یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر ایک کام کے اسباب ہوتے ہیں مگر اس طور سے نہیں جیسے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک کی نحوست سے دوسرے کو تکلیف پہنچے بلکہ اصل یہ ہے کہ جو تجھ کو (اے مخاطب) بھلائی پہنچے وہ تو محض اللہ کی مہربانی سے ہے کیونکہ کسی کا خدا کے ذمہ کسی طرح کا حق نہیں جو کچھ ہے اس کا احسان ہے اور جو تجھ کو تکلیف پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے یعنی بعض اوقات مناسب مصلحت خفیف سی تکلیف پہنچانی منظور ہوتی ہے نحوست کو تیری طرف نسبت کرنا بالکل لغو اور جھوٹ ہے کیونکہ ہم نے تو تجھ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور تیری تبلیغ رسالت پر خدا ہی گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے کہ تو نے ان کو پہنچا دیا اگر تیری مانیں گے تو خدا کی خوشنودی حاصل کریں گے اور اگر بے ادبی کریں گے تو سزا پائیں گے کیونکہ جو شخص خدا کے رسول کی تابعداری کرتا ہے در حقیقت وہ اللہ کی تابعداری کرتا ہے جس نے اس کو بھیجا ہے اور جو تیری اطاعت سے منہ پھیرتا ہے تیرا کچھ نہیں بگاڑتا کیونکہ ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان کر کے نہیں بھیجا کہ ان کے بگڑنے کا تجھ سے جواب طلب ہو ہم ان کی حالت کو خوب جانتے ہیں علاوہ بد اعمالیوں کے دوزخی چال چلتے ہیں- تیرے سامنے آکر کہتے ہیں کہ ہم تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں- پھر جب تیرے پاس سے علیحدہ ہوتے ہیں تو ایک جماعت ان میں سے یعنی سرگروہ ان کے تیرے کہنے کے خلاف بہتان باندھتے اور مشورے کرتے ہیں جس سے لوگوں کو تیری طرف سے نفرت ہو یاد رکھیں ان کے مشورے اور بہتان اللہ کے ہاں محفوظ ہیں- جن کی سزا ان کو بھگتنی ہوگی پس تو ان سے منہ پھیر اور ان کی پرواہ نہ کرو اور اللہ ہی پر بھروسہ کر

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ

خدا ہی کارساز کافی ہے- کیا قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ سوا خدا کے کسی اور کی طرف سے ہوتا

لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ

تو اس میں کئی طرح کا اختلاف پاتے- اور جب ان کے پاس کسی طرف کے امن یا خوف کی بات پہنچتی

اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ

ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس خبر کو رسول تک اور مسلمانوں کے بااختیار لوگوں کے پاس پہنچاتے تو ان میں سے تحقیق کرنے والے اس

يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ

خبر کو محقق کرتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو بجز چند لوگوں کے سب کے سب شیطان کے پیچھے ہو

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

لیتے- پس تو اللہ کی راہ میں جہاد کر تو اپنی جان کا ہی ذمہ دار ہے مسلمانوں کو بھی رغبت دے عنقریب

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

خدا کافروں کی جنگ کو روک دے گا اور خدا کی جنگ زبردست اور اس کا عذاب بہت ہی سخت ہے

اس لیے کہ خدا ہی کارساز کافی ہے کیا ایسے منصوبہ بازی میں وقت ضائع کرتے ہیں اور اس قرآن شریف میں غور نہیں کرتے کس طرح ان کا راز افشا صاف صاف لفظوں میں کرتا ہے کہ ان کو مجال تکذیب نہیں ہوتی اگر یہ قرآن سوا خدا کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں کئی طرح کا اختلاف پاتے جس سے اس کی تکذیب کا ان کو موقع ملتا اور ان کی چالبازی سنو کہ جب ان کے پاس کسی طرف کے امن یا خوف کی بات پہنچتی ہے تو بلا سوچے سمجھے اس کو مشہور کر دیتے ہیں تاکہ ملک میں بدنظمی پھیلے اور اگر اس خبر کو سن کر ہمارے رسول تک اور مسلمانوں کے بااختیار لوگوں کی طرف پہنچاتے تو ان میں سے تحقیق کرنے والے اس خبر کو محقق کرتے اور نتیجہ نکالتے اگر اس کی اشاعت میں مصلحت ہوتی تو کرتے نہیں تو اس کو مخفی رکھتے سچ تو یہ ہے کہ مسلمانو اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی موقع بموقع ان منافقوں کی چالبازی سے تم کو مطلع نہ کرتا اور فتح پر فتح نمایاں نہ دیتا تو بجز چند محقق لوگوں کے سب کے سب شیطان کے پیچھے ہو لیتے کچھ تو ان منافقوں کی کارگذاری سے اور کچھ تکلیف دینی اور شکست کھانے سے پس اس شکر کے بدلہ میں کہ تیری امت کو خدا نے ان دونوں بلاؤں سے محفوظ رکھا اللہ کی راہ میں مستعد ہو کر جہاد کر خواہ تیرے ساتھ کوئی ہو یا نہ ہو تو اپنی جان کا ہی ذمہ وار ہے سو پورا کر اور مسلمانوں کو بھی اس کار خیر کی رغبت دے -اگر مستعد ہو کر خدا کے حکموں کی تعمیل کئے جاؤ گے تو عنقریب خدا تمہارے دشمنوں کافروں کی جنگ کو روک دے گا اور ان کو مغلوب کر دے گا پھر وہ تمہارے سامنے ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اس لیے کہ تمہارا حامی خدا ہو گا اور خدا کی جنگ زبردست اور اس کا عذاب بہت ہی سخت ہے -اسی طرح تو مسلمانوں کو ترغیب دیتا رہ تیرا کیا حرج ہے؟ مانیں یا نہ مانیں تجھے تو ہر حال میں اس کا ثواب مل جائے گا

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً

جو شخص بھلی بات کی سفارش کرتا ہے اس کو اس میں سے حصہ ملتا ہے اور جو کسی کو برے کام کی راہنمائی کرتا ہے اس

يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ

کو بھی اس برائی کا حصہ پہنچتا ہے اللہ ہر ایک چیز پر محافظ ہے۔ جس وقت تم کو کوئی سلام کہے

فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

تو اس کے سلام کا جواب اچھا سلام دو یا اسی جیسا (سلام) پھیر دو خدا ہر چیز کا حساب لینے والا ہے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۗ وَمَنْ اَصْدَقُ

اللہ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں بلاشبہ قیامت کے روز تم کو جمع کرے گا اللہ سے زیادہ راست گو

مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۗ

کون ہے۔ پھر کیوں تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ (ہو کر متفرق) ہوگئے ہو اللہ نے ان کو گمراہ کر دیا پھر کیا

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۗ

تم خدا کے گمراہ کیے کو راہ پر لانا چاہتے ہو

کیونکہ جو شخص بھلی بات کی سفارش کرتا ہے کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے اس ناصح کو تو ضروری اس میں سے حصہ ملتا ہے اور ایسا ہی جو کسی کو برے کام کی راہنمائی کرتا ہے اس کو بھی اس برائی کا حصہ پہنچتا ہے پھر چاہے کوئی چھپ کر کرے یا ظاہر کسی صورت میں اسکی کمی نہ ہوگی کیونکہ اللہ ہر ایک چیز پر محافظ ہے ہمیشہ لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے رہو اور خوش خلقی سے پیش آؤ خوش خلقی سے ہدایت کی اشاعت ہوتی ہے جب ہی تو تمہیں کہیں کہ جس وقت تم کو کوئی سلام کہے تو اس کے سلام سے اچھا سلام اس کو دو یعنی السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ کہو یا اسی جیسا سلام پھیر دو کہ السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام پر ہی قناعت کرو۔ غرض ہر طرح سے اس کا جواب دو کہ موجب تمہاری محبت اور اتفاق کا ہو اور یہ جانو کہ تمہارے حرف حرف کا بدلہ ملے گا کیونکہ خدا ہر چیز کا حساب لینے والا ہے ان صفات کا اس میں ہونا ضروری ہے اس لیے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں تمام جہان کا مالک پرورش کنندہ وہی ہے اسی نے تمہیں دنیا میں پیدا کر کے ڈھیل دے رکھی ہے انجام کار بلاشبہ قیامت کے روز تم کو جمع کرے گا جہاں تمہیں حساب دینا ہوگا اس واقع کو بالکل سچا جانو اللہ سے زیادہ راست گو کون ہے جس کی بات پر یقین لاؤ گے خدا ہی تو ابتداء سے تمہارے دشمنوں کے حال تم پر ظاہر کرتا رہا جن کو تم نے بالکل مطابق پایا پھر کیوں تم منافقوں کے بارے میں جو اعلیٰ درجہ کے تمہارے دشمن ہیں دو گروہ ہو کر متفرق ہوگئے ہو بعض ان کو مسلمان جانیں اور بعض ان کو کافر کہیں حالانکہ وہ یقینی کافر ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان کو بوجہ ان کی بداعمالیوں کے گمراہ کر دیا اب وہ ہرگز راہ پر نہیں آسکیں گے کیونکہ جس کی نسبت جناب باری میں سزا کا فتویٰ لگ جائے اسے کوئی منسوخ نہیں کر سکتا پھر کیا تم خدا کے گمراہ کیے ہوئے کو راہ پر لانا چاہتے ہو۔ ہرگز تم اس خیال میں کامیاب نہ ہو گے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

خدا جس کو راہ نہ دے تو اس کے لئے کوئی صورت نہ پاوے گا- وہ چاہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہوکر ایک سے

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

ہوجاؤ پس تو ان میں سے کسی ایک کو بھی دوست نہ بناؤ جب تک وہ گھر چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نہ نکلیں اور

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

اگر منہ پھیریں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کر ڈالو اور ان میں سے نہ تو کسی کو دوست بناؤ اور نہ

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ

حمائتی- ہاں ان کو نہ مارو جو تمہارے معاہدہ والوں سے معاہدہ رکھیں یا تمہارے لڑنے اور اپنی

جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ

قوم (کفار) سے لڑنے سے باز آکر تمہارے پاس آجاویں اگر خدا چاہتا تو انہیں

اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا

کو تم پر غالب کردیتا پھر وہی تم کو مارتے پس اگر وہ تم سے کنارہ کش ہوں اور تم سے نہ لڑیں اور

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ

تمہاری طرف صلح کے پیغام بھیجیں تو ان سے لڑائی کی خدا نے تم کو اجازت نہیں دی- اور لوگ ایسے بھی تم کو ملیں گے کہ جو چاہیں گے کہ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ

تم سے امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی جب کوئی ان کو فساد کی طرف بلائے گا تو (بھاگ کر) اس کی طرف جائیں گے

اس لیے کہ خدا جس کو بداعمالی کی سزا میں راہ نہ دے تو اس کے لیے کوئی صورت نہ پائے گا کہ کسی طرح اس کو راہ راست پر لاوے تم اس کے ایمان کی نسبت جھگڑتے ہو اور وہ چاہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو کر ایک سے ہو جاؤ پس جب ان کی یہ حالت ہے تو ان میں سے کسی ایک کو بھی دوست نہ بناؤ جب تک وہ گھر چھوڑ کر اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے نہ نکلیں اور ثابت قدم نہ رہیں اور اگر باوجود دعوی اسلام کے اس سے منہ پھیریں اور دھوکہ دہی اور چال بازی سے باز نہ آویں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کر ڈالو اور ان میں سے نہ تو کسی کو دوست بناؤ اور نہ حمائتی ہاں ان کو نہ مارو جو تمہارے معاہدہ والوں سے معاہدہ رکھیں یا تمہارے لڑنے اور اپنی قوم (کفار) سے لڑنے سے باز آکر تمہارے پاس آجائیں اور تم سے صلح جوئی کریں اپنی قوت بازو کے غرور میں ایسے لوگوں کو نہ مارو اور خدا کا شکر بجالاؤ کہ تم کو ان پر فتح عنایت کی ورنہ اگر خدا چاہتا تو انہیں کو تم پر غالب کر دیتا پھر وہی تم کو مارتے پس اگر وہ تم سے کنارہ کش ہوں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کے پیغام بھیجیں تو ان کے در پے ہرگز نہ ہو اس لئے کہ ان سے لڑائی کی خدا نے تم کو اجازت نہیں دی ہاں انہی کی قسم کے اور لوگ ایسے بھی تم کو ملیں گے جو بظاہر چاہیں گے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی لیکن عملی کاروائی ان کی یہ ہوگی کہ جب کوئی ان کو جھگڑے فساد کی طرف بلائے گا تو بھاگ کر اس کی طرف جائیں گے-

فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَ
پس اگر وہ تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور تمہاری طرف صلح کے پیغام نہ بھیجیں اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں تو ان کو پکڑو

اقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾
اور جہاں پاؤ ان کو قتل کر ڈالو انہیں لوگوں پر اللہ نے تم کو غلبہ عظیم دینا ہے۔ کسی مسلمان کا کام نہیں کہ کسی

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ
مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی سے جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے مار دے تو وہ ایک غلام

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ
مسلمان آزاد کرے اور اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا دیوے مگر جب وارث اس کو معاف کردیں اور اگر وہ تمہارے دشمنوں

عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ
میں سے ہے مگر خود مسلمان ہے تو صرف مسلمان غلام کا آزاد کرنا (واجب ہے) اور اگر وہ تمہارے معاہدہ دار قوم میں سے ہے

وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ
تو اس کے وارثوں کو خون بہا دینا اور ایک غلام مسلمان کا آزاد کرنا ضروری ہے پھر جو شخص غلام نہ پاوے تو دو

يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾
مہینے پے درپے روزے رکھے یہ اللہ کے ہاں سے معافی ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ جو شخص

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ
مومن کو دانستہ قتل کر ڈالے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور خدا کا غضب اور

پس اگر وہ تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام نہ بھیجیں اور اپنے ہاتھوں کو تمہاری لڑائی سے نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ ان کو قتل کر ڈالو انہیں لوگوں پر اللہ نے تم کو غلبہ دینا ہے۔ ہاں مسلمانوں کے قتل سے پرہیز کرو کسی مسلمان کا کام نہیں کہ کسی مسلمان کو دانستہ قتل کرے مگر غلطی سے ہو تو امر دیگر ہے اس کا تدارک یوں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے مار دے تو وہ ایک غلام مسلمان آزاد کرے اور اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا دیوے مگر جب وارث اس کے خون بہا کو خود ہی معاف کردیں تو معاف بھی ہو سکتا ہے اور اگر وہ مقتول تمہارے دشمنوں یعنی حربی کفار میں سے ہے مگر خود مسلمان ہے تو صرف مسلمان غلام کا آزاد کرنا مقتول کے ذمہ ہی۔ اور اگر وہ مقتول مومن تمہارے معاہدہ دار قوم میں سے ہے تو اس کے وارثوں کو خون بہا دینا اور ایک غلام مسلمان کا آزاد کرنا ضروری ہے پھر جو شخص غلام یا اس کی قیمت نہ پائے تو دو مہینے پے درپے روزہ رکھے یہ اللہ کے ہاں سے معافی ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اس کے علم و حکمت کا یہی تقاضا ہے کہ پہلی باتیں تم کو بتلاوے اور ذرہ سے جھکنے پر بھی معافی دیدے۔ البتہ جو شخص مومن کو بلحاظ ایمان دانستہ قتل کر ڈالے تو اس کا بدلہ اس گناہ کی سزا میں جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور خدا کا غضب

عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ

لعنت اس پر ہوگی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔ مسلمانو جب کبھی تم اللہ کی راہ میں سفر کو

فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوۡا وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤى اِلَيۡكُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا ۚ

جاؤ تو بخوبی دریافت کرلیا کرو اور جو کوئی تم کو السلام علیکم کہے تو اس کو مت کہو کہ تو مسلمان نہیں

تَبۡتَغُوۡنَ عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ فَعِنۡدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيۡرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ

کیا دنیا کا اسباب لینا چاہتے ہو خدا کے ہاں غنیمتیں بہت ہیں۔ تم بھی پہلے اسی طرح

كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَتَبَيَّنُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ۝ لَا يَسۡتَوِى

تھے لیکن اللہ نے تم پر احسان کیا پس تم بخوبی دریافت کرلیا کرو خدا تمہارے کاموں سے آگاہ ہے۔ بے عذر مسلمان

الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ غَيۡرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالۡمُجٰهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ

بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں

اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِيۡنَ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ

اپنے مال اور جان سے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر خدا نے مرتبہ میں بڑائی دے رکھی ہے

عَلَى الۡقٰعِدِيۡنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى ؕ

دونوں کو عام طور سے اچھا وعدہ دیا ہے

اور لعنت اس پر ہوگی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار ہے اس خیال سے کہ تم بھی اس عذاب میں کہیں مبتلا نہ ہو جاؤ تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ مسلمانو جب کبھی تم اللہ کی راہ میں سفر کو جاؤ تو مخاطبوں کا حال بخوبی دریافت کرلیا کرو کہ مومن ہیں یا کافر تاکہ غلطی سے کسی مسلمان کو نہ مار دو اور جو کوئی ناواقفی میں تم کو السلام علیکم کہے تو اس کو مت کہو کہ تو مسلمان نہیں یونہی ہم کو فریب دیتا ہے کیا تم اس کو مار کر دنیا کا اسباب لینا چاہتے ہو دینی بدلہ تو اس میں نہیں اگر تم کو مال اسباب کی ہی خواہش دامن گیر ہے تو اللہ سے مانگو وہ ضرور تم کو دے گا کیونکہ خدا کے ہاں غنیمتیں بہت ہیں اگر تم سمجھو کہ یہ شخص مسلمان ہوتا تو کافروں کو چھوڑ کر پہلے ہی سے ہم میں کیوں نہ آملتا تو جان لو کہ تم بھی پہلے اسی طرح کفار سے دبے ہوئے تھے لیکن اللہ نے تم پر احسان کیا پس تم بخوبی دریافت کرلیا کرو اس میں ہرگز سستی نہ ہونے دو دل میں سمجھ رکھو کہ خدا تمہارے کاموں سے آگاہ ہے اس حکم سے ڈر کر ایسا بھی نہ کرو کہ جہاد ہی چھوڑ دو۔ پھر تو تم ثواب عظیم سے محروم رہ جاؤ گے اس لئے کہ بے عذر مسلمان گھر میں بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنیوالے برابر نہیں ہیں اپنے مال و جان سے لڑنے والوں کو گھر میں بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ میں بڑائی دے رکھی ہے ہاں دونوں کو عام طور سے اچھا وعدہ دے رکھا ہے انکے ایمان

شان نزول

[۱] (یا ایھا الذین امنوا) ایک دفعہ صحابہ کے لشکر کے مقابل ایک شخص سلام کہتا ہوا آیا اس کی غرض یہ تھی کہ چونکہ میں مسلمان ہوں ان کو خبر کردوں تاکہ غلطی سے مجھے قتل نہ کر ڈالیں صحابہ میں سے ایک شخص نے اس خیال سے کہ یہ صرف ظاہرداری کرتا ہے اسے قتل کر ڈالا چونکہ یہ قتل قانون اسلامی کے خلاف تھا اس لئے یہ آیت نازل ہوئی بالاختصار۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً

اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ثواب عظیم کی فضیلت عطا کی ہے۔ کئی درجے اپنی طرف سے اور بخشش

وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ

اور مہربانی اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ ان لوگوں کو جو اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں فوت کرتے

اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ

وقت فرشتے پوچھتے ہیں آپ کہاں تھے وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم مجبوری سے زمین میں رہتے تھے فرشتے کہیں کہ

تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ

خدا کی زمین فراخ نہ تھی کہ اس میں تم ہجرت کر جاتے سو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بری

مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

جگہ ہے۔ ہاں وہ ضعیف مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ نکلنے کی طاقت رکھتے ہیں اور

حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ

نہ راہ پہچانتے ہیں۔ سو امید ہے کہ ایسوں کو خدا معاف کرے گا اللہ بڑا معاف

اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

کرنے والا بخشنے والا ہے

اور اعمال صالحہ کا بدلہ جنت میں ان کو ملے گا اور مجاہدوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ثواب عظیم کی بزرگی عطا کی ہے یعنی کئی درجے اپنی طرف سے اور بخشش اور مہربانی بھلا کیوں نہ ہو؟ اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے یہ نہیں کہ خواہ مخواہ بھی بلاوجہ کفار کے ملک میں (جہاں پر احکام شریعت بجالانے سے تکلیف پہنچائی جاتی ہو) ٹھہر کر معذور ہو جائیں بلکہ ایسے لوگ در حقیقت اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں ان لوگوں کو جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں بجائے معذور رکھنے کے فوت کرتے وقت فرشتے بطور زجر کے پوچھتے ہیں کہ کیوں صاحب آپ کہاں تھے؟ کس حال میں رہے کہ ہمیشہ دینی امور میں ذلت اور رسوائی ہی اپنے پر لیتے رہے اس کی وجہ کیا تھی؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم مجبوری سے کافروں کی زمین میں رہتے تھے یہ وجہ ہماری دینی ذلت کی تھی فرشتے کہتے ہیں یہ تمہاری وجہ موجہ نہیں کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی کہ اس میں تم ہجرت کر جاتے اور دوسری جگہ بامن وعافیت اپنی مختصر زندگی بتاتے سو ایسوں کا ٹھکانہ بیشک جہنم ہوگا اور وہ بری جگہ ہے وہ ضعیف مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ نکلنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ بیچارے راہ پہچانتے ہیں ان کے لئے دونوں مانع سخت در پیش ہیں سو امید ہے کہ ایسوں سے خدا معاف کرے گا اس لئے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے تھوڑے سے عذر واقعی پر بھی معاف کر دیتا ہے۔

شان نزول

ل (ان الذین توفھم الملئکۃ) بعض لوگ باوجود مسلمان ہونے کے آنحضرت کی ہجرت کے بعد بھی مکہ شریف میں ہی رہے حتی کہ طوعا "کرہا" جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے ہمراہ ہو کر بمقابل اہل اسلام لڑنے کو بھی آئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ

جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا زمین میں بہت آسائش اور فراخ دستی پاتا ہے جو کوئی

يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ

اللہ اور رسول کی خاطر گھر سے نکلے پھر اس کو موت آجاوے تو اللہ کے ذمہ اس کا

عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

ثواب ہوگیا خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ جب تم زمین میں سفر کرنے کو جاؤ تو تمہیں

جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

نماز کا قصر کرنا جائز ہے اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تم کو ستائیں گے واقعی کافر لوگ تمہارے

اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ

صریح دشمن ہیں۔ اور جب تو (اے نبی ﷺ) ان میں ہو اور نماز پڑھنے لگے

الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا

تو چاہئے کہ ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو جائے اور اپنے ہتھیار بھی ساتھ لئے رہیں پھر جب سجدہ کر چکیں

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ

تو تم سے پیچھے چلے جائیں اور دوسری جماعت جنہوں نے نماز نہیں پڑھی آجائیں اور تیرے ساتھ نماز پڑھیں

لوگ تو خواہ مخواہ ذلت اٹھا کر کفار کے ملک میں رہتے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے حالانکہ ہمارے ہاں قاعدہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی راہ میں کفار کی تکالیف سے تنگ آکر ہجرت کرتا ہے زمین میں بہت آسائش اور فراخ دستی پاتا ہے یہ بھی نہیں کہ ہجرت کا بدلہ دنیا میں ہی ملے اور نہ یہ کہ گھر سے نکل کر کسی امن کی جگہ میں پہنچنے پر موقوف ہے بلکہ جو کوئی اللہ اور رسول کے دین کی خاطر گھر سے بہ نیت ہجرت نکلے پھر پہلے پانے کسی امن گاہ کے راہ میں ہی اس کو موت آجائے تو اللہ کے ذمہ اس کا ثواب ہوگیا جہاں سے پورا پورا بدلہ اس کو ملے گا ایک حبہ بھی نقصان نہ ہوگا اس لئے کہ خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے ذرا دل جھکنے کی دیر ہے کہ فوراً اس کی رحمت دامن گیر ہو جاتی ہے دیکھو تو دنیا میں اس کی مہربانی کے آثار جو مہاجروں پر ہیں بلکہ ان کی طفیل تمام مسلمانوں مسافروں پر کیسے ہیں؟ کہ ہم نے عام حکم دے رکھا ہے کہ جب تم زمین میں سفر کرنے کو جاؤ تو تمہیں نماز کا قصر کرنا جائز ہے یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھو اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر لوگ نماز میں تم کو ستائیں گے کیونکہ کفار واقعی تمہارے صریح دشمن ہیں۔ اور جب تو (اے محمد ﷺ یا تیرا کوئی نائب) ان مسلمانوں میں ہو اور نماز پڑھانے لگے تو چاہیے کہ ان حاضرین میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو جائے اور ایک جماعت کفار کے مقابلہ پر جمے رہیں اور وہ کھڑے ہونے والے بقدر حاجت اپنے ہتھیار بھی ساتھ لے لیں پھر جب پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر چکیں تو تم سے پیچھے چلے جائیں اور دوسری جماعت جنہوں نے ابھی نماز کی کوئی رکعت نہیں پڑھی اور ہنوز تمہاری حفاظت کو کفار کے مقابلہ کھڑے ہیں آجائیں اور تیرے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھ لیں اور جب تو اپنی دو رکعتوں پر سلام دے چکے تو ہر

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ

اور اپنا بچاؤ اور ہتھیار ساتھ ہی رکھیں کافروں کی تو یہ دلی آرزو ہے کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور

وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ

بچاؤ سے غافل ہوؤ تو تم پر ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑیں اگر تم کو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو

بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ

تو ہتھیار اتار رکھنے میں تم پر گناہ نہیں اور اپنا بچاؤ ساتھ رکھو اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا

إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا

عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پس جب تم نماز پڑھ چکو تو کھڑے بیٹھے کروٹوں پر

اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ

لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرو پس جب تم کو جنگ سے آرام ملے تو نماز پڑھو۔ نماز مسلمانوں

الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ

پر بڑا تاکیدی فرض ہے۔ کفار کی تلاش میں سست نہ ہوؤ

إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا

اگر تم تکلیف پاتے ہو تو وہ بھی تو تمہاری طرح تکلیف اٹھاتے ہیں تم اللہ سے اس کی امید رکھتے ہو جس کی ان کو

يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾

نہیں اللہ جانتا ہے اور بڑی حکمت والا ہے

ایک جماعت پہلی اور پچھلی اپنی رکعت علیحدہ پڑھ لیں مگر اپنا بچاؤ اور ہتھیار ساتھ ہی رکھیں شاید کہ عین نماز میں ہی کفار حملہ آور ہوں تو ان کو روکنا پڑ جائے اس لئے کہ کافروں کی تو یہ دلی آرزو ہے کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہوؤ تو تم پر ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑیں سو تم اس کا لحاظ رکھو کہ کہیں ان کو تمہاری غفلت میں موقع نہ مل جائے ہاں اگر تم کو بارش وغیرہ کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو اور تمام ہتھیار اٹھانے تم کو مشکل ہوں تو ایسی صورت میں ہتھیار اوزار رکھنے میں تم پر گناہ نہیں رکھ دو۔ مگر پھر بھی تمام نہیں تو بقدر ضرورت اپنا بچاؤ ساتھ رکھو اور یہ نہ سمجھو کہ کفار کی بڑی شان و شوکت ہے جو ہم کو ایسے تاکیدی حکم ہو رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ اگر ہم سے ذرا غفلت ہو جائے تو کافر ہم پر غالب آ جائیں ہرگز تم پر غالب نہیں آئیں گے اس لئے کہ اللہ نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے سو اب ان کی ذلت کے ایام آ گئے ہیں پس جب اسی جھگڑے میں نماز پڑھ چکو تو ہر حال میں کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرو پھر جب تم کو جنگ سے آرام ملے اور کسی قسم کی گھبراہٹ نہ ہو تو مثل سابق پوری نماز پڑھو اس لئے کہ نماز مسلمانوں پر بڑا تاکیدی وقت بوقت فرض ہے اس میں کسی طرح کی کمی نہ ہونے دو اور آرام میں پھنس کر کفار کی تلاش میں سست نہ ہوؤ اگر تم اس میں تکلیف پاتے ہو تو وہ بھی تو تمہاری طرح تکلیف اٹھاتے ہیں پس جب وہ تمہاری تلاش میں سست نہیں ہوتے تو تمہاری سستی کے کیا معنی؟ حالانکہ تم اللہ سے اس ثواب کی امید رکھتے ہو جس کی ان کو نہیں اور جان لو کہ اللہ سب کچھ جانتا اور بڑی حکمت والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ

ہم نے سچی کتاب[1] تیری طرف اتاری ہے کہ تو لوگوں میں اللہ کے بتلائے ہوئے سے حکم کرے اور

لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا

دغابازوں کے حمایتی نہ بنو اور اللہ سے بخشش چاہ خدا بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ اور ان کی

تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا

طرف سے جھگڑا نہ کیا کر جو اپنے بھائیوں کی خیانت کرتے ہیں خدا کو دغا باز بدکار ہرگز پسند

اَثِــيْمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ

نہیں لوگوں سے تو چھپ سکتے ہیں خدا سے نہیں چھپ سکتے جب رات کو ناپسند

يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

باتوں کے مشورے کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے تمام ان کے اعمال کا خدا نے احاطہ کر رکھا ہے

اس نے اپنے دین کی حمایت کا دارومدار ہی ان پر نہیں رکھا ہوا بلکہ اپنی حکمت کے ذریعہ ہر طرح سے کر سکتا ہے اس جنگ جہاد سے یہ ہرگز منظور نہیں کہ تم خونخواروں کی طرح موقع بہ موقع آدمیوں کو تنگ کرتے پھرو اور مسلمان اور کافر کے معاملہ میں مسلمانوں کو بھی خواہ مخواہ چاہے وہ غلطی پر بھی ہوں ترجیح دینے لگو ہمیں ہرگز یہ منظور نہیں بلکہ ہم نے تو یہ سچی کتاب تیری طرف اس لئے اتاری ہے کہ تو لوگوں میں اللہ کے بتلائے ہوئے قواعد سے حکم کرے اول ان میں سے یہ ہے کہ ظالم اور مظلوم میں تمیز کرے اور دغابازوں کا حمایتی نہ ہو۔ اگر تجھ سے سہواً اس فیصلے میں غلطی ہو جائے تو اللہ سے اس کی بخشش چاہ وہ معاف کر دے گا اس لئے کہ خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان بدمعاشوں کی طرف سے جھگڑا نہ کیا کر جو اپنے بھائیوں بنی نوع کی خیانت کرتے ہیں خدا کو دغاباز بدکار ہرگز پسند نہیں۔ یہ بدکار نہیں سمجھتے کہ لوگوں سے تو چھپ سکتے ہیں خدا سے تو نہیں چھپ سکتے۔ اس لئے کہ جب رات کو ناپسند باتوں کے مشورے کرتے ہیں تو وہ خدا تعالیٰ اپنے علم سے ان کے ساتھ ہوتا ہے ناپسند باتوں کی ہی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ تمام ان کے اعمال کا خدا نے احاطہ کر رکھا ہے

شان نزول

[1] (انا انزلنا) ایک شخص نے کسی دوسرے کی بوری آٹے کی چرا کر ایک یہودی کے ہاں رکھ دی لوگوں میں جب اس چوری کا چرچا ہوا تو بعض لوگوں نے آٹے کے نشان سے پہچانا کہ یہاں سے آٹا نکل کر اس یہودی کے مکان پر گیا ہے۔ اس یہودی سے دریافت کیا تو اس نے اصل چور کا نام لے دیا اس چور کی برادری کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں آکر واویلا کیا کہ ہمارا آدمی ناحق بدنام ہو رہا ہے آپ لوگوں کو سمجھا دیں کہ اس کا نام نہ لیں چنانچہ آپ نے ان کے ظاہری حال پر رحم کھا کر چاہا کہ لوگوں کو اس کے نام لینے سے روکیں مگر چونکہ در حقیقت اسی کا کام تھا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

هَآاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا فَمَنۡ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ

بھلا تم نے دنیا میں تو ان کی طرف سے جھگڑا کر لیا قیامت کے روز ان کی طرف

یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ یَّکُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ وَکِیۡلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ

سے کون جھگڑے گا یا کون ان کی کارسازی کرے گا- جو شخص برا کام کرے یا کسی بھائی پر

نَفۡسَهٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنۡ یَّکۡسِبۡ اِثۡمًا

ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش مانگے اللہ کی بخشش اور مہربانی کا حصہ ضرور پائیگا- جو کوئی گناہ کرتا ہے

فَاِنَّمَا یَکۡسِبُهٗ عَلٰی نَفۡسِهٖ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنۡ یَّکۡسِبۡ

اپنا ہی برا کرتا ہے خدا سب کچھ جانتا ہے اور بڑی حکمت والا ہے- جو شخص چھوٹا موٹا

خَطِیۡٓـَٔةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ یَرۡمِ بِهٖ بَرِیۡٓـًٔا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۱۲﴾ ع

گناہ کر کے کسی بے گناہ کے ذمہ لگاتا ہے (حق تو یہ ہے کہ) اس نے بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے سر اٹھایا ہے-

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ یُّضِلُّوۡكَ ؕ

اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تیرے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تیرے بہکانے کا قصد کر چکی تھی

وَمَا یُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا یَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ

اور اپنے ہی آپ کو بہکاتے ہیں اور تجھے کچھ بھی ضرور نہ دے سکیں گے تجھ پر خدا نے

بھلا تو نے دنیا میں تو ان کی طرف سے جھگڑا کر لیا- قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جھگڑے گا؟ یا کون ان کی کارسازی کرے گا کوئی نہیں البتہ دنیا میں اس بد اعمالی کا تدارک ممکن ہے کہ جو شخص برا کام کرے کہ جس سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے یا کسی بھائی بنی نوع پر ظلم کرے جس سے دوسرے کو صدمہ مالی بدنی یا روحانی پہنچے- پھر اللہ سے ڈر کر مظلوم سے معافی چاہے اور اپنے افعال قبیحہ پر خدا سے بخشش مانگے اللہ کی بخشش اور مہربانی کا حصہ ضرور پائے گا ان بدکاروں کو چاہیے کہ اپنی بداعمالیوں کا بہت جلد علاج کریں اس لیے کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے اپنا ہی برا کرتا ہے کسی کو اس کی خرابی نہیں پہنچے گی کیونکہ خدا سب کچھ جانتا ہے اور ساتھ اس کے بڑی حکمت والا ہے- اس کی حکمت اور دانائی اس کے مخالف ہے کہ کسی کا کیا کسی پر ڈالے اور یہ بھی سن لو کہ جو شخص کسی قسم کا چھوٹا موٹا گناہ کر کے کسی بے گناہ کے ذمہ لگاتا ہے وہ سخت سزا میں مبتلا ہو گا کیونکہ اس نے بڑا بہتان یعنی بے جا الزام اور صریح گناہ اپنے سر اٹھایا سچ تو یہ ہے کہ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تیرے شامل حال نہ ہوتی کہ وقت بوقت تجھے تیرے مخالفوں کے حال سے مطلع نہ کرتا تو تو ضرور غلطی کر بیٹھتا اس لئے کہ ان میں سے ایک جماعت تیرے بھلانے کا قصد کر چکی تھی کہ تجھے کسی طرح غلطی میں ڈالیں کہ خلاف واقع سچ جھوٹ بول کر تجھ سے فیصلہ کرا لیں لیکن درحقیقت اپنے ہی آپ کو بھلاتے ہیں کہ ان کی ایسی کوششوں کا وبال انہی کی جان پر ہو گا جس کا عوض اٹھائیں گے اور تجھے کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے تو بھلا ان کے بھلانے سے کیسا بھول جائے گا؟ تیرے پر خدا نے

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

کتاب اور دانائی اور فہم کی باتیں اتاری ہیں اور تجھے وہ باتیں سکھائی ہیں جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر خدا کا بڑا

عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ

فضل ہے۔ ان کی اکثر سرگوشیوں میں بھلا نہیں ہاں جو شخص دوسرے کو صدقہ یا نیک کام یا

اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ

لوگوں میں اصلاح کرنے کا حکم کرے اور جو کوئی یہ کام اللہ کی مرضی حاصل کرنے کو کرتا ہے ہم اس کو

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

بہت بڑا اجر دیں گے۔ اور جو شخص[ل] بعد معلوم ہونے ہدایت کے رسول کی نافرمانی کرے گا

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

اور مومنوں کے خلاف راہ چلے گا تو جس طرف اس نے رخ کیا ہم اسی طرف اس کو پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو بہت بری جگہ ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ

اللہ شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا اور سوا اس کے جو چاہے گا بخش دے گا اور جو کوئی اللہ کے ساتھ

بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

شرک کرتا ہے وہ تو بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑتا ہے

کتاب قرآن شریف اور دانائی اور فہم کی باتیں اتاری ہیں اور تجھے وہ باتیں سکھائی ہیں جو تو نہیں جانتا تھا اور علاوہ اسکے تجھ پر خدا کا بڑا فضل ہے پھر بھلا جس کی حمایت اور حفاظت اس طور سے ہو اس کو یہ خام عقل والے کیا ضرر دے سکتے ہیں؟ پڑے سرگوشیاں کریں ان کی اکثر سرگوشیوں میں بھلائی نہیں ہاں جو شخص اپنی سرگوشی میں دوسرے کو صدقہ یا نیک کام یا لوگوں میں اصلاح کرنے کا حکم کرے اس کی سرگوشی البتہ بہتر ہے کیونکہ جو کوئی یہ کام اللہ کی مرضی حاصل کرنے کو کرتا ہے ہم اس کو بہت بڑا اجر دیں گے اور جو شخص بعد معلوم ہونے ہدایت کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور مومنوں کے خلاف راہ چلے گا تو جس طرف اس نے رخ کیا ہم بھی اسی طرف اس کو پھیر دیں گے اور انجام کار اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو بہت بری جگہ ہے جس روز ہم ان کو جہنم میں داخل کریں گے یہ عام قاعدہ ہوگا کہ اللہ شرک کے جرم کو ہرگز نہیں بخشے گا اور سوائے اس کے جو چاہے گا بخش دے گا اس لئے کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ بڑی ہی دور کی گمراہی میں پڑ جاتا ہے دیکھو تو

شان نزول

[ل] (ومن یشاقق الرسول) جس چور کا پہلی آیت میں ذکر ہے بعد ثبوت چوری کے مکہ کے مشرکوں میں جاملا اور اسلام اور اہل اسلام سے مرتد ہوگیا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

راقم کہتا ہے یہ حالت اور سزا مرتد کی جب ہے کہ ارتداد پر قائم ہے۔ اور اگر توبہ کر کے مسلمان ہو جائے تو سب کچھ معاف ہے۔ چنانچہ

الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم (آل عمران-۷۸)

میں ارشاد ہے۔

اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَہُ

اللہ کے سوا عورتوں کو پکارتے ہیں اور شیطان مردود کو پکارتے ہیں جس پر

اللّٰہُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِکَ نَصِیۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّ لَاُضِلَّنَّہُمۡ وَ

خدا نے لعنت کی ہے اور اس نے کہہ دیا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ضرور ایک حصہ اپنا تابعدار بناؤں گا۔ اور ان کو گمراہ کروں گا

لَاُمَنِّیَنَّہُمۡ وَ لَاٰمُرَنَّہُمۡ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّہُمۡ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلۡقَ

ان کے جی میں امیدیں ڈالوں گا ان کو حکم دوں گا تو چارپاؤں کے کان پھاڑیں گے اور ان کو حکم دوں گا تو وہ اللہ کی پیدائش کو بدل

اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَّخِذِ الشَّیۡطٰنَ وَلِیًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۱۹﴾

دیں گے اور جس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنایا پس اس نے صریح ٹوٹا پایا

یَعِدُہُمۡ وَ یُمَنِّیۡہِمۡ ؕ وَ مَا یَعِدُہُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ

(شیطان) ان کو وعدہ دیتا ہے اور آرزو دلاتا ہے اور جھوٹی آرزوئیں دلاتا ہے۔ انہیں کا ٹھکانہ

جَہَنَّمُ ۫ وَ لَا یَجِدُوۡنَ عَنۡہَا مَحِیۡصًا ﴿۱۲۱﴾ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جہنم ہے اور اس سے نکلنے کی راہ نہ پاویں گے۔ اور جو (لوگ) ایمان لائے اور اچھے کام کئے

سَنُدۡخِلُہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ وَعۡدَ اللّٰہِ

ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے اللہ کا وعدہ

کیا احمق پن ہے؟ کہ اللہ کے سوا عورتوں جیسی کمزور چیزوں کو پکارتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ ہم کن کو پکار رہے ہیں وہ اپنی زندگی میں نیک ہوں یا مقرب الٰہی ہوں مگر درجہ خداوندی اور حاجت روائی تو کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہو سکتا گو بظاہر اپنے زعم میں ان بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ لوگ شیطان مردود کو پکار رہے ہیں جس پر خدا نے لعنت کی ہے اور اس نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ضرور ایک حصہ اپنا تابعدار بناؤں گا اور ان کو گمراہ کروں گا جس کا طریق یہ ہو گا کہ ابتدا میں ان کے جی میں امیدیں ڈالوں گا اور بعد اس کے جب وہ کسی قدر اس میں مصروف ہوں گے تو ان کو بتلاؤں گا تو چارپاؤں کے کان پھاڑیں گے اور غیر اللہ کے نام سے ان کو وقف کریں گے اور پھر ان کو بتلاؤں گا تو وہ اللہ کی اصلی پیدائش (یعنی توحید) کو بدل دیں گے۔ یاد رکھو جس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو جس کے تمہاری نسبت یہ خیال ہیں اپنا دوست بنایا پس اس نے صریح ٹوٹا پایا۔ وہ تو ایسا مکار ہے کہ یوں ہی ان کو بذریعہ خام خیالوں کے وعدے دیتا ہے کہ تم فلاں قبر کی منت مانو یا فلاں بت کے آگے مٹھائی رکھو تو تمہارا کام ہو جائے گا اور جھوٹی آرزوئیں دلاتا ہے کہ فلاں قبر پر نذر چڑھانے سے قیامت کے روز ان کی شفاعت سے نجات ہو جائے گی فلاں دنیا کا کام سنور جائیگا وہ احمق لوگ جو اس کے خیال میں آجاتے ہیں ویسا ہی کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جہاں ان کو ہمیشہ رہنا ہو گا اور اس سے کہیں نکلنے کی راہ نہ پاویں گے اور ان کے مقابل وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام بھی کئے ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ

حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا ۝ لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَھْلِ

سچا ہے اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے- نہ تو تمہاری[1] خواہشوں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی مرضی

الْکِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ ۙ وَلَا یَجِدْ لَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا

پر ہے جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا پائے گا اور اللہ کے سوا کسی کو اپنا حمایتی اور

نَصِیْرًا ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ

مددگار نہ پاوے گا- اور جو شخص مرد ہو یا عورت مسلمان ہوکر نیک کام کرے سو وہ جنت میں

یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ۝ وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ

داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا- کیا کوئی شخص اس سے بھی اچھا دیندار ہے

وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ

جس نے اپنے آپ کو اللہ کا تابعدار بنایا اور نیک کام بھی کرتا رہا اور ابراہیم یک طرفہ کے پیچھے چلا اور ابراہیم کو خدا نے اپنا مقرب بندہ

خَلِیْلًا ۝ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ۝ع ۱۸

بنایا تھا- جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کی ملک ہے خدا سب کو گھیرے ہوئے ہے

سچا ہے- بتلاؤ تو اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے پس اگر تم بھی اسے ایسا ہی مانتے ہو تو سنو کہ نجات کا مدار نہ تو تمہاری مشرکوں کی خواہشوں پر ہے کہ بت پرستی سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور نہ اہل کتاب کی مرضی پر ہے کہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے سے نجات ہو جاتی ہے نیک اعمال موجب نجات نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا اٹھاوے گا- اور اللہ کے سوا کسی کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ پاوے گا- اور ایسا ہی جو شخص مرد ہو یا عورت مسلمان ہو کر نیک کام کریں گے سو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا کہ ان کے اعمال صالحہ میں سے کچھ کم کیا جائے کیوں نہ ان لوگوں کو ایسا بدلہ ملے جنہوں نے اللہ کے حکموں کو بدل وجان قبول کر لیا- کیا کوئی شخص اس سے بھی اچھا دیندار ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کا تابعدار بنایا اور پھر اس کی مرضی کے موافق نیک کام بھی کرتا رہا اور خاص کر یہ خوبی کہ ابراہیم یک طرفہ کے پیچھے چلا اور کامل اخلاص کی وجہ سے ابراہیم کو خدا نے اپنا مقرب بندہ بنایا تھا یوں تو جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب خدا کی ہی ملک ہے کوئی مقرب بننے سے اس کا ساجھی نہیں ہو سکتا دنیا کے بادشاہوں پر جو وزیروں کے قبضے میں سب کچھ دے رکھتے ہیں قیاس کرنا غلط ہے خدا باوجود اس قدر وسیع سلطنت کے بذات خود سب کو گھیرے ہوئے ہے ہر ایک بات کو مناسب جانتا ہے اور اسی کے موافق حکم دیتا ہے لہذا تو اس کی تبلیغ میں سرگرم رہ اور انکی رسوم قبیحہ (شرک کفر اور چھوٹی لڑکیوں کا قتل بڑی ہوں تو والدین کے مال سے انکو محروم کرنا یتیم لڑکیوں پر نکاح میں لا کر طرح طرح کے ظلم وستم وغیرہ کرنا) کے مٹانے میں کوشش کرتا رہ- تیری کوشش کا ہی نتیجہ ہے کہ اکثر لوگ شرک کفر چھوڑ کر اب اس درجہ پر پہنچ چکے ہیں

شان نزول

[1] (لیس بامانیکم) مشرکین عرب اور یہود ونصاری جو اپنی اپنی غلط فہمیوں کی وجہ سے بے دینی کو دین سمجھ کر راہ نجات جانتے تھے ان کے سمجھانے کو یہ آیت نازل ہوئی-

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى

اور عورتوں کی بابت تجھ سے سوال کرتے ہیں تو کہہ دے کہ اللہ تم کو عورتوں کی بابت حکم دیتا ہے وہی جو تم کو کتاب (قرآن) میں ان یتیم لڑکیوں

النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَ

کے حق میں سنایا جاتا ہے جن کو تم پورا حق مقرر نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور

الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا

ضعیف بچوں کے لئے سنایا جاتا ہے اور یہ کہ یتیموں سے انصاف کی کار گزاری کرو جو کچھ تم

مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿١٢٧﴾ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا

بھلائی کرو گے اللہ کو سب معلوم ہے۔ اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی سے

أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ

یا بے پرواہی معلوم کرے تو ان کو باہمی صلح کر لینے میں گناہ نہیں صلح بہتر ہے

وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

ہر نفس کو اپنے فائدہ کا لالچ ہے اور اگر تم احسان کرو گے اور بچو گے تو خدا تمہارے سب کاموں سے

تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾

خبردار ہے۔

کہ عورتوں کی بابت تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کو نکاح میں لا کر کس کس طرح معاملہ کریں؟ تو ان کو با آسانی کہہ دے کہ اللہ تم کو عورتوں کی بابت بڑے انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ حکم وہی ہے جو تم کو کتاب (قرآن) میں ان یتیم لڑکیوں کے حق میں سنایا جاتا ہے جن کو تم پورا حق مقرر نہیں دیتے اور بوجہ خوبصورتی اور مالداری کے ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور جو ضعیف اور ناتوان بچوں کے لئے تمہیں اسی کتاب قرآن میں سنایا جاتا ہے کہ ان کے ماں باپ اور قریبیوں کے مال سے ان کو خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں حصہ موافق شریعت دیا کرو اور خلاصہ سب کا یہ ہے کہ یتیموں سے انصاف کی کار گزاری کرو جو ان کے حقوق واجبہ اور جائزہ ہیں عمدہ طور سے ادا کرو۔ اور علاوہ اس کے جو کچھ تم ان سے یا کسی غیر سے بھلائی کرو گے اس کا بدلہ پاؤ گے اس لئے کہ اللہ کو سب معلوم ہے ہمیشہ بیوی خاوند مصالحت سے رہا کریں اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے بدمزاجی کرے یا بے پرواہی معلوم کرے تو ان کو باہمی صلح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں کسی طرح سے خواہ نان و نفقہ کی کمی سے بھی ہو عہد پیمان جائز طور پر کر لیں غرض صلح سے رہیں کیونکہ صلح عموماً بہ نسبت فساد کے بہتر ہے اور اس بات کا خیال نہ رکھیں کہ میرا کسی طرح کا نقصان نہ ہو ایسا کرنے سے صلح نہ ہو گی اس لئے کہ ہر نفس کو اپنے فائدہ کا لالچ ہے دوسرے کا نقصان ہی کیوں نہ ہو اپنا فائدہ ہر ایک کو ملحوظ رہتا ہے مگر یہ عادت اچھی نہیں بلکہ اگر تم آپس میں احسان کرو گے اور ظلم و ستم کرنے سے بچو گے تو اللہ کے ہاں اس کا بڑا ہی اجر پاؤ گے کیونکہ خدا تمہارے کاموں سے آگاہ ہے تمہارے کاموں کا پورا پورا بدلہ دے گا اس حکم خداوندی کا ایک ضمیمہ ہنوز اور بیان طلب ہے۔

شان نزول [1] (یستفتونک) خانہ داری کے متعلق انصاف اور اخلاق برتنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ

بیویوں میں تم برابری ہرگز نہ کرسکو گے گو تم خواہش بھی کرو پس بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

دوسری کو لٹکتی ہوئی کو چھوڑ دو اور اگر آپس میں صلح سے رہو گے اور بچو گے تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ

اگر دونوں علیحدہ ہو جاویں گے تو اللہ ہی اپنی فراخدستی سے ان کو بے پرواہ کردے گا اللہ بڑی فراخی والا بڑی حکمت والا ہے جو

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کی ملک ہے ہم نے تم سے پہلی کتاب[1] والوں (یہود و نصاریٰ) کو اور تم کو بھی یہی

مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

نصیحت کر رکھی ہے کہ اللہ سے ڈرا کرو اور اگر تم ناشکری کرو گے تو جو کچھ آسمان اور

مَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

زمین میں ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ بے پرواہ تعریف کیا گیا ہے۔ آسمان و زمین کی سب چیزیں خدا ہی کی ہیں

وہ بھی سنو کہ متعدد بیویوں کی صورت میں ہر ایک امر کھانے پینے دلی محبت وغیرہ کی برابری ہرگز نہ کرسکو گے گو تم خواہش بھی کرو چونکہ یہ امر متعذر بلکہ قریب محال ہے پس بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو لٹکتی ہوئی کر چھوڑو کہ نہ وہ ایسی ہو کہ خاوند دار کہلائے کیونکہ تم اسے پوچھتے نہیں اور نہ بے خاوند بیوہ ہے کیونکہ تم نے اسے قید رکھا ہے چھوڑتے نہیں اور اگر آپس میں صلح سے رہو گے اور اختیاری معاملات مثل کھانا کپڑا شب باشی میں ظلم سے بچو گے تو اور امور (جیسے دلی لگاؤ کا کسی طرف زائد ہونا) اللہ تم کو معاف کردے گا کیونکہ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ناموافقت کی صورت میں عورت کو بند کرنے سے چھوڑ دینا بہتر ہے اگر دونوں علیحدہ ہو جاویں گے اور ایک دوسرے کے ظلم سے دور رہیں گے تو اللہ بھی اپنی فراخ دستی سے ان کو ایک دوسرے سے بے پرواہ کردے گا ایسا کرنا اللہ سے کچھ دور نہیں اس لئے کہ اللہ بڑی فراخی والا ہے جس قدر چاہے ہر ایک دے سکتا ہے اور ساتھ ہی بڑی حکمت والا ہے کہ ایسے طور سے دیتا ہے جو کسی کی سمجھ میں بھی نہ آتا ہو فراخی اس کی کا یہی ثبوت کافی ہے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے در حقیقت اللہ ہی کی ملک ہے چونکہ آسمان اور زمین کے سب لوگ کیا پہلے اور کیا پچھلے ہمارے ہی غلام اور مخلوق ہیں جب ہی تو ہم نے تم سے پہلے کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) کو اور تم کو بھی یہی نصیحت کر رکھی ہے کہ اللہ سے جو سب آسمان اور زمین کا خالق مالک ہے ڈرا کرو اس کی بے فرمانی نہ کرو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہوگا اور اگر تم اس کی ناشکری کرو گے تو اس کا کوئی حرج نہیں جو کچھ حرج ہے تمہارا ہی ہے کیونکہ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اللہ کا ہے کوئی شے دنیا میں نہیں جو اس کی ملک نہ ہو۔ باوجود اس قدر وسعت کے اللہ ان سب سے بے پرواہ بذات خود بڑی خوبیوں والا ہے۔ پھر سن رکھو آسمان و زمین کی سب چیزیں خدا ہی کی ہیں۔

شان نزول

[1] (ولقد وصینا الذین) اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے بعض سوالوں کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ

خدا (اکیلا) ہی کارساز کافی ہے۔ اے لوگو وہ چاہے تو تم سب کو لے جائے اور اوروں کو لے آوے اور

اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ

اللہ اس پر قادر ہے۔ جو شخص فقط دنیا ہی کا انعام چاہتا ہے اللہ کے ہاں

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا

دنیا اور آخرت دونوں کا انعام موجود ہے اور خدا سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ مسلمانو[1]

قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ

خدا لگتی منصفانہ گواہی دیا کرو گو تمہارے لئے یا تمہارے ماں باپ کے لئے یا تمہارے قریبیوں

اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ

کیلئے نقصان ہو اگر کوئی شخص غنی ہو یا فقیر خدا ان کا متولی ہے پس تم انصاف کرنے میں اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلو

وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

اور اگر زبان دبا کر کہو گے یا منہ پھیرو گے تو خدا تمہارے کاموں سے آگاہ ہے

اگر بھلائی اپنی چاہو تو اسی کے ہو رہو خدا اکیلا ہی کارسازی کو کافی ہے کسی کی اس کے ہوتے ہوئے حاجت نہیں وہ ایسا بڑا زبردست مالک ہے کہ اگر چاہے تو سب لوگوں کو ہلاک کر دے اور تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے یقیناً سمجھو کہ اللہ اس پر قادر ہے نیز ایسے مالک الملک کی مرضی کے خلاف جو شخص فقط دنیا کا ہی انعام چاہتا ہے کیسی سخت غلطی میں ہے؟ انہیں چاہیے تھا کہ دونوں جہانوں کا انعام مانگتے کیوں کہ اللہ کے ہاں دنیا اور آخرت دونوں کا انعام موجود ہے ساتھ ہی اس کی وسعت امر کی مقتضی ہے کہ صرف دنیا اس سے طلب نہ کی جائے بلکہ دونوں جہان کی بھلائی اس سے مانگی جائے وہ ہمیشہ مناسب مصلحت تم کو دیتا ہے اور خدا سب کی سنتا ہے اور سب کو دیکھتا ہے پس اے مسلمانو تم بھی اگر دین و دنیا کا انعام لینا چاہتے ہو تو سنو اس کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ تمہارے دونوں پہلو زبردست ہوں کسی طرح کا ان میں ضعف نہ ہو سب سے زیادہ تاکیدی گو توحید سے مرتبہ سے مؤخر ہے تمہارے معاملات کا پہلو ہے اسے ایسا مضبوط رکھو کہ علاوہ اپنے معاملات کے اگر کسی معاملہ میں شاہد بھی بنو تو خدا لگتی منصفانہ گواہی دیا کرو گو وہ شہادت خود تمہارے لئے یا تمہارے ماں باپ کے لیے یا تمہارے قریبوں کے لئے نقصان یا نقصان کا باعث ہو تو بھی تم سچی شہادت سے نہ رکو اگر کوئی شخص غنی ہو یا فقیر تو بھی ان کے لحاظ سے شہادت میں کمی زیادتی نہ کرو نہ غریب کے حال پر ترس سے نہ غنی کے ڈر یا نفع کی امید سے شہادت کو بدل لو۔ کیونکہ خدا انکا متولی ہے نہ تم غریب کو اس طرح سے بغیر منظوری خدا کے نفع پہنچا سکتے ہو نہ غنی سے بغیر مرضی خدا فائدہ لے سکتے ہو پس تم انصاف کرنے میں اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلو اور اگر صاف شہادت نہ دو گے بلکہ زبان دبا کر کچھ ایسی ذوالوجہین باتیں کہو گے جس سے کسی حق دار کا نقصان ہو یا بالکل شہادت سے منہ پھیرو گے تو ان دونوں صورتوں میں سزایاب ہو گے اور خدا سے کسی طرح تم اپنے آپکو چھپا نہ سکو گے اس لیے کہ خدا تمہارے کاموں سے ہر وقت آگاہ ہے

شان نزول [1] (یا ایھالذین امنوا) تہذیب اخلاق اور معاملات میں انصاف سکھانے کو یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي
اے مسلمانو اللہ اور رسول کے ماننے میں مضبوط رہو اور جو کتاب خدا نے اپنے
رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ
رسول (محمد ﷺ) پر اور اس سے پہلے اتاری ہیں ان کو ماننے میں بھی ثابت قدم رہو جو کوئی اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا
وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ اِنَّ
یا اس کی کتابوں کا یا اس کے رسولوں کا یا قیامت کے ہونے کا انکار کرے گا سو بڑی دور کی گمراہی میں پڑے گا- جو
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا
لوگ ایمان[1] لاکر پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر منکر ہوگئے پھر دن بدن کفر میں بڑھتے گئے
لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝ۭ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ
خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا- منافقوں کو سنادے کہ
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَۨا ۝ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ
ان کو سخت درد کا عذاب پہنچے گا- یہ تو وہ ہیں جو مومنوں کے سوا کافروں کو مخلص دوست
دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ۭ
بناتے ہیں کیا یہ ان کے ہاں سے عزت چاہتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے ہاتھ میں ہے

مسلمانو تمہارا دوسرا اگر مرتبہ میں اول پہلو دینداری کا ہے جو دوسرے لفظوں میں معاملات خالق کے نام سے موسوم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے ماننے میں مضبوط رہو اور جو کتاب خدا نے اپنے رسول (محمد ﷺ) پر اور جو کتابیں اس سے پہلے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور دیگر انبیاء پر اتاری ہیں ان کے ماننے میں بھی ثابت قدم رہو اور قرآن کے موافق عمل کرتے رہو اور یاد رکھو کہ جو کوئی اللہ یا اس کے فرشتوں کا یا اس کی کتابوں کا یا اس کے رسولوں کا یا دن قیامت کے ہونے کا انکار کرے گا سو بڑی ہی گمراہی میں پڑ جائے گا جس سے اس کو حق کی طرف متوجہ ہونا مشکل ہو جائے گا اس لیے کہ ایسے امور ضروریہ کا انکار صریح کفر ہے تو کجا بعد ماننے کے جب ہی تو ہم کہیں کہ جو لوگ ایمان لا کر پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے بعد اس کے پھر منکر ہوگئے پھر دن بدن اپنے کفر میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ مر گئے خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا اور نہ ان کو جنت کی راہ دکھائے گا انہی کے بھائی ہیں وہ لوگ جو بظاہر تو کسی غرض دنیاوی کو منکر نہیں بنتے پر دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں تو ان منافقوں دورخوں کو بھی سنادے کہ انکو سخت درد کا عذاب پہنچے گا- ان کو اگر تم نے پہچاننا ہو تو ہم بتلائے دیتے ہیں یہ لوگ وہ ہیں جو مومنوں کے سوا کافروں کو مخلص دوست بناتے ہیں جب ہی تو موقع پر دینی امور میں بھی مومنوں کے مقابلہ کافروں کو ترجیح دیتے ہیں- کیا یہ نالائق ان کافروں کے ہاں سے عزت چاہتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے لوگوں میں معزز بنیں- ہرگز عزت نہ پائیں گے اس لئے کہ عزت تو ساری اللہ کے ہاتھ میں ہے بغیر اس کی مرضی کے کوئی معزز نہیں ہو سکتے-

---

شان نزول

[1] (ان الذین امنوا) بعض دنیادار پھر تو گھر تو خود غرضوں کے حق میں جو دین فروشی کو اپنا شیوہ سمجھتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی-

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا
حالانکہ اس نے کتاب میں یہ تم پر حکم نازل کردیا ہوا ہے کہ جب تم اللہ کے حکموں سے انکار یا

وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ
مسخری ہوتی سنو تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری بات میں نہ لگیں ورنہ

اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ﴿۱۴۰﴾
اسی وقت تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے اللہ قیامت کے روز منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جا جمع کرے گا

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ
جو تمہاری گھات میں ہیں پھر اگر خدا کی طرف سے تم کو فتح پہنچے کہتے ہیں ہم

مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ
تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کبھی کافروں کی چڑت ہو تو کہتے ہیں کیا ہم نے تم پر قابو نہ پایا تھا

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ
پھر تم کو مسلمانوں سے نہیں بچایا پس اللہ ہی قیامت کے روز تم میں فیصلہ کرے گا خدا ہرگز

لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ۧ
کافروں کو مومنوں پر غلبہ نہیں دے گا

دیکھو تو اس چند روزہ عزت کے لیے کیا کیا خرابیاں کیسے کیسے کفریات اختیار کرتے ہیں؟ جو لوگ اللہ کی آیتوں سے ٹھٹھا اور مسخری کرتے ہیں ان سے ملاقاتیں رکھتے ہیں حالانکہ اس نے کتاب (قرآن شریف) میں تم پر یہ حکم نازل کردیا ہوا ہے کہ جب تم اللہ کے حکموں سے انکار یا مسخری ہوتی سنو اور تم اسے رد بھی نہ کرسکو تو تم ان میں مت بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری بات میں نہ لگیں ورنہ اسی وقت تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے جیسے یہ لوگ دنیا میں کفار سے دوستی محبت کرتے ہیں اسی طرح اللہ قیامت کے روز ان منافقوں اور کافروں کو جہنم میں یکجا جمع کرے گا- اور نشان انکی معرفت کا معلوم کرنا ہو تو سنو وہ لوگ ہیں جو تم سے علیحدہ رہ کر تمہاری گھات میں ہیں اور پھر اگر خدا کی طرف سے تم کو فتح پہنچے تو خوشامدی بن کر کہتے ہیں کیوں صاحب ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اس سے غرض ان کی غنیمت سے حصہ لینا ہوتی ہے جو ان کی نہایت کوشش ہے اور اگر کبھی کافروں کی چڑت ہو تو چونکہ بظاہر مسلمان بنے ہوئے ہیں لہذا اگر ان کی معیت کا دعوی کریں تو صاف جھٹلادیں گے- اس لئے ان سے یوں نہیں کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ تھے بلکہ ان سے اور ہی چال چلتے ہیں- ان پر احسان جتلا کر کہتے ہیں کیوں صاحب ہم نے تم پر قابو نہیں پایا تھا- پھر باوجود اس کے تم کو مسلمانوں سے نہیں بچایا کیا اس وجہ سے ہم انعام کے قابل نہیں یہ ان کی کاروائی دنیا سازی کے لیے ہے پس اللہ ہی قیامت کے روز ان کا فیصلہ کرے گا- جہاں پر واقعی ان کی قلعی کھل جائے گی- دنیا میں بھی خدا ہرگز کافروں کو مومنوں پر غلبہ نہ دے گا بشرطیکہ مومن مومن ہوں

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ

جو منافق اللہ سے داؤ بازی کرتے ہیں وہ ان کو سزا دے گا اور جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے ہیں

قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ مُّذَبْذَبِيْنَ

تو ست ست کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کے دکھانے کو اللہ کی یاد تو بہت ہی کم کرتے ہیں۔ اسی حال میں متردد ہیں

بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ

نہ ان کی طرف نہ ان کی طرف جس کو اللہ بھٹکا دے تو اس کی نجات کی راہ نہ

لَهٗ سَبِيْلًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ

پاؤ گے۔ مسلمانو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ

الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ اِنَّ

بناؤ ۔۔۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کا صریح الزام اپنے ذمہ آپ ہی لگاؤ

الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝

بے شک منافق لوگ آگ کے نچلے درجے میں ہوں گے تو (اے مخاطب) کوئی انکا حمایتی نہ پاوے گا

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ

ہاں جنہوں نے توبہ کر لی اور عمل درست کر لئے اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑ لیا اور اخلاص سے اللہ کی عبادت کرتے رہے

نہ کہ دورخے ایسی بے جا حرکتیں جو منافق کر رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خیال میں اللہ سے داؤ بازی کرتے ہیں۔ وہ بھی ان کو داؤ بازی اور فریب کی سزا دے گا۔ ممکن نہیں کہ ان چال بازیوں سے اسے فریب دے سکیں جو کچھ کرتے ہیں اخلاص مندی تو اس میں مطلقاً نہیں ہوتی یہاں تک کہ نماز پڑھتے میں بھی کھڑے ہوں تو ست ست کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر یہ بھی اخلاص سے نہیں بلکہ صرف لوگوں کے دکھانے کو کہ ہم مسلمان ہیں تاکہ موقع پر آگے بڑھ کر دم مارنے کو تیار ہوں۔ جب نماز کا یہ حال ہے تو پھر اور کسی کام کا کیا؟ ٹھیک اللہ کی یاد تو بہت ہی کم کریں کبھی پھنسے پھنسائے اللہ کا نام منہ پر آ گیا تو آ گیا ورنہ کوئی غرض مطلب ہی نہیں اسی حال میں متردد ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر دل سے نہ ان کی طرف نہ ان کی طرف کر اپنے مطلب کی طرف ان کی ایسی حرکتوں کی یہی سزا ہے کہ اللہ نے بھی ان کو ہمیشہ کے لیے سیدھی راہ سے بھٹکا دیا ہے پھر جس کو اللہ ہی راہ سے بھٹکاوے تو اس کی نجات کی راہ نہ پائے گا چونکہ ان پر جو بلا آئی ہے وہ کفار کی دوستی سے ہی آئی ہے لہٰذا تم مسلمانو مومنوں کو چھوڑ کافروں کو مخلص دوست نہ بناؤ کیا تم بھی چاہتے ہو کہ صریح الزام اللہ کا اپنے ذمہ آپ ہی لگاؤ اور اسی دوستی کی وجہ سے تو منافق آگ کے نیچے کے درجے میں ہوں گے جہاں پر سب سے زیادہ مصیبت ناک عذاب میں رہیں گے اور تو (اسے مخاطب) بہت بڑی تلاش سے بھی کوئی ان کا حمایتی نہ پائے گا جو ان کو اس بلائے عظیم سے رہائی دیوے یاد لاوے ہاں اس میں شک نہیں کہ جنہوں نے اس فعل قبیح سے دنیا میں ہی توبہ کر لی اور باقی ماندہ عمل اپنے درست کر لیے اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑ لیا اور اخلاص سے اللہ کی عبادت کرتے رہے

فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

سو یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے اللہ مومنوں کو بڑا ہی بدلہ دے گا

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ

اگر تم شکر گزاری کرو اور اللہ کو مانو تو خدا کو تمہارے عذاب سے کیا مطلب ہے خدا تو بڑا ہی

اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

قدر دان ہے علم والا۔

تو یہ لوگ پکے مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے۔اللہ مومنوں کو بڑا ہی بدلہ دے گا۔اس لئے کہ جو باتیں چاہیے تھیں وہ وہ انہوں نے پوری کردیں پھر عذاب کیسا؟ عذاب تو سرکشی اور مخالف احکام الٰہی کا نتیجہ ہے ورنہ اگر تم شکر گذاری کرو اور اللہ کے حکموں کو مانو تو خدا کو تمہارے عذاب سے کیا مطلب؟ بلکہ تمہاری نیکیوں کا عمدہ بدلہ دے گا اس لئے کہ خدا تو بڑا ہی قدر دان ہے اور ہر ایک کے اخلاص کو جانتا ہے اسی کے موافق بدلہ بھی دیتا ہے چونکہ خدا ہر چیز کو جانتا ہے اس لیے اس نے منافقوں کی عادت قبیحہ کا اظہار کیا اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا

بری بات کا (بلندی سے) اظہار کرنا اللہ کو پسند نہیں ہاں جس پر ظلم ہوا ہو خدا سنتا اور جانتا

عَلِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ہے۔ اگر ظاہر طور پر یا چھپ کر نیکی کرو یا برائی معاف ہی کرو تو خدا بڑا معاف کرنے والا بڑی قدرت والا

عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا

ہے۔ جو لوگ اللہ (کی توحید) سے اور اس کے رسولوں سے منکر ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں

بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ

کو ماننے میں فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض سے انکاری ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس

يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا

کے بیچ بیچ میں راہ نکالیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں اور انہیں کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ

عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے سب رسولوں کو مانتے ہیں اور ان میں سے کسی رسول میں

اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰۗىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

تفرقہ نہیں کرتے عنقریب اللہ ان کے کاموں کے اجر ان کو دے گا اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے

اس سے مت سمجھو کہ تم بھی ایک دوسرے کے عیب علانیہ بیان کرتے پھرو یہ تمہیں ہر گز جائز نہیں کیونکہ بری بات کا بلندی سے اظہار کرنا اللہ کو پسند نہیں۔ ہاں جس پر ظلم ہوا ہو وہ اگر اس ظلم کا اظہار (کسی سے کرے یا ظالم کے حق میں بددعا کرے تو اس کو جائز ہے باوجود اس کے وہ بھی اگر آہستہ آہستہ صرف اللہ کے سامنے ہی اس ظلم کا اظہار کرے تو بہتر ہے کیونکہ خدا تو سب کچھ آہستہ ہو یا خفیہ سنتا ہے اور ہر ایک کا حال جانتا ہے جب ہی تو تمہیں کہیں کہ اگر تم بجائے شکایت ظاہری کے اس ظالم سے ظاہر طور پر یا چھپ کر نیکی کرو اور سلوک سے پیش آؤ یا اگر اتنا بڑھ کر تمہارا حوصلہ نہیں کہ ظالم سے بجائے بدلہ لینے کے نیک سلوک کرو تو معاف ہی کر دو تو اللہ بھی تمہارے گناہ معاف کر دے گا اس لیے کہ خدا بڑا ہی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے مگر باایں ہمہ جو لوگ اللہ کی توحید سے یا اس کے رسولوں سے منکر ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے ماننے میں تفرقہ کریں بعض کو مانیں اور بعض سے انکاری ہوں نہ صرف یہی کہ یہ کفر مخفی رکھتے ہیں بلکہ زبان سے بھی کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض سے انکاری ہیں جیسے یہودی اور عیسائی اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ بیچ میں راہ نکالیں اور لوگوں کو سخت ذلت پہنچے گی یہی لوگ پکے کافر ہیں گو یہ اپنے آپ کو اہل کتاب اور مومن کہیں اور انہیں کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ کی توحید کو اور اس کے سب رسولوں کو مانتے ہیں اور انہیں سے کسی رسول کے ماننے میں تفرقہ نہیں کرتے بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں عنقریب اللہ قیامت کے دن ان کے کاموں کے بدلے مناسب ان کو بخشے گا اور انکے سب گناہ معاف کر دے گا اس لیے کہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے ہر طرح سے لوگوں پر احسان ہی کرتا ہے دنیاوی حاجتوں کے علاوہ دینی حاجات کیلئے نبی اور رسول بھیجتا ہے بالآخر سب لوگوں کی ہدایت کو تجھے (اے محمد ﷺ) رسول کر کے بھیجا اور طرح طرح کے معجزات دیے اور آیندہ بھی دے گا۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى
اہل کتاب (یہود) تجھ[1] سے سوال کرتے ہیں کہ آسمان سے ساری کتاب اتار دے موسیٰ سے انہوں نے اس سے بڑھ کر
اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ
سوال کیا تھا کہنے لگے اے موسیٰ خدا ہم کو کھلم کھلا سامنے دکھا پس ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر بجلی گری، پھر
اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى
کھلی کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا پھر ہم نے یہ بھی معاف کردیا اور موسیٰ کو غلبہ
سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا
ظاہر دیا ہم نے ان پر وعدہ لینے کے لئے کوہ طور کو کھڑا کر دیا اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازہ میں سجدہ
الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا
کرتے ہوئے داخل ہوؤ اور یہ بھی کہا تھا کہ ہفتہ میں زیادتی نہ کرو اس پر ہم نے ان سے بڑا مضبوط
غَلِيْظًا ۝
وعدہ لیا تھا

ہاں جو سوال ان کا خلاف مصلحت اور حکمت ہو گا وہ ہر گز پورا نہ ہو گا چنانچہ یہ بات جو تجھ سے اہل کتاب (یہودی) سوال کرتے ہیں کہ ان کے سامنے آسمان سے ساری کتاب اتار دے- مصلحت کے خلاف ہے اول تو سامنے کسی کے کبھی کتاب نہیں اتری- ایسا اگر ہو تو ایمان بالغیب پھر کیا؟ دوئم چونکہ قرآن شریف کے مخالف بہت قسم کے لوگ ہیں ایک تو صریح اور کھلے طور پر مخالفت کر رہے ہیں ایک خفیہ در پئے مخالفت ہیں جیسے منافق- ان کی بے ایمانیوں اور شرارتوں سے پیغمبر کو اطلاع دینی ضروری ہے جو اسی قرآن کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً دی جاتی ہے پس ان اہل کتاب کا یہ سوال مصلحت کے کیسا خلاف ہے؟ مگر تاہم تو ان کے اس سوال سے تعجب نہ کر واس لیے کہ موسیٰ سے انہوں نے اس سے بھی بڑھ کر سوال کیا تھا کہنے لگے اے موسیٰ خدا ہم کو کھلم کھلا سامنے دکھا بھلا بتلاؤ یہ سوال بھی کچھ دانائی کا سوال ہے کبھی کسی نے خدا کو دنیا میں سامنے دیکھا بھی ہے اور ممکن بھی ہے کہ کوئی بشر اس کو دیکھ سکے ہمیشہ اس کی قدرت سے اس کا ثبوت ملتا ہے پس چونکہ یہ سوال ان کا بہت بے جا اور قواعد الٰہی کے خلاف تھا لہذا ان کے اس ظلم اور سخت غلطی کی وجہ سے ان پر بجلی گری جس سے وہ مر گئے پھر ہم نے ان کو زندہ کیا تاکہ وہ احسان مانیں پھر اس بے جا سوال پر ہی انہوں نے بس نہیں کی بلکہ کھلی کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اس بے جان کو پوجنے لگ گئے پھر ہم نے یہ بھی معاف کر دیا اور ان کے سردار اور پیغمبر موسیٰ کو دشمنوں پر غلبہ ظاہر دیا- اور ان کی سرکشیوں کے سبب ہم نے ان (بنی اسرائیل) پر وعدہ لینے کیلئے کوہ طور کو کھڑا کر دیا اور ان کو شکر سکھانے کو ہم نے ان سے کہا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوؤ اور یہ بھی ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہفتے میں زیادتی نہ کرو یعنی ہفتہ کے روز کی مقررہ عبادت کے ادا کرنے میں سستی اور برے کاموں میں چستی نہ کرو اور اس پر ہم نے ان سے بڑا مضبوط وعدہ لیا تھا مگر انہوں نے ایک کو بھی ملحوظ نہ رکھا-

---

شان نزول [1] یسئلك اهل الكتاب بعض یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی کتاب کو ایک ہی دفعہ اتار لائیں ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی-

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ
پھر ان کی بدعہدیوں کی وجہ سے اور آیات خداوندی سے انکار اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور
قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا
انکی (بیہودہ گوئی) اس کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل محفوظ ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر کردی ہے پس بہت کم مانتے
قَلِيْلًا ۝ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا
ہیں اور ان کے کفر اور مریم صدیقہ پر بہتان عظیم باندھنے کی وجہ سے- اور غلط گوئی کی وجہ سے کہ ہم
قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ
نے عیسیٰ مسیح ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر ڈالا حالانکہ نہ تو انہوں نے اس کو مارا اور نہ سولی دیا ہاں
وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ
ان کو ایک قسم کا اشتباہ بیشک ہوا اور جو لوگ اس میں مخالف ہیں سخت غلطی میں ہیں ان کو علم نہیں ہاں اپنے خیال
مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ
کی پیروی میں ہیں انہوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ
اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ
بڑا ہی زبردست بڑی حکمت والا ہے- اس کے مرنے سے پہلے پہلے سب اہل کتاب اس کو مان جائیں گے

پھر جو کچھ ان سے معاملہ ہوا سو کچھ تو ان کی بدعہدیوں کی وجہ سے اور کچھ آیات خداوندی کے انکار کی وجہ سے اور کچھ انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور کچھ پیغمبر کے مقابلہ ان کی بے ہودہ گوئی کی وجہ سے کہ ہم تیری بات نہیں سنتے اس لیے کہ ہمارے دل بری اور غلط باتوں کی رسائی سے محفوظ ہیں حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ اللہ نے ان کے کفر اور بے ایمانی کی وجہ سے ان پر مہر کردی ہے پس اسی لیے تو بہت تھوڑے نصیحت مانتے ہیں اور بالاخر بقیہ بلا ان کے آخری کفر اور مریم صدیقہ پر بہتان عظیم باندھنے کی وجہ سے اور مسیح کی نسبت اس بیہودہ اور غلط گوئی کی وجہ سے تھا کہ بیشک ہم نے عیسیٰ مسیح ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر ڈالا- حالانکہ نہ تو انہوں نے اس کو مارا اور نہ سولی دیا- ہاں ان کو ایک قسم کا اشتباہ بیشک ہوا جس سے خیال کر بیٹھے کہ ہم نے اس کو مار ڈالا اصل بات یہی ہے جو ہم نے بتلائی ہے اور جو لوگ اس میں ہمارے بتلائے ہوئے سے مخالف ہیں سخت غلطی میں ہیں واقعی طور پر ان کو علم نہیں ہاں اپنے خیال کی پیروی میں ہیں-اصل بات تحقیقی ہم بتلا چکے ہیں کہ انہوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف زندہ اٹھالیا- گو کسی آدمی کا زندہ آسمان پر چڑھ جانا بظاہر عادت کے خلاف اور بعض کوتہ اندیشوں کی نظروں میں نہ صرف مشکل بلکہ محال ہے مگر اللہ کے نزدیک ایسے امور نہ محال ہیں نہ مشکل کیونکہ اللہ بڑا ہی زبردست بڑی حکمت والا ہے- بہت سے کام لوگوں کی نظروں میں مشکل ہوں مگر اللہ ایسی حکمت سے ان کو پورا کر دیتا ہے کہ بڑے بڑے عقلاء حیران رہ جاتے ہیں جیسا کہ مسیح کا آسمان پر اٹھانا جو ظاہر بینوں کی نظر میں بڑی مشکل بات معلوم ہوتی تھی مگر خدا نے اس کو کر کے دکھا دیا اور انجام بھی یہ ہوگا کہ قریب قیامت جب مسیح دنیا میں آئے گا تو اس کے مرنے[1] سے پہلے پہلے سب اہل کتاب یہود و نصاریٰ اس کو اللہ کا رسول مان جائیں گے-

[1] مرزائی پارٹی اس آیت کا ترجمہ صفحہ ۲۲۱ کے حاشیہ پر دیکھے-

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

اور وہ قیامت کے دن ان کی شہادت دے گا- پس یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے اور بہت سے لوگوں کو اللہ

طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا

کی راہ سے روکنے اور بیاج لینے کی وجہ سے حالانکہ اس سے ان کو منع کیا گیا تھا

وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

اور لوگوں کا مال کھانے کی وجہ سے ہم نے ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان کو پہلے سے حلال تھیں حرام کر دیں اور انہی

مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

سے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے- البتہ انہی سے علم (الٰہی) کے پختہ اور (عام) ایماندار تیری طرف اتاری ہوئی کتاب

يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ

اور تیرے سے پہلے اتاری ہوئی کو مانتے ہیں اور نماز پڑھنے والے اور زکوۃ دینے

الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ

والے اور اللہ اور پچھلے دن (قیامت) پر صحیح ایمان رکھنے والے ہم ان کو بڑا اجر دیں

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ

گے- ہم نے تیری طرف الہام کیا جیسا کہ نوحؑ کی طرف اور اس سے پیچھے اور نبیوں کی

بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

طرف اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب

وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾

اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف الہام کیا تھا اور داؤدؑ کو ہم نے زبور دی

اور وہ قیامت کے دن ان کی شہادت دے گا کہ انہوں نے مجھے جیسا کہ چاہیے تھا مانا خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ مسیح کے متعلق تھا اب اصل کلام سنو پس خلاصہ یہ کہ یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے جب وہ اپنی حد سے گذر گئے اور بہت سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے اور بیاج لینے کی وجہ سے حالانکہ اس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور لوگوں کا مال حرام طریق سے کھانے کی وجہ سے ہم نے اس پر بہت سی پاک چیزیں جو ان کو پہلے سے حلال تھیں حرام کر دیں یہ ان کی سزا دنیاوی تھی- اور قیامت کے روز انہی سے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے البتہ انہیں سے علم الٰہی کے پختہ اور عام ایماندار تیری طرف اتاری ہوئی کتاب اور تیرے سے پہلے اتاری ہوئی کو واقعی طور پر جیسا کہ مانتے ہیں اور نماز باجماعت پنجگانہ پڑھنے والے قابل مدح ہیں اور حسب طاقت مال کی زکوۃ بھی غرباء و مساکین کو دینے والوں اور اللہ اور پچھلے دن (قیامت) پر صحیح ایمان رکھنے والے ہم سے بہت بڑا اجر پائیں گے- تعجب کہ تیری رسالت سے کیوں منکر ہیں تو نیا رسول ہو کر دنیا میں تو نہیں آیا- ہم نے تو تیری طرف الہام کیا جیسا کہ نوح کی طرف اور اس سے پیچھے اور نبیوں کی طرف اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق یعقوب اور اس کی اولاد اور بالخصوص عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف الہام کیا تھا اور داؤد علیہم السلام کو ہم نے زبور دی- اسی طرح تجھ کو کتاب (قرآن) دی-

وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ

بہت سے رسولوں کی ہم نے تجھے اطلاع کر دی ہے اور بہت سے تجھ کو نہیں بتلائے اور موسیٰ سے اللہ نے باتیں

وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ

کیں- ہم رسول بھیجتے رہے جو خوشخبری سناتے اور عذاب سے ڈراتے ہیں تاکہ بعد آنے رسولوں کے لوگوں

لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

کا اللہ پر کوئی عذر باقی نہ رہے خدا بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ

اللہ تو تیری طرف اتاری ہوئی کتاب کی شہادت دے رہا ہے کہ اسی اللہ نے اس کو اپنے علم کیساتھ نازل کیا اور فرشتے بھی گواہی دے رہے ہیں

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور اللہ ہی کی شہادت کافی ہے- جو لوگ کافر ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں وہ

قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ

تو بڑی سخت گمراہی میں ہیں- بیشک جو لوگ کافر ہیں اور ظلم کر رہے ہیں اللہ ان کو ہرگز نہ

لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۙ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ

بخشے گا اور نہ نجات راہ سجھائے گا- ہاں جہنم کی راہ ضرور ان کو دکھائے گا جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

مختصر یہ کہ ہمیشہ سے ہم مخلوق کی ہدایت کو انبیاء بھیجتے رہے بہت سے رسولوں کی ہم نے تجھے اطلاع کر دی ہے اور بہت سے ابھی تک تجھ کو نہیں بتائے اور موسیٰ سے اللہ نے بلاواسطہ باتیں کیں ہمیشہ ہم رسول بھیجتے رہے جو لوگوں کو بھلی سناتے ہیں اور عذاب سے ڈراتے تاکہ بعد آنے رسولوں کے لوگوں کا اللہ پر کوئی عذر باقی نہ رہے کہ عذاب ہونے پر یہ نہ کہیں کہ ہم کو تو نے اطلاع نہیں کی تھی کہ فلاں کام برا ہے اسے نہ کرنا اور فلاں کام اچھا ہے اسے کرنا خدا بڑا غالب ہے اس کے رسولوں سے منکر ہو کر کہیں بچ نہیں سکتے؟ وہ بڑی حکمت والا ہے اپنی حکمت سے ان کے اندر سے ہی عذاب کے اسباب پیدا کر سکتا ہے اسی مطلب کو تجھے رسول کر کے بھیجا کہ عرب کے مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کو ان کی برائیوں پر مطلع کرے سو یہ لوگ اگر تیری نہیں مانتے اور تجھ کو اللہ کا رسول نہیں جانتے نہ جانیں اللہ تو تیری طرف اتاری ہوئی کتاب کی شہادت دے رہا ہے کہ اسی اللہ نے اس کو اپنے علم کے ساتھ مفید جان کر ان کی ہدایت کے لیے نازل کیا اور آسمان و زمین کے فرشتے بھی گواہی دے رہے ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ اللہ ہی کی شہادت کافی ہے اسی کی شہادت پر اس قرآن کو انجام فتح ہو گی وہ اپنی شہادت کا ایسا ثبوت دے گا کہ دیکھیں گے- باقی رہے کفار اہل کتاب سو ان کی شہادت ہوئی تو کیا نہ ہوئی تو کیا کیونکہ جو لوگ کافر ہیں اور لوگوں کو بھی اللہ کی راہ سے روکتے ہیں مشرکین عرب ہوں یا اہل کتاب وہ تو بڑی ہی سخت گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں پھر ان کا بھی کچھ شمار ہے ہرگز نہیں بے شک جو لوگ کافر ہیں اور لوگوں پر بوجہ گمراہ ہونے کے ظلم کر رہے ہیں جیسے آج کل کے مشنری ہرگز اللہ نہ تو ان کو بخشے گا اور نہ قیامت میں نجات کی راہ بتلائے گا ہاں جہنم کی راہ ضرور ان کو دکھائے گا جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ نہ سمجھو کہ دنیا میں تو ان کا بڑا رسوخ ہے بڑے بڑے حکام بھی ان سے ڈرتے ہیں پھر خدا ان کو کیسا عذاب کرے گا؟

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ

اور اللہ پر یہ آسان ہے۔ لوگو یہ رسول تمہارے رب کی طرف سے سچے احکام لایا ہے

مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

اس کو مانو تو تمہارا بھلا ہوگا اور اگر تم نہ مانو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں

الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

ہے اور اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ اے کتاب والو اپنے مذہب میں حد سے نہ نکلو

وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

سوائے سچی بات کے اللہ کے ذمہ مت لگایا کرو عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کا رسول اور اس کے حکم سے جس کو

وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا

اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا (پیدا شدہ) اور اس کی طرف سے ایک روح ہے پس خدا کو اور اس کے رسولوں کو مانو اور تین نہ کہو

ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م

باز آؤ اپنا بھلا چاہو خدا تو صرف ایک ہی ہے اولاد ہونے سے پاک ہے جو کچھ آسمانوں

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ ع لَنْ يَّسْتَنْكِفَ

اور زمینوں میں ہے سب اسی کی ملک ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔ نہ تو مسیح کو خدا کا بندہ

الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ

بننے سے عار ہے اور نہ مقرب فرشتوں کو جو کوئی اللہ کی بندگی سے

کیونکہ اللہ پر یہ آسان ہے کچھ مشکل نہیں دنیا کے حکام میں اگر ان کا کچھ رسوخ ہے یا وہ ان سے ڈرتے ہیں تو اس لیے کہ یہ ان کو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں اللہ کو ان کے ضرر سے کیا خوف؟ وہ ذات وراء الوراء اکبر الکبراء ہے تمہیں بلند آواز سے پکار رہا ہے لوگو یہ رسول تمہارے رب کی طرف سے سچے احکام لایا ہے اس کو مانو تو تمہارا بھلا ہوگا اور اگر تم نہ مانو گے تو سخت سزا دے گا اس لیے کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے ممکن نہیں کہ اس کی حکومت سے تم باہر جا سکو اور ساتھ ہی اس کے اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ اے کتاب والو بالخصوص تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے مذہب میں حد سے نہ نکلو اور سوائے سچی بات کے اللہ کے ذمہ مت لگایا کرو جیسا کہ کہتے ہو مسیح خدا ہے حالانکہ عیسیٰ مسیح ابن مریم صرف اللہ کا رسول اور اس کے حکم سے جس کو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا پیدا شدہ اور اس کی طرف سے ایک روح یعنی نیک بندہ ہے پس سیدھی روش تو یہ ہے کہ خدا کو واحد بلا ساجھی خدا اور اس کے رسولوں کو اس کے رسول مانو اور تین خدا یا تین جزوں سے مرکب خدا نہ کہو اس سے باز آؤ اور اپنا بھلا چاہو خدا تو صرف ایک ہی ہے نہ کوئی اس کا جزو ہے نہ ساجھی اولاد ہونے کے عیب سے پاک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کی ملک ہے اللہ ہی سب بندوں کی کارسازی کو کافی ہے۔ وہ سب کا مالک ہے نہ تو مسیح کو جسے تم خدا اور خدا کا بیٹا تجویز کرتے ہو خدا کا بندہ بننے سے کسی قسم کا عار ہے اور نہ مقرب فرشتوں کو جنہیں مشرکین عرب خدا کی بیٹیاں سمجھتے ہیں اس میں کچھ تکبر ہے اور ہو بھی کیوں کر سکتا ہے جب کہ انہوں نے یہ قاعدہ سن رکھا ہے اور اس کا ان کو پورے طور پر یقین بھی ہے کہ جو کوئی اللہ کی بندگی سے

عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
عار سمجھے یا تکبر کرے سو اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا- پھر جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
اور عمل اچھے کیے ان کو پورا بدلہ دے کر اور زائد بھی اپنے فضل سے عطا کرے گا اور جنہوں نے اس
اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ
کی بندگی سے عار اور تکبر کیا ہوگا ان کو دردناک عذاب سے معذب کرے گا اور خدا کے سوا اپنے لئے نہ کوئی دوست اور نہ مدد گار
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
کسی کو پاویں گے- لوگو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک راہنما (محمد ﷺ) تمہارے پاس آچکا
وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ
اور ہم نے کھلا نور تمہاری طرف اتارا ہے- پس جو لوگ اللہ کو مانیں گے اور اسی سے مضبوط تعلق کریں گے تو
فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝
(اللہ) ان کو اپنی رحمت اور مہربانی میں داخل کرے گا اور ان کو اپنی طرف سیدھے راستے پر پہنچا دے گا
يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ
مسلمان تجھ سے فتوی پوچھتے ہیں تو کہہ کہ اللہ تو خود تم کو کلالہ کا حکم سناتا ہے اگر کوئی ایسا شخص مرے جس کی اولاد نہ ہو
وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ
اور اس کی بہن ہو تو بہن اس کی جائیداد متروکہ میں سے نصف کی مالک ہوگی اور وہ سب مال کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو

عار سمجھے یا کسی قسم کا تکبر کرے سو اپنا ہی برا کرتا ہے اس لیے کہ وہ اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا پھر جو لوگ ایمان لائے اور عمل اچھے کیے ہوں گے انکو پورا بدلہ دے کر اور زائد بھی اپنے فضل اور مہربانی سے عطا کرے گا اور جنہوں نے اس کی بندگی سے عار اور تکبر کیا ہوگا اور ان کو دردناک عذاب میں معذب کرے گا جہاں سے کسی طرح نہ تو وہ خود ہی چھوٹ سکیں گے اور نہ خدا کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار کسی کو پائیں گے بالآخر پھر ہم کہتے ہیں کہ لوگو اگر اپنی بہتری چاہتے ہو تو سنو تمہارے خدا کا رہنما (محمد ﷺ) تمہارے پاس آچکا اور اس کی شہادت کو ہم نے کھلا نور قرآن شریف تمہاری طرف اتارا ہے- پس بعد اس کے یہ فیصلہ ضرور ہوگا کہ جو لوگ اس رہنما کے ذریعہ سے اللہ کو واحد لاشریک مانیں گے اور اسی سے مضبوط تعلق کریں گے تو اللہ ان کو اپنی رحمت اور مہربانی میں داخل کرے گا اور ان کو اپنی طرف پہنچنے والے سیدھے راستہ پر پہنچادے گا جہاں پر پہنچ کر ان کی یہ علامت ہوگی کہ جو کچھ کریں گے وہ تجھ سے پوچھ کر تیری اجازت سے کریں گے جیسا کہ یہ مسلمان تجھ سے کلالہ[1] کا حکم پوچھتے ہیں تو ان کو کہہ دے کہ تمہاری نیک نیتی کا ثمرہ یہ ہے کہ اللہ خود تم کو کلالہ کا حکم سناتا ہے تم کان لگا کر سنو اگر کوئی ایسا شخص مرے جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی بہن ہو تو اس صورت میں وہ بہنیں اس کی جائداد متروکہ میں سے نصف کی مالک ہوں گی اور وہ بھائی سب مال کا وارث ہوگا اگر اس کی ہمشیرہ کی کوئی اولاد نہ ہو اور مر جائے پھر اگر دو بہنیں

[1] کلالہ اس شخص کو کہیں جس کے ماں باپ بیٹی بیٹا نہ ہوں-

فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَإِنْ كَانُوْٓا إِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً

پھر اگر دو بہنیں ہیں تو ان کو دو ثلث ترکہ سے ملے گا اور اگر بہن بھائی مرد و عورت وارث ہوں۔ تو مرد

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

کو عورت سے دگنا حصہ ملے گا- اللہ تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ نہ بھولو اور اللہ کو

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

سب کچھ معلوم ہے

سورت المائدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا

مسلمانو! احکام الٰہی کی تعمیل کرو چارپائے مویشی باستثنائے ان کے جو تم کو بتلائے

مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ

جاتے ہیں تم کو حلال ہیں بشرطیکہ تم احرام کی حالت میں نہ ہو خدا جو چاہے حکم

مَا يُرِيْدُ ﴿۱﴾

دیتا ہے

ہوں توان کو دو ثلث ترکہ میں سے ملیں گے اور اگر اس کلالہ کے کئی بہن بھائی مرد عورت وارث ہوں تو مرد کو عورت سے دگنا حصہ ملے گا- اللہ تمہارے لیے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ نہ بھولو- ہرگز اس کے بتلائے کے خلاف نہ کرو اللہ کو سب کچھ معلوم ہے جس کسی کا جو حصہ اور اس کے متعلق حکم صادر فرمایا ہے اسے ہی واقعی سمجھو-

سورت مائدہ

مسلمانو ایمان لا کر جن احکام خداوندی کو تم اپنے ذمہ لے چکے ان احکام الٰہی کی تعمیل کرو وہ کئی قسم ہیں- کئی اوامر کسی فعل کے کرنے کے متعلق ہیں اور کئی ایک نواہی کسی فعل سے روک ہیں- بعض مباح بھی ہیں سنو چارپائے مویشی باستثناء ان کے جو اسی سورت میں تم کو بتائے جاتے ہیں تم کو حلال ہیں بشرطیکہ احرام کی حالت میں تم نہ ہو بعض کی اجازت اور بعض کی ممانعت کرنے میں تم متردد نہ ہو۔ اس میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں اگر ان حکمتوں کو نہ پاسکو تو یہی سمجھو کہ خدا جو چاہے حکم دیتا ہے اس پر کسی کا زور یا ناراضگی کا حق نہیں-

شان نزول

لہ تعلقات خالق و مخلوق کو باحسن وجوہ پورا کرنے کی تعلیم کی بابت یہ آیت نازل ہوئی-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

مسلمانو اللہ کے دستورات[1] مقررہ کو نہ توڑو اور نہ ہی ماہ حرام کی بے حرمتی کرو اور نہ قربانیاں لوٹا کرو

وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور نہ سیلی پہنے ہوئے جانور پکڑا کرو اور نہ ہی بیت المعظم آنے والے لوگوں کو بے حرمت کرو وہ خدا کا فضل اور اس کی مرضی چاہنے

وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ

کو آتے ہیں اور جب احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کی اجازت ہے کسی قوم کی عداوت سے کہ انہوں نے تم کو کعبہ میں آنے

صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ

سے روکا تھا بے اعتدالی پر کمربستہ نہ ہوؤ اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں آپس میں مدد

وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

کیا کرو اور گناہ اور ظلم پر حمایت نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک خدا بڑے

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

سخت عذاب والا ہے

پس تم مسلمانو اللہ کے دستورات مقررہ کو نہ توڑو اور نہ ہی ماہ حرام کی بے حرمتی کرو اور نہ لوگوں کی قربانیاں جو دور دور سے خدا کی نذر مان کر بہ نیت ثواب خانہ کعبہ میں لاتے ہیں لوٹا کرو اور نہ سیلی پہنے ہوئے جانور جو بہ نیت نذر گذارنے کے لوگ لاتے ہیں راہ میں پکڑا کرو اور نہ ہی بیت المعظم کعبہ شریف میں آنے والے لوگوں کو بے حرمت کرو۔ دیکھو تمہیں ان کے ستانے اور بے عزت کرنے میں شرم آنی چاہیے۔ وہ تو خدا کا فضل اور اس کی مرضی چاہنے کو دور دراز ملکوں سے سفر کر کے آتے ہیں اور تم ان کو بے حرمت کرو اور لوٹو تو خدا سے ڈرو۔ یہ تو انسان ہیں حیوانوں کے شکار سے بھی جب تک محرم ہو بچتے رہو ہاں جب احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کی اجازت ہے مزے سے کرو۔ خبردار کسی قوم کی عداوت سے کہ انہوں نے کسی زمانہ میں تم کو کعبہ شریف میں آنے سے روکا تھا۔ اب موقع پا کر بے اعتدالی اور ظلم زیادتی پر کمربستہ نہ ہوؤ ایسا نہ ہو کہ کسی کو بدلے کے خیال میں جوش آئے تو دوسرا ابجائے جوش مٹانے کے اس کو بھڑکائے خبردار ایسی بے جا حرکتوں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دیا کرو اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر آپس میں مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم پر حمایت نہ کیا کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو بے شک خدا بڑے سخت عذاب والا ہے۔

شان نزول

[1] لا تحلوا شعائر اللہ ایک شخص شریح بن ضبیعہ نامی مدینہ طیبہ میں آکر دھوکا سے مسلمانوں کو آکر نقصان پہنچا کر چلا گیا حج کے دنوں میں یمامہ کے ایک قبیلے کے ہمراہ بصورت حاجی بہ نیت تجارت بہت سامان لے کر مکہ مکرمہ کی طرف آرہا تھا صحابہ نے اپنا عوض لینے کو اس کے پکڑنے کی آنحضرت ﷺ سے اجازت چاہی آپ نے منع فرمایا صحابہ کی مکرر درخواست کرنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)۔ اسلام پر بے جا لوٹ کھسوٹ کا الزام لگانے والو کہاں ہو شرم ....

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ

خود مردہ جانور اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو چیز غیر اللہ کے نام پر پکاری جائے اور

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ

گلا گھٹ کر یا لکڑی پتھر کی چوٹ سے یا گر کر یا سینگ لگنے سے مرا ہو اور جس کو درندہ کھا جائے سب

إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ

حرام ہیں مگر جس کو تم ذبح کرلو اور جو بتوں پر ذبح کیا جاوے حرام ہے اور یہ کہ تم تیروں سے قسمت آزمائی کرتے ہو یہ بھی حرام ہے سخت گناہ کی بات

فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ

ہے آج کفار تمہارے دین سے مایوس ہوگئے ہیں پس تم ان کا خوف نہ کرو اور مجھ (خدا) سے ڈرو آج میں نے تمہارا

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ

دین کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارا مذہب پسند کیا ہے پس

الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ

جو شخص بغیر رغبت گناہ کے بھوک سے سخت تنگ ہو خدا بڑا بخشنے والا

وہ جانور جن کی حرمت کا ذکر شروع میں تم کو سنایا تھا غور سے سنو خود مردہ جانور جو بوجہ حبس دم کے مضر ہوتا ہے اور ذبح کے وقت کا خون جو بدن انسان کو ضرر رساں ہے اور خنزیر کا گوشت جو اخلاق انسانی میں مضر ہے اور جو غیر اللہ کے نام پر بغرض تقرب غیر کے پکاری جائے کیونکہ یہی بنائے شرک ہے اور گلا گھٹ کر یا لکڑی پتھر وغیرہ کی چوٹ سے یا گر کر یا کسی زبردست کے سینگ لگنے سے مرا ہو اور جس کو درندہ جانور کھا جائے سب حرام ہیں مگر جس کو درندے سے چھڑا کر بحالت زندگی تم ذبح کرلو وہ حلال ہے اور جو بتوں اور قبروں وغیرہ ناجائز موقعوں پر ذبح کیا جائے وہ بھی حرام ہے اور یہ جو تم تیروں وغیرہ آلات رمل سے قسمت آزمائی کرتے ہو یہ بھی حرام ہے بلکہ سخت گناہ کی بات ہے کیونکہ ایک تو جھوٹ ہے دوئم دھوکہ دھی ہے- مسلمانو آج کفار تمہارے دین کے مٹنے سے مایوس ہو گئے ہیں اور جو خیالی پلاؤ جی میں اسلام کی بربادی کے پکایا کرتے تھے وہ سب ان کو بھول گئے پس اب تم اجرائے دین کروان کا ذرہ بھر خوف نہ کروان کے چھکے چھوٹ چکے ہیں- وہ تمہارا مقابلہ نہ کریں گے ان کی پرواہ بھی نہ کرو اور مجھ (خدا) سے ڈرو آج میں نے بذریعہ قرآن اور رسول تمہارا دین بہ نسبت اصول شرائع کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت بذریعہ فتوحات اور اظہار اسلام پوری کی ہے اور اسلام ہاں اصل اسلام ٹھیٹھ اسلام نہ کہ بناوٹی اسلام جس میں قبر پرستی تعزیہ پرستی وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے تمہارا مذہب میں نے پسند کیا ہے پس تم احکام شرعی کی تعمیل کرو جو حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہے اس کو حرام جانو جو شخص بغیر رغبت گناہ کے بھوک سے تنگ ہو اور حلال کھانا اس کو میسر نہ آتا ہو تو محرمات مذکورہ میں سے کچھ بقدر سد رمق جس سے اس کی جان بچ جائے کھالے اور خدا کی بخشش کی امید رکھے کیونکہ خدا

شان نزول

ے حرمت علیکم المیتة شرک بت پرستی پیر پرستی وغیرہ کی جڑ کاٹنے کو یہ آیت نازل ہوئی-

ك الیوم اکملتُ لکم آنحضرت ﷺ کے آخری حج یعنی حجۃ الوداع میں بطریق آخری پیغام کے یہ آیت نازل ہوئی-

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ

مہربان ہے۔ تجھ سے[1] پوچھتے ہیں کہ کن چیزوں کے کھانے کی انکو اجازت ہے تو کہہ تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں سب حلال

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ

ہیں اور جو شکاری درندے جن کو تم شکار کا ڈھب جس طرح اللہ نے تم کو سکھایا سکھا کر شکار کرتے ہو جو کچھ وہ تمہارے پاس

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ

لاویں اسے بھی تم کھالیا کرو اور اللہ کا نام اس پر ذکر کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ بہت

اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ

جلد حساب لینے والا ہے۔ اب کل مباح چیزیں تم کو حلال ہیں اور کتاب والوں کا کھانا بھی تم

اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ

کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے بھلی مانس عورتیں مسلمانوں میں سے اور تم سے

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

پہلی کتاب والوں کی بھلی مانس عورتیں تم کو حلال ہیں بشرطیکہ تم گھر باری بننے کی نیت سے ان کے مہر ادا کرو نہ کہ

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ

صرف شہوت رانی کی غرض سے اور نہ مخفی آشنائی کرنے کو رکھو

بڑا بخشنے والا مہربان ہے شاباش ہے ان مسلمانوں پر جو سنتے ہی ایسے تابع ہوئے ہیں کہ کوئی کام بلا اجازت کرنا نہیں چاہتے گو عام مفہوم سے مستنبط بھی ہو سکتا ہو۔ دیکھو تو بغرض دریافت تجھ سے پوچھتے ہیں کہ محرمات کو چھوڑ کر کن چیزوں کے کھانے کی ان کو اجازت ہے تو اے محمد ﷺ ان سے کہہ کہ محرمات کو چھوڑ کر سب کچھ پاک ہے پس تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں اور پاکیزہ جانور جن پر شرع نے حرمت کا فتوی نہیں دیا سب حلال ہیں بلا کھٹکا کھاؤ اور شکاری درندے کتے باز وغیرہ جن کو تم شکار کا ڈھب جس طرح خدا نے تم کو سکھایا ہے سکھا کر شکار کرتے ہو جب وہ سیکھ جائیں تو جو کچھ وہ تمہارے پاس شکار لائیں اسے بھی کھالیا کرو تم کو اجازت ہے اور کھاتے ہوئے اللہ کے نام کا ذکر کیا کرو اور بے فرمانی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو خدا کے مواخذہ میں دیر نہیں بہت جلد حساب لیا کرتا ہے اور سنو اب کل مباحات چیزیں تم کو حلال ہیں اور کتاب والوں کا پکایا ہوا کھانا بھی بشرطیکہ حرام نہ ہو تم کو حلال ہے۔ ہندوؤں کی طرح اسلام میں چھوت نہیں کہ غیر قوم کے ہاتھ لگنے سے ناپاک ہو جائے ہاں اگر وہ حسب عادت کوئی حرام چیز کھائیں پکائیں تو وہ نہ کھاؤ جیسا تم کو ان کا پکا ہوا کھانا حلال ہے تمہارا پکا ہوا کھانا ان کو حلال ہے کھانے پینے کے کیا معنی؟ بھلی مانس عورتیں جیسی مسلمانوں میں سے تم کو نکاح میں لانی جائز ہیں ایسی ہی تم سے پہلی کتابوں والوں یہود و نصاری کی بھلی مانس عورتیں تم کو نکاح میں لانی حلال ہیں۔ بشرطیکہ تم بھی بھلے مانس بن کر گھر باری بننے کی نیت سے ان کے مہر ادا کرو نہ کہ صرف چند روزہ شہوت رانی کی غرض سے اور نہ مخفی آشنائی کرنے کو رکھو۔

شان نزول

[1] یسئلونک عدی بن حاتم نامی نے سوال کیا کہ ہم کتوں کے ذریعہ شکار کیا کرتے ہیں ہمارے لیے اس میں کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵

اور جو کوئی ایمان سے منکر ہوگا اس کے تمام عمل برباد ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں ٹوٹا پانیوالوں سے ہوگا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ

مسلمانو جب نماز کو آمادہ ہو تو منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لو اور

اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ

سروں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اور اگر تم جنبی ہو تو نہا لیا

جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ

کرو اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا پاخانہ سے پھر کر آؤ یا

الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

تم نے عورتوں کو چھوا ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ

کہ مٹی اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر مل لیا کرو خدا تم پر تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ اسے تو

حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶

یہ منظور ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی مہربانی تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر گزار بنو

اور یاد رکھو کہ یہود و نصاریٰ کی عورتوں کی محبت میں پھنس کے بے ایمان نہ ہو جاؤ سن رکھو جو کوئی ایمان سے منکر ہوگا اور اس کے تمام نیک عمل برباد ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں ٹوٹا پانے والوں کی جماعت سے ہوگا نہ ہو کہ نکاح وغیرہ خانہ داری کے دھندوں میں پھنس کر احکام شریعت میں سستی کرنے لگو سب سے پہلا حکم عام طور پر نماز کا ہے اسے بھی کسی بہانہ سے ٹالنے لگ جاؤ۔ مسلمانو احکام شرعی کے لیے مستعد رہو۔ جب نماز کو آمادہ ہو تو پہلے ادا کرنے اور شروع کرنے کے بغرض ستھرا وضو کرو جس کا طریق یہ ہے کہ منہ سارا اور ہاتھ کہنیوں تک اور سروں پر صرف ہاتھ پھیر لیا کرو اتنا ہی کافی ہے اور پاؤں ٹخنوں تک دھویا کرو اور اگر بوجہ خروج منی نیند میں یا بیداری میں تم جنبی ہو تو نہا لیا کرو اور اگر بیمار ہو کہ نہانا مضر پڑتا ہو یا سفر میں ہو یا پاخانہ سے پھر کر آؤ یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو یعنی تم نے ان سے جماع کیا ہو اور ان سب صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو ستھری اور پاک مٹی لے کر اس سے تیمم کرو جس کا طریق یہ ہے کہ مٹی اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر کسی قدر مل لیا کرو جس سے تمہاری خاکساری خدا کے دربار میں نمایاں ہو۔ خدا کو تو دلی اخلاص منظور ہے وہ تم پر بے جا حق تنگی کرنی نہیں چاہتا کہ ایسے حکم دے جس سے تم سبکدوش ہی نہ ہو سکو بلکہ اسے تو یہ منظور ہے کہ جس طرح ہو سکے تم دلی اخلاص اور توجہ سے اس کے حکم بردار بنو اور وہ تم کو گناہوں سے پاک و صاف کرے اور اگر تمہارا اخلاص قلبی کامل ہو تو اپنی مہربانی تم پر پوری کرے کہ روحانی درجات میں تم کو ترقی عنایت کرے تاکہ تم اس کے کامل شکر گزار بندے بنو۔

شان نزول

[1] اذا قمتم الی الصلوٰۃ نماز کے متعلق طہارت کا طریق بتلانے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا

اللہ کی مہربانی اور مضبوط وعدے جو اس نے تم سے لئے ہوئے ہیں یاد کرو جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا

وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور تابع ہوئے اور اللہ سے ڈرو خدا دلوں کے بھید بھی جانتا ہے مسلمانو خدا لگتی گواہی

اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي

انصاف سے دیا کرو۔ اور کسی قوم کی عداوت سے بے انصافی نہ کرنے لگو عدل

اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

کیا کرو عدل پرہیزگاری کے بہت ہی قریب ہے اور خدا سے ڈرو یقیناً خدا تمہارے کاموں

تَعْمَلُوْنَ ۞ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

سے باخبر ہے۔ جو لوگ ایمان لاکر نیک عمل کرتے ہیں خدا نے ان سے بخشش اور بڑے

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۞

اجر کا وعدہ کر رکھا ہے اور جو منکر ہوکر ہمارے احکام کو جھٹلاتے ہیں وہی جہنمی ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

مسلمانو ذرا اس وقت

اللہ کی مہربانی اور مضبوط وعدے جو اس نے تم سے لیے ہوئے ہیں یاد کرو جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے دل سے تیرے حکموں کو (اے نبیؐ) سنا اور بجان و دل تابع ہوئے پس اب باخلاص تابع ہو جاؤ اور اس کے خلاف کرنے میں اللہ سے ڈرو دل میں بھی اس کی مخالفت کا خیال تک نہ کرو کیونکہ خدا دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ مسلمانو یہ احکام تو تمہاری عبادات وغیرہ کے متعلق تھے اب تمدنی احکام بھی سب سے پہلے یہ کہ ہر ایک معاملہ میں خدا لگتی گواہی انصاف سے دیا کرو اور کسی قوم کی عداوت سے بے انصافی نہ کرنے لگو۔ بلکہ ہر حال میں عدل ہی کیا کرو کیونکہ عدل پرہیزگاری کے جو تمہارا اصل مدعا ہے بہت ہی قریب اور مناسب ہے تم جو پرہیزگار بننے کے طالب ہو ہر حال میں عدل کیا کرو اور بے انصافی کرنے میں خدا سے ڈرو یقیناً خدا تمہارے کاموں سے باخبر ہے تمہیں معلوم ہے؟ اگر تم ان احکام کی پابندی کرو گے تو تم کو کیا کچھ انعام واکرام ملیں گے؟ پس تم جانو کہ جو لوگ خدا کی خدائی اور رسول کی رسالت پر ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں خدا نے ان سے بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے جو کبھی خلاف نہ ہوگا اور ان کے مقابل جو منکر ہو کر ہمارے یعنی خدا کے احکام کو جھٹلاتے ہیں وہی جہنمی ہیں پس تم تعمیل احکام خداوندی میں سستی نہ کرو۔ مسلمانو تمہیں اس سے بھی کچھ زائد چاہیے جو تم پر خدا نے احسان کیے ہیں وہ کیا کم ہیں؟

شان نزول

[1] کونوا قوامین عدل وانصاف اور حقیقی تہذیب کے سکھانے کو یہ آیت نازل ہوئی۔

اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ

کی خدا کی[1] مہربانی کو یاد کرو جب ایک قوم نے تم پر حملہ کرنا چاہا تھا تو خدا ہی نے ان کو

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَخَذَ

تم سے ہٹا یا اور اللہ سے ڈرتے رہو مسلمانو کو خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ خدا نے بنی اسرائیل

اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ

سے وعدہ لیا تھا اور ان میں سے بارہ آدمی ان پر سردار مقرر کیے تھے اور خدا نے کہا تھا

اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ

کہ اگر تم نماز پڑھتے رہو گے اور زکوۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں کو مانو گے اور ان کی

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ

عزت کرو گے اور اللہ کو قرض دیتے رہو گے تو میں تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہارے گناہ دور کردوں گا اور

لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ

تم کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی داخل کروں گا جو تم میں سے اس سے بعد منکر ہوگا وہی

ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝

سیدھی راہ سے بھٹکے گا

ذرا اس وقت کی خدا کی مہربانی کو یاد کرو جب ایک قوم یہودیوں نے تم پر حملہ کرنا چاہا تھا تو خدا ہی نے ان کو تم سے ہٹا رکھا اور کامیاب نہ کیا پس تم اس کا شکر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تکلیف اور بلا میں بجز ذات باری کے کسی پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ مسلمانوں کو خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ گویہ حکم یعنی خدا ہی پر بھروسہ کرنا اور اپنا تعلق اس سے درست رکھنا عام حکم ہے ہر ایک قوم اور مذہب کے لوگ اس کے مکلّف ہیں یہی وجہ ہے کہ خدا نے بنی اسرائیل سے بھی اس امر کا وعدہ لیا تھا اور ان کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ آدمی برگزیدہ کر کے ان پر سردار مقرر کئے تھے اور خدا نے ان سے کہا تھا کہ اگر تم اپنا تعلق مجھ سے درست رکھو گے یعنی نماز پڑھتے رہو گے اور زکوۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں کو مانو گے اور ان کی عزت جیسی میں بتلاؤں ویسی کرو گے اور نیک کاموں میں مال خرچ کرو گے تو میں تمہارے ساتھ ہوں گا اور میری مدد تم کو پہنچتی رہے گی اور تمہارے گناہ دور کروں گا اور تم کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی داخل کروں گا جو تم میں سے اس سے بعد منکر ہو گا وہی سیدھی راہ سے بھٹکے گا۔

شان نزول

[1] (اذکروا نعمۃ اللہ علیکم) حسب دستور مصالحین آنحضرت ﷺ کسی کام میں بغرض استمداد یہودیوں کے گاؤں میں مع چند صحابہ کے تشریف لے گئے۔ ظالموں نے موقع پاکر آپ کے دشمنوں کو اور صحابہ کو تکلیف رسانی کا ارادہ کیا ادھر خدا نے حضور کو ان کی بدنیتی سے مطلع کیا چنانچہ آپ اسی وقت ان کی بے خبری میں ہی وہاں سے چلے آئے اس قصہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے (معالم)

"دشمن اگر قویست نگہبان قوے ترست"

(ولقد اخذاللہ میثاق بنی اسرائیل) یہود و نصاری کو اسلام کی عداوت میں کمزور اور حق کی طرف مایل کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ
پس ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کردیا کہ کلام الٰہی میں تحریف کرتے
عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ
ہیں اور جن باتوں کی انکو نصیحت ہوئی تھیں ان میں سے ایک حصہ عظیم بھلا بیٹھے ہیں تو ہر وقت ان سے بجز بعض لوگوں کے
مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ⑬
خیانت پائے گا پھر بھی تو ان کو معافی دے اور درگزر کر خدا محسنوں سے محبت کرتا ہے
وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠
جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں ان سے بھی ہم نے وعدہ لیا تھا پھر انہوں نے بہت سی نصیحت کی باتیں جو ان کو سمجھائی
فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ
گئی تھی بھلا دیں پھر ہم نے قیامت تک ان میں عداوت اور کینے کی آگ سلگا دی اور قیامت کے دن خدا ان کی کارستانیاں بتلاوے
بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ⑭ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا
گا- اے کتاب والو ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے جو بہت سی باتیں جن کو تم کتاب میں چھپاتے
كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ
تھے تم پر ظاہر کرتا ہے اور بہت سی چشم پوشی بھی کرتا ہے

مگر انہوں (بنی اسرائیل) نے اس وعدہ کی پابندی نہ کی بلکہ اس کو توڑ دیا پس ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا ایسا کہ اپنی بدکاری کو بدکاری نہیں سمجھتے ایسے بگڑے کہ کلام الٰہی میں بھی تحریف اور تغییر کرتے ہیں اور اپنے مطالب نکال لیتے ہیں اور جن باتوں کی ان کو نصیحت ہوئی تھی ان میں سے ایک حصہ عظیم بھلا کر نسیا منسیا کر بیٹھے ہیں- اب ان کے اخلاق کی حالت ایسی ردی ہو رہی ہے کہ علی الاعلان بدکرداریاں بد معاملگیاں کرتے ہیں ان کی بد معاملگی کسی وقت اور زمان سے مخصوص نہیں بلکہ تو ہر وقت ان سے بجز بعض معدودے چند لوگوں کی خیانت اور بد معاملگی پاوے گا پھر بھی تو ان کی پرواہ نہ کر بلکہ ان کو معافی دے اور درگزر کر اس لیے کہ خدا محسنوں نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے- مناسب ہے کہ تو بھی احسان کر کس کس کی شکایت کی جائے یہ جو آج کل جنٹلمین بنے ہوئے ہیں دعوی سے کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں ہم ہمدردان بنی نوع ہیں ہم مہذب ہیں ہم ایسے ہیں ہم ویسے ہیں ہم ہی کل دنیا کا مجموعہ ہیں ان سے بھی بذریعہ مسیح کے ہم نے اتباع محمدی کا پختہ وعدہ لیا تھا پھر انہوں نے بھی ایک غلط گھمنڈ (کفارہ مسیح) میں آکر بہت سی نصیحت کی باتیں جو ان کو سمجھائی گئی تھی بھلا دیں- پھر ہم نے بھی ان سے ایسی کی کہ قیامت تک ان میں عداوت اور کینے کی آگ سلگا دی کبھی بھی کسی کام پر خصوصاً مسلمانوں کے دکھ دینے اور اسلام کے بگاڑنے پر متفق نہ ہوں گے اور ابھی تو آئندہ قیامت کے دن خدا انکی کارستانیاں اور فریب بازیاں بتلاوے گا جہاں بجز ندامت کچھ نہ بن پڑے گی- اے کتاب والو اور الہامی کتاب کے مدعیو تمہارے پاس ہمارا رسول محمد (ﷺ) آیا ہے جو بہت سی باتیں جن کو تم اپنی الہامی[1] کتاب میں چھپاتے تھے تم پر ظاہر کرتا ہے اور بہت سی تمہاری بداخلاقیوں اور ذاتی عیوب سے چشم پوشی بھی کرتا ہے تم شکر نہیں کرتے-

[1] دیکھو انجیل یوحنا ۱۶ باب و اعمال ۳ باب

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ

تمہارے پاس اللہ کا نور اور روشن کتاب آئی۔ جو لوگ خدا کی رضامندی کے طالب ہیں اس

سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى

کتاب کے ذریعے خدا ان کو سلامتی کی راہوں کی ہدایت کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ

لاتا ہے اور ان کو راہ راست دکھاتا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے کچھ شک نہیں یہ لوگ خدا سے منکر

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ

ہیں تو ان سے کہہ کہ اگر خدا مسیح اور اس کی ماں اور تمام جہان والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو کوئی خدا کو روک

وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ

سکتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمینوں کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کل حکومت اللہ ہی کی

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى

ہے جو چاہے پیدا کردے اور خدا ہر کام پر قادر ہے۔ یہودی اور عیسائی کہتے ہیں

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ

کہ ہم اللہ کے بیٹے اور پیارے ہیں

تمہارے پاس اللہ کا نور محمد (ﷺ) اور روشن کتاب قرآن شریف آئی جو لوگ خدا کی رضامندی کے طالب ہیں اس کتاب کے ذریعہ خدا ان کو سلامتی کی راہوں کی ہدایت کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور ان کو راہ راست دکھاتا ہے مگر افسوس ہے ان لوگوں پر جو ایسی واضح تعلیم اور روشن کتاب سے منہ پھیریں اور جھوٹے ڈھکوسلوں کے پیچھے چلیں اور دوراز عقل باتوں کے شیدائی ہوں اس لیے ایسے لوگوں سے خدا ناراض ہو کر اعلان دیتا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہی[1] مسیح بن مریم ہے کچھ شک نہیں یہ لوگ خدا سے منکر ہیں گو ایسے لوگوں سے گفتگو کرنا بجز تضیع اوقات کچھ حاصل نہیں بھلا کوئی دانا یہ کہہ سکتا ہے جو ان کا خیال ہے تاہم بحکم "بدرا بدر باید رسانید" تو اے محمد ان سے کہہ اگر خدا مسیح اور اس کی ماں مریم اور تمام جہان والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو کوئی کسی طرح خدا کو روک سکتا ہے؟ چنانچہ تمہاری کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ مسیح نے جس کو خدا کہتے ہو سولی پر لٹکے ہوئے نہایت عاجزی سے خدا کے آگے التجائیں کیں اور بڑے زور سے چلا[2] کر جان دی آخر بجز تسلیم رضائے حق چارہ نہ ہوا تو بھلا ایسا شخص خدا ہو سکتا ہے؟ جس کے اختیار میں اتنا بھی نہ تھا کہ اور تو اور اپنے کو ہی اس مصیبت سے جس کے لیے بار بار رو رو کر دعائیں مانگ چکا تھا بچا لیتا اور خدا کا تو تو وہ اختیار ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کل حکومت (اللہ ہی کی ہے جو چاہے پیدا کر دے اور خدا ہر ایک کام پر قادر ہے اور مسیح کی قدرت تو (بقول تمہارے) یہاں تک بھی ثابت نہ ہوئی کہ اپنے آپ کو ہی بچا لیتا۔ باوجود اس ڈبل بد اعتقادی کے یہ دونوں گروہ یہودی اور عیسائی دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور پیارے ہیں۔ "چہ خوش بر عکس نہند نام زنگی کافور"

[1] آیت ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ کے حاشیہ صفحہ ۲۴۳ کے تحت ملاحظہ ہو۔

[2] دیکھو انجیل مرقس ۱۵ باب ۳۸ آیت۔

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ
تو کہہ کہ پس خدا تمہارے گناہوں کی وجہ سے تم کو عذاب کیوں کیا کرتا ہے بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے آدمی ہو جس کو بخشنا

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
چاہے بخش دیتا ہے اور جس کو عذاب کرنا چاہے عذاب کرتا ہے کل آسمانوں اور زمینوں کی اور ان کے درمیان سب چیزوں کی حکومت

بَيْنَهُمَا ز وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ⑱ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ
اللہ ہی کو ہے اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔ اے کتاب والو ہمارا رسول رسولوں کے خاتمہ پر آکر صاف صاف باتیں

لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ز
بیان کرتا ہے یہ نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا تھا پس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑲ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
تمہارے پاس آگیا ہے اور خدا ہر ایک کام پر قادر ہے۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کہا تھا میرے بھائیو

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ
اللہ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تم میں سے انبیاء اور بادشاہ بنائے اور تم کو ایسی چیزیں عنایت

وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ⑳
کیں جو دنیا کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیں

تو اے نبی ایک مختصر سا سوال کرنے کو ان سے کہہ کہ اگر تم اللہ کے پیارے ہو تو پھر خدا تمہارے گناہوں کی وجہ سے تم کو گاہے بگاہے عذاب کیوں کیا کرتا ہے؟ یہ دعویٰ تو تمہارا غلط ہے بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے اور آدمیوں کی طرح آدمی ہو خدا کی حکومت ہے جس کو اخلاص اور نیک اعمال کی وجہ سے بخشنا چاہے بخش دیتا ہے اور جس کو بداعمالیوں کی سزا میں عذاب دینا چاہیے معذب کر سکتا ہے۔ کوئی اس کو روکنے والا نہیں کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کی اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کی حکومت اللہ ہی کو ہے پھر روکے تو کون روکے۔ اپیل سنے تو کون سنے؟ اس کی طرف تو سب نے پھر کر جانا ہے۔ وہی سب کا مرجع ہے پس اے کتاب والو ان اینچ پیچ کی باتوں کو چھوڑو ہمارا رسول محمد ﷺ جو رسولوں کے خاتمہ پر آکر تم سے صاف صاف باتیں اور احکام الٰہی بیان کرتا ہے اس کی اتباع کرو اب تم کو خاص کر توجہ اس لیے دلائی جاتی ہے کہ مبادا کل قیامت کے دن کہنے لگو کہ بعد حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کے مدت مدید گزر گئی تھی اور ہمارے پاس کوئی نبی نیک کاموں پر خوشخبری سنانے والا اور برے کاموں سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا تو ہم مدتوں کے بگڑے ہوئے درست کیسے ہوتے؟ لو پس اب تو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا سچا نبی محمد ﷺ آگیا ہے۔ اپنی قوت اور جمعیت پر نازاں نہ ہو خدا سے کسی طرح مقابلہ نہ کر سکو گے۔ کیونکہ خدا ہر ایک کام پر قادر ہے۔ پس تم اس گھمنڈ میں نہ رہو اور ایک عبرتناک واقع خدائی قدرت کا سنو یاد کرو جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا میرے بھائیو اللہ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تم میں سے انبیاء اور بادشاہ بنائے اور تم کو ایسی چیزیں عنایت کیں جو دنیا کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔ تمہارے لیے من اور سلویٰ نازل کیا تم کو دشمن سے نجات دی۔ وغیرہ

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى
بھائیو تم پاک زمین میں جو خدا نے تمہاری قسمت کر رکھی ہے داخل ہو چلو اور پیٹھ نہ دو ورنہ

اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ
نقصان اٹھاؤ گے- بولے اے موسیٰ اس ملک میں بڑے زبردست لوگ ہیں

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا
جب تک وہ وہاں سے نہ نکلیں ہم تو وہاں جانے کے نہیں ہاں اگر وہ لوگ نکل جائیں گے تو ہم چلے

دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا
جائیں گے- دو آدمی ڈرنے والے جن پر اللہ نے مہربانی کی تھی کہنے لگے تم دروازہ

ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ
سے ان کے پاس چلو تو داخل ہوتے ہی تم غالب ہو گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر

فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا
ایماندار ہو- وہ بولے اے موسیٰ جب تک وہ اس زمین میں ہیں ہم کبھی

مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾
نہ جائیں گے پس تو اور تیرا خدا جاؤ اور لڑتے پھرو ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہیں

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾
موسیٰ نے کہا اے میرے خدا میں اپنی ذات خاص اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر قابو نہیں رکھتا پس تو ہم میں اور ان بدکار لوگوں میں علیحدگی کیجیو

یہ کہہ کر بہت ہی نرمی سے کہا بھائیو تم بلا خوف پاک زمین کنعان میں جو خدا نے تمہاری قسمت میں رکھی ہے داخل ہو چلو اور دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤ ورنہ خدا کے غضب میں آکر نقصان اٹھاؤ گے وہ بزدل نابکار بولے اے موسیٰ اس ملک میں بڑے زبردست لوگ ہیں اس لیے جب تک وہ وہاں سے نہ نکلیں ہم تو وہاں جانے کے نہیں ہاں اگر وہ لوگ خود بخود نکل جائیں تو ہم فورا چلے جائیں گے- یہ عام رائے ان لوگوں کی تھی جن کی تم اہل کتاب خلف کہلاتے ہو اور جن کے تعلق نسب پر اتنے اتراتے ہو کہ الامان ان سب کے مقابلہ میں دو آدمی یوشع اور کالب بے فرمانی سے ڈرنے والے جن پر اللہ نے مہربانی کی تھی اور وہ کچھ اپنی ہمت اور استقلال پر مضبوط تھے ان کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگے بھائیو تم اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کرو اور شہر کے دروازے سے ان کے پاس چلو تو داخل ہوتے ہی تم غالب ہو گے پس چلو اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو بزدل نہ بنو اگر ایماندار ہو تو ایسا ہی کرو پھر بھی وہ بزدل نہ مانے بولے اے موسیٰ ہم تمہاری میٹھی میٹھی باتوں میں نہیں آئیں گے جب تک وہ لوگ اس زمین میں ہیں ہم کبھی بھی نہ جائیں گے پس تو اور تیرا خدا جاؤ اور لڑتے پھرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں یہاں سے ہلنے کے نہیں اس پر حضرت موسیٰ نے نہایت ناراضگی سے کہا اے میرے خدا میں اپنی ذات خاص اور اپنے بھائی ہارون کے سوا کسی پر قابو نہیں رکھتا پس تو ہم دونوں میں اور ان بدکار لوگوں میں علیحدگی کیجیو کہیں ان کی بداعمالی کا اثر ہمارے تک بھی نہ پہنچ جائے-

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا

خدا نے کہا پس یہ لوگ چالیس سال تک اس سے محروم رہیں گے جنگل میں بھٹکتے پھریں گے پس تو ان

تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ

بے فرمانوں کے حال پر افسوس نہ کیجیو- تو ان کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا قصہ سنا جب

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ

دونوں نے قربانیاں کیں ایک سے تو قبول ہوئی اور دوسرے سے قبول نہ ہوئی بولا کہ میں تجھے ضرور

لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ

مار ڈالوں گا اس نے کہا خدا صرف پرہیزگاروں سے قبول کرتا ہے- اگر تو میرے مارنے کو ہاتھ پھیلایا

يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ

چاہتا ہے تو میں تیرے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا میں خدائے رب العالمین سے ڈرتا

رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۗاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ

ہوں- میں چاہتا ہوں کہ تو ہی میرا گناہ اور اپنا گناہ سمیٹے اور جہنمی ہو اور

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ

یہی ظالموں کی سزا ہے- پس اس کے جی میں بھائی کا مار دینا ہی بھلا معلوم ہوا

خدا نے کہا چونکہ انہوں نے حد سے زیادہ گستاخی کی ہے پس یہ لوگ چالیس سال تک اس پاک زمین سے محروم رہیں گے اسی طرح جنگل میں گھومتے بھٹکتے پھریں گے پس تو ان بے فرمانوں کے حال پر افسوس نہ کیجیو چنانچہ ایسا ہی ہوا حتی کہ حضرت موسیٰ بھی اسی جنگل میں فوت ہوئے بعد ان کے یوشع نے اس زمین کنعان کو فتح کیا یہ ان کی فرماں برداری کی مختصر تاریخ ہے جو اس وقت تیرے سامنے مدمقابل ہیں اور مارے حسد کے جلے بلے جاتے ہیں تو اے محمد ان کو آدم کے دو بیٹوں ہابیل قابیل کا سچا قصہ سنا جس سے ان کو معلوم ہو کہ حاسدوں کا انجام کیسا بد ہوا کرتا ہے؟ اس گھڑی کا ذکر جب دونوں بھائیوں نے خدا کے نام پر قربانیاں کیں ایک سے تو بوجہ اس کے اخلاص قلبی کے قبول ہوئی اور دوسرے سے بوجہ فخر وریا وغیرہ کے قبول نہ ہوئی جس کا علم ان کو حضرت آدم کے ذریعہ ہو گیا تو جس سے قبول نہ ہوئی تھی یعنی قابیل ہابیل سے مارے حسد کے بولا کہ میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا اس نے کہا بھائی میرا اس میں کیا قصور ہے خدا کے ہاں یہ دستور ہے کہ وہ صرف پرہیزگاروں مخلصوں سے قبول کیا کرتا ہے جو تجھ میں نہیں اور اگر تو میرے مارنے کو ہاتھ پھیلانا چاہتا ہے تو خیر کچھ حرج نہیں پر میں تو تیرے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا کیونکہ میں خدائے مالک الملک سے ڈرتا ہوں بلکہ تیرے حملہ کرنے کا ارادہ سن کو جو بدخیال میرے جی میں تیری نسبت آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو ہی میرا اس بدخیالی کا گناہ اور اپنا گناہ سمیٹے اور جہنمی ہو- میں تجھ پر زیادتی کرنا کسی طرح نہیں چاہتا اور یہ میرا کہنا بھی صرف تیری ہدایت کیلئے ہے کہ خدا کا عذاب متعلق ناجائز قتل سن کر باز آئے اور اس بات کو دل میں لگائے کہ یہی ظالموں کی سزا ہے مگر وہ ایسا بدمست ہوا کہ اس ارادہ سے باز نہ آیا بلکہ آمادہ پیکار رہا پس اس کے جی میں بھائی کا مار دینا ہی بھلا معلوم ہوا-

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ
چنانچہ اس نے اس کو مار ہی دیا پس وہ ٹوٹے میں پڑا۔ پھر خدا نے ایک کوا بھیج دیا وہ زمین کو کریدنے لگا

لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ
تاکہ اسے بھائی کی لاش کا چھپانا سکھادے بولا کہ ہائے میری کم بختی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوا

مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾
کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپادوں پس وہ سخت نادم ہوا۔ اسی

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ
لئے بنی اسرائیل پر ہم نے لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر بدلے

نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا
کسی جان کے یا بغیر ملک میں فساد کرنے کے مارتا ہے وہ گویا تمام لوگوں کو قتل کرتا ہے اور جس نے کسی نفس

فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ
کو زندہ کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کیا ہمارے رسول ان کے پاس کھلے کھلے احکام لائے اس کے

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ
بعد بھی بہت سے ان میں سے ملک میں زیادتی کرتے پھرتے ہیں۔ جو لوگ خدا اور[1] اس کے

چنانچہ اس کو مار ہی دیا پس وہ اس گناہ کے سبب سے خود ہی ٹوٹے میں پڑا ایسا مبہوت اور مخبوط الحواس ہوا کہ اسے کچھ سوجھتا نہ تھا کہ اس مردے کی لاش سے کیا کرے پھر خدا نے ایک کوا جس کے منہ میں ایک مرا ہوا کوا تھا بھیج دیا وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اسے بھائی کی لاش کا چھپانا سکھائے بارے اسے بھی سمجھ آ گئی حسرت سے بولا ہائے کہ ہائے میری کم بختی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوا کہ گڑھا نکال کر اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں پس وہ کوے کی ہمدردی اور اپنی سنگ دلی دیکھ کر سخت نادم ہوا چونکہ قتل بے وجہ سے کئی ایک مفاسد اور خرابیاں ہوا کرتی ہیں اس لیے بنی اسرائیل پر جو شریعت نازل کی اس میں ہم نے لکھ دیا تھا یعنی ان کو متنبہ کر دیا تھا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر بدلے کسی جان کے یا بغیر ملک میں فساد کرنے کی سزا کے مارتا ہے وہ گویا تمام لوگوں کو قتل کرتا ہے کیونکہ اس کے اس جرم سے اور لوگوں کو بھی جرات ہوتی ہے پس اس کی سزا بھی ایسی خصوصاً اس زمانہ میں چاہیے تھی کہ جس سے کل لوگوں کو تنبیہ اور جو جرات اس نے دلائی تھی ان کو بھول جائے اور جس نے کسی نفس کو زندہ کیا یعنی قاتل کو معاف کیا یا دشمن پر قابو پا کر اپنا غصہ دبا لیا تو اس نے گویا سب لوگوں کو زندہ کیا کیونکہ اس نیک رسم پر جتنے لوگ عمل کریں گے اس کو بھی ثواب ہوگا اتنے تاکیدی احکام کے علاوہ ہمارے رسول ان بنی اسرائیل کے پاس کھلے کھلے احکام لائے اس کے بعد بھی بہت سے ان میں سے ملک میں زیادتی کرتے پھرتے ہیں اس لیے خدا کی طرف سے اعلان عام ہے کہ جو لوگ فتنہ و فساد کر کے گویا

شان نزول

[1] (انما جزاء الذين يحاربون الله) عرب کے بعض مفسد جن میں اہل کتاب اور مشرک بھی شامل ہوتے باوجود صلح اور وعدہ امن کے فساد برپا کرتے اور وقت بے وقت مسلمانوں کو دھوکہ سے اپنے بن کر نقصان پہنچاتے ان کے علاج اور قیام امن کو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ
رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ قتل کیے جائیں

يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ
یا سولی دیے جائیں یا ہاتھ اور پاؤں ان کے الٹے سیدھے کاٹ دیئے جائیں یا ضلع خارج کر دیے جائیں

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا
یہ ذلت ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ مگر جو تمہارے قابو

الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
پانے سے پہلے ہی توبہ کر جائیں تو جانو کہ خدا بڑا بخشنہار مہربان ہے۔ مسلمانو

رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ
اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اللہ کی راہ

جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ
میں کوشش کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ جن لوگوں نے کفر کیا ساری دنیا کے مال

لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ
سے دگنا بھی انکو ملے کہ قیامت کے عذاب سے جرمانہ دیکر چھوٹ جائیں تو بھی یہ

الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝
ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کو نہایت دکھ کی مار ہوگی

خدااور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں چوری اور ڈاکہ زنی کے کام کرتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ اگر فساد عظیم قتل و غارت کیے ہیں تو قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا اگر فساد کم ہے تو ہاتھ اور پاؤں ان کے الٹے سیدھے یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں ان کے کاٹ دیے جائیں یا اگر اس سے خفیف ڈاکہ ہے یعنی صرف مسافروں کو دھمکایا ہی ہو نہ مال و اسباب کچھ چھینا اور نہ قتل و قتال کیا تو ضلع خارج کر دئے جائیں یہ ذلت ان مفسدوں کے لیے دنیا میں ہے اور ہنوز آخرت میں بڑا عذاب ہے مگر جو ڈاکو تمہارے پولیس مینوں کے قابو پانے سے پہلے ہی سے دل سے توبہ کر جائیں اور ان کی توبہ کے آثار بھی بظاہر اچھے معلوم ہوں تو ان کو چھوڑ دو اور جانو کہ خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے مسلمانو تم ان مدعیوں کی طرح جو آباؤ اجداد پر ہی فخر کرنا جانتے ہیں مت ہونا بلکہ اپنے عیبی پہلو کو درست کرنا سب سے مقدم ہے اور سب کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو یعنی گناہ اور بے فرمانی اس کی نہ کیا کرو اور نیک اعمال سے اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں سر توڑ کوشش کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ سنو جن لوگوں نے دنیا میں اس پاک تعلیم کی قدر نہیں کی بلکہ اس سے کفر کیا ان کی بری گت ہوگی ایسی کہ ساری دنیا کے مال سے دگنا بھی ان کو ملے کہ قیامت کے عذاب سے جرمانہ دے کر چھوٹ جائیں تو اسے بھی بخوشی خاطر قبول کریں گے مگر یہ فدیہ اور جرمانہ ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کو نہایت دکھ کی مار ہوگی۔

يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ

اس سے نکلنا چاہیں گے پر نکل نہ سکیں گے ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ چور مرد ہو

مُقِيمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا

یا عورت ان کے داہنے ہاتھ ان کی کرتوت کے بدلے میں کاٹ دیا کرو یہ سزا خدا کی طرف

مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ

سے مقرر ہے اور اللہ بڑا زبردست ہے حکمت والا ہے۔ ہاں جو بعد ظلم کرنے کے توبہ کرلے اور بھلا مانس بن جائے

فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۹﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ

خدا اس پر رحم کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا کی حکومت

مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ

تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے جس کو عذاب کرنا چاہے کرسکتا ہے اور جس کو بخشنا چاہے بخش سکتا ہے اور

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۰﴾ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو لوگ[1] کفر میں کوشاں ہیں

ایسی کہ اس سے نکلنا چاہیں گے پر نکل نہ سکیں گے کیونکہ بہ حکم خداوندی ان کے لیے دائمی عذاب ہے کفر شرک بداخلاقی تو کسی طرح بھی خدا کو پسند نہیں چاہے کسی قوم سے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بعض بداخلاقیوں کی جن کا اثر دوسروں تک بھی پہنچتا ہو خدا نے دنیا میں بھی بغرض انتظام سزا مقرر کر رکھی ہے سب سے بڑھ کر بداخلاقی میں چوری ہے سو تم کو اس بارے میں حکم بتلائے جاتے ہیں کہ چور مرد ہو یا عورت ان کے داہنے ہاتھ ان کی کرتوت کے بدلے کاٹ دیا کرو یہ سزا ان کے حق میں خدا کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ بڑا زبردست انتظامی حکمتوں کا حکیم ہے ہاں جو بعد ظلم زیادتی اور چوری چکاری کے توبہ کرلے اور اپنی حالت سنوار لے اور بھلا مانس بن جائے تو اس سے پولیس کی نگرانی اٹھالو تو خدا بھی اس پر رحم کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں سے تو دنیا کے معمولی حاکم بھی درگزر کر جاتے ہیں جن کو ایسے بدمعاشوں کی شورہ پشتی سے انتظام سلطنت میں خلل کا اندیشہ بھی ہوتا ہے پھر خدا کی حکومت تو تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ کیوں نہ ایسے لوگوں سے درگزر کرے اور معافی دے حالانکہ اس کی یہ طاقت بھی ہے کہ جس کو عذاب کرنا چاہے کسی وقت میں ہو کہیں ہو کر سکتا ہے اور جس کو بخشنا چاہے بخش سکتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے جس وقت کسی کی امداد کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس کی وہ امداد کرنا چاہے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے جو لوگ کفر میں کوشاں ہیں

شان نزول

[1] (یا ایھا الرسول لا یحزنک) یہود کو مدینہ میں ایک دو واقع ایسے پیش آئے کہ ان میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو منصف بنایا ایک تو زنا کا قاعدہ ان میں تھا۔ دوئم بنو قریظہ اور بنو نضیر میں یہ جھگڑا مدت سے چلا آتا تھا کہ بنو نضیر قریظہ پر قصاص وغیرہ میں اپنے آپ کو برتر سمجھتے تھے یعنی جس قدر قریظہ کے آدمی کے خون کا بدلہ ہوتا بنو نضیر اس سے دوچند لینا چاہتے ان دونوں جھگڑوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فیصلہ فرمایا بلکہ توریت کا بھی حوالہ دیا کہ اس میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ ہر چند یہودیوں نے توریت کے اس مقام کو چھپانا چاہا مگر آخر ظاہر ہونے پر نادم ہوئے۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ

اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور دل سے ایماندار نہیں اور جو یہودیوں میں سے

الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ

جھوٹ کی غرض سے اور غیر قوم کے لئے جو تیرے پاس نہیں آئے کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں اے رسول تو

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا

ان سے آزردہ خاطر نہ ہو خدا کے کلام کو اصل جگہوں سے بے جگہ کردیتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہی معنی

فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ

بتلائے جائیں تو قبول کرلینا اور اگر یہ نہ ہوں تو ان سے بچنا جس کو خدا گمراہی میں ہی رکھنا چاہے تو تجھے اللہ کی طرف

لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ

سے (اس کے) بچانے کا کوئی اختیار نہیں خدا نے ان کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہا ان کے لئے دنیا میں

فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ

ذلت ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہوگا- جھوٹی باتیں سننے کے عادی

اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ

حرام خوری کے خوگیر ہیں پس اگر تیرے پاس آئیں تو ان میں فیصلہ کر یا اعراض کر اور اگر تو

اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور دل سے ایماندار نہیں اور جو یہودیوں میں سے جھوٹ کے بہتان کھڑے کرنے کی غرض سے اور غیر قوم کے لیے جو آج تک تیرے پاس نہیں آئے کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں اے رسول تو ان سے آزردہ خاطر نہ ہو تو ایسے سرکش اور چیرہ دست ہیں کہ خدا کے کلام کو بھی اصل جگہوں سے بے جگہ کر دیتے ہیں بلکہ ہو سکے تو جملوں کو ہی حذف کر جائیں نہ ہو تو معنے کے بدلنے میں تو ان کو کچھ مشکل ہی پیش نہیں آتی جیسا کہ مخاطب دیکھا ویسا کر لیا لطف یہ ہے کہ ایسے بے باک ہیں کہ اس چیرہ دستی کے بعد بھی مخاطب سے صاف کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہی معنی مسلمانوں کی طرف سے بتلائے جائیں تو قبول کر لینا اور اگر یہ نہ ہوں بلکہ اصل معنی جن کو غیر صحیح کہہ کر چھپانا چاہتے ہیں تم کو ملیں تو ان سے بچنا ہرگز قبول نہ کرنا نہ ان کو دل میں جگہ دینا ان کی بددیانتی اور سرکشی بے شک حد سے متجاوز ہے ایسی کہ اصلاح ان کی مشکل ہے جس کو خدا سخت بدکاری کی وجہ سے گمراہی میں ہی رکھنا چاہے تو تجھے اللہ کی طرف سے اس کے بچانے کا کوئی اختیار نہیں- ان لوگوں کی بے دینی اور بددیانتی کیوجہ سے جیسا کہ عام اصول خداوندی ہے کہ جو لوگ اس سے ہٹتے جاتے ہیں وہ بھی ان کو[1] اپنی طرف سے دور کئے جاتا ہے خدا نے ان کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہا کیونکہ بموجب اصول مذکورہ وہ قابل علاج ہی نہیں رہے ان کے لیے دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہوگا- جھوٹی باتیں سننے کے عادی حرام خوری کے خوگیر پس اگر تیرے پاس کسی مقدمہ کے فیصلہ کو آئیں جس سے ان کی بدنیتی مترشح ہوتی ہو تو تجھے اختیار ہے کہ حسب مصلحت اس میں فیصلہ کر یا اعراض کر اگر تو

---

[1] لا تكونوا كالذين نسوا الله فانساهم انفسهم کی طرف اشارہ ہے-

تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

ان سے اعراض کرے گا تو تجھے کسی طرح ضرر نہیں دے سکتے ہاں اگر فیصلہ کرنا چاہے تو ان کا فیصلہ انصاف سے

بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۴۲ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ

کیجو بیشک اللہ منصف لوگوں سے محبت کرتا ہے- وہ تجھے منصف کیوں ٹھہراتے ہیں حالانکہ ان کے

التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ

پاس توریت موجود ہے اس میں اللہ کا حکم موجود ہے اس کے ہوتے بھی پھرے چلے جاتے ہیں ان کو تو سرے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۳ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا

سے ایمان ہی نہیں- بیشک ہم نے توریت اتاری تھی اس میں ہدایت اور نور تھا اسی کے ساتھ اللہ

النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا

کے فرمانبردار انبیاء اور مشائخ اور علماء یہودیوں کے حق میں فیصلے کرتے رہے کیونکہ کتاب اللہ کی

اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ

حفاظت ان پر ڈالی گئی تھی اور وہ اس کتاب کے نگہبان تھے پس لوگوں سے نہ ڈرو اور

وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ

مجھ ہی سے ڈرو اور میرے احکام کو بگاڑ کر دنیا کے ناچیز دام نہ لو جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے حکم سے

اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۴

فیصلہ نہ کریں گے وہی کافر ہیں

ان سے اعراض کرے گا تو کوئی خوف نہ کیجیو کیونکہ تجھے کسی طرح ضرر نہیں دے سکتے ہاں اگر فیصلہ کرنا چاہے تو ان کا فیصلہ انصاف سے کیجیو کسی کی بدزبانی اور تیز لسانی سے دب کر یا کسی بدنامی کے خوف یا نیک نامی کی شہرت کی ہوس سے انصاف کے خلاف نہ کرنا کیونکہ یہ سب باتیں خدا کے قبضہ میں ہیں وہ جس کو چاہے نیک شہرت دے جس کو چاہے بدنام کرادے اس لیے تو اسی سے اپنا تعلق بنا کیونکہ بیشک اللہ منصف ججوں اور بے رعایت و بلحاظ قومی انصاف کرنے والے حاکموں سے محبت کرتا ہے- بھلا وہ تجھے منصف کیوں ٹھہراتے ہیں؟ حالانکہ ان کے پاس کتاب توریت موجود ہے اس میں اس بارے میں اللہ کا حکم موجود ہے اس کے ہوتے بھی پھرے چلے جاتے ہیں ان کو تو سرے سے ایمان ہی نہیں- بے شک ہم نے توریت اتاری تھی اس میں ہدایت اور نور تھا اسی کے ساتھ اللہ کے فرمانبردار بندے انبیاء اور مشائخ اور علماء یہودیوں کے حق میں فیصلے کرتے رہے کیونکہ کتاب اللہ کی مخالفت ان پر ڈالی گئی تھی اور وہ اس کے نگہبان تھے- جس طرح یہ خدا کے بندے بلا خوف لومۃ لائم سچے فیصلے کرتے تھے تمہیں اے کتاب والو کیا ہوا کہ ان کی روش چھوڑ کر نفس کے بندے ہو گئے ہو اور مخلوق سے ایسے ڈرتے ہو جیسے خدا سے ڈرنا چاہیے- پس مناسب ہے کہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ (خدا) سے ہی ڈرو اور میرے احکام کو بگاڑ کر دنیا کے ناچیز دام نہ لو- کمائی کرو مگر جائز سچے فیصلے کرو کتمان حق نہ کرو جو لوگ باوجود طاقت اور وسعت کے اللہ کے اتارے ہوئے حکم سے فیصلہ نہ کریں گے خدا کے نزدیک وہی کافر ہیں سنو؟ ہم بتلاتے ہیں کہ احکام الٰہی کیا ہیں؟

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

ہم نے اس میں حکم کیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے

بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ

بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخم بھی قابل عوض ہیں جو شخص

تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

اس کو چھوڑ دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جو کوئی اللہ کے اتارے ہوئے حکم سے فیصلہ نہ کریں وہی

هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا

ظالم ہیں۔ اور انہیں کے قدم بہ قدم ہم نے مسیح ابن مریم کو اس سے پہلے مضامین

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ

یعنی توریت کی تصدیق کرنیوالا بھیجا اور اس کو انجیل دی اس میں ہدایت اور نور تھا

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٦﴾

اور توریت کی جو اس سے پہلے اتری ہوئی تھی تصدیق کرتی تھی اور وہ ہدایت اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت تھی

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ

انجیل والوں کو لائق ہے کہ خدا نے جو اس میں اپنے احکام اتارے تھے ان سے فیصلہ کریں جو کوئی اللہ کے اتارے ہوئے احکام

اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾

سے فیصلے نہ کریں گے وہی بد راہ ہیں

جو موجودہ توریت میں بھی ہیں ہم نے اس میں حکم کیا تھا کہ جان کے بدلے جان ماری جائے اور آنکھ کے عوض آنکھ نکالی جائے اور ناک کے بدلے ناک کاٹی جائے اور کان کے عوض کان کاٹا جائے اور دانت کے بدلے دانت اور زخم بھی قابل عوض ہیں ہاں جو شخص اس کو یعنی اپنا عوض لینا چھوڑ دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور یہ بھی اس میں بتلایا تھا کہ جو کوئی باوجود طاقت کے اور امکان کے اللہ کے اتارے ہوئے حکم سے فیصلہ نہ کریں وہی خدا کے نزدیک ظالم ہیں اور انہیں انبیاء کے قدم بہ قدم ہم نے مسیح ابن مریم کو اس سے پہلے مضامین حقہ یعنی توریت کی تصدیق کرتے ہوئے بھیجا اور اس کو کتاب انجیل بھی دی اس میں ہدایت اور نور تھا اور توریت کی جو اس سے پہلے اتری ہوئی تھی تصدیق کرتی تھی اور وہ انجیل ہدایت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت تھی۔ اب بھی انجیل والوں کو لائق ہے کہ خدا نے جو اس میں اپنے احکام اتارے تھے جن کا کسی قدر اب بھی اس میں پتہ چلتا ہے ان سے فیصلہ کریں اور سن لیں کہ جو کوئی دانستہ باوجود وسعت اور طاقت کے اللہ کے اتارے ہوئے احکام سے فیصلہ نہ کریں گے وہی بدراہ ہیں۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ

اور ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور اس

مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا

پر نگہبان ہے پس تو ان میں خدا کے اتارے ہوئے حکموں سے فیصلہ کیجیو اور جو تیرے پاس سچی تعلیم آئی ہے اسے چھوڑ کر انکی

جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

خواہشات کے پیچھے نہ ہو جائیو ہم نے تم میں سے ہر ایک کو شریعت اور مذہب بتلایا ہے اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ

جماعت کردیتا لیکن تم کو تمہارے اختیارات دادہ میں آزماوئے پس تم نیک کاموں کو لپکو

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ﴿۴۸﴾ وَاَنِ

اور خدا ہی کی طرف تم سب نے پھر کر جانا ہے وہ تم کو تمہارے اختلافی امور سے خبر دے گا- اور تو ان میں

احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ

اللہ کے اتارے ہوئے سے حکم کیجیو اور ان کی خواہشات پر نہ چلیو اور ان سے بچتے رہیو کہیں کسی حکم سے

عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ

جو خدا نے تیری طرف اتارا ہے تجھے بھٹکا نہ دیں

اور ان سے بعد ہم نے اے رسول تیری طرف سچی کتاب جس کا نام قرآن شریف ہے اتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتاب کے سچے مضمونوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے غلط ملط واقعات پر جو اس کے نادان پیروؤں کی حسن اعتقادی یا خود مطلبی سے درج ہو گئے ہیں محافظ اور نگہبان ہے پس جن مضامین میں قرآن شریف کتب سابقہ سے موافق ہے وہ صحیح سمجھو جیسے توحید اور بعض احکام شریعت رسالت نبوت قیامت وغیرہ اور جن میں قرآن سے مخالف ہے جیسے تثلیث-ابنیت مسیح کفارہ وغیرہ وہ غلط پس جبکہ قرآن کے دستخطوں اور تصحیح پر ہی دارومدار ہے تو تو اے محمد ﷺ ان اہل کتاب میں فیصلہ کرتے وقت خدا کے اتارے ہوئے احکام سے جو تیری طرف اترے ہیں فیصلہ کیجیو کیونکہ یہ قطعی اور صحیح ہیں اور ان کے سوا مشتبہ ہے اسی پر مضبوط رہیو اور جو تیرے پاس سچی تعلیم آئی ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات نفسانی کے پیچھے نہ ہو جائیو اس میں ان کو بھی کسی قسم کا رنج نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہم نے تم بنی آدم میں سے ہر ایک کو وقت بوقت شریعت اور مذہب بتلایا ہے جو در اصل سب ایک ہی ہیں زمانہ کی رفتار سے جو لوگوں نے کجی ڈال رکھی تھی وہ اب آخری زمانہ میں اے محمد ﷺ تیرے ذریعہ نکال دی جائے گی اور اگر باوجود اس اختلافات کے خدا چاہتا تو تم سب کو ایک جماعت کر دیتا کون اسے روک سکتا تھا کون اس کے قلم کو پھیر سکتا تھا لیکن وہ جبراً نہیں کرتا تاکہ تم کو تمہارے اختیارات دادہ اور قوی عطا شدہ میں آزمائے اور تمہاری محنت کا جو تم اختیار سے کرو دوسروں پر اظہار کرے پس تم نیک کاموں کو لپکو اور جلدی کرو خدا ہی کی طرف تم سب نے پھر کر جانا ہے وہ تم کو قیامت کے دن تمہارے اختلافی امور سے خبر دے گا اور فیصلہ کرے گا اس روز حقانی اور سچے[1] لوگ اپنے سچ کا پورا بدلہ پائیں گے اور تجھے تاکیدی حکم ہے کہ تو ان میں اللہ کے اتارے ہوئے قرآن سے حکم کیجیو اور ان کی مرضی پر نہ چلیو اور ان سے بچتے رہیو- کہیں کسی حکم سے جو خدا نے تیری طرف اتارا ہے تجھے بھٹکا نہ دیں-

[1] ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم کی طرف اشارہ ہے-

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ

اگر وہ سر تابی کریں تو یقیناً جان کہ خدا کو یہی منظور ہے کہ ان کی بداعمالی کی وجہ سے ان کو آفت پہنچاوے اور ان

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ

میں بہت سے بدکار ہیں۔ کیا پھر جاہلیت کی حکومت چاہتے ہیں اور ایمان داروں کے لئے

مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ

اللہ کے حکم سے کس کا حکم اچھا ہے؟۔ مسلمانو[1] یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ

وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ

بناؤ یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں جو ان سے دوستی لگاوے گا وہ

مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ

انہیں میں سے ہوگا بیشک ظالموں کو خدا راہ نہ دے گا۔ پھر بھی بیمار دل والوں کو دیکھتا ہو

مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ

گا کہ ان کے معاملہ میں تگ و دو کر رہے ہیں کہ پس ہمیں خوف ہے کہ ہم کو کوئی مصیبت پہنچ جائے

اگر وہ اس سچی تعلیم سے جو بذریعہ قرآن تیرے پاس پہنچی ہے جس سے انکی کج روی نکال دی گئی ہے سر تابی کریں تو یقیناً جان کہ خدا کو یہی منظور ہے کہ ان کی بداعمالی کی وجہ سے ان کو آفت پہنچائے اور اگر سچ پوچھو تو ان لوگوں میں سے بہت سے بدکار ہیں جن کو نہ خدا سے مطلب ہے نہ رسول سے نہ دین سے نہ مذہب سے فقط اپنے مطلب کے یار ہیں جن کی یہ مثل بالکل ٹھیک ہے "ہندو ہو یا مسلمان" "جدھر رعایت ہو" کیا پھر تجھے اور تیرے فیصلے کو چھوڑ کر جاہلیت اور سکھا شاہی کی حکومت چاہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایمان داروں کے لئے اللہ کے حکم سے کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے چونکہ ان لوگوں کو دین و مذہب سے کوئی مطلب نہیں صرف دنیا کے بندے ہیں اس لیے تم کو حکم ہوتا ہے کہ مسلمانو ان دنیاداروں یہودیوں اور عیسائیوں بلکہ عام کافروں کو مخلص دوست نہ بناؤ کہیں ان کی صحبت کا اثر تم کو بھی نہ ہو جائے معمولی کاروبار سے منع نہیں۔ دنیاوی لین دین بے شک کرو اس سے روک نہیں یہ لوگ تمہارے مقابلہ پر ایک دوسرے کے دوست ہو جاتے ہیں۔ گو وہ دوستی ان کی آپس کی بھی دکھاوے کی چند روزہ ہی ہوتی ہے۔ پس یاد رکھو جو ان سے دوستی لگائے گا وہ قیامت کے روز انہی میں سے ہوگا بے شک ایسے ظالموں کو جو ذاتی مفاد کے مقابل قومی نقصان کی پرواہ نہ کر کے ان سے دوستی لگائے گا خدا اس کو جنت کی راہ نہ دے گا باوجود اس تاکیدی حکم کے پھر بھی تو اے رسول بیمار اور کمزور دل والوں کو دیکھتا ہوگا کہ ان بے دینوں کے معاملہ اور خیر خواہی میں تگ و دو کر رہے ہیں جس کی وجہ زبانی بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ مبادا ہم مسلمانوں کو کوئی مصیبت پہنچ جائے کسی لڑائی میں انہی کی فتح اور مسلمانوں کی شکست ہو تو پھر اگر ہم ان سے ملاپ نہ رکھتے ہوں گے تو ایسے آڑے وقت میں یہ ہم سے کیونکر رفاقت کریں گے۔

شان نزول

[1] (یاایھاالذین امنوا لا تتخذوا) غیر قوم سے خفیہ تکالیف اٹھا اٹھا کر آخر کار ان سے مذہبی کاموں میں علیحدگی کرنے کی بابت یہ آیت نازل ہوئی۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا

پس وہ دن دور نہیں کہ خدا اسلام کو فتح دے گا یا اپنے پاس سے کوئی اور صورت پیدا کردے گا پھر یہ اپنے جی کی

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا

پوشیدہ باتوں پر شرمندہ ہو جائیں گے۔ اور مسلمان کہیں گے یہ وہی ہیں جو بڑے زور کی قسمیں کھایا کرتے تھے

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کی کوششیں ضائع ہوئیں پس یہ صریح نقصان اٹھائے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ

مسلمانو جو تم میں سے اپنے دین سے برگشتہ ہوگا خدا اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایسے لوگ تیار

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ

کرے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے مسلمانوں سے نرم کافروں کے مقابلہ میں مضبوط وہ اللہ

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ

کی راہ میں جہاد کریں گے اور ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ کریں گے یہ فضل الٰہی ہے جسے وہ چاہے

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

دے اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے

غرض ان کا طریق عمل بالکل اس شعر پر ہے

بشر کو چاہیے ملتا رہے زمانہ میں ؟ کسی دن کام یہ صاحب سلامت آہی جاتی ہے

مختصر یہ کہ ان کو اسلام کی حقیقت کا یقین نہیں اور مطلب کے یار ہیں اس لیے ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں پس تم مسلمانو اللہ سے بہتری کی امید رکھو وہ دن دور نہیں کہ خدا اسلام کو ظاہر فتح دے گا یا اپنے پاس سے کوئی اور غلبہ کی صورت[1] پیدا کردے گا پھر یہ منافق اپنے جی کی پوشیدہ باتوں پر جو اس وقت دل میں رکھتے ہیں خود بخود شرمندہ ہو جائیں گے کہ ہائے ہم کس خیال میں تھے اور ہو کیا گیا ؟ اور اس وقت مسلمان بھی ان کو شرمندہ اور ذلیل کرنے کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہیں گے کیوں صاحب ؟ یہ وہی ہیں جو بڑے زور کی قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اب کیا بات ہے کہ باوجود اس اظہار اخلاص کے اس وقت جو موقع خوشی ہے بجائے مسرور کے محزون نظر آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ دل سے ہمارے ساتھ نہ تھے چونکہ ان کی کوششیں ضائع ہوئی ہیں اور سب کیا کرایا اکارت ہو گیا ہے پس یہ اب صریح نقصان اٹھائے ہیں جن کی مثل بالکل اس کے مطابق ہے "دونوں سے گئے پانڈے نہ حلوا ملا نہ مانڈے" عموماً دین فروشوں کا یہی حال ہے سچ تو یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں کسی کا کیا لیتے ہیں۔ پس مسلمانو سن رکھو کہ جو تم میں سے اپنے دین سے برگشتہ ہوگا کسی کا کچھ نہ بگاڑے گا خدا اپنے دین کی حفاظت کیلئے ایسے لوگ تیار کردے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے مسلمانوں ایمانداروں سے نرم کافروں مرتدوں کے مقابلہ میں مضبوط اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور اس جہاد سے روکنے والے اور شرمندہ کرنے والے ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ کریں گے[2] اور اصل یہ فضل الٰہی ہے جسے وہ چاہے دے اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے۔

[1] جیسے صلح حدیبیہ۔ [2] جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا فافهم وللتفصيل مقام اخر

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَ
تمہارے دوست اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور

يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا
خدا کے آگے عاجز ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول اور ایمانداروں سے

فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ ﴿٥٦﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ
دوستی گانٹھتے ہیں پس اللہ کی جماعت ہی غالب ہوا کرتی ہے۔ مسلمانو جن لوگوں نے اپنے دین کو ہنسی مخول بنا

اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ
رکھا ہے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی ان کو اور کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے

اَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ
رہو اگر تم ایماندار ہو۔ جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو اسے بھی

اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ
یہ ہنسی مخول کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں تو کہہ کیا بجز اس کے

هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ
ہم میں کوئی عیب پاتے ہو کہ ہم خدا پر اور جو کتاب ہماری طرف اور جو ہم سے پہلے اتری ہے ان سب پر یقین رکھتے ہیں

پس تم اللہ کے ہو جاؤ اور کسی سے دوستی کی امید نہ رکھو کیونکہ تمہارے حقیقی دوست اللہ اور رسول اور مسلمان جو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور باوجود ان سب کاموں کے خدا کے آگے عاجز ہیں گو تینوں قسم کی دوستی جدا گانہ ہے کیونکہ خدا کی دوستی کا اثر تو یہ ہے کہ وہ بذات خود کام سنوار دیتا ہے اور رسول اور مومنوں کی دوستی کا یہ اثر ہے کہ وہ اپنے دوست کے حق میں خدا سے دعا کرتے ہیں یہ نہیں کہ خود کوئی ایسا کام جو خدا کے اختیار کا ہو سنوار سکیں اس اصول کو یاد رکھو اور ان تینوں سے تعلق پیدا کرو کیونکہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول اور ایمانداروں سے دوستی گانٹھتے ہیں وہ ہمیشہ ظفریاب ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی جماعت ہیں پس اللہ کی جماعت ہی غالب ہوا کرتی ہے۔ جبھی تو مسلمانو تم کو حکم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین کو ہنسی مخول بنا رکھا ہے جو جی میں آیا کر دیا مذہب سے کوئی غرض نہیں صرف نیشنلٹی (پاس قومیت) جن کا اصول ہے یعنی جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اور دوسرے عام کافروں کو جو اسی قبیل کے ہوں ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایماندار ہو تو اس کا خلاف نہ کرو تم دیکھتے نہیں کہ اپنے مذہب کو ہنسی مخول بنانے کے علاوہ تم جب نماز کے لیے اذان دیتے ہو حالانکہ وہ بھی ذکر الٰہی ہے جو کسی مذہب میں منع نہیں اسے بھی یہ لوگ ہنسی مخول کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ جہالت میں ایسے بڑھے ہوئے ہیں کہ سمجھتے ہی نہیں تو اے محمد ﷺ ان سے کہہ کہ اس تمہاری رنجیدگی کی وجہ کیا ہے؟ کیا بجز اس کے بھی کوئی عیب ہم میں پاتے ہو کہ ہم اکیلے خدا پر اور جو کتاب ہماری طرف اور جو ہم سے پہلے اتری ہے ان سب پر یقین رکھتے ہیں اور ہم اپنی شریعت کے پابند ہیں۔

وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً

اور تم میں بہت سے بے فرمان ہیں۔ تو ان سے کہہ میں تم کو اس سے بھی بڑے عیب والے بتلاؤں وہ

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ

لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب اتارا اور ان میں سے بندر اور بعض کو سؤر بنایا

وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

اور جنہوں نے ماسوائے خدا کے عبادت کی یہی لوگ برے درجے والے ہیں اور یہی لوگ راہ راست سے دور بھٹکے ہوئے ہیں

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہوئے ہیں حالانکہ کفر لے کر آئے تھے ویسے اسے لے کر نکل گئے ہیں

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ

اور جو چھپا کر لائے تھے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ تو ان میں سے بہتیروں کو دیکھے گا کہ گناہ اور ظلم زیادتی اور حرام خوری میں

وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ

بڑے ساعی ہوں گے بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ ان کے مشائخ اور

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا

پادری ان کو جھوٹ بولنے اور حرام خوری سے کیوں منع نہیں کرتے بہت ہی برا

اور تم میں بہت سے بے فرمان ہیں ذرا یورپ کو عموماً اور انگلینڈ کو خصوصاً دیکھو تو سہی کس طرح وہاں آج کل تہذیب جو دراصل تخریب اخلاق ہے کوڑیوں سیر بکتی ہے پس اگر موجب رنج فیمابین ہمارے اور تمہارے یہی ہے تو سن لو

مکش بہ تیغ ستم والہان ملت را
نہ کردہ اند بجز پاس حق گناہ دگر

تو اے پیغمبر ان سے کہہ یہ تو کوئی عیب نہیں جس کی وجہ سے تم ہم سے رنجیدہ اور برگشتہ ہو میں تم کو اس سے بھی جس کو تم عیب سمجھے ہوئے ہو بہت بڑے عیب والے بتلاؤں وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب اتارا اور ان میں سے بعض کی بدکاریوں کی وجہ سے بندر اور بعض کو سور بنایا اور جنہوں نے ماسوائے خدا کے بچھڑے وغیرہ کی عبادت کی پس تم خود ہی سمجھ لو کہ یہ کون لوگ ہیں ''در خانہ اگر کس است یک حرف بس است'' پس یہی لوگ برے درجے والے ہیں اور یہی لوگ راہ راست سے دور بھٹکے ہوئے ہیں اور ان کی چالبازی سنو ان کتاب والوں میں سے بعض نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ بغرض مطلب براری جب تمہارے (مسلمانوں کے) پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی تمہارے دین پر مدت سے ایمان لائے ہوئے ہیں حالانکہ جیسے کفر کو جی میں لے کر مجلس میں آئے تھے ویسے اسے لے کر نکل گئے ہیں اور جو نفاق چھپا کر لائے تھے اللہ اس کو خوب جانتا ہے تو تو اے محمد ﷺ ان میں سے بہتیروں کو دیکھے گا کہ گناہ اور ظلم زیادتی اور حرام خوری میں بڑے ساعی ہوں گے سوچیں تو بہت ہی برے کام کرتے ہیں اگر غور سے دیکھیں تو ان کو اپنے کاموں کی برائی خود ہی معلوم ہو جائے بھلا جو ان کے مشائخ اور بزرگ پادری لوگوں کو اسلام سے روکتے اور برگشتہ کرتے پھرتے ہیں وہ ان کو جھوٹ بولنے اور حرام اور سود خوری سے کیوں نہیں منع کرتے بہت ہی برا کرتے ہیں۔

كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ

کرتے ہیں یہودی کہتے ہیں خدا کا ہاتھ تنگ ہے انہیں کے ہاتھ تنگ ہوں اور

وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ

ان کی بکواس بکنے سے ان پر پھٹکار پڑے بلکہ دونوں ہاتھ اس کے کھلے ہیں جس طرح چاہتا ہے

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ

خرچ کرتا ہے جو کلام تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ کو ملا ہے ان میں بہتیروں کو سرکشی اور کفر بڑھاتا ہے ہم نے عداوت اور

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا

بغض ان میں قیامت تک ڈال دیا ہے جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکائیں گے خدا اس کو بجھائے گا اور

اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ اَنَّ

فساد زمین میں کیے پھرتے ہیں خدا فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا اگر اہل کتاب

اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾

ایماندار ہوتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کے گناہ دور کردیتے اور ان کو نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے

ایسے معمولی اخلاق بھی ان کو نہیں بتلاتے ہیں تو پھر بتلاتے ہی کیا ہیں یہ بھی ان کے پادریوں اور ان کے مشائخ کے سکوت کا نتیجہ ہے کہ یہودی عام اخلاق سے تجاوز کر کے حسب فحوائے "بازی بازی ابریش بابا بازی" خدا تک بھی بے اد بیاں کرنے لگے ہیں کہ مسلمان کو زکوٰۃ کا حکم ہوتے سن کر کہتے ہیں خدا کا ہاتھ آج کل تنگ ہے جو مسلمانوں سے قرض مانگتا ہے خدا کرے انہیں کے ہاتھ تنگ ہوں اور ان کو بکواس بکنے سے ان پر پھٹکار پڑے نالائق نہیں سمجھتے کہ زکوٰۃ کا حکم کرنا خدا کے تنگ ہونے کی دلیل نہیں خدا کا ہاتھ تو کبھی تنگ ہوا ہی نہیں بلکہ دونوں ہاتھ اس کے کھلے ہیں ایسے کہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے کوئی اس کو روکنے والا نہیں اتنا تو یہ کم بخت بھی مانتے ہیں مگر چونکہ تیرے ساتھ ان کو خاص ضد ہے اس لیے جو بات تیرے منہ سے نکلتی ہے خواہ وہ ان کی بھی مسلمہ ہو انکار کر بیٹھتے ہیں اسی ضد اور حسد کا نتیجہ ہے کہ جو کلام تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ کو ملا ہے ان میں سے بہتوں کو سرکشی اور کفر بڑھاتا ہے کیونکہ یہ اسے سن کر انکار کرتے ہیں اور بضد ہوتے ہیں جیسے جیسے انکار کرتے ہیں کفر میں ترقی کرتے جاتے ہیں ہم نے بھی اس کی سزا اس کو مختلف اقسام کی دی ہے حکومت ان سے چھین لی ہے اور عداوت اور بغض ان میں قیامت تک ڈال دیا ہے جب کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں جمع ہو کر لڑائی کی آگ بھڑکائیں گے خدا اس آگ کو بجھا دے گا اور ان کے فتنہ و فساد کو جو کئے پھرتے ہیں ایک دم ملیامیٹ کر دے گا کیونکہ خدا فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا اگر یہ اہل کتاب ایماندار ہوتے اور پرہیزگاری کا طریق اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے اور آئندہ قیامت کے روز ان کو نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے۔

شان نزول

[1] (وقالت الیھود یداللہ) یہودیوں پر مسلمانان حال کی طرح بدکاریوں کی پاداش میں تنگ دستی نے غلبہ کیا تھا تو قرآن میں مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم سن کر کہنے لگے خدا بھی تنگ دست ہو رہا ہے اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم بتفصیل منہ)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا
اور اگر وہ توریت اور انجیل پر اور جو کلام خدا کے پاس سے ان کی طرف اترا ہے اس پر عمل

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
کرتے تو البتہ اوپر سے اور نیچے سے کھاتے بعض ان میں سے متوسط چال ہیں اکثر ان میں سے

سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ
برے کام کرتے ہیں تو اے رسولؐ جو کچھ تیری طرف تیرے پروردگار کے ہاں سے اترا ہے پہنچا دے

لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا خدا ہی تجھے لوگوں کی تکلیف سے محفوظ رکھے گا کافروں

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ
کو کبھی بھی راہ نہ دے گا تو بھی کہہ دے اے کتاب والو جب تک تم توریت اور انجیل

حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ
پر اور جو تمہاری طرف خدا کے ہاں سے اترا ہے اس پر پورا پورا عمل نہ کرو گے

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ
تمہاری کوئی بات ٹھیک نہیں جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ کو ملا ہے ان میں سے بہتوں کو شرارت اور کفر بڑھاتا ہے

اور اگر وہ توریت انجیل پر اور جو کلام خدا کے پاس سے ان کی طرف اترا ہے یعنی قرآن اس پر پورا جیسا کہ چاہیے عمل کرتے تو البتہ ہم ان کو ایسی فارغ البالی عطا کرتے کہ اوپر سے بارش عمدہ با موقع سے محظوظ ہوتے اور نیچے سے زمین کے پھل پھول بکثرت پیدا ہوتے جن کو خوب بافراغت کھاتے بعض لوگ ان میں سے اس حال میں بھی اچھے متوسط چال ہیں لیکن اکثر تو ان میں سے بہت ہی برے کام کرتے ہیں تو اے رسول ان کی پرواہ نہ کر اپنی تبلیغ احکام میں لگا رہ جو کچھ تیری طرف تیرے پروردگار کے ہاں سے اترا ہے سب پہنچا دے کوئی بھلا سمجھے یا برا مانے اسی کی پرواہ نہ کر اور یاد رکھ کہ فرضا اگر تو نے ایسا نہ کیا یعنی سارا نہ پہنچایا بلکہ کچھ حصہ خواہ کسی قدر ہی قلیل ہو چھپا لیا تو ایسا سمجھا جائے گا گویا تو نے اس کا پیغام کچھ بھی نہیں پہنچایا اور اگر بتقاضائے بشریت کچھ لوگوں سے خوف زدہ اور ہراساں ہے تو سن لے کہ خدا ہی تجھے لوگوں کی تکلیف سے محفوظ رکھے گا کافروں کو تیری ایذا رسانی اور ہلاکت تک کبھی بھی راہ نہ دے گا تو یہ بھی ان سے کہہ دے کہ اے کتاب والو جب تک تم توریت اور انجیل پر اور جو ان کے بعد مع قرآن شریف تمہاری طرف خدا کے ہاں سے اترا ہے اس پر پورا پورا عمل نہ کرو گے تمہاری کسی بات کا ٹھیک نہیں کیا یہ تیری مانیں گے ہرگز نہیں ان کو تو تیرے سے ایسی عداوت ہے کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ کو ملا ہے ان میں سے بہتوں کو شرارت اور کفر میں بڑھاتا ہے۔

شان نزول

ا۔ (یایھا الرسول بلغ ما انزل) پیغمبر خدا ﷺ کا مخالفوں کی کثرت اور زور کو دیکھ کر ملول خاطر ہونا ایک طبعی امر تھا۔ آپ کی تسلی اور تشفی کو یہ آیت نازل ہوئی۔ (حاصل معالم)

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ

پس تو کافروں کی قوم پر افسوس نہ کر مسلمان ہوں یا یہودی صابی ہوں خواہ

وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ

عیسائی جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کو نہ تو خوف ہوگا نہ غمگین

لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ

ہوں گے- ہم نے بنی اسرائیل سے یہی وعدہ لیا تھا اور ان کی طرف کئی ایک رسول

رُسُلًا كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾

بھیجے جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس ان کی خواہشات کے خلاف تعلیم لاتا تو کتنوں کی تکذیب کرتے اور کتنوں کو جان سے مار ڈالتے

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا

اور یہ سمجھے گئے کوئی عذاب نہ ہوگا پس اندھے بہرے ہو گئے پھر خدا نے اپنی مہربانی کی پھر بھی بہت سے ان میں اندھے، بہرے

كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

ہو گئے خدا ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے وہ کافر

الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ

ہیں مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے

پس تو ان کافروں کی قوم پر کسی طرح سے افسوس نہ کر ان کو تو اپنی شرافت پر ناز ہے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں ہم شریف ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ خدا کے ہاں دستور ہی اور ہے وہاں شرافت آبائی بغیر لیاقت نمائی کے ہیچ ہے وہاں کا دستور یہ ہے کہ مسلمان ہوں یا یہودی صابی لامذہب ہو خواہ عیسائی کوئی بھی ہوں جو ان میں سے اللہ اکیلے پر اور پچھلے دن کی زندگی پر ایمان لائیں گے- اور اخلاص سے نیک عمل کریں گے ان کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ہم نے متقدمین بنی اسرائیل سے بھی یہی وعدہ لیا تھا اور نیک اعمال کی تاکید کی تھی اور اس تاکید کو مؤکد کرنے کو ان کی طرف کئی ایک رسول بھی بھیجے مگر وہ اپنی شرافت آبائی پر ایسے غرّاں ہوئے کہ شریعت کی انہوں نے کچھ بھی قدر اور عظمت نہ سمجھی بلکہ جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس ان کی خواہشات کے خلاف تعلیم لاتا تو کتنوں کی تکذیب کرتے اور کتنوں کو جان سے ہی مار ڈالتے اور یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اس تکذیب اور قتل سے ہم کو کوئی عذاب اور نقصان نہ ہوگا- پس اس خیال میں پھنس کر اور بھی اندھے اور بہرے ہو گئے پھر خدا نے ان پر مہربانی کی- ان کی حالت کو سنوارا ان کی پریشانی کو یک جا جمع کر دیا دنیاوی عزت بخشی مگر پھر بھی بہت سے ان میں سے اندھے بہرے ہو گئے خدا ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے یہاں تک بگڑے کہ خدا کی ذات اور صفات کی بھی ان کو معرفت نہ رہی حالانکہ یہ معرفت اصل ایمان ہے جب ہی تو ان کے حق میں یہ کہنا صحیح ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہی[1] مسیح ابن مریم ہے وہ کافر ہیں خدا سے منکر ہیں- نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ مسیح نے بنی اسرائیل سے خود کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل[2] اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے-

[1] دیکھو مفتاح الاسرار صفحہ ۱۴)

[2] دیکھو انجیل مرقس ۱۲) باب ۲۹ درس

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
بیشک جو کوئی خدا کے ساتھ شریک بناوے گا خدا اس پر بہشت حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور ظالموں کا کوئی
مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ
حمایتی نہ ہوگا- جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تین معبودوں میں کا ایک ہے کافر ہیں اور حقیقی معبود اکیلا ہے اگر
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَھُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ
یہ اس بے ہودہ گوئی سے باز نہ آئے تو جو ان میں سے کافر رہیں گے ان کو سخت دکھ کی مار ہوگی- تو
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
کیا یہ خدا کی طرف نہیں جھکتے ؟ اور اس سے بخشش نہیں مانگتے؟ اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے
مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ
مسیح ابن مریم تو صرف اللہ کا رسول تھا؟ اس سے پہلے بھی کئی ایک رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں
صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ
نیک بندی تھی وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھ ہم کس طرح کے دلائل بیان کرتے ہیں اور ان کو دیکھ کر یہ
اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝
کہاں کو بہکے جاتے ہیں

اس کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بناؤ بے شک جو کوئی خدا کے ساتھ شریک بناوے گا خدا اس پر بہشت اور آخری زندگی کی خوشحالی حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور ایسے ظالموں کا کوئی حمایتی نہ ہوگا- یہ تعلیم مسیحی کجا اور ان غلط گوؤں کا مذہب کجا؟ لطف یہ ہے کہ پھر ایک بات پر جمتے بھی نہیں کبھی تو صاف مسیح کو خدا کہہ دیتے ہیں اور صاف لکھ دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کو پہاڑ پر نظر آنے والا مسیح[1] ہی تھا کبھی تینوں باپ (خدا) بیٹے (مسیح) اور روح القدس کا مجموعہ خدا بناویں پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا تین معبودوں میں کا ایک ہے وہ بھی کافر ہیں دراصل خدا سے منکر ہیں دہریوں سے بدتر اور نہیں جانتے کہ دلائل عقلی اور نقلی سے یہی ثابت ہے کہ رہاں حقیقی معبود اکیلا ہی ہے اور کوئی نہیں اگر یہ اس بے ہودہ گوئی سے جو یہ کہہ رہے ہیں باز نہ آئے تو جو ان میں سے مرتے دم تک کافر رہیں گے ان کو سخت دکھ کی مار ہوگی تو کیا یہ سن کر اور سمجھ کر بھی خدا یان حقیقی معبود کی طرف نہیں جھکتے اور سابقہ گناہوں پر اس سے بخشش نہیں مانگتے اور نہیں جانتے کہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے یہ تو اپنے ضد میں ماننے کے نہیں تاہم جہان تو سننے والوں سے خالی نہیں مذکورہ نقلی دلیل کے علاوہ ایک عقلی دلیل سے بھی انکے اس خیال کو کہ مسیح میں بھی الوہیت تھی باطل کر پس ان کو سنا کہ مسیح تو اللہ کا صرف ایک رسول تھا اس سے پہلے بھی کئی ایک رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں بھی ایک پاک دامن خدا کی نیک بندی تھی وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے پھر معبود کس طرح ہوئے ؟ دیکھ ہم کس طرح کے دلائل بیان کریں اور ان کو دیکھ یہ کہاں کو بہکے جاتے ہیں ؟ ان کو اتنا بھی ہوش نہیں کہ جو کھانے کا محتاج تھا اس کو ہم خدا یا جزو خدا کیونکر کہتے ہیں ؟

---

[1] نوٹ- اس آیت کی تفسیر اور مسئلہ الوہیت مسیح کی پوری کیفیت مع تردید ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ کے حاشیہ صفحہ ۲۴۳ کے تحت ملاحظہ ہو-

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ

تو کہہ تم اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع و نقصان کا کچھ بھی اختیار نہ رکھیں اللہ ہی سننے والا جاننے

الْعَلِيْمُ ۞ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا

والا ہے- تو کہہ اے کتاب والو دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور اپنے سے پہلے لوگوں کی جو خود بھی گمراہ ہوئے

اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۞

اور بہتوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کر گئے ان کی خواہشوں پر نہ چلو- بنی اسرائیل

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ

میں سے جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبانی لعنت پڑی تھی کیونکہ

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۞ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ

وہ بے فرمانی کرتے اور حدود سے تجاوز کرتے تھے- جس برائی کے خود مرتکب ہوتے اس سے لوگوں کو بھی نہیں

فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۞ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ

روکتے تھے (غور کرتے تھے) بہت ہی برا کرتے تھے- تو ان میں سے بہتوں کو دیکھ رہا ہے کہ کافروں سے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

دوستی لگاتے ہیں

تو اور ایک طرح سے انہیں سمجھانے کو کہہ کیا مسیح تم کو کچھ نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے جبکہ وہ اپنی تکالیف کو بھی نہ ہٹا سکا حالانکہ ان کے ہٹانے کی دعائیں کرتا تھا- تو تمہارے نفع یا نقصان کا اس کو اختیار کیونکر ہوا تو پھر کیا تم اللہ کے سوا ان چیزوں کی بھی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع و نقصان کا کچھ بھی اختیار نہ رکھیں- رکھیں کیسے جبکہ اصل بنیاد نفع نقصان کی یعنی دور و نزدیک کے حاجت مندوں کی فریادوں کا سننا اور کمال علمی سے ان کے دل کے حال پر بھی مطلع ہو جانا ہی ان میں نہیں کیونکہ اللہ ہی ہر ایک کی سننے والا ہر ایک کی حاجت کو جاننے والا ہے- کوئی دوسرا اس صفت میں اس کا شریک نہیں تو ایک طریق نرمی سے ان کو کہہ اے کتاب والو کسی کی ضد اور عداوت سے یا اپنی کم فہمی سے دین میں ناحق زیادتی اور کجی کی راہ اختیار نہ کرو اور یہ نہ سمجھو کہ ہمارے پہلے لوگ یہی کہتے چلے آئے ہیں اس لیے ہم اپنے آبائی مذہب کو کیوں کر ترک کریں؟ ان واہیات خیالات کو چھوڑ دو اور اپنے سے پہلے لوگوں کی جو خود بھی گمراہ ہوئے اور بہتوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کر گئے مذہب میں ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور اس بات پر تو مطلقاً ناز نہ کرو کہ ہم اسرائیل کی اولاد ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان پر حضرت داؤد اور حضرت مسیح ابن مریم کی زبانی خدا کی لعنت اور پھٹکار پڑی تھی کیونکہ ایک تو وہ بے فرمانی کرتے اور حدود خداوندی سے تجاوز کرتے تھے- دوئم جس برائی کے خود مرتکب ہوتے اس سے لوگوں کو بھی نہیں روکتے تھے پس لوگ بے روک ٹوک برے کام کرتے جس سے ایک تو بدکاری پھیلتی دوئم شریعت اور احکام الٰہی بالکل دب جاتے- غور کرتے تو بہت ہی برا کرتے تھے- ان کے پیشواؤں کا ہی اثر ہے کہ اب بھی تو ان میں سے بہتوں کو دیکھ رہا ہے کہ مسلمانوں کو جو توحید خداوندی اور خاندان نبوت کے بھی قائل ہیں ان سے مخالف ہیں تو صرف نبوت محمدیہ میں ہیں تاہم یہ لوگ ان کو چھوڑ کر کافروں بت پرستوں سے دوستی لگاتے ہیں-

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ

یہ وتیرہ انہوں نے اپنے حق میں بہت ہی برا اختیار کیا ہے کہ خدا ان پر سخت ناراض ہے اور آخرت میں یہ لوگ ہمیشہ

خٰلِدُوْنَ ۞ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ

ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے- اور اگر یہ اللہ پر اور اس نبی پر اور جو اس کی طرف اترا ہے اس پر ایمان لاتے تو کافروں کو

اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً

دوست نہ بناتے لیکن بہت سے ان میں بدکار ہیں- تو مسلمانوں کے حق میں سب لوگوں سے زیادہ ضد کرنے

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ

میں یہودیوں اور مشرکوں کو پائے گا اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ[1] کہتے ہیں تو ان کو

اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا

مسلمانوں سے محبت کرنے میں سب سے زیادہ پائے گا کیونکہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور

وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۞

یہ تکبر نہیں کرتے

یہ وتیرہ انہوں نے اپنے حق میں بہت ہی برا اختیار کیا ہے- جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خدا ان پر سخت ناراض ہے اور آخرت میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے اور اگر یہ اللہ پر اور اس نبی محمد ﷺ اور جو اس کی طرف قرآن شریف اترا ہے اس پر ایمان لاتے تو اس کی برکت سے یہ ایسے پرہیزگار ہوتے کہ ان مشرکوں اور کافروں کو دوست نہ بناتے جن کی دوستی سے ان کو توریت میں بھی منع کیا گیا تھا لیکن اب جو ان کی یہ حالت ہے تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ بہت سے ان میں سے بدکار اور بے راہ ہیں اس بدکاری کی وجہ سے ہی ایسے بھکے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں سے عداوت کر کے مشرکوں کے ہم پلہ ہو رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ تو مسلمانوں کے حق میں سب لوگوں سے زیادہ ضد کرنے میں یہودیوں اور مشرکوں کو بڑھے ہوئے پائے گا کیونکہ ان کی طبیعتوں میں دنیا کا میلان اور محبت سب سے زیادہ ہے یہی جڑ ہے سب گناہوں کی یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ اور عیسائی کہتے ہیں ان میں سے بعض کو جن کا ذکر آگے آتا ہے مسلمانوں سے محبت کرنے میں سب سے زیادہ قدم بڑھے ہوئے پاوے گا کیوں کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور یہ لوگ ان کی صحبت کے پاک اثر سے حق کے قبول کرنے میں تکبر نہیں کرتے بلکہ جب ان کو ایمانداری کی باتیں سنائی جائیں تو فوراً قبول کرتے ہیں

شان نزول

(ولتجدن اقربهم) حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں ستر آدمی سفیر بھیجے تھے قرآن شریف سن کر نہایت متاثر ہوئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی- (معالم)

[1] دیکھو استثنا ۱۳ باب

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ

اور جب اس رسول کی طرف اترا ہوا کلام سنتے ہیں تو تو دیکھتا ہے کہ حقانی تعلیم پہچاننے سے تیرے

مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا

سامنے ان کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں کہتے ہیں مولا ہم ایمان لائے پس تو ہم کو شہادت دینے والوں میں لکھ رکھ۔ اور

لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ

ہمارا اس میں عذر ہی کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو ہمارے پاس سچی تعلیم آئی ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور اس بات کی امید کریں کہ خدا ہم کو

الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

نیکوں کی جماعت میں شامل کرے گا۔ پس خدا نے ان کے اس کہنے کے صلہ میں ان کو ایسے باغ عطا کئے جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

نہریں جاری ہیں ہمیشہ انہیں میں رہیں گے نیکوں کا یہی بدلہ ہے۔ اور جو کافر ہیں اور ہمارے حکموں کی

بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

تکذیب کرتے ہیں وہی جہنم کے قابل ہیں۔ مسلمانو[1] خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ

حرام مت سمجھو اور حد سے نہ بڑھو

ع ۱۰

اور جب اس رسول محمد ﷺ کی طرف اترا ہوا کلام قرآن سنتے ہیں تو تو دیکھتا ہے کہ حقانی تعلیم پہنچاننے سے تیرے سامنے ان کی آنکھیں آنسو بہاتی نظر آتی ہیں اور بڑی آرزو کے ساتھ خدا سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں مولا ہم اس قرآن پر ایمان لائے پس تو ہم کو دین حق کی تصدیق کرنے والوں بلکہ اس کی سچی شہادت دینے والوں میں لکھ رکھ اور ہمارا اس میں عذر ہی کیا ہے ہم اللہ پر اور جو ہمارے پاس سچی تعلیم آئی ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور اس بات کی امید کریں کہ خدا ہم کو نیکوں کی جماعت میں شامل کرے گا۔ پس ان کے اس اخلاص کا ہی نتیجہ ہے کہ خدا نے ان کے اس کہنے کے صلے میں ان کو ایسے باغ عطا کیے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ نہ صرف چند روزہ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ انہی میں رہیں گے کیوں نہ ہو خلوص والے نیکوں کا یہی بدلہ ہے اور ان کے مقابل جو کافر ہیں اور ہمارے حکموں کی تکذیب کرتے ہیں۔ وہی جہنم کے قابل ہیں خدا کے حکموں میں سستی کرنا اور بے پرواہی سے ٹلا دینا ہی بسا اوقات موجب کفر ہوتا ہے جب ہی تو تم کو حکم ہوتا ہے کہ مسلمانو خدا کی حلال کی ہوئی اور مباح بتلائی ہوئی چیزوں کو حرام مت سمجھو بلکہ ان کے استعمال میں اعتدال سے رہو اور کسی طرح کسی جانب حد سے نہ بڑھو

شان نزول

[1] (لا تحرموا طیبات) چند صحابہ دنیا سے دل برداشتہ ہو کر عہد کر چکے کہ آئندہ کوئی لذیذ غذا نہ کھائیں گے اور عمدہ لباس نہ پہنیں گے چونکہ یہ ارادہ شریعت الٰہی کے خلاف تھا۔ کیونکہ شریعت کو تو منظور ہے کہ انسان اپنے دل کا لگاؤ خدا کے ساتھ رکھے کھانے پینے کو جو چاہے حلال طیب کھائے اسلئے ان کو اس ارادہ سے روکنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا
خدا حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جو کچھ خدا نے تم کو حلال طیب رزق دیا ہے وہ کھاؤ اور اللہ سے

اللّٰهَ الَّذِيٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ
جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرو خدا تمہاری[1] لغو قسموں میں مواخذہ نہیں کرتا

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ
لیکن جن باتوں پر تم نے دل سے مضبوطی کرکے خلاف کیا ہو ان پر مواخذہ کرتا ہے پس اس کے کفارہ میں دس

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ
مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا جو عموما تم اپنے عیال کو کھلاتے ہو کھلا دو یا انکو لباس پہناؤ یا غلام آزاد کرو

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ
اور جس کو یہ کچھ بھی میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاکر خلاف کرو

وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
اور اپنی قسموں کی خوب حفاظت کرو اسی طرح خدا اپنے احکام تم سے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾
احسان مانو

خدا حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جو کچھ خدا نے تم کو حلال طیب رزق دیا ہے وہ کھاؤ اور ناشکری بے فرمانی کرنے میں اللہ سے جس پر ایمان اور یقین کامل رکھتے ہو ڈرتے رہو۔ حتی المقدور کسی طرح اس کی بے فرمانی نہ کرو۔ خدا بھی تم کو ناحق خواہ نخواہ تنگ کرنا نہیں چاہتا۔ دیکھو تو اس کی مہربانی تم پر کیسی ہے؟ کہ وہ تمہاری لغو قسموں میں جو باتوں باتوں میں واللہ باللہ کہا کرتے ہو مواخذہ نہیں کرتا لیکن جن باتوں پر تم نے دل سے مضبوطی کرکے خلاف کیا ہو ان پر مواخذہ کرتا ہے پس اس کی مہربانی کو دیکھو کہ اس کا علاج بھی بتلا دیا کہ اس کے کفارہ میں دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا جو عموماً تم اپنے عیال کو کھلاتے ہو کھلاؤ یا اگر مقدرت رکھتے ہو تو بجائے کھانے کے ان کو لباس پہناؤ یا اگر اس سے زیادہ مقدور والے ہو تو ایک غلام آزاد کر دو اور جس کو یہ کچھ بھی میسر نہ ہو اور ان تینوں میں سے کسی امر کی طاقت اور وسعت نہ رکھتا ہو تو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر خلاف کرو اور بہتری تو اسی میں ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی قسموں کی خوب حفاظت کرو بشرطیکہ کسی ناجائز کام کی قسم نہ ہو حتی المقدور پوری کیا کرو۔ اسی طرح خدا اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم احسان مانو اور شکر گزار بنو۔

شان نزول

[1] (لا یواخذ کم اللہ) پہلی آیت جب اتری تو جن صاحبوں نے اپنے ارادوں پر قسمیں کھائی ہوئی تھیں انہوں نے اپنی قسموں کی بابت آنحضرت ﷺ سے سوال کئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

مسلمانو شراب خوری اور جوا بازی اور بت پرستی اور تیر

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ

شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ شیطان یہی چاہتا ہے

اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

کہ شراب خوری اور قمار بازی کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈالے اور یاد الٰہی

ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

اور نماز سے تم کو غافل کردے تو کیا تم۔ باز نہ آؤ گے۔ ؟ اور اللہ اور

الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

رسول کی فرمانبرداری کرو اور بے فرمانی سے بچتے رہو (پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو) جان رکھو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف تبلیغ احکام ہے

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جو کچھ کھاپی چکے ان پر گناہ نہیں جبکہ انہوں نے پرہیز کیا

من جملہ ان احکام الٰہی کے ایک حکم اخلاقی یہ ہے کہ تم مسلمانو شراب اور جوا وغیرہ بداخلاقیوں کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ کیوں کہ شراب خواری اور جوا بازی اور بت پرستی اور تیروں [۲] سے کار کرنا شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچتے رہو۔ تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور مہذب اخلاق بن جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خواری اور قمار بازی کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈالے اور یاد الٰہی اور نماز سے تم کو غافل اور بے خبر کردے تو کیا اس دشمن کے فریب سے اطلاع پاکر بھی تم باز نہ آؤ گے۔ پس ان سب خرابیوں کی جڑ کو چھوڑ دو۔ اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور بے فرمانی سے بچتے رہو پھر اگر اس تاکیدی حکم کے سننے کے بعد بھی تم احکام شریعت سے منہ پھیرو گے تو جان رکھو کسی کا کچھ نہ کھوؤ گے ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف احکام تبلیغ کا بوجھ ہے اور کچھ نہیں تعمیل احکام کی بابت سوال تم سے ہے ہاں یہ بات بھی بیشک صحیح ہے کہ اطاعت کا حکم بھی انہی مسائل اور احکام میں ہے جن کی بابت حکم اترا ہو یہی وجہ ہے حرمت خمر سے پہلے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اس حال میں وہ جو کچھ شراب کباب کھاپی چکے ان پر گناہ نہیں بلکہ انہوں نے حرام چیزوں سے پرہیز کیا

شان نزول

[۱] (انما الخمر والمیسر) عرب میں کس قدر شراب اور جوئے کا رواج تھا اس کا اندازہ کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ سے اس کے مخالف تھے اس لئے ہمیشہ ہی اس کے حال سے مستفسر رہتے آخر حکم ربانی اس کی بابت یہ پہنچا۔

[۲] مشرکین عرب میں جہاں اور بداخلاقیاں تھیں یہ بھی تھی کہ انہوں نے چند تیر اس قسم کے رکھے ہوئے تھے کہ ان کے ذریعے فال ڈالتے تھے۔ کسی پر افعل (کر) لکھا ہوتا اور کسی پر لاتفعل (نہ کر) ہوتا (کر) والا ہاتھ میں آتا تو اس کام کو کر لیتے اور اگر (نہ کر) والا آتا تو اس کام کو نہ کرتے اور سکوت والا ہوتا تو پھر ڈالتے۔ ان کو روکنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ

اور ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے پھر پرہیزگاری پر جمے رہے اور ایماندار بنے رہے پھر تقویٰ شعار رہے اور احسان کرتے رہے خدا

الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ

محسنوں سے محبت کرتا ہے۔ مسلمانو خدا تم کو ایک ذری سی بات. یعنی شکار سے جس تک

تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ

تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہوں گے آزماوے گا تاکہ جو لوگ اس سے نادیدہ خوف کھاتے ہیں

اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا

ان کو الگ کردے پس جو اس سے پیچھے زیادتی کرے گا اسی کو دکھ کی مار ہوگی۔ مسلمانو احرام کی

الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ

حالت میں شکار نہ کیا کرو اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اس کو مارے تو جو جانور اس نے مارا ہے

مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ

اسی جیسا کوئی چار پایہ جس کی بابت دو انصاف والے تم میں سے فیصلہ کریں کعبے تک پہنچنے والی قربانی دیوے یا

طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا

چند مسکینوں کا کھانا کفارے میں دے یا اسی قدر روزے رکھے یہ اس لئے کہ اپنے کیے کا مزہ چکھے جو اس سے پہلے گزرا سو

اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ

خدا نے معاف کیا

اور ان کی حرمت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے پرہیزگاری پر جمے رہے اور ایماندار بنے رہے اور ہر وقت وہ تقویٰ شعار رہے اور احسان اور اچھے اچھے لوگوں سے سلوک اور نیک کام کرتے رہے انکو کیوں گناہ ہونے لگا۔ خدا تو محسنوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی اطاعت میں سرگرم رہتے ہیں انہیں بھی جانتا ہے اور جو صرف ظاہری ڈیل ڈول دکھا کر دھوکہ بازی کرتے ہیں وہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں مگر کبھی کبھی بندوں کے سامنے مخلصوں کا اظہار بھی اسکو منظور ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانو تم کو بھی اسی غرض سے کہ دورخے اور کمزور خیال کے لوگ تم سے جدا ہو جائیں ایک ذرا سی بات یعنی شکار سے جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہوں گے یعنی وہ تم سے بہت ہی قریب ہوں گے ایام احرام اور حج میں منع کر کے آزماوے گا تاکہ جو لوگ خدا سے نادیدہ خوف کھاتے ہیں ان کو الگ کردے اور جو دوسروں دیکھا دیکھی یا کسی مطلب دنیاوی سے دعویٰ اسلام کرتے ہیں انکی اصلیت بھی لوگوں پر واضح کردے پس جو اس سے پیچھے زیادتی کرے گا۔ خدا کی ممانعت سے بے پرواہ ہوگا اسی کو دکھ کی مار ہوگی۔ تو مسلمانو اب صریح حکم سن لو کہ احرام کی حالت میں شکار نہ کیا کرو اور جو تم میں سے ایسا شکاری ہو کہ شکار دیکھ کر اس کی رال ٹپکی جائے اور وہ جان بوجھ کر اس شکار کو مارے تو جو جانور اس نے مارا ہے اس جیسا کوئی چارپایا جسکی بابت دو انصاف والے تم میں سے فیصلہ کریں کعبے تک پہنچنے والی قربانی دے یا اگر اس جیسا جانور نہ ملے تو چند مسکینوں کو کھانا کفارہ میں دے یا اگر اسکو یہ بھی وسعت نہیں تو اسی قدر تین چار روزے رکھے۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ اپنے کئے کی سزا کا مزہ چکھے جو اس سے پہلے گزرا سو خدا نے معاف

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ

اور جو اس سے بعد ایسا کرے گا تو خدا اس سے بدلہ لے گا اور اللہ بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے- دریائی جانوروں کا

صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ

شکار کرنا اور کھانا تم کو حلال ہے تاکہ تمہارا اور قافلے والوں کا گزارہ ہو اور جنگلی شکار

الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ

جب تک تم محرم رہو تم کو حرام ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم نے جمع ہونا ہے- خدا نے

اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

کعبہ کو جو معزز عبادت خانہ ہے لوگوں کا قیام (موجب انتظام) بنایا ہے اور حرمت والے مہینوں کو اور قربانیوں

وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اور سیلیوں کو مقرر کیا ہے یہ اس لئے کہ تم جانو کہ خدا آسمانوں اور زمینوں کی سب چیزیں جانتا ہے

الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

اور خدا ہر چیز سے واقف ہے- اور خوب جانو کہ اللہ سخت

الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ

عذاب والا ہے اور خدا بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے- رسول کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے

کیا اور جو اس سے بعد ایسا کرے گا تو خدا اس سے اس قسم کی سزا دے کہ بدلہ لے گا اور اللہ کی بے فرمانی سے بچتے رہو کیونکہ وہ بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے- تمہیں اس اطاعت میں تکلیف ہی کیا ہے؟ جبکہ دریائی جانوروں کا شکار کرنا اور کھانا تم کو احرام کی حالت بھی حلال ہے تاکہ تمہارا اور تمہارے قافلے والوں کا گزارہ ہو اور جنگلی شکار ہرن وغیرہ جب تک تم محرم رہو تم کو حرام ہے پس اس کو نہ کھاؤ اور بے فرمانی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو جسکے پاس تم نے جمع ہونا ہے خدا تو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے چونکہ وہ جانتا تھا کہ اسلام اقطاع عالم میں پھیلے گا اور اہل اسلام بکثرت لاتعداد ہوں گے- جن کیلئے کوئی جگہ بطور مرکز ثقل کے ضروری ہے اس لئے حسب مصلحت اس نے جو کعبہ کو بوجہ بنانے ابراہیم علیہ السلام کے معزز عبادت خانہ ہے تمام دنیا کے مسلمان لوگوں کا موجب انتظام اور ذریعہ ملاقات واتحاد بنایا ہے اور حکم دیا ہے کہ جس کو وسعت ہو وہ ایک دفعہ کعبہ میں ضرور پہنچ کر اسلامی دارالخلافہ دیکھے اور حرمت والے مہینوں کو جن میں لڑائی کرنی منع ہے اور قربانیوں اور پٹے اور سیلیوں کو بھی بغرض انتظام امن عامہ اہل عرب کے مقرر کیا ہے کہ وہ یوں تو ہمیشہ اور ہر چیز پر لوٹ کھسوٹ ڈالا کرتے ہیں مگر ماہ حرام میں اور قربانیوں کے جانوروں پٹے باندھے ہوؤں کو نہیں لوٹتے تھے- یہ تمہیں اس لیے بتلایا ہے کہ تم جانو کہ خدا آسمانوں اور زمینوں کی سب چیزیں جانتا ہے اور یہ بھی کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے اور باخبر ہے پس تم دل سے یقین رکھو اور خوب جانو کہ اللہ بے فرمانوں کے حق میں سخت عذاب والا ہے اور فرمان برداروں کے لئے خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے- اگر بے فرمانی کرو گے تو اپنا کچھ کھوؤ گے اور کسی کا کچھ نہ بگاڑو گے رسول کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے کیا تم نے مشہور مقولہ نہیں سنا- ”بر رسولاں بلاغ باشد وبس“ تعمیل کا سوال تم سے ہوگا“

يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ
اور تمہارے ظاہر باطن کے کام سب اللہ کو معلوم ہیں- تو کہہ دے کہ خبیث اور نیک کردار

وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ
مساوی نہیں گو تم کو خباثت کی کثرت حیرانی میں ڈالے پس تم عقلمندو اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارا

تُفْلِحُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ
بھلا ہو- مسلمانو ایسی چیزوں کا سوال نہ کیا کرو جو ظاہر ہونے پر

تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ
تم کو تکلیف دہ ثابت ہوں اور اگر قرآن کے اترتے وقت تم ان کا سوال کرو گے تو تم پر ظاہر کی جائیں گی

عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا
خدا نے تم سے درگزر کیا اور اللہ بڑا ہی بخشنہار بردبار ہے- تم سے پہلے بھی ایک قوم نے ایسے سوال کیے تھے پھر ان سے

كٰفِرِيْنَ ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَاۗىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ [1]
انکاری ہو گئے- خدا[1] نے نہ تو کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام مقرر کئے ہیں

اور تمہارے ظاہر و باطن کے کام سب اللہ کو معلوم ہیں- اکثر لوگ بے دینوں کی کثرت دیکھ کر بے دینی کرنے لگ جاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہی خدا کو پسند ہے کیوں کہ اکثر لوگ ایسا ہی کرتے ہیں تو ایسے لوگوں سے کہہ دے کہ خبیث یعنی بد خصلت اور نیک کردار مساوی نہیں گو تم کو خباثت اور بد اخلاقی کی کثرت حیرانی میں ڈالے پس تم عقلمندو ہر ایک چیز کو اس کے ذاتی اوصاف سے پرکھا کرو اور بد اخلاقی کرنے میں اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارا بھلا ہو- مسلمانوں ایسی چیزوں کا سوال نہ کیا کرو جن میں احتمال ہو کہ ظاہر ہونے پر تم کو تکلیف دہ ثابت ہوں یعنی ان کی تعمیل سے تمہارے نفسوں پر سختی پہنچے گی اور اگر تم قرآن کے اترتے وقت یعنی پیغمبر علیہ السلام کی زندگی میں ان کا سوال کرو گے تو لامحالہ تم پر ظاہر کی جائیں گی کیونکہ پیغمبر تو اسی لیے آیا کرتے ہیں کہ بھولوں کو راہ پر لائیں پس کیا فائدہ کہ تم ناحق ایک حکم کی تعمیل کے نیچے آجاؤ اگر ضرورت ہو گی تو خدا خود ہی بتلا دے گا- اب تو خدا نے تم سے درگزر کیا اور معافی دی آئندہ کو ایسا نہ کرنا اللہ بڑا ہی بخشنے والا بردبار ہے عذاب کرنے میں جلدی نہیں کیا کرتا- اسی طرح تم سے پہلے بھی ایک قوم نے ایسے سوال کئے تھے پھر بعد بیان کے ان کی تعمیل سے انکاری ہو گئے- پس جو کچھ خدا تم کو بتلاتا ہے وہ کئے جاؤ اور مشرکوں کی طرح خدا پر بہتان نہ باندھو جیسا وہ اپنی طرف سے من گھڑت باتیں خدا کی نسبت لگاتے ہیں کہ سائبہ کا حکم خدا نے دیا ہے حالانکہ خدا نے نہ تو کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام مقرر کئے ہیں-

شان نزول

[1] (ما جعل الله من بحيرة) عرب میں جہاں اور جہالتیں تھیں یہ بھی ایک دستور تھا کہ جس اونٹنی کے پیٹ سے پانچ بچے پیدا ہو چکیں اس کا کان پھاڑ کر چھوڑ دیتے نہ اس پر سوار ہوتے نہ اس کی اون کترتے اور نہ ہی اسکو دانے پانی سے خواہ کسی کی زمین میں جاتی روکتے اور اسکا نام بحیرہ یعنی کان کٹی رکھتے- ایسا ہی اگر کوئی بیمار ہو کر نذر مانتا کہ اگر میں اچھا ہو گیا یا میرا فلاں کام ہو گیا تو میں ایک اونٹنی خدا کو نذر دونگا تو پھر اس اونٹنی کی روک ٹوک نہ ہوتی بلکہ نہایت ادب سے دیکھی جاتی- جہاں چاہتی جاتی جہاں سے کھاتی پیتی اسکا نام سائبہ یعنی چھوڑی ہوئی رکھتے اگر کسی اونٹنی کو یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے پیدا ہوتے تو

وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

مگر کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور بہت ان میں بے عقل ہیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا

جب کوئی ان سے کہے کہ اللہ کے اتارے ہوئے کلام اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں

مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا

جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے وہی ہم کو کافی ہے اگرچہ ان کے باپ دادا نہ تو کچھ جانتے ہوں اور نہ ہی

يَهْتَدُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ

راہ راست پائے ہوں[1] مسلمانو (تم کو تسلی رہے کہ) جب تم خود ہدایت یاب ہوئے تو گمراہ لوگ تم کو ضرر نہ دے سکیں گے

ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو تمہارے کاموں سے مطلع

تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کرے گا مسلمانو

مگر کافر جوان کی حد درجہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور ان کو اپنے پر حرام سمجھتے ہیں اور اس حکم کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ یہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور بہت سے ان میں سے بے عقل اور بے سمجھ ہیں۔ ان کی بے سمجھی کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہو گی؟ کہ جب کوئی ان سے کہے کہ اللہ کے اتارے ہوئے کلام قرآن شریف اور رسول کی بتلائی ہوئی شریعت کی طرف آؤ اور اس پر عمل کرو تو بجائے کسی دلیل طلبی یا مطلب فہمی کے جھٹ سے کہتے ہیں صاحب جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو کام کرتے پایا ہے وہی ہم کو کافی ہے یہ نہیں سمجھتے کہ مذہبی امور میں بغیر حکم خدا اور رسول کے کسی کی بات معتبر نہیں ہوا کرتی مگر اسی حالت میں کہ فرمودہ خدائی کے مطابق ہو اسی آبائی لکیر کے فقیر رہیں گے اگرچہ ان کے باپ دادا نہ تو کچھ جانتے ہوں اور نہ ہی راہ راست پائے ہوں۔ اگر کہیں کہ نہیں ہم اس حال میں اپنے باپ دادا کی نہ سنیں گے۔ بلکہ ان کے کاموں کو عقل سے جانچیں گے تو بس ثابت ہوا کہ محض آبائی طریق کا نام لینا جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو صحیح نہیں مسلمانو اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو جو محض بے سمجھی سے آبائی تقلید میں پھنسے ہوئے ہوں راہ راست پر لانا ذرا مشکل امر ہے اسی لئے تم کو تسلی رہے کہ جب تم خود ہدایت یافتہ ہوئے تو گمراہ لوگ تم کو ضرر نہ دے سکیں گے یعنی جب تم اپنی ہدایت پر کاربند رہے جس کاربندی میں گمراہوں کو بملاطفت سمجھانا بھی شامل ہے تو بعد سمجھانے بتلانے کے بھی جو گمراہ رہیں گے ان کا گناہ تم پر نہیں ہو گا پڑے اپنا سر کھائیں تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم کو تمہارے کاموں سے مطلع کرے گا۔ مسلمانو یہ بھی خدا کی مہربانی سمجھو کہ علاوہ احکام شریعت کے تمدنی احکام بھی تم کو سکھاتا ہے۔

شان نزول

پہلے کو متبرک جانتے اور اس کا نام وصیلہ یعنی پہلی سے ملی ہوئی رکھتے ایسا ہی جس اونٹ کا پوتا قابل سواری ہوتا اس پر سواری وغیرہ چھوڑ دیتے اور اس کا نام حامی رکھتے ہیں یعنی حفاظت کرنیوالا غرض ان سب کو ایک طرح سے حق پنشن دیتے اور اس عطیہ کو حکم خداوندی بتلاتے اس کی تکذیب کو یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

[1] مسلمان کفار کی مجلسوں میں بیٹھتے تو ان کی بدزبانی اور کفر و شرک کی باتیں سن کر نہایت ملول ہوتے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ

جب تمؒ میں سے کسی کو موت آئے تو وصیت کرنے کے وقت دو عادل گواہ تم سے

مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُم

ہونے چاہئیں اگر تم سفر میں ہو اور اسی میں تم کو موت آجائے تو غیر قوم میں سے دو گواہ ہونے چاہئیں اگر تم کو

مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ ۚ تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ

شبہ ہو تو بعد نماز ان کو کھڑا کرو پھر وہ دونوں اللہ کے نام کی قسم کھاتے ہوئے کہیں کہ

ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ

ہم اس (قسم) کا عوض نہیں لیتے خواہ کوئی ہمارا قرابتی بھی کیوں نہ ہو اور ہم خدا لگتی شہادت چھپاتے نہیں

إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ ﴿١٠٦﴾ فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ

ورنہ ہم خود گناہگار ہوں گے۔ پھر اگر معلوم ہو کہ یہ گواہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو اور دو

يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ

آدمی میت کے قریبیوں میں سے جن کی حق تلفی ہوئی ہے اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے کہیں

لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِن شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٧﴾

کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی ورنہ ہم ظالم ہوں گے

چنانچہ ایک حکم یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو اگر اس نے کچھ وصیت کرنی ہو تو وصیت کرنے پر دو عادل گواہ تم مسلمانوں میں سے ہونے چاہئیں اور اگر تم سفر میں ہو اور اسی حالت میں تم کو موت آجائے اور اپنے مسلمانوں سے گواہ میسر نہ ہوں تو غیر قوم میں سے دو گواہ ہونے چاہئیں۔ اب ان کی گواہی لینے کا قاعدہ سنو۔ کہ ان کی معمولی گواہی میں اگر تم کو شبہ ہو تو بعد نماز عصر حاکم کے سامنے انکو کھڑا کرو پھر وہ دونوں اللہ کے نام کی قسم کھاتے ہوئے کہیں کہ ہم اس قسم کا کچھ عوض کسی سے نہیں لیتے اور سچ کہتے ہیں خواہ ہمارا کوئی قرابتی بھی کیوں نہ ہو؟ اور ہم خدا لگتی گواہی چھپاتے نہیں ورنہ ہم خود گنہ گار ہوں گے پھر اگر کسی ذریعہ سے معلوم ہو کہ یہ گواہ حلف دروغی سے گناہ مرتکب ہوئے ہیں تو اور دو آدمی میت کے قریبیوں میں سے جن کی حق تلفی ہوئی ہے اللہ کی قسم کھاتے ہوئے کہیں کہ ہماری شہادت ان دونوں گواہوں کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور ہم نے اس میں کوئی زیادتی نہیں کی ورنہ ہم خدا کے نزدیک ظالم ہوں گے۔

شان نزول

ؒ (شهادة بينكم) ایک شخص مسلمان مدینہ منورہ سے بغرض تجارت سفر کو گیا۔ دو عیسائی اس کے ہمراہ ہو لئے اتفاقاً راہ میں مسلمان مرض الموت کے پھندے میں پھنسا اور اپنے ہمراہیوں سے کہہ دیا کہ بعد میرے مرنے کے میرا اسباب میرے وارثوں کو پہنچا دینا اور خفیہ سے ایک فہرست اسباب بھی کسی تہ میں رکھ دی ہمراہیوں نے اس کے اسباب میں سے ایک چاندی کا مرصع پیالہ نکال کر باقی اس کے وارثوں کے پاس پہنچا دیا۔ وارثوں کے ہاتھ جب وہ فہرست آئی تو مقابلہ سے انہوں نے پیالہ نہ پایا ان سے دریافت کیا تو منکر ہو گئے آخر یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کے حضور پہنچا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ

قرین قیاس ہے کہ اس طرح گواہی درست بتلا دیں گے اور ڈریں گے کہ ہماری قسموں کے بعد اور قسموں کی نوبت

اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ

نہ آئے اور اللہ سے ڈرو اور سنو خدا بدکاروں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا- جس دن

يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ

خدا رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا تم کو کیا جواب ملا تھا وہ کہیں گے ہم کو تو کچھ بھی معلوم نہیں غیب کی باتیں تو

الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ م

ہی جانتا ہے- جب خدا کہے گا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے میری نعمتوں کو جو تجھ پر اور تیری ماں پر تھیں یاد کر

قرین قیاس ہے کہ اگر اس طرح گواہی درست بتادیں گے اور ڈریں گے کہ ہماری قسموں کے بعد اور قسموں کی نوبت نہ آئے یعنی وارثان میت ہماری قسموں کی تکذیب نہ کریں پس تم ایسا نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور اس کے احکام سنو بے کاری کی راہ اختیار نہ کرو ورنہ یاد رکھو خدا بدکاروں کو جب وہ اپنی بدکاری میں حد تک پہنچ جائیں راہ راست نہیں دیا کرتا پس تم اس بلائے بد رمان سے بچتے رہو اور اس دن (روز قیامت) کو یاد رکھو جس دن خدا رسولوں کو جمع کر کے بطور فہمائش لوگوں کے ان سے پوچھے گا بتلاؤ تم کو لوگوں کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟ وہ (انبیاء) مارے دہشت اور ہول قیامت کے سب کچھ بھولے ہوں گے کہیں گے ہم کو تو کچھ بھی معلوم نہیں غیب کی باتیں تو ہی جانتا ہے تیرے سوا اور کون ہے یہ سوال بلکہ اس سے بھی بڑے بڑے سوال انبیاء سے ہوں گے تو نہیں جانتا کہ کس "نمے آرد کہ آنجا دم زند" کوئی کتنا ہی بڑے منصب کا نبی یا ولی کیوں نہ ہو؟ خدا کے درجہ کو تو نہیں پہنچ سکتا مگر بعض لوگ محض نادانی سے کسی نبی یا ولی سے کوئی کام خلاف عادت ظہور پذیر ہو تا دیکھ لیں تو جھٹ سے اس میں کوئی نہ کوئی نشان یا خاصہ الوہیت سمجھ لیتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ کوئی محبوب ہے اس پردہ نگاری ہیں چنانچہ انہی نادانوں کی فہمائش کو حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی سوال ہوں گے اس موقع کو یاد کرو جب خدا کہے گا) اے عیسیٰ مریم کے بیٹے میری نعمتوں کو جو تجھ پر اور تیری ماں پر تھیں یاد کر

شان نزول

ل (اذ قال الله يعيسىٰ) حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں یہودیوں اور عیسائیوں کے افراط تفریط کی اصلاح کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی

ے (اذ قال الله يعيسىٰ ابن مريم) ان آیتوں میں اللہ جل شانہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے واقعات عجیبہ کا جو بطور معجزہ ان سے ظہور ہوئے تھے بیان کرتا ہے اس لئے معجزہ کی حقیقت کا بیان کرنا اور سر سید احمد خان مرحوم کے شبہات کا جواب دینا ضروری ہے- علماء اسلام نے جو معجزہ کی تعریف کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ ایک ایسا فعل ہے جو مدعی نبوت سے خرق عادت کے طور پر ظہور پذیر ہو مگر ہمارے نزدیک معجزہ خرق عادت ہے بھی اور نہیں بھی خرق عادت کا لفظ جو علماء نے درج کیا ہے اس سے ان کی جو مراد ہے وہ اور ہے اور ہم نے جو انکار کیا ہے اس سے ہماری مراد اور ہے- ہمارے نزدیک معجزہ موافق عادت اس لیے ہے کہ ہم اس کو نبوت کے ساتھ لازمہ مجہول الکیفیت مانتے ہیں یعنی جیسا نبوت کے لیے کوئی قانون الٰہی ضرور ہے اور ہونا بھی چاہیے تاکہ اتنا بڑا سلسلہ نبوت بے قانون نہ رہے گو ہمیں اس کا علم نہیں اور ہم اس کو نہ جانیں کہ وہ کیا ہے؟ مگر دراصل وہ ضرور کسی قانون سے مربوط ہے اسی طرح نبوت سے ایک مجہول الکیفیت تعلق معجزہ کو ہے سید صاحب کو بھی

اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ

جب میں نے تجھ کو روح القدس کے ساتھ قوت دی تو گہوارہ میں اور بڑھاپے میں لوگوں سے باتیں کیا کرتا تھا اور جب میں نے

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ

تجھ کو کتاب یعنی تہذیب کی باتیں اور توریت اور انجیل سکھائی تھی

جب میں نے تجھ کو روح القدس یعنی حضرت جبرائیل کے ساتھ قوت دی جس کا اثر یہ تھا کہ تو گہوارہ کی عمر یعنی شیر خواری کے زمانے میں اور بڑھاپے میں لوگوں سے وعظ و نصیحت کی باتیں کیا کرتا تھا اور جب میں نے تجھ کو کتاب یعنی تہذیب کی باتیں اور توریت اور انجیل بلا مدد استاد سکھائی تھیں۔

تسلیم ہے کہ

"تمام قوانین قدرت ہم کو معلوم نہیں اور جو معلوم ہیں وہ نہایت قلیل ہیں اور ان کا علم بھی پورا نہیں ہے بلکہ ناقص ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب کوئی عجیب واقع ہو اور اس کے وقوع کا کافی ثبوت بھی موجود ہو اور اس کا وقوع معلومہ قانون قدرت کے مطابق بھی نہ ہو سکتا ہو اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ بغیر دھوکہ و فریب کے فی الواقع واقع ہوا ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلا شبہ اس کے وقوع کے لئے کوئی قانون قدرت ہے مگر اس کا علم ہم کو نہیں کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خلاف قانون قدرت کوئی امر نہیں ہوتا اور جب وہ کسی قانون قدرت کے مطابق واقع ہوا ہے تو وہ معجزہ نہیں کیوں کہ ہر شخص جس کو وہ قانون معلوم ہو گیا ہو گا اس کو کر سکے گا تفسیر احمدی جلد ۳ صفحہ ۲۴"

سید صاحب مرحوم کی عبارت مذکورہ بھی بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ عناصر کے لیے موجودہ مروجہ قانون پر ہی بس نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس کے سوا کوئی اور قانون سے وابستہ ہو جو نبوت کے ساتھ ایک خاص تعلق رکھتا ہے جس طرح نبوت کا ظہور کسی قانون الٰہی کے ماتحت ضرور ہے اور بحکم الله اعلم حيث يجعل رسالته (انعام-۱۳) خدا نبوت کے محل کو خوب جانتا ہے ہر ایک شخص اس عہدہ کے لائق نہیں ہو سکتا اور ہو بھی کیوں کہ

کلاہ خسروی و تاج شاہی
بہر کل کے رسید حاشا و کلا

حتی کہ جملہ اہل اسلام بلکہ خود سید صاحب کو بھی اس کی انتہا بحکم خاتم النبیین مسلم ہے ٹھیک اسی طرح معجزہ کا ظہور بھی کسی غیر معلوم الحقیقت اور غیر مدرک قانون سے وابستہ ہے یا اسی سلسلہ نبوت سے استلزام رکھتا ہے یا کم سے کم اس کا نبوت سے اتنا تعلق ہو کہ مخالفین کے انکار اور بضد اصرار پر اس قانون کا وقت پہنچتا ہو پس کونی بردا وسلاما (اے آگ ابراہیم کے حق میں سرد با سلامت ہو جا) کا وقت جب آیا تھا تو اس کا ظہور بھی اسی طرح ہوا تھا کہ جس طرح نخرج به زرعا (ہم پانی کے ساتھ نباتات پیدا کرتے ہیں) کا ہوتا ہے اور اگر ہم آیات قرآنی پر غور کریں تو ہمیں اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ نبوت کے ساتھ ظہور معجزہ کو ایک خاص تعلق ہے۔ وما نرسل بالآيات الا تخويفا (اسراء-۴۸) (ہم معجزات ڈرانے کے لیے بھیجا کرتے ہیں) اس کے علاوہ یہ بھی بتلا دیا کہ ما كان لرسول ان ياتي بآية الا باذن الله (الرعد-۲۷) (کسی رسول کی طاقت نہیں کہ بغیر ارادہ الٰہی معجزہ دکھا سکے) پس سید صاحب کا یہ کہنا کہ جب کسی قانون قدرت کے مطابق واقع ہوا ہے تو معجزہ نہیں کیونکہ ہر وہ شخص جس کو وہ قانون معلوم ہو گیا ہے کر سکے گا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جب کہ وہ نبوت کا لازمہ ہے اور اس کے ساتھ ایک مجہول الکیفیت تعلق رکھتا ہے تو جیسے نبوت بحکم الله اعلم حيث يجعل رسالته (انعام-۱۳) اس کلیہ کے ماتحت نہیں کہ جسے قانون معلوم ہو وہ نبی بن جائے تو معجزہ کس طرح کر سکے گا؟ زیادہ وضاحت اس تقریر کی

وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـئَةِ الطَّيۡرِ بِاِذۡنِىۡ فَتَنۡفُخُ فِيۡهَا فَتَكُوۡنُ طَيۡرًۢا

اور جبکہ تو میرے حکم سے مٹی سے پرندہ کی سی صورت بناتا تھا پھر اس میں پھونک دیتا تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتا

بِاِذۡنِىۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِىۡ‌ ۚ وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِىۡ‌ ۚ

اور تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو نکالتا تھا

اور جب کہ تو میرے حکم سے مٹی سے پرند کی صورت بناتا تھا پھر اس میں پھونک دیتا تو وہ میرے حکم سے پرند ہو جاتا اور اڑ جاتا اور تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے لوگوں کے سامنے نکالتا تھا

اس وقت ہو سکتی ہے جب ہم نظام عالم میں غور کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ بعض ستارے تو ہمیں ہر روز دکھائی دیتے ہیں اور بعض برسوں بعد اور بعض صدیوں بعد اور ایک ایسے بھی ہیں کہ ان کے ظہور کا وقت کسی حساب میں آج تک نہیں آسکا لطف یہ ہے کہ بڑے بھی ایسے ہوں کہ اگر وہ ظہور کریں تو خواہ دنیا کے کسی حصہ میں ہوں ممکن نہیں کہ مخفی رہیں تاہم وہ لا يجليها لوقتها الا هو (اعراف-۲۷) خدا ہی اس کو وقت پر ظاہر کرے گا کے مصداق ہیں پس معجزہ میں اعجاز انہی معنی سے ہے کہ وہ حسب قانون مقررہ کے غیر نبی سے ہو نہیں سکتا یا یوں کہو کہ فطرت نے اس قانون کو غیر نبی سے تعلق ہی نہیں دیا جیسے کہ پانی سے حرارت کو تعلق نہیں بخشا اس کی واضح مثال میدان جنگ میں بہادروں کی کارگزاری سے مل سکتی ہے کہ وہی تلوار جس سے بہادر کئی ایک سرتن سے جدا کر سکتا ہے کسی بزدل کے ہاتھ دی جائے تو بجز اپنے ہی نقصان کر لینے کے کچھ نہ کر سکے گا سچ ہے لکل فن رجال

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل اورا درویش اند اختند

ہم اس تقریر میں جیسے علما اسلام سے متفرد نہیں کیونکہ انہوں نے جو خرق عادت کا لفظ داخل تعریف کیا ہے اس عادت سے ان کی مراد عام معمولی ہے سید صاحب سے بھی مخالف نہیں سید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ

"معجزات و کرامات سے جب کہ ان کے معنوں میں غیر مقلد ہونا قانون فطرت کا مراد لیا جائے تو (ہم) انکار کرتے ہیں اور اگر ان کے معنوں میں یہ بھی داخل کیا جائے کہ وہ مطابق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں تو صرف نزاع لفظی باقی رہ جاتا ہے کیونکہ جو امر کم واقع ہو اور جس شخص کے ہاتھ سے واقع ہوا اس کو ہم دونوں (سید صاحب اور یہ خاکسار) تسلیم کرتے مگر وہ انکار معجزہ یا کرامت نام رکھتے ہیں ہم اس کا یہ نام نہیں رکھتے ج ۳ صفحہ ۳۸ نعم الوفاق وحبذا الاتفاق"

نام کی کیا بات ہے؟ آپ نام کچھ ہی رکھ لیں کام سے کام ہے نام سے نہیں۔ سید صاحب نے اپنے انکار معجزات کو ایک اور پہلو سے واضح لفظوں میں بھی بتایا ہے جن کا نقل کرنا بھی فایدہ سے خالی نہ ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"حکما یا فلاسفہ نے معجزات یا کرامات کا انکار کسی وجہ سے کیا ہو ہمارا انکار صرف اس بنا پر نہیں ہے کہ وہ مخالف عقل کے ہیں اور اس لئے ان سے انکار کرنا ضروری ہے بلکہ ہمارا انکار اس بنا پر ہے کہ قرآن مجید سے معجزات و کرامات یعنی ظہور امور کا بطور خرق عادت یعنی خلاف فطرت یا خلاف جبلت کے امتناع پایا جاتا ہے جسکو ہم مختصر لفظوں میں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کوئی امر خلاف قانون قدرت واقع نہیں ہوتا" جلد ۳ صفحہ ۳۷

مختصر یہ کہ سید صاحب کو معجزہ سے انکار نہیں بلکہ مطلب ان کا یہ ہے کہ قرآن شریف میں معجزات کا ذکر نہیں پس ہماری کوشش صرف اس میں ہونی چاہیے کہ ہم سید صاحب اور ان کے ہم خیالوں کو قرآن شریف سے معجزات تلاش کر دیں۔ پس ہم آیت زیر حاشیہ کے بیان کی طرف آتے ہیں

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور جب میں نے بنی اسرائیل سے تجھ کو محفوظ رکھا جب تو ان کے پاس معجزات لایا تو ان میں سے کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے

اور جب میں نے بنی اسرائیل سے تجھے محفوظ رکھا جس وقت تو ان کے پاس معجزات بینہ لایا تو ان میں سے کافر لوگ بجائے تیری تسلیم کے کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

اس مقام پر اللہ جل شانہ نے حضرت مسیح کی کئی ایک باتوں کا یا ہمارے محاورے میں معجزات کا ذکر کیا ہے۔ اول تکلم فی المھد ہے۔ اس کا ذکر تو کسی قدر ہم جلد ثانی میں کر آئے ہیں۔

دوم خلق طیر یعنی جانوروں کا بنانا۔ سید صاحب اس معجزے کی تقریر یوں کرتے ہیں۔

"یہ اس حالت کا ذکر ہے جب کہ حضرت عیسیٰ بچے تھے اور بچپنے کے زمانہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے" تفسیر احمدی جلد ثانی صفحہ ۲۳۵

اس توجیہ کی بنا سید صاحب نے ایک غیر مشہور انجیل طفولیت پر رکھی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

"انجیل اول (طفولیت) میں یہ قصہ اس طرح پر لکھا ہے اور جب کہ حضرت عیسیٰ کی عمر سات برس کی تھی وہ ایک روز اپنے ہم عمر رفیقوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور مٹی کی مختلف صورتیں یعنی گدھے بیل چڑیاں اور مورتیں بنا رہے تھے۔ ہر شخص اپنی کاریگری کی تعریف کرتا تھا اور ان پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا تب حضرت عیسیٰ نے لڑکوں سے کہا کہ میں ان مورتوں کو جو میں نے بنائی ہیں چلنے کا حکم دوں گا اور وہ فی الفور حرکت کرنے لگیں گی اور جب انہوں نے ان کو واپس آنے کا حکم دیا تو وہ واپس آئیں۔ انہوں نے پرندوں اور چڑیوں کی مورتیں بھی بنائی تھیں اور جب ان کو اڑنے کا حکم دیا تو وہ اڑنے لگیں اور جب انہوں نے ٹھہر جانے کا حکم دیا تو وہ ٹھہر گئیں اور وہ ان کو کھانا اور پانی دیتے تھے تو کھاتی پیتی تھیں۔ جب آخر کار لڑکے چلے گئے اور ان باتوں کو اپنے والدین سے بیان کیا۔ تو ان کے والدین نے ان سے کہا کہ بچو آئندہ سے اس کی صحبت سے احتراز کرو دیکھو کہ وہ جادوگر ہے۔ اس سے بچو اور پرہیز کرو اور اب اس کے ساتھ کبھی نہ کھیلو اور انجیل دویم میں اس طرح پر ہے۔ جب حضرت عیسیٰ کی عمر پانچ برس کی تھی اور مینہ برس کر کھل گیا تھا حضرت عیسیٰ عبرانی لڑکوں کے ساتھ ایک ندی کے کنارے کھیل رہے تھے اور پانی کنارہ کے اوپر بہہ کر چھوٹی چھوٹی جھیلوں میں ٹھہر رہا تھا۔ مگر اسی وقت پانی صاف اور استعمال کے لائق ہو گیا حضرت عیسیٰ نے اپنے حکم سے جھیلوں کو صاف کر دیا اور انہوں نے ان کا کہنا مانا تب انہوں نے ندی کے کنارہ پر سے کچھ نرم مٹی لی اور اس کی بارہ چڑیاں بنائیں اور ان کے ساتھ اور لڑکے بھی کھیل رہے تھے مگر ایک یہودی نے ان کاموں کو دیکھ کر یعنی ان کا سبت کے دن چڑیوں کی صورتیں بنانا دیکھ کر بلا توقف ان کے باپ یوسف سے جا کر اطلاع کی اور کہا کہ دیکھ تیرا لڑکا ندی کے کنارے کھیل رہا ہے اور مٹی لے کر اس کی بارہ چڑیاں بنائی ہیں اور سبت کے دن گناہ کر رہا ہے۔ تب یوسف اس جگہ جہاں حضرت عیسیٰ تھے آیا اور ان کو دیکھا تب بلا کر کہا کیوں تم ایسی باتیں کرتے ہو؟ جو سبت کے دن کرنا جائز نہیں ہے تب حضرت عیسیٰ نے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بجا کر چڑیوں کو بلایا اور کہا جاؤ اڑ جاؤ اور جب تک تم زندہ رہو مجھے یاد رکھو پس چڑیاں شور مچاتی ہوئی اڑ گئیں۔ یہودی اسکو دیکھ کر متعجب ہوئے اور چلے گئے اور اپنے ہاں کے بڑے آدمیوں سے جا کر وہ عجیب و غریب معجزہ بیان کیا جو حضرت عیسیٰ سے ان کے سامنے ظہور

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ

اور جب میں نے حواریوں کو القا کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ وہ بولے کہ ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ

كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

کہ ہم خدا کے فرمانبردار ہیں

اور جب میں نے تیرے حواریوں کو القا کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول مسیح پر ایمان لاؤ- وہ تجھ سے مخاطب ہو کر جھٹ سے بولے کہ ہم ایمان لائے اور اے مسیح تو گواہ رہ کہ ہم خدا کے فرمانبردار ہیں- بعد میں وہ مسیح علیہ السلام کے ایسے فرمانبردار رہے کہ نہایت تکالیف شاقہ میں بھی مسیح کے ساتھ ہی رہے-

---

میں آیا صفحہ ۲۳۸

یہاں تک تو ہمیں بھی مضر نہیں بلکہ مؤید ہے مگر آگے چل کر جو سید صاحب نے استثناء کیا ہے وہ ضرور قابل غور ہے- چنانچہ فرماتے ہیں-

"مگر جب تاریخانہ تحقیق کی نظر سے اس پر غور کی جاتی ہے تو اصل بات صرف اس قدر تحقیق ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ بچپنے میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے میں جانور بناتے تھے اور جیسے کبھی کبھی اب بھی ایسے موقعوں پر بچے کھیلنے میں کہتے ہیں کہ خدا ان میں جان ڈال دے گا (علی گڑھ میں کہتے ہوں گے) وہ بھی کہتے ہوں گے مگر ان دونوں کتابوں کے لکھنے والوں نے اس کو کراماتی طور پر بیان کیا کہ فی الحقیقت ان میں جان پڑ جاتی تھی- قرآن مجید نے اس واقع کو اس طرح پر بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی امر وقوعی نہ تھا- بلکہ صرف حضرت مسیح کا خیال زمانہ طفولیت میں بچوں کے ساتھ کھیلنے میں تھا-"

اس کے بعد زبان علماء پر نظر شفقت فرماتے ہیں-

علمائے اسلام ہمیشہ قرآن مجید کے معنی یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں کے مطابق اخذ کرنے کے مشتاق تھے اور بلا تحقیق ان روایتوں کی تقلید کرتے تھے- انہوں نے ان الفاظ کی اسی طرح تفسیر کی جس طرح غلط سلط عیسائیوں کی روایتوں میں مشہور تھی اور اس پر خیال نہیں کیا کہ خود قرآن مجید ان روایتوں کی غلطی کی تصحیح کرتا ہے صفحہ ۲۳۹

سید صاحب علماء اسلام پر نظر شفقت فرماتے ہوئے ہمیشہ یہی القاب بخشا کرتے تھے- کبھی یہودیوں کے مقلد کبھی شہوت پرست زاہد گاہے کوڑ مغز ملا ہیچ ہے

بلا سے کوئی ادا انکی بدنما ہو جا
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

مگر ہم بڑے ادب سے گذارش کرتے ہیں کہ جناب والا کو بڑھاپے کی وجہ سے خود اپنی ہی تصنیفات ذہن نشین نہیں رہی تھیں- ذیل میں ہم ایک شہادت آپ ہی کی تصنیف سے نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ علماء اسلام تو یہودیوں اور عیسائیوں کے مقلد تھے ہی مگر آپ نے ان کی تقلید کو خوب مدلل اور مبرہن کر کے انکو سبکدوش فرمایا ہے- جس کے لیے وہ آپ کے شکر گزار ہیں- آپ ایک جگہ کتب سابقہ کے اعتبار اور عدم اعتبار کے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"کتابوں کی معتبری اور غیر معتبری دریافت کرنے کا اصل مدار اس کے مصنف کی معتبری اور غیر معتبری پر ہے پس جس کتاب کی معتبری اور غیر معتبری دریافت کرنی ہو تو اول یہ بات دیکھنی چاہیے کہ اس کا لکھنے والا شخص معتبر ہے یا نہیں- اگر معتبر ہے تو وہ کتاب بھی معتبر ہے اور اگر معتبر نہیں ہے تو وہ کتاب بھی معتبر نہیں ہے- پھر اگر وہ کتاب معتبر شخص کی طرف منسوب ہوتی ہے تو اس بات کی سند درکار ہوتی ہے کہ در حقیقت یہ کتاب اسی شخص کی لکھی ہوئی ہے اور یہ بات ثابت

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم تیرا خدا کر سکتا ہے کہ اوپر سے ایک

عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

خوان ہم پر اتارے مسیح نے کہا تم اللہ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو

یاد کر جب بھوک سے تنگ آ کر حواریوں نے کہا اے حضرت عیسیٰ ابن مریم تیرا خدا کر سکتا ہے کہ اوپر سے ایک خوان کھانے کا لگا لگایا ہم پر اتارے چونکہ یہ سوال ایک طرح خلاف عادت الٰہی تھا۔ اس لیے مسیح نے کہا تم اللہ سے ڈرو ایسے سوال خدا سے نہیں کیا کرتے خدا سے عافیت اور حسن عاقبت مانگا کرتے ہیں اگر تم ایماندار ہو۔

نہیں ہوتی جب تک ہمارے زمانہ سے اس کتاب کے لکھنے والے تک سند متصل ہمارے پاس نہ ہو اور سند متصل ہم اس کو کہتے ہیں کہ کسی معتبر شخص نے اس کتاب کو اصل لکھنے والے سے پڑھا ہو۔ پھر اس سے دوسرے نے پھر اس سے تیسرے نے یہاں تک کہ ہمارے زمانہ تک اسی طرح اس کی گواہی پہنچی ہو۔ چنانچہ حاشیہ بطور مثال کے قرآن مجید کی سند متصل جس طرح کہ مجھ تک پہنچی ہے لکھتا ہوں اسی طرح پھر اور کتابوں کی بھی سند متصل ہم چاہتے ہیں مگر ان کتابوں (مندرجہ بائبل) کی نسبت ایسی سند متصل ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے ان کتابوں کے معتبر اور غیر معتبر ٹھہرانے کو دوسرا قاعدہ بلحاظ شہرت اور قبول کے قرار پایا ہے پس ان جملہ کتابوں کی خواہ وہ بالفعل بائبل میں داخل ہیں یا نہیں چار قسمیں قرار پائی ہیں قسم اول جن کتابوں کو علماء ہر وقت نے بلا ردو انکار قبول کیا اور اس کا ان کی صحت پر اتفاق ہوا اور شہر بہ شہر مشہور ہوئیں اور علماء ان کی تعلیم و تعلم میں قرنا بعد قرن مشغول و مصروف ہوئے اور کبھی اور کسی زمانہ میں ان کی صحت و اعتبار پر ردو انکار نہیں ہوا وہ سب معتمد اور صحیح ہیں۔ قسم دوئم وہ کتابیں ہیں جن کو معتبر لکھنے والوں نے لکھا اور اکثر علماء نے ان کو تسلیم کیا مگر بعضوں نے ان کے تسلیم کرنے میں انکار بھی کیا یا کسی عہد میں وہ کتابیں اکثر علماء کے نزدیک مقبول رہیں اور معتبر اور مقدس لوگوں نے ان سے سند لی اور اپنی تحریرات میں ان کے اقوال اخذ کئے مگر پھر کسی زمانہ میں متروک ہو گئیں یا یہ کہ کسی زمانہ میں ان کی شہرت ہوئی اور پھر وہ شہرت جاتی رہی ان کتابوں کو بھی ہم صحیح اور معتمد مانتے ہیں مگر پہلی قسم سے درجہ اعتبار میں کمتر مانتے ہیں۔ تصانیف احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۸۶)

اسی جلد تفسیر میں ان کتابوں کی بابت جن سے آپ نے مسیح علیہ السلام کی طفولیت کا حال لکھا ہے رقمطراز ہیں

"انجیل اول طفولیت دوسری صدی عیسوی میں ناسٹکس کے ہاں جو عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے مروج اور مسلم تھی اور ازمنہ مابعد میں بھی اس کے اکثر بیانات پر اکثر مشہور عیسائی عالم مثل یوسیس وہ تھاناسیس وابپی فینیس وکرائی ساسٹم وغیرہ اعتقاد رکھتے تھے کو بیس ڈی کیسٹر ڈ ایک انجیل طامسن کا ذکر کرتا ہے۔ کہ ایشیا و افریقہ کے اکثر گرجاؤں میں پڑھی جاتی تھی اور اسی پر لوگوں کا دارومدار تھا فبر لیشش کے نزدیک وہ یہی انجیل تھی (جس سے سید صاحب نے عبارات متعلقہ جانور سازی مسیح علیہ السلام زمانہ طفولیت نقل کی ہیں) انجیل دوئم طفولیت اصل یونانی قلمی نسخہ سے ترجمہ کی گئی ہے جو کتب خانہ شاہ فرانس میں دستیاب ہوا تھا۔ یہ طامسن کی طرف سے منسوب ہے اور ابتداً انجیل مریم کے ساتھ شامل خیال کی گئی ہے۔ صفحہ ۲۳۷

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا

وہ بولے ہم تو یہ چاہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل اس کے ساتھ تسکین پاویں اور جانیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا

وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور ہم اس پر گواہ بنیں

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ

مسیح ابن مریم نے کہا اے خدا ہمارے مولا تو ہم پر آسمان سے ایک خوانچہ اتار جو

لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے نشان بنے اور ہم کو رزق دے تو بڑا اچھا رزق دینے والا ہے

توایسا ہی وہ بولے معاذ اللہ ہم کسی بدنیتی سے نہیں کہتے بلکہ ہم تو یہ چاہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل اسے عطیہ الٰہی سمجھ کر اس کے ساتھ تسکین پائیں اور ہم عین الیقین جانیں کہ تو نے جو ہم سے کہا ہے وہ سچ کہا ہے اور ہم بھی اس پر گواہ بنیں مسیح ابن مریم علیہ السلام نے ان کی نیک نیتی اور حاجت شدیدہ دیکھ کر خدا سے دعا کی اور کہا اے خدا ہمارے مولا تو ہم پر آسمان سے ایک خوانچہ اتار جو ہمارے پہلے اور پچھلوں کے لیے عید کا سا دن ہو اور تیری طرف سے میری نبوت پر نشان بنے اور ہم کو رزق دے تو بڑا اچھا رزق دینے والا ہے-

ناظرین تقریرات مذکورہ بالا میں خود ہی غور کریں اور فیصلہ دیں کہ سید صاحب انہی انجیلوں کو جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے خلق طیر کا ذکر ہے کہاں تک صحیح اور معتبر جانتے ہیں- اس فیصلہ کو ہم ناظرین کی رائے پر چھوڑ کر سید صاحب کے عذرات جو انہوں نے نفس قرآن کریم کی آیات کے متعلق کئے ہیں بتلا کر ان کے جوابات عرض کرتے ہیں-

قرآن شریف نے جس خوبی اور تفصیل سے ان معجزات کو بیان کیا ہے واقعی اس سے بڑھ کر ممکن نہیں مگر سید صاحب نے حسب عادت شریفہ اسے بھی اندھوں کی کھیر بنانا چاہا بلکہ یوں کہو کہ بنا کر ہی چھوڑا- مگر کمال ہے کہ اصل وجہ جو ان سب ہاتھ پاؤں مارنے کی ہے اس کا نام تک نہیں لیا یعنی سپر نیچرل (خلاف عادت) جس کا جواب ہم کئی ایک مواضع میں دے چکے ہیں- پس مناسب ہے کہ ہم بھی اس میں سید صاحب کے مقلد بنیں اور انہیں کا طرز تقریر اختیار کریں جس بات کو وہ مخفی رکھیں ہم بھی ظاہر نہ کریں- سید صاحب نے جو اس مسئلہ پر تقریر کی ہے اس کو بتمامہ نقل کرنا مناسب ہے فرماتے ہیں-

"اب اس پر یہ بحث ہے کہ کیا درحقیقت یہ کوئی معجزہ تھا اور کیا درحقیقت قرآن مجید سے ان مٹی کے جانوروں کا جاندار ہونا اور اڑنے لگنا ثابت ہوتا ہے- تمام مفسرین اور علمائے اسلام کا جواب یہ ہے کہ ہاں مگر ہمارا جواب ہے کہ نہیں (کیوں نہ ہو "عالم بمنت یک طرف آن شوخ تنہا یک طرف") بشرطیکہ دل و دماغ کو ان خیالات سے جو قرآن مجید پر غور کرنے اور قرآن مجید کا مطلب سمجھنے سے پہلے عیسائیوں کی صحیح و غلط روایات کی تقلید سے بٹھا لئے ہیں خالی کر کے نفس قرآن مجید پر بنظر تحقیق غور کیا جاوے (انشاء اللہ تعالیٰ ہم ایسا ہی کریں گے اور سب نے ایسا ہی کیا ہے) سورہ آل عمران میں جو یہ الفاظ ہیں انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله (آل عمران-۳۸) اس کے معنی یہ ہیں کہ مٹی سے پرندوں کی مورتیں بناتا ہوں پھر انہیں پھونکوں گا تاکہ وہ اللہ کے حکم سے پرند ہو جائیں یہ بات حضرت عیسیٰ نے سوال کے جواب میں کہی تھی مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھونکنے کے بعد درحقیقت وہ پرندوں کی مورتیں جو مٹی سے بناتے تھے جاندار ہو بھی جاتی تھیں اور اڑنے بھی لگتی تھیں- فیکون پر جو (ف) ہے وہ عاطفہ تو ہو نہیں سکتی کیوں کہ وہ اگر عاطفہ ہو تو یکون طیرا انیّ کی خبر ہوگی اور اس کا عطف اخلق پر ہوگا اور یکون طیرا میں یکون صیغہ متکلم کا نہیں

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

خدا نے کہا میں تم پر یہ خوان اتاروں گا پھر جو کوئی اس سے پیچھے تم میں منکر ہوگا تو میں اس کو ایسا عذاب کروں گا

لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾

لکہ دنیا کے لوگوں سے کسی کو ایسا عذاب نہ کروں گا

خدا نے کہا میں ان کی نیک نیتی سے آگاہ ہوں اس لئے میں ان پر خوان اتاروں گا پھر جو کوئی اس سے پیچھے تم دنیا کے لوگوں میں سے میرے احکام سے منکر ہوگا تو میں اس کو ایسا عذاب کروں گا کہ دنیا کے لوگوں سے کسی کو ایسا عذاب نہ کروں گا

ہے اور نہ اس کلام میں کوئی ضمیر اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ اسم انّ کی طرف راجع ہو سکے اسلئے یکون طیرا نحو کے قاعدہ کے مطابق یا یوں کہو کہ بموجب محاورہ زبان عرب کے کسی طرح ان کی خبر نہیں ہو سکتا اور فیکون کی (ف) عاطفہ قرار نہیں پا سکتی اب ضرور ہے کہ وہ (ف) تفریع کی ہو اور پھونکنے میں اور ان مورتوں کے پرند ہو جانے میں گو کہ در حقیقت کوئی سبب حقیقی یا مجازی یا ذہنی یا خارجی نہ ہو مگر ممکن ہے کہ متکلم نے ان میں ایسا تعلق سمجھا ہو کہ اس کو متفرع اور متفرع علیہ کی صورت میں یا سبب اور مسبب کی صورت میں بیان کرے (خواہ کذب صریح بھی کیوں نہ ہو) جہاں کلم مجازات کی بحث نحو کی کتابوں میں لکھی ہے اس میں صاف بیان کیا ہے کہ کلم مجازات سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ در حقیقت وہ ایک امر کو دوسرے امر کا حقیقی سبب کر دیتے ہیں بلکہ متکلم اس طرح پر خیال کرتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلا امر دوسرے امر کا حقیقی یا خارجی یا ذہنی سبب ہو مگر صرف اس طرح کے بیان سے امر متفرع یا مسبب کا وقوع ثابت نہیں ہو سکتا جب کہ کسی اور دلیل سے نہ ثابت ہو کہ وہ امر فی الحقیقت وقوع میں بھی آیا تھا اور جس قدر الفاظ قرآن مجید کے ہیں۔ان میں یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ وہ پرندوں کی مٹی کی مورتیں در حقیقت جاندار اور پرند ہو بھی جاتی تھیں"صفحہ ۲۳۶

اس ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ فیکون طیرا کلام محقق مصدق من اللہ نہیں ہے بلکہ مسیح کا مرعوم ہے یعنی حضرت مسیح نے ہی لڑکپن میں کہا تھا کہ دیکھو میں ایسی مٹی کی مورتیں بناتا ہوں اور ان میں پھونکتا ہوں تاکہ وہ جانور ہو جائیں پس یہی مدار ہے سید صاحب کے مذہب کا کہ فیکون ما قبل پر معطوف نہیں چنانچہ سورہ مائدہ کی آیت کے متعلق اسی بنا کے پختگی کے در پے ہیں فرماتے ہیں

"اس آیت میں بھی فیکون پر کی (ف) عاطفہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر وہ عاطفہ ہو تو اس کا عطف تخلق پر ہوگا اور معطوف حکم معطوف علیہ میں ہوتا ہے اور معطوف علیہ کی جگہ قائم ہوتا ہے اور یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ اگر معطوف علیہ کو حذف کر دیا جائے اور معطوف اس کی جگہ رکھ دیا جاوے تو کوئی خرابی اور نقص کلام میں نہ ہونے پاوے اور اس مقام پر ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر معطوف علیہ کو حذف کر کے فیکون طیرا اس کی جگہ رکھ دیں تو کلام اس طرح پر ہو جاتا ہے کہ **اذکر نعمتی علیك اذ تکون طیرا** . اور یہ کلام محض مہمل اور غیر مقصود ہے۔اب ضرور ہے کہ یہ (ف) بھی اسی طرح تفریع کی ہو جیسی کہ سورہ آل عمران میں (ف) تفریع کی تھی اور اس (ف) کے ذریعے سے تنفخ متفرع علیہ اور تکون متفرع دونوں مل کر تخلق پر معطوف ہوں گے اور تقدیر کلام یوں ہوگی اور **اذکر نعمتی علیك اذ تنفخ فیها فتکون طیرا** مگر اس صورت میں **فتکون طیرا** صرف تنفخ پر تفریع ہوگی اور اذا کا اثر جو مضارع پر آنے سے تحقیق زمانہ ماضی کا ہے یا اس امر کو متحقق

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ

جب خدا کہے گا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا سے ورے ورے مجھے اور

اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ

میری ماں کو بھی معبود سمجھو وہ کہے گا تو پاک ہے مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں

ایسی ایسی مسیح کی باتیں اور معجزے دیکھ کر بعض نادانوں نے اس کی نسبت الوہیت کا خیال کر رکھا ہے نہ صرف اس کی نسبت بلکہ بعض جہاّل تو اس کی اور اس کی ماں کی تصویر رکھ کر عبادت کرنے لگے ہیں یہی وجہ ہے کہ مسیح کو قیامت کے دن جب خدا کہے گا اے عیسیٰ مریم صدیقہ کے بیٹے تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا سے ورے ورے مجھے اور میری ماں کو بھی معبود سمجھو اور ہماری عبادت کرو تو وہ سنتے ہی سخت گھبرائے گا اور کہے گا الٰہی تو شائبہ شرک سے ہمیشہ سے پاک ہے مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔

الوقوع کر دینے کا ہے تکون تک نہیں پہنچتا کیوں کہ وہ اثر اس وقت پہنچتا ہے جب کہ تکون کی (ف) عاطفہ ہوتی اور اسکا عطف تخلق پر جائز ہوتا اس صورت میں تکون کو محض تفریعی تعلق اپنی متفرع علیہ سے ہے اور محض تفریعی حالت اسی طرح باقی رہتی ہے جیسی کہ سورہ آل عمران میں تھی اسی لیے اس تفریع سے اس امر متفرع کا وقوع ثابت نہیں ہوتا۔ اس تمام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے یہ بات ثابت تو ہے کہ حضرت عیسیٰ بچپنے کی حالت میں مٹی سے جانوروں کی مورتیں بناتے تھے اور پوچھنے والے سے کہتے تھے کہ میرے پھونکنے سے وہ پرند ہو جائیں گے مگر یہ بات کہ درحقیقت وہ پرند ہو بھی جاتی تھیں نہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے نہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے پس حضرت عیسیٰ کا یہ کہنا ایسا ہی تھا جیسے کہ بچے اپنے کھیلنے میں بمقتضائے عمر اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں" صفحہ (۲۴۰)

شکر ہے کہ سید صاحب نے اپنی تقریر کو قواعد عربیہ پر خود ہی مبنی کیا ہے۔ ورنہ اندیشہ تھا کہ اس کے جواب میں اگر علما کے منہ سے یہ سنتے تو شاید کوئی اور معزز لقب عنایت کرتے اس تقریر کا بھی مختصر مضمون یہ ہے کہ آیت موصوفہ میں فتکون طیرا کلام سابق پر عطف نہیں کیوں کہ کلام مہمل ہو جائے گا۔ غالبا سید صاحب کو کافیہ اور شرح ملا جامی کی عبارت

" و لما كان لقائل ان يقول هذه القاعدة منتقضة بقولهم الذى يطير فيغضب زيد الذباب فان يطير فيه ضمير يعود الى الموصول ويغضب المعطوف عليه ليس فيه ذلك الضمير فاجاب بقوله انما جاز الذى يطير فيغضب زيد الذباب لانها اى الفاء فى هذا التركيب فاء السببية اى فاء لهانسبة إلى السببية بأن يكون معناها السببية لا العطف فلا يرد نقضا على تلك القاعدة او يكون معناها السببية مع العطف لكنها تجعل الجملتين كجهلة واحدة فيكتفى بالربط فى الاولى والمعنى الذى اذا يطير فيغضب زيد الذباب او يفهم منها سبية الاولى للثانية فالمعنى الذى يطير فيغضب زيد بسبية الذباب ويمكن ان يقدر فيه ضمير اى الذى يطير فيغضب زيد يطيرانه الذباب " (شرح جامى بحث عطف)

مندرجہ حاشیہ پر غور کرنے کا موقع نہ ملا ہوگا ورنہ تصویر کا رخ اور ہی ہوتا جس طرح مثال مندرجہ کافیہ کی تصحیح خود شارح جامی نے کر دی ہے اسی طرح سورہ آل عمران کی آیت کی ہو سکتی ہے تقدیر کلام یوں ہے انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون بنفخی طیرا باذن الله

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ

اگر میں نے یہ بات کہی ہوگی تو تو خوب جانتا ہے تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیری پوشیدہ بات نہیں جان سکتا

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

غیب کی باتیں تو ہی خوب جانتا ہے

اگر فرضاً میں نے یہ بات کہی ہوگی تو تو خوب جانتا ہے۔ کیوں کہ تو میرے دل کی چھپی ہوئی بات بھی جانتا ہے اور میں تیری پوشیدہ بات نہیں جان سکتا غیب کی باتیں تو ہی خوب جانتا ہے

پس آپ کا فرمانا کہ نہ اس کلام میں کوئی ضمیر اس طرح پر واقع ہوتی ہے کہ اسم انّ کی طرف راجع ہو سکے قابل نظر ہے ایسا ہی سورہ مائدہ کی آیت کے عطف ہونے میں بھی آپ نے جو استحالہ قائم کیا ہے استحالہ نہیں بڑا استحالہ بقول آپ کے یہ ہے۔ کہ کلام اس پر ہو جاتا ہے کہ **اذکر نعمتی علیك اذ تکون طیرا** اور یہ کلام محض مہمل اور غیر مقصود ہے مگر یہ اہمال صرف آپ کے خیال تک ہی ہے علماء عربیہ کے نزدیک اس میں بھی کوئی اہمال نہیں کیونکہ تکون کی ضمیر کی بجائے اس صورت میں اسم صریح رکھنا ہوگا اور سببیت کو لفظوں میں ظاہر کر کے تقدیر کلام یوں ہے **اذکر نعمتی علیك اذ تکون الھیئة التی تخلقھا من الطین بنفخك طیرا باذنی** اس میں کیا اہمال ہے پس آپ ہی کے قول سے کہ جس مضارع کے صیغہ پر اذ کا اثر پہنچے گا وہ امر تو متحقق الوقوع ہو جائے گا بحکم عطف **فتکون طیرا متحقق الوقوع** ہو گیا

سید صاحب نے اس مسئلہ کی خاطر دور دور تک پیش بندیاں کی ہیں آیۃ کے لفظ سے جو **انی جئتکم بآیة من ربکم** (آل عمران۔۳۸) میں ہے حکم الٰہی مراد لیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں

"ہم اسباب کی تحقیق سورہ بقرہ میں لکھ آئے ہیں کہ آیت اور آیات بینات سے خدا تعالیٰ کے احکام مراد ہوتے ہیں جو انبیاء کو وحی کئے جاتے ہیں پس اس مقام پر بھی آیت کے لفظ کے یہی معنی قرار دیتے ہیں (ج ۲ صفحہ ۲۴۱)

لیکن اس سے آگے انی اخلق میں ان کے مفتوحہ ہونے سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا کیوں کہ اس سے پہلے انی پر جو **انی قد جئتکم** میں ہے غور فرماتے رہے کہ

"صاحب تفسیر ابن عباس نے بھی ان آیتوں کو بشارت کی آیتوں سے منقطع کیا ہے اور تقدیر کلام یوں کی ہے **فلما جاءھم قال انی قد جئتکم بایة** مگر اس تقریر میں وہی نقص باقی رہتا ہے جو کہ قال کے بعد ان مفتوحہ واقع ہونے سے ہوتا ہے مگر ہم تقریر کلام کی اس طرح پر کرتے ہیں **فلما جاء ھم قال مجیبا لھم بانی قد جئتکم بایة** (جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

مگر میں پوچھتا ہوں کہ پہلے ان مفتوحہ کی طرح دوسرے کے فتح کی بھی کوئی وجہ ہے اگر وہ آیت سے بدل الکل ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو در صورت آیت سے حکم الٰہی مراد لینے کے بدل و مبدل منہ میں وحدت مصداق نہیں رہتی کما لا یخفی اور اگر پہلے انی سے یہ ان بدل کہیں تو یہ بھی صحیح نہیں کیوں کہ بقول آپ کے پہلا ان وعظ و نصیحت کے زمانہ کا ہے اور دوسرا ان پچھلے کا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

جب حضرت عیسیٰ لوگوں میں وعظ و نصیحت کرنے لگے اور خدا کے احکام سنانے لگے تو ان کی قوم نے کہا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو؟ تو اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ نے فرمایا **انی قد جئتکم بایة من ربکم** (ج ۳ صفحہ ۲۴۲)

پس جب کہ ان دونوں کا مصداق ہی ایک نہیں جو بدل الکل میں ہونا ضروری ہے تو بدل کیوں کر بنا اور بدل الغلط کا تو فصیح کلام میں ہونا ہی غلط ہے علیٰ ہذا دوسرے بدلوں میں بھی کئی شبہات قائم ہیں تو ضرور ہے کہ آیت سے مراد حکم الٰہی نہ ہو بلکہ معجزہ ہو اور **انی اخلق لکم** اس کا بدل یا عطف بیان جو چاہو بنا لو۔ فالحمد للہ

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ

میں نے تو ان سے یہی بات کہی تھی کہ جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے عبادت کرو اور میں

عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۚ

جب تک ان میں رہا ان کی خبر گیری کرتا رہا پھر جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا

میں نے تو ان لوگوں سے یہی بات کہی تھی اور یہی تعلیم دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی جو میرا اور تمہارا سب[1] کا رب ہے عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بناؤ اور میں علاوہ تعلیم کے جب تک ان میں رہا ان کی اس بات پر خبر گیری کرتا رہا پھر جب تو نے مجھے فوت[2] کرلیا تو تو ہی انکا نگہبان تھا

احیاء اموات :

اس سے بھی سید صاحب منکر ہیں کیوں نہ ہو؟ سپر نیچرل کا اصول بہت سے فروع رکھتا ہے مجھے سخت تعجب اس بات کا ہمیشہ سے ہے کہ سید صاحب مرحوم علما کو بدنام اور بے اعتبار کرنے کے لئے تو یہودیوں کے مقلد اور عیسائیوں کے متبع بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس معجزے کے انکار کی ذیل میں بھی ترش روی سے فرماتے ہیں

> "علمائے اسلام کی عادت ہے کہ قرآن مجید کے معنی یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں کے مطابق بیان کرتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے (بڑا ہی غضب کیا ہے) ان آیتوں کے معنی یہی بیان کئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اندھوں کو آنکھوں والا اور کوڑھیوں کو چنگا کرتے تھے اور مردوں کو جلادیتے تھے"۔ (ج ۲ صفحہ ۲۴۴)

مگر جب آپ انہیں یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کی طرف جھکتے ہیں تو ایسے کہ مفسر ہی بن جاتے ہیں چنانچہ تبیین الکلام میں آپ نے توریت اور انجیل کی تفسیر جیسی کی ہے کوئی معتقد بھی ایسی نہ کرے بڑے بڑے زوردار دلائل سے ان کی حقیقت پر بحث کی ہے اور پرزور براہین سے ان کے ہر ایک مضمون کو مبرہن کیا ہے خیر اس شکایت کا تو یہ موقع نہیں مطلب کی بات صرف اتنی ہے کہ سید صاحب نے **اذ تخرج الموتی باذنی** میں موتی کے لفظ سے کفار مراد لئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں

> "انسان کی روحانی موت اس کا کافر ہونا ہے۔ حضرت عیسیٰ خدا کی وحدانیت تعلیم کرنے اور خدا کے احکام بتانے سے لوگوں کو اس موت سے زندہ کرتے تھے اور کفر کی موت کے پنجے سے نکالتے تھے جس کی نسبت خدا فرماتا ہے **اذ تخرج الموتی باذنی** اس دعوی پر آیۃ ذیل سے استدلال کیا ہے۔ **انك لا تسمع الموتی وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور** (فاطر - ۱۱ - جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)

مطلب یہ ہے کہ ان آیتوں میں جیسا موتی اور اموات سے مراد کفار ہیں اسی طرح **اذ تخرج الموتی** میں کفار مراد ہیں

---

[1] دیکھو انجیل مرقس باب ۱۲ (آیت ۹)۔

[2] وفات مسیح کا مسئلہ آیت متوفی سورہ (آل عمران) کے حاشیہ صفحہ ۲۱۹ پر دیکھو

وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ

اور تو ہر ایک چیز سے مطلع ہے۔ تو ان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں اور اگر

تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

تو بخش دے تو بیشک تو ہی سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے

توسب کچھ جانتا ہے اور تو ہر ایک چیز سے مطلع ہے واقع تو یہ ہے کہ اب آگے توان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں کسی کو چون وچرا کی مجال نہیں اور اگر تو باوجود ان کی نالائقی کے بخش ہی دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے کوئی کام تیرا بغیر حکمت کے نہیں۔

افسوس ہے سید صاحب زندہ ہوتے تو ہم بڑے ادب سے ان سے دریافت کرتے کہ اگر واقعی یہ مضمون ادا کرنا ہوتا کہ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ تو کس عبارت اور کن لفظوں میں ادا کیا جاتا؟ سید صاحب کا کوئی مرید ہمیں وہ عبارت بتلادے تو ہم ان کے مشکور ہوں گے سید صاحب کو اس سے تو کوئی مطلب ہی نہیں کہ حقیقت کیا ہوتی ہے اور مجاز کیا؟ اگر کہیں شیر کے معنی قرینہ سے بہادر کئے جائیں تو بلا قرینہ بھی سید صاحب جہاں مطلب ہو وہی معنی لینے کو وہی موقع پیش کر دیتے ہیں سچ ہے

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف
دل کے لگنے کا ڈھنگ اور ہی ہے

حالانکہ خود اپنی تصنیفات میں اس امر کا اظہار بھی کر چکے ہیں کہ

"ہم مسلمانوں کے ہاں قاعدہ ہے کہ ہمیشہ جہاں تک ہو سکتا ہے لفظ سے اس کے اصلی اور حقیقی معنی مراد لیتے ہیں"

(تصانیف احمدیہ جلد اول صفحہ ۳۱۸)

علاوہ اس کے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر یہی معنی ہوں جیسا کہ سید صاحب کی رائے ہے کہ **اذ تخرج الموتی باذنی یعنی واذ تخرج الکافر من کفر باذنی صفحہ ۲۴۸** تو اس کا موقع ہی کیا کہ تو اس وقت کو یاد کر جب تو کافروں کو ہدایت کرتا تھا جب وہ نبی تھے اور اولوالعزم نبی تھے تو پھر یہ تو ان کا منصب ہی تھا کہ کافروں کو ہدایت کریں اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے منصب اور عہدے کو خوب نبھاتے تھے۔ یہ تو ان کی لیاقت کی بات مستوجب انعام ہے نہ کہ خدائی انعام اور احسان۔ یوں کہنے کو تو سب کچھ اللہ ہی کا ہے اور یہ بالکل ٹھیک اور درست ہے کہ

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمے کنی
منت ازو بداں کہ بخدمت گزاشتت

مگر سیاق کلام تو ایسے احسانات سے متعلق نہیں بلکہ ایسے احسان سے متعلق ہے جو خدا نے صریح طور سے مسیح پر کئے تھے جنہیں دیکھ کر دوست دشمن بھی تسلیم کرے کہ واقعی ایک بات قابل ذکر ہے۔ یہاں پر پہنچنے سے ہمیں ایک اور بات یاد آئی کہ اگر سید صاحب کے معنی صحیح ہوں تو اسی سورہ مائدہ میں **واذا اوحیت الی الحواریین ان امنوابی وبرسولی الایۃ** کی کیا حاجت تھی؟ کیونکہ یہ بھی بقول سید صاحب **تخرج الموتی باذنی ای تخرج الکافر من کفر باذنی** کی قسم ہے بلکہ بعینہ وہی ہے پھر اس کو الگ کر کے بیان کرنا جب تک کوئی نیا مطلب نہ ہو **التاسیس اولی من التاکید** کے صریح خلاف ہے پس جب تک سید صاحب یا ان کے حواری اس مقام پر موتی سے کفار مراد لینے کا قرینہ نہ بتلائیں گے ہم بھی جواب میں مشغول نہ ہوں گے۔ اس سے بڑھ کر ان لوگوں سے تعجب ہے جو حقیقت میں تو سید صاحب سے ہی استفاضہ کا روحانی تعلق رکھیں مگر اس مسئلہ میں ان سے بھی ایک درجہ آگے بڑھے ہیں ان کا قول ہے کہ ایسے معجزات کا مسیح سے ظہور ماننا سراسر شرک ہے جس کے رد کرنے کو تمام قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ مگر ان حضرات کو شرک سے ایسی نفرت ہے جیسی کہ پنڈت دیانند بانی فرقہ آریہ کو ہے جو **لا الہ الا اللہ** کے ساتھ محمد رسول اللہ کا جوڑ

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
خدا کہے گا آج راست گوؤں کو ان کی راست گوئی نفع دے گی ان کے لئے باغ ہوں گے جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ
نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی

خدا کہے گا جو کچھ تو نے کہا سچ کہا آج راست گوؤں کو راست گوئی نفع دے گی۔ ان میں سے بھی جن لوگوں نے راستی اختیار کی ہو گی ان کے لئے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ نہیں کہ چند روزہ ہی ان کو ملیں گے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ انہی میں رہیں گے خدا ان سے راضی وہ خدا سے راضی

بھی شرک سمجھتے ہیں بھلا شرک کیونکر ہوا؟ اسی شرک کے ازالہ وہم کرنے کو تو خدا علام الغیوب نے باذن اللہ اور باذنی کی ہر جگہ قید لگائی ہے زیادہ تعجب تو اس لیے ہے کہ یہ قول ان لوگوں کا ہے جو معجزہ شق القمر وغیرہ کا وقوع بھی جانتے ہیں بھلا اگر یہ خلاف عادت پرندوں کا بنانا اور اللہ کے حکم سے اڑا دینا اور مردوں کا اللہ کے حکم سے زندہ کرنا مسیح کی نسبت خیال کرنا شرک ہے تو شق القمر اور دوسرے اسی قسم کے معجزات کو تسلیم کرنا کیا کم شرک ہے حضرات ما كان لرسول ان ياتي باية الا باذن الله کسی رسول کی شان نہیں کہ بغیر ارادہ خدا کے معجزہ دکھا سکے کو غور سے پڑھو۔

سید صاحب نے جیسا ان معجزات (احیاء اموات وغیرہ) سے انکار کیا ہے۔ ایسا ہی بیماروں کے اچھا کرنے وغیرہ سے بھی منکر ہوئے چنانچہ فرماتے ہیں

> "اندھے لنگڑے اور چوڑی ناک والی کو یا اس شخص کو جس میں کوئی عضو زاید ہو اور ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے کو اور کبڑے اور ٹھنگنے اور آنکھ میں پھلی والے کو معبد میں جانے اور معمولی طور پر قربانیاں کرنے کی اجازت نہ تھی۔ یہ سب ناپاک اور گنہگار سمجھے جاتے تھے اور عبادت کے لائق یا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لائق متصور نہ ہوتے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے یہ تمام قیدیں توڑ دی تھیں اور تمام لوگوں کو کوڑی ہوں یا اندھے یا لنگڑے چوڑی ناک کے ہوں یا پتلی ناک کے کبڑے ہوں یا سیدھے ٹھنگنے ہوں یا لمبے پھلی والے ہوں یا جالے والے سب کو خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کی منادی کی تھی کسی کو خدا کی رحمت سے محروم نہیں کیا اور کو عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ سے نہیں روکا پس یہی ان کا کوڑہیوں اور اندھیوں کو اچھا کرتا تھا یا ان کو ناپاکی سے بری کرنا جہاں جہاں انجیلوں میں بیماریوں کا اچھا کرنے کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہے اور قرآن مجید میں جو یہ آیتیں ہیں ان کے بھی یہی معنی ہیں صفحہ ۲۴۶

مع ہذا یہ بھی اقرار ہے کہ

> ہاں اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جو دوسرے انسان میں اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے اور اس سے دوسرے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہوتے ہیں اور جن میں سے بعض کی علت ہم جانتے اور بہت سوں کی علت نہیں جانتے بلکہ اس کے عامل بھی اس کی علت نہیں جانتے اسی وقت پر اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قائم ہوئی جو مزمریزم اور اسپریچرایلزم کے نام مشہور ہیں اور سابقین بھی اس کے عامل تھے مگر اس علم سے ناواقف تھے یا اس کو مخفی رکھتے تھے مگر چونکہ وہ ایک قوت ہے قوائے انسانی میں سے اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسی قوت کتابت تو اس کا کسی انسان سے ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو فطرت انسانی میں سے انسان کی فطرت ہے فافہم وتدبر۔ ج ۲ صفحہ ۲۴۶

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ

یہی عظیم کامیابی ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور وہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ہر چیز پر قادر (و توانا) ہے

یہی بڑا پاس اور عظیم کامیابی ہے دنیا کے بادشاہ بھی اپنے فرمان برداروں کو انعام واکرام دیا کرتے ہیں خدا کی بادشاہی تو ایسی ہے کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہیں سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر اور توانا ہے پھر فرمانبرداروں اور نیاز کیشوں کو انعام واکرام سے مالا مال کیوں نہ کرے ؟ اور بدکاروں اور بے فرمانوں کو ان جیسا کیونکر کر دے یہ کبھی نہ ہوگا

عجب نہیں کہ فافہم و تدبر میں سید صاحب نے حسب مذاق اہل معقول خود ہی جواب کی طرف اشارہ کیا ہو وہ یہ کہ ان علوم کے ماہر سبب امراض وغیرہ بڑی محنت اور سالہا سال کی مشقت سے حاصل کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی عمل ہوتا ہے اور کبھی تخلف مثل علاج اطباء جو کتابی قانون سے علاج کرتے ہیں جس میں کوئی قومی یا ملکی خصوصیت نہیں بلکہ ہر ایک شخص خواہ کسی ملک یا کسی قوم کا ہو پابندی ان قواعد کے جو ان علوم میں مذکور میں عمل سیکھ کر اثر کر سکتا ہے مگر معجزہ یا کرامت جو بظاہر نبی یا ولی کا فعل ہوتا ہے **بحکم الله اعلم حيث يجعل رسالته** ضرور مخصوص بالنبی یا بالولی ہوتا ہے یہ ٹھیک ہے کہ کسی قانون کے ذیل میں ضرور ہوتا ہے مگر وہ قانون ایسا مجہول الکیفیت ہے کہ اس کی کنہ بندوں کی سمجھ سے بالا ہے جیسی کہ رسالت کی ماہیت اور وہ قانون جس پر رسالت مبنی ہے بندوں کے ادراک سے وراء الوراء ہے یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات معجزے کے فعل کو خداوند تعالیٰ خاص اپنی ذات کی طرف نسبت کرتا ہے غور سے سنو

وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى — تو نے نہیں چلائی مگر اللہ نے چلائی

اذ تخرج الموتى باذني — جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا

سنعيدها سيرتها الاولى (وغیر ذالك) — ہم اس کی پہلی کیفیت پھیر لاویں گے

پس معجزہ اور مسمریزم میں فرق بین ہو گیا کہ معجزہ کے کرنے والا دراصل خود خدا تعالیٰ ہے۔ اور وہ کسی ظاہری تعلیم کا اثر نہیں ہوتا بخلاف مسمریزم کے کہ وہ مثل دیگر افعال بندوں کے بندوں کا فعل ہے جو دوسرے کاموں کی طرح ظاہری تعلیم کا اثر ہوتا ہے جس کے کرنے پر دوسرے لوگ بھی ویسے ہی قدرت رکھتے ہیں جیسی کہ مسمرائیزز (عمل مسمریزم کرنے والا) گو بظاہر میں بینوں کی نظر میں ان دونوں کے آثار یکساں ہوں لیکن ان کی یکسانگی بعینہ پتیل اور سونے کی یک رنگی کے مشابہ ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی کام کے لئے مختلف عمل ہوں لیکن بنظر ان علتوں کے وہ مختلف کہلاتے ہیں مثلاً کسی مسافت کا طے کر لینا اس کی علت سواری اور سواری بھی مختلف (ریل گاڑی۔ گھوڑا گاڑی وغیرہ) اور پاپیادہ چلنا وغیرہ وغیرہ ہیں حالانکہ معلول (قطع) مسافت ایک ہی ہے اسی طرح ایک ہی معلول مثلاً (سلب امراض) ہے جس کے لیے نبی یا ولی کا فعل (جسکو معجزہ یا کرامت کہتے ہیں) اور مسمرائیزز کا عمل دونوں بظاہر علت ہو سکتے ہیں۔ مگر اپنی اپنی ماہیت اور حقیقت میں مختلف ہیں جیسے ریل۔ گھوڑا گاڑی وغیرہ باہمی مختلف ہیں

ہاں اس امر کی تمیز ظاہر بینوں کی نظر میں کسی قدر مشکل ہے کہ یہ فعل معجزہ ہے یا مسمریزم کا عمل ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض دفعہ تو دونوں نبی اور مسمرایزر کے طریق عمل سے ہی نمایاں ہو جاتا ہے کیونکہ مسمرائزر اکثر اوقات پاس (جسکو ہندی میں جھاڑنا کہتے ہیں) کے ذریعہ سے علاج کرتا ہے چنانچہ زندہ کرامات صفحہ ۱۲۔ میں اقسام پاس کو مفصل لکھا ہے مگر نبی ان میں سے کوئی ایسا فعل نہیں کرتا جو ظاہری طور پر موثر ہونے کا احتمال رکھے وہ اکثر دفعہ صرف دعا کرتا ہے اور بعض دفعہ بغیر اس کے کسی فعل اختیاری کے وہ فعل (معجزہ) صادر ہو جاتا ہے غور سے سنو

سورت انعام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ۬ؕ

سب قسم کی تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور اندھیرے اور روشنی بنائے

ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ۝۱

پھر بھی خدا کے منکر خدا کے ساتھ برابری کرتے ہیں

سورت انعام

سب کی تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور دنیا کو پیدا کر کے اس کا انتظام یہ کیا کہ لوگوں کے معاش اور کاروبار کے لیے اندھیرے اور روشنی بنائے کہ چاندنی میں معاش کمائیں اور اندھیرے میں سو رہیں پھر بھی خدا کے منکر خدا کے ساتھ اوروں کو برابر کرتے ہیں

فالقاها فاذا هي حية تسعى قال خذها و لا تخف سنعيدها سيرتها الاولى واضمم يدك الى جناحك تخرج بيضاء من غير سوء اية اخرى (طه-۱۱۱)

تو وہ سانپ بن کر بھاگنے لگا خدا نے فرمایا اس کو پکڑ لے اور خوف نہ کر ہم اس کی پہلی حالت (لکڑی کی) پھیر دیں گے اور اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال وہ بغیر بیماری کے سفید براق جیسا ہو کر نکلے گا یہ دوسری نشانی ہے۔

اور بعض دفعہ ان دونوں (معجزہ اور مسمریزم) کی تمیز ان افعال سے ہو سکتی ہے جہاں ایک سے دوسرا جدا ہو یعنی معجزہ کا اثر تو ہو مگر مسمریزم کا اثر نہ ہو جیسے احیاء اموات (مردوں کو زندہ کرنا) چاند کا دو ٹکڑے کر دینا وغیرہ یہ کسی مسمریزر کا کام نہیں ہے مسمریزر صرف یہ کر سکتا ہے کہ کسی انسان کو بے ہوش کر کے جس میں جان ہو بے ہوش کر دے یا کسی محاطہ مکان میں نظر بندی سے داخل مکان لوگوں کی کسی چیز کو ایک سے دو کر دکھائے مگر حقیقتاً کسی مردہ کا زندہ کرنا یا محاطہ مکان سے باہر والوں کو ویسا ہی نظر آنا جیسا کہ داخل مکان والوں کو نظر آیا تھا یہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس کے اثر سے حقیقت شے کی نہیں بدل سکتی پس بعض[1] علماء مسمریزم کا اس کی تعریف میں بڑھ کر یہ کہنا کہ یہی مذہب کا ستون اور مذہب ایجاد کرنے والوں کی اصل طاقت تھی زندہ کرامات صفحہ ۲۲ کسی طرح صحیح نہیں بلکہ معجزہ کی ماہیت سے عدم واقفیت پر مبنی ہے

سخن شناس نئی دلبر اخطا اینجاست

اس سے بڑھ کر نام کے[2] مسلمانوں کا قول غلط بلکہ کفر ہے کہ "حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات مسمریزم کا اثر تھے اگر میں اسکو کراہت سے نہ دیکھتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳)

کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اسی سورہ مائدہ کے معجزات کے بعد کفار کا قول بیان کیا ہے[3] فقال الذين كفروا منهم ان هذا الاسحر مبين (المائده ع ۱۵)

---

[1] منشی انبا پرشاد مراد آبادی

[2] مرزا قادیانی

[3] جادوگروں کے جادو سے ان کی رسیاں اور لکڑیاں لوگوں کو ہلتی معلوم ہوتی تھیں

اس آیت متکلم کا ترجمہ ہم نے نہیں کیا اس قسم کے تکلم خدا کی نسبت عموماً علت العلل کی قسم سے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ

اسی نے تم کو مٹی سے بنایا پھر وقت مقرر کیا اور ایک وقت مقرر اس کے پاس ہے پھر

اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ

بھی تم شک کرتے ہو- حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں وہی معبود ہے

اور خدا سے منہ پھیرے جاتے ہیں حالانکہ اسی نے تم کو ابتدا میں مٹی سے بنایا پھر تم میں سے ہر ایک کی موت کا وقت مقرر کیا اور بے فرمانوں اور سرکشوں کی سزا اور فرمان برداروں اور نیک بختوں کے انعامات کے لیے ایک وقت مقرر کیا قیامت کا دن اس کے پاس ہے جس کو کوئی نہیں جانتا جس کے آثار بعد الموت ہی ظاہر ہونے لگ جاتے ہیں- ایسے نشانات دیکھ کر پھر بھی تم اس کی توحید اور خالص الوہیت میں شک کرتے ہو حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں وہی سب کا معبود ہے

کہ کافروں نے حضرت مسیح کے قول کو جادو یعنی مسمریزم کہا ہے سحر سے مراد ہم نے مسمریزم لیا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلوں نے بھی مسمریزم ہی کیا تھا جن کو خداوند تعالیٰ نے جادوگر کہا ہے غور سے پڑھو فالقی السحرة سجدا (پس جادوگر سجدہ میں ڈال دیے گئے) کیونکہ ان کا جادو جو قرآن شریف میں بیان ہوا ہے یہی ہے فاذا حبالهم وعصیهم یخیل الیه من سحرهم انها تسعی (طه-۶۶) جو بالکل مسمریزم کا اثر ہے پس ان دونوں آیتوں سے نتیجہ نکلتا ہے کہ علم مسمریزم ہی جادو کی قسم ہے اور حضرت مسیح کے معجزات کو جادو یا مسمریزم کہنا کافروں کا کام ہے چونکہ سید صاحب نے انجیل کا ذکر بھی کیا ہے اس لئے ہم ایک دو مقام انجیل کے نقل کر کے بغیر کسی شرح اور تفسیر کے ناظرین کی سمجھ پر چھوڑا دیتے ہیں انجیل متی میں (جسے سید صاحب بھی سب انجیلوں میں سے زیادہ معتبر مانتے ہیں بلکہ اس کے مفسر ہیں مذکور ہے کہ

"ایک کوڑھی نے آ کے اسے (مسیح کو) سجدہ کیا اور کہا اے خداوند اگر تو چاہے تو مجھے صاف کر سکتا ہے- یسوع نے ہاتھ بڑھا کے اسے چھوا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تو صاف ہو اور وہیں اس کا کوڑھ جاتا رہا" متی ۸ باب ۳

"اور جب وہ گھر میں پہنچا اندھے اس کے پاس آئے اور یسوع نے انہیں کہا کیا تمہیں اعتقاد ہے کہ میں یہ کر سکتا ہوں وہ بولے ہاں اے خداوند تب اس نے ان کی آنکھوں کو چھوا اور کہا تمہارے اعتقاد کے موافق تمہارے لئے ہو اور ان کی آنکھیں کھل گئیں" متی ۹ باب ۲۸ آیت

کیا یہ واقعی ازالہ مرض ہے یا شرعی برأت (جیسے سید صاحب کا خیال ہے) اسی قسم کے کئی ایک معجزات ہیں جو انجیلوں میں مصرح ملتے ہیں- رہا عیسائیوں کا خیال کہ مسیح محض اپنے اختیار کرتا تھا اس لئے وہ الوہیت کے درجہ پر تھا اس کا مفصل جواب آیت ما کان لبشر ان یؤتیه الله (آل عمران-۶۸) کے حاشیہ صفحہ ۲۴۳ کے تحت گزر چکا ہے

يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ وَمَا تَأْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ

تمہارے مخفی بھید اور ظاہر جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ بھی اسے معلوم ہیں- جب کبھی احکام الٰہی میں سے کوئی حکم ان کے

اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

پاس پہنچتا ہے تو اس سے منہ پھیر جاتے ہیں پھر جب سچی تعلیم ان کے پاس آئی تو اس کو بھی انہوں نے جھٹلایا

فَسَوْفَ يَأْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

پس جس چیز کی ہنسی اڑاتے ہیں اس کی اطلاع ان کو ہوگی- انہوں نے اس میں فکر نہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا

کی کہ ان سے پہلے ہم نے کئی قوموں کو تباہ کردیا ان کو ہم نے زمین میں ایسا قابو دیا تھا کہ تم کو ویسا نہیں دیا اور ہم نے

السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۝

ان پر موسلا دھار مینہ برسائے

علم اس کا اس قدر وسیع ہے کہ تمہارے مخفی بھید اور ظاہر کی باتیں بھی جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ بھی اسے معلوم ہیں پھر بھی یہ نالائق خدا کی تعظیم نہیں کرتے اور اس کے حکموں کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ جب کبھی احکام الٰہی میں سے کوئی حکم ان کے پاس پہنچتا ہے تو اس سے منہ پھیر جاتے ہیں اور بے پرواہی سے ٹلا دیتے ہیں پھر جب سچی تعلیم قرآن شریف کی ان کے پاس آئی تو اس کو بھی انہوں نے جھٹلا دیا پس جس چیز کی ہنسی اڑاتے ہیں اس کی اطلاع ان کو ہو گی ایسی کہ جیسی پہلوں کی ہوئی تھی کیا انہوں نے اس میں فکر نہیں کی کہ ان سے پہلے ہم نے کئی قوموں کو اسی حق کی تکذیب کرنے کی وجہ سے تباہ کر دیا حالانکہ ہم نے ان کو زمین میں ایسا قابو دیا تھا کہ تم مکہ کے مشرکوں کو ایسا نہیں دیا وہ بڑے بڑے طاقتور گرانڈیل جوان تھے اور ہم ان پر موسلا دھار مینہ برساتے تھے-

وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ

اور ہم نے ان کے باغوں اور مکانوں کے تلے نہریں جاری کی تھیں پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انکو تباہ کردیا اور

بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ

ان سے بعد اور کئی لوگ پیدا کردیئے- اور اگر ہم کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب اتار دیتے پھر یہ اس کو اپنے

بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا

ہاتھ سے چھو بھی لیتے تو بھی یہ منکر یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے- اور کہتے ہیں

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝

اس پر فرشتہ کیوں نہیں اترتا اور اگر ہم نے فرشتہ اتارا ہوتا تو فیصلہ ہی ہوچکا ہوتا پھر ان کو ڈھیل نہ ملتی

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

اور اگر ہم رسول کا عہدہ فرشتہ کو دیتے تو اس کو بھی آدمی کی شکل میں بھیجتے پھر اس وقت بھی ان کو وہی شبہات ہوتے جو اب ہو رہے ہیں

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ

تجھ سے پہلے بھی کئی رسولوں سے مخول ہوئے پھر جن لوگوں نے ان سے مخول کیے تھے انہی کو عذاب نے

مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ع

جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے آگھیرا

اور ہم نے ان کے باغوں اور مکانوں کے تلے نہریں جاری کیں تھیں پھر بھی باوجود اس سازوسامان کے ہم (یعنی خدا) نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو تباہ کر دیا اور ان سے بعد اور کئی لوگ پیدا کر دیئے اسی طرح ان سے ہوگا یہ تو کچھ ایسے بگڑے ہوئے ہیں کہ سمجھتے نہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں بھلا یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے جو تجھ سے کہتے ہیں کہ آسمان سے کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب لا کر ہمیں دکھا تو ہم مانیں گے ایسے بیہودہ سوالات بھی کسی نے کئے ہیں اور اگر ان کی درخواست پر ہم آسمان سے کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب اتار دیتے پھر یہ اس کو اپنے ہاتھ سے چھو بھی لیتے تو بھی یہ منکر اپنی شرارت سے باز نہ آتے- بلکہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے اور کچھ نہیں- اور سنو کہتے ہیں اس نبی پر فرشتہ کیوں نہیں اترا؟ جو اس[1] کے ساتھ ہو کر لوگوں سے کہتا پھرے کہ یہ نبی ہے اس کو مان لو- اور یہ نہیں جانتے کہ اگر ہم نے یعنی خدا نے فرشتہ کو ان کے سامنے اتارا ہوتا تو فیصلہ ہی ہوا ہوتا کیونکہ بعد دیکھنے فرشتہ کے بھی یہ لوگ تکذیب پر اڑے رہتے پھر ان پر فوراً تباہی آتی اور ذرہ بھر ان کو ڈھیل نہ ملتی اور اگر ہم رسول کا عہدہ فرشتہ کو بھی دیتے اور اس فرشتے کو بھی آدمی کی شکل میں بھیجتے پھر اس وقت بھی ان کو وہی شبہات ہوتے جواب ہو رہے ہیں ان باتوں سے تو گھبرا نہیں یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں تجھ سے پہلے بھی کئی رسولوں سے ٹھٹھے مخول ہوئے پھر جن لوگوں نے ان پیغمبروں سے ٹھٹھے مخول کئے تھے ان ہی کو عذاب نے جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے آگھیرا

---

[1] "فیکون معہ نذیرا" کی طرف اشارہ ہے

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

تو کہہ زمین میں پھرو پھر دیکھو کہ مکذبوں کا انجام کیا ہوا

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ

تو کہہ آسمان و زمین کی چیزیں کس کی ہیں؟ تو کہہ کہ اللہ ہی کی ہیں اس نے اپنی ذات (پاک) پر لازم کر رکھا ہے کہ مخلوق پر

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ

مہربانی کرے گا وہ قیامت کے دن جو بلا ریب آنے والا ہے تم کو جمع کرے گا جن لوگوں نے اپنے آپ کو ٹوٹے میں ڈال

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾

رکھا ہے وہی ایمان نہیں لاتے۔ سب چیزیں جو رات اور دن میں بستی ہیں اسی کی ہیں وہ سنتا اور جانتا ہے

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ

تو کہہ کیا میں اللہ کے سوا جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے کسی غیر کو اپنا متولی سمجھوں؟ حالانکہ وہی روزی دیتا ہے اور وہ کسی سے روزی نہیں پاتا

اور بری گت سے تباہ ہوئے اے محمد (ﷺ) تو ان سے کہہ اگر تم کو اس تاریخی واقع میں کچھ شک ہو تو زمین میں پھر و پس دیکھو کہ رسولوں کے مکذبوں کا انجام کیا ہوا اور کس طرح تباہ اور ذلیل ہوئے اس تاریخی واقعہ سے اگر نہ سمجھیں اور اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہیں اور اس طرف توجہ نہ کریں تو تو ان سے ایک عقلی دلیل جس کا سمجھنا کسی تاریخی واقع پر موقوف نہیں بتلانے کو کہہ کہ تم نے جو اتنے معبود بنا رکھے ہیں یہ تو بتلاؤ کہ آسمان و زمین کی چیزیں کس کی ہیں اور کس کی ان پر اصلی حکومت ہے چونکہ اس کے جواب میں یہ لوگ تیرے ساتھ متفق ہیں مگر ظاہری شرم سے منہ پر نہیں لاتے تو تو خود ہی کہہ کہ تم بھی مانتے ہو کہ اللہ ہی کی ہیں پھر یہ معبود تمہارے کہاں سے آئے ہیں؟ اور کس مرض کی دوا ہیں؟ سنو اب بھی باز آجاؤ یہ نہ سمجھو کہ خدا تمہاری پہلی بدکاریوں سے اس قدر رنجیدہ ہے کہ اب وہ راضی ہی نہ ہوگا نہیں اس نے محض اپنی مہربانی سے اپنی ذات پاک پر لازم کر رکھا ہے کہ وہ مخلوق پر مہربانی کرے گا جو اس کی طرف ذرا سی بھی حرکت کرتے ہیں فورا ان کو لے لیتا ہے اور اگر تم اُس کی نعمت کے اس وقت مستحق نہ بنو گے اور شرک و کفر و بت پرستی و بداخلاقی نہ چھوڑو گے تو تمہاری بری گت ہوگی کیوں کہ وہ قیامت کے دن میں جو بلاریب آنے والا ہے تم سب کو ضرور یکجا جمع کرے گا اور ہر ایک کو موافق اس کے اعمال کے بدلہ دے گا یہ سمجھ رکھو کہ جن لوگوں نے اپنے آپ کو ٹوٹے میں ڈال رکھا ہے اور جن کا انجام بجز خسران کے اور کچھ نہیں وہی اس توحید اور نبوت پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ جس خدا کی طرف ان کو بلایا جاتا ہے وہ ایسا مالک الملک ہے کہ سب چیزیں جو رات کے اندھیرے میں اور دن کی روشنی میں بستی ہیں اسی کی ہیں سب پر حکومت حقیقی اس کی ہے وہ سب کی سنتا اور جانتا ہے اے محمد تو ان سے کہہ کہ کیا میں اللہ کے سوا جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے کسی کو اپنا متولی اور نفع رساں سمجھوں حالانکہ وہی سب کو روزی دیتا ہے

قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٤﴾

تم کہو مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے خدا کا فرمانبردار بنوں اور خبردار مشرکوں سے نہ

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُصْرَفْ

تم کہو بے فرمانی کی صورت میں میں بھی تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں- اس دن جس سے

عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ

وہ (عذاب) ٹل گیا خدا نے اس پر بڑا ہی رحم کیا اور یہی صریح کامیابی ہے- اور اگر خدا تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے

بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

تو کوئی اس کا دور کرنے والا سوا اس کے نہیں اور اگر وہ تجھ کو کچھ بھلائی پہنچائی چاہے تو وہ ہر کام پر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٨﴾

قدرت رکھتا ہے- وہ تو اپنے (سب) بندوں پر غالب ہے اور وہی بڑی حکمت والا باخبر ہے

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌۢ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ

تو کہہ کہ بڑی معتبر گواہی کس کی ہے تو بتاؤ اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ

اور یہ قرآن میری طرف اس سے الہام ہوا ہے

اور سب کی غذا مہیا کرتا ہے اور وہ کسی سے روزی نہیں پاتا- نہ وہ روزی کا محتاج ہے اے رسول تو کہہ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں خدائی میں حصہ دار ہوں بلکہ مجھے بھی یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے خدا کا فرمانبردار بنوں اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے خبردار مشرکوں میں سے نہ ہو جائیو- تو کہہ اب بتاؤ میں کیا کروں؟ تمہارا ساتھ میں کیوں کر دوں؟ نافرمانی کی صورت میں میں بھی تو بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں- اس دن جس سے وہ عذاب ٹل گیا پس سمجھو کہ خدا نے اس پر بڑا ہی رحم کیا اور یہی ڈبل پاس اور صریح کامیابی ہے اور مجھے خدا نے یہ بھی مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اگر تو اس رحم سے حصہ لینا چاہتا ہے تو سب سے اول دل سے اس بات کا یقین رکھ کہ اگر خدا تجھ کو کوئی تکلیف مالی یا جسمانی پہنچائے تو کوئی اس تکلیف کا دور کرنے والا سوائے اس کے نہیں اور اگر وہ تجھ کو کچھ فائدہ اور بھلائی پہنچائے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا وہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے بھلا اسے کون روکے وہ تو اپنے سب بندوں پر غالب ہے مجال نہیں کہ کوئی اس کے قہری[1] حکم کے آگے چوں بھی کرے اور وہی بڑی حکمت والا سب سے باخبر ہے اے رسول تو ان سے کہہ اگر تم مجھ سے اس دعویٰ کی شہادت پوچھو تو پہلے یہ بتلاؤ کہ بڑی معتبر گواہی کس کی ہے تو آپ ہی ان کو بتا کہ اللہ ہی کی گواہی سب سے بڑی معتبر ہے پس اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے-

---

[1] خدا کے احکام دو قسم کے ہیں ایک قہری دوئم اختیاری- قہری وہ حکم ہیں جن کی تعمیل کرنے میں بندوں کے اختیار کو دخل نہیں ہے جیسے مرض وموت وغیرہ جس طرح ان کاموں کی تعمیل حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول نے کی تھی اسی طرح فرعون جیسے سرکش نے بھی کی دوسری قسم کے احکام میں بندوں کو اختیار دیا ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ کام کی تعمیل بعض کرتے ہیں بعض نہیں کرتے نتیجہ بھی مختلف ہے-

لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ

تا کہ میں تم کو اور جسے یہ پہنچے اسکے ذریعے عذاب سے ڈراؤں تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟

قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۘ﴿۱۹﴾

تو کہہ میں تو گواہی نہیں دیتا تو کہہ معبود صرف ایک اللہ ہے اور یقینا میں تمہارے شرک کرنے سے بیزار ہوں

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ بھی اس کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں جن

خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

لوگوں نے اپنا نقصان آپ کرنا ہے وہ نہیں مانیں گے- جو خدا پر افترا لگائے

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا

یا اس کے حکموں کی تکذیب کرے اس سے بڑھ کر بھی کون ظالم ہے ظالموں کو کامیابی نہیں ہو گی- اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے

ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾

پھر مشرکوں سے پوچھیں گے تمہارے شریک کہاں ہیں جن کو تم سمجھا کرتے تھے

وہ ایسی گواہی دے گا کہ تھوڑے دنوں میں تم دیکھ لو گے کہ اونٹ کس پہلو بیٹھتا ہے؟ اور یہ قرآن میری طرف اس لئے الہام ہوا ہے تا کہ میں تم کو اور جسے یہ قرآن پہنچے اس قرآن کے ذریعہ عذاب الٰہی سے جو بدکاروں پر آنے والا ہے ڈرا دوں کیا تم مشرکو مکہ کے رہنے والو دل سے اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں تو کہہ میں تو ایسے صریح البطلان دعوی پر گواہی نہیں دیتا تو کہہ بھلا کیوں کہ میں اس غلط دعوے پر گواہی دوں حالانکہ معبود صرف ایک ہی ہے اور یہ بھی ان سے کہہ کہ یقیناً میں تمہارے شرک کرنے سے بیزار ہوں تو ہی انوکھا اس دعوے پر ہو کر نہیں آیا بلکہ تجھ سے پہلے کئی ایک رسول خدا کے احکام لے کر آئے یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم (خدا) نے تجھ سے پہلے آسمانی کتاب دی ہے یعنی یہود و نصاریٰ میں سے نیک لوگ وہ بھی اس سچی تعلیم کے پہنچانے والے سچے رسول کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں- یعنی جس طرح ان کو اپنے بیٹوں کی پہچان میں غلطی اور شبہ نہیں ہوتا اسی طرح ان کو اس تعلیم کے حق سمجھنے میں شک و شبہ نہیں ہوتا لیکن جن لوگوں نے اپنا نقصان آپ کرنا ہے اور بڑے دن میں زیاں کار ہونا ہے وہ کسی طرح نہیں مانیں گے وہ یہی کہتے جائیں گے اور یہی راگ الاپتے رہیں گے کہ یہ خدا پر افترا کرتا ہے بہتان لگاتا ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ خدا پر افترا لگائے یا اس کے حکموں کی تکذیب کرے اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہے؟ علاوہ اس کے تیرے منہ سے جب یہ بھی ان کو پہنچتا ہے کہ ایسے ظالموں کو کامیابی نہیں ہو گی تو پھر کس منہ سے تجھے مفتری کہتے ہیں اور تیری تکذیب کرتے ہیں ان کی یاوہ گوئی کی سزا کچھ تو ان کو اسی دنیا میں ہو گی اور کچھ اس دن ملے گی جس دن ہم ان سب کو اپنے حضور جمع کریں گے پھر مشرکوں سے پوچھیں گے تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک کہاں ہیں جن کو تم خدائی میں ساجھی یا مختار سمجھا کرتے تھے-

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۳﴾

پھر ان کی طرف سے کچھ جواب نہ ہوگا مگر یہی کہ کہیں گے خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم تو مشرک نہ تھے

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾

تو دیکھو کس طرح اپنے کیے سے انکاری ہوں گے اور جو کچھ افترا کر رہے ہیں سب ان کو بھول جائے گا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَّفْقَهُوهُ

بعض ان میں سے تیری طرف کان جھکاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر غفلت ڈال رکھی ہے اور ان کے

وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَإِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۭ حَتّٰٓى إِذَا جَآءُوكَ

کانوں میں بوجھ تاکہ نہ سمجھیں اور اگر ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں تو نہ مانیں گے جب تیرے پاس آتے ہیں

يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوْٓا إِنْ هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ

تو تجھ سے جھگڑتے ہوئے کافر کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو پہلوں کے قصے ہیں اور

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِنْ يُّهْلِكُونَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۶﴾

لوگوں کو اس قرآن سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے رکتے ہیں اور اپنی تباہی کراتے ہیں مگر سمجھتے نہیں

وَلَوْ تَرٰٓى إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا

اگر تو ان کو دیکھے جب آگ کے سامنے کئے جائیں گے اور کہیں گے کاش ہم پھیرے جائیں اور اپنے پروردگار کے حکموں کی

وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۷﴾

تکذیب نہ کریں اور ایماندار بنیں

پھر ان کی طرف سے کچھ جواب نہ ہوگا مگر یہی کہیں گے خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم تو مشرک نہ تھے جب تو دیکھو کس طرح اپنے کئے سے انکاری ہوں گے اور جو کچھ اس وقت یہ کہہ رہے اور افترا کر رہے ہیں سب ان کو بھول جائے گا مثل مشہور ہے "مغل دیکھ کر فارسی بھولتی ہے" بعض ان میں سے بدنیت قرآن سننے کو تیری طرف کان جھکاتے ہیں کہ کہیں کوئی موقع گرفت ملے تو ہنسی اڑائیں یہی وجہ ہے کہ ان کو سمجھ نہیں آتی اور ہم نے بھی ان کے دلوں پر سمجھنے سے غفلت ڈال رکھی ہے اور ان کے کانوں میں بوجھ تاکہ نہ سنیں اور نہ سمجھیں یہ ان کی بدنیتی کی سزا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اب اگر یہ ساری نشانیاں اور ہر قسم کے معجزات بھی دیکھ لیں تو نہ مانیں گے۔ ایسے ضدی ہیں کہ جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ سے جھگڑتے ہوئے اور کچھ جواب نہیں آتا تو کافر جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اس قرآن میں رکھا کیا ہے؟ یہ تو محض پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں اور لوگوں کو اس قرآن سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے رکتے ہیں اور دور ہٹتے ہیں اور اگر سمجھیں تو ان باتوں سے اپنی ہی تباہی کرتے ہیں اور کسی کا کیا نقصان ہے مگر سمجھتے نہیں۔ ان کی اس دنیا میں بھی بری گت ہوگی اور اگر تو ان کو اس وقت دیکھے جب قیامت میں آگ کے سامنے کئے جاویں گے اور کہیں گے کاش ہم دنیا میں ایک دفعہ پھیرے جائیں اور اپنے پروردگار کے حکموں کی تکذیب نہ کریں اور ایماندار بنیں یہ کہتے ہوئے تو ان کو دیکھے تو تو یہی سمجھے گا کہ دل سے کہتے ہیں واقعی اگر ان کو مہلت ملے تو صالح بن جائیں

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا
بلکہ جو چھپاتے تھے ان کو سامنے دکھائی دے گا اور اگر واپس بھیج دیے جائیں تو پھر بھی

عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ
وہی کام کریں گے جن سے انکو روکا گیا ہے اور بے شک وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور کہتے ہیں حیاتی بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور نہ ہی ہم نے

بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ
اٹھنا ہے۔ اگر تو ان کو دیکھے جب اپنے رب کے دربار کھڑے کئے جائیں گے (اللہ تعالیٰ) کہے گا کیا یہ واقعی نہیں؟

قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾
بولیں گے ہاں واقعی ہے حکم ہوگا پس اپنے کفر کی شامت میں عذاب چکھو

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا
جو لوگ خدا کی حاضری نہیں مانتے وہ سخت نقصان میں ہیں حتی کہ جب ناگاہ ان پر قیامت کی گھڑی آئے گی تو کہیں گے

يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا
افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس بارے میں ہم سے ہوئی اور اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی کمر پر اٹھائے ہوں گے سنو جی برا

سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ
ہی بوجھ اٹھائیں گے۔ دنیا کی زندگی سوائے کھیل اور کود کے کچھ بھی نہیں اور پرہیزگاروں کے لئے تو آخرت کا

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾
گھر ہی بہتر ہے کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے

ہرگز نہیں بلکہ جو کچھ کفر و شرک بے ایمانی دنیا میں چھپاتے تھے وہ اس کا بدلہ ان کو سامنے دکھائی دے گا یہ نہیں کہ واقعی نیک بختی کا قصد کر چکیں گے نہیں بلکہ جھوٹ بولیں گے اور اگر دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں تو پھر بھی ممانعت کے کام ہی کریں گے ہرگز درست نہ ہوں گے اور یہ جو اس وقت اظہار اطاعت کرتے ہوں گے محض دوروغ گوئی جھوٹ بولتے ہوں گے اور اس دنیا میں تو کھلم کھلا کہتے ہیں حیاتی بس یہی دنیا کی زندگی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں مرے سو گئے نہ ہم کو کچھ بدلہ ہے اور نہ ہی ہم نے دوسری زندگی کے لئے اٹھنا ہے اگر تو اے رسول ان کو اس وقت دیکھے جب یہ اپنے رب کے دربار میں کھڑے کئے جائیں گے وہ ان سے بطور سوال کہے گا کیا یہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو واقعی نہیں؟ بولیں گے خدا کی قسم ہاں واقعی ہے حکم ہو گا کہ پس اپنے کفر کی شامت میں عذاب اٹھاؤ اور مزے سے اس کا ذائقہ چکھو اس لئے ہم کہیں کہ جو لوگ خدا کی جناب میں حاضری نہیں مانتے وہ سخت نقصان میں ہیں ان کو معلوم ہو گا کہ ہم کس غلطی میں تھے؟ دنیا میں تو اسی طرح مزے کریں گے حتی کہ جب ناگاہ ان پر قیامت کی گھڑی آئے گی تو اس وقت کہیں گے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس قیامت کے بارے میں ہم سے ہوئی اور یہ کہتے ہوئے اپنے گناہوں کا بوجھ کمر پر اٹھائے ہوں گے۔ وہ بوجھ کوئی معمولی چیز کا نہیں ہو گا سنو جی اور سچ سمجھو کہ برا ہی بوجھ اٹھائیں گے جس سے انکی خلاصی کسی طرح نہ ہو گی دنیا میں پھنس کر یہاں تک انکی نوبت پہنچی حالانکہ دنیا کی زندگی کا حاصل سوائے کھیل اور کود کے کچھ بھی نہیں اور پرہیزگاروں کیلئے تو آخرت کا گھر ہی ہر حال میں بہتر ہے کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ

ہم جانتے ہیں کہ ان کی بے ہودہ گوئی سے تجھے رنج ہوتا ہے یہ تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ

الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن

ظالم اللہ کے حکموں سے انکار کرتے ہیں- تجھ سے پہلے بھی کئی ایک رسولوں کی تکذیب

قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ

ہوئی پھر انہوں نے باوجود تکذیب اور ایذا کے صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچی خدا کے

لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾ وَإِن كَانَ

حکموں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور تیرے پاس پیغمبروں کے حال پہنچ چکے ہیں- اور اگر ان کا

كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ

اعراض تجھ پر گراں ہو رہا ہے تو تجھ میں اگر طاقت ہے کہ زمین میں سرنگ نکال کر

أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ

یا آسمان پر کوئی سیڑھی لگا کر کوئی نشانی ان کو لادے تو لے آ اور خدا چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کردیتا

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾

پس تو نادانوں سے ہرگز نہ ہو

اور دنیا کی غفلت نہیں چھوڑتے بجائے اطاعت اور فرماں برداری کے الٹے تمسخر اڑاتے اور گستاخی کرتے ہو- اے رسول تو ان کی اس حرکت سے آزردہ خاطر نہ ہو ہم جانتے ہیں کہ ان کی بے ہودہ گوئی سے تجھے رنج ہوتا ہے پس تو اس رنج کو دور کر اور دل سے مطمئن رہ کیونکہ یہ تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم اللہ کے حکموں سے انکار کرتے ہیں پس وہ خود ہی ان سے سمجھ لے گا تجھ سے پہلے بھی کئی ایک رسولوں کی تکذیب ہوئی پھر انہوں نے باوجود تکذیب اور ایذا کے صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچی اور وہ کامیاب ہوئے اور تو جانتا ہے کہ خدا کے حکموں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور تیرے پاس پیغمبروں کے حالات پہنچ چکے ہیں پھر گھبرانے سے کیا مطلب؟ اور اگر اتنے سے بھی تیری تسلی نہیں ہوتی اور ان کا اعراض اور سرکشی تجھ پر گراں اور مشکل ہو رہا ہے تو اگر تجھ میں طاقت ہے کہ زمین میں سرنگ نکال کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی نشان ان کو لادے تو بے شک لے آ جب تو یہ نہیں کر سکتا تو خاموش رہ اور یہ یاد رکھ کہ خدا چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا مگر وہ حکیم ہے اور اس کا کوئی کام خالی از حکمت نہیں وہ کسی کو افعال اختیاریہ میں جبر نہیں کیا کرتا ورنہ اس کا اجر ہی کیسے ملے پس تو نادانوں سے ہرگز نہ ہو-

---

شان نزول

[۱] (ان کان کبر علیک) مشرکین عرب نے تو نبوت کو ایک مداری کا تھیلا سمجھا ہوا تھا ہر روز نئے معجزہ کی درخواست کرتے آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک پر یہ خواہش ہوتی کہ ان کی ہر ایک مراد پوری ہو مگر خدائی گورنمنٹ میں تو کسی کا زور نہیں وہ ہر ایک کام کی مصلحت سمجھتا ہے اس لئے آپ کی تسکین خاطر کو یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسی گھبراہٹ مناسب نہیں جہلا کی ہر ایک بات پر کان لگانا اچھا نہیں- معالم بہ تفصیل

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ

جو لوگ سنتے ہیں وہی قبول کرتے ہیں اور جو مردے ہیں خدا ان کو زندہ کرے گا. پھر

اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ

اس کی طرف پھیرے جائیں گے- کہتے ہیں اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشان کیوں نہیں اترتا؟ تو کہہ

اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

خدا نشان اتارنے پر قادر ہے لیکن بہت سے ان میں نادان ہیں

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰۤئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ

زمین میں جتنے جانور اور دو بازوؤں سے اڑنے والے پرندے ہیں سب تمہاری طرح مخلوق ہیں

مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

ہماری نوشت سے کوئی باہر نہیں پھر سب نے اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے. اور

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ

جنہوں نے ہمارے احکام کو جھٹلایا ہے وہ بہرے اور گونگے ہوکر اندھیروں میں پڑے ہیں

تکلیفوں پر بے صبری کرنا ایک قسم کی ناراضگی ہے قاعدہ کی بات ہے کہ جو لوگ حق کی تلاش میں دل سے متوجہ ہو کر سنتے ہیں وہی قبول کرتے ہیں اور جو کفر اور شرک اور پابندی قومی سے مردے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا- قیامت کے روز خدا ان کو زندہ کرے گا- پھر میدان محشر میں اس کی طرف جزا سزا لینے کو پھیرے جائیں گے اور ان کی بد دیانتی سنو کہ آئے دن کہتے ہیں اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے ہماری خواہش کے مطابق جیسا ہم کہیں کوئی نشان کیوں نہیں اترتا؟ اے محمد ﷺ تو ان سے کہہ بات اصل تو یہ ہے کہ نشان اور معجزات سب کے سب خدا کے قبضہ میں ہیں کسی نبی اور پیغمبر کا ان میں کوئی اجارہ اور زور نہیں بے شک خدا نشان اتارنے پر قادر ہے وہ جیسے پہلے تم کو نشان دکھاتا رہا اب بھی دکھائے گا لیکن بہت ان میں نادان ہیں جانتے نہیں کہ نشان نمائی کے لیے بھی موقع ہوتے ہیں جن کو وہی خداوند تعالیٰ خوب جانتا ہے یہ کوئی مداری کا تھیلا نہیں کہ ایک جاہل نے چاہا مجھے شق القمر دکھاؤ اسے بھی دکھائیں دوسرے نادان نے کہا مجھے کچھ اور دکھاؤ تیسرے نے کوئی اور ہی فرمائش ڈال دی خدا اس کی مصلحت اور حکمت کو خوب جانتا ہے- اتنی بڑی اس کی مخلوق ہے وہ ہر ایک کے حال سے واقف اور مطلع ہے جس قدر زمین جتنے جانور اور دو بازوؤں سے اڑنے والے پرندے ہیں سب تمہاری طرح مخلوق ہیں جن کی انواع کا حساب بھی انسان کی طاقت سے باہر ہے مگر ہماری نوشت سے کوئی چیز باہر نہیں یعنی ہم سب کو جانتے ہیں اور ایک ایک کو رزق اور اس کا محتاج الیہ پہنچاتے ہیں پھر سب نے اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے پس جن لوگوں نے اعمال حسنہ کئے ہوں گے وہ تو عیش و آرام میں ہوں گے اور جنہوں نے ہمارے احکام کو جھٹلایا ہوگا وہ کانوں سے بہرے اور زبان میں گونگے ہوکر جیسے دنیا میں اندھیرے میں پڑے ہیں

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۚ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

خدا جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے راہ راست پر لگا دے

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ

تو پوچھ کہ بتلاؤ تو اگر عذاب الٰہی تم پر آجائے یا قیامت تم پر قائم ہو جائے تو کیا تم غیر اللہ

تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ

کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو۔ بلکہ خاص اسی کو پکارو گے اور جن کو

مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ

تم شریک سمجھتے ہو بھول جاؤ گے پھر اگر وہ چاہے گا تو اپنی مہربانی سے تمہاری تکلیف جس کے لئے تم اسے پکارتے تھے تم سے دور کردے گا

اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝

اور تجھ سے پہلے ہم نے کئی قوموں کی طرف رسول بھیجے پھر ہم نے ان کو سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا تاکہ وہ ہمارے سامنے عاجزی کریں

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ

پھر جب ان پر ہمارا عذاب پہنچا تو کیوں نہ گڑگڑائے لیکن ان کے دل سخت ہو چکے تھے اور شیطان نے ان کے کام

الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ان کی نظروں میں مزین کر دیے تھے

آخرت میں بھی مبتلائے عذاب رہیں گے خدا کی دی ہوئی زبان اور دل سے انہوں نے کام نہ لیا اسی کی ان کو خدا کے ہاں سے یہ سزا ملی کیونکہ خدا جس کو چاہے گمراہ کرے اور دائمی ضلالت میں رکھے اور جس کو چاہے راہ راست پر لائے لیکن یہ اس کا چاہنا بلاوجہ اور بغیر حکمت کے نہیں ہوتا جس طرح بعض جسمانی امراض میں بد پرہیز آدمی ہلاکت کو پہنچ جاتے ہیں اسی طرح روحانی بداخلاقی میں بھی بے باک آدمی دائمی ہلاکت کے مستوجب ہوتے ہیں یہ ان کو خدا سے ہٹ رہنے کی سزا ملی ہے پس تو اے رسول پوچھ کہ بتلاؤ تو تم جو خدا سے اتنے ہٹ رہے ہو اور غیروں کو اپنی مشکلات میں پکارتے ہو اگر عذاب الٰہی تم پر آجائے یا قیامت تم پر قائم ہو جائے تو کیا اس وقت بھی تم اللہ سے غیر معبودوں کو پکارو گے۔ اگر سچے ہو. تو غیروں کو ہی پکارو مگر نہیں تم ایسا نہ کرو گے بلکہ خاص اسی ایک سچے معبود کو پکارو گے اور اس کے سوا جن کو تم شریک سمجھتے ہو سب کو بھول جاؤ گے پھر اگر وہ چاہے گا تو اپنی مہربانی سے تمہاری تکلیف جس کے لیے تم اسے پکارتے تھے تم سے دور کر دے گا نہ چاہے گا تو کوئی دور نہیں کر سکتا پھر بتلاؤ کہ جب تکلیف کے وقت اسی کے بنتے ہو تو آسائش کے وقت کیوں اس سے ہٹ کر غیروں سے توقع کرتے ہو مکہ والوں کو تو ابھی تک صرف زبانی ہی زبانی ہدایت سنائی جاتی ہے تجھ سے پہلے ہم نے کئی قوموں کی طرف رسول بھیجے پھر ان کی شرارت اور عداوت پر ہم نے ان کو سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا کسی پر قحط کی بلا بھیجی کسی پر وباء طاعون وغیرہ مسلط کی تاکہ وہ ہمارے سامنے عاجزی کریں اور گڑگڑائیں۔ پھر جب ان پر ہمارا عذاب پہنچا تو کیوں نہ گڑگڑائے کہ ان کی تکلیف دفع ہو جاتی اور آسانی ہوتی لیکن بجائے عاجزی کرنے کے الٹے گستاخیاں کرنے لگے کیونکہ ان کے دل سخت ہو چکے تھے اور شیطان نے ان کے کام ان کی نظروں میں مزین اور آراستہ سجے سجائے کر دیئے تھے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا

پھر جب وہ تمام نصیحت کی باتیں بھول گئے تو ہم نے ہر طرح کی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ

بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر اترانے لگے تو ہم نے ناگہاں انکو پکڑ لیا پھر وہ بے امید ہوگئے۔ پس ظالموں کی جڑ کٹ گئی

ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ

اور سب تعریفوں کا مالک اللہ رب العالمین ہی ہے۔ تو پوچھ کہ بتلاؤ اگر خدا تمہاری

سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ

قوت سامعہ اور بصارت چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے خدا کے سوا کون معبود ہے؟ جو تم کو یہ لادے؟

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ

غور تو کرو ہم کس طرح کے دلائل بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ منہ پھیرے چلے جاتے ہیں۔ تو پوچھ بتلاؤ اگر اللہ کا

عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا

عذاب بے خبری یا باخبری میں تم پر آجائے تو کیا بے فرمانوں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہوگا؟

نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

ہم تو پیغمبروں کو ہمیشہ سے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہی بھیجا کرتے ہیں؟

پھر اس کے بعد جب وہ تمام نصیحت کی باتیں بھول گئے تو ہم نے ہر طرح کی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے خوب عیش و آرام ان کو دیئے یہاں تک کہ جب وہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر مستی کرنے اور اترانے لگے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا ایسا پکڑا کہ پھر وہ اپنی عافیت اور آسائش سے بالکل مایوس اور بے امید ہوگئے۔ بس ظالموں کی جڑ کٹ گئی اور مظلوموں اور نیک دل لوگوں کے منہ سے اس وقت یہ پکار نکلی کہ سب تعریفوں کا مالک اللہ رب العالمین ہی ہے اور کوئی نہیں وہی تمام دنیا کا مالک پروردگار ہے ہر ایک چیز اسی کے قبضہ میں ہے اے رسول تو ان سے پوچھ کہ بتلاؤ تم جو خدا سے ایسے ہٹے جاتے ہو اور غیر معبودوں سے امید و بیم رکھتے ہو اگر خدا تمہاری قوت سامعہ اور بصارت چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر کے سخت کردے جو تم کسی طرح ان سے نیک کاموں میں مدد نہ لے سکو تو خدا کے سوا کون معبود ہے جو تم کو یہ اسباب لادے جب کوئی نہیں تو پھر کیوں اس کی ناشکری کرتے ہو؟ غور تو کرو ہم کس طرح کے دلائل بیان کریں پھر بھی یہ بہکے ہوئے منہ پھیرے چلے جائیں تو ایک اور بات ان سے پوچھ۔ کہ بتلاؤ اگر اللہ کا عذاب بے خبری یا باخبری میں تم پر آجائے تو کیا بے فرمانوں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہوگا؟ کوئی نہیں تو پھر بے فرمانی کیوں نہیں چھوڑتے ہو یہ گناہوں پر ناراضگی اور نیکیوں پر خوشنودی آج ہی سے تو شروع نہیں ہوئی ہم تو پیغمبروں کو ہمیشہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہی بھیجا کرتے ہیں

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِیْنَ

پھر جو لوگ ایمان لاتے اور صلاحیت اختیار کرتے ہیں ان پر نہ تو کچھ خوف ہوتا اور نہ وہ غمگین ہوتے۔ اور جو

کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ

ہمارے حکموں کی تکذیب کرتے ان کی بدکاری کی شامت میں انہیں کو عذاب پہنچے گا۔ تو کہہ

لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ

کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ ہی میں

اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ

تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں خدا کے الہام کے سوا جو میری طرف آتا ہے میں کسی کا تابع نہیں ہوں تو کہہ کیا اندھا اور سوانکھا

الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ

ایک سے ہیں؟ کیا تم فکر نہیں کرتے۔ اور جنہیں خدا کے پاس جمع ہونے کا خوف

یُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ

دامن گیر ہو جس میں نہ تو کوئی ان کا دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی اس کے ذریعہ ڈرا دے

یَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾

تاکہ وہ متقی بن جاویں

جو نیکیوں پر خدا کی خوشنودی اور گناہوں پر ناراضگی بتلاتے تھے پھر جو لوگ ایمان لاتے اور ان کا کہا مان کر صلاحیت اختیار کرتے ان پر نہ تو کچھ خوف ہوتا اور نہ وہ غمگین ہوتے اور جو ہمارے حکموں کی تکذیب کرتے ان کی بدکاری کی شامت میں انہیں کو عذاب پہنچتا مگر ہاں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ایسے عذاب کا بھیجنا یا آئندہ کسی خبر کا دینا خدا کے اختیار میں ہے جب تک خدا نہ بتلاوے کوئی نہیں بتلا سکتا پس اے رسول جو لوگ تجھ سے اس قسم کی باتیں جو خدا نے اپنے قبضہ قدرت میں رکھی ہیں پوچھیں تو تو ان سے کہہ کہ میں تم سے جب یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں کہ بے کھائے پئے زندگی بسر کروں تو پھر اس قسم کے سوال مجھ سے کیوں کرو؟ میں تو ایک آدمی کی مثل تمہارے بنی آدم میں سے ہوں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ خدا کے الہام کے سوا جو میری طرف آتا ہے میں کسی چیز کا تابع نہیں ہوتا پس یہی وہ بصارت ہے جو خدا کی طرف سے مجھے ملی ہے تو کہہ کیا اندھا اور سوانکھا ایک جیسے ہیں؟ ایک تو خدا کے نور سے روشنی پا کر چلتا ہے۔ ایک اپنی نفسانی خواہشوں کے اندھیرے میں ہے کیا دونوں برابر ہیں؟ تم اس میں فکر نہیں کرتے ہو اے محمد ﷺ تو اپنے مخالفوں سے سرسری بات کر اور اپنے تابعداروں کو جنہیں خدا کے پاس ایسے حال میں جمع ہونے کا خوف دامن گیر ہے جس میں نہ تو کوئی ان کا دوست اور متولی ہوگا اور نہ کوئی سفارشی اس قرآن کے ذریعہ سے بدکاریوں سے اچھی طرح ڈرا دے تاکہ وہ سچے متقی بن جائیں

وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ

اور جو اپنے[1] پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کو صبح و شام اس کی یاد میں لگے رہتے ہیں

وَجۡهَهٗ ؕ مَا عَلَيۡكَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ وَّمَا مِنۡ حِسَابِكَ عَلَيۡهِمۡ

ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالیو ان کی جوابدہی تیرے پر نہیں اور تیری جوابدہی ان پر نہیں

مِّنۡ شَىۡءٍ فَتَطۡرُدَهُمۡ فَتَكُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا

پس تو ان کو نکالے گا تو تو خود ظالموں سے شمار ہو گا اسی طرح پہلے بھی ہم نے

بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لِّيَـقُوۡلُوۡۤا اَهٰٓؤُلَۤاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِنَا ؕ اَلَيۡسَ اللّٰهُ

بعض کو بعض سے آزمایا تھا کہ (مغرور) کہیں کیا یہی ہیں جن پر ہم میں سے الگ خدا نے مہربانی کی ہے کیا خدا کو

بِاَعۡلَمَ بِالشّٰكِرِيۡنَ ﴿۵۳﴾

شکر گزار بندے بخوبی معلوم نہیں

مگر کسی موقع پر کبھی بھی دنیاداروں کی طرف مت جھکو اور جو اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کو صبح و شام اس کی یاد میں لگے رہتے ہیں دنیاداروں کے خوش کرنے کو ان کو اپنے پاس سے مت نکال اگر دنیادار تجھے ان غریبوں سے یہ کہہ کر دل شکنی کریں کہ یہ غربا صرف اس لئے تیرے ساتھ ہوئے ہیں کہ ان کو صدقات خیرات سے کچھ مل جاتا ہے ورنہ دل سے تیرے ساتھ نہیں تو یاد رکھ خدا کے نزدیک ان کی جواب دہی تیرے پر نہیں اور تیری جواب دہی ان پر نہیں پس تو نکالے گا تو تو خدا کے نزدیک ظالموں سے شمار ہو گا ان دنیادار مغروروں کے کہنے کا کیا ہے اسی طرح پہلے بھی ہم نے غریبوں کو دینداروں اور مغروروں کو دولت دنیا دے کر بعض کو بعض سے آزمایا تھا کہ مغروروں کے منہ سے نکلے اور وہ یہ بات کہیں کہ کیا یہی رذیل لوگ ہیں جن پر ہم سے الگ خدا نے مہربانی کی ہے اور انہیں کو دیندار و ارثان جنت بنایا ہے سبحان اللہ یہ بھی کوئی قابل تسلیم بات ہے کہ دنیا میں تو ہم معزز اور مالدار ہوں اور آخرت میں یہ ذلیل عزت پائیں یہ نادان اپنی عقل کے ڈھکوسلوں سے کام لیتے ہیں کیا یہ اتنی موٹی بات بھی نہیں جانتے کہ دینداری اور آخرت کی وراثت تو تقویٰ اور اخلاص سے حاصل ہوتی ہے کیا خدا کو اپنے شکر گزار بندے بخوبی معلوم نہیں اور سن یہ تو ایک

شان نزول

[1](ولا تطرد الذین) دنیادار متکبروں کی تو ہمیشہ سے یہی عادت ہے کہ غربا کے ساتھ ایک جگہ بیٹھنا گوارا نہیں کرتے ان ہی فرعونی دماغ والوں نے پیغمبر خدا ﷺ سے عرض کیا کہ ہم حضور کے پاس آئیں تو ہماری موجودگی میں ان غریب کنگالوں کو نہ بیٹھنے دیا کریں آپ کو بھی بایں نیت کہ یہ فرعونی دماغ اگر صحبت میں حاضر ہوا کریں گے تو آخر ان کی حالت بھی درست ہو جائے گی اس لئے چند روز کے لئے یہ حکم نافذ کرنے کا خیال آیا مگر چونکہ خدا کے بندوں کی قدر خدا خوب جانتا ہے امیری اور غریبی کو وہاں کوئی دخل نہیں۔الا من اتی اللہ بقلب سلیم مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس صحیح، سلیم دل لے کر آئے (شرک و گناہوں سے پرہیزی) ہی معزز ہیں اسلئے غیرت خداوندی کو جوش آیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ معالم بہ تفصیل منہ

اس مضمون کی آیات قرآن شریف میں بکثرت ہیں۔راقم کہتا ہے یہ فرعونی دماغ کے لوگ ہر زمانہ میں ہوتے ہیں خصوصا تہذیب (تخریب) کے زمانہ میں تو ان فرعونوں کی ایسی کثرت ہے کہ الاماں

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ

اور جب ہمارے حکموں پر ایمان رکھنے والے تیرے پاس آویں تو تو ان کو السلام علیکم کہہ کہ تمہارے

عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ

پروردگار نے رحم کرنا اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے جو کوئی تم میں سے برا کام غلطی سے کر گزرے پھر اس کے پیچھے توبہ کرے

مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اور صالح بن جائے تو خدا ہی بخشنہار مہربان ہے اسی طرح ہم مفصل احکام بتلایا کرتے ہیں

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ

تاکہ لوگ سمجھیں اور مجرموں کی راہ واضح ہو جائے تو کہدے کہ اللہ کے سوا[ل] جن کو تم پکارتے ہو

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا

ان کی عبادت سے مجھے منع ہے تو کہدے کہ میں تمہاری خواہشوں پر نہ چلوں گا ورنہ خود گمراہ ٹھہروں گا

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

اور ہدایت والوں سے نہ رہونگا

معمولی بات تھی کہ نیک دل غریبوں کو اپنے پاس سے مت نکال نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ان کی خاطر کر جب ہمارے حکموں پر ایمان رکھنے والے تعمیل ارشاد بجا لانے والے تیرے پاس آئیں تو تو خود ابتداء میں ان کو السلام علیکم کہہ اور ان کو خوشخبری سنا کہ تمہارے پروردگار نے رحم اور عفو کرنا از خود اپنے پر لازم کر رکھا ہے مگر اس رحم سے حصہ لینے کا یہ طریق نہیں کہ سرکشی سے حکم عدولی کئے جاؤ اور رحم کی امید رکھو نہیں بلکہ یہ کہ جو کوئی تم میں سے برا کام غلطی سے کر گزرے پھر اس سے پیچھے توبہ کرے اور صالح بن جائے تو خدا کے رحم سے ضرور حصہ لے گا کیوں کہ خدا ان ہی لوگوں کے حق میں بخشنے والا مہربان ہے بس یہی طریق رحم سے حصہ لینے کا ہے اسی طرح ہم مفصل احکام بتلایا کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں اور سرکشی کرنے والے مجرموں کی راہ واضح ہو جائے مجرموں کی راہ بھی کئی قسم کی ہے گو ان سب کا مال اور اصول ایک ہے ایک تو یہی ہے کہ خدا کے حکموں سے سرکشی کریں جسکا بیان ہو چکا ہے دوئم یہ ہے کہ خدا جیسے تعلق اوروں سے بھی کریں اور غیر معبودوں سے جو درحقیقت اس قابل نہیں ان سے دعائیں مانگیں ان مکہ والوں میں یہی خرابی اثر کر رہی ہے پس تو اے رسول ان سے پکار کر کہہ دے کہ اللہ کے سوا جن مصنوعی معبودوں کو تم پکارتے ہو اور اڑے وقت جن سے تم دعائیں مانگتے ہو ان کی عبادت اور ان سے دعا کرنے سے مجھے خدا کی طرف سے منع ہے تو یہ بھی کہہ دے کہ خدا کے حکم چھوڑ کر میں تمہاری خواہشوں پر نہ چلوں گا ورنہ میں اوروں کو ہدایت کرتا کرتا خود گمراہ ٹھہروں گا اور ہدایت والوں سے نہ رہوں گا۔

شان نزول

ل (قل انی نہیت) مشرکین تو ہر طرح سے مخالفت کرنا اپنا فرض جانتے تھے کبھی تکلیف سے تو کبھی تخفیف سے آنحضرت ﷺ کو باتیں سمجھاتے بہتر ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کی عبادت اگر نہیں کرتے تو ایک دفعہ ان پر ہاتھ لگا دیجئے پھر ہم آپ کے خدا کی عبادت کیا کریں گے چونکہ یہ ایک بے ہودہ طریق تھا اسلئے اس بارہ میں کئی دفعہ آیات نازل ہوئیں یہ آیت بھی انہی میں سے ہے۔

قُلْ اِنِّىْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ

تو کہدے میں اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں اور تم اس سے منکر ہو چکے ہو تم جس کی جلدی چاہتے ہو وہ میرے

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۞ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِىْ

پاس نہیں اللہ کے سوا کسی کا اختیار نہیں وہی حق حق بیان کرتا ہے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو کہہ تمہارا جلدی چاہا

مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِىَ الْاَمْرُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۞

ہوا عذاب اگر میرے بس میں ہوتا تو میرا تمہارا مدت کا فیصلہ ہوگیا ہوتا خدا ہی ظالموں کے حال سے بخوبی واقف ہے

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا

اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو وہی جانتا ہے جو کچھ جنگلوں اور دریاؤں میں ہے وہ

تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا

سب کو جانتا ہے اور جو پتہ درخت سے گرتا ہے اس کو بھی جانتا ہے کوئی دانہ خشک ہو یا تر زمین کے اندھیروں میں بھی ہو وہ

يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا

بھی اس کے روشن علم میں ہے وہی ہے جو تم کو رات میں سلاتا ہے اور تمہارے

جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

دن کے کاموں سے مطلع ہے پھر تم کو اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری اجل مقررہ پوری ہو پھر تم نے اسی کی طرف جانا ہے

تو یہ بھی کہہ دے کہ بھلا میں تمہاری خواہشوں پر کیوں کر چلوں؟ حالانکہ میں اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل اور واضح دین پر ہوں اور تم اس سے منکر ہو چکے ہو اور الٹے مجھ سے بگڑ کر عذاب کے خواستگار ہوتے ہو میں تو ایک بندہ ہوں تم جس عذاب کی جلدی چاہتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے کیونکہ جب کہ اللہ کے سوا کسی کا اختیار ہی نہیں وہی حق حق بیان کرتا ہے اور مناسب وقت اظہار نشان بھی کر دیتا ہے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو کہہ بھلا تمہارا جلدی چاہا ہوا عذاب اگر میرے بس میں ہوتا تو میرا تمہارا مدت کا فیصلہ ہو گیا ہوتا کیونکہ میں بھی تمہاری طرح آخر آدمی ہوں بے خبری میں گھبرایا بھی کرتا ہوں خدا ہی ظالموں کے حال سے بخوبی واقف ہے اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو وہی جانتا ہے بلکہ جو کچھ جنگلوں اور دریاؤں میں ہے وہ سب کو جانتا ہے اور جو پتہ درخت سے گرتا ہے خواہ کسی ملک میں ہو وہ اس کو بھی جانتا ہے کوئی چھوٹا سا دانہ تر ہو یا خشک زمین کے نیچے اندھیروں میں بھی ہو وہ بھی اس کے روشن علم میں ہے اور اس کا کمال قدرت دیکھنا سننا ہو تو سنو وہی ذات پاک ہے جو تم کو رات میں مثل موت کے سلا دیتا ہے اور تمہارے دن کے کاموں سے مطلع ہے۔ پھر نیند سے تم کو صبح سویرے اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری اجل مقررہ جو دنیا کی زندگی کے لیے مقرر ہے پوری ہو پھر اسی طرح مرور زمانہ سے مدت گزار کر تم نے اسی خدا کی طرف جانا ہے

ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ

پھر وہ تم کو تمہارے کاموں سے خبر دے گا وہ اپنے بندوں پر ضابط ہے

يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے پس جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو ہمارے فرستادہ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ

فرشتے اس کو فوت کرتے ہیں اور وہ کمی نہیں کرتے پھر اپنے حقیقی مولی کی طرف پھیرے جاتے ہیں سن رکھو اسی کا حکم ہے

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

وہی سب محاسبوں سے جلد حساب لینے والا ہے- دریافت کر کہ بتلاؤ تو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون تم کو

الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ

خلاصی دیتا ہے کس کو گڑ گڑا کر پوشیدہ پوشیدہ پکارتے ہو اگر وہ ہم کو اس سے نجات دے تو ہم ضرور ہی اس کے

مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ

شکر گزار بنے رہیں تو کہہ اللہ ہی تم کو اس مصیبت سے اور ہر ایک گھبراہٹ سے نجات دیتا ہے

اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

پھر بھی اس کا ساجھی بتاتے ہو

پھر وہ تم کو تمہارے کاموں سے خبر دے گا- وہ خدا جانتے ہو کون ہے؟ سنو وہ اپنے سب بندوں پر خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہوں کسی کی رعایا ہوں یا کسی ملک بلکہ دنیا بھر کے بادشاہ ہیبت ناک بھی کیوں نہ ہو وہ سب کو قابو میں رکھنے والا ضابط ہے مجال نہیں کہ کوئی اس کے حکم قہری سے ذرہ بھر بھی سر تابی کرنے وہ تم پر اپنے چوکیدار نگہبان فرشتے بھیجتا ہے پھر جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو ہمارے یعنی خدا کے فرشتے اس کو فوت کرتے ہیں اور وہ کسی طرح تعمیل احکام میں کمی نہیں کرتے پھر بعد مرنے کے اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیرے جاتے ہیں سن رکھو دل میں جگہ دے کر سنو کہ اسی کا اصل حکم ہے وہی سب محاسبوں سے جلدی حساب لینے والا ہے- اس کے حساب میں دیر ہی کیا ہے؟ دنیا کے نیک و بد افعال قیامت کو اٹھتے ہی ایک دم میں اپنا اثر نمایاں دکھادیں گے ایسے کہ کسی کو مجال انکار نہ ہو گی چہروں کی رنگت اور حلیہ کی شناخت سے ہی نیک و بد آثار نظر آجائیں گے اے محمد ﷺ تو ان سے دریافت کر کہ تم نے جو خدا کے ساتھ ساجھی بنا رکھے ہیں ذرا بتلاؤ تو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے جب تمہاری کشتیاں چلتی چلتی بھنور میں پھنس جاتی ہیں اس وقت کون تم کو خلاصی دیتا ہے کس کو گڑ گڑا کر پوشیدہ پوشیدہ پکارا کرتے ہو اور یہ کہا کرتے ہو کہ اگر وہ ہم کو اس بلا سے نجات دے تو ہم ضرور ہی اس کے شکر گزار فرمانبر دار بنے رہیں تو کہہ اس میں شک نہیں کہ اللہ ہی تم کو اس مصیبت سے اور اس کے سوا ہر ایک گھبراہٹ سے نجات دیتا ہے مگر پھر بھی اس کا ساجھی بتاتے ہو یہ کیا ایمانداری اور فرمانبر داری کی باتیں ہیں

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ

تو کہدے وہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے یا نیچے سے

اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ

بھیج دے یا تم کو مختلف فریق بناکر ایک کو دوسرے سے مزہ چکھادے تو دیکھ ہم کس طرح

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ

کے دلائل ان کو بتلاتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں- اور تیری- قوم نے اس کو جھٹلایا ہے حالانکہ یہ بالکل حق ہے تو

لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا

کہہ میں تم پر محافظ نہیں ہوں ہر ایک بات کا ایک وقت مقرر ہے اور تم خود ہی جان لوگے اور جب

رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

تو ہمارے حکموں سے مسخری کرنے والوں کو دیکھے تو جب تک وہ کوئی دوسری بات شروع نہ کریں

فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي

ان سے ہٹ رہ اور اگر شیطان تجھ سے یہ حکم فراموش کرادے تو بعد یاد آنے کے

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو

تو کہہ دے کہ سن رکھو اگر تم باز نہ آئے تو وہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے مثل امساک باراں نیچے سے مثل وبا امراض بھیج دے یا اور کچھ نہیں تو تم کو مختلف فریق بنا کر ایک کو دوسرے سے مزہ چکھائے اور تمہاری باہمی ایسی سر پھٹول کرادے کہ دیکھو پس تم اس سے ہر آن ڈرتے رہو اور بد اخلاقیوں سے کنارہ کش ہو جاؤ- تو دیکھ ہم کس طرح کے دلائل ان کو بتلاتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں اور عقل کریں مگر یہ ایسے کہاں کہ غور کر کے نتیجہ پر پہنچیں پہلے تو تیری قوم قریش نے ہی اس قرآن کو جھٹلایا ہے حالانکہ یہ بالکل حق ہے مگر جہالت سے نہیں مانتے تو کہہ بہت خوب نہ مانو پڑے اپنا سر کھاؤ میرا کیا حرج ہے میں تم پر داروغہ اور محافظ تو نہیں ہوں کہ تمہاری تکذیب اور انکار سے مجھے باز پرس ہو بلکہ خود ہی اس انکار کا خمیازہ اٹھاؤ گے جو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا اگر جلدی چاہو تو یہ بھی میرے بس کی بات نہیں خدا کے نزدیک ہر ایک بات کا وقت مقرر ہے اور تم خود ہی جان لو گے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ ان کے پاس اور تو کوئی وجہ اس تکذیب کی پائی نہیں جاتی ہاں ایک مسخرا پن البتہ ضرور ہے سو اس مسخرے پن کا بجز اس کے کیا جواب ہو سکتا ہے؟ کہ جب تم ہمارے حکموں سے مسخری کرنے والوں کو دیکھو تو جب تک وہ دوسری بات شروع نہ کریں ان سے ہٹ رہ اور ان کے ساتھ نہ بیٹھ جس طرح کہ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کا قول ہے کہ

آنکس بقرآن و خبر زو نرہی   انیست جوابش کہ جوابش نہ دہی

ہاں البتہ اگر کوئی میدان مناظرہ ہو جس میں معقول آدمی سوال وجواب کریں تو مضائقہ نہیں کیوں کہ اس سے نتیجہ کی امید ہے لیکن ایسے مسخرا پن کی مجلسوں میں تو ہر گز نہ بیٹھا کر اور اگر شیطان تجھ سے یہ حکم فراموش کرادے تو جب یاد آئے بعد یاد آنے کے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو بلکہ طرح دے کر گزر جائیو اس میں گناہ نہیں ہے-

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ

جو پرہیزگار ہیں ان پر ان کی جوابدہی نہیں ہے ہاں ان کو نصیحت کردیں شاید وہ

يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

بچ جائیں اور جن لوگوں نے اپنا مذہب ہنسی اور مخول سمجھ رکھا ہے اور دنیا کی زندگی سے فریب کھائے

وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا

ہوئے ہیں ان کو چھوڑ دے اور اس کے ساتھ تو نصیحت کر مبادا کوئی نفس بداعمالی کی سزا میں ہلاک ہو اور اس کا خدا سے ورے نہ تو کوئی

شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا

حمایتی ہوگا اور نہ کوئی سفارشی اور تمام قسم کے معاوضات اگر دینا چاہے گا تو بھی اس سے نہ لیے جائیں گے یہ لوگ جو اپنی بدکرتوت کی وجہ سے

بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

تباہ ہوگئے انہی کو گرم پانی ملے گا اور ان کے کفر کی شامت سے دکھ کی مار ہوگی

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ

تو کہہ کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پکاریں جو نہ ہم کو نفع دے سکیں اور نہ نقصان اور جب خدا نے ہم کو

اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ

ہدایت کی تو اب ہم الٹے پاؤں گمراہی کی طرف لوٹیں؟ جیسے کسی کو جنگل میں بھوت حیران کردیں

کیونکہ جو پرہیزگار ہیں ان پر ان مسخروں کی کچھ جواب دہی نہیں ہے ہاں ایک بات ان کے ذمہ بھی ہے کہ ان کو نصیحت کردیں مگر اس نیت سے کہ شاید وہ بھی ایسی بداخلاقی سے بچ جائیں پس تو خدا پر بھروسہ کر اور جن لوگوں نے اپنا مذہب جس کے پابند کہلاتے ہیں محض ہنسی اور مخول سمجھ رکھا ہے اور دنیا کی زندگی سے فریب کھائے ہوئے ہیں ان کو چھوڑ دے اور ان کی بے ہودہ گوئی سے پرواہ نہ کر اور اس قرآن کے ساتھ لوگوں کو نصیحت کر مبادا کوئی نفس بے خبری میں اپنی بداعمالی کی سزا میں ہلاک ہو اور ایسی آفت میں اس کو خدا سے ورے نہ تو کوئی حمایتی ہوگا کہ خود بخود اس کو رہائی دے سکے اور نہ کوئی سفارشی جو سفارش کر کے چھڑا دے اور نہ ہی اس کو اجازت ہوگی کہ کچھ دے کر چھوٹ سکے بلکہ تمام قسم کے معاوضات اور بدلے جو دنیا میں روپیہ پیسہ سے یا مالی یا جانی ضمانت سے ممکن ہیں اگر دینا چاہے گا تو بھی اس سے نہ لئے جاویں گے یہ لوگ جو اپنی بدکرتوت کی وجہ سے تباہ ہوں گے انہی کو سخت کھولتا ہوا گرم پانی پینے کو ملے گا اور ان کے کفر کی شامت سے دکھ کی مار ہوگی کیوں ہوگی؟ اس لئے کہ انہوں نے خدا کے سوا اوروں سے اپنی حاجات مانگیں اور غیروں کو جو درحقیقت کچھ بھی نفع یا نقصان نہ دے سکتے تھے محض جہالت سے پکارا پس یہی ان کی کرتوت تھی تجھے بھی اگر اپنے دین کی طرف بلائیں تو تو کہہ کیا ہم ایسے احمق ہیں؟ کہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پکاریں جو نہ ہم کو نفع دے سکیں اور نہ نقصان اور جب خدا نے ہم کو محض اپنی مہربانی سے راہ راست کی ہدایت کی تو اب ہم اس سے بعد خدا کا ساجھی بتانے سے الٹے پاؤں گمراہی کی طرف لوٹیں؟ جیسے کسی کو جنگل میں بھوت حیران کردیں اور اس کے دوست اس کو بلائیں کہ سیدھی راہ پر آ مگر وہ شیطان کے قابو میں ایسا پھنسا ہو کہ اس کو خبر تک نہیں۔

لَهٗۤ اَصۡحٰبٌ یَّدۡعُوۡنَهٗۤ اِلَی الۡهُدَی ائۡتِنَا ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰی ؕ

اور اس کے دوست اس کو بلائیں کہ سیدھی راہ پر آ تو کہہ کہ ہدایت خداوندی ہی اصل ہدایت ہے

وَ اُمِرۡنَا لِنُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۱﴾ وَ اَنۡ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اتَّقُوۡهُ ؕ وَ هُوَ

اور ہم کو یہ حکم پہنچا ہے کہ ہم اللہ رب العالمین ہی کے تابع ہوں- اور یہ کہ نماز پڑھتے رہو اور اسی سے ڈرتے رہو اور وہ

الَّذِیۡۤ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۷۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ

خدا وہی ہے جس کی طرف تم نے لوٹ کر جانا ہے- وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو سچے قانون سے پیدا کیا ہے

وَ یَوۡمَ یَقُوۡلُ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۬ؕ قَوۡلُهُ الۡحَقُّ ؕ وَ لَهُ الۡمُلۡکُ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ ؕ

اور جس دم کسی چیز کو ہو کہتا ہے وہ فورا ہو جاتی ہے اس کا حکم بالکل ٹھیک ہے اور جس دن قیامت بپا ہوگی اسی کا اختیار ہوگا

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّهَادَۃِ ؕ وَ هُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۷۳﴾ وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ لِاَبِیۡهِ

وہی غائب اور حاضر کو برابر جانتا ہے اور وہی بڑا با حکمت باخبر ہے- اور جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ

اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَۃً ۚ اِنِّیۡۤ اَرٰىکَ وَ قَوۡمَکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۷۴﴾

آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے بیشک میں تجھ کو اور تیری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں

کہ کیا ہو رہا ہے؟ تو کہہ اسی طرح خدا ہم کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے اور تم ہم کو گمراہی کی راہ بتلاتے ہو- پس خود ہی بتلاؤ کہ ہم کس راہ چلیں؟ مسلم بات تو یہ ہے کہ ہدایت خداوندی ہی اصل ہدایت ہوتی ہے اس کے برابر کسی کی راہ نمائی نہیں ہو سکتی- پس ہم تمہاری نہ سنیں گے اور ہم کو یہ حکم پہنچا ہے کہ ہم اللہ رب العالمین کے ہی تابع ہوں تمہارے مصنوعی معبودوں کی پرواہ نہ کریں اور یہ بھی خدا نے ہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ نماز پڑھتے رہو اور اسی اکیلے خدا سے ڈرتے رہو اور یہ خوب دل میں یقین رکھو کہ وہ خدا وہی ہے جس کی طرف تم نے لوٹ کر جانا ہے- وہی ذات پاک ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو سچے قانون اور پختہ ضابطہ سے پیدا کیا ایسے کہ کسی کو ان کی تبدیلی کی طاقت نہیں اور جس دم کسی چیز کو "ہو" کہتا ہے وہ فورا ہو جاتی ہے اس کی بات بتلائی ہوئی اور اس کا حکم صادر کیا ہوا بالکل ٹھیک اور حق ہے اور اس دنیا کے علاوہ جس دن قیامت بپا ہو گی اسی کا اختیار ہو گا دنیاوی حکام کی طرح کوئی مجازی اختیار بھی نہ رکھتا ہو گا- وہی غائب اور حاضر کو برابر جانتا ہے اور وہی بڑا باحکمت باخبر ہے اسی کی طرف سب انبیاء اور اللہ والے لوگوں کو بلاتے گئے اور جب تمہارے بزرگ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے جو مشرک تھا کہا تھا تو بتوں کو اپنے معبود بناتا ہے ہے بیشک میں تجھ کو اور تیری قوم کو جو تیرے ساتھ اس فعل قبیح میں شریک ہیں صریح گمراہی اور بے ایمانی میں دیکھتا ہوں اس کہنے سے بھی ابراہیم کا یہی مطلب تھا کہ لوگ ہماری توحید کی طرف جھکیں اور شرک اور ہوا پرستی چھوڑ دیں جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ خیال سمجھایا-

شان نزول

لہ (اذ قال ابراہیم) مشرکین کو شرک سے روکنے کے لئے ان کے مسلمہ بزرگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ نازل ہوا-

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ

اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی حکومت دکھاتے تھے کہ وہ

مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ

یقین رکھنے والا ہو جائے۔ پھر جب رات کا اندھیرا اس پر ہوا تو ایک ستارہ کو دیکھ کر بولا یہ میرا رب ہے

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا

پھر جب وہ غروب ہوا تو کہنے لگا میں ان ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جگمگاتا ہوا چاند دیکھ کر کہنے لگا یہ میرا

رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾

رب ہے پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہنے لگا اگر میرا پروردگار مجھے ہدایت نہ کرے گا تو میں گمراہ قوم سے میں ہو جاؤں گا

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ

پھر جب سورج کو چمکتا ہوا اس نے دیکھا تو کہنے لگا یہ میرا خدا ہے یہ تو بہت بڑا ہے پھر جب وہ بھی غروب ہوا تو

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

بولا اے میرے بھائیو میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں

اسی طرح اس سے پہلے بھی ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کی حکومت دکھاتے تھے یعنی یہ سمجھاتے تھے کہ کل دنیا کیا آسمان کی چیزیں اور کیا زمین کی سب کی سب ایک زبردست طاقت کے نیچے کام کر رہی ہیں کوئی ان میں سے مستقل مؤثر نہیں اس لیے دکھاتے اور سمجھاتے تھے کہ وہ ان میں غور کرتا کر تا پورا کامل یقین رکھنے والا ہو جائے اور درجہ بدرجہ ترقی کرے کیا مولانا رومی کا قول تم نے نہیں سنا

ای برادر بے نہایت درگہیست ہرچہ بردے مے رسی بردے بالیست

چنانچہ اسی اصول سے ابراہیم ترقی کرتے گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس روز اس کی باپ سے گفتگو ہوئی تمام دن اسی خیال میں سوچتا رہا کہ دنیا کا مالک میں کسی کو سمجھوں؟ پھر جب رات کا اندھیرا اس پر ہوا تو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کو دیکھ کر بولا شاید یہ میرا رب ہے؟ مگر چونکہ متلاشی تھا اس لئے جب وہ غروب ہوا تو یہ سمجھ کر کہ طلوع و غروب ہونا ایک قسم کا انفعال ہے جو واجب تعالیٰ کے مناسب نہیں کہنے لگا میں ان ڈوبنے والوں کو خدائی کے لیے پسند نہیں کرتا۔ پھر تھوڑی دیر بعد جگمگاتا ہوا چاند دیکھ کر کہنے لگا شاید یہ میرا رب ہے؟ کیوں کہ ستارہ کی نسبت سے یہ بڑا ہے پھر جب وہ بھی قریب صبح کے کسی پہاڑ کی اوٹ میں غروب ہو گیا تو کہنے لگا میں تو سخت غلطی میں ہوں اگر میرا حقیقی پروردگار مجھے ہدایت نہ کرے گا تو میں بھی گمراہوں میں ہو جاؤں گا پھر اس سے پیچھے جب صبح ہوئی تو سورج کو بڑی آب و تاب سے چمکتا ہوا اس نے دیکھا تو کہنے لگا شاید یہ میرا رب ہے؟ کیونکہ یہ بہت بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی غروب ہوا تو بولا اے میرے بھائیو میری قوم کے لوگو میں تمہارے شرک سے جو تم کر رہے ہو بیزار ہوں اور جن چیزوں کی خدا کے سوا تم عبادت کرتے ہو ان کو چھوڑو

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا

میں نے یکطرفہ ہوکر اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیرا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں

مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ

مشرکوں میں سے نہیں ہوں- اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا اس نے کہا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے

وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ

مجھے ہدایت کی ہے اور میں تمہارے ساجھیوں سے نہیں ڈرتا لیکن جو میرا پروردگار چاہے میرے پروردگار کو ہر

شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ كَیْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ

چیز کا علم ہے کیا تم نصیحت نہیں پاتے- بھلا میں تمہارے ساجھیوں سے کیونکر ڈروں

وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ

تم تو بے دلیل اللہ کا ساجھی بنانے سے نہیں ڈرتے پس وہ دونوں فریقوں

الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا

میں سے کون زیادہ امن کا مستحق ہے اگر تم کو علم ہے- جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو

اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

بے راہی سے بچاتے رہے انہی کو امن ہوگا اور وہی راہ راست پر ہیں

میں نے یک طرفہ ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیرا ہے جس نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اب سے بالکل اسی کا ہو رہوں گا اور میں تم مشرکوں میں سے نہیں ہوں یہ سن کر اسی قوم کے لوگوں نے اس سے جاہلانہ گفتگو میں جھگڑا کرنا شروع کیا تاہم اس نے نہایت نرمی سے ان کو سمجھانے کو کہا- بھائیو تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے راہ راست کی ہدایت کی ہے اور تم جو مجھے اپنے مصنوعی معبودوں سے ڈراتے ہو میں تمہارے بنائے ہوئے ساجھیوں سے نہیں ڈرتا کہ مجھے تکلیف پہنچادیں گے لیکن جو میرا پروردگار چاہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا- اگر وہ کوئی تکلیف مجھے پہنچانی چاہے اور اس کی مصلحت ایسی ہی ہو تو بسر و چشم کیونکہ میرے پروردگار کو ہر چیز کا علم ہے اس کے ہر کام میں حکمت ہے کیا تم نصیحت نہیں پاتے ؟ کہ اتنی بات کو بھی سمجھو کہ دنیا کا مالک وہی ہو سکتا ہے جو کسی سے متاثر اور منفعل نہ ہو بجائے ڈرنے کے الٹے ہی مجھے ڈراتے ہو بھلا میں تمہارے مصنوعی ساجھیوں سے کیوں کر ڈروں ؟ تم بے دلیل اللہ کا ساجھی بنانے سے نہیں ڈرتے پس تم خود ہی غور کرو کہ میں جو صرف اللہ ہی کی طرف ہو رہا ہوں اور تم جو اس کے ساجھی بھی بناتے ہو ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ امن کا مستحق ہے یہ بالکل صحیح بات ہے کہ غلط واقعات اور واہی خیالات ہمیشہ غلط ہی نتیجہ دیا کرتے ہیں اگر تم کو بھی کچھ علم ہے تو سمجھ لو کہ جو لوگ خدا کی توحید پر ایمان لائے اور اپنے ایمان کو بے راہی اور ظلم یعنی شرک سے بچاتے رہے ان ہی کو عافیت اور امن ہوگا اور وہی راہ راست پر ہیں- یہ ابراہیمی تقریر سنکر مشرک سخت شرمندہ ہوئے اور کچھ جواب نہ دے سکے-

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ

یہ دلیل ہم (خدا) نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل سمجھائی تھی ہم جس کو چاہیں بلند درجہ عنایت کریں

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

تیرا پروردگار بڑی حکمت والا بڑا ہی علم والا ہے۔ اور ہم نے اس کو اسحٰق اور یعقوب بخشا ان سب کو ہم نے راہ راست

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَ

دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت کی تھی اور ابراہیم کی اولاد ہی سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور

يُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا

یوسف اور موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو ہدایت کی تھی اسی طرح ہم نیکوکاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور زکریا اور

وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

یحیٰی ساور عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام) کو ہدایت کی یہ سب ہمارے نیک بندے تھے۔ اور اسماعیل اور یسع

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

اور یونس اور لوط (علیہم السلام) کو راہ دکھائی اور ان سب کو ہم نے کل جہان کے لوگوں پر برتری دی۔ اور ان کے بزرگوں اور فرزندوں

وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

اور برادری کے لوگوں میں سے بھی بعض کو ہدایت کی اور برگزیدہ کیا اور راہ راست کی ہدایت کی

کیونکہ یہ دلیل ہم (خدا) نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل سمجھائی تھی پھر بھلا کون مقابلہ کر سکتا ہم جس کو چاہیں بلند درجہ عنایت کریں ہر ایک کی قدر افزائی اس کے مناسب ہوتی ہے تیرا پروردگار بڑی حکمت والا بڑا ہی علم والا ہے ہر ایک کے حال سے بخوبی واقف اور آگاہ ہے کسی کے بتلانے کی اسے حاجت نہیں اور علاوہ اس غلبہ اور جیت کے ہم نے اس کو ایک لائق بیٹا اسحٰق اور ایک پوتا یعقوب جو اسرائیل کے نام سے مشہور ہے بخشا ان سب کو ہم نے راہ راست دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت کی تھی اور ابراہیم کی اولاد میں داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو ہدایت کی تھی یہ ہدایت اور رفع شان کچھ ان ہی سے خاص نہیں بلکہ اسی طرح ہم عام نیکو کاروں کو بھی بدلہ دیا کرتے ہیں ان کے بھی رفع درجات اور ترقی مدارج کیا کرتے ہیں ان کے علاوہ اور کئی ایک صلحا کو ہم نے ہدایت کی من جملہ ان کے زکریا اور یحیٰی اور عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام کو ہدایت کی یہ سب ہمارے نیک بندے تھے اور ان کے سوا ابو محمد اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (علیہم السلام) کو راہ دکھائی اور ان سب کو ہم نے کل جہان کے لوگوں پر برتری دی اور ان کے بزرگوں اور فرزندوں اور برادری کے لوگوں میں سے بھی بعض کو ہدایت کی اور برتری دی اور برگزیدہ کیا اور راہ راست کی ہدایت کی

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ
یہ اللہ کی راہنمائی تھی اللہ اپنے بندوں سے جسے چاہے اس روش کی ہدایت کرتا ہے اور اگر یہ بھی خدا کا ساجھی بناتے

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ
تو ان کا بھی کیا کرایا سب اکارت جاتا۔ انہی کو ہم نے کتاب اور بادشاہی اور نبوت عطا کی

النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾
تھی پس اگر یہ لوگ تیری نبوت سے منکر ہوں تو ہم نے اس کے لئے ایک قوم کو تعینات کیا ہے جو اس سے منکر نہ ہوں گے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ
ان لوگوں کو اللہ نے ہدایت کی پس تو انہی کی ہدایت پر چل تو کہہ میں تم سے اس کے بدلے میں

اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ
کوئی مزدوری تو نہیں مانگتا یہ قرآن سب جہان والوں کے لیے ہدایت ہے۔ اور خدا کی شان کے مناسب اس کی قدر نہیں کرتے

ع ۸ / ۱۶

یہ روش جو ان لوگوں کی تھی جن کا ذکر ہوا ہے اللہ کی راہ نمائی سے تھی اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس روش کی ہدایت کر دیتا ہے یہ لوگ باوجود اس قدر رفع درجات کے یہ نہیں کہ خود مختار تھے بلکہ نہایت ہی عاجزی سے خدا کی خالص بندگی میں سرگرم ہیں اور اگر فرضاً یہ بھی خدا کا ساجھی بناتے تو ان کا بھی کیا کرایا سب اکارت ہو جاتا اور اس معاملہ میں ان کا بھی کچھ لحاظ نہ ہوتا مگر یہ ایسے نہ تھے بلکہ یہ اور لوگوں کو راہ راست بتاتے تھے کیونکہ ان ہی کو ہم نے کتاب اور سمجھ اور نبوت عطا کی تھی چنانچہ انہوں نے اس کو پہنچایا اور لوگ ان کی تعلیم اور صحبت سے بہرہ یاب بھی ہوئے گو کوئی ایک منکر بھی رہے مگر انجام تابعداروں کا ہی رہا پس یہ لوگ عرب کے باشندے بھی اگر تیری نبوت سے منکر ہوں تو کوئی حرج نہیں تیری تعلیم کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کیونکہ ہم نے اس کی خدمت گذاری کے لیے ایک ایسی مطیع اور فرماں بردار قوم[1] کو تعینات[2] کیا ہے جو اس کے حکم سے منکر نہ ہوں گے پس تو ان منکرین کی بکواس کی پرواہ نہ کر اور ان لوگوں کو دیکھ کر جنہیں اللہ نے ہدایت کی تھی جن میں سے بعض بلکہ عموماً تیرے نسبی بزرگ ہیں پس تو ان کی ہدایت اور طریق پر چل بالکل گھبراہٹ کو پاس بھی نہ آنے دے۔ اگر تجھے زیادہ بھی کچھ کہیں سنیں اور بے ہودہ گوئی سے پیش آئیں تو تو کہہ دے کہ میں تم سے اس تبلیغ کے بدلے کوئی مزدوری تو نہیں مانگتا جو مانگوں وہ تم ہی کو ہو میں تو تمہاری اس بربادی پر کبھی بولوں بھی نہیں مگر چونکہ یہ قرآن سب جہان والوں کی خالص ہدایت ہے اس لئے بطور ادائے امانت خداوندی کے کچھ کہنا سننا ہی پڑتا ہے لیکن تیرے مخالف تو کچھ ایسے بگڑے ہوئے ہیں کہ تیری ضد میں اپنے مسلمات کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور خدا کی شان کے مناسب قدر نہیں کرتے

شان نزول

(ما قدروا اللہ حق قدرہ) بعض یہودیوں نے جن کو دراصل اپنے مذہب سے کچھ بھی پرواہ نہ تھی صرف مخالفت کی وجہ سے پیغمبر خدا ﷺ سے مقابلہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ مقابلہ میں مطلقاً نزول کتب سے منکر ہو بیٹھے انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (معالم بتفصیل منہ)

[1] انصار مدینہ کی طرف اشارہ ہے۔

[2] تعینات آج کل کا محاورہ ہے۔

اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ

کیونکہ یہ کہتے ہیں خدا نے کسی آدمی پر کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی تو پوچھ کہ جس کتاب کو

الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ

موسیٰ لائے تھے وہ کس نے اتاری تھی جو نور اور لوگوں کے لئے ہدایت تھی جس کو تم متفرق اوراق میں

تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ

لکھ رکھتے ہو کچھ تو ظاہر کرتے ہو اور بہت سا حصہ چھپا لیتے ہو حالانکہ وہ باتیں تم کو بتلائی گئی تھیں جو خود تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو بھی

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ

معلوم نہ ہوئی تھیں تو کہہ کہ اللہ ہی نے اتاری تھی پھر ان کو انکی بکواس میں چھوڑ دے ہنسی مخول میں کھیلتے ہیں۔ اور اس بابرکت کتاب کو جو

مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ

اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے ہم نے اس لئے اتارا ہے کہ تو مکہ اور اس کے اطراف والوں کو ڈراوے اور جو لوگ

یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ وَ مَنْ

آخرت پر ایمان رکھتے ہوں گے وہ تو ضرور ہی اس کو مانیں گے اور نماز پر محافظت کرتے رہیں گے۔ اور

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

خدا پر جھوٹ کا افترا کرنے والے سے

کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں آفرینش سے خدا نے کسی آدمی پر کوئی کتاب نازل نہیں کی لطف یہ ہے کہ یہ بات کہنے والے خود اپنے آپ کو اہل کتاب کہلاتے ہیں پس تو ان سے پوچھ کہ جس کتاب کو حضرت موسیٰ لائے تھے وہ کس نے اتاری تھی؟ جو نور اور لوگوں کے لئے ہدایت تھی جس کو تم متفرق اوراق میں لکھ رکھتے ہو پھر کچھ تو ظاہر کرتے ہو اور بہت سا حصہ چھپاتے ہو حالانکہ تم کو وہ باتیں بتلائی گئی تھیں جو تمہارے باپ دادوں کو بھی معلوم نہ ہوئی تھیں جن کا تم کو شکر یہ چاہیے تھا اگر اس کا جواب نہ دیں تو تو خود ہی کہہ کہ اللہ ہی نے اتاری تھی یہ کہہ کر پھر ان کو ان کی بکواس میں چھوڑ دے۔ پڑے جھک ماریں دین سے تو ان کو مطلب نہیں صرف ہنسی مخول میں کھیلتے ہیں توریت کے بعد بھی کئی ایک کتابیں ہم نے بھیجی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر مفید ہوئیں اور اس بابرکت کتاب قرآن شریف کو جو اپنے سے پہلے کتاب کی تصدیق کرتی ہے ہم نے اس لئے اتارا ہے کہ مکہ والوں اور اس کی اطراف والوں کو برے کاموں کے نتیجہ سے ڈراوے ضروری بات ہے کہ بعض لوگ اس سے انکار کریں گے اور بعض مانیں گے مگر یہ یاد رکھ کہ جو لوگ آخرت اور دوسری زندگی پر ایمان رکھتے ہوں گے اور جن کے دل میں یہ نہ سمایا ہو گا کہ جو کچھ ہے یہی محسوس دنیا ہے اور بس وہ تو ضرور ہی اس قرآن کو مانیں گے اور اس کی ہدایت کے موافق نماز اور عبادت نہ صرف معمولی ادا کریں گے بلکہ اس پر محافظت کرتے رہیں گے داناؤں کے نزدیک یہ حیرانی کی بات ہے کہ کفار تیری تکذیب کرتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ تو تو خود اس بات کا زور سے اظہار کرتا ہے اور بڑے دعوے سے بلند آواز سے کہتا ہے کہ خدا پر جھوٹ کا افترا کرنے والے سے جو برے برے عقیدے خدا کی طرف نسبت کرے

اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا

یا جو کہے کہ مجھے الہام ہوتا ہے حالانکہ اسے الہام کچھ بھی نہ ہوتا ہو یا جو کہے کہ میں بھی خدا کے اتارے ہوئے کلام جیسا

اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ

کلام اتار سکتا ہوں ان سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا اگر تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھے جب یہ موت کی سختی میں ہوتے ہیں اور فرشتے

بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا

لمبے ہاتھ کرکے کہتے ہیں ان قالبوں کو خالی کرو خدا کی نسبت جو تم جھوٹی باتیں کہا کرتے تھے اور اس کے

كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ

حکموں سے تکبر کرتے تھے اس کی وجہ سے آج تم کو ذلت کی مار ہو گی۔ جیسا

جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ

ہم نے تم کو پہلے بے زر و مال پیدا کیا تھا ویسے ہی تم ہمارے پاس آئے ہو اور جو ہم نے تم کو دنیا کی نعمتیں عطا کی تھیں

ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ

اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے ہو اور نہ ہی تمہارے سفارشی نظر آتے ہیں جن کو تم اپنے حق میں ہمارا شریک سمجھے ہوئے

شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝

تھے تمہارے تعلقات سب ٹوٹ گئے اور جو تم گمان کیا کرتے تھے تم کو سب بھول گئے

یا جو کہے کہ مجھے الہام ہوتا ہے حالانکہ اسے الہام کچھ بھی نہ ہوتا ہو یا جو کہے کہ میں بھی خدا کے اتارے ہوئے کلام جیسا کلام اتار سکتا ہوں ان سے بڑھ کر کون بڑا ظالم ہوگا؟ پس سوچ لیں اور جلدی نہ کریں اور ایسا نہ ہو کہ جلدی میں مکذب بنیں اور مکذبوں کے لیے عذاب ہے اس میں شامل ہو جائیں اب تو تو بھی ان کی اس جرات اور دلیری سے حیران ہوتا ہوگا اگر تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھے تو مزہ ہو جب یہ موت کی سختی میں ہوتے ہیں اور فرشتے لمبے ہاتھ کرکے ان کو سختی سے کہتے ہیں کہ چلو مرو اور ان قالبوں کو خالی کرو خدا کی نسبت جو تم جھوٹی اور ناسزا باتیں کہا کرتے اور اس کے سچے حکموں سے تکبر کرتے تھے اس کی وجہ سے آج تم کو ذلت کی مار ہو گی خدا کی طرف سے ان کو یہ فرمان بھی پہنچتا ہے کہ کیا وجہ ہے؟ جیسا ہم نے تم کو پہلے بے زر و مال پیدا کیا تھا ویسے ہی تم ہمارے پاس آئے ہو اور جو ہم نے تم کو دنیا کی نعمتیں عطا کی تھیں جو تمہارے غرور کے باعث ہوئی تھی ان کو تو تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے ہو نہ تو کچھ مال ہی ساتھ لائے اور نہ ہی تمہارے ساتھ سفارشی نظر آتے ہیں جن کو تم اپنے حق میں ہمارا شریک اور ساجھی سمجھے ہوئے تھے اور یہ جانتے تھے کہ وہ تم کو ہمارے عذاب سے رہائی دے سکیں گے کیا ہوا آج تمہارے تعلقات سب ٹوٹ گئے اور جو تم اٹکل پچو گمان فاسد کیا کرتے تھے تم کو سب بھول گئے۔ پس اے مشرکو خدا کے بندوں کو خدائی میں ساجھی سمجھنے والو سنو اور غور سے سنو خدا کی سی صفات کاملہ جس میں نہ ہوں ہرگز اس سے نفع و نقصان کا خیال مت کرو منجملہ صفات خداوندی کے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

خدا دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے وہی جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے

مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ

نکالتا ہے یہی اللہ ہے پھر تم کدھر کو بہکے چلے جاتے ہو صبح کو روشن کرتا ہے اسی نے رات کو

سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ

آرام کے لیے اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے پیدا کیا ہے یہ اندازہ بڑے غالب بڑے ہی علم والے کا ہے اسی نے

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ

تمہارے لئے ستارے بنائے ہیں کہ تم ان کے ساتھ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں راہ پاؤ

فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

علم والوں کے لئے ہم نے نشان بتلا دیے ہیں اور اسی نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا ہے

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

پھر تمہارے لئے قرار گاہ اور ٹھہراؤ ہے جو لوگ سمجھتے ہیں ان کے لئے ہم نے کھلے کھلے نشان بتلا دیے ہیں

یہ ہے کہ خدا دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے وہی جان دار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے منی اور انڈے سے زندہ حیوانات پیدا کر دیتا ہے اور زندوں سے مرے ہوؤں کو الگ کرتا ہے- یہی اللہ سچا معبود ہے پھر تم کدھر کو بہکے چلے جاتے ہو؟ کہ اس حقیقی مالک کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے استمداد کرتے اڑے وقتوں میں غیروں کو پکارتے ہو سنو صبح کو بھی وہی روشن کرتا ہے اسی نے رات کو آرام کے لیے اور سورج اور چاند کو علاوہ اور فوائد کے حساب کے لیے پیدا کیا ہے مجال نہیں کہ اپنے موسم کے لحاظ سے ایک منٹ بھی آگے پیچھے ہو جائیں- بھلا کیوں کر ہوں؟ یہ بھی کوئی میل ٹرین ہے جو باوجود تار برقی وغیرہ انتظامات کے عموماً لیٹ ہو کر پہنچتی ہے جس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اوقات مقرر کرنے والوں کو آئندہ کی مشکلات کا پورا علم نہیں ہوتا ہے کہ فلاں وقت کیا حادثہ پیش آئے گا؟ نہ ہی جب کوئی حادثہ پیش آئے تو اس کو رفع دفع کرنے کی ان میں طاقت ہوتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے اوقات مقررہ میں فتور آجاتا ہے یہ چاند سورج کا اندازہ اور تعین اوقات تو بڑے غالب بڑے ہی علم والے کا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر مطلقاً نہیں ہوتی اسی پر اس کی قدرت بس نہیں اور سنو اسی نے تمہارے لئے ستارے بنائے ہیں کہ تم ان کے ساتھ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں راہ پاؤ علم داروں اور سمجھ داروں کے لیے ہم نے اپنی قدرت کے نشان بتلا دیئے ہیں تمہیں بھی عقل اور علم ہے تو نتیجہ پاؤ- اور سنو ادھر ادھر کیوں جاؤ؟ اپنے نفس میں ہی غور کرو اسی نے تم سب کو ایک جان آدمؑ سے پیدا کیا ہے پھر تمہارے میں سے بعض کے لئے دنیا کو قرار گاہ اور بعض کو عارضی ٹھہراؤ ہے یعنی کوئی تو ایک مدت دراز تک اس میں رہتا ہے اور کوئی چند روز بلکہ بعض چند لمحے ہی ٹھہر کر چل دیتے ہیں جو لوگ سمجھتے ہیں ان کے لیے ہم نے کھلے کھلے نشان بتلا دیئے ہیں

وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ
ہم ہی تمہارے لئے اوپر سے پانی اتارتے ہیں پھر اس کے ساتھ ہر قسم کی انگوریاں نکالتے ہیں

شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ
پھر ان میں سے سبزہ باہر لاتے ہیں اور اس میں سے گتھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور

النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ
کھجوروں کے گابھے میں سے جھکے ہوئے گچھے نکلتے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور اناروں کے باغ پیدا

وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ
کرتے ہیں جن کے پھل متشابہ ہوں اور غیر متشابہ ان کے پھلوں کی طرف دیکھو جب نکلتے ہیں

وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ
اور پکتے ہیں بیشک ماننے والوں کے لئے اس میں بڑے ہی نشان ہیں اور جنوں کو انہوں نے

شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۢ
خدا کا ساجھی بنا رکھا ہے حالانکہ خدا نے ان کو پیدا کیا ہے اور محض جہالت سے اس کے بیٹے بیٹیاں

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ
گھڑ رہے ہیں

اور سنو ہم (خدا) ہی تمہارے لئے اوپر سے پانی اتارتے ہیں پھر اس پانی کے ساتھ ہر قسم کی انگوریاں نکالتے ہیں پھر ان میں سے سبزہ باہر لاتے ہیں اور اس سبزہ میں سے گتھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور ہماری ہی قدرت اور اجازت سے کھجوروں کے گانٹھے میں سے جھکے ہوئے گچھے نکلتے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور اناروں کے باغ پیدا کرتے ہیں جن کے پھل کوئی تو آپس میں مشابہ ہوں اور کوئی غیر مشابہ مثلاً آم ہیں کہ ایک قسم کے دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور دوسری قسم کے نہیں ذرا غور سے ان چیزوں کے پھلوں کی طرف دیکھو جب نکلتے ہیں اور پکتے ہیں کیا ہی ان سے قدرت صانع نمودار ہوتی ہے بے شک راستی کے ماننے والوں کے لئے اس میں بڑے نشان ہیں یعنی جن کو راستی سے محبت ہے اور راستی کے ماننے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں وہ اس میں غور کریں تو ان کو اپنے خیالات کی تصحیح ہو سکتی ہے اور یہ تیری قوم کے لوگ تو ایسے ہیں کہ بجائے ہدایت اور راستی اختیار کرنے کے ہر بات میں الٹے چلتے ہیں سب سے مقدم بات خدا کی معرفت ہے یہ اس میں بھی کج رو ہیں دیکھو تو کیا ہی حماقت ہے کہ جنوں کو انہوں نے خدا کا ساجھی بنا رکھا ہے ہزار دفعہ سن چکے ہیں کہ جو کام خدا نے اپنے قبضے میں رکھے ہیں ان میں کسی غیر سے استمداد کرنا شرک ہے مگر یہ ایسے نادان ہیں کہ جب کسی جنگل میں ڈیرہ لگاتے ہیں تو پہلے (نعوذ[1] بسید ھذا الوادی) کہہ لیتے ہیں حالانکہ خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ خود اس کے محتاج ہیں تو پھر یہ اتنا بھی نہیں جانتے جو خود محتاج ہوئے دوسرے کا بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا؟ اور سنو کہاں تک ان کی نالائقی کا اظہار کیا جائے محض جہالت سے اس خدا کے بیٹے اور بیٹیاں اپنی طرف سے گھڑ رہے ہیں فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور اللہ کے صلحا بندوں کو اس کے

[1] یعنی ہم اس جنگل کے سردار کی پناہ میں آتے ہیں سردار سے مراد جن ہے۔

سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۝ بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ

وہ ان کی اس بیہودہ گوئی سے پاک اور بلند ہے۔ وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے

اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ

اس کی اولاد کہاں سے ہو جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں اس نے سب کو پیدا

شَىۡءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ۚ لَاۤ

کیا اور وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اس کے

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ فَاعۡبُدُوۡهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

سوا کوئی معبود نہیں یہی ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا ہے پس تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر ایک چیز کا

شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ ۝ لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ ۚ

متولی ہے۔ اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں وہ سب آنکھوں کو دیکھتا ہے

وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ۝ قَدۡ جَآءَكُمۡ بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ

اور وہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔ تمہارے پروردگار کی روشنی تمہارے پاس آچکی ہے

فَمَنۡ اَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِهٖ ۚ

پس جو روشنی لے گا اسی کا بھلا ہے

بیٹے بناتے ہیں وہ خدا ان کی بے ہودہ گوئی سے پاک اور بلند ہے وہ تو سب آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس کی اولاد کہاں سے ہو؟ جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں اس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ پھر اس کا بیٹا یا بیٹی کون ہو سکتا ہے کیا حادث قدیم کے ہم جنس ہو سکتا ہے؟ اس کا علم بھی اس قدر وسیع ہے کہ وہ ہر ایک چیز کو خواہ کہیں بھی ہو جانتا ہے دنیا میں کون ہے جو اس وسیع علم کا مدعی ہو جب دونوں صفتیں (خلق اور علم) سوائے اس کے کسی میں نہیں تو یقیناً جانو کہ یہی اللہ پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں یہی ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا ہے پس تم اسی کی عبادت کرو وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور سب کا متولی ہے مجال نہیں کوئی چیز اس کے حکم سے خارج اور سرتاب ہو سکے۔ اس کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی وہ سب آنکھوں اور آنکھوں والوں کو دیکھتا ہے اور وہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔ وہ کسی آنکھ کان کا محتاج نہیں اسکی ذات ہی مجمع اوصاف حمیدہ ہے پس تو ان سے کہہ لوگو تمہارے پروردگار کی روشنی اور ہدایت یعنی قرآن جس میں سچے اور صحیح عقائد مذکور ہیں تمہارے پاس آچکے ہیں پس جو روشنی لے گا اسی کا بھلا ہو گا۔

وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ

اور جو اندھا بنے گا اسی پر وبال ہے اور میں تم پر محافظ نہیں۔ اسی طرح

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

ہم احکام بتلاتے رہیں گے جس پر یہ کہیں گے کہ تو پڑھ آیا ہے اور علم والوں کے لئے ہم واضح کر کے بتلا دیں گے

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ

جو۔ تیرے پروردگار کے ہاں سے تجھے ملا ہے تو اسی کی پیروی کر اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے ساجھی بتلانیوالوں

الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ

سے کنارہ کر۔ اور اگر خدا چاہتا تو یہ کبھی بھی شرک نہ کرتے ہم نے تجھے ان پر

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ

محافظ نہیں بنایا اور نہ تو ان پر تعینات ہے۔ اور جنہیں یہ لوگ

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو گالیاں نہ دینے لگو

جو دانستہ اندھا بنے گا اسی پر وبال ہوگا۔ نہ کسی کی نیکی سے کسی کو فائدہ نہ کسی کی برائی سے کسی کا نقصان اور میں تم پر محافظ تو ہوں نہیں کیونکہ تمہاری کج روی کا سوال مجھ سے ہو اسی طرح ہم (خدا) اپنے احکام بتلاتے رہیں گے جس پر انجام یہ ہوگا کہ سمجھنے والے سمجھیں گے اور کہنے والے تجھے بھی کہیں گے کہ تو کہیں سے پڑھ آیا ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے ورنہ تو بھی ہمارے میں سے تھا تجھ میں کونسی زیادتی ہے جو تو ایسی باتیں نئی نئی کہتا ہے اور علم والوں کے لیے ہم واضح کر کے بتلادیں گے وہ ان کے ایسے کہنے سے قرآن کی صداقت سمجھ لیں گے پس جو تیرے پروردگار کے ہاں سے تجھے ملا ہے تو اسی کی پیروی کر کیوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تو اسی کا ہو رہ اور اس کا ساجھی بتانے والوں سے کنارہ کر اور یہ بھی سن رکھ کہ اگر خدا چاہتا تو یہ کبھی بھی شرک نہ کرتے کیا اس کے قہری حکم کو بھی کوئی مانع ہو سکتا ہے ایک دم میں سب کافروں کو اسلام میں لا سکتا ہے لیکن وہ ایسے اختیاری کاموں میں جبر نہیں کیا کرتا پس تو صبر کر کیوں کہ تجھے ان پر محافظ نہیں بنایا کہ خواہ مخواہ ان کی نگرانی تیرے ذمہ ہو اور نہ تو ان پر تعینات ہے کہ افسروں کی طرح ماتحتوں کی نالائقی پر تجھے عتاب ہو یہ تعلیم تو اپنے تابعداروں کو بھی سنادے اور بتلادے کہ تم اپنے کام کئے جاؤ اور غصہ میں آکر جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں یعنی ان کے مصنوعی معبودان کو کہیں گالیاں نہ دینے لگو

شان نزول

[1] (ولا تسبوا الذین) بعض دل چلے مسلمان جوش میں آکر مشرکوں کے معبودوں کو برا بھلا کہہ دیا کرتے تھے ان کے روکنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ راقم کہتا ہے یہ ایک نہایت پاکیزہ اصول ہے کہ مناظرہ میں فریق ثانی کے بزرگوں کو انہی لفظوں سے یاد کرنا چاہیے جن لفظوں سے ہم اپنے بزرگوں کا نام سننا چاہیں افسوس ہے کہ زمانہ حال میں اس طریق کی گفتگو بہت ہی کم ہو جاتی ہے جسکا نتیجہ بھی ظاہر ہے۔

فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

نہیں تو بے سمجھی سے ضد میں آکر اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے ہر ایک فرقہ کو اپنے ہی عمل بھلے معلوم ہوں

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَ

پھر اپنے پروردگار کی طرف ان کو لوٹنا ہوگا پس وہ ان کے کاموں سے ان کو اطلاع دے گا

اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ

مضبوط حلف[1] اٹھاچکے ہیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی نشان آئے تو ضرور مان لیں گے

بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ

تو کہدے کہ نشانات سب اللہ کے پاس ہیں

نہیں تو بے سمجھی سے ضد میں آکر تمہارے جلانے کو سچے معبود جس کا نام اللہ ہے اس کو گالیاں دینے لگیں[2] گے کیوں کہ ہر ایک فرقہ کو اپنے ہی عمل بھلے معلوم ہوں[3] پس تاوقتیکہ وہ اپنی غلطی سے باقاعدہ مطلع نہ ہوں کیوں کر ان کو چھوڑیں؟ پھر گالیاں دینے سے بجز بداخلاقی کے کیا نتیجہ آخر اپنے پروردگار کی طرف ان کو لوٹنا ہوگا پس وہ ان کے کاموں سے ان کو اطلاع دے گا۔ گالیاں تو یوں بھی ایک قبیح اور مذموم طریق ہے خاص کر ایسے لوگوں کو جو اعلیٰ درجہ کے ضدی ہونے کے علاوہ دروغ گو بھی ہوں ناحق ایک بدزبانی کا موقع دینا ہے دیکھو تو ہر بار مضبوط مضبوط حلف اٹھاچکے ہیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی نشان آوے یعنی محمد ﷺ کوئی معجزہ دکھادیں تو ہم ضرور مان لیں گے اور اس پر ایمان لے آئیں گے مگر پھر کئی معجزات دیکھ کر بھی ویسے ہی اڑے ہوئے ہیں اور ہمیشہ ایک دیکھ کر نئی فرمائش کر دیتے ہیں اس لئے تو ان کے قطعی فیصلہ کو ان سے کہہ دے کہ نشانات اللہ کے پاس ہیں۔

شان نزول

[1] (اقسموا باللہ جھد ایمانھم) مشرکین تو کوئی نہ کوئی پہلو اس بات کا ہمیشہ سوچا کرتے ہیں کہ جس طرح ہو سکے ہمارا غلبہ رہے بعض دفعہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کرتے کہ اگر آپ حضرت موسیٰ کی طرح عصا وغیرہ کا معجزہ دکھائیں تو ہم آپ کو مان لیں گے لیکن کاش دلی اخلاص سے کہتے بلکہ اس میں یہ سوچتے تھے کہ سردست تو ایک عذر ملے بعد ظہور معجزہ کوئی اور بات تراشنے لگے ایسوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (معالم بتفصیل منہ)

[2] افسوس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی باایں ہمہ دعوی مسیحیت و مہدویت و مجددیت اور کیا نہیں کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو بے نقط سنائیں اور عذر یہ کریں کہ میں یسوع کو جو عیسائیوں کا مصنوعی معبود ہے گالیاں دیتا ہوں مسیح کو نہیں عذر گناہ بدتر از گناہ شاید مرزا صاحب نے اس آیت کے بھی کوئی جدید معنے سوچے ہوں کیوں نہ ہو مجدد بھی ہیں۔۔

تم مسلمانوں کو بھی توان کا حال معلوم نہیں کہ ان کے دلوں میں کیا کیا خیالات واہیہ اور گمان فاسدہ بھرے ہوئے ہیں ؟ چونکہ ان کے دلوں سے ہم (خدا) ہی واقف ہیں اس لئے ہم جانتے ہیں کہ وہ کسی قسم کے معجزے کے آنے پر بھی ایمان نہ لاویں گے اور ہم ان کے دلوں کو اور آنکھوں کو حق بینی سے پھیر دیں گے کیوں کہ پہلی دفعہ اس نشان پر ایمان نہیں لائے اور محض ضد سے انکاری ہوئے اور مسخری میں واہی تباہی سحر اور جادو کہتے رہے اور ہم ان کو انہی کی سرکشی میں چھوڑے رکھیں گے کیونکہ ہمارے ہاں عام قاعدہ ہے کہ جو کوئی ہم سے مستغنی اور بے پرواہ بنتا ہے ہم بھی اسکو اسی طرف سونپ دیتے ہیں-

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ

اور اگر ہم فرشتوں کو ان کے سامنے اتارتے اور مردے بھی ان سے باتیں کرتے اور سب چیزوں کو ان کے سامنے کھڑا

شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

کردیتے تو بھی ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا چاہتا (تو سیدھا کر دیتا) لیکن بہت سے لوگ ان میں سے جہالت کرتے ہیں

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ

اسی طرح ہم نے شریر انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے ایک دوسرے کو دھوکہ بازی سے بیہودہ

اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

باتیں پھونکتے رہتے ہیں اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو ایسا نہ کرتے پس تو ان کی اور ان کی افترا پردازیوں کی پروانہ

يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْــِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

نہ کر۔ اور کسی طرح قیامت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل اس کی طرف جھکیں اور وہ اس کو

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

پسند کریں اور یہ جو کمانا چاہیں کمائیں۔

ان کے استغنااور سرکشی کی نوبت تو یہاں تک پہنچی ہے کہ اگر ہم جیسا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ فرشتے رسول ہو کر کیوں نہیں آتے ؟ آسمان سے فرشتوں کوان کے سامنے اتارتے اور وہ اگر ان کو بزبان خود تعلیم دیتےاور مردے بھی ان سے باتیں کرتے اور سب غیب چیزوں کو جو آئندہ کو ہونے والی ہیں لاکر ان کے سامنے کھڑا کر دیتے گویا قیامت ابھی ان کے سامنے قائم ہو جاتی تو بھی یہ کسی صورت پختہ ایمان نہ لاتے ہاں خدا چاہتا تو یکدم سیدھا کر دیتا مگر خدا کسی پر اختیاری کاموں میں جبر نہیں کیا کرتا لیکن بہت سے لوگ ان میں سے جہالت اور نادانی کرتے ہیں جو سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہمارا دین اور طریق خدا کو پسند نہ ہوتا تو ہم کو اس میں پیدا ہی کیوں کرتا یا کفر و شرک خدا کو پسند نہ ہو تو وہ کفر کرنے والوں کو کیوں یکدم تباہ اور ہلاک نہیں کر دیتا تو مخالفوں کی مخالفت سے گھبرا نہیں اسی طرح قدیم سے چلی آئی ہے ہم نے شریر انسانوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے ان کی طبائع ہی اس مخالفت کی مقتضی ہیں بعض شریر دوسرے کو دھوکہ بازی سے بے ہودہ اور لغو باتیں پھونکتے رہتے ہیں کوئی کسی بت کی طرف بخیال طمع جھکاتا ہے کوئی کسی قبر اور قبر والے سے التجاء کرواتا ہے اور جی میں خیال ڈال دیتا ہے کہ یہاں سے فلاں آدمی کو مراد ملی تھی جو کوئی یہاں باخلاص قلبی نذر چڑھاتا ہے وہ ضرور مراد پاتا ہے غرض

کسی سے بت پرستی ہے کراتا   کسی کو ہے وہ قبروں پر جھکاتا

پس تو ان کی پرواہ نہ کر اور ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کی پرواہ نہ کر خدا کی طرف ہمہ تن مصروف ہو ایک پاجیانہ حرکت سے ان کو کئی ایک غرضیں ملحوظ ہوں ایک تو اپنے واہیات خیال لوگوں میں پھیلانے اور بڑی بہادری غرض یہ کہ کسی طرح قیامت کی جزا سزا پر ایمان نہ لانے والوں یعنی بے ایمانوں کے دل ان کی طرف جھکیں اور وہ اس طریق کو پسند کریں اور یہ بتوں کے پجاری اور قبروں کے مجاور جو کمانا چاہیں کمائیں ساری بات کا خلاصہ تو یہ ہے کہ "این ہمہ از پئے آنست کہ زرمی خواہد" تجھے بھی ایسی باتیں سنا کر کسی آدمی کے فیصلے کی طرف بلائیں تو

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ

(تو کہہ دیجو) کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں؟ اسی نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری ہے

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ

اور جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ یقینی جانتے ہیں کہ جو کچھ خدا کی طرف سے اترا ہے حق ہے پس تو ہرگز

مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ

شک مت کیجو اور تیرے رب کے فیصلے صدق اور عدل سے بھرپور ہیں کوئی اس کے حکموں

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۱۵﴾ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ

کے بدلنے والا نہیں وہی سب کی سنتا اور جانتا ہے اور اگر تو زمین کے باشندوں میں سے اکثر کے پیچھے ہوا تو ضرور

عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ إِنْ يَّتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۱۱۶﴾

تجھ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے وہ تو صرف اپنے خیالات پر چلتے ہیں اور نری انکلیں ہی دوڑاتے ہیں

(تو کہہ دیجئے) کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو منصف بناؤں اسی ذات پاک نے تو تمہاری طرف مفصل کتاب قرآن اتاری ہے جس میں کوئی کسی طرح کا ایچ پیچ ہی نہیں لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے وہ سیدھی تعلیم کو نہیں مانتے اور جن کو ہم نے کتاب اللہ کی سمجھ دی ہے وہ یقینی جانتے ہیں کہ جو کچھ خدا کی طرف سے تجھ پر اترا ہے حق اور واجب العمل ہے پس تو ان بے دینوں کی ایسی ویسی باتوں سے ہرگز شک مت کیجو اور سن رکھ کہ تیرے رب کے فیصلے صدق اور عدل سے بھرپور ہیں ممکن نہیں کہ اس کے احکام اور مواعید میں کبھی خلاف ہو کیونکہ اس کی ذات کذب کچھ اور عجز سے پاک ہے کوئی دوسرا اس کے حکموں کو بدلنے والا نہیں وہی خدا سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔ مناسب موقع سب کچھ کر دے گا تو اسی کے ہو رہو اور اس خیال کو دل سے نکال دے کہ اکثر لوگ جس طرف بلائیں اس میں فائدہ ہوتا ہے سن رکھ اگر تو زمین کے باشندوں میں سے اکثر کے پیچھے ہوا تو ضرور تجھ کو اللہ کی راہ سے بہکائیں گے کیونکہ وہ تو صرف اپنے خیالات پر چلتے ہیں اور نری انکلیں ہی دوڑاتے ہیں جو کچھ کریں تو اس سے بے فکر رہ

شان نزول

لے (وان تطع اکثر) جہاں بھی بری بلا ہوتے ہیں مردار اور ذبیحہ کی نسبت گفتگو کرتے ہوئے مشرکین عرب کہا کرتے کہ صاحب عجب بات ہے کہ تم لوگ خدا کا مارا ہوا نہیں کھاتے اور اپنا مارا ہوا کھا لیتے ہو پھر اس دعوے کو اپنی کثرت سے مدلل بھی کیا کرتے کہ ہم چونکہ تعداد میں تم سے زیادہ ہیں اس لیے تم کو چاہیے کہ ہمارے مذہب کو اختیار کرو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم) راقم کہتا ہے اس آیت نے قطعی فیصلہ دیا ہے کہ کسی جماعت کی محض کثرت بغیر قوت دلیل کے ہرگز اس جماعت کی حقیقت کو متلزم نہیں بلکہ صداقت اور حقانیت کے لیے قوت دلیل ضروری ہے۔ راقم کہتا ہے اسی طرح ایک دفعہ کسی ملحد نے اپنے باورچی مسلمان سے یہ سوال کیا کہ آپ لوگ خدا کا مارا ہوا جانور کیوں نہیں کھاتے اور اپنا مارا ہوا کھا لیتے ہو باورچی اس وقت تو خاموش رہا تھوڑی دیر بعد آقا مذکور نے لیمونیٹ طلب کیا تو باورچی مذکور سفید پیشاب کا گلاس بھر کر لے آیا آقا خفا ہوا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ باورچی نے بڑے ادب سے عرض کیا حضور اپنا بنایا ہوا سوڈا واٹر پیتے ہیں اور خدا کا بنایا ہوا نہیں پیتے یہ سن کر ملحد خاموش ہو گیا۔

فبهت الذی كفر

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا

جو لوگ خدا کی راہ سے بھٹکتے ہیں تیرا پروردگار ان کو خوب جانتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر چلنے والوں سے بھی خوب واقف ہے۔ پس تم اگر

ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ

اللہ کے حکموں کو مانتے ہو تو جن چیزوں پر خدا کا نام ذکر ہو انہی کو کھاؤ۔ اور خدا کا نام جن چیزوں پر ذکر کیا جائے ان کے نہ کھانے

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

میں تمہارا کیا عذر ہے جبکہ خدا نے حرام چیزیں تم کو مفصل بتلا دی ہیں مگر مجبوری کی حالت میں معاف بھی ہے اور بہت سے لوگ

لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا

بلا تحقیق اپنی خواہشوں کے مطابق گمراہ کرتے ہیں یقیناً تیرا پروردگار حدود اطاعت سے گزر جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اور

ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا

ظاہری باطنی گناہ چھوڑ دو' جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ اپنی کرتوتوں کے بدلے پائیں گے

يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ

اور جن چیزوں پر اللہ کا نام ذکر نہ ہو ان کو مت کھایا کرو یہ کھانا یقیناً بدکاری ہے' اور

الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ

شیاطین اپنے ڈھب کے لوگوں کو شبہات ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کے پیچھے چلے تو تم بھی مشرک

جو لوگ خدا کی راہ سے بھٹکتے ہیں' تیرا پروردگار ان کو خوب جانتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر چلنے والوں سے بھی خوب واقف ہے پس تم مسلمانو! ان گمراہوں کی چال نہ چلو جو غیر اللہ کے نام کی چیزیں اور خود مردہ جانور بھی سب کھا جائیں اور مسلمانوں پر حلت حرمت کے مسئلہ میں معترض ہوں' ان کی ایسی باتیں لایعنی ہیں' اگر تم اللہ کے حکموں کو مانتے ہو تو جن چیزوں پر خدا کا نام ذکر ہو انہی کو کھاؤ اور ان کے سوا تقربا غیر اللہ کے نام پر پکاری ہوئی کوئی چیز مت کھاؤ۔ خدا کا نام جن چیزوں پر ذکر کیا جائے ان کے نہ کھانے میں تمہارا کیا عذر ہے؟ جبکہ خدا نے حرام چیزیں سب تم کو مفصل بتلادی ہیں پس حلال کھاؤ اور حرام سے بچو مگر مجبوری اور لاچاری کی حالت میں معاف بھی ہے یعنی اگر ایسی حالت میں تم ہو کہ حلال طعام تم کو نہ ملے اور بغیر حرام ماکول کے گزارہ محال ہو تو تھوڑا سا بقدر سلامتی جس سے تمہاری جان بچ کھالو تو معاف ہے اور یاد رکھو بہت سے لوگ دنیا میں ایسے بھی ہیں کہ بلا تحقیق اپنی خواہشوں کے مطابق لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں تو بے فکر رہ یقیناً تیرا پروردگار حدود اطاعت سے گذر جانے والوں کو خوب جانتا ہے' تم ان کی بد صحبت سے دور رہو اور ظاہری باطنی گناہ چھوڑ دو' نہ مجالس میں بداخلاقیاں کرو' نہ پوشیدگی میں' کیونکہ جو لوگ گناہ کے کام کرتے ہیں وہ اپنی کرتوتوں کے برے بدلے پائیں گے اور سنو بڑا ضروری کام تمہارا یہ ہے کہ تم خدا کے ساتھ تعلق مضبوط رکھو اور ماسوا سے بے نیاز رہو اس تعلق خداوندی کا ظاہری نشان یہ ہے کہ جن چیزوں پر اللہ کا نام ذکر نہ ہو ان کو مت کھایا کرو یعنی جن اشیاء پر خدا کے سوا غیر کا نام بطور تقرب پکارا جائے یا دل میں خیال غیر کا رکھا جائے کہ وہ اس کو قبول کر کے مراد پوری کردے یا کرادے تو ایسی چیزوں کو خواہ جانور ہوں یا دیگر قسم اشیاء خوردنی ان کو مت کھاؤ اور سمجھ رکھو کہ یہ کام یعنی اس قسم کی چیزوں کا کھانا یقیناً بدکاری ہے اور یہ مشرک جو تم سے آکر کج بحثی کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شیاطین اپنے ڈھب کے لوگوں کو شبہات ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑیں' یا اسی کا نتیجہ ہے کہ مشرکین تم سے کج بحثی کرتے ہیں اور اگر تم ان کے کہنے میں آکر ان کے پیچھے چلے

لَمُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى

بن جاؤ گے- کیا ہم جو کسی بے علم کو علم دین اور اس کو نور عطا کریں اور وہ لوگوں میں روشنی پھیلاتا ہے اس جیسا ہے

النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا‌ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ

جو کئی اندھیروں میں ہے کہ ان سے نکل ہی نہیں سکتا اسی طرح کافروں کو

مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا فِىۡ كُلِّ قَرۡيَةٍ اَكٰبِرَ مُجۡرِمِيۡهَا

اپنی بدکاریاں بھلی معلوم ہوا کرتی ہیں- اور اسی طرح ہم نے ہر ایک بستی میں بدکاروں کو بڑا بنا رکھا ہے

لِيَمۡكُرُوۡا فِيۡهَا‌ ؕ وَمَا يَمۡكُرُوۡنَ اِلَّا بِاَنۡفُسِهِمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ

کہ اس میں داؤ چلائیں جتنی کچھ داؤ بازیاں کرتے ہیں اپنے ہی حق میں کرتے ہیں اور وہ نہیں سمجھتے- جب کبھی ان کے

اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّـؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ‌ ؕ‌ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ

پاس کوئی نشان آتا ہے تو کہتے ہیں کہ جب تک ہمیں بھی خدا کے رسولوں کی طرح نہ ملے ہم نہیں مانیں گے خدا جس جگہ

حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ‌ ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَ

اپنی رسالت سپرد کرتا ہے اس کو خوب جانتا ہے بدکاروں کو ان کی داؤ بازی کی وجہ سے اللہ کے ہاں سے ذلت اور

عَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ

دکھ کی مار پہنچے گی- پس جس کو خدا ہدایت کرنا چاہے اس کا سینہ

صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ‌ ۚ

اسلام کے قبول کرنے کو کھول دیتا ہے

تو تم بھی مشرک بن جاؤ گے 'کیا یہ نادان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ہم یعنی خدا جو کسی بے علم کو جو مثل بے جان کے ہے علم دین اور اس کو نور اور روشنی عطا کریں 'وہ لوگوں میں روشنی پھیلاتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ لوگ بھی مثل میری ہدایت یاب ہوں کیا وہ اس جیسا ہے جو کئی ایک جہالت کے اندھیروں میں محبوس ہے ایسا کہ ان اندھیروں سے نکل ہی نہیں سکتا 'کچھ شک نہیں کہ علم دار مثل جاندار کے ہے اور بے علم جاہل مثل بیجان کے ہے مگر ان جاہلوں کو اپنی ہی جہالت بھلی معلوم ہوتی ہے ہمیشہ سے اس طرح کافروں کو اپنی ہی بدکاریاں شرک کفر بھلی معلوم ہوا کرتی ہیں جیسے تیرے مخالف بڑے بڑے دولت مند لوگ ہیں اسی طرح ہم نے ہر ایک بستی میں بدکاروں کو بڑا بنا رکھا ہے کہ وہ علاوہ اپنی بدکاریوں کے اس بستی میں جی کھول کر داؤ چلائیں اور لوگوں کو بہکائیں اور اپنے سوار پیادے دوڑا لیں کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے 'جتنی کچھ داؤ بازیاں کرتے ہیں اپنے ہی حق میں کرتے ہیں اور وہ نقصان کو نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں ؟ ان لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ کسی کی نہ سنتے ہیں نہ مانتے ہیں جب کبھی ان کے پاس کوئی نشان معجزہ وغیرہ آتا ہے یعنی محمد ﷺ سے کوئی معجزہ یا نشان قدرت خداوندی اور دلیل صحت نبوت محمدی کو دیکھتے ہیں تو بجائے تسلیم کرنے کے کہتے ہیں کہ جب تک ہمیں بھی خدا کے رسولوں کی طرح براہ راست پیغام نہ ملے ہم نہیں مانیں گے -خدا جس جگہ اور جس شخص کو اپنی رسالت اور پیغام رسانی سپرد کرتا ہے اس کو خوب جانتا ہے 'ان بدکاروں کو ان کی بدکرداری اور داؤ بازی کی وجہ سے اللہ کے ہاں ذلت اور سخت دکھ کی مار پہنچے گی تو جانیں گے 'پس یہ سن رکھیں آئندہ کی جانے دیں اسی دنیا میں پہچان لیں کہ خدا کے ہاں نیک و بد کی یہی تمیز ہے کہ جس کو خدا ہدایت کرنا چاہے اس کا سینہ بے کینہ اسلام کے قبول کرنے کو کھول دیتا ہے تمام مسائل اسلامیہ اسکی سمجھ میں آجاتے ہیں-

وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى

اور جس کو گمراہ ہی کرنا چاہے اس کے سینہ کو نہایت تنگ کر دیتا ہے گویا آسمان پر اس کو

السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۞ وَهٰذَا

چڑھنا پڑتا ہے' اسی طرح خدا بے ایمانوں پر پھٹکار ڈالا کرتا ہے- اور یہی

صِرَاطُ رَبِّكَ مُسۡتَقِيۡمًا ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ۞ لَهُمۡ دَارُ

تیرے پروردگار کی سیدھی راہ ہے جو لوگ نصیحت پانے کو ہوں ان کے لئے ہم نے کھلے کھلے نشان بیان کردیئے ہیں

السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَهُوَ وَلِيُّهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۞ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ

ان ہی کے لئے اللہ کے ہاں دارالسلام (سلامتی کا گھر) ہے اور ان کے اعمال کی وجہ سے خدا ہی ان کا متولی ہے- اور جس روز ان

جَمِيۡعًا ۚ يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ قَدِ اسۡتَكۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ ۚ وَقَالَ اَوۡلِيٰٓؤُهُمۡ مِّنَ

سب کو جمع کرے گا (کہے گا) اے جنوں کی جماعت! تم نے بہت سے آدمی گمراہ کیے' آدمیوں میں سے ان کے دوست کہیں گے

الۡاِنۡسِ رَبَّنَا اسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ وَّبَلَغۡنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِىۡۤ اَجَّلۡتَ لَنَا ؕ

یارب ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے اور جو وقت تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا وہ ہمیں آن پہنچا ہے خدا کہے گا

قَالَ النَّارُ مَثۡوٰٮكُمۡ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ۞

تم سب کا ٹھکانہ آگ ہے اسی میں ہمیشہ رہو گے' آگے خدا کا اختیار تیرا پروردگار بڑا باحکمت بڑے علم والا ہے

اور جس کو اس کی گردن کشی اور نخوت کی وجہ سے گمراہ کرنا چاہے اس کے سینے کو نہایت تنگ کر دیتا ہے' اسلام کا آسان سا مسئلہ بھی اس کی سمجھ میں بدقت اور دشواری آتا ہے بلکہ آتا ہی نہیں کیسے آئے اس کو تو اس میں غور کرنا ہی ایسا ناگوار ہے کہ گویا آسمان پر اس کو چڑھنا پڑتا ہے اسی طرح خدا بے ایمانوں پر پھٹکار ڈالا کرتا ہے تو سن رکھ اور لوگوں کو سنادے' یہی اسلام تیرے پروردگار کی سیدھی راہ ہے جو لوگ نصیحت پانے کو ہوں انکے لیے ہم نے اسی دعوی (صحت اسلام) کے کھلے کھلے نشان اور دلائل بیان کر دیے ہیں وہ اسی قرآن میں غور کرنے سے کامیاب ہو سکتے ہیں انہی کے لیے اس کے عوض اللہ کے ہاں دارالسلام ہے یعنی سلامتی کا گھر انہیں رہنے کو ملے گا اور ان کے نیک اعمال کی وجہ سے خدا ہی ان کا متولی ہے اس نے ان کی تولیت خود اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور جو لوگ خدا سے دور ہٹے ہوئے ہیں جس روز اللہ ان سب کو جمع کرے گا اور گمراہ کرنے والے یا گمراہی کا سبب بننے والے شیاطین سے (کہے گا) اے جنوں کی جماعت شیطانو! تم نے بہت سے آدمی دنیا میں گمراہ کئے اب بتلاؤ- آدمیوں میں سے ان کے دوست اور تابعدار یہ سمجھ کر کہ شاید ساری خفگی انہی بہکانے والوں پر پڑے گی جھٹ سے کہیں گے خداوندا دنیا میں ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں یعنی ان کے بہکائے ہوئے ہم برے کام کرتے اور یہ ہم کو بہکا کر اپنی من مانی بات پوری کرتے تھے جو وقت تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا اب ہم اس پر آپہنچے ہیں ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں تو جانتا ہے ہمارا اس میں قصور نہیں انہی لوگوں نے ہمیں خراب کیا تھا پس یہی مستوجب سزا ہیں خدا کہے گا تم سب کا ٹھکانہ آگ ہے اس میں ہمیشہ رہو گے سزا تو تمہاری یہی ہے آگے خدا کے اختیار- اگر کسی کو سزا سے رہا کرنا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے اور یہ اس کا چاہنا سراسر حکمت ہوتا ہے کیونکہ تیرا پروردگار بڑا باحکمت اور بڑے علم والا ہے جس طرح ان گرو چیلوں کو آگ میں رہنے کا حکم دیا ہے

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو ان کی کرتوتوں کی وجہ سے بعض کے ساتھ ملادیں گے۔ اے جنوں اور

وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ

انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو میرے حکم سناتے اور اس دن

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

کے ملنے سے تم کو ڈراتے تھے کہیں گے ہم خود اپنے مخالف گواہ ہیں اور ہم کو دنیا کی زندگی نے فریب دیا

وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ

تھا اور اپنے مخالف شہادت دیں گے کہ ہم کافر تھے۔ یہ اس لئے ہے کہ تیرا پروردگار

مُهْلِكَ الْقُرٰي بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ

لوگوں کو ظلم سے اور بے خبری میں ہلاک نہیں کیا کرتا۔ اور ہر ایک کی کمائی کے مناسب ان کو

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ

درجے ملیں گے، تیرا پروردگار ان کے کاموں سے بے خبر نہیں۔ اور تیرا پروردگار بے نیاز اور بڑی رحمت والا ہے اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ

تو تم سب کو دنیا سے اٹھالے جائے اور تم سے پیچھے جس کو چاہے خلیفہ بنادے جیسا کہ تم کو دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا

اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

جو تم کو وعدہ ملتا ہے ضرور آنے والا ہے اور تم (خدا کو) عاجز نہیں کر سکتے

اسی طرح ہم یعنی خدا ظالموں کو ان کرتوتوں کی وجہ سے بعض کے ساتھ ملادیں گے اور اس قسم کے بدکاروں کو ایک جا عذاب میں جمع کر کے کہیں گے اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تمھی میں سے پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو میرے حکم سناتے تھے اور اس دن قیامت کی جزاوسزا کے ملنے سے تم کو ڈراتے وہ کہیں گے ہاں ہم خود اپنے مخالف گواہ ہیں کہ بے شک رسول آئے تھے وہ یہ بھی تسلیم کریں گے کہ ہم کو دنیا کی زندگی میں فریب تھا اور اپنے مخالف شہادت دیں گے اور اقرار کریں گے اور مانیں گے کہ ہم کافر تھے یہ نبیوں کا بھیجنا تو اس لئے ہے کہ تیرا پروردگار لوگوں کو ظلم سے اور بے خبری میں ہلاک نہیں کیا کرتا۔ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کی طرف ہادی تو بھیجے نہیں جو ان کے برے بھلے کاموں میں تمیز بتلادیوے اور یوں ہی بے خبری میں ان پر تباہی ڈال دے اس لئے وہ ضرور نبی بھیجتا ہے اور ہدایت کرتا ہے پھر لوگ ایمان اور کفر کی وجہ سے خود ہی مختلف ہوں اور خدا کی طرف سے ہر ایک کی کمائی کے مناسب ان کو درجے اور مراتب ملیں گے کیونکہ تیرا پروردگار ان بندوں کے کاموں سے بے خبر نہیں جو کچھ بندے کرتے ہیں انہی کا فائدہ ہے اور تیرا پروردگار تو سب سے بے نیاز ہے اور بڑی رحمت والا ہے وہ ایسا بے نیاز ہے کہ اگر چاہے تو سب کو دنیا سے اٹھالے جائے اور تم سے پیچھے جس کو چاہے تمہارا خلیفہ اور جانشین بنادے جیسا کہ تم کو دوسری قوم کی نسل سے جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا پس تم یقیناً جانو کہ جو تم کو خدا کی طرف سے نیک وبد کاموں کا وعدہ ملتا ہے ضرور آنے والا ہے اور تم خدا کو کسی طرح کہیں بھاگ کر یا غائب ہو کر یا مقابلہ کر کے عاجز نہیں کر سکتے۔

قُلۡ يٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ اِنِّىۡ عَامِلٌ‌ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ تَكُوۡنُ

تو کہدے بھائیو اپنے طریق پر عمل کرو میں بھی عمل کئے جاتا ہوں جس کا انجام بخیر ہو گا تم خود ہی معلوم کرلو گے

لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ‌ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ۞ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ

ظالم لوگ مراد نہیں پایا کرتے۔ اور اللہ کی پیدا کی ہوئی

الۡحَـرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِيۡبًا فَقَالُوۡا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعۡمِهِمۡ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا‌ۚ فَمَا

کھیتی اور چوپایوں میں سے اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں پھر اپنے خیال میں سمجھ رکھتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے ساجھیوں کا

كَانَ لِشُرَكَآئِهِمۡ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ‌ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمۡ‌ؕ

پھر جو ان کے ساجھیوں کا ہو وہ تو اللہ کی طرف نہ جانے پاوے اور جو خدا کے حصہ کا ہو وہ ان کے ساجھیوں کی طرف پہنچ سکتا ہے۔

سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ۞ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيۡرٍ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ قَتۡلَ اَوۡلَادِهِمۡ

برے فیصلے کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے مشرکوں کو اولاد کا مار ڈالنا ان کے بنائے ہوئے معبودوں نے مزین کر دکھایا ہے

شُرَكَآؤُهُمۡ لِيُرۡدُوۡهُمۡ وَلِيَلۡبِسُوۡا عَلَيۡهِمۡ دِيۡنَهُمۡ‌ؕ

تاکہ ان پر تباہی لاویں اور ان کا دین ان پر مشتبہ کر ڈالیں

بلکہ جہاں تم ہوتے ہو وہیں اس کی پولیس اور فوج خود تمہارے اندر موجود ہے۔اگر تیری ایسی راست تعلیم بھی نہیں مانتے تو تو کہدے بھائیو پڑے اپنے طریق پر عمل کرو میں بھی میں کیے جاتا ہوں جس کا انجام بخیر ہوگا اور جس کو کامیابی ہوگی تم خود ہی معلوم کرلو گے یہ تو خدا کے ہاں قاعدہ مقررہ ہے کہ ظالم اور بے انصاف خصوصا خدا پر افترا گھڑنے والے انجام کار کسی طرح بامراد نہیں ہوا کرتے اصل یہ ہے کہ شرک تو ان میں ایسا جاگزیں ہو چکا ہے گویا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے آڑے وقت میں تو خدا کو پکارتے ہیں اور آسائش کے وقت کا یہ حال ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپایوں میں سے اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں اور ایک حصہ اپنے مصنوعی معبودوں کا پھر اپنے خیال میں خود ہی سمجھ رکھتے ہیں اور تعلق کو چھوڑتے ہیں کہ یہ حصہ مثلاً دائیں جانب کا ڈھیر تو اللہ کا ہے اور یہ مثلاً بائیں طرف کا انبار ہمارے خدا کے ساجھیوں کا جن کو وقت پر پکارا کرتے ہیں اور ان سے مدد چاہا کرتے ہیں باوجود اس کے پھر ان کے برتاؤ کی عجیب ہی کیفیت ہے کہ جو ان کے مصنوعی ساجھیوں کا ہو وہ تو کسی طرح ہوا وغیرہ سے اڑ کر بھی اللہ کی طرف نہ جانے پائے اور جو خدا کے حصہ کا ہے وہ کسی نابالغ بچے کے اٹھانے سے یا ہوا کے اڑانے سے غرض بوجہ من الوجوہ ان کے مصنوعی ساجھیوں کی طرف پہنچ سکتا ہے اس کی وجہ بھی سنو کیا بنا رکھی ہے کہتے ہیں کہ خدا تو بے نیاز ہے اسے کسی قسم کی حاجت نہیں اور نہ ہی وہ ایسی معمولی حرکات سے ناراض ہوتا ہے اور یہ ہمارے شریک اور پیر فقیر چونکہ درحقیقت مخلوق ہیں اس لیے ان کے حوصلے بھی اتنے نہیں یہ تھوڑی سی بات سے خفا ہو کر تباہی ڈال دیا کرتے ہیں۔ نالائق کیسے برے اور غلط فیصلے کرتے ہیں؟ اتنا بھی نہیں جانتے کہ پیدا تو سب کچھ خدا کرے یہ کون ہیں؟ جن کے ہم اس کے ساتھ حصے مقرر کر دیتے ہیں جس طرح اس فعل قبیح کی برائی ان کی سمجھ میں نہیں آتی بلکہ اس کو اچھا جانتے ہیں اسی طرح بہت سے مشرکوں کو مادہ اولاد کا مار ڈالنا ان کے بنائے ہوئے معبودوں نے مزین کر دکھایا ہے تاکہ انجام کار ان پر تباہی لاویں یعنی غضب الٰہی کے سبب بنیں اور ان کا اصل دین ان پر مشتبہ کر ڈالیں یعنی مشرکوں کا مادہ اولاد کو مار ڈالنا ان کے شرک کی شامت سے ہے کیونکہ شرک کرنے سے انسانی دماغ میں اس قسم کا فتور آجاتا ہے کہ وہ معمولی بد اخلاقیوں کو بد اخلاقی نہیں سمجھتا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ

اور اگر خدا چاہتا تو کبھی بھی یہ کام نہ کرتے پس تو ان کو اسی افترا پردازی میں چھوڑ دے- اور کہتے ہیں یہ چوپائے اور کھیتی

وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا

متروک الاستعمال ہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا مگر وہی جس کو ہم اپنے خیال میں چاہیں اور کئی ایک چوپائے ایسے بھی ہیں جن پر سوار ہونا

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا

حرام سمجھا گیا ہے اور کئی چوپایوں پر اللہ کا نام بھی ذکر نہیں کرتے خدا پر افترا کرتے ہیں خدا ان کی افترا پردازی کی سزا ان

يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ

کو دے گا- اور کہتے ہیں کہ جو ان چوپایوں کے پیٹ کے اندر بچہ ہے وہ صرف مرد کھائیں اور اگر وہ مرا ہوا ہو تو پھر

عَلٰٓی اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ

مرد عورت سب اس میں حصہ دار ہیں خدا ان کو اس بیان کا بدلہ دے گا بیشک وہ بڑا حکیم اور علیم

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا

ہے- جو لوگ اپنی اولاد کو بے وقوفی اور جہالت سے قتل کر ڈالتے ہیں اور خدا پر افترا باندھ کر خدا کے دیئے ہوئے

مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ

رزق کو حرام سمجھتے ہیں یہ بڑے ہی ٹوٹے میں ہیں

پس تو ان سے کنارہ کر اور یہ سمجھ رکھ کہ اگر خدا چاہتا تو کبھی بھی یہ کام نہ کرتے بھلا ان کی مجال تھی کہ اگر خدا ان کو ہدایت پر مجبور کرتا تو ہدایت یاب نہ ہوتے لیکن اس نے اختیاری افعال میں اختیار دے رکھا ہے کیونکہ جس فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا خیال نہ ہو اس کے کرنے پر ثواب اور نیک جزا مرتب نہیں ہوا کرتی یہی حکمت ہے کہ خدا ان کو جبرا ہدایت یاب نہیں کرتا پس تو ان کو اسی افتراء پردازی میں چھوڑ دے اور دیکھو تو کیسے من گھڑت مسئلے بنا رکھے ہیں؟ کہتے ہیں یہ چوپائے اور کھیتی متروک الاستعمال ہے ان کو کوئی نہیں کھا سکتا مگر وہی جس کو ہم اپنے خیال میں مناسب جان کر کھلانا چاہیں اور کئی ایک چوپائے ایسے بھی ہیں جن پر سوار ہونا حرام سمجھا گیا ہے اور کئی چوپایوں پر اللہ کا نام بھی ذکر نہیں کرتے بلکہ اپنے مصنوعی معبودوں کے نام پر ہی تصدق و قربان کریں ان ڈھکوسلوں اور مصنوعی مسائل کو خدا کی طرف نسبت کر کے خدا پر افترا کرتے ہیں خدا ان کی افترا پردازی کی سزا ان کو دے گا اور ایک بات بھی ان کی سنو یہ کہتے ہیں کہ جن کو ہم کان وغیرہ پھاڑ کر بحیرہ سائبہ وغیرہ بناتے ہیں جو ان چوپایوں کے پیٹ کے اندر بچہ ہے وہ اگر زندہ نکلے تو صرف ہمارے مرد کھائیں اور عورتوں کو ان کا کھانا منع ہے اور اگر وہ مرا ہوا ہو تو مرد عورت سب اس میں حصہ دار ہیں سب کھا سکتے ہیں اس کو یہ لوگ مسئلہ شرعی بتلاتے ہیں اور خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں خدا ان کو اس بیان کا بدلہ دے گا' بے شک وہ بڑا حکیم اور علیم ہے ہر ایک کے حال سے مطلع ہے اس کے کام سب باحکمت ہوتے ہیں دنیا میں جو کچھ وہ کرتا ہے کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا حتی کہ اگر کسی کو لڑکا دیتا ہے تو اس میں بھی حکمت ہوتی ہے اور اگر کسی کو لڑکی دیتا ہے تو وہ بھی حکمت سے خالی نہیں مگر یہ نادان نہیں جانتے ان کو یہ بھی خیال ہے کہ جس کے گھر لڑکی پیدا ہو وہ نہایت ذلیل ہے اس لیے یہ لڑکیوں کو موقع پا کر مار ڈالتے ہیں پس کچھ شک نہیں کہ جو لوگ اپنی مادہ اولاد کو بے وقوفی اور جہالت سے قتل کر ڈالتے ہیں اور محض اپنی تجویز سے خدا پر افترا باندھ کر بغیر حکم شریعت خدا کے دیے ہوئے حلال رزق کو حرام سمجھتے ہیں یہ لوگ بڑے ہی ٹوٹے میں ہیں

قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ

اور بھٹکے ہوئے اور راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں- خدا وہی ہے. جو باغ بیلدار اور غیر

وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ

بیلدار پیدا کرتا ہے اور کھجوریں اور کھیتی جو کھانے میں مختلف ہوتی ہے اور زیتون اور انار

مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ

ملتے جلتے اور مختلف اور جب پھلیں تو ان کا پھل کھاؤ اور کاٹنے کے روز خدا کا حق بھی دیا کرو

وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ

اور فضول نہ اڑایا کرو فضول خرچ کرنے والے خدا کو ہرگز نہیں بھاتے- اور خدا نے چوپاؤں میں سے بعض بوجھ بردار پیدا کئے ہیں

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

اور بعض زمین سے لگے ہوئے' اللہ کے دیئے ہوئے سے کھاؤ اور شیطان کی چال نہ چلو وہ تو تمہارا صریح

مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾

دشمن ہے

اور سیدھی راہ سے دور بھٹکے ہوئے ہیں اور راہ ہدایت سے ہٹے ہوئے ہیں ان جیسی سمجھ بھی کسی کی ناقص ہوگی؟ جب ان کی عقل کا معمولی امور میں یہ حال ہے تو الٰہیات میں کیا رائے لگا سکتے ہیں اور کیا دلائل سمجھ سکتے ہیں؟ تاہم ان کو بالکل بے سمجھائے تو چھوڑنا مناسب نہیں اس لیے ایک ایسے طریق سے ان کو خدا کی طرف لے چل اور معرفت حاصل کرا کہ ان کی عقلوں کے مناسب حال ہو پس ان کو بتلا کہ خدا تعالیٰ جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں وہ وہی ہے جو ہرے بھرے باغ بیلدار اور غیر بیلدار پیدا کرتا ہے یعنی انگوروں کے باغ جو ٹیٹوں کے اوپر چڑھائے جاتے ہیں اور ان کے سوا جو ایسے نہ ہوں اور کھجوریں اور عام ہر قسم کی کھیتی ہیچوں قسم گیہوں وغیرہ جو کھانے میں مختلف ہوتی ہے اور انگور اور انار بعض ظاہر و باطن میں بھی ملتے جلتے ہیں اور بعض مختلف ہیں تم اس سے نتیجہ پاؤ کہ ان کا پیدا کرنے والا بھی کوئی ہے اور اس کے حقوق بھی تم پر کچھ ہیں اور جب پھلیں تو ان کا پھل کھاؤ اور کاٹنے کے روز خدا کا حق میں بھی مسکینوں کو دیا کرو اور کثرت پیداوار دیکھ کر دہقانوں کی طرح فضول نہ اڑاؤ مسرف اور فضول خرچ کرنے والے خدا کو ہرگز نہیں بھاتے- اور دیکھو کہ خدا نے چوپایوں میں سے بعض دراز قد بوجھ بردار تمہارے لیے پیدا کیے ہیں جیسے اونٹ گھوڑا ہاتھی وغیرہ اور بعض پستہ قد زمین سے لگے ہوئے جیسے بھیڑ بکری وغیرہ جو صرف تمہارے دودھ پینے اور بوقت ضرورت کھانے کے کام آتی ہیں پس تم اللہ کے دئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور شیطان کی چال نہ چلو کہ دیوے تو خدا اور تم اس میں سے حصہ نکالو غیروں کا یہ پیر کی نیاز اور فقیر کی نذر یہ طریق ناپسند شیطانی شرارت کا اثر ہے وہ شیطان تو تمہارا صریح دشمن ہے دیکھو تو کس کس پیرایہ میں دشمنی کرتا ہے ان مشرکوں کے دلوں میں وہم ڈال رکھا ہے کہ بعض حلال جانوروں کو بھی حرام سمجھنے لگ گئے ہیں پھر ایک بات پر جمتے بھی نہیں کبھی کسی نر کو بحیرہ وغیرہ بنا کر حرام سمجھ لیتے ہیں کبھی مادوں سے بھی یہی معاملہ کرتے ہیں لطف یہ ہے کہ حلت حرمت جہاں سے ظہور ہو سرے سے اس کے منکر ہیں یعنی نبوت کسی نبی کی اور الہام کسی ملہم کا انہیں تسلیم نہیں

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ

خدا نے چارپائے آٹھ قسم کے پیدا کئے ہیں بھیڑوں میں سے دو اور بکریوں میں سے دو تو دریافت کر

حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ

خدا نے نر جانور حرام کئے ہیں یا مادہ یا جو مادہ کے پیٹ سے نکلے مجھے تحقیقی بات بتلاؤ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ

اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائے کی قسم کے بھی دو پیدا کئے تو ان

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ اَمْ

سے دریافت کر خدا نے نر حرام کئے ہیں یا مادہ یا جو مادہ کے پیٹ سے نکلے کیا جس وقت

كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

خدا نے اس بات کا تم کو حکم دیا تھا تم خود اس وقت وہاں موجود تھے؟ پس جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں کہ

اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

لوگوں کو بے سمجھی میں گمراہ کریں ان سے بڑھ کر کوئی بھی ظالم نہیں خدا ظالموں کو ہرگز راہ نہیں دکھایا کرتا

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِىْ مَآ اُوْحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ

تو کہہ مجھے تو الہام کے ذریعہ کسی کھانے والے کے حق میں جو کھانا چاہے بجز خود مردہ جانور اور خون ذبح کے وقت بہنے والے اور

مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ

خنزیر کے گوشت کے کچھ حرام معلوم نہیں ہوتا

سنو خدا نے انعام کے نر مادہ آٹھ قسم پیدا کیے ہیں بھیڑوں میں سے اور بکریوں میں سے نر مادہ دو تو ان سے دریافت کر کہ بتلاؤ خدا نے نر جانور حرام کیے ہیں یا مادہ یا جو مادہ کے پیٹ سے نکلے نر ہو یا مادہ مجھے تحقیقی بات بتلاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ خدا نے ان سب کو یا ان میں سے بعض کو حرام کیا ہے پہلے اپنا دعویٰ تو متعین کرو اور بھی سنو! اونٹوں میں سے نر مادہ دو پیدا کیے اور گائے کی قسم کے نر مادہ بھی دو پیدا کیے تو ان سے دریافت کر کہ ان میں سے بھی خدا نے نر حرام کیے ہیں یا مادہ یا جو مادہ کے پیٹ سے نکلے نر ہو یا مادہ کچھ ہو بتلاؤ دعویٰ متعین کر کے دلیل لاؤ کیا کسی کتاب میں خدا نے یہ حکم بھیجا ہے یا جس وقت خدا نے اس بات کا تم کو حکم دیا تھا تم خود اس وقت وہاں موجود تھے اور اپنے کانوں کی سنی ہوئی شہادت دیتے ہو اس بات کا جواب ان کے پاس کچھ نہیں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دے سکتے کیونکہ کتاب کے الہامی ہونے کے قائل نہیں خود تو کیا ہی موجود ہوں گے؟ مثل مشہور ہے کے آمدی و کے پیر شدی پس تو اس سے کہہ دے جو لوگ اللہ کے نام پر جھوٹ لگاتے ہیں کہ لوگوں کو بے سمجھی میں اسی داؤ سے گمراہ کریں ان سے بڑھ کر کوئی بھی زیادہ ظالم نہیں یاد رکھو خدا کی شان میں ایسی گستاخی کرنی کہ جو اس نے فرمایا نہ ہو اس کے نام پر کہہ دینا صریح ظلم ہے اور ظلم ایسی بری بلا ہے کہ اپنی حد تک پہنچ کر ہمیشہ کے لیے ہدایت سے محروم کر دیتا ہے کیونکہ خدا ایسے ظالموں کو ہرگز راہ نہیں دکھایا کرتا تو ان سے کہہ تم تو یونہی اٹکل پچو ہانک رہے ہو یہ حرام وہ حرام مجھے تو الہام کے ذریعہ کسی کھانے والے کے حق میں جو بہ نیت نیک کھانا چاہے بجز خود مردہ جانور خون ذبح کے وقت بہنے والے اور خنزیر کے گوشت کے کچھ حرام معلوم نہیں ہوتا

فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

پس یہ سب حرام ہیں اور وہ گناہ کی چیز جو غیر اللہ کے نام سے پکاری جائے پھر بھی جو شخص نہ بنے فرمانی کرنیوالا اور نہ حد ضرورت

فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ

سے تجاوز کرنے والا مجبور ہو تو خدا بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور یہودیوں پر ہم نے ناخن والے جانور

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ

اور گائے اور بھیڑ بکریوں کی چربی حرام کی تھی مگر اس قدر جو ان کی پشت

اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ڮ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

یا آنتوں میں یا ہڈیوں سے چمٹی رہے (وہ حلال تھی) یہ ان کی سرکشی کی سزا تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

پھر بھی تیری تکذیب کریں تو تو کہہ کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں کی قوم سے

الْمُجْرِمِيْنَ ۝ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ

پھرا نہیں کرتا۔ مشرک کہیں گے اگر خدا چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ

اٰبَاۗؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى

ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی شے کو اپنے پر حرام سمجھتے اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے انکار کیا تھا یہاں تک کہ

ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ

ہمارے عذاب کا مزہ چکھا

پس یہ سب حرام اور ناپاک ہیں اور وہ گناہ کی چیز یعنی جو غیر اللہ کے نام سے پکاری جائے اور کسی پیر یا فقیر یا ولی یا شہید کے نام پر بطور تقرب اس کو مانا جائے یہ بھی حرام ہے پھر بھی جو بہ نیت نیک نہ بے فرمانی کرنے والا اور نہ حد ضرورت سے تجاوز کرنے والا بھوک سے مجبور ہو تو اس پر گناہ نہیں خدا تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور یہودیوں پر ہم نے ناخن والے جانور یعنی جو چرے ہوئے کھروں والے اور گائے اور بھیڑ بکریوں کی چربی حرام کی تھی مگر اس قدر جو ان کی پشت یا آنتوں میں یا ہڈیوں سے چمٹی رہے یہ ان کی سرکشی کی سزا تھی گو وہ اپنی پردہ پوشی کو کچھ کا کچھ بیان کریں ان کی کتابیں اور ان کی روش ہی جتلا رہی ہے کہ ان کا بیان صحیح نہیں ہوتا اور ہم (یعنی خدا) تو یقیناً سچے ہیں پھر بھی تیری تکذیب کریں تو تو کہہ کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے جو تم کو اس سرکشی اور جور و ستم پر سر دست مواخذہ نہیں کرتا ہاں یہ بھی جانو کہ جس وقت وہ پکڑنا چاہے فوراً پکڑ سکتا ہے اور اس کا عذاب مجرموں کی قوم سے تو کسی طرح بھی پھرا نہیں کرتا کوئی اس کا رد کرنے والا نہیں مگر چونکہ تیری موجودگی میں عذاب کا بھیجنا مناسب نہیں کیونکہ تو رحمت العالمین ہے اس لیے جو چاہتے ہیں کہتے ہیں ابھی تو آئندہ کو مشرک کہتے' یہ بھی کہیں گے اگر خدا چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی شے کو اپنے پر حرام سمجھتے پس جب خدا ہی کی مرضی ہے تو پھر ہمیں کیا گیاہ مگر دراصل یہ صرف حجت بازی ہے اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے خدا کے حکموں سے انکار کیا تھا وہ بھی ایسے ہی بے ہودہ گوئی کیا کرتے تھے اور یہی کہتے رہے یہاں تک کہ آخر کار ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ یہ لوگ اپنی کم علمی اور نفسانیت کی وجہ سے خدا کی مشیت اور رضا میں فرق نہیں سمجھتے

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ

تو کہہ تمہارے پاس کوئی علمی دلیل ہے جو ہمیں بتلا سکو تم تو صرف وہموں پر چلتے ہو اور

اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

محض اٹکلیں ہی مارتے ہو۔ تو کہہ کہ اللہ ہی کی دلیل غالب ہے پس اگر وہ چاہتا

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ

تو تم سب کو ہدایت کردیتا۔ کہہ اپنے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ اللہ نے یہ حرام

هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

کیا ہے' پھر اگر وہ گواہی دیں بھی تو تو ان کے موافق ہرگز گواہی نہ دیجیو۔ تو ان سے الگ رہیو اور جو لوگ ہمارے حکموں کی

بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ

تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں کرتے اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ غیروں کو برابر کرتے ہیں تو انکی مرضی

تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ

پر نہ چلیو تو کہہ آؤ میں تم کو بتلاؤں جن چیزوں کا تمہارے پروردگار نے تم کو حکم دیا ہے یہ کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو ساجھی نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ

احسان کرو اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو ہم ہی تو تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں

مشیت اس کی تو ایسی ہے کہ کوئی کام بغیر اس کی مشیت کے ہونا ممکن ہی نہیں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر ایک کام جو دنیا میں اس کی مشیت سے ہو وہ اس سے راضی بھی ہو دنیاوی حاکموں کو دیکھو کہ رعایا بہت سے کام حسب اجازت قانون کرتی ہے مگر حکام ان سے راضی نہیں ہوتے اسی طرح خدائی قانون کو سمجھنا چاہیے کہ جب کوئی نیک یا بد کام کرنے لگے خدا اس کے حسب منشاء اسباب مہیا کر دیتا ہے بعد ازاں جیسا کام ہو ویسا عوض دیتا ہے تو کہہ تمہارے پاس اس دعوی پر کہ مشیت الہی رضا الہی کو مستلزم ہے کوئی علمی دلیل ہے جو ہمیں بتلا سکو کیا بتلاؤ گے ؟ تم تو صرف وہموں پر چلتے ہو اور محض اٹکلیں ہی مارتے ہو تو ان سے یہ کہہ کہ اللہ ہی کی بتلائی ہوئی دلیل غالب ہے پس سنو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کر دیتا اس سے یہ نہ سمجھو کہ خدا کا نہ چاہنا بھی اس کی مرضی کی دلیل ہے نہیں غور سے سنو خدا نے بندوں کو ایک قدرت اور طاقت افعال اختیاریہ کے متعلق بخشی ہوئی ہے بندے جس کام میں اس طاقت کو خرچ کرنا چاہیں خدا اس کا اثر مرتب کر دیتا ہے اور اگر چاہے تو اس طاقت دادہ کے مخالف بھی ان سے کام لے سکتا ہے پس یہی معنی اس آیت کے ان کو سمجھا اور اصل مسئلہ شرک اور تحریم اشیاء کے متعلق ان سے کہہ اپنے گواہ لاؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے یہ سب کچھ جس کو تم حرام سمجھتے ہو حرام کیا ہے پھر اگر وہ گواہی دیں بھی تو ان کے موافق ہرگز گواہی نہ دیجیو کیونکہ یہ شہادت ان کی محض ضرر اور عداوت سے ہو گی اس لیے تو ان سے الگ رہیو اور جو لوگ ہمارے حکموں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں کرتے اور اپنے پروردگار کے ساتھ غیروں کو برابر کرتے ہیں کل صفات میں ہو یا بعض میں تو ان کی مرضی پر نہ چلیو تو ان سے کہہ کہ تم تو یوں ہی آئیں بائیں مارتے ہو یہ حرام وہ حرام آؤ میں تم کو بتلاؤں جن چیزوں کا تمہارے پروردگار نے تم کو حکم دیا ہے سب سے اول یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو ساجھی نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو ہم ہی تو تم کو اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ

اور ظاہر باطن بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ اور جس جان کا مارنا خدا نے حرام

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا

کیا ہے اس کو ناحق نہ ماریو انہی باتوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم عقلمند بنو۔ اور یتیم کے

مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ

بلوغت کو پہنچنے تک اس کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ مگر کسی اچھی طرز سے اور ماپ اور تول

وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا

انصاف سے پورا کیا کرو ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیا کرتے اور جب کوئی بات کہنے

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

لگو تو انصاف سے کہو خواہ کوئی قریبی بھی کیوں نہ ہو اور اللہ کے وعدے پورے کرو انہی باتوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ

نصیحت پاؤ۔ اور جانو کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے پس تم اسی کی تابعداری کرو اور دیگر راستوں کی تابعداری

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا

نہ کرو ورنہ تم کو خدا کی راہ سے تتر بتر کردیں گے اسی بات کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ اور ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ نیکوں پر نعمت پوری کریں اور ہر ایک امر کی تفصیل

اور ظاہر باطن بے حیائی اور بدکاری ایسی چھوڑو کہ اس کے قریب بھی نہ جاؤ اور جس جان کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو ناحق نہ مار یو انہی باتوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم ان پر عمل کرنے سے عقل مند بنو یتیم لڑکا ہو یا لڑکی اس کے بلوغت کو پہنچنے تک اس کے مال کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ مگر کسی اچھی طرز سے جس میں اس کا بھی نفع ہو یعنی اس کے مال کی تجارت کرو جس سے اس کو بھی نفع ہو اور تم بھی بحالت ضرورت کچھ لے لو اور ماپ اور تول انصاف سے پورا کیا کرو یہ نہیں کہ ایسا پورا کہ جس کو حقیقی مساوات کہیں جو انسانی طاقت سے بالا ہو اس کا تم کو حکم نہیں ہوتا کیونکہ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیا کرتے پس تم عرفی مساوات کو دیا کرو جو ہر جنس کے مناسب ہو مثلاً گیہوں کی مساوات الگ ہے اور چاندی سونے کی الگ پس ہر چیز کو مساوات سے دیا کرو اور جب کوئی بات کہنے لگو تو انصاف سے کہو خواہ کوئی فریق تمہارا قریبی ہی کیوں نہ ہو اور تمہاری راست بیانی سے اس کا ضرر بھی ہوتا ہو اور اللہ کے نام سے دیے ہوئے وعدے پورے کرو انہی باتوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پاؤ اور جانو کہ یہی میرا یعنی خدا کا سیدھا راستہ ہے پس تم اسی کی تابعداری کرو اور دیگر راستوں کی تابعداری نہ کرو ورنہ تم کو خدا کی راہ سے الگ کر کے تتر بتر کردیں گے اسی بات کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو اور ایک بات یہ بھی یاد رکھو کہ ہم نے قرآن سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت دی تھی تاکہ نیکوں پر نعمت پوری کریں اور ہر ایک امر مذہبی کی تفصیل

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ اپنے پروردگار پر ایمان لاویں اور یہ بابرکت کتاب ہم نے

مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ
نازل کی پس تم اس کی اتباع کرو تاکہ تم پر رحم ہو۔ اس لئے کہ تم کہنے لگو کہ کتاب تو ہم سے پہلے

عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا
صرف دو گروہوں کو ملی تھی اور ہم کو مطلقا ان کی تعلیم سے آگاہی نہ تھی۔ یا کہنے لگو

لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ
کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے بڑھ کر ہدایت یاب ہوتے لو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی دلیل اور

رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ
ہدایت اور رحمت آچکی ہے پس جو کوئی اللہ کے حکموں کو جھٹلائے گا اور اس سے روگردانی

عَنْهَا ۭ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا
کرے گا اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں جو لوگ ہمارے حکموں سے روگردانی کرتے ہیں ہم ان کی روگردانی کی وجہ سے

يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ
برے عذاب کی سزا ان کو دیں گے۔ پس ان کو یہی انتظار ہے کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا خود خدا آوے یا

يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ
تیرے رب کے نشانوں میں سے

اور ہدایت اور عمل کرنے والوں کے لیے رحمت ہے تاکہ وہ بنی اسرائیل اسے پڑھ کر اپنے پروردگار کی جزاو سزا پر ایمان لائیں اور دل سے یقین کریں کہ خدا ہمارے کاموں کو ذرہ ذرہ نیک و بد کی جزاو سزا دے گا پھر بعد ازاں کج رؤں نے دین الٰہی بگاڑ کر اپنی تحریفات کو اس میں داخل کر دیا تو ہم نے کئی ایک نبی بغرض تبلیغ احکام بھیجے اور یہ بابرکت کتاب قرآن شریف ہم نے نازل کی پس تم اس کی اتباع کرو تاکہ تم پر رحم ہو اس بابرکت کتاب کو الگ کر کے اتارنا ایک تو اس لیے تھا کہ لوگ بے دینوں اور کج رؤں کی غلطی سے بچ جائیں دوم اس لیے کہ تم عربی کہیں بوقت محاسبہ کہنے لگو کہ کتاب آسمانی تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں یہود و نصاریٰ کو ملی تھی اور ہم کو مطلق ان کی تعلیم سے آگاہی نہ تھی کیونکہ ایک تو وہ ہماری زبان میں نہ تھی دوم اہل کتاب ہند کے برہمنوں کی طرح کسی کو بتلاتے نہ تھے یا کہنے لگو کہ ہماری گمراہی کا سبب یہ تھا کہ ہم کو کتاب نہیں ملی تھی اور اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان یہود و نصاریٰ سے کئی درجہ بڑھ کر ہدایت یاب ہوتے لو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی دلیل اور ہدایت اور رحمت یعنی کتاب اللہ آچکی ہے پس جو کوئی اللہ کے حکموں کو جو قرآن کی معرفت آئے ہیں جھٹلائے گا اور ان سے روگردانی کرے گا وہ بڑا ہی ظالم ہے اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں سن رکھو جو لوگ ہمارے حکموں سے روگردانی کرتے ہیں ہم ان کی روگردانی کی وجہ سے برے عذاب کی سزا ان کو دیں گے کہو تو اب کیا عذر کریں اور ایمان کیوں نہیں لاتے۔ پس ان کو یہی انتظار ہے کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا خود خدا چل کر ان کے سمجھانے کو آئے اور خود آکر کہے کہ آؤ مان جاؤ میرے حکموں پر ایمان لاؤ یا شاید اس بات کی انتظار ہے کہ تیرے رب کے عذاب کے نشانوں میں سے کوئی آئے تو مانیں گے

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

کوئی نشان آئے گا جس دن خدا نشانوں میں سے کوئی نشان آجائیگا تو کسی شخص کو جو پہلے اس سے ایمان نہ لایا ہوگا یا اپنے ایمان میں کوئی کار خیر نہ کیا ہوگا اسکا ایمان لانا ہرگز

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

نفع نہ دے گا تو کہدے تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ جن لوگوں

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ

نے دین میں پھوٹ ڈال رکھی ہے اور الگ الگ جماعتیں بنے ہوئے ہیں تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ان کا اختیار اللہ کو

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ

ہے پھر وہی ان کو ان کے کاموں سے خبر دے گا۔ جس شخص نے کوئی نیک کام کیا ہوگا اس کو تو دس گنا

اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

ثواب ملے گا اور جس نے برائی کی ہوگی اس کو اسی قدر سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ

تو کہہ مجھے تو میرے پروردگار نے سیدھی راہ دکھائی ہے جو مضبوط دین ابراہیم

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ

یک رخے کا طریق ہے اور وہ مشرکوں میں نہ تھا۔ تو کہہ میری نماز اور میری قربانی

وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کا ہے جو سب جہانوں کا پالنہار ہے

مگر یاد رکھیں جس دن خدا کے عذاب کے نشانوں میں سے کوئی نشان آئے گا تو کوئی شخص جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا یا ایمان لا کر اپنے ایمان کے وقت میں کوئی کار خیر نہ کیا ہوگا اس کا اس وقت میں ایمان لانا اور اطاعت کا اظہار کرنا ہرگز نفع نہ دے گا تو کہہ دے اگر تم اسی روز کے انتظار میں ہو تو منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں اور یہ بھی سن رکھ کہ جن لوگوں نے دین میں پھوٹ ڈال رکھی ہے اور الگ الگ جماعتیں بنے ہوئے ہیں اصل دین الٰہی کو چھوڑ کر اپنے اپنے راگ الاپتے ہیں اے رسول تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں یہ نہیں کہ تجھے ان کی وجہ سے باز پرس ہو ان کا اختیار سب اللہ کو ہے پس وہی ان کو ان کے کاموں سے خبر دے گا ان کا قطعی فیصلہ ہے کہ جو کوئی نیک کام کرے گا اس کو دس گنا ثواب ملے گا اور جس نے برائی کی ہوگی اسکو اسی قدر سزا ملے گی اور ان پر زیادتی ہو کر کسی طرح سے ظلم نہ ہوگا تو کہہ تمہارے جھگڑوں سے مجھے مطلب نہیں مجھے تو میرے پروردگار نے سیدھی راہ دکھائی ہے جو مضبوط دین ابراہیم علیہ السلام یک رخے کا طریق ہے جو سیدھا خالص خدا کا بندہ تھا اور وہ مشرکوں میں نہ تھا تجھے اس دین کی ماہیت پوچھیں تو تو کہہ سنو خلاصہ اور مغز اس دین کا یہ ہے کہ تم دل سے خدا کے ہو رہو جیسا کہ میں ہو رہا ہوں میری نماز یعنی بدنی عبادت اور قربانی یعنی مالی عبادت اور میرا ساری عمر بھر جینا اور مرنا سب اللہ ہی کا ہے جو سب جہان والوں کا پالنے والا ہے۔

لَا شَرِيكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ

جس کا کوئی شریک نہیں یہی مجھ کو حکم ملا ہے اور میں تو سب سے پہلے خدا کا فرمانبردار ہوں۔ تو کہہ کیا میں

اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ

اللہ کے سوا اور کسی کو پروردگار سمجھوں؟ حالانکہ وہ سب کا پالنہار ہے جو شخص برا کام کرتا ہے وہی اس کی سزا اٹھائے گا اور

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی پھر تم نے اپنے حقیقی پالنہار کی طرف پھر کر جانا ہے پھر وہ تم کو

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ

تمہارے اختلافی امور کی خبر دے گا۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا اور ایک کو

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

دوسرے پر درجوں میں برتری دے رکھی ہے تاکہ جو تم کو دیا ہے اس میں تم کو آزماوے اور خدا جلد سزا

سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

دے سکتا ہے اور وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے

جس کا کوئی شریک نہیں یہی مجھ کو حکم ملا ہے اور یہ نہ سمجھو کہ میں اس کا کسی طرح سے ساجھی ہوں جیسا کہ بعض نادانوں نے اپنے نبیوں کو خدا اور خدا کا بیٹا سمجھ رکھا ہے میں بھی کچھ ایسے رتبہ کا مدعی ہوں نہیں ہرگز نہیں میں تو سب سے پہلے خدا کا فرمانبردار ہوں خلاصہ میرے مذہب کا یہ ہے

سپردم بتو مایہ خویش را　　تو دانی حساب کم وبیش را

تو کہہ جبکہ میرا یہ اصول ہے جو تم سن چکے ہو تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کو اپنا معبود اور پروردگار سمجھوں حالانکہ وہ خدا اکیلا ہی سب کا پالنہار ہے اور یہ سن رکھو کہ جو شخص برا کام کرتا ہے وہی اس کی سزا اٹھائے گا یہ ہرگز نہ ہوگا کہ کوئی اس کے بوجھ کو اٹھانا تو کیا ہلکا بھی کر سکے کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی پس تم نے اپنے حقیقی پالنہار کی طرف پھر کر جانا ہے پھر وہ تم کو تمہارے اختلافی امور کے تصفیہ کی خبر دے گا جانتے ہو وہ کون ہے؟ وہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا ایک کے بعد دوسرا قائم مقام ہو جاتا ہے اور ایک کو دوسرے پر کسی نہ کسی وجہ سے درجوں میں برتری دے رکھی ہے تاکہ جو تم کو دیا ہے اس میں تم کو آزمائے اور تمہاری کرتوتوں کا سب کے سامنے اظہار کرے اس کی تاجیل اور ڈھیل سے غرہ نہ ہو خدا سزا دینے لگے تو جلد سزا دے سکتا ہے ہاں یہ بھی ہے کہ اس میں حکم بھی اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

سورت الاعراف

میں ہوں اللہ بڑا جاننے والا صادق القول پس سنو یہ کتاب قرآن تیری طرف اس لئے اتاری گئی ہے کہ اس کے ذریعہ تو بدکاروں کو عذاب الٰہی سے ڈرادے اور ایمان داروں کے لئے نصیحت ہو پس تو اس سے تنگ دل نہ ہو جو مانیں سو مانیں جو نہ مانیں نہ مانیں ہاں تو ان کو سنادے کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر قرآن میں اترا ہے اس پر چلو اور اس کے سوا اور مصنوعی دوستوں اور بناوٹی دنیا ساز پیروں اور راہ مارگدی نشینوں کی چال نہ چلو۔ غرض خدائی احکام پر عمل اور ان کے سوا کسی قول کو خواہ کیسا ہی عالی مرتبت کیوں نہ ہو بغیر موافقت شرع کے مذہبی امور میں واجب الاتباع نہ جانو مگر تم بہت ہی کم سوچتے اور نصیحت نہیں پاتے ہو اور ہماری طرف سے یہ بھی سنادے کہ ہم بگڑے ہوؤں کو دوسری طرح بھی درست کر لیا کرتے ہیں دیکھو ہم نے کئی ایک بستیاں تباہ کر دیں جب انہوں نے انبیاء سے مقابلے کئے تو راتوں رات یا دن کو سوئے ہوئے ان پر ہمارا عذاب آیا۔ پھر جب ہمارا عذاب ان پر آپہنچا تو بجز اس کے کچھ نہ کہہ سکے کہ بے شک ہم ہی ظالم ہیں ہم نے دانستہ سچے لوگوں کا مقابلہ کیا جس کا صلہ ہمیں ملا

شان نزول

ے (کتب انزل الیک) مخالفوں کی کثرت اور موافقوں کی قلت دیکھ کر سست ہو جانا انسانی طبیعت کا تقاضا ہے اسی کے موافق حضرت کے قلب مبارک پر بھی کبھی صدمہ گزرا ہو تو آپ کی تسلی و تشفی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم

لہ حروف مقطعات کی بحث جلد اول میں دیکھو منہ

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۟ۙ فَلَنَقُصَّنَّ

پس جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے تھے ان سے اور رسولوں سے بھی ہم پوچھیں گے۔ پھر ہم ان کو

عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآىِٕبِیْنَ ۟ وَالْوَزْنُ یَوْمَىِٕذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ

اپنے علم سے واقعات سنائیں گے اور ہم کسی واقعہ سے غائب نہیں۔ اور اعمال کا اندازہ اس روز برحق ہے پس جن لوگوں کے

مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۟ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ

نیک اعمال زائد ہوں گے وہی پاس ہوں گے۔ اور جن کے اعمال کم ہوں گے ہماری حکم عدولی کی وجہ سے انہوں نے

الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ۟ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ

ہی اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا ہو گا۔ اور ہم نے ہی تم کو

فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۟۠ وَلَقَدْ

زمین میں جگہ دی اور تمہاری معاش کے ذرائع اس میں بنائے تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو۔ اور ہم ہی نے

خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖۗ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ

تم کو پیدا کیا پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ (تعظیم) کرو پس سب نے کیا

اِبْلِیْسَ ؕ لَمْ یَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ۟ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ

مگر ابلیس تعظیم کرنے والوں میں نہ ہوا۔ خدا نے کہا کہ جب میں نے تجھے حکم دیا تو پھر تجھے تعظیم کرنے

اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ

سے کس نے روکا؟ بولا میں اس سے بہتر ہوں

پس جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے تھے ان سے اور رسولوں سے بھی ہم پوچھیں گے کہ بتلاؤ تم نے ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح سے برتاؤ کیا؟ پھر اگر وہ اپنی بدکرداریوں سے منکر ہوئے تو ہم ان کو اپنی جانی ہوئی باتیں سنائیں گے جو واقعی ہم کو معلوم ہیں کیونکہ ہم کو سب کچھ معلوم ہے اور ہم کسی واقع سے غائب نہیں۔ بلکہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔ اس روز ان کو قدر عافیت معلوم ہو گی جس روز سب کچھ ان کے سامنے ہو گا اور اعمال کا اندازہ بھی اس روز برحق ہے۔ پس نتیجہ صریح ہے کہ جن لوگوں کے نیک اعمال زائد ہوں گے یہی پاس ہوں گے اور جن کے نیک اعمال کم ہوں گے ہماری حکم عدولی کی وجہ سے انہوں نے ہی اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا ہو گا جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا ہو گا ہم (خدا) نے تو تم سے احسان کرنے میں کمی نہیں کی۔ دیکھو تو ہم نے تمہیں پیدا کیا اور ہم نے ہی تم کو زمین میں جگہ دی اور تمہاری معاش کے ذرائع اس میں بنائے ایک دوسرے کا محتاج ہے تجارت پیشہ دور دراز ملکوں سے مال لاتے ہیں تو دوسروں کی حاجت پوری ہوتی ہے۔ لوگ ان سے خریدتے ہیں تو ان کی معاش چلتی ہے غرض ایک کو دوسرے کا محتاج بنا رکھا ہے۔ غور کرو تو کیسا انتظام ہے؟ مگر تم کچھ ایسے ناسمجھ ہو کہ بہت ہی کم شکر گذاری کرتے ہو۔ اور سنو ہم نے ہی تم کو یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ مدت دراز تک اس کا خمیر ہوتا رہا پھر ہم نے تمہاری یعنی تمہارے باپ آدم کی صورت مناسب بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو تعظیمی سجدہ یعنی سلام کرو پس سب نے کیا مگر ابلیس تعظیم کرنیوالوں میں نہ ملا۔ خدا نے کہا میں نے جب تجھے حکم دیا تو پھر تجھے تعظیم کرنے سے کس نے

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَكُوْنُ
تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے بنایا- خدا نے کہا پس تو اس سے نکل جا ان میں
لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى
رہ کر تجھے ایسی شیخی مناسب نہ تھی پس تو نکل جا کیونکہ تو ذلیل ہے- بولا ان کے جی اٹھنے کے دن
یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ
تک مجھے مہلت عنایت ہو- خدا نے کہا تجھے مہلت ہے- بولا چونکہ تو نے مجھے درکایا ہے میں ان کو
لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ
روکنے کے لئے تیری سیدھی راہ میں بیٹھوں گا- پھر ان کے آگے اور پیچھے
وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ
اور دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ
شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ
پائے گا- خدا نے کہا ذلیل اور خوار ہوکر اس جماعت سے نکل جا جو ان میں سے تیرے پیچھے ہوگا
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَیٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ
میں تم سب کو جہنم میں ڈالوں گا- اے آدم تو اور تیری بیوی باغ میں بسو

روکا؟ کیا یہ تعظیم شرک تھا؟ بولا شرک تو نہیں البتہ وجہ یہ ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے تو آگ روشن سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا- اس میں کیا شک ہے کہ آگ مٹی سے لطیف اور پاک شفاف عنصر ہے- پس میں باوجود افضل ہونے کے مفضول کی تعظیم کیوں کروں؟ چونکہ یہ قیاس اس کا بمقابلہ نص کے تھا جو کسی طرح سے جائز نہیں اس لئے خدا نے کہا پس تیری سزا یہ ہے کہ تو اس جماعت سے نکل جا- کیونکہ ان میں رہ کر تجھے ایسی شیخی بگھارنی مناسب نہ تھی پس تو نکل جا کیونکہ تو ذلیل ہے اور یہ ایک معزز جماعت ہے- بے حیا نے پھر بھی شیخی بھگارنی نہ چھوڑی- بولا چونکہ آدم کی ذریت پھیلے گی اور ان کے نیک وبد کا حساب بھی ایک روز ہوگا پس ان کے جی اٹھنے کے دن تک مجھے مہلت عنایت ہو- خدا نے کہا تجھے مہلت ہے- بولا چونکہ تو نے ان کی وجہ سے مجھے اپنی جناب سے درکایا ہے میں تیری سیدھی راہ سے ہٹانے کو ان کے آگے ہو بیٹھوں گا یعنی ان کو روکوں گا پھر ان کے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے آؤں گا یعنی ایک آدمی کے بہکانے کو اسکے باپ دادا بیٹے بیٹیاں دوست آشنا وغیرہ کو ذریعہ بناؤں گا غرض کئی ایک طرح کے اسباب بہم پہنچاؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائے گا- خدا نے کہا لغو باتیں نہ بنا ذلیل وخوار ہوکر اس جماعت سے نکل جا سن رکھ تو ہویا کوئی اور جو ان میں سے تیرے پیچھے ہوگا اور تیرے دام میں پھنسے گا میں تم سب کو جہنم میں ڈالوں گا اور آدم کو حکم دیا اے آدم تو اور تیری بیوی باغ میں بسو

ف اس امر کے متعلق کہ یہ باغ زمین پر تھا یا آسمان پر کوئی آیت یا حدیث مرفوع نہیں آئی- البتہ ایک حدیث میں بنی اسرائیل سے روایت کی اجازت آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج) یعنی بنی اسرائیل سے صحیح روایت جو قرآن سے کسی طرح مخالف نہ ہو بیان کرلیا کرو اگر اس اجازت پر بنا کر کے موجودہ توریت سے اس کا پتہ دریافت کریں تو باغ عدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ موجودہ توریت کی پہلی کتاب پیدائش باب دوم کا صریح مضمون ہے- منہ

فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ ۝١٩

اور جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے نزدیک نہ جانا ورنہ تم نافرمانوں سے ہو جاؤ گے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

پھر شیطان نے ان دونوں کو بہکایا تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ان سے مخفی تھیں ان کے سامنے برہنہ کر دکھائے

وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ اَوْ

اور کہا کہ خدا نے اس درخت کے کھانے سے تم کو محض اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ

تَكُونَا مِنَ الْخٰلِدِينَ ۝٢٠ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِينَ ۝٢١

یا ہمیشہ اسی باغ میں نہ رہ جاؤ۔ اور ان سے قسم کھا کر کہتا رہا کہ میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا

پھر دھوکہ سے ان کو پھسلا ہی لیا پس اس درخت کو انہوں نے کھایا ہی تھا کہ ان کی شرم گاہیں ان کو دکھائی

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا

دینے لگیں اور وہ باغ کے پتے اپنے اوپر لپیٹنے لگے اور خدا نے ان سے کہا کیا میں نے تم کو

عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝٢٢

اس درخت کے کھانے سے منع نہ کیا تھا اور نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝٢٣

وہ دونوں بولے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور نہ رحم کرے گا تو یقینا ہم زیاں کاروں سے ہو جائیں گے

اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور اس درخت وغیرہ کے نزدیک نہ جانا ورنہ تم نافرمانوں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے ان دونوں خاوند بیوی کو بہکایا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ان سے مخفی تھیں ان کے سامنے برہنہ کر کے دکھادے کیونکہ اس درخت کا نام نیک وبد کی پہچان کا درخت تھا اسی کے کھانے سے ان کو سمجھ آئی کہ ہم برہنہ ہیں ہم کو ننگا نہ رہنا چاہیے اور شیطان نے بہکانے کو ان سے کہا کہ خدا نے اس درخت کے پھل کھانے سے تم کو محض اس لئے منع کیا ہے کہ تم اس کے کھانے سے فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ اسی باغ میں نہ رہ جاؤ کیونکہ اس درخت کی تاثیر ہی یہی ہے کہ جو کوئی کھاتا ہے وہ یا تو فرشتہ بن جاتا ہے یا دائم اسی جنت میں اقامت گزیں ہوتا ہے اور اس امر پر یقین دلانے کو ان سے قسم کھا کر کہتا رہا کہ واللہ باللہ میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں پھر دھوکہ سے ان کو پھسلا ہی لیا۔ پس اس درخت کو انہوں نے کھایا ہی تھا کہ ان کی شرم گاہیں ان کو دکھائی دینے لگیں اور جب وہ مارے شرم کے پانی پانی ہوئے جاتے تھے اور وہ باغ کے چوڑے چوڑے پتے اپنے اوپر لپیٹنے لگے اور خدا نے ان سے کہا کیا میں نے تم کو اس درخت کے پھل کھانے سے منع نہ کیا تھا اور نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ وہ دونوں خاوند بیوی اپنے قصور کے معترف ہوئے اور بولے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور نہ رحم کرے گا تو یقیناً ہم زیاں کاروں سے ہو جائیں گے

۱) پیدائش۔ ۲/۱۷

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ

کہا تم اترے رہو تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور

اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

سامان ہے۔ کہا کہ اسی میں تم زندگی گزارو گے اور اسی میں مروگے اور اسی میں سے نکالے جاؤ گے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ

اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہیں ڈھانپتا ہے اور پرہیزگاری سب لباسوں

التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ

سے بہتر ہے یہ احکام الٰہی سے ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت یاب ہوں۔ اے بنی

اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا

آدم شیطان تم کو سیدھی راہ سے نہ بھٹکا دے جیسا تمہارے ماں باپ کو اس نے جنت سے نکالا تھا ان سے ان کا لباس اتارتا

لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ

تھا کہ ان کی شرمگاہیں ان کو دکھادے وہ اور اس کی ذریت تم کو ایسی گھات سے دیکھ رہی ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے

لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

جو لوگ نہیں مانتے ہم شیطانوں کو ان کے دوست بنا دیتے ہیں

خدا نے کہا اس باغ سے اترے رہو تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ایک مدت معین یعنی موت تک ٹھکانا اور سامان ہے۔ یہ بھی خدا نے کہا کہ اسی زمین میں تم زندگی گذارو گے اور اسی میں مروگے اور مر کر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ یہ تم آدم کی سرگزشت تھی اب تم بنی آدم اپنی بھی سنو دیکھو ہم (خدا) نے تم پر کتنا احسان کیا کہ تمہاری پردہ پوشی کی حاجت سمجھ کر تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہیں ڈھانپتا ہے اور اس ظاہری شرمگاہ کے علاوہ ایک اندرونی شرمگاہ بھی ہے جس کا علاج پرہیزگاری ہے دراصل پرہیزگاری ہی سب لباسوں سے بہتر ہے کیونکہ ظاہری لباس تو چندروزہ آرام دہ اور پردہ پوش ہیں اور پرہیزگاری کا لباس دائمی فرحت بخش ہے یہ پرہیزگاری احکام الٰہی سے ملتی ہے ان کو سنا تاکہ یہ لوگ نصیحت یاب ہوں۔ یہ بھی ان کو سنا اے بنی آدم ہوش سے رہیو۔ تم سن چکے ہو کہ شیطان نے تمہاری بابت قسم کھائی ہوئی ہے کہ ضرور ہی تم کو گمراہ کرے گا۔ پس دیکھنا کہ تم کو سیدھی راہ سے نہ بہکادے جیسا تمہارے ماں باپ آدم و حوا کو اس نے جنت سے نکالا تھا۔ ان دونوں سے لباس اتارتا تھا کہ ان کی شرمگاہیں انہیں برہنہ کر کے سامنے دکھادے۔ یعنی ایسے کام ان سے اس نے کرائے کہ وہ کام اس بے عزتی اور ذلت کے موجب اور سبب ہوئے۔ بالکل اس سے چوکنا ہو کر رہو کیونکہ وہ اور اس کا گروہ تم کو ایسی گھات سے دیکھ رہے ہیں کہ اس گھات سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ باوجود سمجھانے بجھانے کے بھی جو لوگ نہیں مانتے ہم شیاطین کو ان کے دوست بنادیتے ہیں کہ ان سے من مانی حرکتیں کرائیں اور آخر کو مستوجب سزا بنائیں۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ جی کھول کر بدکاریاں کرتے ہیں

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ

کہ جب کوئی کام بے حیائی کا کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی پر پایا ہے اور اللہ نے بھی ہمیں اس کا حکم دیا ہے

قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾

تو کہہ کچھ شک نہیں کہ اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا جن باتوں کو تم نہیں جانتے وہ تم اللہ کے ذمے لگاتے ہو

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ

تو کہہ میرے پروردگار نے تہذیب کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت تم مستعد ہو جایا کرو اور دلی اخلاص کے ساتھ

وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾ فَرِيقًا

اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسے پکارا کرو جس طرح خدا نے تم کو پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھروگے- ایک فریق کو

هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ

خدا نے ہدایت کی ہے اور ایک جماعت کو گمراہی چمٹ رہی ہے انہوں نے شیاطین کو اللہ کے سوا اپنا دوست بنا

مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾ يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا

رکھا ہے اور اپنے آپ کو ہدایت یاب بھی جانتے ہیں- اے آدم کے بیٹو! نماز کے وقت

اور لطف یہ کہ جب کوئی کام بے حیائی کا کرتے ہیں جیسے ننگے کعبہ کا طواف یا جیسے ہندوستان کے ہندو ہولیوں کے ایام وغیرہ میں کرتے ہیں تو منع کرنے پر کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے- کیا ہم ایسے سپوت ہیں کہ اپنے باپ دادا کے طریق کو چھوڑ دیں حالانکہ وہ ہم کو اس پر لگا گئے ہیں اور اللہ نے بھی ہم کو اس کا حکم دیا ہے- اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو ہمارے باپ دادا بھلا ایسا کیوں کرتے کیا وہ احمق تھے؟ کیا ان کو سمجھ نہ تھی؟ کیا وہ دین دار نہ تھے؟ کیا وہ سب کے سب جہنمی تھے؟ غرض اسی طرح کی بہت سی طمطراقیاں کرتے ہیں- تو ان سے کہہ کچھ شک نہیں کہ اللہ بے حیائی کے کام نہیں بتلایا کرتا جیسے کہ تم کہہ رہے ہو کیا جن باتوں کو خدا نہیں جانتا وہ تم اللہ کے ذمہ لگاتے ہو- خدا کے علم میں تو کل واقعات کا علم ہے- اگر یہ واقعہ بھی وقوع پذیر ہوا ہوتا تو ضرور اس کو بھی خدا جانتا- پس جب اس کے علم میں نہیں تو ٹھیک سمجھو کہ اس نے حکم بھی نہیں دیا تو کہہ آؤ میں تم کو بتلاؤں خدا نے کن باتوں کا تم کو حکم دیا ہے میرے پروردگار نے سب سے اول ظاہر و باطن تہذیب[1] اور شائستگی کا تم کو حکم دیا ہے اور اس سے بعد یہ حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت مستعد ہو جایا کرو اور دلی اخلاص سے اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسے پکارا کرو جی میں اس بات کا خیال رکھو کہ جس طرح خدا نے تم کو اکیلے تن تنہا پیدا کیا ہے اسی طرح تم اسکی طرف پھروگے- اس روز کی فکر کرنی تم کو ضروری ہے باقی باتیں تو خیر گذر جائیں گی جس طرح خدا نے تم کو اکیلے تن تنہا پیدا کیا اسی طرح تم پھروگے ایک فریق کو خدا نے ہدایت کی ہوئی ہے وہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اور ایک جماعت کو ان کی بدراہی کی وجہ سے گمراہی چمٹ رہی ہے کیونکہ انہوں نے شیاطین کو اللہ کے سوا اپنا دوست اور حمایتی بنا رکھا ہے اور ان کے بہکانے سے جو برے کام کرنے تھے کئے اور الٹے اپنے آپ کو ہدایت یاب بھی جانتے ہیں- اسی طرح آخرت میں بھی تم دو گروہ ہو گے اور اپنے اپنے اعمال کا ثمرہ پاؤ گے اسی لئے تم سب کو کہا جاتا ہے اے آدم کے بیٹو مشرکوں کی طرح بد تہذیب نہ بنو کہ ننگے برہنہ طواف کرنے لگو-

[1] تہذیب کے معنی میں انصاف بھی شامل ہے-

زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ وَّكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
اپنی سجاوٹ کا لباس پہنا کرو اور کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو خدا کو مسرف
الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ
نہیں بھاتے- تو کہہ جس زینت کو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا اس کو پاکیزہ رزق کو کس نے
مِنَ الرِّزۡقِ ؕ قُلۡ هِىَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا خَالِصَةً يَّوۡمَ
حرام کیا ہے؟ یہ نعمتیں دنیا کی زندگی میں تو ایمانداروں کے لئے مشترک ہیں قیامت کے روز خاص ایمانداروں کے لئے
الۡقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۲﴾ قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ
ہوں گی اسی طرح ہم علمداروں کے لئے اپنے احکام مفصل بیان کرتے ہیں- تو کہہ میرے پروردگار نے
رَبِّىَ الۡـفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَـغۡىَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ
تو صرف ظاہر باطن کی بے حیائی کو حرام کیا ہے اور گناہ اور ناحق کی ایک دوسرے پر زیادتی کرنی
وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۳﴾
اور اللہ کا ساجھی ان چیزوں کو بنانا جن کے ساجھی بنانے کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کی نسبت وہ باتیں کہنے لگو جو تم کو بھی معلوم نہیں

بلکہ نماز کے وقت اپنی سجاوٹ کا لباس پہنا کرو جس سے ایک شریف بھلے مانس معلوم ہو- یہ بھی ضرور نہیں کہ اس قدر زینت کرو کہ حد سے بڑھ جاؤ نہیں بلکہ مناسب لباس پہنو اور کھاؤ پیو اور فضول خرچی کسی کام میں نہ کرو- کسی حال میں حد سے نہ بڑھو خدا کو مسرف اور حد سے بڑھنے والے کسی طرح نہیں بھاتے- تو ان سے کہہ کہ خدا کو دلی اخلاص پسند ہے- ظاہری زینت کا ترک کرنا اس کا حکم نہیں بھلا جس زینت کو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا اس کو اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟ پس خلاصہ یہ کہ انسان کی فطری خواہشات کا روکنا کوئی دینداری کی بات نہیں اگر فطری خواہشات کا اجراء خدا کو ناپسند ہوتا تو وہ انسان میں ایسی خواہشات ہی کیوں ڈالتا تم نے نہیں سنا کہ سعدی مرحوم نے کیا کہا ہے

درویش صفت باش کلاہ تتری دار

ہاں یہ ضروری ہے کہ خواہشات نفسانی کے پورا کرنے میں شریعت کے تابعدار رہو تاکہ ان نعمتوں سے آخرت میں محروم نہ رہ جاؤ کیونکہ یہ نعمتیں دنیا کی زندگی میں تو ایمانداروں کے لئے مشترک ہیں کافر بھی ان میں شریک ہیں- مگر قیامت کے روز خاص کر ایمانداروں کے لئے ہوں گی کافروں کے حق میں حرام- تم سمجھو اور غور کرو تو اسی طرح ہم علم داروں کے لئے اپنے احکام مفصل بیان کرتے ہیں کہ وہ بغور نتیجہ پر پہنچیں تو ان سے کہہ کہ زیب و زینت تو خدا نے بندوں کیلئے مباح کی ہوئی ہے تو اسی کو حرام کہنا اور جائز طور پر بلا نیت تکبر و فخر اس کا استعمال منع کرنا صحیح نہیں- میرے پروردگار نے تو صرف ظاہر و باطن کی بے حیائی کو حرام کیا ہے یعنی خلوت جلوت میں حرام کاری اور گناہ دروغ گوئی وغیرہ اور ناحق کی ایک دوسرے پر زیادتی کرنی اور اللہ کا ساجھی ان چیزوں کو بنانا جن کے ساجھی بنانے کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری- یہ سب حرام ہیں اور یہ بھی حرام ہے کہ تم اللہ کی نسبت وہ باتیں کہنے لگو جو خود تم کو بھی یقیناً معلوم نہیں صرف سنی سنائیں اٹکل پچو مارتے ہو کہ خدا کا بیٹا ہے خدا کی بیٹیاں ہیں فلاں شخص اس کا ساجھی ہے وغیرہ وغیرہ

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا

اور ہر ایک قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے پس جب ان کا وقت آلگتا ہے نہ وہ اس سے آگے گھڑی ہوسکتے ہیں

يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٤﴾ يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ

اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ اے آدم کے بیٹو اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے میرے رسول آویں جو تم کو میرے احکام

عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۙ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٥﴾

سناویں تو جو ایمان لاویں گے اور صالح بنیں گے ان پر نہ تو خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ

اور جو لوگ ہمارے حکموں سے انکاری ہوں گے اور تکبر کریں گے وہی جہنمی ہوکر ہمیشہ جہنم میں

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ

رہیں گے۔ پس جو اللہ پر جھوٹا افترا کرے یا اس کے حکموں کو

بِآيَاتِهِ ۚ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا

جھٹلاوے تو اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہے انہی کو الٰہی کتاب میں سے عذاب کا حصہ پہنچے گا حتی کہ جب ان کے پاس ہمارے

يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا

فرستادہ فرشتے انکو فوت کرنے کے لئے آویں گے تو کہیں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ آج کدھر چلے گئے وہ کہیں گے وہ ہم

وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

سے غائب ہوگئے اور اپنے پر خود گواہی دیں گے کہ بیشک ہم کافر[1] تھے

پس جو تجھے حکم پہنچتا ہے ان کو سنادے اور اگر اس کے مقابلہ میں حسب عادت عذاب کی جلدی چاہیں تو ان کو کہہ دے کہ ہر ایک قوم کے لئے خدا کے نزدیک ایک ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ پھر جب ان کا وقت آلگتا ہے تو نہ تو وہ اس سے آگے کھڑے ہوسکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں میں (خدا) نے پہلے ہی سے حکم دے رکھا ہوا ہے کہ اے آدم کے بیٹو اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے میرے رسول آئیں جو تم کو میرے احکام سنائیں تو سنو جو ایمان لائیں گے اور صالح بنیں گے ان پر نہ تو خوف ہوگا اور نہ کسی نقصان اعمال سے رنجیدہ اور غمزدہ ہوں گے اور جو لوگ ہمارے حکموں سے انکاری ہوں گے اور تکبر کریں گے وہی جہنمی ہو کر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ پس تم خود ہی بتلاؤ کہ جو اللہ پر جھوٹا افترا کرے اس کی نسبت جھوٹا دعوی نبوت کرے اور الہام کا مدعی ہو یا اس کے حکموں کو جھٹلائے تو اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہے ؟ انہی کو عذاب کی نوشت کا حصہ پہنچے گا حتی کہ جب ان کے پاس ہمارے فرستادہ فرشتے ان کو فوت کرنے کے لئے آئیں گے تو وہ ان کے ذلیل کرنے کو کہیں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا بوقت حاجت بلایا کرتے تھے وہ آج کدھر چلے گئے ؟ وہ کہیں گے آج تو وہ ہم سے ایسے غائب ہوگئے کہ ہماری سنتے ہی نہیں اور اپنے آپ پر خود گواہی دیں گے اور اقرار کریں گے کہ بیشک ہم کافر تھے

[1] ہم بامحاورہ ہے لفظ کی پابندی نہیں۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ

خدا حکم دے گا جو تم سے پہلے جن اور انسان گزر چکے ہیں انہیں میں آگ کے اندر تم بھی داخل ہو جاؤ

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ

جب کبھی کوئی قوم اس میں جائے گی تو اپنے ساتھ والوں کو لعنت کرے گی حتیٰ کہ جب سارے ہی اس میں جمع ہو جائیں گے

اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ

تو پچھلے پہلوں کے حق میں کہیں گے خداوندا انہوں نے ہی ہم کو گمراہ کیا تھا پس تو ان کو آگ میں ہم سے دگنا عذاب دے

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ

خدا کہے گا تم سب کو دگنا دگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور پہلے لوگ پچھلوں سے کہیں گے کہ تم کو

فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝

ہم پر کوئی فضیلت نہیں پس اپنی بدکاری کے عوض عذاب کا مزہ چکھو

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ

جو لوگ ہمارے حکموں سے انکاری ہوں اور ان سے تکبر کریں ان کے لئے نہ تو آسمان کے دروازے کھلتے ہیں

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰي يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ

اور نہ وہ جنت میں داخل ہو پاتے ہیں یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے ہم اسی طرح

خدا حکم دے گا کہ جو تم سے پہلے جن اور انسان کفر میں گذر چکے انہی میں آگ کے اندر تم بھی داخل ہو جاؤ۔ وہاں دوزخ میں یہ حال ہو گا کہ جب کبھی کوئی قوم اس میں جائے گی تو اپنے ساتھ والوں کو جن کی صحبت بد سے بگڑی ہو گی لعنت کرے گی حتیٰ کہ جب سارے ہی اس میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کو یعنی جو دنیا میں پیچھے آئے ہوں گے اور پہلے لوگوں کی غلط راہ پر چلے ہوں گے ان کے حق میں کہیں گے خداوندا تو جانتا ہے انہوں نے ہی ہم کو گمراہ کیا تھا کیونکہ اگر یہ بد طریق نہ چھوڑ جاتے تو ہم کیوں گمراہ ہوتے پس تو ان کو آگ میں ہم سے دوگناہ عذاب دے۔ خدا کہے گا تم سب کو دوگنا دوگنا ہے۔ پہلوں کو تو اس لئے کہ وہ ایک تو خود گمراہ ہوئے دوئم برا طریق اپنے پیچھے چھوڑ گئے پچھلوں کو اس لئے کہ ایک تو انہوں نے برے کام کئے دوم اس لئے کہ بے سوچے سمجھے پہلے لوگوں کی بدروش لے بیٹھے پس درحقیقت تم دونوں کو دوہرا عذاب ہے لیکن تم ایک دوسرے کی تکلیف نہیں جانتے۔ اور پہلی قوم جب پچھلوں کی یہ عرضی سنے گی تو پچھلوں سے کہے گی کہ تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں کہ اس کے سبب سے تم کو تخفیف ہو۔ جواب خداوندی بھی تم نے سن ہی لیا ہے پس اپنا سامنہ لے کر اپنی بدکاری کے عوض عذاب کا مزہ چکھو کیونکہ خدا نے بتلا دیا ہوا ہے کہ ہمارے ہاں عام قاعدہ ہے کہ جو لوگ ہمارے حکموں سے انکاری ہوں اور تکبر کریں بعد مرنے کے ان کی روحوں کیلئے نہ تو آسمان کے دروازے کھلتے ہیں کہ باعزاز ان کی آؤ بھگت ہو اور نہ وہ جنت میں داخل ہونے پاتے ہیں یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گذر جائے یعنی جیسا یہ مشکل بلکہ محال ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے اسی طرح ہمارے حکموں کی تکذیب کرنیوالوں کا عادتاً جنت میں جانا محال ہے ہم

نَجۡزِی الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمۡ مِّنۡ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنۡ فَوۡقِهِمۡ غَوَاشٍ ؕ

مجرموں کو سزا دیا کرتے ہیں- ان کے لئے آگ ہی کا بچھونا ہوگا اور آگ ہی کا اوپر سے اوڑھنا

وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا

ہم اسی طرح ظالموں کو بدلہ دیا کرتے ہیں- اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے ہم

نُكَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَاۤ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۴۲﴾

کسی نفس کو اس کی ہمت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتے وہی جنتی ہیں وہی اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ ۚ وَقَالُوا

اور ہم کدورتوں سے ان کے سینے صاف کردیں گے ان کے مکانوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور کہیں گے

الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِیَ لَوۡلَاۤ اَنۡ هَدٰىنَا

کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم کو اس کام کی رہنمائی کی تھی اور اگر ہم کو خدا ہدایت نہ کرتا تو ہم کبھی بھی راہ نہ پاسکتے

اللّٰهُ ۚ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ ؕ وَنُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَنَّةُ

ہمارے پروردگار کے رسول سچی تعلیم لے کر آئے تھے اور ان کو ایک پکار آئے گی کہ یہ جنت تمہارے عملوں

اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اَصۡحٰبَ

کے عوض میں تم کو ملی ہے- اور جنت والے جہنم والوں کو پکاریں گے

النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

کہ ہم سے جو خدا نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اسے درست پایا

مجرموں اور نالائقوں کو سزا دیا کرتے ہیں ان کے لئے آگ ہی کا بچھونا ہوگا اور آگ ہی کا اوپر سے اوڑھنا ہم اسی طرح ظالموں کو بدلہ دیا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور بعد ایمان عمل صالح کرتے رہے' جس قدر ان سے ہو سکا کیونکہ ہم کسی نفس کو اس کی ہمت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتے کہ ایک غریب آدمی کو جس کا اپنا ہی گذارہ بصد مشکل چلتا ہو سینکڑوں ہزاروں کی خیرات کا حکم دیں بلکہ اس کی حسب حیثیت ہی بتلایا کرتے ہیں پھر جو لوگ حسب حیثیت ہدایت پر عمل کریں وہی جنتی ہیں وہی اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور ہم ان کو علاوہ اور نعمتوں اور آسائشوں کے یہ بڑی نعمت دیں گے کہ دنیا کی باہمی کدورتوں سے ان کے سینے صاف کردیں گے جنت میں ایسے ایک دل ہو کر رہیں گے کہ رنجش اور کدورت کا نام ونشان بھی نہ ہوگا- ان کے مکانوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی بڑے مزے اڑائیں گے اور خوشی میں کہیں گے کہ سب تعریفیں اللہ کو ہیں جس نے ہم کو اس کام کی راہنمائی کی تھی اور اگر خدا ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم کبھی بھی راہ نہ پاسکتے- ہمارے پروردگار کے رسول سچی تعلیم اور سچے وعدے لے کر آئے تھے جن کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج ہم اس عیش میں گزار رہے ہیں اور ان کو ایک پکار آئے گی کہ یہ جنت تمہارے نیک عملوں کے عوض میں محض فضل الٰہی سے تم کو ملی ہے لو اس میں اب ہمیشہ رہو اور اب ایسا بھی ہوگا کہ دل لگی کرنے کو جنت والے جہنم والوں کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم سے جو خدا نے نیک عملوں پر وعدہ فرمایا تھا ہم نے اسے درست پایا

فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ

کیا تم نے بھی خدا کے وعدوں کو ٹھیک پایا؟ کہیں گے ہاں اتنے میں ایک پکارنے والا پکار دے گا

اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے

يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ

اور اس میں کجی سوچا کرتے تھے اور آخرت سے منکر تھے۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک روک ہوگی اور

رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ

اعراف پر چند لوگ ہوں گے وہ ہر ایک کو نشانوں سے پہچانیں گے اور جنت والوں کو سلام علیکم کہہ کر پکاریں گے خود ابھی تک

عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ

داخل جنت تو نہ ہوئے ہونگے مگر امید وار ضرور ہونگے۔ اور جب ان کی نظر دوزخیوں پر

تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

جا پڑے گی تو کہیں گے اے ہمارے مولا! تو ہم کو ظالموں کی قوم سے نہ کیجیو

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى

اور اعراف والے دوزخیوں کو بھی جن کو نشانوں سے پہچانتے ہوں گے بلا کر کہیں گے نہ تو تمہارے جتھے

عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

کچھ کام آئے اور نہ تمہارا وہ مال جس کی وجہ سے تم شیخیاں بگھارا کرتے تھے

کیا تم نے بھی بدکاریوں پر خدا کے وعدوں کو ٹھیک پایا ہے یا نہیں وہ دوزخ والے کہیں گے ہاں بیشک ہماری بھی بری گت ہو رہی ہے خدا کیلئے ہماری کوئی سفارش کرو اہل جنت کے دلوں میں کسی طرح کی رقت اور مہربانی ہونے کی ہوگی کہ اتنے میں ایک پکارنے والا پکار دے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے اور اس میں بیجا اعتراضات کرنے کو کجی سوچا کرتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے محض اپنے مشن کو راضی کرنے کے واسطے کرتے تھے ورنہ دراصل یہ آخرت کی زندگی کے منکر تھے۔ تم ان پر رحم کا خیال نہ کرو پس وہ پیچھے ہٹ رہیں گے اور ان دونوں طریقوں کے درمیان ایک روک ہوگی جس سے ایک فریق دوسرے سے اوٹ میں ہو جائے گا اور اعراف پر یعنی ایک مینار جیسے اونچے مکان پر چند لوگ ہوں گے جن کو ہنوز داخلہ جنت کا حکم نہ ہوا ہوگا وہ ہر ایک فریق کو نشانوں سے پہچانیں گے۔ مسلمانوں کو ان کی پیشانیوں کی سفیدی سے اور کافروں کو ان کی تیرگی اور سیاہی سے اور وہ جنت والوں کو بڑے ادب اور تعظیم سے سلام علیکم کہہ کر پکاریں گے۔ خود ابھی تک داخل جنت تو نہ ہوئے ہوں گے مگر امیدوار ضرور ہوں گے اور جب ان کی نظر بائیں طرف دوزخیوں پر کہیں جا پڑے گی تو ان کی بری حالت دیکھ کر بیچارے جھٹ سے کہیں گے اے ہمارے مولا! تو ہم کو ان ظالموں کی قوم کے ساتھ نہ کیجیو اور اعراف والے یعنی وہ لوگ جو بسبب کمی اعمال نیک کے ہنوز جنت میں نہ گئے ہوں گے دوزخیوں کو بھی جن کو ظاہری متکبرانہ نشانوں سے پہچانتے ہوں گے بلا کر کہیں گے نہ تو تمہارے جتھے اور حمایتی کچھ کام آئے اور نہ تمہارا وہ زور اور مال جس کی وجہ سے تم شیخیاں بگھارا کرتے تھے۔

أَهٰؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا

ذرا دیکھو تو یہی لوگ ہیں جن کے حق میں تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ خدا انکو رحمت سے بہرہ ور نہ کریگا لو ان کو اجازت ہو چکی ہے

خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ

کہ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر خوف ہے اور نہ غمگین ہو گے- اور جہنمی جنتیوں سے کہیں گے خدارا

الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۗءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ

ہم پر قدرے پانی تو ڈالو یا جو خدا نے تم کو رزق دیا ہوا ہے اس میں کچھ ہم کو عنایت کرو جنتی کہیں گے

اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا

خدا نے کافروں سے یہ دو نعمتیں روک رکھی ہیں- اور جنہوں نے اپنے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی

وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ

سے فریب کھائے ہوئے ہیں پس ہم ان کو اس روز ایسا بھلائیں گے جیسے یہ اس دن کو بھولے ہوئے ہیں اور

وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰي

ہمارے حکموں سے انکار کرتے ہیں- اور ہم نے ان کے پاس کتاب بھی پہنچا دی جس کو ہم نے بڑی سمجھ بوجھ

عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

سے مفصل بیان کردیا اور وہ ماننے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

ذرا دیکھو تو یہی غریب لوگ ہیں جن کے حق میں تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ خدا نے ان کو دنیا میں جو ہمارا دست نگر کر رکھا ہے آخرت میں بھی ان کو رحمت سے بہرہ ور نہ کرے گا تو تم یہیں آگ میں پھنسے جھلس رہے اور ان کو اجازت ہو چکی ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم کسی بات سے غمگین اور رنجیدہ ہو گے اس بات کو سن کر جنتی تو خوش ہوں گے اور خدا کا شکر کریں گے اور جہنمی اپنی دنیا کی صاحب سلامت جتا کر جنتیوں سے کہیں گے ہم تو جلے جا رہے ہیں خدارا ہم پر قدرے پانی تو ڈالو یا جو خدا نے تم کو رزق کی فراغت اور آرام دیا ہوا ہے اس میں سے کچھ ہم کو بھی عنایت کرو جنتی کہیں گے ہم مجبور ہیں- خدا نے کافروں سے یہ دو نعمتیں روک رکھی ہیں اور ہمیں منع فرما دیا ہے اس لئے ہم ان میں سے تم کو کچھ دے نہیں سکتے- کون کافر؟ جنہوں نے اپنے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے جو کچھ طبعیت نے چاہا وہی کر لیا اور ہر ایک بد ذاتی اور بے حیائی کو دین میں داخل کر لیا نہ خدا کا حکم نہ رسول کی اجازت جیسے ہندوستان کے ہندو جو ہولیوں اور دو سہرہ کے ایام میں تمام زمانہ کی بدکاریاں کریں اور ان کو دین سمجھیں اور تعزیہ دار مسلمان جو نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ رسول سے شرم کرتے ہیں بلکہ صرف اپنی من مانی باتوں پر چلتے ہیں اور دنیا کی زندگی اور عیش و عشرت سے فریب کھائے ہوئے ہیں پس ان کی سزا بھی یہی ہے کہ ہم (خدا) ان کو اس روز دانستہ ایسے بھلائیں گے جیسے یہ اس دن کے پیش آنے کو دنیا میں بھولے ہوئے ہیں- اور جس طرح ہمارے حکموں سے انکار کرتے ہیں اب تو ان کی اس غفلت کا کوئی عذر بھی نہیں رہا- رسول آچکا ہے اور ہم نے ان کے پاس کتاب بھی پہنچا دی جس کو ہم نے یوں ہی مجمل نہیں چھوڑا بلکہ بڑی سمجھ بوجھ سے اس کو مفصل بیان کر دیا اور وہ ماننے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے اور منکروں کے حق میں ہلاکت اور خسارت[1]

---

[1] لا یزید الظالمین الا خسارا کی طرف اشارہ ہے-

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ

یہ تو صرف اس کے انجام کے منتظر ہیں جس دن اس کا انجام آپہنچا تو جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے بیٹھے

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ

ہوں گے کہیں گے ہمارے رب کے رسول سچی تعلیم لے کر آئے تھے پس کوئی ہمارا سفارشی ہو کہ ہماری سفارش

فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا

کرے یا ہم کو لوٹا دیا جائے کہ ہم پہلے کئے کے خلاف عمل کریں بیشک انہوں نے اپنا آپ نقصان کیا اور جو کچھ خدا پر افترا

اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۟ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ

پردازیاں کیا کرتے تھے وہ سب ان کو بھول گئیں۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پالنہار اللہ ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫

جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ روز میں پیدا کیا پھر تخت پر بیٹھا دن کو رات سے وہی ڈھانپتا ہے

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ

ایک دوسرے کے پیچھے چپکے چپکے تلاش میں لگے ہوئے ہیں

اب یہ تیرے منکر تو صرف اس کے انجام کے منتظر ہیں کہ کونسا روز ہو کہ قرآن کی بتلائی ہوئی خبروں کے مطابق جزا سزا کا میدان قائم ہو مگر یہ بھی سن رکھیں کہ جس دن اس کا انجام آ بھی پہنچا تو جو لوگ اس انجام کو پہلے سے بھولے بیٹھے ہوں گے عذاب کو دیکھ کر صاف کہیں گے ہائے ہم غفلت میں رہے ہمارے پروردگار کے رسول سچی تعلیم لے کر ہمارے پاس آئے تھے مگر ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ پس کوئی ہے اس آڑے وقت میں ہمارا سفارشی ہو کہ ہماری سفارش کرے کہ ہمارے عذاب میں تخفیف ہو یا ہم کو پہلی زندگی میں لوٹا دیا جائے کہ ہم پہلے کئے کے خلاف نیک عمل کریں اور اس بلا سے چھوٹیں اس روز سب کو واضح ہو جائے گا کہ بے شک انہوں نے اپنا آپ نقصان کیا اور جو کچھ خدا پر افترا پردازیاں کیا کرتے تھے وہ سب ان کو بھول گئیں بتلاؤ وہ کیسا دن ہوگا؟ اور ان کا حمایتی بنے گا خدا پر شرک کے الزام لگانے والو باز آؤ اب بھی سمجھ جاؤ ادھر غیر معبودوں کے پاس نہ بھٹکتے پھرو کچھ شک نہیں کہ تمہارا پالنہار ایک ہی معبود ہے جس کا نام پاک اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ روز کی مدت میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا یعنی ان پر حکمران ہوا سب کچھ اسی کے قبضے میں ہے حتی کہ دن کی روشنی کو رات ظلمت سے بھی وہی ڈھانپتا ہے دن رات ایک دوسرے کے پیچھے چپکے چپکے گویا تلاش میں لگے ہوئے ہیں

ل (استوی علی العرش) کے جو معنی ہم نے کئے ہیں نئے نہیں عربی محاورہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے اور رعیت پر فرمان شاہی جاری کرے تو کہا کرتے ہیں (استوی الملك علی العرش اوالسریر) یعنی بادشاہ حکمران ہوا سلطان العلماء شیخ الاسلام ابو محمد عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام جو چھٹی صدی ہجری میں مصر کے نامور علماء سے ہوئے ہیں اپنی کتاب الاشارۃ الی الایجاز فی بعض انواع المجاز میں لکھتے ہیں۔ السادس عشر استواءہ وھو مجاز عن استیلائه علی ملکه وتدبیرہ ایاہ قال الشاعر

قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مهراق

وھو مجاز التمثیل فان الملوك یدبرون ممالکھم اذا جلسوا علی اسرتھم (ص ۱۰) منه

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ

اور سورج اور چاند اور ستاروں کو اسی نے اپنے حکم سے کام میں لگا رکھا ہے اسی نے سب کچھ بنایا ہے اور اسی کا سب

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ

اختیار ہے اللہ کی ذات ہی بابرکات ہے جو سب جہان والوں کا پالنہار ہے اپنے رب سے ہی گڑ گڑا کر چپکے چپکے مانگا کرو خدا حد سے

لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا

گزر جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور دنیا کی اصلاح ہوئے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور خوف اور

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

طمع سے اسی کو پکارا کرو اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے بہت ہی قریب ہوتی ہے

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ

وہی ذات پاک ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوش خبری دیتی ہوئیں بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ

اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا

بوجھل بوجھل بادلوں کو لے اڑتی ہیں تو ہم اس بادل کو خشک بستی کی طرف چلا دیتے ہیں پھر اس میں سے بارش اتارتے

بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ

ہیں پھر اسکے ساتھ ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں

اور سورج چاند اور ستاروں کو اسی نے اپنے حکم سے پیدا کر کے کام میں لگا رکھا ہے لوگو سن رکھو اسی نے سب کچھ بنایا ہے اور اسی کا سب اختیار ہے پھر تم کہاں کو جاتے ہو؟ اور کس سے مانگتے ہو؟ کیا تم نے نہیں سنا؟

وہ مالک ہے سب آگے اسکے لاچار نہیں ہے کوئی اس کے گھر کا مختار

وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

یاد رکھو سب اسی کے محتاج ہیں اللہ کی ذات ہی بابرکات ہے جو سب جہان والوں کا پالنہار ہے پس تم غیروں سے ڈرنا اور مانگنا چھوڑ دو اور اپنے رب سے ہی گڑگڑا کر چپکے چپکے مانگا کرو پس یہی تمہاری بندگی کی حد ہے کہ انسان کی طاقت سے بالا) جو حاجت چاہو وہ اسی سے مانگو کیونکہ وہ خدا اس حد سے گزر جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اس لئے تم اس حد کو محفوظ رکھو اور باہمی تعلقات کو عمدگی سے نبھاؤ اور سچی تعلیم اور حقانی تلقین سے دنیا کی اصلاح ہوئے بعد فساد نہ پھیلاؤ کہ نئی نئی بدعات نکال کر اصل دین کو مٹاؤ اور غیروں سے خوف ورجاء کرنے لگو خبردار ایسی حرکات سے بچو اور خوف اور طمع سے دونوں حالتوں میں اسی خدا کو پکارا کرو کیونکہ جو لوگ اسے ہی پکارتے ہیں اللہ کی رحمت ان نیکوکاروں کے بہت ہی قریب ہوتی ہے کیا تمہیں اتنا بھی شعور نہیں کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہو حالانکہ وہی ذات پاک ہے جو اپنی رحمت سے پہلے سرد سرد ہواؤں کو بارش کی خوشخبری دیتی ہوئی بھیجتا ہے ایک پر ایک کی تہہ لگاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بوجھل بادلوں کو لے کر اڑتی ہیں تو ہم (خدا) اس بادل کو خشک بستی کی طرف چلاتے ہیں پھر اسمیں سے جہاں مناسب ہوتا ہے بارش اتارتے ہیں پھر اس پانی کے ساتھ ہر قسم کے پھل پھول نکالتے ہیں پس تم انکو کھاؤ اور شکر مناؤ

---

[1] مثلاً صحت۔ فراخی رزق۔ اولاد دفع بلا وغیرہ ہمہ قسم۔

كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ

اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت پاؤ- عمدہ زمین کی انگوری خدا کے حکم سے ہری بھری نکلتی ہے

نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ

ناقص اور ردی زمین کی پیداوار ردی ہی نکلا کرتی ہے اسی طرح شکر گزار قوم کے لئے ہم اپنے

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ

احکام بار بار بتلاتے ہیں- ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا پھر اس نے کہا کہ بھائیو

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے حال پر مجھے بڑے دن کے عذاب کا

عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ

خوف ہے- اس کی قوم کے سرکردہ بولے ہمارے خیال میں تو تو صریح گمراہی میں

مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

ہے- نوح نے کہا بھائیو میں گمراہ نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کی طرف سے رسول

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ

ہوں کہ اس کے پیغام تم کو پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں

دیکھو جب تم پر بارش کی تنگی ہوتی ہے تو گھبراتے ہو اور جب آسائش ہوتی ہے تو سب حقوق خداوندی بلکہ موت اور جزا سزا سب بھول جاتے ہو سن رکھو جس طرح ہم خشک زمین کو تازہ کر دیتے ہیں اور معدوم پہلو کو موجود کر دیتے ہیں- اسی طرح مردوں کو قبروں سے نکالیں گے تم کو یہ بتلایا جاتا ہے تاکہ تم نصیحت پاؤ اور سمجھو کہ برائی اور بھلائی کا نتیجہ یکساں نہیں ہو گا جہاں تک ہو سکے نیک عمل کرو اور بد صحبت سے بچتے رہو مگر نیک دل جو ہوں وہی سمجھتے ہیں جس طرح بارش سے عمدہ زمین کی انگوری ہری بھری نکلتی ہے ناقص اور ردی زمین کی پیداوار ردی ہی نکلا کرتی ہے اسی طرح نیک دل آدمی نصیحت یاب ہوں اور بد طینت الٹے بگڑیں تم نے نہیں سنا کہ

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست　　در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

شکر گذار قوم کو سمجھانے کے لئے ہم اپنے احکام بار بار بتلاتے ہیں اور وہی ان سے فائدہ بھی پاتے ہیں تیری تعلیم توحید سے یہ لوگ اتنے سٹ پٹاتے ہیں کیا تو کوئی نئی تعلیم لایا ہے تجھ سے پہلے ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا پھر اس نے بھی یہی کہا تھا کہ بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اگر اسی حال میں تمہاری گذری تو تمہارے حال پر مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے اس وقت بھی نالائق اور بے سمجھ لوگ تھے سب سے زیادہ بے سمجھ مذہبی باتوں میں عموماً مالدار ہوتے ہیں اس لئے اس کی قوم کے سرکردہ بولے ہم تو تیری نہیں مانیں گے کیوں کہ ہمارے خیال میں تو تو صریح گمراہی اور غلطی میں ہے جو بزرگوں کی روش سے ہم کو ہٹاتا ہے نوح نے کہا بھائیو خدا جانتا ہے کہ میں گمراہ نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں کہ اس کے پیغام تم کو پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور نہیں تو میرا اس سے کیا فائدہ؟ میں تو محض تمہاری ہمدردی کرتا ہوں کیونکہ میں خدا کا رسول ہوں

وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اور مجھے خدا کی طرف سے ان باتوں کی اطلاع ہے جن کی تم کو نہیں کیا تم تعجب کرتے ہو کہ تمہیں میں

عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ

سے ایک آدمی کے ذریعہ خدا کے ہاں سے تم کو نصیحت پہنچے تاکہ وہ تمہیں ڈراوے اور تم پرہیزگار ہو اور تم پر رحم کیا جاوے۔ پھر بھی

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ

لوگوں نے اسکو نہ مانا پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو بیڑی میں نجات دی اور جنہوں نے ہمارے حکموں کی تکذیب

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا

کی تھی ان کو غرق کردیا اور وہ اندھے ہو رہے تھے۔ اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا اس نے کہا کہ اے بھائیو اللہ ہی کی عبادت

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں؟ اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے ہمارے

قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

خیال میں تو بیوقوف ہے اور ہم تجھ کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ہود نے کہا اے بھائیو

لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ

میں بیوقوف نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا رسول ہوں۔ کہ تم کو اس کے پیغام

رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

پہنچاؤں اور میں تمہارا حقیقی خیر خواہ ہوں۔ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہیں میں سے

اور مجھے خدا کی طرف سے ان باتوں کی اطلاع ہے جن کی تم کو نہیں میں جانتا ہوں کہ غلط عقائد اور کفر و شرک کے خیالات نتیجہ اچھا نہیں دیا کرتے کیا تم اس سیدھی سادی تعلیم سے منکر ہو اور تعجب کرتے ہو کہ تمہیں میں سے ایک آدمی کے ذریعہ خدا کے ہاں سے تم کو نصیحت پہنچی تاکہ وہ تمہیں برے کاموں سے ڈراوے اور تم پرہیزگار ہو اور تم پر رحم کیا جائے اتنا مفصل بیان سنکر پھر بھی لوگوں نے اس کو نہ مانا پس ہم نے اس کے دعا کرنے پر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جو بالکل معدودے چند تھے بیڑی میں نجات دی اور جنہوں نے ہمارے حکموں کی تکذیب کی تھی ان کو غرق آب کر دیا۔ کیونکہ وہ بدکاریوں میں اندھے ہو رہے تھے اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا اس نے بھی یہی کہا تھا کہ اے بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم برے کاموں پر عذاب الٰہی سے ڈرتے نہیں؟ اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے ہم تیری نہیں مانیں گے کیونکہ ہمارے خیال میں تو بیوقوف ہے جو بڑوں کی چال سے مخالف چلتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم تجھ کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ تو نے خواہ مخواہ ایک جتھا بنانے کو ایک نئی شاخ نکالی ہے ہود نے کہا بھائیو میں بیوقوف نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا فرستادہ رسول ہوں کہ تم کو اس کے پیغام پہنچادوں اور اگر تم غور کرو تو میں تمہارا حقیقی خیر خواہ ہوں جو برے کاموں سے تم کو روکتا ہوں کیا تم اس بات سے انکاری ہو؟ اور تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم ہی میں سے ایک آدمی کے وسیلے سے

عَلٰی رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِيُنۡذِرَكُمۡ ؕ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ

ایک آدمی کے وسیلہ سے تم کو نصیحت پہنچے تاکہ وہ تم کو ڈراوے اور خدا کی مہربانی کو یاد کرو کہ اس نے تم کو

وَّزَادَكُمۡ فِی الۡخَلۡقِ بَصۜۡطَةً ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوۡۤا

نوح کی قوم سے پیچھے ان کا جانشین بنایا اور جسمانی طاقت تم کو زیادہ دی پس تم اس کا احسان مانو کہ تمہارا بھلا ہو- بولے کہ کیا

اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاۡتِنَا بِمَا

تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں اور جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں پس اگر

تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدۡ وَقَعَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ

تو سچا ہے تو جس عذاب کا ہم کو ڈراوا دیتا ہے ہم پر لے آ- ہود نے کہا پروردگار کا عذاب اور غضب تم پر آہی

رِجۡسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوۡنَنِیۡ فِیۡۤ اَسۡمَآءٍ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّا

چکا کیا مجھ سے ان ناموں کی بابت جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کر رکھے ہیں خدا نے

نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ فَانۡتَظِرُوۡۤا اِنِّیۡ مَعَكُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِيۡنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنۡجَيۡنٰهُ

تو ان کی کوئی سند نہیں بتلائی پس تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں- آخر ہم نے

وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعۡنَا دَابِرَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوۡا

اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور جنہوں نے ہمارے حکموں کی تکذیب کی تھی ان کی

مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۷۲﴾ وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ

جڑ کاٹ دی وہ ایمان نہ لاتے تھے اور ہم نے ثمودیوں کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا

تم کو نصیحت پہنچے تاکہ وہ تم کو برے کاموں سے ڈراوے بلکہ اس بات کا شکر ادا کرو اور خدا کی مہربانی کو یاد کرو کہ اس نے تم کو نوح (علیہ السلام) کی قوم سے پیچھے زمین میں ان کا جانشین بنایا اور جسمانی طاقت بھی تم کو اوروں سے زیادہ دی پس تم اس کا احسان مانو تاکہ تمہارا بھلا ہو- اور اس شکر کے عوض وہ تم پر اپنی نعمت فراواں کرے- کم بخت بجائے اطاعت کے الٹے یوں بولے کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں اور جن معبودوں کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں ہم تو ایسا نہیں کرنے کے- پس تو اگر اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو جس عذاب سے ہم کو ڈراتا ہے ہم پر لے آ ہود نے کہا اگر تمہارا یہی وطیرہ ہے تو سمجھ لو کہ پروردگار کا عذاب اور غضب تم پر آہی چکا کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ مجھ سے محض ان ناموں کی بابت جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے فرضی مقرر کر رکھے ہیں- خدا نے تو ان کی کوئی سند نہیں اتاری کہیں نہیں بتلایا کہ فلاں بت یا فلاں قبر والا تمہاری کچھ حاجت روائی کر سکتا ہے پس بہتر ہے اب تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں- دیکھا جائیگا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ آخر اس ردوبدل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ بچالیا اور جنہوں نے ہمارے حکموں کی تکذیب کی تھی ان کی جڑ کاٹ دی کہ کوئی ان کا نام لیوا بھی نہ چھوڑا کیونکہ وہ سچی تعلیم پر ایمان نہ لاتے تھے اور ہم نے ثمودیوں کی طرف ان کے بھائی صالح کو رسول کر کے بھیجا اس نے بھی یہی کہا بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا

مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً

کوئی معبود نہیں خدا کی طرف سے ایک دلیل واضح بھی تمہارے پاس آئی ہے یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے پس اسے

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

چھوڑ دو۔ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے بغرض ایذا رسانی ہاتھ نہ لگانا ورنہ دکھ کی مار تم کو پہنچے گی

اَلِیْمٌ ۝ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ

اور یاد کرو کہ خدا نے قوم عاد کے بعد تم کو نائب بنایا اور زمین میں تم کو جگہ دی

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ

کہ تم صاف زمین میں بڑے بڑے محل بنا لیتے ہو اور پہاڑوں کو کھود کر گھر بناتے ہو پس تم اللہ کے احسان مانو

اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ

اور زمین میں ناحق فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اس کی قوم کے متکبر سرگروہوں نے ضعیف لوگوں

قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ

کو جو ایمان لائے ہوئے تھے کہا کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ صالح خدا کا

مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا

رسول ہے وہ بولے جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لے کر آیا ہے ہمارا اس پر ایمان ہے۔ ان متکبروں نے کہا جسے تم نے

اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

مانا ہے ہم اس سے منکر ہیں۔ پس انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار

وَ قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝

کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح اگر تو رسول ہے تو جس بات کا ہم کو ڈراوا دیتا ہے ہم پر لے آ

کوئی معبود نہیں خدا کی طرف سے ایک دلیل واضح بھی تمہارے پاس آئی ہے اگر غور کرو گے تو مفید پاؤ گے لو یہ بے مادر) پدر اللہ کی پیدا کی ہوئی اونٹنی تمہارے لیے معجزہ ہے پس اسے چھوڑ دو اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور بغرض ایذا رسانی کے اسے ہاتھ نہ لگانا ورنہ دکھ کی مار تم کو دبا لے گی۔ اور اس احسان خداوندی کو یاد کرو کہ خدا نے قوم عاد کے بعد تم کو زمین پر نائب بنایا اور زمین میں تم کو اور ڈھب سکھایا کہ تم صاف زمین میں بڑے بڑے محل بنا لیتے ہو اور پہاڑوں کو کھود کر گھر بنا لیتے ہو پس تم اللہ کے احسان مانو اور زمین میں ناحق فتنہ وفساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اس کی قوم کے متکبر سرکردہ ضعیف لوگوں سے جو ایمان لائے ہوئے تھے کہنے لگے تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اللہ کا رسول ہے۔ وہ بولے یقین کیا جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لے کر آیا ہے ہمارا اس پر ایمان ہے۔ ان متکبروں نے کہا جسے تم نے بلا سوچے سمجھے مانا ہے ہم اس سے منکر ہیں۔ ہماری سمجھ میں وہ بات نہیں آتی تم تو ظاہر میں بزدل ہو۔ صالح کے ڈرانے سے تم ڈر گئے ہو۔ بڑا ڈر تو وہ اونٹنی کا ہی سناتا ہے سو ہم اس کا آج ہی فیصلہ کر دیتے ہیں پس انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی اختیار کی

لہ یہ اونٹنی کیسی پیدا ہوئی تھی اس کی بابت کسی آیت یا حدیث میں ثبوت نہیں اتنا تو قرآن کی نصوص سے ثابت ہے کہ اسکی پیدائش میں کچھ عجوبہ امر تھا جو اسکو آیۃ کہا گیا (واللہ اعلم)

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ

پس ان پر زلزلہ آیا تو وہ صبح کو اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ پس صالح ان سے ہٹ گیا اور بولا

یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾

میری قوم کے لوگو! میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچائے اور تمہاری خیر خواہی بھی کی مگر تم خیر خواہوں کو اپنا دوست نہیں جانتے

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ

اور لوط کو ہم نے بھیجا جب اس نے اپنی قوم کو کہا تھا کیا تم ایسی بےحیائی کے مرتکب ہوتے ہو جو تم سے پہلے دنیا کے کسی باشندے نے نہیں

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ

کی۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے شہوت رانی کرتے ہو بلکہ تم حد سے بڑھے ہوئے لوگ

قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ

ہو۔ اور بجز اس کے کچھ نہ بولے کہ میاں اپنی بستی سے ان کو نکال

قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖۗ كَانَتْ

دو' یہ نیک پاک آدمی ہیں۔ پس ہم نے لوط کو اور اس کے تابعداروں کو بچالیا مگر

مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اس کی عورت تباہ ہونے والوں میں رہی۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی پس تو غور کر کہ بدکاروں کا انجام

الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

کیسا ہوا۔ اور مدین والوں کی طرف ہم نے انہیں میں سے شعیب کو رسول کر کے بھیجا اس نے کہا بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو

اور بولے اے صالح اگر تو اللہ کا رسول ہے تو جس بات کا ہم کو ڈرواد یتا ہے ہم پر لے آ۔ دیکھیں تو کیا ہوتا ہے پس انکے کہنے کی دیر تھی کہ ان پر زلزلہ آیا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور دم نکل گیا پس صالح علیہ السلام ان کی یہ حالت دیکھ کر ان سے پھرا اور بولا میری قوم کے لوگو! افسوس میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچائے اور تمہاری خیر خواہی بھی کی مگر تم ایسے شریر ہو کہ خیر خواہوں کو اپنا دوست نہیں جانتے بلکہ الٹے بگڑتے ہو۔ پس اس کئے کا نتیجہ تم نے پایا۔ اور لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے بھی اپنی قوم کو بہت کچھ سمجھایا۔ خدا کی عبادت کی طرف بلایا۔ اس کے تمام واقعات میں سے وہ واقعہ ضروری قابل ذکر ہے جب اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو لواطت جیسی بے حیائی سے روکنے کے لئے کہا تھا کہ کیا تم ایسی بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا کے کسی باشندے نے ایسی بے حیائی نہیں کی۔ غضب ہے کہ تم عورتوں کو جو خاص اسی کام کے لئے خدا نے پیدا کی ہیں چھوڑ کر لڑکوں سے شہوت رانی کرتے ہو۔ بلکہ تم اسی طرح کئی امور قبیحہ کر کے حد سے بڑھے ہوئے ہو یہ سن کر معقول جواب تو دے نہ سکے اور بجز اس کے کچھ نہ بولے کہ ایک دوسرے کو مخاطب کر کے تمسخرے سے کہنے لگے کہ میاں اپنی بستی سے ان نیک آدمیوں کو جو لوط کے تابع ہوئے ہیں نکال دو کیونکہ یہ نیک پاک آدمی ہیں ان کو ہم گناہ گاروں سے کیا مطلب پس جب وہ حد سے ہی متجاوز ہونے لگے تو ہم نے لوط کو اور اس کے تابعداروں کو بچالیا مگر اس کی عورت اپنی بے فرمانی اور شرارت کی وجہ سے تباہ ہونیوالوں میں رہی اور انہی کی سنگت میں ہلاک ہوئی پس سب ہی برباد کئے گئے اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی پس تو غور کر کہ بدکاروں کا انجام کیا برا ہوا؟

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیل آچکی ہے پس تم ماپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو

الْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ

چیزیں کم نہ دیا کرو اور انتظام درست ہونے کے بعد ملک میں فساد نہ پھیلاؤ اگر

اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ

تم کو خدا پر ایمان ہے تو یہ کام تمہارے لئے اچھا ہے۔ اور سڑکوں پر ڈرانے

صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا

دھمکانے کو اور ایمانداروں کو اللہ کی راہ سے روکنے اور اس میں کجی نکالنے کو نہ

عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

بیٹھا کرو اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے پھر خدا نے تم کو بڑھایا اور اس پر غور کرو کہ مفسدوں

الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ

کا انجام کیسا ہوا۔ اور اگر ایک جماعت تم میں سے میری تعلیم کو جو میں لے کر آیا ہوں مان چکی ہے

وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

اور ایک جماعت نے نہیں مانا تو صبر کرو جب تک خدا ہم میں فیصلہ فرماوے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے

اور شہر مدین والوں کی طرف ہم نے انہی میں سے حضرت شعیب علیہ السلام کو رسول بنا کے بھیجا اس نے بھی یہی تعلیم دی اور کہا کہ بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیل آچکی ہے میری سچائی کے نشان تم دیکھ چکے ہو۔ پس تم میں جو شرک اور بت پرستی کے علاوہ ہند کے ہندوؤں کی طرح کم تولنے ماپنے کی عادت ہے اسے چھوڑ دو اور ماپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو سوداسوت کی چیزیں دیتے ہوئے کم نہ دیا کرو دیکھو اس طرح ملک میں بدنظمی اور بے اعتباری پھیلتی ہے تم ایسا کام نہ کرنا اور انتظام درست ہونے کے بعد ملک میں فساد نہ پھیلاؤ اگر تم کو خدا پر ایمان ہے تو یہ کام تمہارے لئے اچھا ہے اس سے مخلوق میں اعتبار ہے اور خدا کے نزدیک بھی بہتر ہے پس اسی پر کاربند رہو اور سنو سڑکوں پر ڈرانے دھمکانے کو اور ایمانداروں کو اللہ کی راہ سے روکنے اور اس میں بے ہودہ سوالات کر کے کجی نکالنے کو نہ بیٹھا کرو یہ بہت بری بات ہے کہ ایک تو تم خود نہیں مانتے اور دوسرے ماننے والوں کے روکنے کو تم نے مختلف ذرائع نکال رکھے ہیں غریب آدمی ہوا تو صرف کاروبار اور مقدمہ بازی کی دھمکی دے کر اور اگر ذرا اکڑنے والا ہوا تو لالچ دے کر اور جو مذہبی مذاق رکھنے والا ہوا تو شبہات ڈال کر روکتے ہو[ل] پس تم یہ وطیرہ چھوڑ دو اور اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ یہ دیندار تھوڑے سے ہیں ہمارے مقابلہ میں کیا کریں گے ؟ تو اس وقت کو یاد کرو جب تم ہی تھوڑے سے تھے پھر خدا نے تم کو بہتات دی اور تمہاری مردم شماری کو بڑھایا اور اس میں غور کرو کہ مفسدوں کا انجام کیسا برا ہوا؟ اور اگر اس سے بے چین ہو کر ایک جماعت تم میں سے میری تعلیم کو جو میں خدا کی طرف سے لیکر آیا ہوں مان چکی ہے اور ایک جماعت نے نہیں مانا جس سے تم دو گروہ ہو کر باہمی اختلاف رائے سے لڑتے جھگڑتے ہو اور ایک دوسرے کو تنگ کر رہے ہو تو ذرا دیر ٹھہرو صبر کرو جب تک خدا ہم میں فیصلہ فرماوے اس کا فیصلہ سب پر ناطق ہو گا کیونکہ خدا سب کا مالک ہے اور وہ سب سے اچھا ہے اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ل راقم کہتا ہے آج کل کے عیسائی ان تینوں طریق سے بالخصوص متوسط سے کام لیتے ہیں اعاذنا اللہ منھم

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ
اس کی قوم میں سے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیب ہم تجھ کو اور تیرے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا
ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم خود ہمارے مذہب کی طرف لوٹ آؤ گے شعیب نے کہا کیا یوں

كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ
اگرچہ ہم کو ناپسند بھی ہو- کچھ شک نہیں کہ اگر ہم تمہارے دین میں بعد اس سے کہ خدا نے ہم کو اس سے بچایا ہے لوٹ آئے

اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ
تو سمجھو ہم نے خدا پر بہتان باندھا تھا ہم سے تو ہو نہیں سکتا کہ تمہارے دین میں آجائیں ہاں خدا ہی جو ہمارا پروردگار ہے

وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ
کسی وقت چاہے ہمارے پروردگار نے سب کچھ جانا ہوا ہے اللہ پر ہمارا بھروسہ ہے مولا! ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ

قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فرما تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے- اس کی قوم میں سے سرگروہوں نے جو کافر

مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ
ہوئے تھے کہا کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو تم زیاں کار ہو گے- پس ان پر زلزلہ

الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾
آیا جس سے وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے

اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ایک نہ ایک دن یہ ہو کر ہی رہے گا کہ ہم تجھ کو اور تیرے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم خود بخود ہمارے مذہب اور چال چلن کی طرف لوٹ آؤ گے- حضرت شعیب نے کہا کیا یونہی ہم تمہارے دین میں آجائیں گے؟ اگرچہ ہم کو ناپسند ہی ہو کچھ شک نہیں کہ اگر ہم تمہارے دین میں یعنی بت پرستی اور شرک میں بعد اس سے کہ خدا نے ہم کو اس سے بچایا ہے لوٹ آئے اور تمہارے برے کاموں میں شریک ہو گئے اور اپنی پہلی بات کی جو ہم کہا کرتے ہیں کچھ پرواہ نہ کی تو صاف ثابت ہو گا کہ ہم نے خدا پر بہتان باندھا تھا جو یہ کہتے تھے کہ خدا ہم کو اس سے منع فرماتا ہے پس گویا ہم اپنی بات کے آپ ہی مکذب ہوئے چونکہ خدا کی تعلیم پر ہم کو پورا یقین ہے اس لئے ہم سے تو ہو نہیں سکتا کہ تمہارے دین میں آجائیں- ہاں خدا ہی جو ہمارا پروردگار ہے کسی وقت ہمارے حق میں یہ بدبختی چاہے تو اور بات ہے ہمارے پروردگار نے سب کچھ جانا ہوا ہے- وہ خوب جانتا ہے کہ ہمارے دلوں میں محض اخلاص ہے اسی وجہ سے ہم تم سے مخالف ہو رہے ہیں وہ اپنے مخلص بندوں کو کبھی ضائع نہیں کیا کرتا اور اللہ پر ہمارا بھروسہ ہے ہم اپنے پروردگار سے ہی دعا مانگتے ہیں کہ مولا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ فرما کیوں کہ تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے شعیب کا یہ مستعد اور مضبوط جواب سن کر عام لوگوں کو بہکانے کے لئے اس کی قوم میں سے سرگروہوں نے جو کافر ہوئے تھے غریب مسلمانوں سے بہکانے کو کہا کہ یاد رکھو اگر تم شعیب کے تابع ہوئے اور اس پر ایمان لائے تو تمہاری خیر نہیں تم سخت زیاں کار ہو گے پس وہ لوگ انہی باتوں میں تھے کہ ایک سخت زلزلہ ان پر آیا جس سے وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے-

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا

یاد رکھو جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا گویا اس بستی میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وہی

هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ

زیاں کار ہوئے۔ پھر شعیب ان سے پھرا اور کہنے لگا بھائیو! میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام

رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا

پہنچائے اور تمہاری خیر خواہی کی پھر میں کافروں کی قوم پر کیونکر رنجیدہ ہوں۔ جس بستی میں ہم

فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

نے کوئی نبی بھیجا تو اس میں رہنے والوں کو مبتلائے سختی و مصیبت کیا تاکہ وہ

يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا

گڑ گڑائیں۔ پھر ہم نے تکلیف کے بدلے ان کو آسانی دی حتی کہ خوب پھولے اور کہنے لگے کہ

قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

رنج و راحت ہمارے باپ دادوں کو بھی پہنچتے رہے تو ہم نے ناگہاں ان کو جب انہیں کچھ بھی خبر نہ تھی پکڑ لیا

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ

اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم آسمان اور زمین کی برکتیں ان پر

وَالْاَرْضِ

کھول دیتے

یادرکھو جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا خدا کے غضب سے ایسے ہو گئے کہ گویا اس بستی میں کبھی بسے ہی نہ تھے وہ تو تابعداروں کو زیاں کار بتلاتے تھے۔ حقیقت میں جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وہی زیاں کار ہوئے جب وہ تباہ اور برباد ہوئے تو پھر شعیب ان سے پھرا اور میدان میں آکر حسرت ان سے خطاب کر کے کہنے لگے بھائیو میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچائے اور سب طرح سے تمہاری خیر خواہی بھی کی مگر تم نے ایک نہ سنی پھر اب میں کافروں کی قوم پر کیوں کر رنجیدہ ہوں؟ جس طرح شعیب اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی قوموں کی تکذیب کرنے پر کافروں کو تباہ کیا گیا۔ اسی طرح جس بستی میں ہم نے کوئی نبی یا رسول بھیجا تو اس میں رہنے والوں کو کفر شرک اور سچی تعلیم سے انکار کرنے کی وجہ سے مبتلائے سختی و مصیبت کیا تاکہ وہ اپنی کرتوتوں کو سمجھ کر گڑ گڑائیں مگر جب وہ باز نہ آئے تو پھر ہم نے تکلیف کے بدلے ان کو آسانی دی حتی کہ خوب پھولے اور بڑے چڑھے اور اترائے اور مستی میں آکر بجائے عبرت پکڑنے اور شکر گذاری کرنے کے کہنے لگے کہ یہ گردش زمانہ ہے اسی طرح رنج و راحت ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچتے رہے ان پر بھی کبھی ارزانی اور کبھی گرانی ہوتی رہی یہ کوئی نئی بات نہیں نہ اس کو کسی کی نیکی یا بدعملی سے کوئی تعلق ہے جب وہ اس حد پر پہنچے تو ہم نے ان کو ناگہاں جب انہیں کچھ بھی خبر نہ تھی پکڑ لیا اور ایسا پچھاڑا کہ کوئی ان کا نام لیوا بھی نہ چھوڑا۔ آخر انہوں نے اپنی کرتوت کے پھل پائے اور اگر یہ بستیوں والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیاری کرتے تو ہم آسمان اور زمین کی برکتیں ان پر کھول دیتے کہ وقت پر بارشیں ہوتیں اور زمین سے عمدہ پھل پھول پیدا ہوتے۔

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى

مگر انہوں نے تکذیب کی پس ہم نے ان کے افعال کے بدلے ان کو پکڑا۔ کیا ان بستیوں والے اس بات سے بے فکر ہیں کہ

اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

ہمارا عذاب راتوں رات ان کے سوتے ان پر آجائے۔ کیا اس بات سے ان بستیوں والے بے خوف ہیں کہ ہمارا

بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا

عذاب دن دہاڑے ان کے کھیلتے ہوئے ان پر آجائے۔ کیا یہ اللہ کے خفیہ داؤ سے بے فکر ہیں خدا کے داؤ سے زیانکار ہی

الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ

بے خوف ہوا کرتے ہیں۔ کیا ان کو جو یکے بعد دیگرے زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر رہنمائی نہیں

اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا

کرتا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی بدکاریوں کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کریں اور ان کے دلوں پر مہر کردیں پس وہ

يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ

سنیں ہی نہیں۔ ہم ان بستیوں کے کسی قدر احوال تجھ کو سناتے ہیں اور ان کے پاس رسول بھی

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ

واضح احکام لے کر آئے

مگر انہوں نے یہ کم بختی کی کہ حکموں سے منکر ہی ہو گئے پس ہم نے بھی ان کے کرتوں کے بدلے ان کو پکڑا اور خوب پچھڑا کیا ایسے واقعات سن کر بھی ان بستیوں والے اس بات سے بے فکر ہیں کہ ہمارا عذاب راتوں رات ان کے سوتے وقت ان پر آجائے کیا ان بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب دن دہاڑے ان کے کھیلتے ہوئے ان پر آجائے اور انکو پیس ڈالے کیا یہ اللہ کے خفیہ) داؤ سے بے فکر ہیں۔ خود ہی نقصان اٹھائیں گے اس لئے کہ خدا کے داؤ اور خفیہ عذاب سے زیاں کار ہی بے خوف ہوا کرتے ہیں۔ ورنہ کیا ان زیاں کار لوگوں کو جو یکے بعد دیگرے زمین کے مالک ہوتے ہیں اور ایک کے مرنے کے بعد دوسرا اس کی جگہ قائم ہو جاتا ہے یہ امر راہ نمائی نہیں کرتا کہ اگر ہم چاہیں تو آنا فانا ان کی بدکاریوں کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کریں اور ان کے دلوں پر ایسی سختی ڈالیں کہ گویا مہر کردیں پس وہ اس مہر اور غضب الٰہی کی وجہ سے ایسے ہو جائیں کہ سنیں ہی نہیں۔ یعنی اگر اس بات میں غور و فکر کریں کہ برے کاموں کے نتائج ہمیشہ برے ہی ہوا کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا عادل کے ہاں نیک و بد کام دونوں ایک سا پھل دیں تو ضرور ہدایت یاب ہو جائیں مگر غور نہیں کرتے۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگ گذرے ہیں ہم ان بستیوں کے کسی قدر احوال تجھ کو سناتے ہیں مختصر یہ کہ اپنی معمولی زندگی میں نہایت سرکشی کو پہنچے اور ان کے پاس رسول بھی کھلی تعلیم واضح واضح لیکر آئے

---

[۱] اللہ تعالیٰ کی نسبت جو مکر کا لفظ آتا ہے۔ اس پر بعض لوگوں کو کچھ تردد سا ہوتا ہے لیکن بغور دیکھیں تو کوئی تردد نہیں۔ کیونکہ مکر کے معنی ہیں کسی کی بے خبری میں تکلیف پہنچانا خدا کا عذاب بے فرمانی کی سزا ہو یا نہ ہو کسی کو خبر کر کے تو نہیں آیا کرتا پس مکر کے معنوں میں کیا شبہ ہے؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا نے مجھے کسی کے سامنے تکلیف دی ہے ان ربك لبا المرصاد (الفجر-۳) کے معنی بھی یہی ہیں۔

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ
پھر بھی وہ جس بات سے پہلے منکر ہو چکے تھے ان پر ایمان نہ لائے اسی طرح اللہ کفر کرنے والوں کے دلوں پر مہر

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ
کردیا کرتا ہے- اور ہم نے ان میں سے بہتوں کو بدعہد پایا اور ان میں سے اکثر کو ہم نے

لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ
بدکار پایا- پھر ان سے پیچھے موسیٰ کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنے حکم دے کر

فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى
بھیجا تو انہوں نے ان سے انکار کیا پھر جس طرح مفسدوں کا انجام ہوا اس کو تو سوچ لے- موسیٰ نے کہا کہ میں

يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ
اللہ رب العالمین کا رسول ہوں- میرا فرض ہے کہ بجز راست بیانی کے

عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ
اللہ کی طرف نہ لگاؤں میں تمہارے پاس پروردگار کے ہاں سے ایک کھلی دلیل بھی لایا ہوں پس تو بنی اسرائیل

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
کو میرے ساتھ جانے دے- فرعون بولا اگر تو کوئی نشان لایا ہے تو اسے لاکر دکھا اگر تو

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾
سچا ہے

پھر بھی وہ جس بات سے پہلے دانستہ منکر ہو چکے تھے ان پر ایمان نہ لائے- بلکہ سخت بضد ہو گئے اسی طرح پر اللہ دانستہ کفر کرنے والوں کے دلوں پر مہر کر دیا کرتا ہے- اور ہم نے ان میں سے بہتوں کو بد عہد پایا جب کبھی کوئی تکلیف ان پر نازل ہوتی تو خدا کی طرف جھکتے اور عہد کرتے کہ آئندہ کو بد عملی نہ کریں گے مگر پھر جس وقت ذرا بھر آسانی ہوتی پہلی مصیبت کو جھٹ سے بھول جاتے اور ان میں سے اکثروں کو ہم نے بدکار پایا- پس تباہ کر دیا- پھر بعد مدت ان سے پیچھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباری سرداروں کی طرف اپنے حکم دے کر بھیجا تو انہوں نے بھی ان احکام سے انکار کیا کبھی جادوگر کہا کبھی فریبی بتلایا- پھر جس طرح مفسدوں کا انجام ہوا اس کو بھی تو سوچ لے کہ جس پانی کی نسبت فرعون کہا کرتا تھا کہ میرے حکم سے چلتا ہے اسی میں اس کو غرق کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے ہر چند کہا کہ میں اللہ رب العالمین کا رسول ہوں- میرا فرض ہے کہ میں بجز راست بیانی کے اللہ کی طرف نہ لگاؤں یعنی پیغام الٰہی جتلا کر وہی بات کہوں جس کا خدا نے مجھے حکم دیا ہے دیکھو میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کے ہاں سے ایک کھلی دلیل بھی لایا ہوں کہ لکڑی سے سانپ بنتا ہے اور ید بیضاد کھاتا ہوں پس تو ان باتوں سے میری نبوت پر ایمان لا- اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دے ہم اپنے آبائی وطن میں چلے جائیں خدا نے اس کے دینے کا ہم سے وعدہ کیا ہے فرعون کو دراصل اس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ لوگ میرے ملک سے باہر اپنی قوت یکجا کر کے مجھ پر حملہ آور نہ ہوں اس لئے انکا چھوڑ دینا علاوہ ویرانی ملک کے یوں بھی مناسب نہ سمجھتا مگر بہانہ بنانے کو بولا کہ اگر تو کوئی نشان لایا ہے جیسا کہ تیرا بیان ہے تو اسے لا کر دکھا اگر تو سچا ہے تو کس موقع کا تجھے انتظار ہے-

فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿١٠٧﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنّٰظِرِينَ ﴿١٠٨﴾

پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینک دی وہ صریح ایک اژدھا تھا۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ باہر کیا وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے سفید براق تھا

پس یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ نے اپنی[1] لاٹھی جو ہاتھ میں اس وقت لیے تھے پھینکی تو دیکھتے ہی وہ صریح ایک اژدہا تھا سب لوگ جو دربار میں بیٹھے تھے ادھر ادھر بھاگنے لگے سب کو جان کے لالے پڑ گئے اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈال کر باہر کیا تو وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے سفید براق تھا ایسا کہ سورج کی طرح چمکتا تھا۔

۱) (فالقی عصاہ فاذا ھی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی ایک معجزے بیان فرمائے ہیں مجملہ ایک عصا اور ید بیضاء بھی ہے یہ دونوں معجزے اس خوبی اور تفصیل سے بیان ہوئے ہیں کہ ان جیسی تفصیل اور کسی بیان میں شاید ہی ہو۔ مگر سید احمد خان مرحوم نے وہی اپنا پرانا ہاتھ اسی پرانے ہتھیار یعنی (سپر نیچرل) سے ان پر بھی چلانا چاہا اس لئے مناسب ہے کہ پہلے تمام وہ آیتیں جن میں ان معجزوں کا ذکر ہے ہم لکھ دیں پھر سر سید کے عذرات بھی قوم کو سنائیں۔ پہلی آیت سورہ اعراف میں ہے جس کا مضمون یہ ہے

فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ھی بیضاء للناظرین قال الملاء من قوم فرعون ان ھذا الساحر علیم (اعراف-۸)

حضرت موسیٰ نے اپنی لکڑی پھینکی تو وہ اسی وقت ظاہر سانپ تھا اور اپنا ہاتھ نکالا تو وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے سفید ہاتھ تھا فرعون کے سرداروں نے کہا بے شک یہ موسیٰ بڑے علم والا جادو گر ہے

مفصل قصہ سورہ طٰہ میں ہے خدا فرماتا ہے

وما تلک بیمینک یموسیٰ قال ھی عصای اتوکئوا علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مآرب اخری- قال القھا یا موسیٰ فالقھا فاذا ھی حی تسعی قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی واضمم یدک الی جناحک تخرج بیضاء من غیر سوء آیۃ اخری لنریک من ایتنا الکبری (طہ-٦)

قالوا یاموسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون اول من القی قال بل القواہ فاذا حبالھم وعصیم یخیل الیھم من سحرھم انھا تسعی فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ قلنا لا تخف انک انت الاعلی والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی فالقی السحرۃ سجدا قالوا آمنا برب ھارون وموسیٰ (طہ- ٦٥٤)

موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کہا یہ میری لکڑی ہے میں اس پر تکیہ کرتا ہوں اور اپنی بھیڑ بکریوں کے لئے پتے جھاڑا کرتا ہوں اور بھی اس میں مجھے کئی فوائد ہیں خدا نے حکم دیا موسیٰ اسے پھینک دے موسیٰ نے اسے پھینکا ہی تھا کہ وہ سانپ تھا بھاگتا حکم ہوا کہ اسے پکڑ لے اور خوف نہ کر ہم اس کی پہلی (لکڑی والی) صفت بدل دیں گے اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال وہ سفید بے داغ ہو کر نکلے گا یہ دوسری نشانی ہے۔ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھاویں گے (چنانچہ وہ فرعون کے پاس گیا اور جادو گروں سے مقابلہ ہونے لگا) جادوگروں نے کہا موسیٰ تو پہلے اپنا عصا ڈالے گا یا ہم ڈالیں گے موسیٰ نے کہا نہیں تم ڈالو پس ان کے ڈالتے ہی انکے جادو کے اثر سے موسیٰ کو خیال ہونے لگا کہ وہ ہل رہے ہیں موسیٰ اپنے جی میں خوف زدہ ہوا ہم نے کہا موسیٰ ڈر نہیں تو ہی غالب رہے گا جو تیرے ہاتھ میں لکڑی ہے پھینک دے جو کچھ انہوں نے بنایا ہے سب کو نگل جائے گی وہ جادو کا تماشہ بنا لائے ہیں اور جادوگر جہاں کہیں ہو کامیاب نہیں ہوا کرتا موسیٰ کے عصا ڈالنے کی دیر تھی کہ جادوگر تو سجدے میں گر کر بولے ہم ہارون اور موسیٰ کے خدا پر ایمان لائے ہیں۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ

فرعون کی قوم کے سردار کہنے لگے کہ یقینا یہ بڑا علمدار جادوگر ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ تمہارے

مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝

ملک سے تم کو نکال دے پس تم کیا تجویز سوچتے ہو

یہ عجیب معجزات دیکھ کر بھی فرعون کی قوم کے سردار حسب منشاء فرعون سے کے لگے کہ یقیناً یہ موسیٰ بڑا علم دار جادوگر ہے اپنے خیالات واہیہ پر قیاس کر کے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس کا ارادہ ہے کہ ایک جتھا بنا کر تم کو تمہارے آبائی ملک مصر سے نکال دے اور آپ اس پر قابض ہو جائے۔ پس تم کیا تجویز سوچتے ہو؟

ایک جگہ بیان ہے کہ :-

قال لئن اتخذت الها غيرى لا جعلنك من المسجونين قال اولو جئتك بشئى مبين قال فات به ان كنت من الصادقين فالقى عصاه فاذا هى ثعبان مبين ونزع يده فاذا هى بيضآء للناظرين قال للملاء حوله ان هذا لساحر عليم- يريدان يخرجكم من ارضكم بسحره فماذا تامرون قالو ارجه واخاه وابعث فى المدائن حاشرين يا توك بكل سحار عليم فجمع السحرة لميقات يوم معلوم وقيل للناس هل انتم مجتمعون لعلنا نتبع السحرة ان كانوا هم الغالبين فلما جاء السحرة قالوا الفرعون ائن لنا لاجرا ان كنا نحن الغالبين قال نعم وانكم اذا لمن المقربين قال لهم موسىٰ القوا ما انتم ملقون فالقوا حبالهم وعصيهم وقالوا بعزة فرعون انا لنحن الغلبون فالقى موسىٰ عصاه فاذا هى تلقف ما يا فكون فالقى السحر ساجدين قالوا امنا برب العالمين رب موسىٰ وهارون (شعراء-١٨ تا ٣٧)

فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے سنگسار کرواڈالوں گا موسیٰ نے کہا اگرچہ میں کوئی واضح چیز بھی لا دکھاؤں فرعون نے کہا لا اگر تو سچا ہے پس موسیٰ نے اپنی لکڑی پھینک دی تو وہ اسی وقت ظاہر بڑا سانپ تھا اور اپنا ہاتھ نکالا تو وہ بھی سب دیکھنے والوں کے سامنے چٹا سفید تھا۔ فرعون کے گردا گرد سرداروں نے کہا یہ بڑا علم والا جادوگر ہے اس کا منشا ہے کہ تم کو اپنے جادو سے ملک بدر کر دے پس تمہاری کیا رائے ہے پھر مجتمع ہو کر فرعون سے ملتجی ہوئے کہ اسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دیجئے اور کل ملک میں ایلچی بھیج دیجئے کہ وہ حضور کے پاس بڑے بڑے علم دار جادوگروں کو جمع کر کے لے آویں پس جادوگر ایک وقت معین پر جمع کئے گئے اور لوگوں کو بھی کہا گیا کہ تم نے بھی جمع ہونا ہے شاید جادوگر فتح یاب ہوں تو ان کا جلوہ کرنے کو ہم ان کے ساتھ ہوں جب جادوگر فرعون کے حضور آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب رہے تو ہم کو کچھ ملے گا بولا ہاں اور تم میرے مقربوں میں سے ہو جاؤ گے موسیٰ نے ان سے ڈالنے کو کہا پس انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں اور فرعون کی عزت کی قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم ہی غالب رہیں گے پس موسیٰ نے بھی اپنی لکڑی ڈالی تو وہ انکی بناوٹی چیزوں کو کھا رہی تھی پس یہ امر دیکھتے ہی جادوگر سجدے میں گرے اور بولے ہم رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا خدا ہے ایمان لائے

ایک جگہ ذکر ہے

والق عصاك فلما راها تهتز كانها جان ولى مدبرا ولم يعقب يا موسىٰ لا تخف انى لا يخاف لدى المرسلون

خدا نے کہا اپنی لکڑی پھینک دے پس جب اس نے اسے ہلتے ہوئے دیکھا (ایسی تیز حرکت کرتی تھی کہ) گویا پتلا سا سانپ

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

سب نے کہا کہ اس کو اور اس کے بھائی کو تھوڑی سی مہلت دیجئے اور ملک میں جمع کرنے والے ہر کارے بھیج دیجئے۔ کہ ہر ایک جادوگر کو جو بڑے علم والا ہو حضور کے پاس لائیں

شاہی کونسل میں جب یہ تجویز باقاعدہ پیش ہوئی تو سب نے فرعون سے متفق اللفظ کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ اس موسیٰ کو اور اس کے بھائی ہارون کو تھوڑی سی مہلت دیجئے اور سب ملک میں ہر کارے بھیج دیجئے کہ ہر ایک جادوگر کو جو بڑے علم والا ہو حضور کے پاس لائیں۔

الا من ظلم ثم بدل حسنا بعد سوء فانی غفور رحیم وادخل یدك فی جیبك تخرج بیضاء من غیر سوء فی تسع آیات الی فرعون وقومه انهم كانوا قوما فاسقین (نمل ۱)

(جلدی جلدی حرکت کرتا) ہے تو موسیٰ پیٹھ پھیر کر بھاگا ایسے کہ پھر کر بھی نہ دیکھا خدا نے کہا اے موسیٰ ڈر نہیں میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے جو گناہ کرے اور اس سے پیچھے توبہ کر کے نیکی بھی کرے تو میں بخشنے والا مہربان ہوں تو اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال بغیر کسی بیماری کے سفید ہو کر نکلے گا تو نشانیوں میں فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاوہ بڑے بدکار ہیں۔

ایک جگہ مذکور ہے

وان الق عصاك فلما راها تهتز كانها جان ولی مدبرا ولم یعقب یموسیٰ اقبل ولا تخف انك من الامنین اسلك یدك فی جیبك تخرج بیضاء من غیر سوء واضمم الیك جناحك من الرهب فذنك برهانان من ربك الی فرعون وملائه انهم كانو قوما فسقین (قصص- ۲۱ ع-۳)

خدا نے کہا اپنی لکڑی پھینک دے پس جب اس کو تیز تیز چلتے دیکھا گویا وہ پتلا سا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پھر کر نہ دیکھا- خدا نے پکارا اے موسیٰ ادھر دیکھ اور ڈر نہیں تحقیق تو بے خوف ہے اپنا ہاتھ گریبان میں داخل کر بغیر بیماری کے سفید نکلے گا اور خوف کے مارے دونوں بازو ملا رکھ یہ دو دلیلیں خدا کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف جاوہ بدکاروں کی قوم ہیں

موجودہ توریت میں ان معجزات کا بیان اس طرح ہوا ہے کہ :-

تب موسیٰ نے جواب دیا کہ دیکھ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں گے نہ میری سنیں گے وہ کہیں گے کہ خدا تجھے دکھائی نہیں دیا تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے ؟ وہ بولا عصا پھر اس نے کہا اسے زمین پر پھینک دے اس نے زمین پر پھینک دیا اور وہ سانپ بن گیا اور موسیٰ اس کے آگے سے بھاگا تب خداوند نے موسیٰ سے کہا اپنا ہاتھ بڑھا اور اس کی دم پکڑ لے اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ لیا وہ اس کے ہاتھ میں عصا ہو گیا- پھر خدا نے اسے کہا کہ تو اپنا ہاتھ اپنی چھاتی پر چھپا کے رکھ- چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ اپنی چھاتی پر چھپا کر رکھا اور جب اس نے اسے نکالا تو دیکھا کہ اس کا ہاتھ برف کی مانند سفید مبروص تھا پھر اس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ اپنی چھاتی پر چھپا کے رکھ اس نے پھر رکھا تو جب باہر نکالا تو دیکھا کہ وہ پھر ویسا جیسا کہ اس کا سارا بدن تھا ہو گیا (خروج باب ۴ آیت ۱)

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ

اور جادوگروں نے فرعون کے پاس آکر کہا کہ اگر ہم اس پر غالب رہے تو ہم کو کچھ ملے گا- فرعون نے کہا

نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝

ہاں اور تم میرے مقربوں سے ہو جاؤ گے

قصہ مختصر ہرکارے ملک میں بھیجے گئے اور جادوگروں نے فرعون کے حضور آکر کہا کہ اگر ہم اس پر غالب رہے تو ہم کو بھی کچھ ملے گا یا یونہی بیگار میں ٹلا دیا جائے گا فرعون نے کہا ہاں بے شک تم کو بہت کچھ انعام ملے گا اور تم میرے دربار کے مقربوں میں سے ہو جاؤ گے بھلا تمہارے جیسا گورنمنٹ کا خیرخواہ کون جو موسیٰ جیسے باغی سرکار کو مغلوب کرے

دوسرے موقع کا ذکر اس طرح ہے کہ :-

کہ خدا نے موسیٰ اور ہارون کو کہا کہ جب فرعون تمہیں کہے کہ اپنا معجزہ دکھاؤ تو ہارون کو کہیو کہ اپنا عصا لے (حضرت موسیٰ نے اپنا عصا حضرت ہارون کے سپرد کیا ہوا تھا) اور فرعون کے آگے پھینک دے وہ ایک سانپ بن جائے گا تب موسیٰ اور ہارون فرعون کے آگے گئے اور انہوں نے وہ جو خداوند نے انہیں فرمایا تھا کیا ہارون نے اپنا عصا فرعون اور اس کے خادموں کے آگے پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا تب فرعون نے بھی داناؤں اور جادوگروں کو طلب کیا چنانچہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنے جادو سے ایسا ہی کیا کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا- لیکن ہارون کا عصا ان کے عصاؤں کو نگل گیا (خروج باب ۶ آیت ۷-۳)

ایسے صاف بیان کے ہوتے ہوئے بھی سید صاحب اس سے انکاری ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

تمام انسانوں میں خواہ وہ انبیاء ہوں اولیاء یا عوام الناس اور کسی مذہب کے ہوں حتی کہ حیوانوں میں بھی ایک قسم کی مقناطیسی قوت موجود ہے جو خود اس پر اور نیز دوسروں پر ایک قسم کا اثر پیدا کرتی ہے یہ بمقتضاء خلقت بعضوں میں ضعیف اور بعضوں میں قوی ہوتی ہے یہ قوت مقناطیسی جس میں قوی ہوتی ہے وہ دوسرے شخص پر بھی (اثر[1]) ڈال سکتا ہے اور اس دوسرے شخص پر بحالت بیداری ایک قسم کی خواب مقناطیسی اس پر طاری رہتی ہے یہ قوت بعض آدمیوں میں خلقی نہایت قوی ہوتی ہے اور جو لوگ مجاہدات کرتے ہیں اور لطائف نفسانی کو متحرک کرتے ہیں خواہ وہ ان مجاہدات میں خدا کا نام لیا کریں یا اور کسی کا ان میں یہ بھی قوت ہو جاتی ہے اور اس کے اثر ظاہر ہونے لگتے ہیں ان اثروں کو جب مسلمانوں سے ظاہر ہوتے ہیں مسلمانوں کرامت سے تعبیر کرتے ہیں اور جب کہ غیر مذہب والوں سے ظاہر ہوتے ہیں اس کو استدراج سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ دونوں کی اصلیت واحد ہے- بہر حال جو کچھ کہ اس سے ظاہر ہوا اس کا کوئی وجود اصلی و حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف وجود وہمی و خیالی ہے (ج ۲۲ صفحہ ۴۳)

اس تمہید کے بعد خاص معجزہ عصا وغیرہ کی بابت ارقام آیات متعلقہ فرماتے ہیں-

ان آیتوں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کیفیت جو حضرت موسیٰ پر طاری ہوئی اسی قوت نفس انسانی کا ظہور تھا جس کا اثر خود ان پر ہوا تھا- یہ کوئی معجزہ یا فوق الفطرت نہ تھا- (ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ معجزہ بھی داخل فطرت ہے) اور نہ اس پہاڑ کی تلی میں جہاں یہ امر واقع ہو کسی معجزہ کے دکھانے کا موقع تھا اور نہ یہ تصور ہو سکتا ہے کہ وہ پہاڑوں کی تلی کوئی مکتب تھا- (حضرت! علیگڑھ کالج ہی لکھ دیا ہوتا) جہاں پیغمبروں کو معجزے سکھائے جاتے ہیں اور معجزوں کی مشق کرائی جاتی ہو- حضرت موسیٰ میں ازروئے فطرت و جبلت کے وہ قوت نہایت قوی تھی (حضرت معاف رکھیں آپ بھولتے ہیں

[1] سید صاحب کی تحریر میں (اثر) کا لفظ نہیں شاید رہ گیا ہے-

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ

بولے کہ اے موسیٰ تو پہلے ڈالتا ہے یا ہم پہلے ڈالیں؟ موسیٰ نے کہا ڈالو

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

پس جب ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں کو جادو کردیا اور لوگوں کو دہشت میں ڈالا اور ایک بڑا ہی جادو لائے

جادوگر فرعون سے عہد و پیمان لے کر میدان جنگ میں آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کہ اے موسیٰ تو پہلے اپنی لاٹھی ڈالتا ہے یا ہم پہلے ڈالیں؟ غرض اپنی بہادری کا اظہار کرتے تھے کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ تیرے ارمان جی کے جی میں ہی رہیں نہیں اگر تو چاہتا ہے تو ہم بڑی خوشی سے تیرے وار کو اپنے پر لینے کو تیار ہیں موسیٰ نے کہا نہیں بلکہ تم ہی جو ڈالنا چاہو پہلے ڈالو- پس جب میدان میں انہوں نے اپنا اسباب لوگوں کے سامنے ڈالا تو قلب ماہیت تو کیا ہی کر سکتے تھے؟ صرف انہوں نے بقاعدہ مسمریزم اتنا ہی کیا کہ لوگوں کی آنکھوں کو جادو کر دیا کہ ان کو رسیوں کے سانپ نظر آنے لگے-اور لوگوں کو دہشت میں ڈالا اور ایک بہت ہی موثر جادو کا کھیل بنا کر لائے-

---

یہ قوت لکڑی میں تھی- چنانچہ آپ کی آئندہ تقریر اسی کی مؤید ہے) جس سے اسی قسم کے اثر ظاہر ہوتے ہیں اور انہوں نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہے اپنی لاٹھی پھینک دی اور وہ ان کو سانپ یا اژدھا دکھائی دیے (حضرت کیئے یہ لکڑی کی قوت کا اثر حضرت موسیٰ پر ہوا یا حضرت موسیٰ کا اثر لکڑی پر) یہ خود ان کا تصرف اپنے خیال میں تھا وہ لکڑی لکڑی ہی تھی اس میں فی الواقع کچھ تبدیلی نہیں ہوئی تھی خدا نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا فانقلب العصا ثعبانا یعنی وہ لاٹھی بدل کر اژدھا ہو گئی بلکہ سورہ نحل میں فرمایا کانها جان یعنی وہ گویا اژدھا-اس سے ظاہر ہے کہ در حقیقت وہ اژدھا نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ لاٹھی کی لاٹھی تھی (ج ۲ صفحہ ۱۱۱)

ایسا ہی ید بیضاء کی نسبت فرماتے ہیں

جب کہ یہ بات تسلیم کی گئی کہ انسان میں ایک ایسی قوت ہے کہ انسان اس کے ذریعہ سے قوائے متخیلہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور پھر اس میں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہے اور ان میں طرح طرح کے خیالات اور گفتگو اور صورتیں جو کچھ اس میں اس کو مقصود ہوتی ہے ڈالتا ہے- پھر ان کو اپنے موثرہ کی قوت سے دیکھنے والوں کی حس پر ڈالتا ہے پھر دیکھنے والے ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہے حالانکہ وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا اور قرآن مجید کے الفاظ سے جو آیات بالا میں گذرے ہیں اور جن سے پایا جاتا ہے کہ لاٹھیاں اور رسیاں اسی قوت متخیلہ کے سبب سے سانپ یا اژدہے دکھائی دیے تھے تو ید بیضا کا مسئلہ از خود حل ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا بھی لوگوں کو اس طرح پر دکھائی دینا اسی قوت نفس انسانی کا اور تصرف قوت متخیلہ کا سبب تھا نہ یہ کہ وہ کوئی معجزہ مافوق الفطرت تھا اور در حقیقت حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی ماہیت بدل جاتی تھی جہاں قرآن مجید میں ید بیضاء کا ذکر آیا ہے وہاں یہ مضمون بھی موجود ہے

ونزع یده فاذا هی بیضاء للناظرین- (اعراف-۷) کہ جب حضرت موسیٰ نے اپنا ہاتھ نکالا تو یکایک چٹا تھا دیکھنے والوں کیلئے-

اور یہ مضمون صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں وہ چٹا دکھائی دیتا تھا جو اثر قوت نفسانی کا تھا نہ کوئی معجزہ مافوق الفطرت (ج ۲ صفحہ ۱۱۴)

اس سے آگے ایک سوال کا جواب از خود دیتے ہیں

اس مقام پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر عصائے موسیٰ کا اژدھا بننا اور ہاتھ کا چٹا ہو جانا اسی قسم کی قوت نفسی سے لوگوں کو دکھائی دیتا تھا جس طرح کی قوت نفسی سے سحرہ فرعون کی رسیاں اور لاٹھیاں دکھائی دیتی تھیں اور کوئی معجزہ مافوق

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَلۡقِ عَصَاکَ ۚ فَاِذَا ہِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِکُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ

اور ہم نے موسیٰ کو الہام کیا کہ تو اپنی لکڑی پھینک دے پس اسی وقت وہ جھوٹ موٹ کے سانپ جو وہ بنا رہے تھے انکو

الۡحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾ۚ

نگلتی چلی جاتی تھی۔ پس حق غالب آیا اور جو کچھ وہ بنا رہے تھے سب برباد ہو گیا

وہ اپنے کام میں لگے ہوئے تھے اور موسیٰ ان کی اس حرکت سے ذرا سا خوف زدہ ہوا تھا کہ ہم نے موسیٰ کو فرشتے کے ذریعہ الہام کیا کہ تو بھی اپنی لکڑی پھینک دے پس اس کے پھینکنے کی دیر تھی کہ اسی وقت وہ ان کے مصنوعی جھوٹ موٹ کے سانپ جو وہ بنا رہے تھے انکو نگلتی چلی جاتی تھی۔ پس سب لوگوں نے دیکھ لیا حق غالب آیا اور جو کچھ وہ جھوٹ موٹ مقابلہ میں بنا رہے تھے سب برباد ہو گیا۔

الفطرت نہ تھا تو خدا نے اسے عصا و ید بیضاء کی نسبت یہ کیوں فرمایا؟ کہ فذانک برھانان من ربک (قصص - ۲۱) یعنی ان کو خدا کی طرف سے برہان کیوں تعبیر کیا ہے مگر برہان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عصائے موسیٰ کا اژدھا مرئی ہونا یا ہاتھ کا چٹاد کھائی دینا فرعون اور اس کے سرداروں پر بطور حجت الزامی کے تھا وہ اس قسم کے امور اس بات کی دلیل سمجھتے تھے کہ جس شخص سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں وہ کامل ہوتا ہے (ٹھیک ہے جب ہی تو مزدوری پر جادوگروں کو جن کی قدر و منزلت ان کے سوال ائن لنا لاجرا ان کنا نحن الغالبین سے ہی معلوم ہوتی ہے بلا کر مقابلہ کرایا تھا یہی دلیل بس ہے ان کے کمالات پر جس سے فرعون اور اس کے افسروں نے ان کو یقیناً کامل سمجھا ہو گا کاش کہ سید صاحب کامل کی بھی ذرا شرح کر جاتے کہ کس بات میں کامل اور اسی سبب سے انہوں نے کہا کہ اگر کوئی کرشمہ دکھایا جائے گا تو وہ موسیٰ کو سچا جانیں گے (ج ۲ صفحہ ۱۱۵)

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ایسی تاویلات بلکہ تحریفات کا کیا جواب دیں جہاں یہ حال ہو

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار کا الٹا ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

ہاں ایک جواب سید صاحب کی تحریر سے یاد آتا ہے آپ فرماتے ہیں

کہ ہم مسلمانوں میں قاعدہ ہے کہ ہمیشہ جہاں تک ہو سکتا ہے لفظ سے اس کی اصلی اور حقیقی مراد لیتے ہیں۔ مگر جہاں کہیں سیاق کلام سے یا اور کسی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ تمثیلی معنی مراد ہیں جس کو ہم مجاز یا استعارہ کہتے ہیں وہاں اس کے تمثیلی معنی قرار دیتے ہیں خواہ وہ دلیل اسی مقام میں موجود ہو یا کسی اور مقام میں۔ (تصانیف احمدیہ ج ۵ صفحہ ۲)

کاش یہاں اصلی معنی چھوڑنے کی کوئی دلیل بتلائی ہوتی اگر وہی پرانا ہتھیار سپر نیچرل ہے تو اس کا جواب کچھ پہلے تو ہو چکا ہے اور کچھ آگے آتا ہے ہاں سید صاحب کا یہ فرمانا کہ خدا تعالےٰ نے فانقلبت العصا ثعبانا نہیں کہا غور طلب ہے اس پر ہمیں ایک قصہ یاد آیا ایک واعظ صاحب اپنے فریق مقابل فرقہ اہل حدیث کا رد کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمانے لگے کہ یہ لوگ قرآن و حدیث کو زیادہ پیش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو موحدین کہلاتے ہیں کہیں قرآن میں خدا نے موحد کر کے کسی کو پکارا بھی ہے؟ سب جگہ ایمانداروں کو ہی پکارا گیا موحدین کے نام سے تو کہیں بھی خدا نے خطاب نہیں فرمایا۔ جس طرح واعظ موصوف کے جواب میں مقابل ساکت تھے۔ ٹھیک اسی طرح ہم سید صاحب سے نادم ہیں واقعی ہم مانتے ہیں کہ قرآن شریف میں یہ لفظ تو نہیں مگر بڑے ادب سے عرض ہے کہ اگر انہی معنوں کو ادا کرنے والا کوئی اور لفظ ہو تو جو مسلمان قرآن کے تیس پاروں کو کلام الٰہی مانتا ہے اسے اس کے ماننے میں بھی تامل نہ ہو گا۔ سنئے اور غور سے سنئے سنعیدھا سیرتھا الاولی ذرا لفظ اعادہ جس سے سنعید مشتق ہے اور بالخصوص

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا

پس فرعونی وہاں مغلوب ہوئے اور ذلیل و خوار لوٹ گئے- اور جادو گر سجدہ میں گر پڑے- بولے کہ ہم اپنے

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

پروردگار پر جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے ایمان لائے ہیں

پس فرعونی وہاں مغلوب ہوئے اور اپنا سا منہ لے کر گھروں کو ذلیل اور خوار لوٹ گئے اور جادوگر جو کسی بدنیتی اور ضد سے نہیں آئے تھے بلکہ محض اپنی لیاقت پر نازاں تھے جب انہوں نے حضرت موسیٰ کا اژدھا دیکھا اور بقاعدہ فن مسمریزم یہ سمجھ گئے کہ یہ کام جادو سے نہیں ہو سکتا بلکہ محض تائید ایزدی سے ہے تو اوندے سجدے میں گر پڑے اور اپنے ایمان کا اظہار کرنے کو بولے ہم اپنے پروردگار پر جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے سچے دل سے ایمان لائے ہیں

سیرتھا الاولی میں غور کیجئے اعادہ کے معنی پھیر لانے کے ہیں اور سیرت کے معنی خصلت کے ہیں سیرت اولی کو بالخصوص قابل توجہ ہم نے اس لئے کہا ہے کہ سیرت کا لفظ لانا اور صورت نہ کہنا اسی طرف اشارہ ہے کہ اتنی دیر کے لئے اس کی قلب ماہیت ہوگئی تھی اور اگر یہ نہ ہوتا بلکہ بقول سرسید صرف حضرت موسیٰ کی آنکھوں میں ہی وہ اژدھا دکھائی دیتا اور در حقیقت وہ لاٹھی کی لاٹھی ہوتی تو اعادہ سیرت نہ کہا جاتا سبحان اللہ اصدق الصادقین کے کلام کو جس کے امکان کذب میں بھی علماء مختلف ہیں- مروڑ مراڑ کر دبی زبان سے کاذب کہا جاتا ہے انظر کیف یفترون علی الله الکذب و کفی به اثما مبینا (النساء- ٤) اس سے زیادہ کذب کیا ہوگا؟ کہ حقیقتاً نہ تو صورت بدلی اور نہ سیرت بلکہ صرف حضرت موسیٰ کی آنکھیں دھندلا رہی ہیں تاہم سنعید ھا سیرتھا الاولی جو سلب اور عدم سیرت اولی پر موقوف ہے کہا جاتا ہے سید صاحب مرحوم نے جو کچھ قرآن کے ساتھ کیا ہمارا اعتقاد ہے عناد سے نہیں کیا بلکہ خوش اعتقادی سے ہی کیا مگر یہ تو ہم ضرور کہیں گے

خوب کیے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا نخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے؟

اصل میں سید صاحب کو بار بار سپر نیچرل تنگ کرتا رہا ہے یعنی خلاف فطرت نہیں ہوا کرتا اور نہ ہو سکتا ہے مگر ہم حضرت مسیح کے معجزات کے ذکر میں یہ امر مفصل ذکر کر آئے ہیں کہ معجزات کا ظہور خرق عادت اور خلاف فطرت نہیں ہے- پس جب تک سید صاحب یا ان کے ہم مشرب اس بات کو رد نہ کریں گے کسی تاویل کرنے کے مجاز نہیں-

کچھ شک نہیں کہ سید صاحب نے علم مسمریزم کی کتابیں دیکھی ہیں کہ ہم یقیناً کہتے ہیں کہ ان میں بھی سید صاحب نے اپنی مجتہدانہ روش نہیں چھوڑی کیوں نہ ہو؟

امن ازدیارك فی الدجی الرقباء
اذ حیث کنت من الظلام ضیاء

جہاں تک ہمیں معلوم ہے اور ہم نے اس فن کا مطالعہ کیا ہے اس کا یہ ہرگز منشاء نہیں جو سید صاحب نے حضرت موسیٰ کی لاٹھی اور ید بیضاء کی کیفیت لکھی ہے لطف یہ ہے کہ خود سید کے کلام میں ان کا رد موجود ہے آپ کی تقریر کا خلاصہ تو صرف دو لفظوں میں ہے کہ انسان میں ایک قوت مقناطیسی ہے- جس کے ذریعہ سے دوسروں پر اثر پہنچا سکتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت موسیٰ اسی قوت سے متاثر ہوئے تھے- داناؤں کی توجہ چاہتا ہے کیونکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ حضرت موسیٰ بقول سید صاحب اگر مسمریزم کے عامل ہوتے تو دوسروں پر اپنے خیالات کا اثر پہنچا سکتے تھے نہ کہ لکڑی سے خود ہی ایسے متاثر ہوتے کہ بھاگتے ہوئے پیچھے کو پھر کر بھی نہ دیکھتے- کیا یہی مسمریزم ہے سچ ہے

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ

فرعون بولا کہ تم میرے اذن دینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے یقینی بات ہے کہ یہ تمہارا سب فریب ہے جو تم نے اس شہر میں چلایا

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

ہے کہ شہر کے اصل باشندوں کو اس سے نکال دو- پس تم جان لو گے- کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا پھر

ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ

تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا- جادوگر بولے ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں- اور تو ہم میں صرف اتنی ہی بات عیب دار

اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۚ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

پاتا ہے کہ ہم اپنے پروردگار کے نشانوں پر جب ہم کو ملے ہم ایمان لے آئے ہمارے مولا ہم کو صبر عنایت کیجو اور ہم کو اپنی تابعداری میں ہی ماریو

فرعون نے جب سنا کہ جادوگر جن کو مقابلہ کے لئے ہم نے بلایا تھا وہ تو موسیٰ کے ساتھ مل گئے اور اس کو مان گئے اس سے تو عام بغاوت کا اندیشہ ہے اس لئے بغرض دھمکی دینے کے بولا یعنی ان کو کہلا بھیجا کہ تم میرے اذن سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے یقینی بات اب معلوم ہوئی ہے کہ یہ تمہارا سب کا فریب ہے جو تم نے اتفاق کر کے اس شہر میں چلایا ہے کہ شہر کے اصل باشندوں اور مالکوں کو نکال دو اور خود مالک بن جاؤ پس تم اس کا نتیجہ ابھی جان لو گے کہ پہلے تو میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹے سیدھے کٹوا دوں گا- پھر بعد اس تکلیف کے تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا جادوگر یہ دھمکی سن کر بڑی متانت اور استقلال سے کہنے لگے کہ جو کچھ کرنا چاہے کر لے ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں آخر ایک روز تو مرنا ہے بہتر ہے کہ اس کی راہ میں مریں اور تو ہم میں صرف اتنی ہی بات بڑی عیب دار پاتا ہے کہ ہم اپنے پروردگار کے نشانوں پر جب ہم کو حضرت موسیٰ کی معرفت ملے ہم ایمان لے آئے سو تو پڑا برا مان ہمیں تیری کیا خوشامد ماری جاتی ہے البتہ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے مولا فرعون کی تکلیفوں پر ہم کو صبر عنایت کیجو اور ان تکلیفوں میں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تیری طرف سے پھر جائیں بلکہ تو ہم کو اپنی تابعداری میں ہی ماریو خیر مختصر یہ کہ فرعون نے انکو مروادیا اور مثل مشہور نزلہ بر عضو ضعیف می افتد کی پوری تصدیق کی

پائے استد لالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

مسمریزم اور معجزہ کے فرق کے متعلق ہم معجزات مسیحا میں مختصر سی تقریر کر آئے ہیں یہاں پر سید صاحب کے تبعاً بھی کچھ ذکر کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ فرعون کے جادوگر بھی مسمریزم کے حامل تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ کا فرمانا کہ ان کے سحر سے موسیٰ کو رسیاں ہلتی ہوئی نظر آتی تھیں **يخيل اليهم من سحرهم انها تسعى** (طہ-۶۶) ہمارے اس قول کا موید ہے مگر تعجب ہے کہ حضرت موسیٰ کی نسبت بھی سید صاحب نے وہی گمان کیا جو فرعون نے کیا تھا فرعون نے جادوگروں کے ایمان کا حال سن کر ان سے کہا **انه لكبير كم الذى علمكم السحر** (طہ-) وہ تمہارا استاد ہے جس نے تم کو جادو (مسمریزم) سکھایا ہے گویا فرعون نے بھی حضرت موسیٰ کو مسمریزم کا عامل سمجھا جو سید صاحب نے دبی زبان سے کہا جس کا جواب اسی وقت خدا تعالیٰ نے دے دیا تھا کہ **لا يفلح الساحر حيث اتى** جادوگر مراد کو نہیں پہنچا کرتے پھر فرعون کے جادوگروں کا مشق مسمریزم میں اعلیٰ درجہ کے مشاق ہے- ایمان لانا اور حضرت موسیٰ کو بھی برحق اور انکے فعل کو فعل خداوندی اور معجزہ سمجھنا بھی قابل غور ہے حالانکہ

دلی را ولی می شناسد دزد را دزد مے شناسد

کا مقولہ بھی مشہور ہے پس مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ کی نسبت مسمریزم وغیرہ کا خیال کرنا کسی طرح صحیح نہیں بلکہ خوف کفر ہے جو آیات قرآنی سے متبادر مفہوم ہوتا ہے-

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

اس کی قوم کے سرگروہوں نے کہا کیا حضور! موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ ملک میں فساد پھیلائیں اور

وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ

حضور کو اور حضور کے معبودوں کو ترک کر دیں فرعون نے کہا ہم ان کے لڑکوں کو مروا ڈالیں گے اور انکی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم ان پر

قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ

غالب ہیں- موسیٰ نے کہا بھائیو! اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو زمین تو خدا کی ملک ہے

يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ

اپنے بندوں سے جسے چاہے عنایت کرتا ہے اور انجام بخیر ہمیشہ پرہیزگاروں کا ہوتا ہے- بنی اسرائیل نے کہا تیرے آنے سے پہلے بھی

اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ

ہم کو ایذائیں پہنچتی رہیں اور تیرے آنے سے بعد بھی' موسیٰ نے کہا خدا سے امید ہے کہ تمہارے دشمن کو ضرور ہلاک کرے گا

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اور تم کو زمین میں بادشاہ بنا دے گا پھر تمہارے کاموں کو بھی دیکھے گا

ع ۱۵

تو اس کی قوم کے سرگروہوں یعنی ممبران کونسل نے کہا کیا حضور ان غریبوں کو مروا کر موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ ملک میں کھلے جی سے فساد پھیلائیں اور حضور کو اور حضور کے مقرر کردہ چھوٹے چھوٹے معبودوں کو ترک کریں اس سے تو انتظام میں سخت خلل کا اندیشہ ہے- پس مناسب ہے کہ حضور اس طرف بھی توجہ فرمائیں یہ سن کر فرعون نے کہا ٹھیک بات ہے گورنمنٹ ان سے بے خبر نہیں ہم نے ان کا انتظام یہ سوچا ہے کہ ان کے لڑکوں کو مروا ڈالیں گے اور لڑکیوں کو خدمت کے لئے زندہ رہنے دیں گے اور اگر چون وچرا کریں گے تو ہم ان پر ہر طرح سے غالب ہیں سسرے جائیں گے کہاں ؟ یہ سن کر بنی اسرائیل تو لگے کانپنے اور موسیٰ علیہ السلام نے بغرض تسلی ان سے کہا بھائیو گھبراؤ نہیں اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو زمین تو خدا کی ملک ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عنایت کرتا ہے اور یقینی جانو کہ انجام بخیر ہمیشہ پرہیزگاروں کا ہی ہوتا ہے بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ تیرے آنے سے پہلے بھی ہم کو ایذائیں پہنچتی رہیں اور تیرے آنے کے بعد بھی وہی حال رہا حضرت موسیٰ نے کہا بے شک تم سچ کہتے ہو آخر ہر ایک چیز کی خدا کے ہاں انتہا ہے اب خدا سے امید ہے کہ تمہارے دشمن کو ضرور ہلاک کرے گا اور تم کو زمین میں بادشاہ بنا دے گا پھر تمہارے کاموں کو بھی دیکھے گا جب تک درست رہو گے ترقی اور بہبودی میں رہو گے اور جب بگڑو گے اپنا ہی کچھ کھو دو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہم نے فرعون کو ہلاک کیا

---

[۱] فرعون نے اپنی شکل کے بت لوگوں میں تقسیم کئے ہوئے تھے ان کو چھوٹے معبود کہتا اور اپنے آپ ربکم الاعلی کہلاتا فرعون کی نسبت اگر یہ یقین کیا جائے کہ جو کچھ وہ لوگوں سے منوانا چاہتا تھا واقعی اس کا خیال ہی ایسا تھا تو ہندوؤں کے جین مت والوں کے قریب قریب اس کا خیال ہو گا- جو کہتے ہیں کہ خدا ایک عہدہ ہے جس پر روحیں حسب اعمال پہنچ کر انتظام دنیا کر لیتی ہیں اس مذہب کے ایک پنڈت سے راقم کی گفتگو ایک دفعہ ہوئی تھی پنڈت جی تھے تو بڑے ودوان مگر دروغ را فروغ نباشد آخر مغلوب ہوئے-

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور فرعون کی قوم کو خشک سالی اور پھلوں کی کمی کے عذاب میں مبتلا کیا تاکہ وہ نصیحت پائیں

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ

پھر جب ان کی کوئی آسائش پہنچتی تو کہتے یہ ہمارا حق ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست

مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا

سمجھتے سن رکھو کہ ان کی شامت اعمال خدا کے ہاں سے تھی لیکن بہت سے ان میں سے نہیں جانتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کوئی

تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ

بھی نشان تو ہم کو دکھا کہ جس کے ذریعے تو ہم پر جادو کرے ہم تجھے نہ مانیں گے۔ پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا

وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

اور ٹڈی دل اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجے جو کھلے کھلے نشان تھے پھر بھی وہ لوگ متکبر اور مجرم ہی رہے

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ

اور جب کبھی کوئی عذاب ان پر نازل ہوتا تو کہتے اے موسیٰ چونکہ تجھ سے خدا نے قبولیت کا وعدہ کیا ہوا ہے ہمارے لئے اپنے پروردگار

لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ

سے دعا مانگ اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کرا دے گا تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے

اور فرعون کی قوم کو خشک سالی اور پھلوں کی کمی کے عذاب میں مبتلا کیا تاکہ نصیحت پائیں پھر بھی بدمعاش ایسے شریر تھے کہ جب کوئی آسائش پہنچتی تو کہتے یہ ہمارا حق ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو حضرت موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست سمجھتے اور کہتے کہ جب سے یہ منحوس نکلے ہیں ایسی ایسی آفتیں آنے لگی ہیں وہ تو اس بات کو نہ جانتے تھے مگر تم سن رکھو کہ دراصل ان کی شامت اعمال خدا کے ہاں سے تھی۔ لیکن بہت سے ان میں سے نہیں جانتے تھے کہ یہ غضب الٰہی ہے یا کوئی اور صاف مقابلہ میں کھلے منہ کہتے تھے کہ کوئی بھی معجزہ تو ہم کو دکھا کہ جس کے ذریعہ تو ہم پر جادو کرے اور پھسلانا چاہے ہم تجھے نہ مانیں گے اور کبھی بھی تیری اطاعت نہ کریں گے پھر ہم نے ان پر یعنی فرعونیوں[1] پر طوفان بھیجا اور ٹڈی دل اور جوئیں اور مینڈک اور خون (وغیرہ بلائیں) بھیجیں جو کھلے کھلے نشان تھے پھر بھی وہ لوگ متکبر اور مجرم ہی رہے اور اولوں کی بارشوں سے ان کے تمام ملک کو تباہ کیا پھر بھی باز نہ آئے مینڈک بھیج دیے تب بھی نہ مانے جوئیں کثرت سے ان کے بدنوں میں پیدا کر دیں ٹڈی دل بھیج دیا جو ان کے تمام کھیتوں کو برباد کر گیا غرض مختلف قسم کے عذاب نازل کیے وقت پر عاجز ہوتے اور جب کبھی کوئی عذاب ان پر نازل ہوتا تو فریاد کرتے کہتے اے موسیٰ چونکہ تجھ سے خدا نے قبولیت کا وعدہ کیا ہوا ہے ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا مانگ اگر تم ہم سے یہ عذاب دور کرا دے گا تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے غرض جس طرح ہو ہمارے حال پر مہربانی کر۔

---

[1] ان باتوں کا مفصل ذکر خروج باب ۶ سے آگے تک ملتا ہے

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ۝ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ

پھر جب ہم عذاب کو ایک مدت تک ان سے ہٹا دیتے تو وہ لوگ اس مدت کو پہنچتے ہی فورا بدعہدی کرتے- پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا

فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝ وَأَوْرَثْنَا

پس ہم نے پانی میں ان کو غرق کیا کیونکہ وہ ہمارے نشانوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان سے غافل تھے- اور جس قوم کو

الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا ۖ

ضعیف کیا جاتا تھا ہم نے اسے بڑی بابرکت زمین کے مشرق و مغرب کا مالک بنا دیا

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا

اور چونکہ بنی اسرائیل نے تکلیفوں پر صبر کیا تھا خدا کے نیک حکم ان کے حق میں پورے ہوئے اور جو کچھ فرعون اور

كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۝ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ

اس کی قوم کیا کرتے تھے عمارتیں بناتے تھے ہم نے برباد کر دیا- اور بنی اسرائیل کو ہم نے دریا سے عبور

الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا

کرایا تو ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں پر بیٹھا کرتے تھے بولے اے موسیٰ جیسے ان کے معبود ہیں ہمیں بھی ایک معبود

لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا

بنادے موسیٰ نے کہا تم بے سمجھ لوگ ہو- جس دین پر یہ ہیں یقیناً وہ برباد ہونے والا ہے اور جو یہ کرتے

كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝

ہیں سب باطل ہے- کہا کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لئے تلاش کروں حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان کے لوگوں پر برتری دی ہے

پھر جب کچھ مدت تک جس کو انہوں نے نباہنا ہوتا تھا ہم عذاب کو ان سے ہٹا دیتے تو فورا بدعہدی کرتے- اور اسی طرح بداطواری میں پھنس جاتے پھر آخر ہم نے ان سے گستاخیوں کا بدلہ لے لیا- پس دریا کے اندر پانی میں ہم نے ان کو غرق کیا- کیوں کہ ہمارے نشانوں سے انکار کرتے تھے اور بے پروائی سے انکو ٹلاتے تھے اور اسی قوم کو جسے طرح طرح کی تدبیروں سے ضعیف کیا جاتا تھا ہم نے بڑی بابرکت زمین کنعان وغیرہ کے مشرق مغرب یورپ پچھم کا مالک بنادیا اور چوں کہ بنی اسرائیل نے صبر کیا تھا خدا کے نیک حکم یعنی عمدہ عمدہ وعدے ان کے حق میں پورے ہوئے اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم تجویزیں کیا کرتے اور عالی شان عمارتیں بناتے تھے- ہم نے سب برباد کر دیے اور بنی اسرائیل کو ہم نے دریا سے عبور کرایا تو ایک قوم کے پاس سے گذرے- جو اپنے بتوں پر ہندوستان کے ہندوؤں کی طرح ڈیرے ڈال کر بیٹھا کرتے تھے اور اپنی دعائیں اور منتیں ان سے مانگا کرتے تھے ان کو دیکھ کر بنی اسرائیل بولے اے موسیٰ جیسے ان کے پتھر اور پتیل کانچ کے بڑے بڑے خوبصورت معبود ہیں- ہمیں بھی ایک معبود بنادے ہم بھی اس کی پوجا پاٹھ کیا کریں حضرت موسیٰ نے کہا تم بڑے جاہل ہو جو یہ بھی نہیں سمجھتے کہ خدا بنائے سے نہیں بنتا اسی خرابی کے دفع کرنے کو تو خدا اپنے رسول بھیجا کرتا ہے پس تم یقیناً سمجھو کہ جس دین پر یہ ہیں یقیناً وہ تباہ اور برباد ہونیوالا ہے اور جو یہ کرتے ہیں سب باطل اور فریب ہے جسکا کوئی نتیجہ نہیں حضرت موسیٰ نے یہ بھی کہا کہ میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان کے لوگوں پر برتری دی ہے

وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَ
اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کی قوم سے نجات دی جو تم کو بڑی تکلیف پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور

یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ
تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تم پر خدا کی بڑی مہربانی ہے- اور ہم نے موسیٰ سے تیس یوم کا وعدہ

لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ
کیا اور دس روز اور بڑھائے تو وعدہ الٰہی چالیس روز کا پورا ہوا اور موسیٰ اپنے بھائی ہارون سے کہہ گیا تھا کہ

اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ
میری قوم میں میری نیابت کیجئو اور اصلاح کرتے رہنو اور مفسدوں کی راہ پر نہ چلنو- اور موسیٰ خدا کے وعدہ کے مطابق جب آیا اور خدا نے

رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ
اس سے کلام کیا تو موسیٰ نے کہا میرے مولا تو مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھ کو دیکھوں خدا نے کہا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکے گا لیکن تو پہاڑ کی طرف نظر

مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ
رکھ اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا پس جب خدا نے پہاڑ پر ذرا سا جلوہ کیا تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑا

تم کو خاندان ابراہیمی اور اسرائیلی سے پیدا کیا پھر کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ مجھ سے ایسی درخواست کرتے ہو جو خدا کی شان کے صریح نقیض ہے اور سنو خدا تم کو فرماتا ہے وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کی قوم سے نجات دی جو تم کو بڑی تکلیف پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو بغرض خدمت زندہ رکھتے تھے اور اگر سوچو تو اس نجات میں تم پر خدا کی بڑی مہربانی ہے اور محض تمہاری بہتری کو ہم نے حضرت موسیٰ سے کتاب دینے کے لئے تیس یوم کا وعدہ کیا اور دس روز ان کے ساتھ اور بڑھائے تو وعدہ الٰہی پورے چالیس روز کا ہوا یعنی خدا نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ چونکہ اب تم فرعون سے چھوٹ کر ایک آزاد قوم ہو گئے ہو اس لئے تمہاری دینی اور دنیاوی حاجتوں کیلئے کسی قانون الٰہی کی ضرورت ہے پس تو پہاڑ پر آکر ایک مہینہ مخلوق سے بالکل علیحدہ ہو کر تزکیہ نفوس میں مشغول ہو چنانچہ حضرت موسیٰ نے ایسا ہی کیا ایک مہینہ گزر گیا- اور ہنوز ترقی کمال مناسب میں کچھ کمی تھی اس لئے اور دس روز بڑھائے گئے اور چلتے وقت موسیٰ اپنے بھائی ہارون سے کہہ گیا تھا کہ میری قوم میں میری نیابت کرو اور ان کی اصلاح کرتے رہو اور ہوشیار رہو کہ ہمیشہ مفسدوں کی اصلاح سے رنج ہوتا ہے بلکہ جو مصلح اصلاح کرنا چاہے یہ کم بخت اس کے بھی مخالف ہو جاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ مصلح ان کے ہم رائے ہو رہیں پس تو ہوشیار رہ کہ ان کی راہ اور روش پر نہ چلیو یہ کہہ کر حضرت موسیٰ قوم سے رخصت ہو کر خدا کے وعدہ کے موافق جب کوہ طور پر چلہ کشی کو آیا اور خدا نے اس سے کلام کیا تو مارے محبت کو موسیٰ نے بیتاب ہو کر کہا میرے مولا چونکہ یہ صحیح ہے کہ

تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

اس لئے میں غلبہ عشق سے مجبور ہوں پس تو مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھ کو دیکھوں خدا نے کہا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکے گا تیری اور میری نسبت بھلا کیا ممکن ہے؟ کہ مخلوق خالق کو دیکھ سکے لیکن اگر تو زیادہ ہی اس بات کو چاہتا ہے تو پہاڑ کی طرف نظر رکھ اگر وہ جلوہ الٰہی سے اپنی جگہ پر قائم رہا تو سمجھو کہ تو بھی مجھے دیکھ سکے گا اور اگر وہ اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکا تو تو اسی سے سمجھ لے کہ تو بھی نہ دیکھ سکے گا- پس اس قرارداد کے مطابق خدا نے جب پہاڑ کی جانب پر ذرا سا جلوہ کیا اور ذرا سا نور اس پر ڈالا تو اس جانب کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے

فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ

پھر جب ہوش آیا تو بولا تو پاک ہے میں تائب ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔ خدا نے کہا

يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ

اے موسیٰ! میں نے تجھے اپنی رسالت اور ہم کلامی سے سب لوگوں سے برگزیدہ کیا پس جو کچھ میں نے تجھے دیا

وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً

ہے وہ مضبوط پکڑ اور شکر گزاروں میں ہو۔ اور ہم نے اس کے لئے ان تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر ایک بات کی

وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ

تفصیل لکھ دی تھی پس تو اس کو قوت سے پکڑیو اور اپنی قوم کو حکم کیجیو کہ اچھی طرح اس کو پکڑیں میں

سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى

عنقریب تم کو بدکاروں کا ملک مفتوحہ دکھاؤں گا۔ اور جو لوگ زمین پر ناحق بڑائی کرتے ہیں ان کو اپنے حکموں سے پھیر

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا

دوں گا اگرچہ ہر قسم کے نشان اور معجزے بھی دیکھیں تو بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے اور اگر ہدایت

سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ

کی راہ دیکھیں گے تو اس پر نہ چلیں گے اگر گمراہی کی راہ دیکھ پائیں گے تو اس کو اپنی راہ

سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

بنالیں گے کیونکہ وہ ہمارے حکموں سے انکاری اور بے پرواہ ہوں گے

پھر جب ہوش میں آیا تو بولا کہ میرے مولا تو جسم جسمانیت سے پاک ہے میں تیرے سامنے تائب ہوں اور میں اس بات پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں کہ دنیا میں تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ خدا نے کہا اے موسیٰ بنی آدم کے لئے جتنے مراتب علیا ممکن ہیں ان سب میں سے درجہ رسالت اعلیٰ ہے سو میں نے تجھے اپنی رسالت اور ہم کلامی سے سب لوگوں سے برگزیدہ کیا پس جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے وہ مضبوط پکڑ اور شکر گذاروں میں ہو۔ اور ہم نے اس کے لئے ان تختیوں میں جس میں موسیٰ کو توریت دی تھی ہر قسم کی نصیحت اور ہر ایک مذہبی بات کی تفصیل لکھ دی تھی پس اے موسیٰ تو اس کو قوت اور مضبوطی سے پکڑیو اور اپنی قوم کو حکم کیجیو کہ اچھی طرح اس کو پکڑیں میں عنقریب تم کو تھوڑی[1] سی مدت بعد فرعونی بدکاروں کا ملک دکھاؤں گا اور تم کو اس کا مالک بناؤں گا اور جو لوگ زمین میں ناحق بڑائی کرتے اور پھولے پھرتے ہیں ان کو اپنے حکموں سے پھیر دوں گا اگرچہ ہر قسم کے نشان اور معجزے بھی دیکھیں تو بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے ہاں یہ ہوگا کہ بھٹکتے جائیں گے۔ اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں گے تو اس پر نہ چلیں گے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ پائیں گے تو جھٹ سے اس کو اپنی راہ بنالیں گے کیوں کہ وہ ہمارے حکموں سے تو انکاری اور بے پرواہ ہوں گے اور یہ اعلان بھی ان کو سنا دیجیو کہ

---

[1] بنی اسرائیل فرعون کے ڈوبتے ہی تو ملک مصر کو لوٹے نہ تھے کیوں کہ چالیس سال تک ایک ہی میدان میں گھومتے پھرنا تو نص قرآنی سے ثابت ہے ہاں بعد ترقی مصر پر بھی قابض ہو گئے تھے۔ اسی لئے ہم نے تھوڑی مدت کی قید لگائی ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ

اور جو لوگ ہمارے حکموں کی تکذیب کریں گے اور آخرت سے منکر ہوں گے ان کے عمل باطل ہو جائیں گے اور جو کچھ کرتے ہوں گے

اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ

اسی کا بدلہ ان کو ملے گا- موسیٰ کی قوم نے اس سے پیچھے اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنا لیا

عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُکَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ

وہ محض ایک آوازدار جسم تھا کیا ان جاہلوں نے یہ بھی نہ سمجھا کہ وہ ان سے بولتا تو تھا نہیں اور نہ انکی کسی قسم کی

اِتَّخَذُوْهُ وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ

راہنمائی کرتا تھا اس بچھڑے کو بناتے ہی ظالم ٹھہر گئے- اور جب اپنے کئے پر نادم ہوئے اور سمجھے کہ ہم تو بہک گئے تھے

ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہ کرے گا اور نہ بخشے گا تو کچھ شک نہیں کہ ہم زیاں کاروں سے ہو جائیں گے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ

جب موسیٰ غصہ کا بھرا ہوا رنجیدہ اپنی قوم کی طرف آیا تو کہنے لگا میرے پیچھے تم نے بہت ہی برا کام اختیار کیا

بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ ۚ

خدا کی شریعت سے پہلے ہی تم جلد بازی کر گئے

جو لوگ ہمارے حکموں کی تکذیب کریں گے اور آخرت کی زندگی سے منکر ہوں گے ان کے نیک عمل سب کے سب باطل ہو جائیں گے اور جو کچھ کفر و شرک تکبر غرور وہ کرتے ہوں گے اسی کا بدلہ انکو ملے گا کوئی ناکردہ گناہ ان پر نہ ڈالا جائے گا ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کتاب لینے گیا ادھر اسکی قوم[1] نے اس سے پیچھے اور ہی گل کھلائے کہ کم بختوں نے اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنالیا وہ کیا تھا محض ایک جسم آواز دار تھا کہ سامری نے اسکو ایسا کھوکھلا بنایا تھا کہ پیچھے سے ہوا اس میں گھستی تھی اور آگے سے نکل جاتی اور اس کرتب سے اس میں سے ایک آواز نکلتی تو وہ احمق جانتے کہ خدا بول رہا ہے کیا ان جاہلوں نے یہ نہ سمجھا کہ وہ ان سے بولتا تو تھا نہیں اور نہ ہی ان کی کسی قسم کی راہ نمائی کرتا تھا پھر اس کو معبود کیوں کر بنا بیٹھے ؟ آخر برائی کا نتیجہ برا ہی ہوتا ہے چنانچہ ان سے بھی ایسا ہی ہوا کہ اس بچھڑے کو معبود بناتے ہی خدا کے نزدیک ظالم اور بے انصاف ٹھہر گئے آخر حضرت موسیٰ کے سمجھانے بجھانے سے سمجھے اور جب اپنے کیے پر نادم ہوئے اور سمجھے کہ[2] ہم تو واقعی راہ راست سے سخت بہک گئے تھے تو خدا سے دعا کرتے ہوئے کہنے لگے اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہ کرے گا اور ہم کو ہمارے قصور نہ بخشے گا تو کچھ شک نہیں کہ ہم زیاں کاروں سے ہو جائیں گے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ خدا کے بتلانے سے غصہ کا بھرا ہوا رنجیدہ اپنی قوم کی طرف آیا تو آتے ہی کہنے لگا میرے پیچھے تم نے بہت ہی برا کام اختیار کیا کیا تم کو شرم نہ آئی میں تو تمہارے لیے کتاب لینے کو جاؤں اور تم نے اسی طرح کی بداطواری اپنے پاس سے نکال کر گمراہی اختیار کی- کیا خدا کی شریعت سے پہلے ہی تم جلد بازی کر گئے خدا کے احکام تو پہنچے ہی نہیں اور تم نے اپنے پاس سے نئی بدعت نکال لی-

---

[1] موجودہ توریت کی دوسری کتاب کے بتیسویں باب میں جو لکھا ہے کہ حضرت ہارون نے خود ہی انکو بچھڑا بنادیا تھا یہ صریح غلط ہے شان نبوت اور شرک اجتماع ضدین عیسائیو قرآن کے مھیمن (علی التورات) ہونے میں اب بھی شک کرو گے ؟

[2] اردو میں ھم کا ترجمہ کچھ اچھا نہیں بنتا اس لئے متکلم سے کیا گیا

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ

اور تختیوں کو پھینک دیا اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر کھینچنے لگا اس نے کہا بھائی قوم نے مجھے

اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ

ضعیف سمجھا اور میرا مار دینا بھی ان سے کچھ دور نہ تھا پس دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسا اور مجھے بھی ظالموں

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ

کے سنگ میں مت کر- موسیٰ نے دعا کی کہ اے مولا! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ

کر تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے- جن لوگوں نے بچھڑا بنایا تھا ان کو خدا کے ہاں

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

سے غضب اور ذلت کی مار دنیا میں پہنچے گی' افترا کرنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

ہیں اور جو لوگ برے کام کر کے توبہ کر جاتے ہیں اور خدا پر پختہ ایمان لاتے ہیں تو تیرا رب توبہ کے بعد بڑا

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ

ہی بخشنے والا مہربان ہے- اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو اس نے تختیوں کو پکڑا ان کے

نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

مضمون میں ہدایت تھی اور خدا سے ڈرنے والوں کے لئے رحمت

یہ کہہ کر سخت رنجیدہ ہوا اور ان تختیوں کو جو پہاڑ پر اسے ملی تھیں پھینک دیا اور اپنے بھائی ہارون کے سر کے بالوں کو پکڑ کر کھینچنے لگا اس نے نہایت نرمی سے کہا بھائی میں کیا کروں قوم نے مجھے ضعیف اور کمزور سمجھا اور بے فرمان ہو گئی بلکہ ایسے بگڑے اگر میں زیادہ کچھ کہتا تو میرا مار دینا بھی ان سے کچھ دور نہ تھا- پس تو مجھے ذلیل کر کے دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسا اور مجھے بھی ظالموں کے سنگ میں مت کر کہ جیسے ان کو اس معاملہ میں ذلت پہنچنی ہے مجھے بھی نہ پہنچا- حضرت موسیٰ کو بھائی کے عذرات سن کر یقین ہوا اور جوش فرو ہوا تو اس نے دعا کی کہ اے مولا مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر کیونکہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے خیر بھائیوں کے ملاپ کے بعد خدا نے حضرت موسیٰ کو الہامی حکم دیا کہ جن لوگوں نے بچھڑا بنایا تھا ان کو خدا کے ہاں سے غضب اور ذلت کی مار دنیا میں پہنچے گی افترا کرنے والوں اور جھوٹ باندھنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں- اس میں سرمو فرق نہیں جو لوگ برا کام کر کے توبہ کر جاتے ہیں اور خدا پر پختہ ایمان لاتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں- کیونکہ تیرا رب توبہ کے بعد بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے وہ بندوں کی توبہ سے اتنا خوش ہوتا ہے جیسا کوئی اپنی نہایت پیاری چیز کے گم ہونے کے بعد مل جانے پر- پیغام الٰہی پہنچانے کے بعد جب حضرت موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو اس نے ان تختیوں کو جنہیں اس نے پھینک دیا تھا پکڑا ان کے مضمون میں ہدایت تھی اور خدا سے ڈرنے والوں کے لئے رحمت-

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو ہماری حاضری کے لئے منتخب کیا پس جب بھونچال سا ان پر آیا تو موسیٰ

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ

نے دعا کی الٰہی اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی انکو اور مجھ کو بھی مار سکتا تھا کیا ہم میں سے بیوقوفوں کی نا معقول بات کرنے سے ہم کو ہلاک

اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ

کیے دیتا ہے- یہ سراسر تیری حکمت ہے جس کو تو چاہے گا اس کو سمجھ سے محروم کر دے گا اور جس کو چاہے گا سمجھ دے گا تو ہمارا

وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ

والی ہے پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بڑا بخشنے والا ہے- اور ہمیں دنیا میں عافیت

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ

نصیب کر اور آخرت میں بھی یقیناً ہم تیری طرف رجوع ہیں- خدا نے کہا اپنا عذاب میں جس کو چاہوں گا

مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ

پہنچاؤں گا اور میری رحمت سب چیزوں میں شامل ہے- پس یہ رحمت میں ان کے نام کروں گا جو پرہیز گاری کرتے ہوں گے

آخر بنی اسرائیل تائب ہوئے اور حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو ہماری حاضری کے لئے منتخب کیا اور ان کو ہمارے حضور لاکر پاک کلام سنوایا مگر وہ ایسے کچھ سیدھے سادھے عقل سے خالی تھے کہ کہنے لگے ہم تو جب تک خدا کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں گے نہ مانیں گے پس اس گستاخی کی پاداش میں جب پہاڑ پر غضب الٰہی کی بجلی[1] گرنے سے بھونچال سا ان پر آیا اور بنی اسرائیل اس کے صدمہ سے مر گئے تو حضرت موسیٰ نے دعا کی الٰہی اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان کو اور ان کے ساتھ مجھ کو بھی مار سکتا تھا کیا ہم میں سے بیوقوفوں کی نامعقول بات کرنے سے ہم کو ہلاک کیے دیتا ہے انہوں نے احمق پنے سے نامناسب سوال کیا چونکہ تیرے ہر ایک کام میں حکمت ہوتی ہے اس لئے ہمارا ایمان ہے کہ یہ کام بھی سراسر تیری حکمت ہے جس کو تو چاہے گا اس حکمت کی سمجھ سے محروم کر دے گا اور جس کو چاہے گا سمجھ دے گا تو ہمارا والی ہے پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما کیوں کہ تو ہمارا مالک ہے اور تو سب سے بڑا بخشنے والا ہے اور علاوہ بخشش کے ہمیں دنیا میں عافیت نصیب کر اور آخرت میں بھی کیوں کہ ہم تیرے بندے اور تو ہمارا مولا ہے یقیناً ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں پس تم ہم پر نظر رحمت فرما اور ان کو زندہ کر دے چنانچہ حضرت موسیٰ کی دعا قبول ہوئی اور خدا نے انکو زندہ[2] کیا اور کہا کہ موسیٰ تیری دعا کا ایک حصہ تو قبول ہو کر اثر پذیر بھی ہو گیا- دوسرے حصے کی بابت یہ ہے کہ اپنا عذاب میں جس پر چاہوں گا پہنچاؤں گا کوئی ملزموں کو سزا دینے سے نہیں روک سکتا میں دنیا کے حاکموں کی طرح نہیں ہوں کہ بسا اوقات مجرموں کو سزا دینی چاہتے ہیں تو دے نہیں سکتے اور میری رحمت بھی ایسی فراخ ہے کہ سب دنیا کی چیزوں کو شامل ہے ایک رحمت تو ایسی ہے کہ خاص تابعداروں کے حصے میں ہے- پس یہ رحمت جو خاص تابعداروں کے حصے کی ہے میں ان کے نام کروں گا جو پرہیز گاری کرتے ہوں گے-

---

[1] پہلے سپارہ میں اخذتهم الصاعقه (بقرہ-۵۵) آیا ہے اس کی تطبیق کی طرف اشارہ ہے-

[2] ثم بعثنا كم من بعد مرتكم الاية (بقرہ-۵۵) کی طرف اشارہ ہے

يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ۞ اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ

اور زکوۃ دیتے ہوں گے اور جو میرے حکموں کو مانتے ہوں گے۔ یعنی ان لوگوں کے نام کی کروں گا جو رسول نبی امی

النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهٗ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيلِ ز

کی تابعداری کریں گے جس کو وہ توریت اور انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پائیں گے

اور زکوۃ دیتے ہوں گے اور جو میرے حکموں کو دل سے مانتے ہوں گے یعنی ان لوگوں کے نام کی کروں گا جو رسول نبی امی یعنی محمد علیہ کی دینی امور میں تابعداری کریں گے جس کو وہ توریت اور انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پائیں گے۔

(یجدونه مکتوبا عندهم (اعراف-٤٤) اس آیت کے حاشیہ میں ہم کتب سابقہ کی پیش گوئیوں کا کسی قدر ذکر کریں گے اس مضمون کے متعلق علماء نے متعدد تحریریں لکھی ہیں کئی ایک رسالے فریقین (مسلمانوں اور عیسائیوں) کے شائع ہو چکے ہیں اس لئے ہم تمام پیشین گوئیوں کا ذکر ضروری نہیں سمجھتے صرف دو تین کا ذکر کریں گے اور عیسائیوں نے غلط فہمی سے جو کچھ تاویلات کر کے ان کے متعلق ہاتھ پاؤں مارے ہیں ان کا جواب بھی دیں گے۔

پہلی پیشین گوئی توریت کی پانچویں کتاب استثنا کے ۷ اباب کی ۱۴ آیت میں مرقوم ہے اس کی عبارت یہ ہے

> خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھریو۔ اس سب کی مانند جو تو نے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا میں ان کے لئے ان کے بھائیوں۔ میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اسے میں فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے گا کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کا میں نے اسے حکم نہیں دیا۔ اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے (استثناء باب ۷) آیت ۴)

کچھ شک نہیں کہ یہ پیشین گوئی پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ محی عبادت واحد مطلق فداہ ابی وامی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ سے آنجناب کو مشابہت ہے وہ دونوں کے کاموں اور کار گزاریوں سے واضح ہوتی ہے حضرت موسیٰ صاحب شریعت مستقلہ تھے ایسے ہی محمد رسول اللہ علیہ صاحب شریعت مستقلہ ہیں۔ حضرت موسیٰ نے کفار سے جہاد کئے پیغمبر خدا نے بھی جہاد کئے حضرت موسیٰ نے بتوں کو توڑا پیغمبر خدا نے بھی بتوں کو توڑا بلکہ بت پرستی کو معدوم کیا حضرت موسیٰ کو معراج ہوا۔ آنحضرت کو بھی ہوا غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ علیہ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں مشترک ہیں۔ پس جب آنحضرت موسیٰ کی مانند ہیں تو پیشین گوئی آپ پر ہی چسپاں ہے۔

عیسائیوں نے اس کے متعلق کئی طرح سے کوشش کی ہے پادری فنڈر کا اس پر زیادہ زور ہے کہ نبی موعود خود بنی اسرائیل میں سے ہو گا کیونکہ آیات مذکورہ میں تیرے ہی درمیان سے کا لفظ بھی ہے جس سے مراد (بقول پادری صاحب) بنی اسرائیل ہیں اور پیغمبر اسلام فداہ روحی چونکہ بنی اسمٰعیل سے ہیں اس لئے وہ اس پیش گوئی کے مصداق نہیں ہو سکتے اس کا جواب یہ ہے کہ تیرے ہی درمیان سے کا لفظ چونکہ یونانی ترجمہ میں نہیں اس لئے غلط ہے موجودہ نسخوں کا اختلاف ہی اس فقرہ کے غلط ہونے کی تائید کرتا ہے ایک نسخہ عربی میں جو ۱۵۶۱ء کے نسخہ سے نقل ہو کر ۱۷۴۶ء میں لنڈن میں چھپا ہے یوں مرقوم ہے

فان نبیا من شعبك ومن اخوتك مثلی یقیمه لك الرب الهك فاسمع

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ
جو ان کو نیک باتوں کا حکم دے گا اور ناجائز کاموں سے منع کرے گا اور حلال طیب ان کو حلال بتلائے گا اور حرام
عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ
کو حرام ٹھہرائے گا اور ان سے احکام کی سختی اور گلے کے پھندے جو ان پر پڑے ہوں گے دور کر دے گا

جو ان کو نیک باتوں کا حکم دے گا اور ناجائز کاموں سے منع کرے گا اور حلال طیب جو سب انبیاء کی شریعت میں جائز چلے آئے ہوں گے ان کو حلال بتلائے گا اور جو حرام ہوں گی ان کو حرام ٹھہرائے گا اور ان یہودیوں اور عیسائیوں سے احکام کی سختی اور گلے کے پھندے جو ان پر پڑے ہوں گے دور کر دے گا۔

دوسرے عربی نسخے میں جو ۱۸۵۷ء میں چھپا ہے یوں مذکورہ ہے

یقیم لك الرب الهك نبیا من وسطك من اخوتك مثلی له یسمعون

غرض ایک نسخہ میں واو عاطفہ کے ساتھ اور دوسرے میں بغیر واؤ کے مرقوم ہے جس سے بظاہر دونوں عبارتوں کے معنی میں فرق آتا ہے۔ اردو ترجمہ میں بھی واو عاطفہ نہیں ہے اور اگر اس فقرے کو صحیح مانا جاوے تو یہی نسخہ بدون واؤ کے صحیح نظر آتا ہے پس ہم اس فقرہ کو مان کر بھی جواب دیں گے کہ بغیر واؤ کی صورت میں من اخوتک کا بدل ہے من وسطک سے اور واو کی صورت میں عطف تفسیری ہوگا تو پس دونوں صورتوں میں تیرے ہی درمیان کے لفظ سے تیرے ہی بھائیوں میں سے مراد ہو گا

دلیل یا قرینے اس توجیہ کے کئی ہیں اول یہ کہ حضرت موسیٰ نے خدا سے جو کلام نقل کیا ہے اس میں تیرے ہی درمیان کا لفظ نہیں بلکہ صرف اتنا ہے کہ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا

دوسری دلیل یہ ہے کہ اعمال کے ۲ باب کی ۱۱ آیت میں بھی اس پیشین گوئی کو نقل کیا ہے تو اس میں بھی تیرے ہی درمیان سے کا لفظ نہیں ہے بلکہ صرف اس طرح ہے کہ

> موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی میری مانند اٹھائے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو (اعمال باب ۲ آیت ۱۱)

پس ثابت ہوا کہ تیرے ہی درمیان سے کا لفظ الحاقی ہے یا مئوول چنانچہ ہم نے اس کی تاویل کر دی ہے۔ ہماری تاویل کے خلاف اگر پادری فنڈر کی بات سنی جائے اور یہ کہا جائے کہ من اخدتك کا لفظ من اخوتك کا لفظ من وسطك کے تابع یعنی من وسطك کے جو معنی وہی من اخوتك سے لیے جائیں تو صریح خلاف محاورہ ہو گا کیونکہ کلام ثانی کو اول کی تفسیر کے لئے لایا جاتا ہے نہ کہ اول کو ثانی کے لئے چنانچہ کتب نحو میں تابع کی تعریف ہی ان لفظوں سے کی جاتی ہے التابع كل ثان باعراب سابقه علاوہ اس کے یہ خرابی لازم آئے گی کہ دوسرے مقاموں میں جن سے ہم نے عبارات نقل کی ہیں کلام ثانی پر ہی اکتفا کرنا صحیح نہ ہو گا حالانکہ مقصود اول کلام ہے پس نتیجہ صریح ہے کہ من وسطک بغیر واؤ کے مبدل ہے اور من اخوتک بدل ہے اور واؤ کے ساتھ عطف تفسیری ہے یعنی حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کی غلط فہمی دفع کرنے کو من وسطک کہہ کر من اخوتک سے تفسیر کر دی کہ مبادا یہ لوگ غیر مراد کو مراد سمجھ لیں۔ پادری فنڈر سے بڑھ کر بعض جلد بازوں نے اس پیشین گوئی کو حضرت مسیح کے حق میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

ل اصر اور اغلال کی پوری تفصیل مع ثبوت دیکھنی ہو تو ہماری کتاب تقابل ثلاثہ توریت انجیل اور قرآن کا مقابلہ میں احکام شریعت ملاحظہ کریں

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ

پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی عزت اور توقیر کی اور اس کی مدد کی اور جو نور اس کے ساتھ اترا ہوگا اس کی

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

تابعداری کیئے ہوں گے وہی لوگ کامیاب ہوں گے

پس جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی عزت اور توقیر کیے اور اس کی مدد کیے اور جو نور اور ہدایت یعنی قرآن اس نبی کے ساتھ اترا ہوگا اس کی تابعداری کیئے ہوں گے وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

حضرت مسیح محمد صاحب کی پیدائش سے چھ سو برس پیشتر اس خبر کو اپنے حق میں بتلا چکے ہیں اور حواری بھی اس خبر کو بار بار مسیح کے حق میں بیان کر چکے ہیں چنانچہ یوحنا کے ۴ باب آیت ۴۵ میں ہے اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھ پر بھی لاتے اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے لیکن جب تم اس کی لکھی ہوئی بات پر ایمان نہیں لاتے تو میری باتوں پر کیوں کر ایمان لاؤ گے پھر یوحنا کے پہلے باب کی آیات ۴۴ میں ہے فیلیوس نتھنئل سے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور اور نبیوں نے کیا ہے ہم نے اسے پایا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے پھر لوقا کے ۲۳ باب آیت ۳۶ میں ہے اور موسیٰ سے لے کر سب نبیوں کی وہ باتیں جو سب کتابوں میں اس کے حق میں ہیں ان کے لئے بیان کیں پھر اعمال کے ۷ باب ۲۶ میں ہے۔ یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل کو کہا کہ خداوند تمہارا خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھائے گا اس کی سنو پھر اعمال کے ۲ باب آیت ۱۱ میں ہے موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے۔ تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی میری مانند اٹھائے گا۔

پس اب ہم ان سب نبیوں کو غلط ٹھہرا کر مولوی صاحب کی بے دلیل بات کیونکر تسلیم کریں کیونکہ ہم کو کتب الہامیہ سے بڑی سند مل چکی ہے کہ آیات مذکور حضرت مسیح کے حق میں ہیں نہ محمد صاحب کے اور لفظ برادران جس سے مولوی صاحب بنی اسمٰعیل مراد لیتے ہیں۔ یہ بھی خلاف ہے کیونکہ بنی اسمٰعیل بلکہ بنی ادم بھی برادرن میں نہیں ہیں اور بنی اسرائیل آج تک بنی اسمٰعیل کو اپنا بھائی قرار نہیں دیتے غیر قوم جانتے ہیں اب رہی تشبیہ سو حضرت مسیح کو حضرت موسیٰ سے کمال درجہ کی تشبیہ ہے۔ مولوی رحمت اللہ و آل حسن صاحب جو احکام شرعیہ میں محمد صاحب کو تشبیہ دیتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ وہ سب احکام جو محمدی تعلیم میں مذکور ہیں سب موسیٰ ہی کی شریعت ہے اور توریت سے ہی انتخاب ہو کر قرآن میں لکھے گئے ہیں یہ تشبیہ موسیٰ سے نہیں ہو سکتی تشبیہ کمالات میں دینا چاہیے پس دیکھو کہ کمالات میں موسیٰ کی مانند محمد صاحب ہیں یا حضرت مسیح ہیں؟ موسیٰ جب پیدا ہوا تو فرعون بچوں کو مار رہا تھا مسیح جب پیدا ہوا ہیرود نے بیت لحم کے لڑکوں کو قتل کیا تھا موسیٰ چالیس دن پہاڑ پر بھوکے رہے مسیح بھی چالیس دن پہاڑ پر بھوکا رہا۔ موسیٰ کا منہ خدا کے جلال سے چمکنے لگا مسیح کا چہرہ بھی خدا کے جلال سے چمکنے لگا۔ پھر موسیٰ ایک آسمانی شریعت لایا اور مسیح اس سے بڑھ کر خدا کا فضل اور روحانی شریعت لایا اور موسوی شریعت کا حاصل دکھلایا۔ موسیٰ نے عجیب و غریب معجزے دکھلائے مسیح نے اس سے زیادہ عجیب معجزات دکھلائے الغرض کمالات ذاتیہ میں مشابہت درکار ہے سو مسیح میں کما حقہ موجود ہے۔ محمد صاحب میں ہر گز

ے ۲۶ صحیح ہے۔ شاید سہو کاتب سے ۱۶ لکھا گیا

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

تو کہدے کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت تمام آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠

زمینوں پر ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ

پس تم اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو خدا اور اس کے حکموں پر دل سے ایمان رکھتا ہے ایمان لاؤ

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝

اور اس کی اطاعت کرو تاکہ تم راہ پاؤ اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت تھی جو حق کی رہنمائی کرتی اور اسی سے عدل کرتی تھی

اس لئے تو اے محمد ﷺ واضح الفاظ میں ان سے کہہ دے کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں وہ اللہ جس کی حکومت تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے پس مناسب ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو خدا اور اس کے حکموں پر دل سے ایمان رکھتا ہے ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ- اسی طرح پہلے لوگوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے تھے بعض لوگ ان سے مستفیض ہوتے اور بعض انکار کر جاتے یہ کوئی ضروری نہیں کہ سب کے سب ہی مان جائیں اور راہ راست پر آجائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل میں سے بھی ایک ہی جماعت تھی جو حق بات کی راہ نمائی کرتی اور اسی حق سے عدل وانصاف کرتی تھی جو کوئی بات ان سے پوچھے- صحیح اور بے خوف بتلاتے تھے-

مشابہت موسوی ثابت نہیں ہوتی اور احکامات شرعیہ کی تشبیہ بالکل ناقص ہے- علاوہ ازیں اسی باب کی ۱۵ آیت سے ۱۹ تک خود موسیٰ نے اس مشابہت کا ذکر کر دیا ہے کہ وہ آئندہ نبی کس طرح مشابہت رکھے گا یعنی وہ آدمیوں کے اور خدا کے درمیان بچولا ہوگا جیسا کہ میں حورب کے مقام پر ہوا تھا- رہا مطالبہ اگر تمہارے قول کے مطابق مطالبہ دنیاوی مراد لیں تو بھی یہ صفت مسیح میں ہے نہ محمد صاحب میں- کیونکہ جن لوگوں نے مسیح کی نہ سنی ان سے خدا نے بڑا مطالبہ کیا چنانچہ قیامت کا نمونہ یروشلم کی تباہی میں دکھلا دیا- اور وہ یہودی جو مسیح کے خلاف تھے برباد ہوئے آج تک پراگندہ اور بے عزت مارے مارے پھرتے ہیں اور سوائے ان کے اور لوگ بھی جو مسیح کے برخلاف ہیں- بالکل جہان سے گھٹتے اور بحالت تنزل تباہ ہوتے جاتے ہیں خداوند تعالیٰ مسیح کے لوگوں کو جہاں میں ایسی ترقی اور رونق دے رہا ہے کہ اٹھارہ سو برس میں دیکھو کیا کچھ ترقی ہوئی- یہ خبر کسی طرح محمد کی شان میں نہیں ہو سکتی- ضرور مسیح کے حق میں ہے (تحقیق الایمان صفحہ ۵۴ تا ۵۶)

چہ دلاورے ست دزدے کو بکف چراغ دارد کی مثال یہی ہے اور دلائل تو بجائے خود تھے ہی- پادری صاحب نے غضب کیا کہ اعمال ۲ باب کی آیت ۱۱ کو بھی اپنے ثبوت میں کہ یہ پیش گوئی مسیح کے حق میں ہے پیش کر دیا- اس لئے سب سے پہلے ہم اسی گواہ سے کہلوانا چاہتے ہیں کہ معاملہ کیا ہے؟ ابتدائی بیان اس گواہ کا یوں ہے

پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آئیں- اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جن کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی ضرور ہے کہ آسمان اسے (مسیح کو) لئے رہے- اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا- اپنی حالت پر آئیں کیوں کہ موسیٰ

نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے ایک نبی میرے مانند اٹھائے گا- جو کچھ تمہیں کہے اس کی سب سنو اور ایسا ہو گا کہ ہر نفس جو اس نبی کو نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جاوے گا- بلکہ سب نبیوں نے سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دنوں کی خبر دی- تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے ہو جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے- جب ابرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پائیں گے تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو پہلے بھیجا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں سے پھیر کے برکت دیں (اعمال ۳ باب ۱۱ آیت)

شہادت مذکورہ صاف بتلا رہی ہے کہ حواریوں کو حضرت مسیح کے بعد اس نبی مثیل موسیٰ کا انتظار لگا ہوا تھا اور وہ اس بات کو بھی مانتے تھے کہ جب تک نبی مثیل موسیٰ نہ آلے حضرت مسیح مکرر دنیا میں تشریف نہ لائیں گے- پس اب پادری صاحب خود ہی غور کریں کہ بمقابلہ حواریوں کے جن کو پادری صاحب الہامی اور نبی مانتے ہیں ان کی رائے کوڑی کے سیر بکے گی گو بعد اس شہادت قطعی کے پادری صاحب کے کسی عذر اور شبہ کا جواب دینا ضروری نہیں تاہم بغرض مزید توضیح اور ان کے ہر شبہ کا جواب بھی مرقوم ہے

پہلا شبہ :

پادری صاحب کو یوحنا ۱۴۳ سے ہوا کہ فیلبوس نے نتھنی ایل سے کہا ہے کہ جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے- ہم نے اسے پایا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے- لیکن پادری مذکورہ نے اتنا بھی غور نہیں کیا کہ فیلبوس نے یہ کلام اپنی رائے سے کہا یا الہام سے اگر الہام سے کہا تو ثبوت اس کا دیں اور اگر رائے سے کہا- تو حواریوں کے الہام کے مقابل جو اعمال ۳ باب سے نقل ہوا ہے کیا وقعت رکھتا ہے ؟

ایسا ہی لوقا ۱۳۱۶ سے پادری صاحب کا مدعا در بطن ہے- کیوں کہ اس کا مضمون بھی صرف اتنا ہے کہ حضرت مسیح نے پہلی کتابوں کی توضیح اور تفسیر ان کو سنائی- غالباً وہ تفسیر انبیاء کی بابت ہو گی کیوں کہ پہلے اس سے یہ ذکر ہے

کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح یہ دکھ اٹھائے اور اپنے جلال میں داخل ہو اور موسیٰ اور سب نبیوں سے شروع کر کے وہ باتیں جو سب کتابوں میں اس کے حق میں ہیں ان کے لئے تفسیر کیں- (لوقا ۱۳ باب ۱۵ آیت)

ہاں اعمال ۶ باب ۲۶ کا حوالہ دیکھ کر ایک پرانی حکایت یاد آئی- ایک شخص پادری صاحب کی طرح سیاہ شہتوت کھانے کو تشریف لے گئے- رات کا وقت تھا- اندھیرے میں ایک سیاہ زنبور (بھڑ) بھی منہ میں ڈال لیا- جب بھڑ منہ میں بولنے لگا تو بے چارہ خام طمع سے بولے چین کر چین کر کالے کالے تو کبھی نہ چھوڑوں- یہی حال ان پادری صاحب کا ہے بدوز طمع دیدہ ہوش مند نے ان پر ایسا اثر دکھایا ہے کہ بلا تمیز کل کالوں کو کھائے چلے جاتے ہیں (کیوں نہ ہو خود بھی تو کالے تھے) پادری صاحب کو اتنا بھی خیال نہیں کہ میری دلیل بازی کو کوئی مخالف دیکھ کر کیا رائے لگائے گا؟ یوں تو ہر ایک مخالف دوسرے کی بات کو رد کرتا ہے مگر کمال یہ ہے کہ مصنف کے دل سے مخالف آواز نکلے- ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس عبارت کو پادری صاحب کے دعوی سے کہ (توریت کی مثلی پیشین گوئی سے حضرت مسیح مراد ہیں) کیا تعلق ؟ اعمال ۳ باب کی ۱۱ آیت والی عبارت بھی جو پادری مذکورہ نے نقل کی ہے- یہی حکم رکھتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر چنانچہ ہماری منقولہ عبارت سے یہ امر بخوبی واضح ہے- ہاں وجوہ تشبیہ میں غور کرنا ضروری امر ہے- پادری صاحب نے وجوہ تشبیہ بھی عجیب بیان کی ہیں لیکن ان کا خواب دینے سے پہلے ہم اس کی تحقیق لکھتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر ایسی تشبیہ سے مراد کیا ہوتی ہے کچھ شک نہیں کہ تشبیہ ہمیشہ کسی وصف مشہور میں دی جاتی ہے جسے مخاطب بھی جانتا ہو- مثلاً کسی کو شیر سے تشبیہ دیتے ہوئے زید کالاسد کہیں گے تو شیر کی بہادری میں زید کو تشبیہ ہو گی اور اگر کسی کو گدھے سے تشبیہ دیتے ہوئے زید کالحمار کہیں گے تو گدھے کی بیوقوفی میں جو عام طور پر زبان زد خلائق ہے تشبیہ ہو گی اور اگر کوئی پہلی صورت میں وجہ تشبیہ حماقت اور دوسری میں شجاعت سمجھے تو کہا جائے گا کہ یہ شخص خود نابلد کالحمار ہے- اگر وجہ تشبیہ کسی عبارت میں صریح طور پر مذکور ہو تو اس کی تشبیہ سے تو کوئی بھی انکار

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ
اور ہم نے ان کو بارہ گروہ بنایا اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے

قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ
موسیٰ کو پیغام دیا کہ اپنی لکڑی پتھر پر مار پس بارہ چشمے اس میں سے بہہ نکلے

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ
ہر ایک آدمی نے ان میں سے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من و

الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ
سلویٰ اتارا کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ نعمتیں کھاؤ

اور ہم نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کے احسان کیے ان کی مردم شماری یہاں تک بڑھائی کہ ان کو بڑے بڑے بارہ گروہ اور مختلف قبیلے بنایا اور ان کی حاجت روائی کا اس درجہ خیال رکھا کہ جب موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل نے میدان میں اس سے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کی ضرورت معلوم کر کے موسیٰ علیہ السلام کو پیغام دیا کہ اپنی لکڑی جو تو ہاتھ میں لیے ہوئے ہے پتھر پر مار۔ پس اس پتھر کو لکڑی کا لگنا ہی تھا کہ بارہ چشمے اس سے بہہ نکلے جو ان کے بارہ گروہوں کو کفایت کرتے تھے اس لئے ہر ایک آدمی نے ان میں سے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا اور حسب ضرورت پانی پیتے رہے اور ہم نے ان پر میدان تیہ میں بادلوں کا سایہ کیا۔ یعنی بارشیں کرتے رہے اور ان پر من اور سلویٰ اتارا اور عام اجازت دی کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ نعمتیں کھاؤ

نہیں کر سکتا لیکن اس کا مذکور دو طرح سے ہو سکتا ہے ایک تو یوں ہوتا ہے کہ کہا جائے زید علم میں عمر کی مانند ہے دوسری یہ کہ زید عمر جیسا عالم ہے اس دوسری صورت میں گو علم میں کا لفظ جو وجہ تشبیہ تھا۔ مذکور ہے مگر عالم وجہ تشبیہ بتلانے میں اس سے کم نہیں۔ جیسا اہل زبان پہلے کلام سے وجہ تشبیہ علم کو سمجھتے ہیں دوسرے سے بھی برابر سمجھیں گے الا من سفه نفسه پس بعد اس تمہید کے ہم اس پیشین گوئی کی تشبیہ پر غور کراتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ حضرت موسیٰ اپنے وصف نبوت میں ایسے مشہور ہیں جیسا شیر شجاعت میں پس اگر اس پیشین گوئی میں نبی کا لفظ نہ بھی ہوتا تو بھی حسب قاعدہ اس تشبیہ کی بنیاد اس مشہور وصف پر ہوتی جیسی زید کالاسد والی صورت میں شجاعت پر تھی۔ پھر جب کہ حضرت موسیٰ نے اس وجہ تشبیہ کا ذکر بھی کر دیا ہے اور میری مانند ایک نبی کے فقرہ سے اس کی توضیح بھی کر دی ہے تو اب تو یقینی بات ہے کہ وجہ تشبیہ صرف نبوت ہے اور یقیناً بھی ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو کام حضرت موسیٰ نے بحیثیت نبوت و رسالت کیے ہوں گے۔ ویسے ہی وہ موعود نبی کریگا۔ پس پادری صاحب کا حضرت مسیح کو حضرت موسیٰ سے تشبیہ دیتے ہوئے کہنا کہ موسیٰ (علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو فرعون بچوں کو مار رہا تھا مسیح جب تولد ہوا۔ ہیرودو نے بیت لحم کے لڑکوں کو قتل کیا تھا وغیرہ وغیرہ بے بنیاد کلام ہے اس بھلے مانس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ فرعون کا ہیرودو کا بچوں کو مارنا وصف نبوت سے کیا تعلق ہے؟ حالانکہ آگے چل کر خود ہی لکھتے ہیں

الغرض کمالات ذاتیہ میں مشابہت درکار ہے

بھلا فرعون اور ہیرودو کا بچوں کو قتل کرنا وصف ذاتی میں کیا اثر رکھتا ہے؟ ایک تو یہ ایک قتل غیر کا فعل دوم فعل بھی ایسے وقت کا کہ صاحب کمالات ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے یہ تشبیہ تو ایسی ہے جیسے کوئی کہے زید بھی عمر کی طرح عالم ہے کیونکہ جس طرح عمر زمانہ قحط میں پیدا ہوا تھا زید بھی ایام قحط میں پیدا ہوا ہے اس لئے یہ ضروری نتیجہ ہے کہ زید بھی عمر کی طرح علم میں کامل ہو تو جیسے اس تشبیہ کے نتیجہ پر دانا ہنسیں گے ایسے ہی پادری مذکورہ کے بچوں کے قتل کا ذکر سن کر مسکراویں گے۔

تعجب تو یہ ہے کہ عیسائیوں کے عقیدے بموجب مسیح خدا معبود برحق حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر انا ربک کہنے والا (دیکھو۔ مفتاح الاسرار دفعہ ۴ صفحہ ۳) پھر جب مطلب ہو تو اس کی نبوت کو ایک بندے (موسیٰ) کی نبوت سے تشبیہ دیں۔ شرم! مگر سچ بھی کیا ہے جادو ہے کہ بلا اختیار منہ سے نکل جاتا ہے کہ

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا

اور ہمارا تو کچھ بگاڑ نہ سکے لیکن اپنا نقصان کرتے رہے اور جب ان سے کہا گیا کہ اس بستی

هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ

میں چلے جاؤ اور جہاں سے چاہو کھلے کھاتے پھرو اور حطۃ کہو

اور بے فرمانی نہ کرو- لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی بلکہ مخالفت پر کمر بستہ ہوئے- آخر کار ہمارا تو کچھ نہ بگاڑ سکے- لیکن اس مخالفت میں اپنا نقصان کرتے رہے اور جب انہوں نے گیہوں پیاز وغیرہ کی درخواست کی تو ان سے کہا گیا کہ اس بستی اریحا میں چلے جاؤ اور جہاں سے چاہو- کھلے کھاتے پھرو اور معافی چاہتے ہوئے حطۃ کہو-

---

موسیٰ ایک جسمانی شریعت لایا- مسیح اس سے بڑھ کر خدا کا فضل اور روحانی شریعت لایا چہ خوش کیا ہی اچھی تشبیہ ہوئی پادری صاحب تو جی میں بہت ہی خورسندہ (یا شرمندہ) ہوں گے کہ ہم نے بہت ہی وجہ عجب تشبیہ بیان کی- کاش کہ اس روحانی شریعت کی کوئی تمثیل بجز کفارہ مسیح کے جو بنیاد ارتداد والحاد ہے- آج تک ہمارے گوش گذار بھی ہوتی- علاوہ اس کے حضرت موسیٰ جب جسمانی شریعت لائے اور حضرت مسیح روحانی تو یہ تو مباینہ اور مخالفت ہوئی یا مشابہت و موافقت اس کو مشابہت کہنا بجز پادری صاحب اور دیگر ان کے ہم مشربوں کے کس کام کا ہے؟ یہ ایسی مشابہت ہے جیسے ایک پہلوان جسیم کو پادری صاحب جیسے عالم فاضل سے تشبیہ دی جائے- جس کی نسبت چہ نسبت خاک را با عالم پاک کہنا نہائت موزوں ہے ہاں پادری صاحب نے یہ بھی خوب کہی کہ موسیٰ نے اس مشابہت کا ذکر کر دیا ہے کہ وہ آئندہ نبی کس طرح مشابہت رکھے گا یعنی وہ آدمیوں کے اور خدا کے درمیان بچولا ہوگا- بہت ٹھیک ذرا قرآن شریف کو پڑھیے-

من يطع الرسول فقد اطاع الله- ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بايات الله يجحدون

عیسائیوں کی ایک حیرت انگیز کارروائی پر اطلاع دینی بھی ضروری ہے جس سے ناظرین کو دروغ گو را حافظ نباشد کی تصدیق کامل پہنچے گی- انجیل یوحنا باب اول کی ۱۸ میں مرقوم ہے

اور یوحنا کی گواہی یہ تھی- جب کہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں پس تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں (یوحنا باب ا آیات ۱۹)

عربی بائبل میں وہ نبی کی جگہ النبی معرف بلام العہد ہے بائبل کے حاشیہ میں اسی نبی کا حوالہ استثناء کے ۱۸ باب کی ۱۵ پر دیا گیا ہے پس ان دونوں مقاموں کے ملانے سے خود باقرار خصم ثابت ہوتا ہے کہ استثنا کے ۷) باب کی ۴) والی پیشین گوئی کے مصداق نہ حضرت مسیح تھے نہ الیاس نہ یوحنا بلکہ کوئی اور ہی ذات ستودہ صفات ہے فداہ ابی وامی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کو اس نبی کی ایسی انتظاری تھی کہ ہر ایک راست گو سے سوال کرتے تھے کہ تو وہی نبی تو نہیں جو استثنا کے باب ۷ا کی ۴ا میں موعود ہے

منصفو! بتلاؤ اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود باقرار بائبل ثابت ہوا کہ مسیح اور ہے اور وہ نبی جو استثنا ۱۸ کی ۱۵ میں موعود ہے اور ہے فداہ روحی علیہ افضل الصلوۃ والسلام

دوسری پیشین گوئی :

جس کو ہم درج کرنا چاہتے ہیں انجیل یوحنا ۱۴ باب ۱۵ کی ہے جس کا بیان یوں ہے

اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو- اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا دے گا کہ تمہارے ساتھ ابد تک رہے- یعنی سچائی کی روح جسے دنیا نہیں پاسکتی کیوں کہ اسے نہیں دیکھتی اور نہ

وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓئٰتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۶۱ فَبَدَّلَ

اور شہر کے دروازہ میں سجدہ شکر کرتے ہوئے داخل ہونا ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے نیکوکاروں کو زیادہ دیں گے پھر

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ

جو لوگ ان میں کج رو تھے انہوں نے کہی ہوئی بات کے مخالفت اور بات کہی

اور شہر کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا یہ تمہاری طرف سے شکریہ سمجھا جائے گا- ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے اور آئندہ نیکوکاروں کو زیادہ بھی دیں گے پھر جو لوگ ان میں سے کج رو اور ظالم تھے انہوں نے کہی ہوئی بات کے مخالف ایک اور بات کہی- یعنی بجائے حطة (معافی) کے حنطة (گیہوں) کہنے لگے

اسے جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہووے گی- میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا- تمہارے پاس آؤں گا- تھوڑی دیر باقی ہے- کہ دنیا مجھے اور نہ دیکھے گی- پر تم مجھے دیکھتے ہو- کیوں کہ میں جیتا ہوں اور تم بھی جیو گے- اس دن جانو گے کہ میں باپ میں اور تم مجھ میں اور پس تم میں ہوں جو میرے حکموں کو یاد رکھتا اور انہیں حفظ کرتا ہے وہی ہے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھے پیار کرتا ہے میرے باپ کا پیارا ہوگا اور میں اس سے محبت رکھوں گا اور اپنے تئیں اس پر ظاہر کروں گا یہودانے (نہ اسکریوطی) اسے کہا اے خداوند یہ کیا ہے؟ کہ تو آپ کو ہم پر ظاہر کیا چاہتا ہے اور دنیا پر نہیں- یسوع نے جواب دیا اور اسے کہا اگر کوئی مجھے پیار کرتا ہے- وہ میرے کلام کو حفظ کرے گا- اور میرا باپ اسے پیار کریگا- اور ہم اس پاس آئیں گے اور اس کے ساتھ سکونت کریں گے- جو مجھے پیار نہیں کرتا- میری باتوں کو حفظ نہیں کرتا اور یہ کلام جو تم سنتے ہو میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے- میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے تم سے کہیں- لیکن تسلی دینے والا یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا- وہ تمہیں سب کچھ سکھلائے گی اور جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے تمہیں یاد دلاوے گی- صلح تمہیں دیے جاتا ہوں- اپنی صلح تمہیں دیتا ہوں نہ جس طرح دنیا دیتی ہے میں تمہیں دیتا ہوں تمہارا دل نہ گھبرائے- اور نہ ڈرے تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو میرے اس کہنے سے کہ میں باپ پاس جاتا ہوں- خوش ہوتے- کیوں کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے اور اب میں نے تمہیں اس کے واقعہ ہونے سے پیشتر کہا ہے تاکہ جب ہو جائے تم ایمان لاؤ- آگے کو تم سے بہت باتیں نہ کرونگا- کیوں کہ اس دنیا کا سرور آتا ہے- اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں لیکن اس لئے کہ دنیا جانے کہ میں باپ سے محبت رکھتا ہوں اور جس طرح باپ نے مجھے حکم دیا- ویسا ہی کرتا ہوں اٹھو یہاں سے چلیں

پھر ۱۵ اباب کی ٦ آیت میں ہے

لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں- کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے- کیونکہ جو میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا پر اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے ملزم ٹھہرائے گا گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائے- راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے- عدالت سے اس لئے کہ اس دنیا کی سزا حکم کیا گیا ہے- میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ تم سے کہوں پر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے ہو- لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آدے تو تمہیں ساری سچائی کا راہ بتاوے گی- کیوں کہ وہ اپنی نہ کہے گی- بلکہ جو کچھ سنے گی- سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی- وہ میرا اجلال ظاہر کرے گی

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝ وَسْئَلْهُمْ عَنِ

پس ہم نے ان کی بدکاری کی وجہ سے آسمان سے ان پر عذاب نازل کیا- تو ان سے اس بستی کا

الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ

حال پوچھ جو دریا کے کنارے بستے تھے جب وہ سبت کے دن زیادتی کرتے تھے

پس ہم نے ان کی بدکاری اور بداطواری کی وجہ سے آسمان سے ان پر عذاب نازل کیا- جس سے سب کے سب ذلیل اور خوار ہوئے- بجائے فتح کے الٹی شکست ہو گئی- پس تو اے محمد ﷺ ان سے یہودیوں کی اس بستی کا حال پوچھ جو دریا کے کنارہ بستے تھے- جب وہ سبت (شنبہ) کی تعظیم میں زیادتی کرتے تھے-

---

کیوں کہ میری چیزوں سے لے گی اور تمہیں بتادے گی- سب کچھ جو باپ کا ہے میرا ہے- اس لئے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لے گی اور تمہیں بتادے گی

اس پیشین گوئی میں حضرت مسیح نے علاوہ توضیح کرنے کے آنے والے نبی یا روح حق کے اس کے کاموں کی تفصیل بھی کر دی ہے اول یہ کہ تسلی دے گا- دویم وہ حضرت مسیح کی تصدیق کرے گا- بلکہ آپ کے منکروں کو مجرم بھی ٹھہرائے گا- بلکہ سزا بھی دے گا سوئم وہ سردار ہو گا- چہارم وہ اپنی نہ کہے گا بلکہ خدا سے جو الہام پائے گا کہے گا- پنجم مسیح کی تعلیم عیسائیوں کو یاد دلائے گا- اب ان سب باتوں کا ثبوت ہادی برحق فداہ روحی میں دکھانا ہمارے ذمہ ہے جسے ہم بفضلہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں

اول وہ تسلی دے گا قرآن کو غور سے پڑھو

قل[1] یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم (الزمر - ۴۲)

اندوہ گیں کو اس سے زیادہ تسلی کیا ہو سکتی ہے؟

دوسرا کام حضرت مسیح علیہ السلام کی تصدیق ہے- یہ تو قرآن اور مبلغ قرآن نے ایسا کیا ہے کہ تاقیامت عیسائیوں کی گردن اس احسان سے جھکی رہے گی اللہ اللہ واہ رے سچائی- ایک طرف مشرکین عرب کی کثرت اور یہودیوں کی شرارت اور ایک طرف حق کا پاس مگر اس روح حق نے ان سب مشکلات کی کوئی پرواہ نہ کر کے صاف اور کھلے لفظوں میں رسولا الی بنی اسرائیل اور وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین (آل عمران - ۴۴) کی منادی کرادی-

عیسائیو! اس احسان کو مانو- اس محسن کی قدر کرو ورنہ بتلاؤ اگر قرآن مسیح کے حق میں نیک شہادت نہ دیتا تو آج مسیح کے بدگوؤں کی کتنی ترقی ہوتی- اے احسان فراموشو باز آؤ کب تک شکران نعمت کو کفران سے بدلتے رہو گے سچ ہے

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
ان میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خود کام بھی ہیں

---

[1] تم میرے بندوں سے جو اپنے نفسوں پر زیادتی کر چکے ہیں کہو کہ خدا کی رحمت سے بے امید نہ ہوؤ- تم توبہ کرو گے تو خدا تمہارے سب گناہ معاف کر دے گا- کیوں کہ خدا بڑا اخشہار مہربان ہے-

اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّیَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِیْهِمْ ۛ
کیونکہ سبت کے دن مچھلیاں زور سے آتیں اور جس دن وہ سبت میں مشغول نہ ہوتے نہ آتیں

كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾
ان کی بے حکمی کرنے کی وجہ سے ہم ان کو اسی طرح آزماتے تھے

کیوں کہ سبت کے دن ان کو دنیاوی کاموں سے فراغت کر کے عبادت میں مشغول رہنے کا حکم تھا اور دریا کی مچھلیاں بھی اس دن زور سے ٹڈی دل کی طرح آتیں اور جس دن وہ سبت مین مشغول نہ ہوتے بالکل نہ آتیں- یہ دیکھ کر وہ گھبرائے کیوں کہ ان کا گذارہ معاش اکثر اسی شکار پر تھا- آخر کار انہوں نے سبت کی تعظیم کو بالائے طاق رکھ کر شکار کرنا شروع کر دیا- اصل بات یہ تھی کہ اس بد تعظیمی کے علاوہ اور بھی بے حکمیاں کرا کرتے تھے- ان کی بے حکمی کرنے کی وجہ سے ہم کو ان کو اسی طرح آزماتے تھے- اور ان کی بداطواری دنیا پر ظاہر کرتے تھے- قاعدہ کی بات ہے کہ جب کسی قوم میں بدکاری پھیلتی ہے تو بعض ان میں سے ناصح بن کر ان کو سمجھایا بھی کرتے ہیں اور بعض ان ناصحوں کے بھی ناصح پیدا ہو جاتے ہیں جو ان کو وعظ و نصیحت سے باز رکھتے ہیں-

---

تیسرا کام: سرداری ہے یعنی حکمرانی غور سے پڑھو

فلا وربك لايومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما

تیرے رب کی قسم لوگ کبھی بھی مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے فیصلوں کا حکم تجھ کو نہ بنا دیں گے اور تیرا فیصلہ بلا چون وچرا تسلیم نہ کریں گے- (النساء-۵۴)

ومن يطع الرسول فقد اطاع الله (النساء-۷)

جو رسول کی تابعداری کرتا ہے وہ خدا کی کرتا ہے

چوتھا کام: وہ اپنی نہ کہے گا سنو کان لگا کر سنو

وما ينطق عن الهوى ان هوا الا وحي يوحى (النجم-۳۲)

رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا ہے بلکہ وہ خدا کے الہام سے بولتا ہے-

ولو تقول علينا بعض الا قاويل لاخذنا منه باليمين (الحاقته-۳۴)

اگر رسول ہمارے ذمہ کوئی بات لگا دے جس کے کہنے کی اسے اجازت نہ ہو تو ہم اس کو فوراً ہلاک کر ڈالیں

پانچواں کام: حضرت مسیح کی تعلیم کا عیسائیوں کو یاد دلانا ہے اس کی طرف خاص توجہ مطلوب ہے ذرا دل سے متوجہ ہو کر غور سے سنو

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم وقال المسيح يا بنى اسرائيل اعبدوالله ربى وربكم انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجن وماواه النار - وما للظالمين من انصار (سور مانده-٦١)

لوگ اللہ کو مسیح ابن مریم کہتے ہیں وہ کافر ہیں- مسیح نے تو خود کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اکیلے اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے عبادت کرو جو خدا کے ساتھ شریک کرتا ہے خدا نے اس پر بہشت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی حمایتی نہیں

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ

اور جب ان میں سے ایک جماعت بولی کہ کیوں تم ایسے لوگوں کو سمجھاتے ہو کہ جن کو خدا تباہ کرے گا یا سخت عذاب میں مبتلا

عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

کرے گا انہوں نے کہا اس لئے کہ ہم خدا کے پاس اپنا عذر بنا سکیں اور شاید وہ بھی بچ جائیں

اسی طرح اس بستی والوں کی حالت ہوئی بعض خود غرض تو ان میں سے بد تعظیمی اور بے حکمی کرنے لگے اور بعض ان کو سمجھانے لگے اور جب ان میں سے خاموشی کرنے والی ایک جماعت بولی کہ کیوں تم ایسے لوگوں کو سمجھاتے ہو کہ جن کی بداطواری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خدا بالکل تباہ کرنے کو ہے یا دنیا ہی میں سخت عذاب میں پھنسانے کو ہے انہوں نے ان کے جواب میں کہا اس وعظ و نصیحت سے جیسا کہ عام طور پر ناصحوں اور مصلحوں کی غرض ہوا کرتی ہے۔ ہماری بھی وہی غرض ہے ایک تو اس لئے کہ ہم خدا کے پاس اپنا عذر بنا سکیں اور یہ بھی خیال ہے کہ شاید وہ بھی اس بدکاری سے بچ جائیں آخر ہمیں علم غیب تو نہیں کہ یہ لوگ راہ راست پر نہ آئیں گے جب تک ناصح کے نزدیک امکان تاثیر بھی ہو اس کا فرض ہے کہ نصیحت نہ چھوڑے

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ وما من الہ الا الہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم (مائدہ- ۶۲)

جن لوگوں کا قول ہے کہ خدا تینوں میں سے ایک ہے وہ کافر ہیں- خدا ایک ہے اگر یہ اپنے قول سے باز نہ آئے تو کافروں کو عذاب الیم ہوگا

اس کے مطابق مسیح کے الفاظ کا پتہ لینا ہو تو سنو

سب حکموں میں اول حکم یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے (مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹)

مضامین خمسہ مذکورہ تو قرآن شریف کی عموماً ہر سورۃ اور ہر پارہ میں مل سکتی ہیں- اس لئے بجائے اس تفصیل کے عیسائیوں کے شبہات کا جواب ضروری ہے پادری فنڈر میزان الحق میں لکھتے ہیں

علمائے محمدی آیات کے باقی کلمات اور مطالب پر کچھ متوجہ نہیں ہوتے- حالانکہ اسی ۱۴ باب کی ۱۵ آیت میں بھی موعودہ تسلی دینے والا اروح القدس کہلایا ہے اور اس کے حق میں کہا گیا ہے کہ وہ سب چیزیں حواریوں کو سکھائے گا- اور مسیح کی بات انہیں یاد دلائے گا اور پھر ۱۶۱۵ آیت میں مسیح حواریوں سے کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا اور تم میں ہووے گا اور دنیا اسے نہیں دیکھتی الحاصل ظاہر و آشکارا ہے کہ محمد کسی مقام پر روح القدس اور روح حق نہیں کہلایا اور کیونکر ہو سکتا تھا کہ محمد جس کا خروج حواریوں سے پانچ سو برس بعد ہوا- پھر وہ مسیح کی بات انہیں یاد دلائے اور انہیں سکھائے اور ہمیشہ ان کے پاس اور ان میں رہے- ظاہر ہے کہ ایسی بات تو کوئی عقل مند نہ کہے گا اور محمد کو تو سب لوگوں نے آنکھوں دیکھا مگر پار اقلیت کے حق میں مسیح نے کہا ہے کہ دنیا اسے نہیں دیکھ سکتی ہے اور اگر تو کوئی اور دلیل بھی چاہتا ہے جس سے بخوبی ظاہر ہو جائے کہ وہ تسلی دینے والا جس کا حواریوں سے وعدہ ہوا تھا محمد نہیں ہے تو یہ بات بھی سن لے جو اعمال کے پہلے باب کی ۴-۴ آیتوں میں مذکور ہے کہ مسیح نے اپنے صعود سے پہلے اپنے شاگردوں سے ملاقات کر کے بڑی تاکید سے کہا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اس وعدہ کی جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو- راہ دیکھو یوحنا نے تو پانی سے بپتسما دیا- پر تم تھوڑے دنوں بعد روح القدس سے بپتسما پاؤ گے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا

پس جب وہ لوگ پند و نصائح سب بھول بیٹھے تو ہم نے انہی لوگوں کو جو برائی سے منع کیا کرتے تھے بچایا اور ظالموں کو

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

بدکاریوں کی وجہ سے سخت عذاب میں مبتلا کیا

مگر بدکاروں نے ان کی ایک نہ سنی۔ جب انہوں نے پند و نصائح سب کو بھلا دیا اور بالائے طاق رکھ دیا تو ہمارا غضب بھی ان پر آیا پھر ہم نے انہی لوگوں کو جو برائی اور بدکاری سے منع کیا کرتے تھے۔ بچایا اور باقی سب ظالموں کو جو بدکاری کرتے تھے اور جو ان کی بدکاری پر خاموش تھے انکی بدکاریوں کی وجہ سے سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ پھر کچھ دنوں تک عافیت دی۔

اور مسیح کا یہی حکم لوقا کے آخر باب کی ۴۸ آیت میں بھی مرقوم ہے اور درحالیکہ مسیح نے حواریوں کو یہ حکم دیا تھا کہ جب تک وہ مدد کرنے والا موعود یعنی روح القدس تمہارے پاس نہ آئے یروشلم سے الگ مت ہونا۔ سو اگر وہ محمد مدد کرنے والا ہوتا جیسا کہ محمدی لوگ کہتے ہیں تو ضرور ہوتا کہ حواری بھی مسیح کی عدول حکمی نہ کر کے نہ صرف چند روز بلکہ چھ سو برس تک اسی یروشلم میں زندہ[1] رہ کر محمد کا انتظار کرتے کیوں کہ محمد نے تو مسیح سے چھ سو برس بعد خروج کیا۔ خلاصہ ظاہر ہے کہ ایسی باتیں باطل ہیں اور ان آیات کو محمد سے منسوب کرنا عقل و انصاف سے باہر ہے پوشیدہ تر ہے کہ مدد کرنے والا جس کا مسیح نے حواریوں کو وعدہ دیا تھا روح القدس تھا۔ چنانچہ ستودہ آیتوں سے صاف و آشکار و یقین ہوتا ہے اور روح القدس جو انجیل کی تعلیم کے موافق اقنوم ثالث سے مراد ہے۔ مسیح کے وعدہ کے بموجب مسیح کے عروج سے دس دن بعد حواریوں پر نازل ہو۔ جیسا کہ اعمال کے اباب میں مفصل بیان ہوا ہے اور جب کہ روح القدس حواریوں پر نازل ہو چکا اور رسالت کا مرتبہ اور معجزہ کی قوت انہیں دے چکا تو انہوں نے یروشلم سے نکل کر سارے جہاں میں انجیل کا وعظ کیا چنانچہ ان مطالب کا ذکر اس کتاب کے دوسرے باب کے آخر میں ہو چکا ہے (دفعہ ۱ صفحہ ۲۴۵)

خلاصہ یہ کہ بقول پادری صاحب روح کی بابت مسیح نے پیشین گوئی فرمائی ہے وہ آنحضرت ﷺ سے صدیوں پیشتر حواریوں پر نازل ہو چکی تھی۔ جس کا بیان اعمال اباب میں مفصل مذکور ہے پادری صاحب کے حوالہ کے بموجب ضروری ہے کہ ہم اعمال اباب کی پوری پوری عبارت نقل کریں گویہ واجب ان پر تھا۔ جو انہوں نے ادا نہیں کیا۔ وہ یہ ہے

"اور جب عید پانتکوست کا دن آ چکا وہ سب ایک دل ہو کے اکھٹے تھے اور یکایک آسمان سے آواز آئی۔ جیسے بڑی آندھی چلے اور اس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے بھر گیا اور انہیں آگ کی سی جلدی جلدی زبانیں دکھائی دیں اور ان میں سے ہر ایک پر بیٹھیں اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں جیسے روح نے انہیں تلفظ بخشا بولنے لگے اور خدا ترس یہودی ہر قوم میں سے جو آسمان کے تلے ہی یروشلم میں آ رہے تھے سو جب یہ آواز آئی تو بھیڑ لگی اور وہ دنگ ہوئے۔ کیوں کہ ہر ایک نے انہیں اپنی بولی بولتے سنا اور سب حیران اور متعجب ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے دیکھو یہ جو سب بولتے ہیں کیا گلیلی نہیں۔ پس کیوں کہ ہر ایک ہم میں سے اپنے وطن کی بولی سنتا ہے پارتھی اور مبدی اور علامی رہنے والے مسوپوتامیہ۔ یہودیہ اور کپادوکیہ پنطس اور اسیاء فریجیہ اور پمفیلیہ مصر اور لبنہ کے اطراف کے جو قورینہ کے قریب ہے اور رومی مسافر اصلی اور داخلی یہودی کریتی اور عرب ہم اپنی زبانوں میں انہیں خدا کی عمدہ باتیں بولتے سنتے ہیں اور سب حیران ہوئے اور شبہ میں پڑے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے

[1] کیا زندہ رہنا ان کا اختیاری فعل تھا؟

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ

پھر جب وہ ممانعت سے بڑھتے ہی گئے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔ اور

اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

جب خدا نے اعلان کردیا کہ میں ان پر قیامت تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہوں گا

مگر جب وہ حد ممانعت سے بڑھتے ہی گئے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔ تمہاری یہی سزا مناسب ہے اور ایک واقعہ بھی ان کو سنا۔ جب خدا نے اعلان کردیا کہ اگر بنی اسرائیل نے میرے حکموں کی پرواہ نہ کی۔ اور شریعت کے مخالف کام کرنے لگے تو میں ان پر قیامت تک اُیسے لوگوں کو مسلط کرتا رہوں گا۔

یہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ اروں نے ٹھٹھے سے کہا کہ یہ شراب کے نشہ میں ہیں۔ تب پطرس نے گیارہوں کے ساتھ کھڑا ہو کے اپنی آواز بلند کی اور انہیں کہا اے یہودی مردو اور یروشلم کے رہنے والو یہ تمہیں واضح ہو اور کان لگا کے میری باتیں سنو کہ یہ جیسا تم سمجھتے ہو۔ متوالے نہیں کیوں کہ دن کی تیسری گھڑی ہے۔ بلکہ یہ وہ ہے جو یوئیل نبی کی معرفت کہا گیا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ میں اپنی روح میں سے ہر جسم پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی اور تمہارے جوان رویا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے۔ ہاں ان دنوں میں اپنے بندوں اور بندیوں پر اپنی روح میں سی ڈالوں گا اور وہ نبوت کریں گے۔" (اعمال باب ۲ : ۸)

پس ناظرین خود ہی انصاف فرمادیں کہ جس روح کے آنے کی حضرت مسیح نے خبر دی ہے وہ یہی ہے ؟ کیا مسیح کے بتلائے ہوئے آثار اس روح میں پائے جاتے ہیں۔ کیا مسیح کی بڑائی اور تصدیق اس روح نے کی ؟ کیا منکروں پر اس سزا کا حکم لگایا۔ مسیح کی بھولی ہوئی تعلیم لوگوں کو اور خصوصاً حواریوں کو یاد دلائی۔ تعجب تو یہ کہ خود حواری بھی اس روح کو حضرت مسیح کی بتلائی ہوئی روح نہیں بتلاتے۔ کیا اگر حواری بھی اس کو حضرت مسیح کی بتلائی ہوئی روح جانتے ہوتے تو بجائے یوئیل نبی کے مسیح کا حوالہ نہ دیتے جس کا منکروں کے سامنے ذکر کرنے سے اور فائدہ ان کے ایمان کا بھی ہوتا۔ ہاں پادری صاحب کا یہ شبہ کہ محمد (ﷺ) تو حواریوں سے ہوئے پھر کیوں کر ممکن ہے کہ ان کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائے پادری صاحب اور ان کے ہم مشربوں کی تحریریں کتب مذہبی سے عدم واقفیت پر مبنی ہیں۔

پادری صاحب! ہمیشہ کتب مقدسہ میں بلکہ عموماً کتب قومی میں صیغہ خطاب سے مخاطب مراد نہیں ہوتے بلکہ عام خواہ ان سے بعد سینکڑوں نہیں ہزاروں سال ہوں ورنہ بتلایے کہ انجیل متی باب ۴ کا تمام پہاڑی وعظ کس کے لئے ہوگا ؟ جس میں تم تم کے لفظ سے حضرت مسیح خطاب فرما کر احکام بتلاتے ہیں۔ اس سے زیادہ وضاحت منظور ہو تو متی ۱۵ باب ۶۳ کو غور سے پڑھو جہاں سردار کاہن سے مسیح فرماتے ہیں کہ

اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی داھنی کی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے

بتلائے سردار کاہن کو آج تک بھی بادلوں میں حضرت مسیح کی زیارت نصیب ہوئی ؟ ہاں یہ خوب کہی کہ محمد (ﷺ) کو سب لوگوں نے دیکھا۔ مگر پارا قلیت کے حق میں مسیح نے کہا کہ دنیا اسے نہیں دیکھ سکتی۔

پادری صاحب! مسیح کو بھی سب نے دیکھا (بقول آپ کے) پکڑ کر سولی بھی دیا۔ اور بے چارہ ایلی ایلی لما سبقتانی بھی پکارا تاہم یہی کہتا رہا کہ

والعالم ليس يرونني وانتم ترونني

یعنی جہاں کے لوگ مجھے نہیں دیکھتے اور تم (اے حواریو) مجھے دیکھتے ہو (عربی بائبل انجیل یوحنا ۱۸۱۳ مطبوعہ لندن)

شاید اسی پیش بندی کے لئے اردو میں اس کے ترجمہ میں کچھ لفظ زائد کر کے یوں ترجمہ کیا گیا ہے

مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ

جو ان کو سخت عذاب پہنچاتے رہیں گے بیشک تیرا رب بڑی جلدی عذاب پہنچا سکتا ہے اور وہ بڑا ہی بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ز

مہربان ہے- اور ہم نے ان کو زمین میں مختلف جماعتیں بنا کر رکھا ہے بعض ان میں سے نیک ہیں اور بعض اس کے سوا

جوان کو سخت عذاب پہنچاتے رہیں گے - بے شک تیرا پروردگار بڑی جلدی عذاب پہنچاسکتا ہے ممکن نہیں کہ کوئی اسے روک سکے اور وہ اپنے فرماں بردار توبہ کرنے والے بندوں کے حق میں بڑا بخشنہار مہربان ہے اور سنو ہم نے ان کو زمین میں مختلف جماعتیں بنا رکھا ہے بعض ان میں سے نیک ہیں اور بعض اس کے سوا ہیں

اب تھوڑی دیر ہے کہ دنیا مجھے پھر نہ دیکھے گی - پر تم مجھے دیکھتے ہو

جس پر ادنیٰ سی توجہ کرنے سے غلط معلوم ہوتا ہے - پس جس طرح مسیح کو دنیا نہیں دیکھتی تھی - اس طرح محمد (ﷺ) کو دنیا نے نہیں دیکھا - سچ ہے اگر دیکھتے تو ظالم مکہ سے کیوں نکال دیتے؟ بے شک حواریوں نے یعنی حواریوں جیسے ایمان داروں نے اس کو دیکھا اور دیکھ بھی رہے ہیں اور آئندہ کو دیکھیں گے - مگر کافروں نے دونوں (محمد اور مسیح) کو نہیں دیکھا اور نہ دیکھ سکتے ہیں - حضرت مسیح کے قول سے قرآن کی مطابقت چاہتے ہو تو سنو -

منهم من يستمع اليك افانت تهدى العمى ولو كانوا لا يبصرون (یونس - ۳۲)

بعض کفار تیری طرف نظر کر رہے ہیں مگر حقیقتاً اندھے ہیں تجھے نہیں دیکھتے کیا پھر تو اندھوں کو راہ دکھائے گا گو وہ دانستہ نہ دیکھیں -

ہاں پادری صاحب کا یہ کہنا کہ مسیح نے اپنے صعود سے پہلے اپنے شاگردوں سے ملاقات کر کے بڑی تاکید سے کہا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اس وعدہ کے موافق جس کا ذکر تم مجھ سے کر چکے ہو راہ دیکھو وغیرہ حیرت افزا ہے کہ پادری صاحب ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی مثل صادق کر رہے ہیں یہ وہی روح قدس ہے جس کا ذکر اعمال ا باب والی عبارت میں ہے اور جس کا جواب پہلے ہو چکا کہ یہ روح یوحنا کے ۱۴ باب والی روح نہیں - ہاں پادری صاحب نے سردار کے متعلق جو توجیہ گھڑی ہے واقعی اس نے سب کو ماند کر دیا ہے جو بالکل ایجاد بندہ اگرچہ گندہ کی مصداق ہے آپ لکھتے ہیں -

> علمائے محمدی اس آیت کو محمد سے نسبت دیتے ہیں حالانکہ الفاظ اس جہاں کے سردار جو اس آیت میں مذکور ہیں ان سے شیطان مراد ہے - چنانچہ انجیل کی اور آیتوں سے صاف معلوم و یقین ہوتا ہے اور سارے مفسرین نے بھی یہی تفسیر کی ہے - جاننا چاہیے کہ انجیل کے مضمون کے بموجب وہ لوگ جو گناہ کرتے ہیں - گناہ ہی کے بندے ہو جاتے ہیں اور گناہ ان کا مالک ہو جاتا ہے

اس میں کوئی انجیل کی ہی خصوصیت نہیں - قرآن شریف بلکہ کل کتب مقدسہ کا یہی محاورہ ہے -

استحوذ عليهم الشيطن فانسهم ذكر الله اولئك حزب الشيطن - الا ان حزب الشيطن هم الخسرون (المجادله - ۸)

شیطان ان پر غالب ہے - پس اللہ ان کا ذکر ان کو بھلا دیتا ہے یہی لوگ شیطان کا گروہ ہے - اور شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھائے گا

---

[۱] غلط اس لئے ہے کہ پہلے فقرہ (دنیا مجھے پھر نہ دیکھے گی) سے آئندہ کی نفی ہے اور فقرہ (تم مجھے دیکھ رہے ہو) سے حال کا اثبات ہے حالانکہ بقاعدہ استثناء اس زمانے کا اثبات چاہیے تھا جس کی نفی پہلے ہو - جو یہاں نہیں اہل زبان غور کریں -

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ

اور ہم نے ان کو احسانوں اور تکلیفوں سے آزمایا تاکہ وہ پھریں۔ پھر ان سے پیچھے

بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى

ناخلف پیدا ہوئے جو کتاب کے وارث ہوئے دنیا کا مال حاصل کرتے ہیں

یعنی بد عمل ہیں اور ہم نے ان کو کبھی احسانوں اور کبھی تکلیفوں سے آزمایا تاکہ وہ برے کاموں سے پھریں اور ہدایت پر آئیں مگر یہ ایسے کے ویسے ہی رہے۔ پھر ان سے پیچھے ان کے ایسے ناخلف پیدا ہوئے جو آسمانی کتاب کے وارث تو ہوئے۔ مگر غلط مسائل اور بے جا تاویلات کر کے جہاں سے دنیا کا مال حاصل کرتے ہیں۔

رومیوں کے ۶ باب کے ۱۶ آیات میں ہے اور گناہ اور جھوٹ کا باب شیطان ہے یعنی گناہ اور سزا اسی سے ہے یوحنا ۸ باب کے ۴۴ آیت میں ہے اور ہوا کا سردار یعنی شیطان کے سب نافرماں بردار لوگوں میں تاثیر و حکم کرتا ہے چنانچہ افسیوں کے ا باب کی پہلی اور دوسری آیتوں میں مرقوم ہے (میزان الحق دفعہ ۲ صفحہ ۲۴۹)

جی نہیں چاہتا کہ پادری صاحب کے اس قول کا رد کیا جائے بلکہ اس کو بحال خود چھوڑ کر ناظرین سے انصاف چاہا جائے کہ وہ خود ہی یوحنا ۱۳ باب کو جو ہم نے نقل کر دیا ہے۔ پڑھ کر پادری صاحب سے سمجھ لیں۔ مگر اس خیال سے کہ پادری صاحب اور دیگر ان کے ہم مشرب ناراض نہ ہو جائیں کہ ہماری محنت کی داد کچھ نہیں ملی۔ کچھ عرض کی جاتی ہے۔

بے شک ہم مانتے ہیں کہ قرینہ سے گنہ گاروں اور بدکاروں کا سردار بلکہ معبود بھی اگر شیطان کو کہا جائے تو ممکن ہے اور صحیح ہے لیکن جہاں خدا کا سچا رسول (بلکہ بقول آپ کے) خدا یوں کہے کہ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں تو مقام غور ہے کہ یہ سردار شیطان ہو سکتا ہے؟ کیا کسی حواری کو شبہ ہوا تھا کہ مسیح میں بھی (معاذ اللہ استغفر اللہ) کوئی شیطانی حرکت اور شرارت ہے جس کے دفعیہ کو حضرت مسیح نے فرمایا کہ مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں

عیسائیو! مقام مدح اور مقام ذم میں بھی تو فرق ہوتا ہے علاوہ اس کے پادری صاحب نے اضافت الی البعض اور اضافت الی الکل میں فرق نہیں کیا شیطان کی سرداری کا اظہار باضافت گنہ گاروں کے تو صحیح ہے لیکن باضافت کل بندگان یا باضافت مطلقہ صحیح نہیں۔ مثلاً اگر یوں کوئی کہے کہ شیطان مشرکوں کا سردار ہے تو صحیح ہے لیکن اگر یوں کہے۔ کہ شیطان دنیا کا سردار ہے تو دنیا کے لفظ سے بجز یورپ مراد لینے کی کوئی وجہ صحت کلام کی نہیں فافہم

ناانصاف عیسائیو کیوں شریروں کی ماتحتی نسبت کرتے ہو باز آؤ

باز آباز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ۔۔۔ گر کافر و گبرت پرستی باز آ
ایں در گہ مادر گہ نومیدی نیست ۔۔۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

وَ يَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ

اور کہتے ہیں ہمیں معاف کیا جائے گا اور اگر دوسری طرف سے بھی اس کے مثل مال ملے تو وہ بھی لے لیتے ہیں کیا کتاب میں ان سے

عَلَيْهِمْ مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَ

عہد نہیں لیا گیا تھا کہ خدا کے نام پر حق بات ہی کہیو اور جو کچھ اس میں ہے یہ لوگ پڑھ بھی چکے ہیں

الدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ

حالانکہ آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لئے ہے جو پرہیزگار ہیں کیا پھر بھی تم عقل نہیں کرتے۔ اور جو لوگ کتاب کو مضبوط

بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۗ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۷۰﴾ وَإِذْ نَتَقْنَا

پکڑتے ہیں اور نماز گزارتے ہیں ایسے نیکوں کے اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔ جب ہم نے پہاڑ کو

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ

ان کے اوپر ہلایا گویا وہ سایہ تھا اور وہ سمجھے کہ وہ ہم پر گر پڑے گا

اور اپنے بے جا گھمنڈ میں کہتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ معاف کیا جائے گا اور طرفہ تو یہ کہ ایک ہی طرف سے نہیں لیتے بلکہ کسی معاملہ میں اگر ایک طرف والا کچھ رشوت دے کر غلط مسئلہ لے جائے اور پھر دوسری طرف سے بھی اسی مثل مال ملے تو وہ بھی لے لیتے ہیں اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ ہم نے ایک طرف سے لیا ہے اب دوسری طرف سے کس منہ سے لیتے ہیں کیا آسمانی کتاب میں ان سے عہد نہیں لیا گیا تھا کہ خدا کے ذمہ حق بات ہی کہیو۔ یہ خدائی حکم اب تک توریت میں موجود ہے اور جو کچھ اس میں ہے یہ لوگ پڑھ بھی چکے ہیں مگر نہیں سمجھتے کیوں کہ دنیا کا مال واسباب انکو مرغوب ہے حالانکہ آخرت کا گھر انہی لوگوں کیلئے ہے جو پرہیزگار ہیں کیا پھر بھی تم عقل نہیں کرتے کیوں تم شعور نہیں کرتے اور جو لوگ کتاب سماوی کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز اور جو ان پر عبادت بدنی مقرر کی گئی ہے اس کو عمدہ طرح سے گزارتے ہیں۔ وہی مزے سے عیش میں ہوں گے کیونکہ ایسے نیکوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔ یہ بے دینی کی عادت ان میں نئی نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے ہم ان کو ہمیشہ اس قبیح عادت سے روکتے رہے جب ہم نے پہاڑ کو اکھاڑ کر ان کے بڑوں کے سروں پر لٹکا دیا تھا گویا وہ ان پر سایہ تھا اور وہ سمجھے کہ وہ پہاڑ ہم پر گر پڑے گا۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذَ

جو ہم نے تم کو دیا ہے مضبوطی سے اسے پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ- اور جب تیرے

رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ

پروردگار نے بنی آدم کی ذریت ان کی صلب سے نکالی اور انہیں کو ان پر گواہ بنایا کیا میں تمہارا پروردگار

بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا

نہیں ہوں؟ بولے ہاں ہم اس امر کے گواہ ہیں کہیں قیامت کے روز نہ کہنے لگو کہ ہم اس سے غافل

غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ

تھے- یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادوں نے پہلے کیا اور ہم تو ان کے بعد پیدا ہوئے

اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ

پھر کیا تو ہم کو دوسرے غلط کاروں کی غلط کاری سے تباہ کرتا ہے- اسی طرح ہم احکام کی تفصیل کرتے ہیں تاکہ یہ

يَرْجِعُوْنَ ۝ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا

رجوع ہوں- اور ان کو اس کا قصہ سنا جس کو ہم نے اپنے احکام دیئے پھر وہ ان حکموں سے صاف ہی نکل گیا

اس وقت ہم نے حکم دیا کہ جو ہم نے تم کو دیا ہے مضبوطی سے اسے پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے خوب یاد کرو تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ- اس سے بھی یہی غرض تھی کہ ان کج روؤں کو نصیحت ہو- اور جب تیرے پروردگار نے آدم اور بنی آدم کی ذریت انکی صلب سے نکالی اور انہیں کو ان پر گواہ بنایا- سوال یہ تھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں- وہ بیک زبان بولے کہ ہاں بے شک تو ہمارا پروردگار ہے ہم اس امر کے گواہ ہیں دنیا میں جتلانے سے بھی یہی غرض ہے کہ کہیں قیامت کے روز کہنے لگو کہ ہم اس سے غافل تھے ہمیں تو کچھ خبر ہی نہ تھی یا کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادوں نے پہلے کیا اور وہی اس فعل قبیح کے بانی مبانی تھے اور ہم تو ان کے بعد دنیا میں پیدا ہوئے- پھر کیا تو ہم کو دوسرے غلط کاروں کی غلط کاری سے تباہ اور برباد کرتا ہے- اس طرح ہم احکام کی تفصیل کرتے ہیں تاکہ یہ تیری قوم کے لوگ ہماری طرف رجوع ہوں اور اگر اس سے بھی ہدایت یاب نہ ہوں اور دنیا کے اینچ پینچ میں ہی پھنسے رہیں تو ان کو اس دنیادار یعنی فرعون[1] کا قصہ سنا جسکو ہم نے اپنے احکام دیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت ہدایت پہنچائی پھر بھی وہ اپنی شرارت سے باز نہ آیا- بلکہ ان حکموں سے صاف ہی نکل گیا-

---

[1] اس آیت کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ یہ شخص کون ہے؟ ان میں سے عجیب تر قول یہ ہے کہ ایک شخص بلعم بن باعورا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں تھا حضرت موسیٰ کے مخالفوں کے کہنے سننے سے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے حق میں اس نے بددعا دی- جس سے ان کی فتح سے شکست ہوگئی- جس کی وجہ حضرت موسیٰ نے خداوند تعالیٰ سے دریافت کی تو ارشاد خداوندی پہنچا کہ بلعم بن باعورا نے جو ایک مستجاب الدعوات شخص تھا تمہارے حق میں بددعا کی ہے اس لئے تمہاری فتح سے شکست ہوگئی- یہ سن کر حضرت موسیٰ نے اس کے حق میں بددعا کی- جس کی اثر یہ ہوا کہ کہیں تو ایسا مستجاب الدعوات تھا- اس بددعا کی تاثیر سے آخر بے ایمان ہو کر مرا- یہ قول عجیب تر اس لئے ہے کہ موجودہ توریت سے جس سے زیادہ معتبر حضرت موسیٰ کے حالات بتلانے والی بعد قرآن شریف کے کوئی تاریخ نہیں اس قصہ کے برعکس ثابت ہوتا ہے توریت کی چوتھی کتاب گنتی کے باب ۲۲ سے ۲۴ تک دیکھنے سے اس قصہ کی تکذیب ہوتی ہے- وہاں صریح مرقوم ہے کہ موابیون کے بادشاہ

فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ

پس شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا پس وہ راہ بھولوں میں جا ملا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کے ساتھ اس کو بلند رتبہ کرتے لیکن اس

اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ

نے خود ہی پستی میں گرنا چاہا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا پس اس کی مثال کتے کی سی ہے جس پر تو بوجھ لادے تو ہانپتا

يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ

ہے اور اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپتا ہے یہ تمثیل اس قوم کی ہے جو ہمارے حکموں سے منکر ہوں پس تو قصہ بتلایا

الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ

کر تاکہ یہ فکر کریں۔ جو لوگ ہمارے حکموں سے منکر ہیں اور اپنے بھائی بندوں پر ظلم کرتے ہیں

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ان کی مثال بہت ہی بری ہے۔ جس کو خدا اپنی راہ پر لگائے وہی ہدایت یاب ہے اور جن کو وہ اپنی جناب سے دھکیل دے وہی زیاں کار ہیں

بالکل کان بھی اس نے نہ جھکائے۔ پس اس شرارت اور خباثت کی پاداش اسکو یہ ملی یہ شیطان ہمہ تن اس کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ جو چاہتا اس سے کروالیتا۔ پس انجام کار وہ سخت راہ بھولوں میں جاملا۔ اور اگر ہم چاہتے تو باوجود اس کی گردن کشی کے ان احکام کے ساتھ اس کو بلند رتبہ کرتے وہ ان پر عمل کرتا اور درجے پاتا۔ لیکن چوں کہ اس نے خود ہی پستی میں گرنا چاہا اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگا تو ہم نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ پس اس کی مثال اس ذلیل کتے کی سی ہے جس پر تو بوجھ لادے تو ہانپتا ہے اور اگر چھوڑے تو بھی ہانپتا ہے اسی طرح اس کی حالت دونوں جہانوں کی زندگی میں ہوئی۔ دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر مرا آخرت میں النار يعرضون عليها (غافر۔ ۲۵) اس کی شان میں وارد ہے یہ ذلت اور خواری کی تمثیل کچھ اس سے مخصوص نہیں بلکہ اس قوم کی ہے جو ہمارے حکموں سے منکر ہوں۔ پس تو ان کی ہدایت کے لئے قصے بتلایا کرتا کہ یہ کم بخت کچھ فکر کریں اصل بات تو یہ ہے کہ جو لوگ ہمارے حکموں سے منکر ہوں اور اپنے بھائی بندوں پر ظلم و ستم کریں بداخلاقی سے پیش آئیں ان کی مثال خدا کے نزدیک بہت ہی بری ہے اصل عزت اور آبرو تو ہدایت اور خدا کی اطاعت سے ہے جس کو خدا اپنے راہ پر لگائے اور اس کے اعمال صالحہ قبول فرمائے۔ وہی ہدایت یاب ہے اور جن کو وہ اپنی جناب سے دھکیل دے اور راہ راست سے دور پھینک دے۔ وہی نقصان والے اور زیاں کار ہیں۔

بلق نے ہر چند بلعم سے حضرت موسیٰ کے خلاف دعا کرانی چاہی۔ بہت کچھ لالچ اور طمع بھی دیا۔ مگر اس بندہ خدا نے ہرگز بنی اسرائیل کے خلاف دعا نہ کی۔ بلکہ برکت کی نیک دعا اس کے سامنے کی۔ چنانچہ بادشاہ بلق اس سے سخت ناراض ہوا۔ مگر وہ یہی کہتا رہا کہ میں تو وہی کہوں گا جو خداوند میرے منہ میں ڈالے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس قصہ کو فرعون کی طرف لگایا ہے کیونکہ بنی اسرائیل کو فرعون کا قصہ سنانا ایک طرح مناسبت بھی رکھتا ہے۔ اسی آیت میں اتينه آياتنا فانسلخ منها (اعراف۔ ٦٤) آیا ہے تو دوسری جگہ فرعون کے حق میں ارينه اياتنا كلها فكذب وابى فرمایا ہے۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اور اگر اہل دل کے مذاق پر اس آیت کی تفسیر کی جائے تو یہ ایک تمثیل ہے ان دنیادار عالموں کی جو زمین یعنی زمینی مال کی طرف جھکتے ہیں اور علم سے صاف بے لوث نکل جاتے ہیں یعنی اس پر عمل نہیں کرتے الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها (الجمعه۔ ٤) انہی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫

بہت سے جن اور انسان ہم نے جہنم کے لیے بنائے ہیں ان کے دل ہیں پر ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ

آنکھیں ہیں پر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر وہ ان سے سنتے نہیں وہ گویا چار پائے ہیں

بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ

بلکہ چار پایوں سے بھی گئے گذرے ہیں اور یہی لوگ غافل ہیں۔ سب نیک نام اللہ سے مخصوص ہیں پس تم ان ناموں

بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

سے اسکو پکارا کرو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو وہ اپنے کیے کی سزا پائیں گے

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اور ہماری مخلوق میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور خود بھی اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہمارے

بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ

حکموں سے منکر ہیں ہم ان کو بتدریج ایسے راستہ سے جسے وہ نہیں جانتے گھسیٹیں گے۔ میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں

كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

میرا داؤ بڑا ہی مضبوط ہے

بہت سے جن اور انسان جن کو ہم نے بحواس خمسہ پیدا کیا مگر فطرت اللہ کو بگاڑ کر صحبتوں سے ایسے متاثر ہوئے کہ دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ جہنم کے لئے ہی ہم نے بنائے ہیں کیونکہ بظاہر ان کے سینوں میں دل ہیں پر ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں پر وہ ان سے حق و باطل دیکھتے نہیں اور ان کے سروں میں کان ہیں۔ پر وہ ان سے ہدایت کی باتیں سنتے نہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ حماقتوں میں گویا مثل چارپاؤں کے ہیں۔ بلکہ چارپایوں سے بھی گئے گذرے کیونکہ چارپائے اپنے فرائض کو پہچانتے ہیں۔ کتے کو دیکھو اپنے مالک کے مال کی ایسی حفاظت کرتا ہے کہ جان تک بھی دینے کو تیار ہوتا ہے مگر یہی لوگ اپنے فرائض سے غافل ہیں کچھ نہیں سوچتے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟ پس انکی بدکاری اور غفلت کا یہی نتیجہ ہے کہ دیکھنے والا ان کو جہنم کی پیدائش کہے تو بجا ہے ان کی کج روی کئی طرح کی ہے۔ ایک تو بداخلاقی سے مخلوق میں فساد ڈالتے ہیں دوئم خدائی صفات میں اپنی من گھڑت باتوں سے یعنی جو صفات حسنہ خدا کے لئے مخصوص ہیں وہ اوروں پر بولتے ہیں خواہ اپنی زبان میں ہوں یا غیر میں مخلوق کو دستگیر۔ داتا۔ گنج بخش وغیرہ کہتے ہیں حالانکہ سب نیک صفات کے نام اللہ سے مخصوص ہیں۔ پس مسلمانو ان ناموں سے اس کو پکارا کرو اور جو بے دین لوگ اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں اس کے نام اپنے پاس سے من گھڑت بولتے ہیں یا اس کے نام اوروں پر اطلاق کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ دو وہ اپنے کئے کی سزا پاویں گے اور ہماری مخلوق میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کج رووں کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ لوگوں کو حق بات کی بے لاگ ہدایت کرتے ہیں اور خود بھی اسی حق کے مطابق عدل وانصاف کرتے ہیں اور جو لوگ ہمارے حکموں سے منکر ہیں ہم ان کو بتدریج ایسے راستہ سے جسے وہ نہیں جانتے۔ جہنم کی طرف گھسیٹیں گے اور اب تو میں (خدا) ان کو قدرے ڈھیل دے رہا ہوں یقیناً سمجھو کہ میرا داؤ بڑا ہی مضبوط ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

کیا یہ فکر نہیں کرتے کہ ان کا ہم صحبتی مجنون تو ہے نہیں وہ تو کھلم کھلا ڈرانیوالا ہے

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ

کیا یہ آسمانوں اور زمینوں کے انتظام میں اور جو کچھ خدا نے پیدا کیا ہے غور و فکر نہیں

شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ

کرتے اور یہ کہ شاید ان کی اجل قریب ہی آ لگی ہو پھر اس کو چھوڑ کر کس بات

بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ

کو باور کریں گے؟ جس کو خدا دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہنما نہیں ہو سکتا اور خدا ان کو

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ

انکی سرکشی میں حیران چھوڑ دیتا ہے۔ تجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ کب ہوگی تو کہہ

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

کہ اس کی خبر صرف میرے پروردگار ہی کو ہے وہی مناسب وقت میں اس کو ظاہر کرے گا تمام آسمانوں والوں پر اور زمین والوں پر دہشت ناک ہے

الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْــَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا

اچانک ہی تم پر ظاہر ہو جائے گی تجھ سے تو اس طرح پوچھتے ہیں گویا تو اس کی ٹوہ میں ہے تو کہہ دے کہ

عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اس کی خبر تو صرف اللہ کو ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے

یہ جو نبی کی تکذیب پر کمر بستہ ہو رہے ہیں کیا یہ فکر نہیں کرتے ؟ کہ ان کا ہم صحبتی (محمد ﷺ) مجنون تو نہیں کہ بلا وجہ ان کی ہر بات میں مخالفت کرتا ہے اگر غور کریں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو کھلم کھلا عذاب الٰہی سے ڈرنے والا ہے اور بس کیا یہ آسمانوں اور زمینوں کے انتظام اور حکومت میں اور جو کچھ خدا نے پیدا کیا ہے اس میں غور و فکر نہیں کرتے اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ شاید انکی اجل اور موت قریب ہی آ لگی ہو اور بعد الموت ان پر کیا کچھ گزرے گا؟ پھر اس سچی تعلیم کو چھوڑ کر کس بات کو باور کریں گے ؟ اصل بات یہ ہے کہ جس کو خدا ہی اپنی جناب سے دھکیل دے اس کے لئے کوئی راہ نما نہیں ہو سکتا اور خدا انکو ان کی سرکشی میں حیران چھوڑ دیتا ہے حیران و پریشان ہیں بطور مسخری و استہزاء تجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ کب ہو گی ؟ تاریخ بتلاؤ تو جواب میں کہہ اس کی خبر صرف میرے پروردگار کو ہے وہی مناسب وقت میں اسے ظاہر کریگا۔ ہاں یہ بتلائے دیتا ہوں کہ اس کا خوف اتنا ہے کہ تمام آسمان والوں اور زمین والوں پر دہشت ناک ہے اچانک ہی تم پر ظاہر ہو جائے گی۔ تجھ سے تو اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا تو اس کی ٹوہ میں ہے اور تجھے اسی کی تاریخ سے ہی بحث مباحثہ ہے تو پھر کہہ دے اس کی خبر تو صرف اللہ کو ہے میں اس سے مطلع نہیں۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ جو شخص کسی علم کا دعوے دار نہ ہو اس سے اس کی بابت سوال کرنا سراسر حماقت ہے۔

شان نزول

ۓ (یسئلونک عن الساعۃ) قریشیوں نے استہزاء آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کا اور ہمارا تعلق رشتہ کا ہے قیامت کے آنے کی ہمیں تاریخ تو بتلا دے تاکہ ہم اس کے آنے سے پہلے ہی خبردار ہو جائیں۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم التنزیل

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ
تو کہدے میں تو اپنے نفس کے لیے بھی نفع اور ضرر کا اختیار نہیں رکھتا ہاں جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ
ہوتا تو اپنا بہت سا بھلا کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ڈرانے والا اور

بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۟ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ
ایمانداروں کو خوشخبری سنانے والا ہوں- وہ معبود برحق ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس

مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ
سے اسکی بیوی بنائی تاکہ وہ اس کے ساتھ تسلی پائے

تو اے محمد ﷺ یہ بھی ان سے کہہ دے میں تمام لوازمات بشریہ میں تمہاری طرح ہوں خدائی کاموں میں ایسا ہی بے دخل ہوں جیسے تم سنہ کاری کا غذات میں غلاموں کا کیا دخل ؟ میں تو اپنے نفس کے لئے بھی جلب نفع اور دفع ضرر کا اختیار نہیں رکھتا ہاں جو خدا چاہے وہی ہوتا ہے اور نہ ہی میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا بھلا اور فائدہ کر لیتا[1] اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی تکلیف کے پہنچنے کا سبب ہی عدم علم ہوا کرتا ہے مالی اور بدنی وغیرہ جتنے نقصان ہوتے ہیں سب اس لیے ہوتے ہیں کہ انسان کو ان کا حال معلوم نہیں ورنہ جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلاں تجارت میں مجھے نقصان ہے وہ اس تجارت میں کیونکر ہاتھ ڈالے گا ؟ ایسا ہی جس کو معلوم ہو کہ فلاں چیز کا کھانا مجھے مضر ہو گا وہ کیوں کھانے لگا میں تو صرف بدکاریوں پر ڈرانے والا اور ایمانداروں کو خوشخبری سنانے والا ہوں اگر پوچھو کہ تجھے کس نے بھیجا ہے ؟ تو میرا بھیجنے والا وہ معبود برحق ہے جس نے ایک جان آدم سے پیدا کیا- اور اسی کی جنس سے اس کی بیوی بنائی تاکہ وہ اس بیوی کے ساتھ تسلی پائے-

---

[1] اس آیت نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ پیغمبروں کو علم غیب مطلقاً نہیں ہوتا جس قدر خدا بتلاتا ہے اسی قدر وہ جانتے ہیں- فقہائے حنفیہ نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ جو شخص کسی معاملہ میں رسول اللہ علیہ السلام کو گواہ کرے وہ کافر ہے کیوں کہ اس نے پیغمبر خدا کو عالم الغیب ہونا اعتقاد کیا (دیکھو فتاوی قاضی خان وغیرہ) مگر افسوس کہ مسلمان اس ایمانی مسئلہ سے بھی ناواقف ہیں کہ انبیاء تو بجائے خود اولیاء کے لیے بھی غیب دانی سمجھ بیٹھے شیعوں کی معتبر کتاب کلینی کی کتاب العلم میں مصنف کتاب نے باب تجویز کیا ہے کہ آئمہ اہل بیت کو علم غیب اور ماکان مایکون گزشتہ و آئندہ سب کا تھا نعوذ باللہ من الھفوات انہی تبعیت میں نام کے سنیوں نے غیب دانی کا عقیدہ مشائخ کی نسبت سیکھا ہے قرآن شریف ان سب باتوں کا رد کرتا ہے صریح کی نص جیسی اس باطل خیال کے رد میں موجود ہے کسی دوسرے مسئلے میں شاید ہی ملے- شیخ سعدی مرحوم نے کیا ہی ٹھیک کہا ہے ؟

کسی پر سید زان گم کردہ فرزند   کہ ای روشن گہر پیر خرد مند
زمصرش بوئے پیراہن شنیدی   چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال بابرق جہاں ست   دمی پیدا و دیگر دم نہاں ست
گہے برطارم اعلی نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

سچ ہے ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (اعراف- ۷۴)

فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ
پھر جب مرد عورت سے حاجت روائی کرتا ہے تو اسکو ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے وہ اتنے ہی حمل سے چلتی پھرتی ہے پھر جب بوجھل

رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا
ہوتی ہے تو دونوں اپنے رب سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو ہم کو صحیح سالم بچہ عنایت کرے تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے- پھر جب خدا

جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ
ان کو صحیح سالم بچہ عنایت کرتا ہے تو اس کے دیے میں ساجھی بنادیتے ہیں خدا ان کے شرک سے بلند ہے ایسے لوگوں کو خدا کا شریک

مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ
بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود مخلوق ہیں- اور نہ ان کی وہ مدد کرسکتے ہیں اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ
اپنے آپ کی اگر تم ان کو بغرض ہدایت بلاؤ تو تمھارے حسب منشا نہیں کر

عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾
سکتے برابر ہے کہ تم ان کو پکارو یا خاموش رہو

چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے پھر جب مرد عورت سے حاجت روائی کرتا ہے تو اس کو ہلکا سے حمل ہو جاتا ہے مگر وہ اتنے حمل سے چلتی پھرتی ہے پھر جب قریب ایام وضع آتے ہیں اور بوجھل ہوتی ہے تو دونوں میاں بیوی اللہ رب تبارک و تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں کہ اگر تو ہم کو صحیح سالم بچہ عنایت کرے تو ہم تیرے شکر گذار ہوں گے مگر پھر جب خداوند ان کو صحیح سالم بچہ عنایت کرتا ہے تو اس کے دیے میں ساجھی بنادیتے ہیں- بندوں کی طرف نسبت کرنے لگ جاتے ہیں کوئی پیراں دتا کوئی میراں دتا- کوئی سالار بخش کوئی احمد بخش وغیرہ وغیرہ نام رکھ دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ دینے والا کوئی اور ہے جس کی شان ہے **یهب لمن یشاء اناثا ویهب لمن یشاء الذکور اویزوجهم ذکر انا وانا ثاویجعل من یشاء عقیما انه علیم قدیر** (شوری-۳۸) پس خدا ان کے شرک سے بلند ہے اس کی ذات تک شرک کا شائبہ بھی نہیں پہنچتا ہے کیا ان کو یہ بھی شرم نہیں آتی کہ ایسے لوگوں کو خدا کا شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود مخلوق ہے اگر خدا ان کو پیدا نہ کرتا تو پیدا ہی نہیں ہوسکتے اور نہ انکی وہ مدد کرسکتے ہیں اور نہ اپنے آپ کی اگر ان کو بھی خدا کسی بات میں پکڑ لے تو مجال نہیں کہ چوں بھی کر جائیں تم اتنا بھی سمجھ نہیں سکتے کہ تم ان مصنوعی معبودوں کو بغرض ہدایت طلبی بلاؤ اور دعا مانگو تو تمہارے حسب منشا نہیں کرسکتے پس نفع رسانی کی حیثیت سے برابر ہے کہ تم ان کو پکارو یا خاموش رہو- ہاں پکارنے میں ضرر ضرور تم کو ہوگا کیوں کہ اپنی جیسی مخلوق کو بغرض مدد طلبی پکارنا شرک ہے-

ل اس آیت کو بعض مفسروں نے حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق کیا ہے ایک ضعیف حدیث بھی اس مضمون کے متعلق بیان کرتے ہیں جسکا مضمون یہ ہے کہ حوا جب حاملہ ہوئی تو ان کے پاس شیطان نے آکر کہا کہ تیرے پیٹ میں جو ہے اس کا نام عبدالحارث رکھنا- تجویز کرے تو بچہ صحیح وسالم نکلے گا اور حارث شیطان کا نام ہے چنانچہ حوا نے ایسا ہی کیا- اس آیت میں یہ بیان ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ آیت بنی آدم کی عام حالت کا نقشہ ہے چنانچہ اس لفظ میں **تعالیٰ اللہ عما یشرکون** جمع کا صیغہ لا کر خدا تعالیٰ نے اس امر کی تصریح کردی ہے کہ یہ عام بنی آدم کی کیفیت کا بیان ہے اس سے کسی قدر اور زائد بیان تفسیر القرآن بآیات الرحمان میں ہم نے لکھا ہے-

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا
جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو تمہاری طرح کے بندے ہیں پس اگر تم سچے ہو تو ان کو بلاؤ

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۹۴﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ
پھر وہ تمہاری مان لیں۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چلتے تھے یا ان کے ہاتھ ہیں جن کے

بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ
ساتھ وہ چیزوں کو پکڑا کرتے تھے یا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ذریعہ وہ دیکھا کرتے تھے یا ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنا کرتے تھے

قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۱۹۵﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي
تو کہہ دے کہ اپنے شریکوں کو بلا لو پھر مجھ پر داؤ چلا لو اور مجھے ڈھیل مت دو میرا متولی اللہ ہے جس نے

نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ
کتاب نازل کی ہے اور وہی نیکوکاروں کا متولی ہوا کرتا ہے۔ اور تم جن کو اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۷﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ
تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے نفسوں کی اور اگر تم ان کو رہنمائی کے لیے بلاؤ

لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿۱۹۸﴾
تو سنیں گے بھی نہیں اور تو سمجھتا ہے کہ وہ تجھے دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھتے۔

اوراس میں تو شک نہیں کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو تمہاری طرح کے بندے ہیں پس اگر تم اپنے دعوی میں کہ انکو بھی کچھ ایصال منافع میں اختیار ہے سچے ہو تو انکو بلاؤ پھر دیکھیں کہ وہ تمہاری مان بھی لیں کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے کہ وہ تو اپنی نوبت گذار گئے اور جان بحق تسلیم کر چکے وہ تو معمولی ان باتوں میں بھی جنھیں بنی آدم باہمی ایک دوسرے کے معمولی کاموں میں دستگیری و فریادرسی کیا کرتے ہیں بوجہ فوتیدگی کے کچھ نہیں کر سکتے کیا تم دیکھتے ہو؟ کہ ان کے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چلتے تھے۔یا ان کے ہاتھ ہیں جن کے ساتھ وہ پکڑتے تھے یا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھا کرتے تھے یا ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنا کرتے تھے جب ان کا کوئی جوڑ بھی نہ رہا بلکہ سب کے سب قبروں میں گل گئے ہیں تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے؟ کہ جو طاقتیں خدا نے زندوں کو ایک دوسرے کی کاربراری کی دی ہوئی تھیں جب وہ بھی ان میں نہ رہیں تو بیرون از طاقت کاموں میں ان سے فریادرسی اور استمرار کیونکر جائز ہوگی؟ تو اے محمد ﷺ ان سے صاف کہہ دے کہ اچھا اپنے شریکوں اور ساجھیوں کو بلاؤ پھر جو کچھ تم سے ہو سکے مجھ پر داؤ چلاؤ اور مجھے کسی طرح ڈھیل مت دو میں دیکھوں کہ تمہارے مصنوعی معبود میرا کچھ کر سکتے ہیں میرا متولی اور کارساز تو صرف اللہ ہے جس نے میری طرف کتاب نازل کی ہے اور وہی سب لوگوں کا عموما اور نیکوکاروں کا خصوصا متولی ہوا کرتا ہے اور تم جن کو اس کے سوا پکارتے اور ان سے دعائیں مانگتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے نفسوں کی اور اگر تم ان کو راہ نمائی کے لئے بلاؤ اور دعا مانگو تو تمہاری سنیں گے بھی نہیں مگر اے محمد ﷺ تیرے مخاطب شرک کفر کی بیماری سے ایسے اندھے ہیں کہ تیرے سامنے آکر کھلی آنکھیں تیری طرف نظر کرتے ہیں اور تو سمجھتا ہے کہ تجھے دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ جیسا کہ چاہیے نہیں دیکھتے۔ متحیرانہ مدہوشانہ نظر کرتے ہیں اور حیران ہیں کہ یہ کیا کہتا ہے؟

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ

تو درگزر کی خوکر اور نیک کام بتلا اور جاہلوں سے علیحدہ رہ۔ اور اگر فرضا شیطان

مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

کی طرف سے تجھے کوئی حرکت پہنچے تو خدا کی پناہ لیجیو بیشک خدا سنتا اور جانتا ہے۔ پرہیزگاروں کو جب

اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾

کوئی حرکت شیطانی سوجھتی ہے تو اسی وقت ان کو سوجھ آجاتی ہے تو وہ بینا ہو جاتے ہیں

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ

ان کے صحبتی ان کو گمراہی کی طرف دھکیلے لیے جاتے ہیں اور کمی نہیں کرتے اور جب تو ان کو حکم نہیں لا دیتا تو

قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ

کہتے ہیں کہ تو نے یہ حکم کیوں نہ بنا لیا تو کہہ دے کہ میں اسی بات کے پیچھے چلتا ہوں جس کی مجھے پروردگار کے ہاں سے اطلاع

مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

ملتی ہے یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور ہدایت ہے اور ایمانداروں کے لیے رحمت ہے

تو ان کی دیوانگی اور دیوانہ تجیر کی پرواہ نہ کر بلکہ درگزر کی خوکر اور نیک کام بتلا اور جاہلوں سے علیحدہ رہ۔ انکی کسی جاہلانہ بات کا جواب نہ دے بلکہ شیخ سعدی مرحوم کے قول

جواب جاہلاں باشد خموشی

پر عمل کر اور اگر فرضا شیطان کی طرف سے تجھے کوئی حرکت پہنچے کہ جوش میں آکر ان کا سامنا کر بیٹھے تو جھٹ سے خدا کی پناہ لیجو اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم واعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین (بقرہ۔ ٥٦) پڑھیو۔ بے شک خدا سب کی سنتا اور ہر ایک کی بات کو جانتا ہے۔ یہ ہمیشہ سے طریقہ چلا آیا ہے کہ پرہیزگاروں کو تبقاضاء بشریت جب کوئی حرکت شیطانی سوجھتی ہے تو اسی وقت عذاب الٰہی سے انکو سوجھ آجاتی ہے تو وہ بینا ہو جاتے ہیں جو گناہ کی ظلمت کا پردہ ان کے دلوں پر آیا ہوتا ہے وہ فوراً اٹھ جاتا ہے اور ان تیرے مخاطبوں کی تو یہ حالت ہے کہ ایک تو یہ خود ہی گئے گذرے ہیں ایسے مردہ دل ہیں کہ کبھی ان کو خدا کی عظمت دلوں میں بیٹھی ہی نہیں دوئم ان کے ہم خیال بد صحبتی ایسے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ہر وقت ان کی گمراہی کی طرف سے زور سے دھکیلے لیے جاتے ہیں اور انکی تباہی اور بربادی میں کوئی کمی نہیں کرتے ہاں یہ ہر وقت سمجھاتے رہتے ہیں کہ تیری نہ مانیں بلکہ الٹے مخول ٹھٹھے سے پیش آتے ہیں اور جب تو ان کو ان کے حسب منشاء حکم بتوں کی تعظیم وغیرہ نہیں لا دیتا تو کہتے ہیں کہ تو نے یہ حکم کیوں نہ بنالیا؟ اپنے پاس سے گھڑ کر دکھا سنا دے تو ان نادانوں سے کہہ دے کہ میں اسی بات کے پیچھے چلتا ہوں جس کی مجھے میرے پروردگار کے ہاں سے اطلاع ملتی ہے تمہارے لئے بھی یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی بات اور ہدایت ہے اور ایمان داروں کے لئے تو سراسر رحمت ہے اس لئے تمہیں حکم ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت کرو۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنا کرو اور چپ رہا کرو تاکہ تم پر رحم ہو

اور جب بغرض تذکیر اور وعظ تم پر قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنا کرو اور چپ رہا کرو تاکہ تم پر خدا کی طرف سے رحم ہو-

شان نزول

مشرکین جب قرآن میں بت پرستی اور شرک کی مذمت سنتے تو کہتے تھے ائت بقران غیر هذا او بدله (یونس-٤) یعنی اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لایا اس کا اتنا حصہ بدل دے- ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی آیت کے معنی یہاں معجزے کے ٹھیک نہیں-

(واذ قری القران) اس آیت کی تفسیر میں ہم نے یہ لفظ بغرض تذکیر اور وعظ بڑھا کر ایک بڑے معرکة الاراء مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے لکھنے کا پہلے ہمیں خیال نہ تھا- بلکہ اس کے لئے کوئی اور مقام تجویز تھا مگر بعض وجوہ پیش آمدہ سے اس مقام پر اس کے لئے یہ حاشیہ تجویز ہوا- وہ مسئلہ قراۃ خلف الامام کا ہے- قدیم الایام سے تو یہ مسئلہ اختلاف رکھتا تھا مگر اس زمانہ میں مسلمانوں کی خوش قسمتی سے جہاں انکی اور کلیں بگڑی سے سیدھی ہو رہی ہیں اس میں بھی اختلاف سے مخالفت کی صورت بدل گئی ہے دونوں فرقوں (حنفیہ اور اہل حدیث) میں اس مسئلہ نے جو اپنا اثر دکھایا ہے وہ اہل ہند سے مخفی نہیں- اسی مخالفت کی وجہ سے ہمارا طریق عمل تفسیر کے متعلق ہم کو اس تحریر کی اجازت نہ دیتا تھا- مگر چوں کہ ایک ہی کام کے لئے مختلف نیتیں ہو سکتی ہیں جو اپنا اپنا الگ الگ اثر دکھاتی ہیں- اس لئے بہ نیت نیک اپنے مسلمہ مذہب کا اظہار کچھ معیوب نہیں-

اس مسئلہ کے متعلق آئمہ مجتہدین کے کئی ایک مذہب ہیں- شافعیہ اور اہل حدیث کے نزدیک تو فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک منع بلکہ حرام ہے بعض آئمہ کے نزدیک سنت حنفیہ جو مطلقا سری اور جہری دونوں نمازوں میں منع کہتے ہیں ان کے دلایل میں سے ایک دلیل یہ ہے جس کا مطلب وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جس وقت اور جس گھڑی قرآن شریف پڑھا جائے سننے والے کا فرض ہے کہ اسے کان لگا کر سنے اور خود منہ سے کچھ نہ کہے جیسا کہ فاستعموا له وانصتوا (اعراف-١٣) سے مفہوم ہے چونکہ امام نماز میں پڑھتا ہے اس لئے مقتدی کو بحکم آیت موصوفہ کے پڑھنا نہ چاہیے- حنفیہ کی دلیل کی مختصر تقریر ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اصل اصول سے گفتگو اٹھائیں اور جس نیو (NAVE) پر یہ مسئلہ متفرع ہے اس کی تھوڑی سی تفصیل اور توضیح کر کے پھر اس کی توضیح کریں- مگر چونکہ یہ تقریر کسی قدر علمی اصول پر ہو گی اس لئے محض اردو خوانوں سے اگر وہ ان کی سمجھ میں نہ آسکے تو معافی کے خواستگار ہیں- تاہم کوشش کریں گے کہ جس طرح سے ہو سکے آسان طرز سے مضمون ادا ہو- علمائے اصول عام کے بارے میں مختلف ہیں کہ وہ اپنے افراد کو قطعی مشتمل ہوتا ہے یا ظنی جمہور علماء کے نزدیک ظنی اور بعض کے نزدیک قطعی اور یہی مذہب جمہور حنفیہ کا ہے گو بعض حنفیہ کو بھی یہ مذہب مسلم نہیں چنانچہ تلویح میں مذکور ہے

وعند جمهور العلماء اثبات الحكم فى جميع مايتنا وله من الافراد قطعا ويقينا عند مشائخ العراق وعامة المتاخرين وظنا عند جمهور الفقهاء والمتكلمين وهو مذهب الشافعي والمختار عند مشائخ سمرقند حتى يفيد وجوب العمل دون الاعتقاد ويصح تخصيص العام من الكتاب بخبر الواحد والقياس (تلويح صفحه ٤٠)

عام کا حکم افرادوں میں مشائخ عراق اور عامہ متاخرین کے نزدیک یقینی ہے- لیکن جمہور فقہاء کے اور متکلمین کے نزدیک ظنی ہے اور یہی مذہب شافعی (رحمتہ اللہ علیہ) کا ہے اور مشائخ سمرقند کا مختار بھی یہی ہے- جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وجوب عمل کا فائدہ دیتا ہے وجوب علم کا نہیں اور تخصیص کتاب اللہ کی خبر واحد اور قیاس سے (درصورت ظنی ہونے کے) جائز ہے

[1] واقفیہ وغیرہم کا یہاں ذکر نہیں بلکہ معتد بہ مذہب کا ذکر ہے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور تو اپنے پرودگار کو جی ہی جی میں عاجزی اور خوف سے نہ زور کی آواز سے صبح و شام

وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

پکارا کر اور غافلوں سے نہ ہو جائیو

اور اس قرآن کے حکموں میں سے ایک حکم یہ ہے کہ تو اپنے پروردگار کو جی ہی جی میں عاجزی اور اس کی عظمت کے خوف سے نہ زور کی آواز سے بلکہ مناسب درمیانی آواز سے صبح و شام پکارا[1] کر اور غافلوں کی جماعت سے نہ ہو جو تمام روز دنیا کے دھندوں میں ہو کر لایذکرون اللہ الا قلیلا کے مصداق ہیں جن کے حق میں کسی بزرگ نے کیا ہی خوب کہا ہے

اھل دنیا کافران مطلق اند روز و شب در زق زق و در بق بق اند

مذکورہ بالا عبارت سے نہ صرف یہی کہ علماء کا اختلاف عام کے بارے میں معلوم ہوا ہے بلکہ ثمرہ اختلاف بھی واضح ہوا یعنی جن لوگوں کے نزدیک عام اپنے مسمیات میں قطعی ہے وہ تو خبر واحد سے اس کی تخصیص بمساویہ جائز نہیں جانتے اور جن کے نزدیک ظنی ہے ان کے نزدیک تخصیص بخبر واحد قبل تخصیص مساویہ جائز ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تخصیص عام بخبر الواحد کوئی مسئلہ متنازعہ فیہ نہیں بلکہ متنازعہ فیہ بر آ اشتمال عام ہے علماء اصول اپنے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے بہت سے دلائل ہیں بہتر ہے کہ پہلے ان کے بتلائے ہوئے دلائل بیان کریں بعد ازاں کچھ اپنی طرف سے حسب ضرورت ایزاد کریں کیونکہ الفضل للمتقدم مسلم امر ہے صدر الشر یعتہ صاحب توضیح جن کے بعد ان سے بڑھ کر تو کیا ان کے رتبہ کا بھی اصول دانی میں کوئی پیدا نہ ہوا ہوگا۔ جو اصولیوں کے عموماً اور حنفیوں کے خصوصاً افتخار ہیں اپنے دعویٰ (قطعی اشتمال) کو مدلل کرتے ہیں جن کی مزید توضیح صاحب تلویح کی عبارت میں ہم بتلاتے ہیں

ان اللفظ اذا وضع لمعنی کان ذلک المعنی لازماثابتا بذلک اللفظ عنداطلاقه حتی یقوم الدلیل علی خلافه والعموم مما وضع له للفظ فکان لا زما قطعا حتی یقوم ودلیل الخصوص کالخاص یثبت مسماه قطعا حتی یقوم دلیل المجاز (تلویح صفحه ٤٦)

لفظ جب کسی معنی کے لئے وضع ہوتا تو وہ معنی اس لفظ کو لازم ہوتے ہیں جب تک کوئی دلیل اس کے خلاف کی قائم نہ ہو عموم کے لئے لفظ موضوع ہیں تو عموم بھی اپنے الفاظ کو قطعی لازم ہوگا۔ جب تک دلیل مخصوص قائم نہ ہو جیسے خاص کا مسمی قطعی ثابت ہوتا ہے جب تک دلیل مجاز قائم نہ ہو

قائلین بالظن کی طرف سے صاحب تلویح نے یہ دلیل بیان کی ہے

ان کل عام یحتمل التخصیص والتخصیص شایع فیه کثیر بمعنی ان العام لا یخلوا عنه الا قلیلا بعونة القرائن کقوله تعالیٰ ان الله بکل شیئٍ علیم ولله مافی السموات وما فی الارض حتی صار بمنزلة المثل انه ما

ہر عام احتمال تخصیص کا رکھتا ہے اور تخصیص عام طور پر شائع بھی ہے یعنی کوئی عام شاذ و نادر وہ بھی بالقرائن کے سوا تخصیص سے خالی نہیں جیسا قول خداوندی یہاں تک کہ یہ

[1] وابتغ بین ذلک سبیلا کی طرف اشارہ ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّکَ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَ یُسَبِّحُوۡنَہٗ وَ

بیشک جو تیرے پروردگار کے مقرب ہیں اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح

لَہٗ یَسۡجُدُوۡنَ ﴿۲۰۶﴾

پڑھتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں

بے شک جو تیرے پروردگار کے نزدیک مقرب اور اولیاء اللہ میں وہ باوجود اس اعلیٰ رتبہ کے بھی اس کی عبادت کرنے سے تکبر اور سرکشی نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ فروتنی سے اس کی عبادت میں لگے رہتے ہیں اور اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اسی کو سجدے کرتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ وہ اس کے ہیں اور وہ ان کا کیا سچ ہے

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

من عام الا وقد خص یع منه البعض وکفی بهذا دلیلا علی الاحتمال وهذا بخلاف احتمال الخاص للمجاز فانه لیس بشائع فی الخاص شیوع التخصیص فی العام حتی ینشاء عنه احتمال المجاز فی کل خاص (تلویح صفحه)

ایک مثل ہے کوئی عام ایسا نہ ہوگا جس کی تخصیص نہ ہوئی ہو اور احتمال کے لیے اتنی ہی دلیل کافی ہے بخلاف احتمال خاص کے معنی مجازی کے لئے کیونکہ وہ تخصیص کی مثل شائع نہیں تاکہ ہر خاص میں احتمال مجاز پیدا ہو سکے

قائلین بالظن کی اس دلیل کے علاوہ ہمارے خیال میں یہ ایک دلیل بھی عام کے قطعی نہ ہونے کی قطعی ہے کہ عام اگر مساوی خاص کے قطعی ہو تو زید کی غیبت جیسے منع ہے عام افراد کی بھی منع ہوتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زید کو جو خاص ایک شخص ہے برا کہے تو شرع میں اسکو غیبت کا گناہ ہے اور حکام مجازی لائیبل (ہتک عزت) کی اجازت دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص زید کی ساری قوم یا ہم پیشہ لوگوں کو جن میں زید کا شمول قطعی ہے برا کہے تو نہ شرعا غیبت ہے نہ عرفا لائیبل کا دعوی۔ پس اگر دونوں (عام اور خاص) اپنی مسمیات کے اشتمال میں مساوی الاقدام ہوتے تو نتیجہ بھی مساوی الدرجہ ہوتا و ار تفاع اللازم یستلزم ارتفاع الملزوم یہ تقریر ہماری خاص کر اس وقت زیادہ وضاحت دیتی ہے جب ہمارے سامنے کوئی شخص علماء کی نسبت بدزبانی کرتا ہوا یوں کہے کہ آج کل کے علماء ایسے ویسے ہیں اور دوسرا شخص خاص کر ہمارے نام سے وہی الفاظ ہمارے سامنے زبان پر لائے تو دونوں حالتوں میں جتنا مختلف اثر ہم اپنے اندر پائیں گے اسی قدر ان دو لفظوں کی دلالت کا فرق ہوگا دونوں حالتوں میں مختلف اثر کیوں ہے؟ اس لئے کہ جب کوئی شخص ہمارے نام پر برا کہے تو اس میں کوئی تاویل یا عدم شمول کا خیال نہیں ہو سکتا اور جس وقت کوئی شخص ہماری ساری قوم کو یا ہمارے ہم پیشہ لوگوں کو برا کہتا ہے تو ایک ضعیف سا وہم اور خیال اس بات کا باقی رہتا ہے کہ شاید یہ قائل ہم کو ایسے لوگوں سے الگ سمجھتا ہو گو قایل نے کوئی قرینہ اس خیال کا بھی قائم نہ کیا ہو پس اس طریق دلالت کا نام ظنی اشتمال ہے **فهو ما اردنا**

ہماری اس تقریر میں صاحب توضیح کا جواب بھی مل سکتا ہے کیونکہ کسی لفظ کو معنی کے لئے وضع کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس لفظ سے وہ معنی سمجھے جائیں خواہ کسی طریق سے ہوں۔ قطعی ہوں یا ظنی خاص میں قطعی طریق سے دلالت ہوگی۔ عام میں ظنی سے۔ ہاں اگر عام میں قطعیت منظور ہوگی تو تاکید سے کام لیا جائے گا تو افقا للادلة۔ **فافهم**

پس بعد اس تمہید کے ہم آیت کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اولا تو آیت موصوفہ عام نہیں۔ کیوں کہ اذا کا لفظ کلیہ کا نہیں بلکہ مہملہ ہے **وهی تلازم الجزئية لا الكليه** جب عام ہی نہیں تو حدیث سے

ل اہل معقول نے بھی اذا کو مہملہ نہیں کہا بلکہ فقہا بھی اس کے قائل ہیں انت طالق اذا شئت لا تطلق الا واحدة وفی کلما شئت لها ان تفرق الثلث اسی بنا پر ہے

تخصیص کسی طرح مشکل نہیں اور اگر بحکم مہملات العلوم کلیتہ عام بھی ہو تو بوجہ اشتمال ظنی مسمیات اپنے کے خبر واحد سے مخصوص ہو سکتا ہے وہ کیا ہے ؟

لا صلوة الا بفاتحة الكتاب– ولا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقرئها (الحديث)

اس تخصیص کی تمثیل مسلمہ سنی ہو تو سنو

اذ اقمتم الى الصلوة فاغسلوا وجوهكم وايديكم (مائده–٥)

باوجود اس کے ایک وضو سے متعدد نمازیں جائز ہیں-

كما هو مجمع عليه فما هو وجهه وجهه

اگر اس تقریر سے بھی ہم تنزل کریں اور یہ بھی تسلیم کر لیں کہ عام کا اشتمال قطعی ہے تو یہی ہم باسانی جواب دے سکتے ہیں کیونکہ در صورت قطعیت تخصیص بخبر الواحد اسی صورت میں منع ہے جس میں عام مخصوص البعض نہ ہو چکا ہو اور اگر عام کسی مخصص کے ساتھ مخصوص البعض ہو چکا ہے تو پھر تخصیص بخبرالواحد میں کوئی اشکال نہیں- چنانچہ تصریحات علماء اس پر شاہد ہیں

اما العام الذى خص عنه البعض فحكمه انه يجب العمل به فى الباقى مع الاحتمال فاذا قام الدليل على تخصيص الباقى يجوز تخصيصه بخبرالواحد والقياس (اصول الشاشى صفحه ٤)

پس اب دیکھنا چاہیے کہ سوا خلف الامام کے کتنے افراد میں حنفیہ بھی آیت موصوفہ کو مخصوص مانتے ہیں- اگر جہری اور سری دونوں نمازوں میں اسے دلیل سمجھا جائے جیسا کہ ان کے سیاق دلیل سے معلوم ہوتا ہے تو پہلا فرد مخصوص صلوۃ فرادی فرادی ہے-

دوئم :. صبح کی نمازیں جماعت کے ہوتے ہوئے اور امام کی قرات پڑھتے وقت دو سنتوں کا باب المسجد پر یا ستون کی اوٹ میں ادا کرنا کما ہو مذکور فی الھدایۃ

سوئم : مسبوق کا امام کی قرات کے اثنا میں تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک ہونا حالانکہ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر ایک جملہ تامہ ہے جو **فاستمعوا له وانصتوا** (اعراف–١٣) کے صریح خلاف ہے-

علیٰ ھذا القیاس پس ایسا ہی چوتھا فرد خلف الامام بھی مخصوص ہو تو آیت موصوفہ سے کیونکر مختلف ہو سکتا ہے ؟

یہ طرز استدلال ہمارا آیت کی تخصیص سے دراصل مدافعت ہے نہ کہ اثبات دعوی اب ہم اپنے دعوی کا ثبوت آسان طرز سے جس میں طول الامل بھی نہ ہو دیتے ہیں اور وہ یہ ہے

قوله تعالىٰ ------------ فاقروا ما تيسر من القران (الاية)

کل مفسرین واہل مذہب متفق ہیں کہ آیت موصوفہ نماز کے متعلق ہے چنانچہ اسی آیت کی بناء پر حنفیہ کے نزدیک مطلق قرأت بلاتعیین فاتحہ فرض ہے لیکن ہمارے نزدیک اسی آیت سے قرأت فاتحہ خلف الامام کی فرضیت ثابت ہے اس لئے کہ ماجو ما تیسر میں ہے تین احتمال رکھتا ہے-

عام' مطلق' مجمل

پہلے دو احتمال تو یہاں نہیں ہو سکتے- تیسرا صحیح ہے عام تو اس لئے نہیں کہ عام کا حکم اس پر مترتب نہیں-

هو بمنزلة الخاص فى حق لزوم العمل به لا محالة وعلى هذا قلنا اذا قطع السارق بعد ما هلك المسروق عنده لا يجب عليه الضمان لان القطع جزاء جميع ما اكتسب به فان كلمة ما عامة يتناول جميع ما وجد من السارق– (اصول شافعى)

عام کا حکم یہ ہے کہ وہ لزوم عمل میں بمنزلہ خاص کے ہے یقیناً اسی بناء پر ہم (حنفیہ) نے کہا ہے کہ چور کے ہاتھ اگر بعد

ضائع ہو جانے مال کے اس کے ہاتھ کاٹے جائیں تو اس پر ضمان نہیں آتی- کیونکہ قطع اس کے تمام کے عوض میں ہے اسی لئے کہ کلمہ ما کا عام ہے- چور نے جو کچھ ہوا- اس سب کو شامل ہے

اسی لئے صاحب نورالانوار کو یہ تاویل کرنی پڑی کہ

لا يقال فحينئذ ينبغي ان يجب قراة جميع ما تيسر من القران فى الصلوة عملا لقوله تعالے فاقروا ما تيسرا من القران لانا نقول بناء الامر على التيسرينا فى ذلك (نور الانوار صفحه ٧٦)

تمام میں ما تیسر کا پڑھنا اس لئے واجب نہیں ہوا کہ آیت فاقروء الآی کا آسانی پر مبنی ہونا اس کے منافی ہے

لیکن جہاں ما کی عمومیت پر دلیل لایا کرتے ہیں- وہاں پر یہ مثال بھی ساتھ ہی مذکورہ ہوتی ہے کہ

اذا قال المولى لجارية ان كان مافى بطنك غلاما فانت حرة فولدت علاما وجارية لم تعتق لان المعنى حينئذ ان كان جميع مافى بطنك غلاما فانت حزا ولم يكن كذلك بل كان بعض مافى بطنها غلاما وبعضه جارية فلم يوجد الشرط (نور الا نوار صفحه ٧٦ اصول الشاشي صفحه ٢)

مالک اپنی لونڈی سے کہے کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اگر یہ لڑکا ہے تو تو آزاد ہے- وہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنے تو آزاد نہ ہو گی- کیوں کہ مالک کے کلام کے یہ معنی تھے کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں قابل اولاد ہے وہ سارا لڑکا پیدا ہوا تو تو آزاد ہو گی- حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ اس میں بعض سے تو لڑکا ہوا اور بعض سے لڑکی ہو گئی پس شرط نہ پائی گئی

پس جب اس ما میں اتنی گنجائش نہیں کہ ایک لڑکے کے ساتھ ایک لڑکی کو بھی سما سکے بلکہ دو تین لڑکے اور ایک لڑکی بھی پیدا ہو تو بھی ما کے خلاف ہے تو جس صورت میں تمام قرآن متیسر ہونے کے وقت تین آیتوں سے فرضیت کا سقوط ہو تو ما کا حکم کیا بحال رہے گا؟ ہر گز نہیں-

مطلق اس لئے نہیں کہ مطلق کا حکم بھی یہاں پایا نہیں جاتا کیونکہ مطلق کا حکم ہے

فان حكم المطلق ان يكون الاتى باى فرد كان آتيا بالما موربه (اصول الشاشي صفحه ٥)

کہ مطلق کے افراد میں سے جس فرد کو مکلّف ادا کرے- اس کے ادا کرنے سے واجب ہی ادا ہو-

پس اس بنا پر اگر کوئی شخص ایک رکعت میں سورہ بقرہ کو تیسر سمجھ کر ساری ختم کرے تو کہا جائے گا کہ اس کی قرأت سے فرضیت ادا ہوئی؟ نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ایک آیت یا تین آیتوں سے تو فرضیت ادا ہوئی اور باقی سے سنت[1] یا استحباب پس آیت موصوفہ میں ما مطلق بھی نہ ہوا جب دونوں (عام اور مطلق) نہیں تو تیسری قسم مجمل ہونے میں کیا اشتباہ ہے-

مجمل کی تعریفات

اما المجمل فما ازدحمت فيه المعانى واشتبه المراد به اشتباها لا يدرك بنفس العبارة بل بالرجوع الى الا ستفسار ثم الطلب ثم التامل المجمل ما احتمل وجوها فصار بحال لا يوقف على المراد الا ببيان من قبل المتكلم (اصول الشاشي)

---

[1] **ادنى ما يجزى من القراة فى الصلوة آية عند ابى حنيفه وقال ثلث ايات قصارا واية طويلة (هداية فى فصل القراة)**

[2] **اعلم ان القرائة فى الحضر فى الصلوة على اقسام قسم يدخل به الجواز وقسم يخرج به عن حدا الكراهة وقسم يدخل به فى الاستحباب اما الاول لو قراء اية قصيرة ولم يقراء بفاتح الكتاب جاز فى قول ابى حنيفة ويكره وعندهما لا يجوز وان القراة الفاتحة ومعهما سورة قصيرة اوثلث ايات قصارا واية طويلة جاز من غير كراهة والمستحب من القران فى الفجر اربعون اية سوى فاتحة الكتاب فى الركعتين كذا فى الجامع الصغير لقاضى خان- حاشيه هدايه**

مجمل کی تعریفات شتی میں غور کرنے سے بھی اس ما کا مجمل ہونا ہی معلوم ہوتا ہے ازدحام معانی اشتباہ مراد احتمال وجوہ شتی سب اس میں پائی جاتی ہیں (اسکی مزید توضیح آگے آتی ہے) پس جب یہ ما مجمل ہے تو بموجب حکم مجمل البیان میں قبل ماتکلم وغیرہ ذلک

اس کا بیان حدیث مذکورہ لا صلو الا بفاتحة الکتاب ولا تفعلو الا بفاتحة الکتاب وغیر ذلک من صحاح الاحادیث کرنے کو کافی ہیں۔ یہ تقریر ہماری بعینہ صدر الشریعة کی تقریر سے مشابہ ہے صاحب موصوف نے مسح ربع راس کے اثبات کے لئے جو تقریر کی ہے۔ ناظرین وہ بھی سنیں۔ پھر ہمارے طرز استدلال کو اس سے مقابلہ کریں صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

اما نفی مذهب الشافعی فمبنی علی ان الایة مجملة فی حق المقدار لا مطلقة کما زعم لان المسح امرار الید القبلة ولا شك ان مماسة الا نملة شعرة اوثلثا لا تسمی مسح الراس وامرار الیدیکون له حد وهو غیر معلوم فیکون مجملا لانه اذا قیل مسحت بالحائط یراد به البعض وفی قوله تعالیٰ فامسحوا بوجوهکم الکل فیکون الایة فی المقدار مجملة ففعله علیه السلام انه مسح علی ناصیة یکون بیاناله (شرح وقایه لکهنوی صفحه)

شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب میں نفی اس پر مبنی ہے کہ آیت مقدار مجملہ ہے مطلق نہیں۔ جیسا کہ شافعی کا گمان ہے کیوں کہ مسح بھیگے ہاتھ کے پھیرنے کو کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ انگلیوں کا ایک دو یا تین بالوں کا چھو جانا مسح نہیں کہلاتا اور ہاتھ کے پھیرنے کی بھی کوئی حد ہے جو معلوم نہیں پس آیت مجمل ہے کیوں کہ جب کہا جاتا ہے میں نے دیوار کو مسح کیا تو تمام دیوار مراد نہیں ہوتی بلکہ بعض ہوتی ہے اور فرمان خداوندی میں کہ مونہوں کا مسح کرو کل منہ مراد ہیں۔ پس آیت مقدار میں مجملہ ہے پس آنحضرت کا فعل کہ اپنے ناصیہ (بقول حنفیہ ربع سر) پر مسح کیا اس کا بیان ہوگا۔

ٹھیک اسی طرح ہم اس آیت فاقرء واما تیسرا الآیة کی تقریر کر سکتے ہیں کہ

لا شك ان التیسرله احد وهو غیر معلوم فیکون الایة مجملة لانه اذا قیل تیسرلی القران فقرات کله یراد به الکل وفی قوله فاقرء وا ما تیسرا الایة البعض فیکون الایة مجملة فقوله علیه السلام فی الصحیح لا صلوة الا بفاتحة الکتاب ولا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب الحدیث یکون بیاناله فالحمد لله۔

بے شک تیسر (آسانی) کی کوئی حد ہے پس آیت مجملہ ہے کیونکہ جب کہا جائے کہ مجھے قرآن متیسر ہوا تو میں نے سارا پڑھا کل مراد ہے اور فرمان خداوندی فاقرء وا ما تیسرا الایة (منزل۔۱) میں بعض آیت مجمل ہوئی۔ پس فرمان نبوی صحیح حدیث میں کہ سوائے فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اور نماز میں امام کے پیچھے بجز فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو۔ اس آیت مجملہ کا بیان ہے۔

بعض اعلام رحمہ اللہ العلام حسب مذاق خود اور ہی طرز پر چلے ہیں کہ امام اور مقتدی کی نماز در حقیقت صلوة واحد ہے یعنی امام مقتدی کے لئے واسطہ فی العروض ہے چونکہ واسطہ فی العروض میں حرکت ایک ہی ہوتی ہے اس لئے جماعت کے وقت دونوں کی نماز میں ایک ہی فاتحہ ہوگی جو امام پڑھتا ہے فرماتے ہیں کہ اس سے لا صلوة الا بفاتح الکتاب والی حدیث بھی بحال رہی اور قراءة الامام قراءة له کے معنی بھی واضح ہوگئے۔ یہ سب کچھ تو ہوا لیکن ہمیں ایک شبہ ابھی باقی رہا وہ یہ ہے کہ اگر امام واسطہ فی العروض ہوتا تو جیسی بحکم حرکت واحدة قرائة مقتدی سے ساقط ہوئی تھی۔ دیگر ارکان رکوع سجود وقعدہ وغیرہ بھی ساقط ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں یہاں تک کہ تسبیحات وغیرہ سنن بھی ساقط نہیں ہوتیں نیز چونکہ واسطہ فی العروض میں اصل حرکت سے موصوف واسطہ ہوتا ہے اور ذی واسطہ نہیں بلکہ ذی واسطہ سے حرکت حقیقة مسلوب ہوتی ہے جیسے سفینہ اور سوار کی تمثیل سے ظاہر ہے کہ السفینة متحرکة والراکب لیس بمتحرك پس حسب مقتضاء واسطہ فی العروض ہم کہہ سکتے ہیں کہ الامام

مصلی حقیق والمقتدی لیس بمصل حقیقة جس کا نتیجہ صریح ہے کہ مقتدی نے تعمیل فرمان واجب الاذعان اقیموا الصلوۃ پر عمل ہی نہیں کیا بلکہ من ترك الصلوۃ متعمدا فقد کفر کی ذیل میں آگیا- اگر یہ کہا جائے کہ گو مقتدی حقیقۃ موصوف بالصلوۃ نہیں مگر حکما تو اتنا ہی اس کے لئے کافی ہے تو کہا جائے گا کہ اقیموا الصلوۃ میں جو سب اہل ایمان کو حکم ہے حقیقی صلوۃ کا ہے یا حکمی کا اگر سب کو حقیقی کا ہے تو ایراد وارد اور اگر سب کو حکمی کا تو امام صاحب غیر مطیع اور اگر حقیقی اور حکمی دونوں کا ہے تو جمع ہیں الحقیقة والمجاز وھو کما تری ہاں اگر امام کو واسطہ فی الثبوت قسم ثانی کہا جائے تو البتہ صحیح ہے کیونکہ واسطہ فی الثبوت میں ذی واسطہ سے حرکت مسلوب نہیں ہوتی کما تری فی حرکت الید والمفتاح

جہاں تک ہم سے ہو سکا ہم نے اپنے مدعا کے اثبات میں کسی مغالطہ یا سفسطہ سے کام نہیں لیا امید ہے کہ ناظرین اگر ہماری معروضہ بالا تقریر کو بغور پڑھیں گے تو مذہب میں متفق اللفظ نہ ہوں گے تو تقریر کے طرز استدلال کے محسن تو ضرور ہوں گے

اب ہم ایک دو احادیث کا جو مانعین کے سر دفتر ہیں جواب عرض کر کے حاشیہ کو ختم کرتے ہیں اگر ضرورت ہوئی اور خدا نے توفیق دی تو اس مسئلہ میں مستقل رسالہ بھی لکھیں گے ان شاء اللہ-

اول حدیث وہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة (مذکور فی الھدایته وغیرہ) یعنی جو شخص امام کے پیچھے ہو امام کی قرأت اس کے واسطے کافی ہے-

جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث کو بہت سے علماء نے غیر معتبر کہا ہے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ جزء القرأیں ھذا خبر لم یثبت عند اھل العلم لا نقطاعه وارساله کہا ہے حافظ ابن حجر اور دار قطنی وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور اگر نہایت عرق ریزی کر کے اس حدیث کو پایہ اعتبار تک پہنچایا جائے تو غایت مافی الباب حسن کے درجہ تک پہنچے گی جو احادیث صحیحہ و آیات قرآنیہ کے مقابل میں مرجوح ہے- علاوہ اس کے تطبیق بھی آسان ہے- کیونکہ اس میں عام قرات کی کفایت ہے اور احادیث صحیحہ میں خاص قرأت فاتحہ کا ثبوت ہے پس عام اور خاص کے متعلق جمہور کے مذہب پر جس کو ہم نے بھی مدلل کیا ہے کہ امر مفصلا بالکل آسان بات ہے کہ الخاص مقدم علی العام لانه قطعی والعام ظنی حنفیہ کے نزدیک بھی گو عام مساوی خاص کے ہے خاص سے عام کی تخصیص ممکن ہے چنانچہ نور الانوار میں مرقوم ہے

واذا اوصی بخاتم الانسان ثم بالفص منه الا الاخوان الحلقة للاول والفص بینھما بخلاف ما اذا اوصی بالفص بکلام موصول فانه یکون یبالان المراد بالخاتم فیما سبق الحلقة فتکون الحلقة للاول والفص للثانی--

پس جمع بین الادلتہ کے اصول سے یہی رائے صحیح ہے کہ سورہ فاتحہ کے سوا باقی قرات میں امام کو نائب سمجھا جائے کذا قال البیہقی وغیرہ

دوسری حدیث وہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

انما جعل الا مام لیئوتم به فاذا کبر فکبروا و اذا قرء فانصتوا

امام اس لئے مقرر ہوا کہ اس کی اقتداء کی جائے جب تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب پڑھے تو چپ رہو

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو اس حدیث کا اخیر فقرہ جب پڑھے تو چپ رہو ضعیف ہے امام نووی نے کہا ہے کہ حفاظ حدیث اس کے ضعف پر متفق ہیں-

دوئم- یہ حدیث بھی مخصوص ہے بغیر فاتحہ کے اس دعوی پر علاوہ مذکورہ بالا دلائل کے یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ جو اس حدیث کے راوی ہیں انہی سے کسی نے پوچھا کہ امام کے پیچھے پڑھا کریں یا نہیں ابوہریرہ نے کہا اقرأ بھا فی نفسك یعنی آہستہ آہستہ پڑھ لیا کرو کیونکہ حضرت ﷺ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ

قال الله قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ماسال فاذا قال العبد الحمد لله رب

العالمين قال تعالىٰ حمدنی عبدی واذا قال الرحمن الرحيم قال اثنی علی عبدی واذا قال مالك يوم الدين قال مجدنی عبدی واذا قال اياك نعبد واياكْ نستعين قال هذا بينی وبين عبدی ولعبدی ماسال فاذا قال اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير الغضوب عليهم ولا الضالين قال هذا العبدی ولعبدی ماسال (رواه مسلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے نماز (یعنی فاتحہ) کو اپنے اور بندے میں دو حصے کیا میرا بندہ جو مانگے اس کو دیتا ہوں جب بندہ کہتا ہے **الحمد الله رب العالمين** تو خدا فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعریف کی ہے اور جب **الرحمن الرحيم** کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے میرے بندہ نے میری ثنا کی ہے اور جب **مالك يوم الدين** کہتا ہے تو خدا کہتا ہے میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی اور جب **اياك نعبد واياك نستعين** کہتا ہے تو خدا کہتا ہے یہ جملہ میری تعریف کا اور بندے کی حاجت کا ہے اور میرے بندہ نے جو مانگا اس کو ملے گا اور جب **اهدنا الصراط** آخر تک کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے یہ فقرات میرے بندے کے فائدے کے ہیں اور جو میرے بندہ نے چاہا اسکو ملے گا۔

علاوہ اس کے اگر عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کو حدیث کو زیر نظر رکھا جائے تو ان سب قضایا کا فیصلہ ہی ہو جاتا ہے جس کا مضمون یہ ہے۔

عن عباد ابن الصامت قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح فثقلت عليه القراة فلما انصرف قال انى اراكم تقرون وراء امامكم قال قلنا يا رسول الله اى والله قال لا تفعلوا الا بام القران فانه لا صلوة لمن لم يقراء بها رواه ابوداؤد والترمذی وفی لفظ فلا تقرأوا وابشئی من القران اذا جهرت به الا بام القران رواه ابوداؤد والنسائی والدار قطنی وقال كلهم ثقات (كذا فی المنتقی)

عبادہ بن صامتؓ نے کہا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ایک روز صبح کی نماز پڑھائی تو آپ کی قرأت رک گئی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ مجھے گمان ہوتا ہے کہ تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو (ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے **سبح اسم** اونچی پڑھی تھی) ہم نے عرض کیا ہاں حضرت! فرمایا سوائے ام القران یعنی فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ جو شخص فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ایک روایت میں ہے جب میں اونچے پڑھوں تو سوائے فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو

یہ حدیث سب جھگڑوں کی بیخ کنی ہے۔ اس حدیث کے مالہ وماعلیہ کی تفصیل کی جگہ نہیں **من شاء التفصيل فليرجع الى تخريج الزيلعی** وغیرہ **والله اعلم وعلمه اتم**

سورت انفال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا

مال غنیمت کا حکم تجھ سے پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ مال غنیمت تو اللہ اور رسول کے قبضہ میں ہے پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں

ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

صلح سے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو اگر تم ایماندار ہو

سورت الانفال

اے محمد ﷺ مال غنیمت کا حکم تجھ سے پوچھتے ہیں کہ اس مال کو جو جنگ میں غالب کو مغلوب کی شکست سے حاصل ہوتا ہے کس طرح تقسیم کریں؟ تو ان سے کہہ دے کہ اصل میں مال غنیمت تو اللہ کے حکم میں اور اللہ کے اذن سے رسول کے قبضہ میں ہے پس تم اللہ سے ڈرتے رہو جس طرح وہ تم کو اس بارے میں حکم دے گا اس پر تم نے عمل کرنا چنانچہ اسؐ نے بتلایا ہے کہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ نکال کر باقی لشکریوں پر بانٹ دو پس تم اسی طرح کرو اور آپس میں جھگڑا اور فساد نہ کرو بلکہ صلح سے رہو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو اگر تم ایماندار ہو تو ایسا ہی کرو۔ اس سے سر مو تفاوت نہ کرو کیونکہ

شان نزول

(یسئلونك عن الانفال) جنگ بدر چونکہ پہلی جنگ تھی اس سے پہلے کوئی لڑائی ایسی کامیابی سے نہ ہوئی تھی کہ مال غنیمت ہاتھ آیا ہوتا۔ اس لئے اس کی تقسیم کے متعلق صحابہ میں تکرار ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

یسئلونك اس حاشئے میں ہم جہاد کی مختصر سی تحقیق اور آنحضرت **فداہ روحی علیه افضل الصلوٰة والسلام** کے غزوات کی مجمل تاریخ بتلائیں گے اور کسی قدر اپنے قدیمی مہربان سر سید احمد خان مرحوم کے شبہات کے جواب بھی دیں گے پیچھے ہم بتلا آئے ہیں کہ جہاد کے بانی مبانی حقیقت میں مشرکین عرب اور ان کے مخلص دوست بلکہ بھائی بند۔ یہود و نصاریٰ ہی تھے جنہوں نے آنحضرت اور آپکے خادموں کو ناحق از حد فزوں ایسی تکلیفیں دیں جن سے غیرت خداوندی کو جوش آیا تو اس نے مسلمانوں کو بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت بخشی چنانچہ **اذن[1] للذین یقتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر** (حج-۲۸) ان معنی کی طرف اشارہ بلکہ صراحت ہے اس مضمون میں ہم بتلائیں گے کہ جہاد جس کو ہمارے مخالفوں نے ایک ھوا سا سمجھ رکھا ہے خود ان کی کتابوں میں بھی بہ کثرت پایا جاتا ہے بڑے سے بڑے اور سخت سے سخت مخالف اس جہاد کے گروہ ہیں۔ عیسائی اور خاص اس مسئلہ میں ان کے فیض یاب آریہ۔ عیسائیوں کی کتابوں میں جس قسم کے جہاد کا ذکر ہے اس کے مقابلہ میں اسلامی جہاد خدا کی رحمت اور سراسر نعمت عظمیٰ ہے غور سے پڑھو

پھر خدا نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اہل مدیان سے بنی اسرائیل کا انتقام لیں اور تو بعد اس کے اپنے لوگوں سے مل جائے گا۔ تب موسیٰ نے لوگوں کو فرمایا کہ بعضے تم میں سے لڑائی کے لئے تیار ہوں اور مدیانیوں کا سامنا کرنے جائیں تاکہ

واعلموا انما غنمتم من شئی (انفال-۳) کی طرف اشارہ ہے۔

[1] جن لوگوں (مسلمانوں) کو ہر طرف سے مارا جاتا ہے ان کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ مظلوم ہیں مقابلہ کی اجازت دی جاتی ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

ایماندار بس وہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے کانپ جاتے ہیں اور جب اللہ کے حکم ان کو سنائے جاتے ہیں

آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

تو ان کا ایمان بڑھتا ہے اور اپنے پرودگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں

ایماندار بس وہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے کانپ جاتے ہیں یعنی اللہ کا ذکر سن کر اس کی عظمت اور شہنشاہی کا تصور ان کے دلوں پر ایسا اثر کرتا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ان کی نظروں میں نہیں سماتی اور جب اللہ کے حکم ان کو سنائے جاتے ہیں تو ان کا ایمان اور بھی تازگی میں بڑھتا ہے اور احکام الٰہی دل لگا کر سنتے اور پڑھتے ہیں اور بڑی بات ان میں یہ ہے کہ اپنے پروردگار واحد لاشریک پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور سوا اس کے اپنی حاجات طلبی میں کسی سے سروکار نہیں رکھتے۔

خداوند کے لئے مدیان سے بدلہ لیں۔ اسرائیل کے سب فرقوں میں سے ہر ایک فرقے پیچھے ہزار جنگ کرنے کو بھیجو۔ سو ہزاروں بنی اسرائیل میں سے ہر فرقے کے ایک ایک ہزار حاضر کئے گئے۔ یہ سب جو لڑائی کیلئے ہتھیار بند تھے بارہ ہزار ہوئے موسیٰ نے ان کو لڑائی پر بھیجا ایک ایک فرقہ کے پیچھے ایک ہزار کو انہیں اور الیعذر کاہن کے بیٹے فیحاس کو پاک ظروف کے ساتھ بھیجا اور پھونکنے کے ونگے اس کے ہاتھ میں تھے اور انہوں نے مدیانیوں سے لڑائی کی جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا اور سارے مردوں کو قتل کیا اور انہوں نے ان مقتولوں کے سوا اوی اور رقم اور صود اور ربع کو جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال واسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کے سب قلعوں کو پھونک دیا اور انہوں نے ساری غنیمت اور سارے اسیر انسان اور حیوان لیے اور وہ قیدی اور غنیمت اور لوٹ موسیٰ اور الیعذر کاہن اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت کے پاس خیمہ گاہوں آب کے میدانوں میں یردن کے کنارے جو یرعو کے مقابل ہے لائے۔ تب موسیٰ اور الیعذر کاہن اور جماعت کے سارے سردار ان کے استقبال کے لئے خیمہ گاہ سے باہر گئے۔ اور موسیٰ لشکر کے رئیسوں پر اور ان پر جو ہزاروں کے سردار تھے اور ان پر جو سینکڑوں کے سردار تھے جو جنگ کر کے پھرے غصہ ہوا اور ان کو کہا کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا؟ دیکھو یہ بلعام کے کہنے سے فغور کی بابت خداوند کے آگے اسرائیل کے گنہ گار ہونے کا باعث ہوئیں چنانچہ خداوندی کی جماعت میں وبا آئی سو تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف تھیں جان سے مارو۔ لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لیے زندہ رکھو اور تم سات دن تک خیمہ گاہ سے باہر رہو جس کسی نے آدمی کو مارا اور جس کسی نے لاش کو چھوا ہو وہ آپ کو اپنے قیدیوں کو تیسرے دن اور ساتویں دن میں پاک کرے۔ تم اپنے سب کپڑے اور سب چمڑے کے برتن اور سب بکری کے بالوں کی بنی ہوئی چیزیں اور کاٹھ کے سب برتن پاک کرو۔ تب الیعذر کاہن نے ان سپاہیوں کو جو جنگ پر گئے تھے کہا کہ شریعت کا حکم جو خداوند نے موسیٰ کو فرمایا سو یہ ہے فقط سونا روپیہ پیتل لوہا رانگا سیسہ اور وہ سب چیزیں جو آگ میں ڈالی جاتی ہیں تم انہیں آگ میں ڈالو اور وہ پاک ہوں گی پھر انہیں جدائی کے پانی سے بھی پاک کرو پر وہ سب چیزیں جو آگ میں نہیں ڈالی جاتیں تم انہیں اس پانی میں ڈالو اور تم ساتویں دن اپنے کپڑے دھوؤ تا کہ تم پاک ہو بعد ازاں خیمہ گاہ میں داخل ہو۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ

وہ لوگ جو نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں- یہی مومن ہیں

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

انہی کے لیے خدا کے ہاں درجے ہیں اور بخشش اور عزت کی روزی ہے

یعنی وہ لوگ جو نماز پانچ وقتہ بروقت پابندی جماعت ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیے میں سے کچھ تھوڑا بہت نیک جگہوں میں فی سبیل اللہ خرچ بھی کرتے ہیں- سچ پوچھو تو یہی سچے مومن ہیں انہی کیلئے خدا کے ہاں باغ ہیں اور گناہوں پر بخشش اور عزت کی روزی مقرر ہے تم خدا کے وعدوں کی نسبت خلف کا ہرگز وہم نہ کرو-

---

پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو اور الیعذر کاہن او جماعت کے سردار مل کے سارے انسانوں اور حیوانوں کا جو لوٹ میں آئے ہیں شمار کرو اور لوٹ کو برابر تقسیم کر کے آدھا ان کو جنہوں نے اس جنگ کو اپنے ذمہ میں رکھا اور میدان بھی پکڑا اور آدھا ساری جماعت کو دے اور ان جنگی مردوں کو جو لڑائی کو گئے تھے خداوند کے لئے ایک حصہ لے ہر پانچ سو جاندار پیچھے ایک جاندار خواہ انسان ہو خواہ گائے بیل خواہ گدھے ہوں خواہ بھیڑ بکری- ان لوگوں کے آدھے سے لے اور الیعذر کاہن کو دے کہ خداوند کے لیے اٹھانے کی قربانی ہو اور بنی اسرائیل کے آدھے سے جو انہوں نے پایا کیا انسان کیا گائے بیل کیا گدھے کیا بھیڑ بکری یعنی سب اقسام جانوروں کی پچاس پچاس پیچھے ایک ایک لے اور انہیں لادیں کہ وہ خداوند کے مسکن کی محافظت کرتے ہیں (گنتی ۳۱ باب ۱ سے ۳ تک)

اس کے علاوہ اور بھی کئی ایک مقام ہیں جو بخوف طوالت چھوڑ دیے ہیں- آریوں کے حال پر زیادہ افسوس ہے کیونکہ عیسائیوں نے تو توریت دیگر کتب عہد عتیق کو حضرت مسیح کے آنے سے روشنی کے صندوق میں ڈال دیا ہوا ہے انہوں تو وید سے وہ درد شا نہیں کی ہے بلکہ یہ تو وید بھگوان کی منادی تمام دنیا میں کرنی چاہتے ہیں اور وید کے مقابلہ پر پرافون وغیرہ متبرک کتب مذہب ہنود کو بے نقط سناتے ہیں اور وید پر ہی اطاعت کو منحصر کہتے ہیں مگر عملی پہلوان کا بھی وہی ہے جو ان کے استادوں (عیسائیوں) کا ہے وید بھگوان اور دیگر کتب معتبرہ آریہ قوم بڑے زور سے جہاد کی تعلیم دیتی ہیں- مال غنیمت کی تقسیم (جس کا اس آیت میں ذکر ہے) کی نسبت آریوں اور ہندوؤں وید کی پہلی ہدایت اسلحہ جنگ کی درستی کے متعلق ہے جو رگوید منڈل اول سوکت ۳۹ منتر ۲ میں مرقوم ہے

اے فرمانبردار لوگو تمہارے اسلحہ آتشین وغیرہ از قسم توپ تفنگ تیر تلوار وغیرہ ششتر مخالفوں کو مغلوب کرنے اور ان کو روکنے کے لئے قابل تعریف اور باستحکام ہوں تمہاری فوج مستوجب توصیف ہو تاکہ تم لوگ ہمیشہ فتح یاب ہوتے رہو

ایک مقام پر دعا یوں مرقوم ہے

میں اس محافظ کائنات صاحب جاہ وجلال نہایت زور آوری اور فاتح کل تمام کائنات کے راجا قادر اور مطلق اور سب کو قوت عطا کرنے پر میشور کو جس کے آگے تمام زیر بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں اور جو انصاف سے مخلوقات کی حفاظت کرنے والا اندر ہے ہر جنگ میں فتح پانے کے لیے مدعو کرتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں (یجروید اوہیائے ۲۰ منتر ۵۰)

ایک اور جگہ پر میشور دعا دیتا ہے

"اے انسانو تمہارے آیدہ یعنی توپ بندوق وغیرہ آتش گیر اسلحہ اور تیر وکمان تلوار وغیرہ ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور

(دیکھو نیاز نامہ مصنفہ پادری صفدر علی صفحہ ۱۴۶ تا صفحہ ۲)

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

جس طرح تیرے پروردگار نے تجھے سچے وعدے کے ساتھ گھر سے نکالا اور مسلمانوں کی ایک جماعت ناپسند کرتی

لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ

تھی- ضرورت ظاہر ہونے کی بعد بھی تجھ سے ضروری کام میں جھگڑے تھے

جس طرح تیرے پروردگار نے بدر کی لڑائی کے لئے تجھے سچے وعدے کے ساتھ گھر سے نکالا تھا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو ناپسند کرتی تھی کیونکہ بظاہر سامان مفقود تھا سوائے بھروسہ خدا کے کچھ بھی نہ تھا باوجود ضرورت جنگ ظاہر ہونے کے اور خدا کے سچے احکام اور مواعید سننے کے بعد بھی تجھ سے مفید اور ضروری بات یعنی جنگ کے بارے میں جھگڑتے تھے-

فتح نصیب ہوں بد کردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو تم مضبوط طاقتور اور کارنمایاں کرنے والے ہو تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دے کر انہیں روگرداں و پسپا کرو تمہاری فوج جرار و کار گزار اور نامی گرامی ہو تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روی زمین پر قائم ہو اور تمہارا حریف نانجار شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے (رگوید اشٹک اول او ہیائے ۳ ورگ ۱۸ منتر نمبر ۲)

ایک جگہ فرمان ہے

اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ میں ماہر بے خوف وہراس پر جاہ وجلال عزیزو اور جوانمردو! تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو پر میشر کے حکم پر چلو اور بد فرجام دشمن کو (ہے مہاراج اتنی خفگی) شکست دینے کے لئے لڑائی کا سامان کرو تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے تم نے حواس کو مغلوب اور روئے زمین کو فتح کیا ہے تم روئیں تن اور فولاد بازو ہو اپنے زور وشجاعت سے دشمنوں کو تہ تیغ کرو تاکہ تمہارے زور وبازو اور ایشور کے لطف وکرم سے تمہاری ہمیشہ فتح ہو (اتھروید کانڈ انوداک- ورگ ۷ ۹ منتر ۳)

مال غنیمت کی تقسیم (جس کا اس آیت میں ذکر ہے) کی نسبت آریوں اور ہندوؤں کے مسلمہ پیشوا منوجی فرماتے ہیں-

(راجہ) اس آئین کو کبھی نہ توڑے کہ لڑائی میں جس جس ملازم یا افسر نے جو جو گاڑی گھوڑا ہاتھی چھتر دولت رسد گائے وغیرہ جانور نیز عورات اور دیگر قسم کا مال ومتاع اور گھی وتیل کے کپے فتح کیے ہوں وہی اس کو لیوے لیکن فوج کے آدمی فتح کی ہوئی چیزوں میں سے سولھواں حصہ راجہ کو دیویں (منواد ھیائے ۷)

یہ ہے دونوں قوموں کی مذہبی تعلیم اور اگر ان کا ذاتی عمل دیکھیں تو کوئی حد ہی نہیں کون ہے جو یورپ کی جنگوں سے واقف نہیں کہ گیارھویں صدی عیسوی میں صرف بیت المقدس کو مسلمانوں سے چھڑانے پر قریبا ساٹھ لاکھ جانیں ضائع کیں کون ہے؟ جس نے آریہ قوم کی لڑائیاں نہ سنی ہوں مگر چونکہ ہمیں ان کے ذاتی عمل سے بحث نہیں بلکہ مذہبی تعلیم سے مقابلہ دکھانا ہے اس لیے اس کا ذکر نہیں

اصل یہ ہے کہ دشمن کی مدافعت اور اپنی ترقی انسان کی فطرت میں داخل ہے کوئی ایسا رحیم النفس اور کریم الاخلاق ہے کہ زہریلے سانپ کو آتا دیکھ کر اور اس بات پر یقین ہو کر کہ یہ سانپ یقیناً مجھے ضرر پہنچائے گا اس کا دفعیہ نہ کرے گو زبانی کہنے اور جی خوش کرنے کو تو بہت دفعہ آدمی کہا کرتا ہے کہ

تو ظالم کا مقابلہ نہ کر بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا (انجیل متی ۶ باب کی ۳۹)

مگر عمل کرنے وقت ایسے شیریں کلاموں سے بجز رطب اللسان ہونے کے اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ قانون قدرت کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں جبکہ قدرت نے دشمن کی مدافعت انسان کی فطرت میں رکھی ہے تو کون ہے کہ اسے بدل سکے؟

كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى

گویا وہ موت کی طرف دھکیلے جاتے تھے اور وہ موت کو بچشم خود دیکھ رہے تھے- اور جب خدا نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ

الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ

دو جماعتوں میں سے ایک پر تم کو ضرور ہی غلبہ ہوگا اور تم چاہتے تھے کہ کمزور جماعت پر تم کو غلبہ

اور جی میں ایسے خوفزدہ تھے کہ گویا وہ موت کی طرف دھکیلے جاتے تھے اور وہ گویا موت کو بچشم خود سامنے دیکھ رہے تھے پھر اس وقت جیسا وعدہ الہی نے کرشمہ دکھایا اور جیسی محض خدا کے فضل سے باوجود قلت سامان مسلمانوں کی فتح ہوئی اسی طرح آخری وعدے بھی خدا پورے کرے گا- سنو اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک پر تم کو ضرور ہی غلبہ ہوگا یعنی قافلہ پر یا جنگی جماعت پر جو مکہ سے تمہاری لڑائی کو آئے تھے اور تم چاہتے تھے کہ کمزور جماعت یعنی قافلہ پر تم کو غلبہ ہو-

---

اس طرفہ پر طرہ یہ کہ قرآن شریف پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے زور پر مسلمان بنانے کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ قرآن میں کئی ایک آیتیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ کفار سے باوجود مادہ شرارت ان میں موجود ہونے اور بہ قرائن قویہ معلوم ہو جانے پر بھی جب تک دوبارہ فساد و شرارت ظاہر نہ وان سے تعرض نہ کرو غور سے پڑھو

ستجدون اخرين يريدون ان يامنوا كم ويا منوا قومهم كلما ردوا الى الفتنة اركسوا فيها فان لم يعتزلوكم ويلقوا اليكم السلم ويكفوا ايديهم فخذوهم واقتلوهم حيث ثقفتموهم واولئكم جعلنا لكم عليهم سلطانا مبينا (النساء)

ایسے لوگ بھی تم کو ملیں گے جن کی خواہش یہ ہوگی کہ تم سے بھی اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں لیکن جب کبھی ان کو لڑائی پر تمہارے خلاف اکسایا جائے گا تو فوراً آمادہ ہو جائیں گے پس اگر وہ تم سے علیحدہ نہ رہیں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ ان کو قتل کرو- ایسے ہی شریروں پر ہم تم کو غلبہ دیں گے-

گو یہ بہتان اس قابل ہی نہیں کہ اس کے دفعیہ کی کوشش کی جائے تاہم آیت مرقومہ بالا اس کی بیخ کنی اور اس کے بانیوں کی قلعی کھولنے کو کافی ہے اس لئے اس مضمون کے دوسرے حصے پر ہم آتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے مشہور مشہور غزوات (جنگوں) کا کسی قدر بیان کرتے ہیں-

جنگ بدر:

اس لڑائی کا سبب حسب روایت امام بخاری و موافق بیان علامہ ابن خلدون وغیرہ یہ ہے کہ مکے والوں کا قافلہ جس میں تیس آدمی تھے شام کے ملک سے اسباب لے کر آرہا تھا جب اس کے آنے کی خبر مدینہ میں پہنچی تو چونکہ حربی تھے اور ہمیشہ بر سر فساد رہتے تھے- حسب قاعدہ آنحضرت ﷺ نے ان کو روکنا چاہا چنانچہ تیاری کی تھی کہ قافلہ والوں کو بھی خبر پہنچ گئی تو انہوں نے ایک طرف تو ایک آدمی مکے والوں سے امداد مانگنے کے لئے بھیجا دوسری طرف سوچ بچار کر ایک مخفی راہ سے خفیہ خفیہ مسلمانوں سے بچ کر نکل گئے مکے والوں کی فوج جو قریب ایک ہزار کے ان کی امداد کو آئی تھی جن کا سپہ سالار خود ابو جہل رئیس مکہ تھا چونکہ جنگ کی تیاریاں کر کے مکہ سے نکلے تھے اس لیے ان کی غیرت اور خدا کی حکمت نے ان کے باوجود قافلہ کی سلامتی سے ان کے پہنچ جانے کی خبر سن لینے کے واپس جانے کی اجازت نہ دی چنانچہ ایک مقام بدر پر دونوں (مکی مدنی) فوجوں کا مقابلہ ٹھہر گیا- مکی فوج نہ صرف تعداد میں دگنی تگنی تھی بلکہ ساز و سامان میں بھی بڑھی ہوئی تھی- مگر مسلمانوں نے بھی بڑے حوصلہ سے مقابلہ کیا

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ

ہو اور خدا کو منظور تھا کہ اپنے حکم سے دین حق کو مضبوط کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ حق کی تقویت

وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ

کرے اور باطل کی بنیاد اکھاڑے گو کافروں کو برا ہی کیوں نہ معلوم ہو۔ جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے

اور وہ تمہارے ہاتھ آئے اور خدا کو منظور تھا کہ جنگی جماعت کی بیخ کنی سے آئندہ کو تمہاری راہ سے کانٹے اٹھائے اور اپنے حکم سے دین حق کو مضبوط کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کی تقویت کرے اور باطل کی بنیاد اکھاڑے اور ہمیشہ کے لئے کفر مغلوب ہو کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے ؟ وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے اور اپنی بے سر وسامانی کو دیکھ کر محض خدا پر بھروسہ کر کے دعائیں کر رہے تھے۔

خدا کے حکم سے فرشتے بھی اس جنگ میں مسلمانوں کی امداد کو اترے آخر کار خدا کے فضل سے کفار پر غالب آئے ستر آدمی ان کے مارے گئے اور ستر قید ہو گئے جن میں حضرت عباس آنحضرت کے حقیقی چچا اور ابو العاص آپ کے داماد بھی تھے باقی فوج مشرکوں کی سب فرار ہو گئی۔ اسیران جنگ کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے مشورہ لیا عموماً صحابہ کی رائے بدلہ لے کر چھوڑ دینے کی ہوئی۔ سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے نہایت زور سے درخواست کی کہ میرے رشتہ دار مجھے دے دیجئے میں ان کو قتل کر دوں۔ ابو بکر کے ابو بکر کو دے دیجئے علی کے علی کو ان موذیوں نے ہماری ایذا رسانی میں کون سا دقیقہ اٹھا رکھا ہے کہ آئندہ کو ان سے خیر کی امید ہو سکتی ہے مگر چونکہ مسلمانوں کو روپیہ کی اشد ضرورت تھی اس لیے نقدی بدلہ میں لے کر ان کو رہا کر دیا گیا۔ حضرت عمر کی رائے چونکہ بڑی دور اندیشی اور اسلامی قواعد کے مطابق تھی (جن کا ذکر آگے آئے گا) اس لئے خدا تعالیٰ نے عوض لینے پر ناراضگی فرمائی چنانچہ اسی سورت کے پانچویں رکوع میں اس کا ذکر آتا ہے۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۲ھ ہجری کا ہے ابو جہل بھی معہ کئی ایک دوستوں کے اسی میں کام آیا۔

یہ تو مختصر سا اس کا تاریخی تذکرہ ہے مگر سر سید احمد خان مرحوم نے حسب عادت خود اس بیان میں کئی حصوں میں اختلاف کیا ہے اول تو وہ اس جنگ کی یہ وجہ جو ہم نے بحوالہ امام بخاری اور علامہ ابن خلدون وغیرہ لکھی ہے نہیں مانتے دوئم وہ نزول ملائکہ سے بھی منکر ہیں سوم وہ حضرت عمر کے قصے کو بھی جو اسیران جنگ سے متعلق ہے نہیں مانتے اس لئے ان تینوں مسئلوں پر ہم بھی کسی قدر بحث کرتے ہیں پہلے مسئلے کے متعلق سید صاحب لکھتے ہیں

> تمام مسلمان مورخوں کا جن کی عادت میں داخل ہے کہ بلا سند روایتوں اور غلط و صحیح افواہوں کو بلا تصحیح و تنقید اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں

کیا امام بخاری بھی ایسے ہیں جن کی کتاب صحیح بخاری کی بابت آپ خود اسی جلد کے صفحہ ۸۳ پر سب سے زیادہ معتبر ہونے کا اعتراف کر چکے ہیں یا اعتبار اور عدم اعتبار آپ کی موافقت پر موقوف ہے ؟ سچ ہے۔۔

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف دل کے لگنے کا ڈھنگ اور ہی ہے

> اور انہیں پر بناء واقعات قائم کرتے ہیں یہ قول ہے کہ آنحضرت اور ان کے صحابہ نے یہ بات خیال کر کے کہ ابو سفیان کے ساتھ قافلہ میں لوگ بہت تھوڑے ہیں اور مال بہت زیادہ ہے لوٹ لینے کا ارادہ کیا تھا اور اسی وجہ سے کوچ کیا اس کی خبر جب قریش مکہ کو پہنچی تو انہوں نے نفیر عام کی اور قافلہ بچانے کو نکلے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قریش کے ساتھ لڑنے اور ان کے قافلہ کے لوٹنے کا قصد اول آنحضرت ﷺ نے کیا اور اس کے دفعہ کرنے کو قریش بقصد لڑائی نکلے۔ ان مسلمان

فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا

تو اس نے تمہاری سنی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے جو پے در پے پہنچیں گے مدد دوں گا۔ اور یہ صرف

جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

تمہاری خوشی اور تسکین خاطر کے لیے کیا تھا۔ اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے

تو اس نے تمہاری سنی اور وعدہ فرمایا کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے جو پے در پے تمہارے پر پہنچیں گے مدد دوں گا اور حقیقت میں یہ فرشتوں کی امداد کا تذکرہ صرف تمہاری خوشی اور تسکین خاطر کے لیے کیا تھا ورنہ سب کچھ تو خدا کے قبضہ میں ہے اور مدد اور فتح صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے وہ جس کو چاہے فتح دے اور جسے چاہے شکست دے تھوڑی جماعت کو بہتوں پر غالب کرے اور بہتوں کو تھوڑوں سے ذلیل کرائے۔

مورخوں کی نادانی اور غلطی سے مخالفین مذہب اسلام کو آنحضرت صلعم اور صحابہ کی نسبت قافلوں کے لوٹنے کا جو پیغمبری کی شان کے شایان نہیں ہے اور بلا سبب لڑائی کی ابتداء کرنے کے الزام لگانے کا موقع ہاتھ آیا ہے اور بہت زور و شور سے ان الزاموں کو قائم کیا ہے مگر در حقیقت یہ الزام محض غلط اور بے بنیاد ہیں اور وہ حدیثیں اور روائتیں جن کی بنا پر وہ الزام قائم کیے ہیں از سر تا پا غلط اور غیر مستند ہیں (چشم بد دور) قرآن مجید میں یہ واقعہ نہایت صفائی سے مندرج ہے اور اس میں صاف بیان ہوا ہے کہ کس گروہ کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ نے مقابلہ کے قصد سے کوچ فرمایا تھا آیا قافلہ لوٹنے کے ارادہ سے یا اس گروہ کے مقابلہ کے لئے جس کو قریش مکہ نے لڑنے کے ارادہ سے جمع کر کے کوچ کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کا کوچ فرمانا قریش مکہ کے کوچ کرنے کے بعد ہوا تھا یا اس کے قبل ہوا تھا (تفسیر جلد چہارم صفحہ ۳-۴)

سید صاحب کی منقولہ بالا تحریر میں جیسے کل محدثین اور مورخین اسلام سے ان کا اختلاف معلوم ہوتا ہے اس اختلاف کی وجہ بھی صاف مفہوم ہوتی ہے کہ آپ کو مخالفین اسلام کے الزاموں سے بے چینی اور گھبراہٹ ہو رہی ہے جس گھبراہٹ کا علاج انہوں نے اسی میں سمجھا کہ ان واقعات کا سرے سے انکار ہی کیا جائے جیسا ایک بزدل کا قصہ مشہور ہے کہ اس کے گھر میں چور آگئے تو اس نے باوجود سامان مقابلہ ہونے کے سلامتی اسی میں سمجھی کہ سب اسباب چھوڑ چھاڑ کر گھر سے باہر ہو جائیں مبادا کوئی چور حملہ کرے تو زخم پہنچ جائے شاباش برین ہمت مردانہ تو لیکن ہم سے اگر پوچھے تو ہم سید صاحب کو اس گھبراہٹ کا نہایت آسان جواب بتلاتے جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ بھی کیا ہے کہ چونکہ قریش مکہ حربی تھے یعنی آنحضرت علیہ السلام سے ان کی جنگ بدستور قائم تھی اور کوئی باقاعدہ صلح نہ ہو چکی تھی چنانچہ اس جنگ (بدر) سے پہلے کئی ایک چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ان کی ہو چکی تھیں جن کا ذکر سید صاحب نے بھی جلد چہارم صفحہ ۶ سے صفحہ ۶۱ تک کیا ہے تو ایسے لوگوں کا مال اسباب چھین لینا یا ان پر لوٹ ڈالنی کسی حکم شرعی اور قاعدہ جنگ کے خلاف نہیں۔ سید صاحب کے (جن کو بہت سی جنگوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہوگا) خلاف ہو تو ہو اور تو نہ کسی اہل مذہب کے خلاف ہے اور نہ کسی متمدن قوم کے مخالف کیا ان دنوں ۱۸۱۱ء میں جو انگریزوں اور بوئروں کی لڑائی ہو رہی ہے کوئی فریق کسی فریق کے اسباب چھیننے یا لوٹنے سے رکتا اور دریغ کرتا ہے؟ پس اسی قاعدہ پر کفار قریش اور آنحضرت ﷺ کا معاملہ ہے کوئی گھبراہٹ اور بے چینی کی بات نہیں صرف سید صاحب کے حوصلہ کی بات ہے ہاں اگر دشمنوں کے مال پر کسی طرح بوقت غلبہ بھی تصرف کرنا منع ہے تو پھر فیصلہ ہی آسان ہے مگر اسے تو سید صاحب بھی مانتے نہیں چنانچہ آپ نے بھی صفحہ ۸ پر مال غنیمت کی تقسیم بتلائی ہے اور قرآن شریف کی نص قطعی واعلموآ انما غنمتم من شئی فان لله خمسه وللرسول الاية (انفال ۳) موجود ہے دوسرے امر (نزول ملائکہ سے انکار) کے متعلق آپ فرماتے ہیں

ے دسویں سپارے کے شروع میں اس کا ترجمہ دیکھو۔

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۞ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم

کچھ شک نہیں کہ خدا غالب اور حکمت والا ہے- جب آرام کے لیے خدا نے اپنے فضل سے تم پر اونگھ ڈالی تھی اور اوپر سے پانی تم پر

مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ

اتارا تا کہ تم کو پاک کرے اور شیطانی نجاست تم سے دور کرے

ع ۱۰ / ۱۵

کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے جو کام کرنا چاہتا ہے ایسی حکمت سے اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے کہ کسی کو خبر تک بھی نہیں ہوتی کیا تم نے نہیں سنا

ہست سلطانی مسلم مرو را نیست کس راز ہرہ چوں و چرا

اوست سلطان ہرچہ خواہد اوکند عالمی راور دمئے ویران کند؟

وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب آرام کے لئے خدا نے محض اپنے فضل سے تم پر اونگھ ڈالی تھی اور اوپر سے پانی تم پر اتارا تاکہ تم کو پاک کرے اور شیطانی نجاست جو جنابت وغیرہ سے تم کو لاحق ہو رہی تھی تم سے دور کرے یعنی تم غسل کرو اور پاک وصاف ہو جاؤ-

ہمارے نزدیک نہ ان لڑائیوں میں ایسے فرشتے جن کو لوگ ایک مخلوق جداگانہ متخیر بالذات مانتے ہیں آئے تھے اور نہ خدا نے ایسے فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اور نہ قرآن مجید سے ایسے فرشتوں کا آنا یا خدا تعالیٰ کا ایسے فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ کرنا پایا جاتا ہے اگر ہم حقیقت ملائکہ کی بحث کو الگ رکھیں اور فرشتوں کو ویسا ہی فرض کر لیں جیسا کہ لوگ مانتے ہیں تو بھی قرآن مجید سے ان کا فی الواقع آنا یا لڑائی میں شریک ہونا ثابت نہیں ہے سورہ آل عمران کی پہلی آیت میں تو صرف استفہام ہے کہ اگر خدا تین ہزار فرشتوں سے مدد کرے تو کیا تم کو کافی نہ ہو گا؟ اور دوسری آیت میں ہے کہ اگر تم لڑائی میں صبر کرو گے تو خدا پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا مگر ان دونوں آیتوں سے اس کا وقوع یعنی فرشتوں کا آنا کسی طرح ظاہر نہیں ہوتا- سورہ انفال کی آیت میں خدا نے کہا کہ میں تمہاری ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا مگر اس سے بھی فرشتوں کا فی الواقع آنا نہیں پایا جاتا اس پر یہ خیال کرنا کہ اگر مدد موعودہ وقوع میں نہ آئی ہو تو خدا کی نسبت خلف وعدہ کا الزام آتا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ مدد کی حاجت باقی نہ رہنے سے مدد کا وقوع میں نہ آنا خلف وعدہ نہیں ہے- مسلمانوں کی خدا کی عنایت سے فتح ہو گئی تھی اور فرشتوں کو تکلیف دینے کی ضرورت (کیا فرشتے بھی آپکی طرح بوڑھے عمر رسیدہ ہیں کہ ان کو حرکت کرنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے) باقی نہیں رہی تھی یہ کہنا کہ وہ فتح فرشتوں کے آنے کے سبب سے ہوئی تھی اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کے لیے اول قرآن مجید سے فرشتوں کا آنا ثابت کرنا چاہیے اس کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ فرشتوں کے آنے سے فتح ہوئی تھی روایتوں کو فرشتوں کے آنے پر سند لانا کافی نہیں ہے اول تو وہ روائتیں ہی معتبر اور قابل استناد نہیں ہیں (گو صحیح بخاری کی روایت بھی ہو جس کو اسی جلد کے صفحہ ۲۷ پر سب سے زیادہ معتبر کہہ چکے ہیں) دوسرے خود ان کے مضمون ایسے بے سر و پا ہیں جن سے کسی امر کا ثبوت حاصل نہیں ہو سکتا خصوصاً اس وجہ سے کہ خود راوی فرشتوں کو دیکھتے نہیں تھے- (تفسیر جلد ۴ صفحہ ۱۱-۱۲)

وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

اور تمہارے دلوں کو تسکین دے اور تمہارے قدم مضبوط کرے- جب تیرا پروردگار فرشتوں کو الہام کر رہا تھا

اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ

کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو- میں کافروں کے دلوں پر مومنوں کی دہشت ڈالوں گا-پس

اور گرمی کی گھبراہٹ دور کر کے تمہارے دلوں کو تسکین دے اور تمہارے قدم مضبوط کرے خاص کر وہ وقت قابل ذکر ہے جب تیرا پروردگار یعنی رب العالمین فرشتوں کو الہام اور حکم کر رہا تھا کہ مومنوں کی مدد کرو میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی میری مدد اور نصرت تمہارے ساتھ ہے پس تم مومنوں کو اپنی تاثیر محبت سے ثابت قدم رکھو میں کافروں کے دلوں پر مومنوں کی دہشت اور رعب ڈالوں گا-پس تم مومنوں کو تاثیر صحبت سے مضبوط رکھو-

---

بے شک سید صاحب کا یہ قول صحیح ہے کہ اول قرآن مجید سے فرشتوں کا آنا ثابت کرنا چاہئے اس کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ فرشتوں کے آنے سے فتح ہوئی پس ہماری کوشش بھی اس پر ہونی چاہئے کہ پہلے ہم قرآن شریف سے نزول ملائکہ کا ثبوت دیں مگر قرآن شریف سے نزول ملائکہ کا ثبوت دینا ایسا مشکل نہیں ہے جیسے کہ سید صاحب کے اس پر دستخط کرانے مشکل ہیں پس سید صاحب کے دوست اور ہمارے ناظرین اگر دوسرے کام کی ہمیں تکلیف نہ دیں تو پہلے کے لیے ہم حاضر ہیں سورت انفال کی آیت کا مضمون ہے کہ

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین (الانفال-۸)

جس وقت تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا کو بدین مضمون قبول فرمایا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے کو ہوں

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس جنگ اور گھبراہٹ کے متعلق آنحضرت اور مسلمانوں نے خدا سے فریاد کی تھی اسی جنگ میں مدد بھیجنے کا وعدہ تھا جو بحکم **ان اللہ لا یخلف المیعاد (آل عمران-۸)** پوری بھی ہوئی ہوگی اس پر سید صاحب کا یہ عذر کرنا کہ مدد کی حاجت باقی نہ رہنے سے روکا وقوع میں نہ آنا خلاف وعدہ نہیں ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا- کیونکہ جس جنگ میں آنحضرت نے جناب باری میں بالحاح وزاری (جیسا کہ بخاری مسلم وغیرہ کتب احادیث وتاریخ میں موجود ہے) دعا کی تھی اس میں بے سروسامانی کی یہ حالت تھی کہ پانی تک بھی دشمنوں کے قبضہ میں تھا اور آنحضرت کے منہ سے یہ الفاظ بھی نکل گئے تھے کہ **اللھم ان تھلك ھذہ العصابۃ فلن تعبد بعد** (یااللہ اگر تیری یہی مرضی ہے کہ مسلمان یہاں اس بے سروسامانی میں ہلاک ہوں تو تیری خالص عبادت دنیا میں نہ کی جائے گی) پھر کس ذریعہ اور کس وجہ سے ان کو مدد کی ضرورت نہ رہی تھی کہ خلف وعدہ کا الزام نہ ہوا حالانکہ برابر فتح کے ظہور پذیر ہونے تک یہی حالت رہی تھی-دوسری آیت اس سے بھی واضح تر ہے جس کا مضمون ہے کہ

اذ یوحی ربك الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان (انفال-۱)

خدا فرشتوں کو الہام کرتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم مسلمانوں کو لڑائی پر مضبوط رکھو میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا پس تم ان کی گردنوں کو مارنا اور ان کے ہر ایک جوڑ پر ضرب لگانا

یہ آیت بھی اپنے مضمون میں صاف ہے کہ فرشتوں کو خدا نے حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کی دل جمعی کرو اور کافروں کی گردنیں اڑاؤ مگر سید صاحب نے اسے بھی اندھوں کی کھیر کی طرح ٹیڑھا بنادیا ہے آپ فرماتے ہیں

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا

تو کافروں کی گردنیں اور پور اڑا دینا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کی مخالفت

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞

اختیار کر رکھی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے' اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے

اور اگر موقع پڑے تو کافروں کی گردنیں اور جوڑ پور اڑا دینا کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کی مخالفت دانستہ اختیار کر رکھی ہے اور یہ تو عام قانون ہے کہ جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنا ہی کچھ کھوتا ہے کیونکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

فتح کے اتفاقی اسباب سے جو بعض اوقات آفات ارضی و سماوی کے دفعتہً ظہور میں آنے سے ہوتے ہیں قطع نظر کر کے دیکھا جائے کہ ان لوگوں پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہے؟ جو فتح پاتے ہیں ان کے قوی اندرونی جوش میں آتے ہیں جرات ہمت صبر شجاعت استقلال بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اور یہی قوی خدا کے فرشتے ہیں جن سے خدا فتح مندوں کو فتح دیتا ہے اور اس کے برخلاف حالت یعنی بزدلی اور رعب ان لوگوں پر طاری ہوتا ہے جن کو شکست ہوتی ہے پس ان آیتوں میں خدائے تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ میں فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا مگر وہ بجز خوشخبری فتح کے اور کچھ نہیں ہے جس کے سبب تم میں ایسے قوی برانگیختہ ہوں گے جو فتح کے باعث ہوں گے تمہارے دل قوی ہو جاویں گے لڑائی میں تم ثابت قدم رہو گے جرات ہمت شجاعت کا جوش تم میں پیدا ہو گا اور دشمنوں پر فتح پاؤ گے یہ معنی ان آیتوں کے ہم نے پیدا نہیں کیے ہیں بلکہ خود خدا نے یہی تفسیر اپنے کلام کی کی ہے جہاں اسی سورت میں اور اسی واقعہ کی نسبت فرماتا ہے۔

یعنی جب تیرا پروردگار فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا (یہ وہی فرشتے ہیں جن کے بھیجنے کا مدد کے لیے وعدہ کیا تھا) کہ میں تمہارے یعنی مسلمانوں کے) ساتھ ہوں (تو ان فرشتوں سے یہ کام لینے چاہیے تھے) کہ ثابت قدم رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں میں بہت جلد ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب ڈالوں گا لڑائی میں ثابت قدم رکھنے والی کون چیز تھی وہی ان کی جرات اور ہمت تھی کوئی اور شخص ان کے پاس کھڑے ہوئے شاباش نہیں کہہ رہے تھے پس ظاہر ہے کہ فرشتوں سے مراد وہی قوی انسانی تھی جن کے پاس وحی بھیجی تھی اور جو لڑنے والوں میں موجود تھے (تفسیر جلد ۴ صفحہ ۱۳۔۱۴)

اصل یہ ہے کہ سید صاحب چونکہ وجود خارجی ملائکہ سے منکر ہیں یعنی ان کو متحیز بالذات نہیں مانتے اسلئے جہاں کہیں کوئی ایسا کام ملائکہ کی طرف نسبت ہوتا ہے وہاں پر وہ پابندی اصول کی وجہ سے خود مجبور ہیں پس اصل بحث اس امر پر نہیں کہ فرشتے جنگ بدر میں آئے تھے یا نہیں بلکہ اس امر کہ فرشتوں کا کوئی وجود خارجی بھی ہے کہ نہیں کیونکہ فرشتوں کا نزول تو سر سید کو قبول ہے لیکن ان کے نزدیک فرشتے انسانی قوی کے نام ہیں اور بس۔ پس اس مسئلہ کی تصدیق کے لئے ہم اپنے ناظرین کو سابقہ صفحات تفسیر ثنائی کا حوالہ دیتے ہیں جہاں وجود ملائکہ پر بحث ہو چکی ہے۔ ہاں سورہ آل عمران کی آیت کے جو معنی سید صاحب نے بتائے ہیں وہ ضرور قابل بیان ہیں آیت کا مضمون ہے کہ

الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثة الاف من الملآئکة منزلین (آل عمران ۱۲۵)

کیا تم کو کافی نہیں کہ خدا تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا

یعنی خدا پیغمبر صاحب کے کلام کو نقل کرتا ہے کہ جب یہ کہتا تھا جس سے صاف سمجھ آتا ہے کہ فرشتوں کا مقرر ہو چکا تھا جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا

تو اسے چکھو اور یقین رکھو کہ کافروں کے لیے آگ کا عذاب تیار ہے- مسلمانو جب تم کافروں سے بھیڑ

لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾

میں ملو تو ان سے پیٹھ مت پھیرنا

پس لو اسے چکھو اور جان لو کہ کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے باقی ہے سنو مسلمانو چونکہ یہ لڑائی بھڑائی کا جھگڑا تم میں ہمیشہ کو جاری ہو گیا ہے کسی نہ کسی ملک میں اس کا ظہور ہوتا رہے گا پس جب تم جنگ کے وقت کافروں سے بھیڑ میں ملو یعنی تمہاری مٹھ بھیڑ ان سے ہو جائے تو ان سے پیٹھ مت پھیرنا بلکہ خوب مضبوط ہو کر لڑنا- کیونکہ تمہارا مرنا جینے سے اچھا ہے پس تم پیٹھ کیوں دینے لگے اور بھاگنے کیوں لگے ؟

فوج میں کر رہے تھے مگر سید صاحب فرماتے ہیں کہ

سورہ آل عمران کی آیت میں تو صرف استفہام ہے کہ اگر خدا تین ہزار فرشتوں سے مدد کرے تو کیا تم کو کافی نہ ہو گا (جلد چہارم صفحہ)

غور کیجئے سید صاحب نے اس میں کیا غضب کیا؟ ایک تو قطعی امداد کو اگر لگا کر شکی بنا دیا حالانکہ استفہام صرف کفایت سے متعلق تھا نہ کہ امداد سے دوم یہ کیا عذر ہے کہ آیت میں صرف استفہام ہے- کیا استفہام تقریری حکم قضیہ بتیہ کا نہیں رکھتا کیا- **الیس الله بکاف عبده** اور (زمر-۲۵) **الست بربکم** (اعراف-۶۱) اور **الیس الله بعزیز ذی انتقام** (زمر-۱۶) اور **الیس ذلك بقادر علی ان یحیی الموتی** (قیامه-۳) وغیرہ بھی اسی طرح قابل توجہ نہیں ان آیتوں میں یہی صرف استفہام ہے جس سے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا واقعی اپنے بندوں کو کافی ہے یا واقعی وہ سب کا رب ہے یا واقعی وہ غالب ذوالانتقام ہے یا واقعی وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے وغیرہ اگر ان آیتوں سے یہ مضمون ثابت نہیں ہوتے تو ہم بھی قائل ہوئے کہ آیت زیر بحث سے فرشتوں کا مسلمانوں کی امداد کے لئے آنا ثابت نہیں ہوتا

ہٹ چھوڑیئے بس اب سر انصاف آئیے انکار ہی رہے گا میری جاں کب تلک

سید صاحب نے ضمیر ماجعلہ اللہ پر بھی بحث کی ہے اور تا بمقدور اپنے مفید مطلب بنانا چاہا ہے- چنانچہ آپ فرماتے ہیں

برخلاف اس کے قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ایک فرشتہ بھی نہیں آیا تھا (سید صاحب فرشتوں کا نزول تو آپ صفحہ ۳۲) پر مانتے ہیں صرف کیفیت میں کلام ہے پھر یہاں پر سرے سے جواب کیوں دیتے ہیں دونوں سورتوں میں اس آیت کے بعد جس میں فرشتوں کے بھیجنے کو کہا ہے یہ آیت ہے **وما جعله الله الا بشری لکم ولتطمئن قلوبکم به وما النصر الا من عندالله العزیز الحکیم** (آل عمران۱۲۶) یعنی اور نہیں کیا اس کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لیے تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور فتح نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا- یہ بات غور کے لائق ہے کہ **وما جعل الله** میں جو ضمیر ہے وہ کس کی طرف راجع ہے امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ ضمیر راجع ہے طرف مصدر کے جو صریحاً مذکور نہیں ہے مگر لفظ **یمدکم** میں ضمناً داخل ہے یعنی **ما جعل الله المدد والامداد الا بشری** اور زجاج کا قول ہے کہ **ما جعله الله ای ذکر المدد الابشری** مگر امام رازی صاحب نے جو فرمایا ہے وہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ خدا نے کہا تھا کہ میں تمہاری فرشتوں سے مدد کروں گا پھر فرمایا کہ وہ یعنی یہ کہنا کہ میں فرشتوں سے مدد کروں گا صرف خوشخبری تھی پس علانیہ سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ ماجعلہ کی ضمیر قول

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ

اور جو کوئی بغیر تدبیر جنگ کے یا بلانیت اپنی جماعت میں ملنے کے پیٹھ پھیر دے گا اس پر اللہ کا

بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۶ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ

غضب ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے

جو کوئی بغیر ضرورت تدبیر جنگ کے یابلانیت اپنی جماعت میں ملنے کے میدان جنگ میں پیٹھ پھیر دے گا اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور ٹھکانہ اس کا جہنم ہے اور وہ جہنم بہت ہی بری جگہ ہے یعنی اگر بصنعت جنگ کسی تدبیر سے پیٹھ پھیر کر دشمنوں کو قلعوں سے نکال کر میدان میں لانا منظور ہو یا کسی ایسے موقع پر کہ وہ اپنی کمک دور ہے میدان جنگ سے پھر کر اپنی کمک کے ساتھ مل کر لڑنا منظور ہو تو ایسے لوگ پیٹھ پھیر دینے والوں سے نہیں پس جب کہ سب فتح اور نصرت خدا ہی کے قبضے میں ہے تو سچ سمجھو کہ میدان جنگ میں تم نے تو ان کو قتل نہیں کیا کیونکہ تم اس روز تھے ہی کیا تمہارے پاس سامان ہی کیا تھا لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا یعنی تمہارا خوف ان کے دلوں میں ایسا ڈالا کہ باوجود ایسے بہادر اور شاہزور ہونے کے ان کو بغیر بھاگنے کے کچھ نہ سوجھی۔

امداد وذکر امداد کی طرف راجع ہے جیسا کہ زجاج کا قول ہے نہ بطرف مصدر کے جو مذکور بھی نہیں ہے البتہ اس صریح وصاف مرجع ضمیر کو چھوڑ کر مصدر کی طرف اس صورت میں ضمیر راجع ہو سکتی ہے کہ اول وقوع اس مدد کا یعنی فرشتوں کا آنا ثابت ہو جائے اور وہ ابھی تک ثابت نہیں ہوا (ہم تو کر آئے) اس لئے مصدر کی طرف ضمیر کا راجع کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ماجعلہ میں ما نافیہ ہے جو عام طور پر نفی کرتا ہے اس لئے سورت آل عمران کی آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ نہیں کیا خدا نے پیغمبر کے اس قول کو کہ کیا تمہارے لیے کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار فرشتوں سے مدد کرے کوئی چیز مگر بشارت یعنی صرف بشارت تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور سورت انفال کی آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ جب تم نے خدا سے فریاد کی اور اس نے تمہاری فریاد کو قبول کیا کہ میں فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا تو نہیں کیا خدا نے اس قبول کرنے کو جس کے ساتھ فرشتوں سے مدد دینے کو کہا تھا کوئی چیز مگر بشارت تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور یہ طرز کلام قطعاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی ایسا فرشتہ جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں لڑائی کے میدان میں نہیں آیا تھا (جلد چہارم صفحہ ۱۲۔۱۳)

گو مطلب بالکل صاف ہے مگر سید صاحب نے ناحق اسے طول دے کر وقت ضائع کیا زجاج کا قول بھی جو آپ کا مسلمہ ہے بجائے خود صحیح ہے اگر اس پر بھی بنا کریں تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا ہے چنانچہ آپ نے بھی اس پر کوئی شبہ نہیں کیا بلکہ تسلیم کیا ہے اور اگر انزال الملائکۃ کی طرف بھی جو منزلین سے مستنبط ہوتا ہے ضمیر راجع کی جائے تو کیا حرج ہے؟ معنی آیت کے یہ ہے کہ خدا نے فرشتوں کا بھیجنا (بقول آپ کے) بذریعہ ملائیکہ تمہاری مدد کرنا محض تمہاری تسکین خاطر کو کیا تھا۔ورنہ مدد اور نصرت تو اللہ غالب کے پاس سے ہے جن کو چاہے فتح دے چاہے وہ تھوڑے ہی ہوں بے شک ہم مانتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو بغیر فرشتوں کے بھی مسلمانوں کو فتح دیتا جیسا کہ خدا چاہتا تو ہر ایک گاؤں میں ایک ایک نبی بھیج دیتا مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو سب جہان کیلئے نبی ہونے کے مدعی ہیں معاذ اللہ ان کا دعوی صحیح نہیں اسی پر کیا منحصر ہے جو کام خدا کرتا ہے اگر چاہتا تو اور طرح سے بھی یہ مفاد ہم کو دے سکتا ہے تھا کیا اس سے ان طرق مفیدہ کا ہی انکار کر دیں۔فافہم

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ

ان کو قتل کیا اور جب تو نے مٹھی چلائی تھی وہ تو نے نہیں چلائی تھی بلکہ اللہ نے چلائی تھی اور تاکہ مسلمانوں پر خدا اپنی طرف سے مہربانی

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾

عنایت کرے خدا سنتا اور جانتا ہے- بات تو یہ ہے اور اللہ کافروں کی تدبیریں چلنے نہ دے گا

اور (اے محمد) جب تو نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر کافروں کی طرف چلائی تھی اور وہ تمام کی آنکھوں میں پڑ گئی تھی جس سے وہ آنکھیں بند کر کے میدان سے بھاگ گئے تھے وہ تو نے نہیں چلائی تھی بلکہ اللہ نے چلائی تھی کیونکہ ان کنکریوں کا ان کی آنکھوں میں پہنچانا تیری قدررت نہ تھی بلکہ اللہ کی قدرت کا ظہور تھا کیا تم نے کسی اہل دل کا قول نہیں سنا

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت راتہمتے بر آ ہوئے چین بستہ اند

اصل مطلب اس سے یہ تھا کہ کافروں کو شکست ہو اور تاکہ مسلمانوں پر خدا اپنی طرف سے مہربانی عنایت کرے اور فتح نصیب ہو کیونکہ خدا سب کی سنتا اور سب کے حالات جانتا ہے- مسلمانوں پر کفار کے مظالم بہ کثرت ہو چکے ہیں اب انکی انتہاء آخر ہوئی تھی بات تو یہ ہے جو ہو چکی اس پر غور کرو کہ خدا نے اپنی قدرت کا کرشمہ کیسا دکھایا؟ اور دل سے جانو کہ اللہ کافروں کی تدبیریں مومنوں کے مقابل چلنے نہ دے گا بشرطیکہ مومن اپنے ایمان میں پختہ[1] ہوں گے-

---

تیسرے امر یعنی اسیران جنگ کی نسبت سید صاحب لکھتے ہیں

ان قیدیوں کی نسبت آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے حضرت عمر اور سعد بن معاذ نے رائے دی کہ سب کو قتل کرنا چاہئے حضرت ابوبکر نے کہا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے چنانچہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا- فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر کی کیونکہ وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تھے اور اس لئے لڑائی کے قیدی (جن سے فدیہ لیا جاسکتا ہے) نہیں تھے اس پر خدا کی ناراضی ہوئی اور خدا نے فرمایا

وما كان لنبي ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض (انفال-۶۷)

جن لوگوں کی یہ رائے ہے کہ ان کے قتل نہ کرنے پر خدا کی ناراضگی ہوئی تھی کسی طرح پر صحیح نہیں ہو سکتی اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے جب ان کا قیدی جنگ ہونا ہی نہیں قرار دیا تو ان کے قتل نہ کرنے پر کیوں ناراضی ہو سکتی تھی (جلد چہارم صفحہ ۴۱)

سید صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ پکڑے گئے تھے وہ لڑائی کے قیدی نہ تھے کیونکہ وہ میدان جنگ میں نہ آئے تھے بلکہ بھاگتے ہوئے پکڑے گئے تھے جس کا ثبوت سید صاحب کے ذہن کے سوا کہیں نہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر آیتیں اور روایتیں جن میں اس قصہ کا ذکر ہے (جن کو سید صاحب نے بھی نقل کیا ہے مگر بقول آدھا تیتر آدھا بٹیر ادھوری چھوڑ دی ہیں) پوری نقل کر کے ان کے معنے بیان کر دیں ان کے معنی بتلانے ہی سے سید صاحب سے ہمارا تصفیہ ہو جائے گا- ایک مقام پر اسیران جنگ کی نسبت ارشاد ہے کہ

حتى اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء (سوره محمد-۴)

جب تم خونریزی کر چکو تو ان کو مضبوطی سے قید کر لو بعد ازاں کیا تو تم احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے عوض مالی لے لیا کرو غرض جیسا مناسب سمجھو کرو-

---

[1] انتم الاعلون ان كنتم مومنين کی طرف اشارہ ہے-

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ

اگر تم مشرک فتح چاہتے تھے تو لو فتح بھی تم نے دیکھ لی اور اگر باز آؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر تم

تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ

نے پھر وہی کیا تو ہم بھی وہی کریں گے اور تمہاری جمعیت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو ہرگز تمہارے کام نہ آئے گی

مکہ والو اگر تم فتح چاہتے تھے یعنی اپنے جی میں یہ خیال جمائے ہوئے تھے کہ اگر یہ نبی ہم پر غالب آیا تو سچا ہے کیونکہ تم نے سمجھا ہوا تھا کہ ہم کعبہ شریف کے مجاور ہیں کوئی جھوٹا آدمی جس کا دین اور طریق خدا کو پسند نہ ہوگا ہم پر غالب نہ آئے گا تو لو اب تو فتح بھی تم نے دیکھ لی کہ مسلمان کس بے سروسامانی میں محض خدا کی تائید سے تم پر غالب آئے اور اگر اب بھی تم مخالفت سے باز آؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر تم اپنی شرارت کی طرف ہی پھرے تو ہم (خدا) بھی پھر ان کی مدد کریں گے اور تمہارا سر کچلیں گے اور یاد رکھو تمہاری جمعیت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو ہرگز تمہارے کام نہ آئے گی۔

اس آیت میں جس کے متعلق یہاں ذکر ہے یوں ارشاد ہے کہ

ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض (الانفال)

نبی جب تک اچھی طرح خونریزی نہ کر چکے اس کا قیدیوں کا رکھنا جائز نہیں

وہ روایت جس کو سید صاحب نے نقل کیا ہے جس میں حضرت عمر کے مشورہ کا ذکر ہے اس میں یہ لفظ بھی ہیں کہ (**نزل القران بقول عمر وما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض الی آخر الایة**) (ترمذی) یعنی قرآن میں حضرت عمر کی رائے کے مطابق یہ آیت اتری جو اوپر لکھی ہے پس اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آیت موصوفہ کے ایسے معنی ہونے چاہئیں جو حضرت عمر کے مشورہ کے مطابق ہوں یعنی وہ مستحق قتل تھے جن کو قتل نہ کرنے پر خدا کی ناراضگی ہوئی ہاں اس میں شک نہیں کہ ان معنی سے پہلی آیت جس کو ہم نے نقل کیا ہے جس میں اسیران جنگ کی بابت صرف احسان یا فدیہ کا ذکر ہے بظاہر مخالفت ہے کیونکہ اس میں قتل کی کوئی صورت نہیں بتلائی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسیران جنگ دو قسم ہوتے ہیں ایک تو وہ جو لڑتے ہوئے سفید جھنڈا صلح کا کھڑا کر دیتے ہیں اور ہتھیار ڈالتے ہیں ایسے قیدیوں سے وہی سلوک ہونا چاہیے جو آیت اول میں بیان ہوا ہے۔ قسم دوم وہ قیدی ہوتے ہیں جو صلح کی درخواست نہیں کرتے اور نہ ہی ہتھیار ڈالتے ہیں مگر گھیرے میں آکر پکڑے جاتے ہیں ان کا حکم دوسری آیت کے مطابق قتل ہے تیسری آیت ان معنی کی تفسیر کرتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ

وان جنحوا للسلم فاجنح لها (الانفال) اگر کافر صلح کو جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ

کیونکہ قسم اول کے قیدی گو بظاہر قیدی ہیں لیکن حقیقت میں وہ ہتھیار ڈالنے سے صلح کے طالب ہیں گو ان افسر یا گورنمنٹ نے صلح نہیں چاہی مگر خود ان کی صلح خواہی میں تو شک نہیں اس لئے ان کو قتل کرنا گویا مصالحین کو قتل کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں اور قسم دوم کے قیدی ایسے نہیں بلکہ تا مواخذہ برسر قتال ہیں اس لئے ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو ہتھیار ڈال کر طالب صلح ہوں بدر میں جو لوگ قیدی ہو کر آئے تھے وہ قسم دوم سے تھے یہی وجہ کہ کسی صحابی نے حضرت عمر کے مقابل پر آیت اولی پڑھ کر قائل نہیں کیا۔ پس جو شبہ سید صاحب کو اسیران جنگ کے واجب القتل ہونے پر تھا کہ آیت اولی کے خلاف ہے گو انہوں نے ظاہر لفظوں میں اس کا اظہار نہیں کیا۔ ہماری تقریر سے دور ہو گیا۔ نیز آیتوں اور روایتوں میں بفضلہ تعالیٰ تطبیق بھی ہو گئی جو بظاہر مشکل تھی۔ **فالحمدللہ**

غزوہ احد:

دوسری مشہور جنگ آنحضرت سے شوال ۳ھ ہجری میں ہوئی جس کا نام احد ہے۔ مدینہ سے باہر احد ایک پہاڑی ہے۔ قریش مکہ بدر کی شکست کا عوض

وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا

اور اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔ مسلمانو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اور اس سے

عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

منہ نہ پھیرو حالانکہ تم سنتے ہو۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے تم ان جیسے نہ ہو جانا

اور یہ بھی جی جمائے کھو کہ اللہ کی مدد مومنوں کے ساتھ ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ مسلمان مسلمان ہوں یعنی خدا اور رسول کے حکموں کے فرمانبردار پس مسلمانو اگر خدا کی مدد کا سہارا چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اور اسی پر جم جاؤ اور اس سے منہ نہ پھیرو حالانکہ تم سنتے ہو کہ کافروں کی گت اور ذلت صرف اس لیے ہوئی ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے حکموں سے سرتابی کرتے ہیں پس تم اس میں کسی طرح غفلت نہ کرنا اور جو لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے کلام الٰہی سنا حالانکہ وہ دل لگا کر نہیں سنتے۔

لینے کو تین ہزار جرار فوج لے کر بسر کردگی ابوسفیان مدینہ پر حملہ آور ہوئے ادھر سے اسلامی فوج جو ہزار سے بھی کم تھی مدینہ کے باہر احد کے پاس ان سے مقابل ہوئی خدا کے ارادہ سے مسلمانوں کی فتح ہوئی مگر ذرا سی غلطی سے وہ فتح فوراً منقلب ہوگئی۔ مسلمان کفار کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر مال غنیمت کے جمع کرنے میں مصروف ہوگئے ادھر کفار نے ان کی مصروفیت سے فائدہ اٹھایا کہ فوراً لوٹ کر حملہ کردیا۔ مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی آنحضرت ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے آپ گڑھے میں گر گئے مگر ثابت قدمی جو قومی شرافت کے علاوہ لازمہ نبوت تھا اس وقت بھی برابر جلوہ گر تھا کہ آپ کو ذرہ لغزش نہ تھی بلکہ بالکل خدا پر کامل بھروسہ تھا اور یقین تھا کہ ہماری ہی فتح ہوگی اسی جنگ میں آنحضرت کی وفات کی خبر بھی مشہور ہوگئی جس پر صحابہ کو سخت رنج ہوا اور قریب قریب تمام منتشر ہوگئے آخر بعد تحقیق خبر کے پھر جمع ہوگئے اسی اثناء میں مسلمان جمع ہوکر مشورہ کر رہے تھے کہ ابوسفیان نے بلند آواز سے پکارا کہ ابوبکر زندہ ہے؟ عمر بن خطاب زندہ ہے؟ جواب میں ذرا دیر ہوئی تو یہ کہہ کر کہ سب مر گئے کہنے لگا

اعل هبل اے ہبل (بت کا نام ہے) تو بلند ہو کہ تیرے دشمن مر گئے اس پر آپ کے حکم سے حضرت عمر نے پکارا کہ

الله اعلى واجل خدا ہی بلند اور بزرگ ہے پھر ابوسفیان نے پکارا لنا عزى ولا عزى لكم عزی بت ہمارا مددگار اور تمہارا کوئی عزی نہیں اس کا جواب بھی بحکم نبوی اس کو دیا گیا کہ الله مولنا ولا مولى لكم خدا ہمارا والی اور مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں غرض اسی طرح کے جواب وسوال ہوتے رہے مگر کسی فریق نے بڑھ کر دوسرے پر حملہ نہ کیا۔ آخر قریش عرب اسی پر قناعت کر کے واپس چلے گئے۔ راہ میں جا کر ایک تجویز سوچی کہ ایک آدمی کو مدینہ بھیج کر یہ مشہور کریں کہ قریش کی فوج بے حد جمع ہو رہی ہے بہتر ہے کہ تم اس دین سے باز آجاؤ ورنہ وہ تم کو پیس ڈالیں گے مگر مسلمان اس امر سے ذرا بھی خائف نہ ہوئے بلکہ حسبنا الله ونعم الوكيل پڑھا۔ آنحضرت نے چند آدمی بغرض دریافت حال باہر بھیجے تو کوئی فوج ان کو نہ ملی آخر اسی طرح معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ مسلمان قریباً ستر اس جنگ میں شہید ہوئے۔

غزوہ خندق :

تیسری مشہور جنگ غزوہ خندق ہے ماہ شوال ۵ھ ہجری میں ہوئی تھی جنگ بدر کی شکست اور احد کی ناکامی سے قریش مکہ کے دلوں میں سخت اضطراب تھا اتنے میں یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر وغیرہ کے چند سردار قریش مکہ کے پاس پہنچے اور مدد کا وعدہ دے کر ان کو مسلمانوں سے لڑنے پر اکسایا وہ پہلے ہی غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے پس ان کا اکسانا دیوانہ را ہوئے بس است کا مصداق ہوا۔ چنانچہ قریباً دس ہزار فوج جرار لے کر بسر کردگی ابوسفیان مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ بنی نضیر نے تو ان کو اکسایا تھا۔ بنی قریظہ یہودیوں کا قبیلہ بھی باوجود معاہدہ صلح کے ان سے مل گئے۔ آنحضرت ﷺ نے حسب مشورہ سلمان فارسی مدینہ کے گرد خندق کھدوائی (اسی وجہ سے اس کو غزوہ خندق کہتے ہیں) اس خندق کو کھودنے میں بہت سے خدائی

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ

جو لوگ بہرے اور گونگے ہوکر بے سمجھ ہو رہتے ہیں خدا کے نزدیک سب جانداروں سے بدتر ہیں اور اگر خدا

اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

ان میں کچھ قابلیت پاتا تو ضرور انکو سنا دیتا اور اگر اب ان کو سناتا ہے تو فورا منہ پھیر جاتے ہیں اور وہ منہ پھیر کرنے والے ہیں

تم ان جیسے نہ ہونا یعنی صرف زبانی لفاظی بلا عمل کرنے والے جن کے حق میں کسی بزرگ نے کہا ہے

این مدعیان در طلبش بے خبر انند کانرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

خدا کے نزدیک کچھ رتبہ نہیں رکھتے بلکہ جو لوگ خدا کے حکموں کی تعمیل سے بہرے اور گونگے ہو کر اصل مطلب سے بے سمجھ ہو رہتے ہیں خدا کے نزدیک سب جانداروں اور حیوانوں سے بلکہ کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ حیوانوں کو جس کام کیلئے خدا نے پیدا کیا ہے وہ اس کو پورا کر رہے ہیں مگر یہ حضرت انسان اپنے فرائض سے غافل ہیں پس اپنی غفلت کا نتیجہ پائیں گے اور اب ان کی یہ حالت ہے کہ فطرت سے جو قابلیت خدا نے ان میں پیدا کی تھی یہ کم بخت اس کو بھی کھو بیٹھے ہیں یعنی وہ ان میں ایسی مغلوب ہے کہ کان لم یکن اور اگر خدا ان میں کچھ قابلیت پاتا تو ضرور ان کو تیرا کلام سناتا یعنی وعظ و نصیحت سے ان کو فائدہ ہوتا اور اگر اس حال میں ان کو سناتا ہے یعنی ان کے کانوں میں آواز پہنچاتا ہے تو فورا منہ پھیر جاتے ہیں اور پرواہ بھی نہیں کرتے کہ کس کی آواز ہے؟ اور کون سمجھاتا ہے؟ کیونکہ یہ لوگ تکبر اور گردن کشی میں ایسے عادی ہو رہے ہیں کہ گویا وہ طبعا حق سے معروض ہیں۔

کرشمے ظاہر ہوئے ایک پتھر نہایت سنگین تھا صحابہ سے اس کو جنبش نہ ہوئی تو آپ کو اطلاع کی گئی تو آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اس کو توڑا اس کے ٹوٹتے ہوئے حسب دستور ایک چمکارا نکلا آپ نے فرمایا اس کی روشنی سے مجھے قیصر و کسری (روم اور ایران کے بادشاہوں) کے محلات دکھا دیے گئے ہیں کہ یہ تیری امت کو ملیں گے الحمد للہ یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی خندق کھودتے وقت دستور کے مطابق صحابہ جو کرتے تھے یعنی اشعار شوقیہ حسب حال پڑھتے تھے اور آپ بھی بذات خاص ان کو جواب دیتے تھے ان اشعار میں سے چند اشعار یہ ہیں صحابہ کہتے تھے

نحن الذین بایعوا محمدا على الجهاد ما بقينا ابدا

ہم ہیں جنہوں نے محمد سے مرتے دم تک جہاد کرنے پر بیعت کی ہوئی ہے

آپ فرماتے تھے

اللهم لا خيرا لا خيرالاخرة فبارك فى الانصار والمهاجره

اے اللہ خیر و برکت ہی آخرت کی خیر ہے پس تو انصار اور مہاجروں میں برکت دے۔

گاہے آپ یہ اشعار بھی پڑھتے تھے

اللهم لولا انت ما اهتدينا فلا تصدقنا ولا صلينا

اے اللہ اگر تو مددگار اور راہ نمانہ ہوتا تو نہ تو ہم صدقہ دیتے اور نہ ہی ہم نماز پڑھ سکتے تھے۔

والزلن سكينة علينا وثبت الاقدام ان لا قينا

تو ہم پر تسلی اور تسکین نازل کر اگر ہم دشمنوں سے جنگ میں ملیں تو تو ہمیں ثابت قدم رکھ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

مسلمانو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو جب وہ تم کو تمہاری زندگی کے لیے پکارے اور

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

جان رکھو کہ خدا انسان کے دل پر پردہ ہو جاتا ہے اور جانو کہ اسی کے پاس تم نے جمع ہونا ہے

پس مسلمانو! ایسے لوگوں سے پرہیز کرو اور اللہ کے حکم مانو اور رسول کی اطاعت کرو جب وہ تم کو تمہاری روحانی زندگی کے لئے پکارے یعنی مذہبی امور اور شرعی احکام میں تم پر رسول کی اطاعت واجب ہے دیناوی امور) میں اگر وہ تم کو بطور مشورہ کچھ کہے تو تمہارا اختیار ہے اور اس بات کو خوب جان رکھو کہ بے فرمانی کرنے پر ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کے دل پر پردہ ہو جاتا ہے اور اس کو مفید امور کی سمجھ نہیں دیتا یہی وہ پردہ ہے جس کو دوسرے لفظوں میں ختم اللہ علی قلوبھم کہتے ہیں پس تم اس کا خیال رکھو اور جانو کہ اسی خدا کے پاس تم نے جمع ہونا ہے پس تم خود بھی نیک عمل کیا کرو اور لوگوں کو بھی نیکی کی طرف ترغیب دیتے رہے کیونکہ بدکاری پھیلنے پر گناہ کرنے والوں اور خاموش رہنے والوں دونوں پر عذاب آتا ہے-

---

ان الاولی قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنة ابینا

ان کفار نے ہم پر زیادتی اور ظلم کیے ہیں جب انہوں نے ہم سے ناجائز حرکات چاہیں یعنی کفر و شرک کرانے پر زور دیا تو ہم نے انکار کیا مہینہ بھر کفار کا محاصرہ رہا- درمیان میں کبھی کبھی معمولی سی چھیڑ چھاڑ بھی ہو جاتی مگر کفار کے دل میں یہ غرور تھا کہ اب یہ مسلمان جائیں گے کہاں؟ شہر کے اندر گھرے ہوئے ہیں باہر کے دشمنوں کے علاوہ خود شہر میں بھی منافق چھپے دشمن بظاہر مومن خفیہ کافر موجود تھے جو ہر آن ان کو خبریں پہنچاتے تھے- اس لیے قریش اس گھمنڈ میں تھے کہ یا تو اسی طرح گھبراہٹ سے بے چین ہو کر مر جائیں گے یا اپنے آبائی مذہب کی طرف رجوع کریں گے- اس واقعہ کی تکالیف شدیدہ کا مختصر سا نقشہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بتلایا ہے ارشاد ہے

اذا جائو کم من فوتکم ومن اسفل منکم و اذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا هنالك ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا واذ یقول المتفقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسوله الا غرورا واذ قالت طائفة منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورة وما ھی بعورة ان یریدون الا فرارا(الاحزاب ع ۲)

جب کفار تم پر اوپر سے اور نیچے سے ٹوٹ پڑے تھے اور جب تمہاری آنکھیں ڈگنے لگی تھیں اور دل مارے گھبراہٹ کے حلق پر پہنچے ہوئے تھے اور تم اللہ کی نسبت خلف وعدہ اور خوف و ہلاکت کی مختلف بدگمانیاں کر رہے تھے اس وقت مسلمان سخت بلا میں مبتلا تھے اور سخت گھبراہٹ کے زلزلوں سے متزلزل ہوئے تھے یعنی جس وقت منافق اور مریض دلوں والے کہتے تھے کہ ہم سے تو اللہ اور رسول نے محض دھوکے کے وعدے دیے تھے (کہ تمہاری ترقی ہو گی) اور جس وقت ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ اے مدینہ والو تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں پس بہتر ہے کہ تم اپنے آبائی مذہب کی طرف رجوع کر لو اور ان میں سے ایک جماعت نبی سے اجازت چاہتی تھی اس بہانہ سے کہ ہمارے گھروں میں کوئی نہیں بالکل خالی ہیں حالانکہ خالی نہ تھے بلکہ وہ صرف بھاگنا ہی چاہتے تھے

ے انتم اعلم بامور دنیاکم کی طرف اشارہ ہے-

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

اور اس عذاب سے جو بالخصوص تم میں سے ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا ڈرتے رہو اور جانو کہ اللہ کا عذاب

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ

بہت ہی سخت ہے۔ اس وقت کو یاد کرو جب تم ملک میں بہت ہی قلیل اور کمزور تھے

پس تم خاموش نہ رہو اور اس عذاب سے جو بالخصوص تم میں سے ظالموں کو نہیں بلکہ سب کو پہنچے گا یعنی خاموش کرنے والے بھی آلودہ عذاب ہوں گے اس عذاب سے ڈرتے رہو اور جانو کہ اللہ کا عذاب بہت ہی سخت ہے کسی کو اس کی برداشت کی ہمت نہیں اور اگر یہ خیال ہو کہ بسا اوقات مجرموں کی کثرت ہوتی ہے تو اس وقت ان کو سمجھانا بالکل ضائع اور بے فائدہ ہے تو اس وقت کو یاد کرو جب تم تمام ملک میں بہت ہی قلیل اور ساتھ ہی اس کے ایسے کمزور تھے۔

ایسی حالت میں فقر و فاقوں کا کیا شمار ہو گا؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت کے چہرہ مبارک پر بھوک سے فاختہ اڑتی دیکھی تو اجازت لے کر اپنے گھر گیا۔ اور اپنی بیوی سے ذکر کیا کہ میں نے آنحضرت کے چہرہ مبارک پر ایسی حالت دیکھی ہے کہ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ تیرے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس نے کہا تھوڑا سا آٹا جوؤں کا ہے اور ایک بکری کا بچہ ہے میں نے اسے تو آٹا گوندھنے کو کہا اور آپ بکری کے بچہ کو ذبح کر کے فور امتیار کیا اور ہنڈیا چولھے پر رکھ دی اور آنحضرت ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ آپ کی اور ایک دو آدمیوں کی آپ کے ساتھ غریب خانہ پر دعوت ہے آپ نے فرمایا کھانا کتنا کچھ ہے جس قدر تھا میں نے عرض کر دیا آپ نے فرمایا اپنی بیوی سے کہو کہ میرے آنے سے پیشتر نہ تو روٹیاں پکائے اور نہ ہنڈیا چولھے سے اتارے۔ ادھر آپ نے تمام فوج میں پکار دیا کہ جابر کے ہاں آج تمہاری دعوت ہے چنانچہ آپ تمام صحابہ مہاجرین اور انصار کو لے کر جابر کے گھر پہنچے جابر اتنی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر گھبرائے اور اپنی بیوی سے جا کر کہا کہ حضرت تو تمام صحابہ کو ساتھ لے آئے ہیں اس دانا عورت نے کہا کہ تجھ سے آپ نے سوال کیا تھا تو تو نے اصل واقع کہ جس قدر کھانا ہے عرض کر دیا تھا؟ جابر نے کہا ہاں کہا کچھ حرج نہیں یعنی جب آپ باوجود علم اصل واقع کہ جس قدر کھانا ہے عرض کر دیا تھا؟ جابر نے کہا ہاں کچھ حرج نہیں یعنی جب آپ باوجود علم اصل واقع کے اتنے لوگوں کو ساتھ لائے ہیں تو انتظام بھی خود ہی فرمالیں گے۔ چنانچہ آپ نے سب فوج کو جو ایک ہزار تھی بٹھا دیا اور ہنڈیا اور آٹے میں اپنا لعاب مبارک ڈال کر روٹیاں پکانے اور سالن برتنوں میں ڈالنے کا حکم دیا جابر قسمیہ کہتے ہیں کہ سب فوج کھانا کھا چکی تو بھی ہماری ہنڈیا اسی طرح ابل رہی تھی سب سے اخیر جابر کی بیوی سے کہا کہ اب تو خود بھی کھا اور لوگوں کو جو شہر میں ہیں تحفہ بھیج کیونکہ آج لوگوں کو بھوک سے سخت تکلیف ہے۔

ناظرین!

سید صاحب اس واقعہ کو نہ مانیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ یہ روایت صحیح بخاری کی ہے جس کو آپ تفسیر جلد چہارم کے صفحہ ۸۳ پر سب سے زیادہ معتبر مانتے ہیں سپر نیچرل (خلاف فطرت) کہیں تو تفسیر ثنائی ملاحظہ کرا دو۔

خیر خدا خدا کر کے بعد ایک مہینے کے قریش کا محاصرہ اٹھا۔ کس طرح اٹھا؟ قرآن میں خدا تعالیٰ نے اس کی وجہ بتلائی ہے ارشاد ہے

یاایها الذین امنوا اذکروا نعمة الله علیکم اذا جاء تکم جنود فارسلنا علیهم ریحا وجنودا لم تروها وکان الله بما تعملون بصیرا (الاحزاب ع ۲)

مسلمانو اللہ کی مہربانی جو تم پر ہوئی ہے وہ یاد کرو جب قریش کی فوجیں تم پر آئی تھیں تو ہم نے ان پر زور کی ہوا اور ایسی فوج بھیجی جسے تم نے نہ دیکھا اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے

تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ
تمہیں ہر وقت خوف رہتا تھا کہ لوگ تم کو چیں نہ ڈالیں پھر خدا نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو قوت عنایت

مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ
کی اور حلال رزق تم کو دیا کہ تم شکر کرو۔ مسلمانو خدا اور رسول کی بے فرمانی اور آپس میں ایک

کہ تمہیں ہر وقت خوف رہتا تھا کہ لوگ تم کو چیں نہ ڈالیں پھر خدا نے تم کو مدینہ میں جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو قوت عنایت کی اور پاکیزہ اور حلال رزق تم کو دیا پھر رفتہ رفتہ اس کثرت پر پہنچے۔ کس طرح پہنچے؟ زبانی سمجھانے سے اس طرح تم بھی لوگوں کو اگر کامل اخلاص سے سمجھاتے رہو گے تو تمہارے سمجھانے میں بھی برکت ہوگی اور کسی نہ کسی وقت مجرم تمام نہیں تو بعض تو ضرور ہی تمہارے ساتھ ہو جائیں گے یہ اظہار اس لیے ہے کہ تم اس نعمت کا شکر کرو اور وعظ کرتے وقت اس بات کا خیال بھی نہ لاؤ کہ ہم منع کرنے والے تھوڑے ہیں اور مخالف زیادہ کیونکہ تمہارا کام صرف کہہ دینا ہے اتنے کام کیلئے تھوڑے اور بہت میں کیا فرق ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ کہتے ہوئے نرم الفاظ اور مخاطب کی شان کے مناسب طریق سے کہو موقع پا کر بھی امر معروف نہ کرنا خدا اور رسول کی بے فرمانی ہے پس تم مسلمانو خدا اور رسول کی خیانت یعنی بے فرمانی سے بچتے رہنا۔

راتوں رات اس ہوا اور آسمانی فوج سے ان کے خیمے الٹ گئے گھوڑے بھاگ گئے تمام تکبر وغرور جو دماغ میں لئے بیٹھے تھے الٹے وبال جان ان کے لئے ہوئے اور اپنا سامنہ لے کر مکہ کو چلتے بنے

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے؟
تکبر وہ بری شے ہے کہ فورا ٹوٹ جاتا ہے

ان سے فارغ ہو کر حسب مشورہ جبرائیل آپ نے بنی قریظہ کا جنہوں نے باوجود معاہدہ قریش کا ساتھ دیا تھا تعاقب کیا چنانچہ ان کے قلعہ کا محاصرہ ہوا تو انہوں نے خود ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو زمانہ جاہلیت میں ان کے حلیف (ہم سوگند یعنی معاہد) تھے ان کے فیصلہ کو منظور کر لیا حضرت سعد نے ان پر بغاوت کا جرم سمجھ کر بالغوں کے قتل کرنے اور نابالغوں اور عورتوں کے لونڈی غلام بنا لینے کا حکم دیا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کئی سو بنی قریظہ بغاوت کے جرم میں تہہ تیغ ہوئے تو مدینہ میں امن ہوا ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اسی جنگ خندق میں آپ نے ایک پیش گوئی باین الفاظ فرمائی تھی جو بالفاظ پوری ہوئی فرمایا نغزوهم ولا یغزوننا (آئندہ کو ہم ان کفار پر چڑھائی کیا کریں گے اور وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے) یعنی ان میں جس قدر ہمت اور حوصلہ تھا آج کے روز ختم ہو گیا اب ان کو (مشرکین عرب ہوں یا یہودی یا عیسائی) خدا کے فضل سے ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات نہ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فالحمد لله علی ذالك

غزوہ خیبر:

یہ لڑائی محرم ۷ھ ہجری میں ہوئی۔ خیبر ایک بڑا شہر ہے جس میں یہودی بکثرت بستے تھے اور اس کی اطراف میں ان کے بڑے مضبوط قلعے تھے اور وہ مدت سے مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے اتنے میں آنحضرت کو ان کی تیاریوں کی خبر پہنچی تو آپ نے ان پر فوج کشی کر کے مہینے بھر کی لڑائی کے بعد خیبر فتح کیا۔ یہودیوں کو جان کی امان دی گئی اور تمام مال واسباب ان کا غنیمت یا معاوضہ جنگ میں لیا گیا اور زمینوں پر انہیں کو بطور مزارع کے قابض رکھا اور پیداوار کا اور نصف حصہ ان کا اور نصف اور غانمین کے لئے مقرر رہا۔ بعد فتح ایک یہودن نے آپ کی دعوت کر کے گوشت میں زہر ڈال دیا جونہی آپ نے ایک لقمہ کھایا ہاتھ کھینچ لیا فرمایا کہ خدا نے مجھے بتلایا ہے کہ اس میں زہر ہے آپ کے بتلانے سے پیشتر جلدی میں جن

وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ

دوسرے کی دانستہ خیانت کبھی نہ کرنا۔ اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے

فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

روگ ہیں اور خدا کے ہاں بہت بڑا اجر ہے

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال واسباب کی دانستہ خیانت نہ کرنا کیونکہ اس کا نتیجہ بد ہے۔ دنیا میں بھی بدنامی اور خواری ہے اکثر انسان کو ایسے بدارادوں کے کرنے پر اولاد کی محبت اور ان کے لئے مال جمع کرنے کی فکر باعث ہوتی ہے سو تم اس کا خیال تک نہ کرو اور دل سے جان رکھو کہ تمہارے مال اور اولاد ہدایت سے تمہارے لئے روگ ہیں اور خدا کی تابعداری کرنے پر اس کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

لوگوں نے وہ گوشت کھایا تھا شہید ہوگئے آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تو نے اس میں زہر کیوں ڈالا تو اس نے کہا کہ ہمارا خیال تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ کو کچھ ضرر نہ ہوگا اور اگر جھوٹے ہوں گے تو ہماری جان چھوٹ جائے گی یعنی آپ مر جائیں گے شاید اس عورت کو حسب ہدایت توریت استثناء ۱۳ باب کے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا جہاں مذکور ہے کہ جھوٹا نبی مارا جائے گا مگر آپ بفضلہ تعالیٰ زندہ سلامت باکرامت رہے۔ مختصر یہ کہ خیبر پر بتمامہ مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

غزوہ فتح مکہ المکرمہ:

ماہ رمضان ۸ھ ہجری میں یہ واقعہ ہوا اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ صلح حدیبیہ میں جو ۶ھ ہجری میں قریش سے آنحضرت کی دس سال تک قرار پائی یہی یہ بات طے ہو چکی تھی کہ بنو خزاعہ گو تمام مسلمان نہ تھے آنحضرت کے جانب دار قرار پائے تھے اور بنو بکر قریش مکہ کے ان دنوں (بنو بکر اور بنو خزاعہ) میں سخت عداوت تھی اتفاق سے ان کی آپس میں چل پڑی معاہدہ کے مطابق قریش مکہ کو الگ تھلگ رہنا چاہیے تھا۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ بنو بکر کی علانیہ امداد کی اور بنو خزاعہ کو بہت نقصان پہنچایا جب آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ مصمم کر لیا قریش مکہ نے اپنے معاہدہ کی پرواہ نہ کی تھی آخر کار دس ہزار فوج جرار لے کر آپ مکہ پر حملہ آور ہوئے مگر مکہ والوں کے دلوں پر خدا نے ایسا رعب ڈالا کہ کوئی مقابلہ پر نہ آیا بلکہ ان کا سردار ابوسفیان جو احد اور خندق کی لڑائیوں میں سپہ سالار تھا۔ مسلمانوں کی فوج کی خبر سن کر ایک شخص بدیل نامی کے ساتھ خود تجسس حال کو نکلا۔ حضرت عباس کے قابو آگیا حضرت عباس اس کو آپ کی خدمت میں لائے آپ نے فرمایا کل صبح اس کو پیش کرنا رات کو حضرت عباس نے ابوسفیان کو اسلام کی تلقین کی تو اس کے دل میں بھی شوق پیدا ہوا چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا حضرت عباس کی سفارش پر آپ نے منادی کرا دی کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں جا گھسے گا اس کو امن مل جائے گا اور وہ جان سے مارا نہ جائے گا مختصر یہ کہ آپ نے بغیر کسی سخت مقابلہ کے مکہ فتح کیا لوگوں کو خطرہ تھا کہ اب آپ اپنی پہلی تکلیفوں کا جو ہجرت سے پہلے مکہ والوں سے اٹھائی تھیں بدلہ لیں گے مگر آپ نے ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ میں تم سے وہ معاملہ کروں گا جو حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا جاؤ سب کو معاف۔ اللہ اکبر سچ ہے

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نہ کروند تنگ

ل ابن خلدون ابوداؤد دارمی۔

۲ اس کی تفصیل مقدمہ میں بہ ضمن دلیل چہارم کی گئی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ

اے مسلمانو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو خدا تمہارے لیے تمیز کر دے گا اور تمہارے گناہ تم سے دور کردے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟

اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے- اور تو اس وقت کو یاد کر جب کافر تیرے حق میں

مسلمانو خدا کی فرماں برداری اور تقویٰ شعاری میں دینی اور دنیاوی فائدہ ہے اگر تم اللہ کی بے فرمانی سے ڈرتے رہو گے تو تمہارے لئے ایک تمیز کا نشان کردے گا یعنی دنیا کی قومیں جان لیں گی کہ فلاں قوم نے اپنے رسول کی اطاعت میں یہ عزت پائی ہے یہ تو تم کو دنیاوی فائدہ ہو گا اور دینی فائدہ یہ ہو گا کہ تمہارے گناہ جو بتقاضائے بشریت کبھی تم کر گذرو گے تم سے دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے اس کے فضل اور مہربانی کا ہی تقضا ہے کہ تم آج تک باوجود کفار کی ایسی شرارتوں اور اذیتوں کے زندہ سلامت رہے ہوا اپنے سابقہ واقعات پر غور کرو اور بالخصوص تو اے محمد اس وقت کو یاد کر کہ جب کافر تیرے حق میں خفیہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے- کہ تیرے معاملہ میں کیا کریں ؟

غزوہ حنین :

طائف اور مکہ شریف کے درمیان حنین ایک مشہور مقام ہے جہاں قوم ہوازن رہتی تھی رمضان ۸ھ میں آپ نے مکہ فتح کر لیا- ابھی مکہ کے انتظام ہی میں مشغول تھے کہ ہوازن کے حملہ کی خبر پہنچی- چنانچہ آپ نے بارہ ہزار جرار لشکران کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جن میں دس ہزار تو وہ لوگ تھے جو مدینہ سے بغرض فتح مکہ آپ کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار ان لوگوں سے جو فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے تھے- انہی میں سے ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے اور احد اور خندق میں کفار کے سپہ سالار تھے اور فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے- چند ہی روز میں ان کا ایمان اور اخلاص ایسا مضبوط ہو گیا کہ حنین میں ان سے بہت سی خدمات نمایاں صادر ہوئیں بلکہ ایسے موقع پر بھی وہ آنحضرت کے ہمرکاب رہے کہ تمام فوج منتشر ہو گئی تھی جس کا بیان آتا ہے خیر آپ بسم اللہ مجریھا و مرسھا کہہ کہ بغرض دفع حملہ ہوازن کے مقام پر پہنچے جونہی پہنچے تھے کہ ابھی کوئی جنگ کی تیاری بھی نہ تھی کہ ناگاہ بے خبری میں قوم ہوازن جو بڑے جنگجو تیر انداز تھے مسلمانوں پر بڑے زور سے تیر برسائے جس سے فوجی نظام میں خلل آگیا اور صحابہ قریب قریب تمام منتشر ہو گئے- مگر حضرت عباس اور ابوسفیان رضی اللہ عنہما آنحضرت کی سواری کے ہمرکاب تھے ادھر یہ شہرت ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے- ایسی بے قراری کے وقت بھی آپ کی قومی شجاعت اور خدائی وعدوں پر بھروسہ کا یہ عالم تھا کہ آپ بجائے گھبراہٹ کے بلند آواز سے یہ پکار رہے تھے انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب یعنی میرے پیچھے نہ ہٹنے کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ میں نبی ہوں خدا نے مجھے وعدہ نصرت کیا ہوا ہے دوئم یہ کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں ہماری قومی شجاعت بھی اس امر کی مقتضی ہے کہ میدان جنگ سے پیچھے نہ ہٹیں آخر بحکم نبوی حضرت عباس نے بلند آواز سے صحابہ کو پکارا کہ اے مہاجر وا ے شجر کے نیچے بیعت کرنے والو اے انصار یو چلو بھاگو لیکو رسول خدا زندہ ہیں چنانچہ پھر مسلمان جمع ہو گئے اور باقاعدہ ایک ہی حملہ میں سب دشمن مغلوب ہو گئے- اس جنگ کی مختصر سی کیفیت اور ابتدائی شکست کی وجہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے- چنانچہ ارشاد ہے

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین (التوبہ)

خدا نے تمہاری کئی ایک مواقع میں مدد کی ہے اور حنین کے دن بھی مدد کی تھی جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے پھر اس کثرت نے تمہیں کوئی کام نہ دیا اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی- پھر تم پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے-

لِيُثْبِتُوكَ اَوْ يَقْتُلُوكَ اَوْ يُخْرِجُوكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ

خفیہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا تجھے قتل کریں یا تجھے جلا وطن کر دیں اور خفیہ تدابیر کر رہے تھے اور خدا بھی پوشیدہ کام کر رہا تھا اور خدا

خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ

سب سے اچھا تدبیر کرنے والا ہے۔ اور جب کبھی ہماری آیات ان کو سنائی جاتی ہیں تو منکر کہتے ہیں ہم نے سن لیا اگر ہم چاہتے تو

لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

ایسا کلام بنا لیتے یہ تو صرف پہلے لوگوں کے قصے ہیں

تجھے قید کر لیں تاکہ دوسرے ملکوں میں جا کر جمعیت بہم پہنچا کر ان پر تو حملہ آور نہ ہوں یا تجھے سرے سے قتل ہی کر ڈالیں کہ ہمیشہ کے خطرات سے پاک ہو جائیں کیونکہ قید کرنے میں بھی تیری تاثیر کلام کا ان کو اندیشہ اور بنی ہاشم کا خوف تھا یا تجھے مکہ سے جلا وطن کر دیں مگر اس صورت میں ان کو اندیشہ تھا کہ جہاں تو جائے گا تیرے ساتھ لوگ ہو جائیں گے اور کسی نہ کسی وقت ایک بڑی جمعیت سے تو ان پر حملہ کرے گا۔ غرض بہت سی فکر و غور کے بعد انہوں نے درمیانی صورت اختیار کی چنانچہ انہوں نے تیرے سوتے وقت تیرے مکان کو آگھیرا اور خفیہ تدابیر تیرے پکڑنے کو کر رہے تھے اور خدا بھی ان کی آنکھوں سے پوشیدہ جیسا اس کا دستور ہے کام کر رہا تھا آخر خدا ہی کی تدابیر اور حکم غالب آیا ان سب کو نیچا دیکھنا ہوا کہ خدا تجھ کو سب میں سے زندہ سلامت باکرامت بچا کر لے گیا۔ کیونکہ اللہ کی تدبیر اور حکم سب پر غالب ہے اور خدا سب سے اچھا تدبیر کرنے والا ہے۔ کیوں کہ اس کی تدبیر کچھ سوچنے سے متعلق نہیں ہوتی کہ اس میں غلطی کا احتمال ہو بلکہ اس کی تدبیر کے تو بس یہ معنی ہیں کہ انسان پر جب تک بلا نازل نہیں ہو جاتی اس کو خبر تک نہیں ہوتی چنانچہ مشہور ہے کہ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں اس پر بھی یہ لوگ نہیں سمجھتے اور باور نہیں کرتے بلکہ جب کبھی ہمارے حکم ان کو سنائے جاتے ہیں تو بجائے تسلیم کرنے کے لئے الٹے منہ آتے ہیں اور کہتے ہیں میاں سن لیا اگر ہم چاہتے تو ایسا کلام مدت سے بنا لیتے اس میں رکھا ہی کیا ہے ؟ یہ تو صرف پہلے لوگوں کے قصے ہیں اور اگر اس سے بھی بڑھ کر ان کی بیوقوفی معلوم کرنا چاہو

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً

جب ان کافروں نے کہا تھا کہ خدا وندا اگر یہ قرآن سچ مچ تیرے پاس سے ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر

مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۲﴾

برسادے یا ہم پر کوئی دکھ کی مار ڈال دے

تو اس وقت کو یاد کرو جب ان شورہ پشت کافروں نے عناد اور ضد میں کہا تھا کہ خداوندا اگر یہ قرآن سچ مچ تیرے پاس سے ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دکھ کی مار بھیج کم بختوں نے یہ نہ کہا کہ اگر یہ حق ہے تو ہمیں ہدایت کر جو قاعدہ کہنے کا ہے مگر خدا کو بھی کیا جلدی تھی کہ ان کو فوراً پکڑ لیتا اور خصوصاً جب کہ اس کی رحمت کا تقاضا بھی یہ ہے۔کہ

شان نزول

(اذ قالوا اللهم) مشرکین عرب گذشتہ لوگوں کے حالات سنتے کہ انبیاء کی تکذیب پر ان کی کیا کیا گت ہوئی تو ظالم بجائے ڈرنے کے الٹے اکڑتے اور یہ دعا کرتے جس کا ذکر اس آیت میں ہے

ثم انزل الله سكينته على رسوله وعلى المئومنين وانزل جنودا لم تروها وعذب الذين كفروا وذلك جزاء الكافرين(التوبه)

پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور جن فوجوں کو تم نے نہیں دیکھا وہ نازل کیں اور کافروں کو عذاب دیا۔کافروں کا یہی بدلہ ہے

مختصر یہ کہ صحابہ کو اپنی کثرت کی وجہ سے بمقتضائے بشریت توکل علی اللہ میں فرق آگیا تھا اس پر یہ تکلیف ہوئی سچ ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بعد فتح کے یہ لوگ مسلمان ہوگئے تو ان کے قیدی بھی آنحضرت نے ان کو دے دیئے اور مسلمانوں کی قید سے آزاد کر دیئے گئے

غزوہ تبوک :

تبوک شام اور وادی القری کے درمیان ایک جگہ ہے آپ کو رومیوں کے اجتماع کی خبر ملی تو آپ نے باوجود سخت گرمی کا موسم ہونے کے فوراً رجب ۹ ہجری میں تیاری کی یہ جنگ بلحاظ تکالیف سفر جیسی مشکل تھی کوئی نہ تھی مگر صحابہ نے اس کی دشواریوں کی کوئی پرواہ نہ کی حسب فرمان نبوی فوراً تیار ہوگئے ہر چند منافقوں نے مسلمانوں کو جنگ کی سختی سے ڈرایا مگر جب نبی نے کچھ اثر نہ ہونے دیا آخر آپ مقام جنگ پر پہنچے تو بغیر جنگ وجدال کامیاب واپس آئے تو عموماً سب سرداران قوم سے معاہدے ہوگئے اور جزیہ مقرر ہوا جو انہوں نے اپنی خوشی سے منظور کیا۔

یہ ہے آپ کے غزوات کی نہایت مختصر تاریخ ان کے علاوہ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی ان کے درمیان ہوتی رہیں مگر ہم نے ان کو نہیں بیان کیا کیونکہ ان میں آنحضرت کی بذات خود شرکت نہ تھی بلکہ یوں کہئے کہ کوئی جنگ ہی نہ تھی بسا اوقات معمولی دباؤ منظور ہوتا تھا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور جس حال میں تو ان میں ہے خدا ان کو عذاب نہیں کرنے کا نیز جس حال میں بخشش مانگتے ہوں گے خدا ان کو عذاب نہ کرے گا

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا

بھلا ان کا کیا عذر ہے کہ خدا ان کو عذاب نہ کرے حالانکہ وہ محترم مسجد سے روکتے ہیں اور خود اس کے قابل

اَوْلِيَآءَهٗ ۚ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ

نہیں اس مسجد کے اہل تو متقی لوگ ہیں لیکن بہت سے لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ اور ان کی

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۚ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

عبادت بھی صرف سیٹیاں اور تالیاں ہی ہوتی ہے پس کفر کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا

کافر لوگ مال خرچتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں وہ مال ان پر حسرت ہوگا

ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۬

پھر مغلوب ہو جائیں گے

کہ جس حال میں تو اے محمد ان میں ہے خدا[۱] ان کو عذاب نہیں کرنے کا نیز جس حال میں یہ اپنے گناہوں پر بخشش مانگتے ہوں گے عذاب نہ لائے گا تو اس موجود صورت میں گو دوسرا مانع متحقق نہیں۔ کیونکہ بجائے استغفار کے یہ لوگ الٹے اکڑتے ہیں اور جو مانگتے بھی ہیں وہ بھی بحکم ان الذین کفروا اعمالھم کرماد ہیچ ہے اور اگر یہ خود بھی غور کریں تو انکو معلوم ہو جائے کہ صرف تیری موجودگی کا اثر ہے کہ ان پر عذاب نازل نہیں ہوتا بھلا ان کا کیا عذر ہے؟ کہ خدا ان کو عذاب نہ کرے حالانکہ وہ ایسے بڑے ظلم کے مرتکب ہوتے تھے کہ کعبہ شریف کی معزز اور بابرکت مسجد سے مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ خود اس مسجد کے قابل اور اہل نہیں کیونکہ اس کے بانی حضرت ابراہیم کی وصیت اور ہدایت کے خلاف چل رہے ہیں اور جس کام کے لیے حضرت موصوف نے یہ مسجد بنائی تھی وہ ان میں مفقود ہے حقیقت میں اس مسجد کے اہل تو متقی اور شرک و کفر سے بچنے والے لوگ ہیں کیوں کہ ابراہیمی وصیت کے مطابق یہ مسجد انہی لوگوں کے لئے ہے جو صرف اکیلے خدا کی اس میں عبادت کریں لیکن بہت سے لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے اور ان کا تو یہ حال ہے کہ شرک و کفر بت پرستی کے علاوہ ان کی خالص عبادت بھی صرف سیٹیاں اور تالیاں ہی ہوتی ہے جیسے ہندوستان کے ہندوؤں کی عبادت باجے گانے وغیرہ (اب تو پیغمبر تم میں سے نکل آئے پس اپنی بدکرداری اور کفر کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو اور اپنا سر کھاؤ۔ مسلمانو کافر لوگ جس کوشش میں ہیں ان سے سبق حاصل کرو دیکھو یہ لوگ کس طرح ان تھک کوشش کر رہے ہیں کہاں امریکہ[۲] اور کہاں انگلینڈ وغیرہ اتنے دور دراز ملکوں سے پادریوں کو بھیجتے ہیں اور مال صرف اس لئے خرچتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ اسلام اور توحید سے روکیں اور کفر اور تثلیث پرستی میں پھنسادیں اور اسی دھن میں ہمیشہ خرچتے رہیں گے آخر کار مغلوب ناکام ہوں گے اور وہ مال ان پر حسرت کا سبب ہوگا کہ ہم نے کیوں ضائع کیا؟ پھر آخر کار مغلوب ہو جائیں گے ایسے کہ ان کا نام لیوا بھی عرب میں کوئی نہ ملے گا اور سب سے اخیر یہ فیصلہ ہوگا کہ خدا کی سیدھی راہ سے انکار کرنیوالے

[۱] کافروں کے عمل ضائع ہیں۔

[۲] موجودہ زمانہ کا نقشہ دکھا کر معدوم زمانہ کا نقشہ سمجھانا منظور ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ

اور کافر جہنم میں جمع کیے جائیں گے- تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کرے اور

الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ناپاک لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاکر ایک جگہ ڈھیر لگادے پھر اس ڈھیر کو جہنم میں جھونک دے یہی لوگ سخت خسارہ اٹھانے والے ہیں

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ

تو کافروں سے کہہ دے اگر باز آجائیں تو ان کے پہلے گناہ سب معاف کیے جائیں گے اور اگر انہوں نے پھر سر اٹھایا تو پہلے کافروں کے

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ

واقعات گزر چکے ہیں- اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد نہ رہے سب قانون اللہ کا رائج ہو

لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

پھر اگر باز آجائیں تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھتا ہے- اور اگر وہ سرتابی کریں گے تو

اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

خدا تمہارا مددگار ہے وہ بہت ہی اچھا مولی اور بہت ہی اچھا حمایتی ہے

کافر جہنم میں جمع کئے جائیں گے جس سے مطلب یہ ہوگا کہ دنیا میں تو نیک وبد کی تمیز نہ ہوئی اس وقت ان کو جہنم میں ڈالے گا تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کرے اور ناپاک بد باطن لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ایک جگہ ڈھیر لگادے پھر اس ڈھیر کو جہنم میں جھونک دے کیونکہ یہی لوگ سخت خسارہ اٹھانے والے ہیں اور ایسے لوگوں کا یہی انجام ہے اب بھی تو کافروں سے کہہ دے اگر کفر سے باز آجائیں تو ان کے پہلے گناہ سب معاف کئے جائیں گے اور اگر پھر سر اٹھایا اور شرارت کی سوجھی تو پہلے کافروں کے واقعات گزر چکے ہیں ان پر غور کرو جو ان کا انجام ہوا تھا تمہارا بھی ہوگا مسلمانو ان کی تو ذرہ بھی پرواہ نہ کرو کیا بکتے ہیں اور کیا کہتے ہیں تم اپنی کوشش میں لگے رہو اور اگر ان سے لڑائی کی ٹھن جائے تو خوب لڑو یہاں تک کہ فتنہ وفساد کا نام نہ رہے اور جیسا دستور ہے فاتح قوم کا ہی بول بالا ہوتا ہے سب قانون ملکی دیوانی وفوجداری اللہ کی کتاب کا رائج ہو اور تمام انتظام اسی کے مطابق ہو جو قرآن شریف میں خدا نے بتلایا ہے پھر دیکھیں کیسی سرسبزی[ل] اور شادابی ہوتی ہے پھر بعد مغلوب ہونے اور قانون الٰہی رائج ہونے کے بھی اگر یہ لوگ شرارت اور خباثت سے باز آجائیں تو ان سے ویسا ہی معاملہ کیا جائے گا کیوں کہ اللہ ان کے کاموں کو دیکھتا ہوگا انہی کے مطابق جزا دے گا تم ان کو کچھ نہ کہنا بلکہ اگر وہ کفر وشرک اور اپنی مذہبی رسوم پر ہی رہنا چاہیں لیکن ذمی اور ماتحت رعایا ہو کر رہیں تو رہنے دینا تم کو ہرگز جائز نہیں کہ ایسے وقت میں ان پر دست درازی کرنے لگو- اور اگر وہ سرتابی اور سرکشی کریں گے اور بغاوت پھیلادیں گے تو تم جان رکھو کہ خدا تمہارا پروردگار ہے اور وہ بہت ہی اچھا مولا اور بہت ہی اچھا حمایتی ہے اس کے ہوتے ہوئے تم کو کس کی ضرورت ہے وہ تم کو ہمیشہ فتح ونصرت دے گا اور مال غنیمت سے مالا مال کردے گا پس تم اسی سے توقع کئے رہو

ل ثبوت کے لئے رسالہ اسلام اور برٹش دیکھو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي
اور جان رکھو کہ جو کچھ تم نے مال غنیمت حاصل کیا ہو اس میں سے پانچواں حصہ خدا اور رسول اور قرابت داروں
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ
اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم کو خدا پر اور اس امداد پر جو فیصلہ کے دن
وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى
جس روز دونوں جماعتوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تھی اس نے اپنے بندے پر نازل فرمائی تھی کامل ایمان ہے اور اللہ ہر ایک کام پر
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى
قدرت رکھتا ہے۔ جب تم ورے کنارہ پر تھے اور وہ پرلے سرے پر
وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ
اور قافلہ تم سے نیچے کی جانب تھا اور اگر تم آپس میں معاہدہ کرتے تو ضرور وعدہ خلافی کردیتے لیکن اللہ نے
لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ڏ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ
تم کو جمع کردیا تاکہ جو کام ہوچکا تھا اس کا فیصلہ کردے تاکہ جو کوئی دلیل دیکھنے کے بعد گمراہی پر اڑا رہا وہی تباہ ہو اور جو دلیل

اور جان رکھو کہ جو کچھ تم نے مال غنیمت حاصل کیا ہو اس میں سے پانچواں حصہ خدا کا ہے یعنی اللہ کے رسول کے قرابت داروں اور عام یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت کا سرکاری خزانہ میں داخل ہوگا جس کو پیغمبر صاحب یا حاکم وقت اس طرح تقسیم کریں گے کہ کچھ حسب ضرورت اپنا حصہ نکالیں گے اور باقی رسول خدا ﷺ کے قرابت داروں اور عام یتیم اور مسکین مسافر دعا گوؤں کو دیں گے باقی چار حصے لشکریوں میں تقسیم ہوں گے خدا کا حصہ الگ نہیں بلکہ خدا کے حکم کے مطابق تقسیم کرنا ہی اس کا حصہ ہے اگر تم کو خدا پر اور اس کی امداد غیبی پر جو جنگ کے فیصلہ کے دن جس روز دونوں جماعتوں کافروں اور مومنوں کی مڈھ بھیڑ ہوئی تھی اس[1] نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی تھی کامل ایمان ہے تو ایسا ہی کرو اس سے سر مو تفاوت نہ کرو اور دل میں یقینی جان رکھو کہ اگر تم اس کے حکموں کی تعمیل کرو گے تو وہ ہمیشہ تمہاری ایسی ہی مدد کرتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کام کی قدرت رکھتا ہے تمہیں اپنی کمزوری کا وہ وقت بھی یاد ہے جب تم میدان جنگ کے ورے کنارے پر تھے اور وہ یعنی کفار کی فوج پرلے سرے پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے اور قافلہ جس کے تم داؤ پر تھے دونوں سے نیچے کی جانب سے ہوتا ہوا بچ کر نکل گیا تھا خدا نے تمہاری کیسی مدد کی؟ کہ ایسے قوی ہیکل باسامان دشمن پر تم کو فتح دی اور اگر تم آپس میں معاہدہ کرتے کہ فلاں وقت لڑیں گے تو ضرور وعدہ خلافی کردیتے اور ان کے خوف کے مارے میدان میں نہ پہنچتے لیکن اللہ نے تم کو ناگہاں ایک دوسرے کے سامنے لا کر جمع کردیا تاکہ جو کام اس کے علم میں ہوچکا تھا اس کا فیصلہ کردے یعنی تمہاری ان پر فتح ہو تاکہ جو کوئی دلیل دیکھنے کے بعد ہلاک ہوا ہے اس کی ہلاکت کا انجام ہو اور جو دلیل سے

[1] متکلم سے ترجمہ دانستہ نہیں کیا گیا کیونکہ اردو میں ایسا سریع التفات نہیں پایا جاتا۔

حَیَّ عَنۡ بَیِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۴۲﴾ اِذۡ یُرِیۡكَهُمُ اللّٰهُ فِیۡ مَنَامِكَ

سے زندہ ہو وہ زندگی پائے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے جب خدا نے خواب میں تجھے ان کی

قَلِیۡلًا ؕ وَلَوۡ اَرٰىكَهُمۡ كَثِیۡرًا لَّفَشِلۡتُمۡ وَلَتَنَازَعۡتُمۡ فِی الۡاَمۡرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

فوج تھوڑی دکھائی اور اگر وہ تجھ کو بہت دکھاتا تو تم پھسل جاتے اور کام کے متعلق جھگڑتے مگر خدا نے تم کو

سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذۡ یُرِیۡكُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَیۡتُمۡ فِیۡۤ

ثابت قدم رکھا وہ دلوں کے حال پر مطلع ہے اور جب تم دونوں گروہ آپس میں ملے تھے تو

اَعۡیُنِكُمۡ قَلِیۡلًا وَّیُقَلِّلُكُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِهِمۡ لِیَقۡضِیَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا ؕ وَ

خدا نے تمہاری نگاہ میں ان کو کم کر دکھایا اور تم کو ان کی نگاہ میں تھوڑے' تاکہ جو کام ہو چکا ہے اس کا فیصلہ

اِلَی اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۴۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا

کردے اور سب کام خدا ہی کی طرف پھرتے ہیں۔ مسلمانو جب تمہاری کسی جماعت سے مڈ بھیڑ ہو جائے تو جم کر لڑا کرو

وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِیۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا

اور خدا کو بہت بہت یاد کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور آپس میں

فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِیۡحُكُمۡ

تنازع نہ کیا کرو ورنہ تم پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی

زندہ ہوا ہے وہ زیادہ زندگی پائے یعنی صحابہ کرام جو اسلامی حجت دیکھ کر صدق دل سے شیدا ہو رہے ہیں ان کا نور ایمانی زیادہ ہو اور جو باوجود فتح قاطعہ دیکھنے کے کفر پر اڑے رہے ہیں وہ اور خستہ حال ہوں اور اللہ تعالیٰ سب کی سنتا اور سب کے احوال جانتا ہے اصل فتح کی امید جب ہی سے پڑ گئی تھی جب خدا نے خواب میں تجھے ان کی فوج تھوڑی دکھائی جس سے تمہاری جرات ان پر زیادہ ہوئی اور اگر وہ تجھ کو بہت دکھاتا تو تم مارے خوف کے پھسل جاتے اور جنگ کے متعلق جھگڑتے کہ ان سے لڑیں یا کسی حیلہ بہانہ سے بھاگ جائیں مگر خدا نے تم کو ثابت قدم رکھا کیونکہ وہ دلوں کے حال پر مطلع ہے تمہارا اخلاص اور دلی محبت بے شک اسی امر کے مقتضی تھے کہ تم پر مہربانی ہو اور یہ فتح اس تدبیر الٰہی کا نتیجہ ہے کہ جب تم دونوں گروہ آپس میں ملے تھے تو خدا نے تمہاری نگاہ میں ان کو کم کر کے دکھایا اور تم ان کی نگاہوں میں تھوڑے تاکہ جو کام اس کے علم ہو چکا ہے اس کا فیصلہ کر دے اور اگر غور سے دیکھو تو سب کام خدا ہی کی طرف سے پھرتے ہیں وہی ان سب گاڑیوں کا انجن ہے وہی سب کائنات کا علۃ العلل ہے جس کو جس طرح چاہے رکھے جو چاہے کرے لیکن اس کا چاہنا بے سبب اور بلاوجہ نہیں ہوا کرتا۔ ظاہر اسباب اور تدابیر کو بھی کامیابی میں اسی نے دخل رکھا ہوا ہے پس تم مسلمانو اس امر کو خوب یاد رکھو کہ جب کبھی تمہاری کسی مخالف جماعت سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو جم کر لڑا کرو اور فتح و نصرت خدا سے سمجھ کر خدا کو بہت بہت یاد کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو اور اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی اطاعت کرتے رہو اور بہت بڑی بات کامیابی کی یہ ہے کہ آپس میں تنازع نہ کیا کرو جن سے باہمی ناچاقی تک نوبت پہنچے ورنہ تم پھسل جاؤ گے اور جس کام کے کرنے کا ارادہ کئے ہو اس میں ناکام رہو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی تمہارا رعب جاتا رہے گا۔

وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

اور صبر کیا کرو یقیناً اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور جو لوگ اپنے گھروں سے شیخی بھگارتے ہوئے

بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے تھے اور اللہ کی راہ سے رُکتے تھے تم ان کی طرح نہ ہونا اور جو کچھ بھی

مُحِيْطٌ ۝ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ

کرتے ہیں خدا کے گھیرے میں ہے- اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کی نظروں میں عمدہ کر دکھائے اور کہا کہ آج کوئی بھی تم پر

مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ

غالب نہ آئے گا اور کہا میں تمہارا حمایتی ہوں- پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو الٹے پاؤں پھرتا ہوا

وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ

کہتا گیا کہ میں تم لوگوں سے بیزار ہوں کیونکہ میں ایسی چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ۝ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ

بڑا سخت ہے- جب منافق یعنی جن کے دلوں میں بیماری ہے کہتے تھے یہ لوگ مذہب سے فریب خوردہ ہیں

اور غیروں کی نظروں میں ذلیل ہو جاؤ گے پس ان نقصانات کو سوچ لو- اور تکلیفوں پر صبر کیا کرو ایسی بھی بزدلی کیا ہے کہ ذرہ سی بات پر واویلا کرنے اور چلانے لگ جایا کرتے ہو یقیناً سمجھو کہ اللہ کی مدد صابروں کے ساتھ ہے- ہاں یہ بات ضرور ہی قابل لحاظ رہے کہ تم اپنی فتح اور دشمنوں کی شکست کو اپنے قوت بازو کا نتیجہ نہ سمجھنے لگو

ایں سعادت بزور باز و نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور جو لوگ اپنے گھروں سے شیخی بھگارتے ہوئے اور لوگوں کو اپنا جاہ و جلال دکھاتے ہوئے نکلے تھے اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو جبراً روکتے تھے تم نے ان کی طرح کے نہ ہونا' نہ اکڑ فوں کرنا نہ اپنے اعمال میں ریا اور مخلوق کی واہ واہ کی کبھی نیت کرنا ورنہ نتیجہ جیسا انہوں نے مکہ سے نکل کر پایا تم بھی پاؤ گے کیا تم نے سنا نہیں ؎

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے؟ تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

اور دل سے جان رکھو جو کچھ بھی دنیا کے لوگ کرتے ہیں خدا کے گھیرے میں ہے جا نہیں سکتے وہ سب کو جانتا ہے اور سب کو مناسب جزا و سزا دیتا ہے اور دے گا اور سنو ہم تمہیں اس وقت کی بھی اطلاع دیتے ہیں جب شیطان نے ان مشرکوں کی بد اعمالی یعنی بے وجہ تعلّی نخوت اور غرور اور لاف زنیاں وغیرہ ان کی نظروں بھی عمدہ کر دکھائے اور کہا اور دل میں مضبوطی سے جما دیا کہ آج کوئی بھی تم پر غالب نہ آئے گا اور عرب کے ایک معزز رئیس کی شکل میں آ کر یہ بھی کہا کہ میں تمہارا حمایتی ہوں جی کھول کر لڑو اگر مدد کی ضرورت ہوئی میں دوں گا تم کسی طرح سے فکر نہ کرنا پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو الٹے پاؤں پھرتا ہوا کہتا گیا کہ میں تم لوگوں سے بیزار ہوں کیونکہ میں ایسی چیز یعنی آسمانی مدد دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے- ایسی بے امیدی کے وقت میں اپنی قوم کو تباہی میں ڈالنے پر اللہ سے ڈرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے یہ اس وقت کا ذکر ہے جب منافق یعنی جن کے دلوں میں بیماری ہے اور دور رخہ رہنے کے عادی ہیں مسلمانوں کی تحقیر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ لوگ مذہب سے ایسے فریب خوردہ ہیں کہ اپنی بے سروسامانی کو ذرہ بھی نہیں دیکھتے اور نہ سوچتے ہیں کہ ہمارا حشر کیا ہو گا؟

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ

اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے اللہ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے اور جس وقت فرشتے کافروں کی

كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾

روحیں آگے پیچھے (لاتیں) مارتے ہوئے قبض کرتے ہیں تو کہیں ان کو اس وقت دیکھ اور جہنم کا عذاب چکھو

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ

وہ تمہارے ہی کاموں کا عوض ہے اللہ اپنے بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں چاہتا۔ ان کی حالت

اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

بھی فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کی سی ہے انہوں نے اللہ کے احکام سے انکار کیا پس اللہ نے ان کے

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ

گناہوں کی پاداش میں ان کو پکڑا بیشک اللہ بڑا زبردست سخت عذاب والا ہے یہ اس لئے کہ یہ نعمت وہ کسی قوم پر

مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

انعام کرتا ہے کبھی نہیں بدلا کرتا جب تک وہ اپنے اعمال نہ بدلیں اور اللہ سنتا اور

عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

جانتا ہے۔ ان کی مثال بالکل فرعون کی اور ان سے پہلے لوگوں کی سی ہے انہوں نے اپنے پروردگار کے حکموں کی تکذیب

اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ اور یہ ان نالائقوں کو خبر نہیں تھی کہ جو کوئی اللہ پر کامل بھروسہ کرے وہ کامیاب ہی ہوا کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے اور جس وقت موت کے فرشتے کافروں کی روحیں آگے پیچھے لاتیں مارتے ہوئے قبض کرتے ہیں تو کہیں ان کو اس وقت دیکھ لے تو عجیب ہی ان کی حالت پائے کہ علاوہ اس ذلت کی جان کنی کے آئندہ کا مژدہ بھی ان کو سناتے ہیں کہ چلو اور جہنم کا عذاب چکھو وہ عذاب تمہارے ہی کاموں کا عوض ہے اور دل سے جان لو کہ اللہ اپنے بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں چاہتا۔ ان مکہ کے مشرکوں کی ان کی حالت بھی فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کی سی ہے وجہ شبہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے احکام سے کفر کیا پس اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو خوب پکڑا اسی طرح ان سے ہوا اور جو کسر ہے وہ بھی نکل جائے گی بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست طاقتور سخت عذاب والا ہے اس کے عذاب کی کس کو سکت ہے۔ یہ گت ان کی اس لئے ہوئی کہ اللہ کی جناب میں یہ قاعدہ ہے کہ جو نعمت وہ کسی قوم پر انعام کرتا ہے کبھی نہیں بدلا کرتا جب تک وہ اپنے اعمال اور اخلاق نہ بدلیں اور اس نعمت کی قابلیت نہ کھوئیں اور اللہ سب کی سنتا اور جانتا ہے کسی کے جتلانے یا رپورٹ کرنے کرانے کی اسے حاجت نہیں۔ خدا نے ان مکہ کے مشرکوں پر جو یہ نعمت کی تھی کہ ان میں رسول پیدا کیا لیکن چونکہ انہوں نے اس کی ناقدری کی خدا نے ان کی ایسی گت کی کہ کسی کی نہ ہو اور یہ نعمت ان سے چھین کر مدینہ والوں کو عنایت کی اور وہ اس خدمت پر مامور ہوئے جس کو انہوں نے پورا کیا ان کی مثال بالکل فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کی سی ہے جس کی طرف رسول آئے اور حضرت موسیٰ مثیل محمد علیہما السلام تشریف لائے مگر انہوں نے اپنے پروردگار کے حکموں کی تکذیب کی۔

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّ

تو ہم (خدا) نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تباہ کر ڈالا اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور وہ سارے کے سارے ظالم تھے جو لوگ

شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ

کفر پر جمع ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے وہ اللہ کے نزدیک حیوانات سے بدتر ہیں جن سے تو نے

عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝

عہد کیے ہیں اور وہ بار بار عہد شکنی کرتے ہیں اور پرہیز نہیں کرتے

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

تو ان کو لڑائی میں پائے تو ان کے ساتھ پیچھے والوں کو بھی متفرق کر دیجیو تاکہ نصیحت پائیں

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

اور اگر تجھ کو کسی قوم سے خیانت معلوم ہو تو ان کی برابر صورت میں اطلاع دیا کر- خائن و دغاباز خدا کو

الْخَآئِنِيْنَ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝

نہیں بھاتے اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے آگے بڑھ چکے ہیں ہرگز وہ عاجز نہ کر سکیں گے

تو ہم (خدا) نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تباہ کر ڈالا اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا اور وہ سارے کے سارے ہی ظالم اور بدمعاش تھے ایسے بدکار ظالم چاہے دنیا میں کیسے ہی معزز اور شریف کیوں نہ ہوں؟ خدا کے نزدیک ان کی کچھ عزت نہیں کیونکہ جو لوگ کفر پر جمے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے وہ اللہ کے نزدیک درندوں اور جنگلی جانوروں غرض سب حیوانات سے بدترین ہیں ان کی کوئی عزت اور وقعت خدا کی جناب میں نہیں کیونکہ وہاں بغیر عملوں کے عزت نہیں اسی لیے تجھ سے کہا جاتا ہے کہ جن کافروں سے تو نے عہد کئے ہیں اور وہ بار بار عہد شکنی کرتے ہیں اور کسی طرح بدعہدی سے پرہیز نہیں کرتے ذرہ ذرہ موقعوں پر فساد مچادیتے ہیں اور دشمنوں سے مل جاتے ہیں ان کو یا ان کے دیگر ہم جنسوں کو لڑائی کے میدان میں پالے تو اسے ڈپٹ بتلاؤ کہ ان سے پیچھے والوں کو جو بطور کمک ان کی آتے ہوں ان کو بھی متفرق کر دیجئے مارے خوف کے آگے نہ بڑھیں تاکہ آئندہ کو نصیحت پائیں اور عہد شکنی سے بچتے رہیں اور اگر تجھ کو کسی قوم سے خیانت اور بدعہدی معلوم ہو تو ان کو برابری کی صورت میں اطلاع دے دیا کر یعنی ایسے وقت میں ان کی نقض عہد کی خبر کرو کہ وہ اور تم مساوی انتظام کر سکو نہ ایسے وقت کہ خود تو سب انتظام جنگ کر لو پر ان کو خبر نہ ہو کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی خیانت ہے اور خائن اور دغاباز خدا کو نہیں بھاتے اور کافر جو عہد شکنی اور بدعہدی کرنے سے ڈرتے نہیں بلکہ اس کو ایک قسم کی پالیسی یا حکمت عملی جانتے ہیں ان کا خیال غلط ہے یہ نہ سمجھیں کہ ہم سے آگے بڑھ چکے ہیں ایسے کہ ہم ان کو پکڑنا چاہیں تو قابو نہ آئیں ہرگز نہیں وہ ہم کو عاجز نہ کر سکیں گے ہاں یہ ضرور ہے کہ تم ان سے غافل نہ ہو اور صرف یہ سمجھ کر کہ ہم مسلمان ہیں ہماری مدد خدا کے ذمہ ہے تو خود ہی کرے گا ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھے رہو۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم کی طرف اشارہ ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ

اور ان کے مقابلہ کے لئے جس قدر طاقت رکھتے ہو سامان تیار رکھو تیر اندازی ہو یا گھوڑا سواری

عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ

اس سے اللہ کے دشمنوں کو اور ان کے سوا اور دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ ان کو جانتا ہے سب پر

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

رعب ڈالتے رہو اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچو گے تم کو پورا دیا جائے گا اور کسی طرح تم کو نقصان نہ ہوگا

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور اگر وہ صلح کو جھکیں تو تو بھی اس کی طرف مائل ہو جایا کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھ وہ سنتا اور جانتا ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ

اور اگر یہ تجھ کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو اللہ تجھ کو کافی ہے اسی نے اپنی مدد اور مسلمانوں کے

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ۙ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ

ساتھ تجھے قوت دی ہے اسی نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کردی ہے اگر تو زمین کا کلو مال بھی خرچ کردیتا تو بھی

اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ان کے دلوں مین الفت پیدا نہ کرسکتا لیکن اللہ نے ان میں الفت ڈالی. ہے بیشک وہ غالب اور بڑا باحکمت ہے

بلکہ ان کے مقابلے کے لیے جس قدر طاقت رکھتے ہو سامان تیار رکھو تیر اندازی ہی یا گھوڑا سواری غرض جس قسم کی ورزش سپاہیانہ حسب مصالح ملکی کر سکو کرتے رہو تاکہ اس سے اللہ کے دین کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اور ان ظاہری دشمنوں کے سوا اور دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ ان کو جانتا ہے ان سب پر رعب ڈالتے رہو جس سے تمہاری ان پر دھاک بیٹھی رہے اور کسی طرح سے سر نہ اٹھائیں ایسی جنگی ضرورتیں چونکہ بدون ملغات پوری ہونی مشکل ہیں اس لئے خوب جی کھول کر قومی چندہ کی ضرورت بھی پڑے تو خرچو اور سمجھو کہ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں قومی فائدہ اور اسلامی ترقی کے لیے خرچو گے تم کو پورا دیا جائے گا اور کسی طرح تم کو نقصان نہ ہوگا اور اگر عین جنگ کے موقع پر تیرے مخالف صلح کو جھکیں تو تو بھی اسے قبول کر کے اس کی طرف مائل ہو جایا کر تاکہ ناحق کی خونریزی نہ ہو کیونکہ جنگ و جدل بھی تو اسی لیے ہیں کہ یہ لوگ فساد کرتے ہیں پھر جب یہ فساد سے دست کش ہوں تو کیا ضرورت ہے پس تو صلح اختیار کر اور صلح و فتح یابی میں خدا پر بھروسہ رکھ کیونکہ وہ سب کی سنتا ہے اور جانتا ہے اور اگر یہ صلح کے بہانہ تجھ کو دھوکا دینا چاہیں گے تو نہ دے سکیں گے کیونکہ اللہ تجھ کو کافی ہے اسی نے محض اپنی مدد اور مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ تجھے قوت دی ہے ایک زمانہ تھا کہ ایک بھی تیرا ساتھی نہ تھا اب یہ وقت ہے کہ سب تیرے حلقہ بگوش ہیں اور اپنی ذاتی کدورتوں کو بھی خیرباد کہہ بیٹھے ہیں کیونکہ اسی خدا نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی ہے جو تیری طاقت سے بالا تھی اگر تو کل دنیا کا مال بھی اس کی کوشش میں صرف کر دیتا اور ان کو بطمع مال ایک دوسرے سے ملانا چاہتا تو بھی کبھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتا لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں الفت ڈالی ہے بے شک وہ سب پر غالب اور بڑا باحکمت ہے جو کام وہ کرنا چاہے کیا مجال کہ کوئی امر اس سے مانع ہو سکے!

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ

اے نبی تجھے اور تیرے تابعدار مومنوں کو اللہ ہی کافی ہے۔ اے نبی مسلمانوں کو

حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا

جہاد کی رغبت دیا کر۔ اگر بیس آدمی تم میں صبر کرنے والے ہوں گے تو

مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ

دو سو پر غالب آئیں گے اور ایک سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ یہ کافر

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ

سمجھتے نہیں اب خدا نے تم کو ہلکا سا حکم دیا ہے اور تمہارا ضعف اسے معلوم ہے

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ

پس اگر تم میں سو آدمی ڈٹ کر لڑنے والے ہوں گے تو دو سو پر غلبہ پائیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو

يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غلبہ پائیں گے اللہ صابروں کے ساتھ ہے

اس لئے تجھ سے پکار کر کہا جاتا ہے کہ اے نبی تجھے اور تیرے تابعدار مومنوں کو اللہ ہی کافی ہے اس کے ہوتے کسی کی کیا حاجت

وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے

پس تو اے نبی اسی کا ہو اور ہر ایک کام کی انجام دہی اسی سے جان اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دیا کر۔ رسول کا کام صرف کہنا ہے ماننا نہ ماننا تم مسلمانوں کا اختیار ہے ہاں رسول کی فرمانبرداری میں اللہ کی مہربانی تم پر یہ ہو گی کہ اگر بیس آدمی تم میں صبر کرنے والے ڈٹ کر لڑنے والے موت کو زیست پر ترجیح سمجھنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور ایک سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غلبہ پائیں گے کیونکہ یہ کافر سمجھتے نہیں کہ ہم کیوں لڑتے ہیں ہمارا انجام اور مقصود اس سے کیا ہے؟ صرف حمیت اور جہالت قومی میں لڑ رہے ہیں مگر چونکہ ایسے حکم کی تعمیل کے لئے تم میں بھی بہت بڑا حوصلہ اور صبر چاہیے جو مشکل ہے اس لیے اب سر دست خدا نے تم کو ایسی سخت تکلیف نہیں دی بلکہ ہلکا سا حکم دیا ہے کیونکہ یہ شرط تم میں مفقود ہے اور تمہارا ضعف اسے معلوم ہے کہ ایک آدمی دس کا مقابلہ نہیں کر سکتا پس یہ ضرور ہے کہ دگنے کافروں سے نہ بھاگا کرو بشرطیکہ سازوسامان میں بھی تم ان سے مساوی[ل] ہو پس اگر تم سو آدمی ڈٹ کر لڑنے والے ہوں گے تو دو سو پر غلبہ پائیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں گے کیونکہ اللہ کی مدد صابروں کے ساتھ ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسی مذہبی لڑائیوں میں جہاں تک ہو سکے کفار کی گردنیں اڑائی جائیں تاکہ فتنہ و فساد نہ رہے ایسا نہ چاہیے جیسا کہ تم نے بدر کی لڑائی میں کیا کہ مارنے سے پہلے تم قید کرنے کی فکر میں پڑ گئے قید بھی ہوتی ہے لیکن اس وقت

ل ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکه (البقرہ) کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آیت کا معنی یہ نہیں کہ دس کافر تو توپ لئے کھڑے ہوں اور پانچ مومن ان کے سامنے خالی ہاتھ ہی لڑتے ہوئے جان دے دیں۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ

کسی نبی کو جائز نہیں کہ زمین پر اچھی طرح خون بہانے سے پہلے قیدی بنائے تم دنیاوی سامان

عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ

چاہتے ہو اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے اگر خدا کی طرف سے قانون

اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ

جاری نہ ہوا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے سبب سے تم کو بڑا عذاب پہنچتا پس حلال طیب کو جو تم نے غنیمت میں

حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ

حاصل کیا ہے کھاؤ اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اے نبی تو ان قیدیوں کو جو تمہارے قبضے میں

فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ

ہیں کہہ دے کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں بھلائی معلوم ہوئی تو جس قدر تم سے

اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ

لیا گیا ہے اس سے اچھا تم کو دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑے بخشنے والا مہربان ہے اور اگر یہ تیری مخالفت کرنے کا خیال کریں گے

فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ

تو پہلے بھی اللہ سے مخالفت کر چکے ہیں پھر اللہ نے تم کو ان پر قابو دیا

کہ فریق مقابل ہتھیار ڈال دیں اس سے پہلے گو وہ بھاگتے بھی کیوں نہ جائیں قید نہ ہونی چاہیے بلکہ قتل کیونکہ کسی نبی اور نبی کے قائم مقام کو جائز نہیں کہ میدان جنگ میں خوب خونریزی کرنے اور فریق مقابل کے ہتھیار ڈالنے سے پہلے ان کو قیدی بنائے جیسا کہ تم نے جنگ بدر کے روز کیا کیونکہ تم دنیا کے فوائد چاہتے ہو کہ ان سے عوض لیں گے عوض لینا بھی جائز ہے لیکن اس کا طریق وہی ہے جو ہم نے بتلایا[1] ہے اور اللہ آخرت کے مفید امور چاہتا ہے کہ کافر جب تک خود صلح نہ چاہیں ان کی گردنیں اڑاؤ تا کہ ملک میں فتنہ و فساد نہ ہو اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے اسی کے ارادہ کی تم بھی متابعت کرو۔ اگر خدا کی طرف سے عفو کا حکم تمہارے حق میں نہ گذرا ہوتا کہ نبی کی موجودگی میں تم کو عذاب عام میں مبتلا نہیں کرے گا تو جو کچھ تم نے ان قیدیان بدر سے عوض اور فدیہ لیا ہے اس کے سبب سے تم کو بڑا عذاب پہنچتا۔ پس چونکہ تم کو معافی دی گئی ہے اور اس کو بھی مال غنیمت سمجھو اور حلال طیب کو جو تم نے غنیمت میں حاصل کیا ہے خوب مزے سے کھاؤ اور آئندہ کو ایسی غلطی کرنے میں خدا سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے نبی جو ہوا سو ہوا اب تو ان قیدیوں کو جو تمہارے قبضے میں ہیں سنا دے کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں میں بھلائی معلوم ہوئی یعنی تم میں صلاحیت اسلام کی ہوئی اور تم مسلمان ہو کر اسی طرح کفار کے مقابلہ پر آئے تو جس قدر تم سے اس وقت عوض اور فدیہ لیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ تم کو دیدیگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے جو اس کے ہو جاتے ہیں گو ان کی عمر کا بہت سا حصہ اس کے خلاف ہی گذرا ہوتا ہے تاہم وہ بخش دیتا ہے اور اگر یہ قیدی تیری قید سے چھوٹ کر مخالفت کرنے کا خیال کریں گے تو کوئی حرج نہیں پہلے بھی اللہ کے دین سے مخالفت کر چکے ہیں جس کا مزہ بھی چکھ چکے ہیں کہ اللہ نے تم کو باوجود بے سامانی کے ان پر قابو دیا۔

---

[1] جیسا کہ پیچھے حاشیہ میں جنگ بدر کے تحت گزر چکا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

اور خدا بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے- جو لوگ ایمان لاکر خدا کی راہ میں اپنے وطن چھوڑ آئے ہیں اور اللہ کی راہ میں جان

وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ

و مال سے لڑے، اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ آپس میں رفیق

بَعْضٍ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ

ہیں اور جو لوگ ایمان لائے لیکن انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہاری ان سے ذرا رفاقت نہ ہونی چاہئے

حَتّٰى یُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى

جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر دینی امور میں تم سے مدد چاہیں تو تمہیں ان کی مدد کرنی چاہئے مگر ایسی

قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِیْنَ

قوم کے مقابلہ پر نہیں کہ جن کے ساتھ تمہارا عہد و پیمان ہو اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور کافر

كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَ

ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم ان کی مدد نہ کرو گے تو ملک میں ایک فتنہ اور بہت بڑا

فَسَادٌ كَبِیْرٌ ﴿۷۳﴾ؕ

فساد برپا ہو جائے گا

ایسا کہ تمہارے ہاتھوں میں قیدی ہوئے اگر سمجھ دار ہوئے تو سمجھ جائیں گے اور اگر ویسی ہی جہالت کریں گے تو خدا ہی بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے اس کی تدبیریں ان کی تدبیروں سے کہیں عمدہ اور غالب ہیں پس مسلمانو تم اسی کے ہو رہو اور ان ناپاک بدباطن مشرکوں سے میل ملاپ مت رکھو اور اگر تم کو بھائی بندوں کی جدائی کا فراق ہو تو سنو کہ جو لوگ ایمان لا کر خدا کی راہ میں بغرض حفاظت دین اپنے وطن چھوڑ آئے ہیں اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے لڑے ہیں اور جنہوں نے ان غریب الوطن مسافروں کو اپنے ہاں جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ رفیق ہیں اور جو کافر ہیں ان کا تو نام ہی کیا لینا بلکہ جو ایمان لائے لیکن اپنے وطنوں سے ہجرت نہیں کی تمہاری ان سے بھی ذرہ رفاقت نہ ہونی چاہیے جب تک وہ ہجرت نہ کریں ہاں ایسا بھی نہ چاہیے کہ ان کو بالکل ہی چھوڑ دو نہیں بلکہ ان کو جہاں تک ہو سکے دار الکفر سے نکالنے کی کوشش کرو اور اگر دینی امور میں تم سے مدد چاہیں تو تمہیں ان کی مدد کرنی ضروری ہے مگر ایسی قوم کے مقابلہ پر نہیں کہ جن کے ساتھ تمہارا عہد و پیمان صلح و صفائی کا ہو ایسے لوگوں سے ان کی بگڑے اور تم سے مدد چاہیں تو ان سے مت لڑو ان کی مصالحت اور دفع ضرر میں کوشش ضرور کیا کرو اور سمجھ رکھو کہ تمہارے کاموں کو اللہ دیکھ رہا ہے جس نیت سے کرو گے اس کے مطابق اجر پاؤ گے ایسے لوگوں کی مدد حتی المقدور ضرور چاہئے کیونکہ وہ مومن ہیں گو مہاجر نہیں-اور کافر ایک دوسرے کے رفیق ہیں خواہ کسی ملک کا کافر ہو دوسرے ملک کے کافر کی حمایت کو خصوصا مسلمان کے مقابلہ پر کھڑا ہو جاتا ہے تو ان بے چارے مسلمانوں کی مدد کو پھر کون آئے گا یاد رکھو اگر تم ان کی مدد نہ کرو گے تو ملک میں عظیم فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا جہاں کوئی مسلمانوں کی قوم کمزور ہو گی کفار ان کے تباہ کرنے میں ایک دل ہو جائیں گے کیا تم نے یورپ کی صلیبی لڑائیوں کے حالات نہیں سنے پس ان سے نتائج پاؤ-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ
اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کر آئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیے اور جن لوگوں نے ان کو

نَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾
جگہ دی اور مدد کی یہی سچے مومن ہیں انہی کے واسطے بخشش ہے اور عزت کی روزی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ
اور جو پیچھے ایمان لائے اور ہجرت بھی کر آئے اور تمہارے ہمراہ ہو کر لڑے وہ بھی تم میں سے ہیں

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ
اور رشتہ دار ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں اللہ کی شریعت میں- بیشک اللہ ہر ایک چیز

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾
کو جانتا ہے-

اور یاد رکھو کہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت بھی کر آئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کئے اور جن مدینہ کے لوگوں نے ان کو اپنے ہاں جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی سچے مومن[1] ہیں انہی کے واسطے بخشش ہے اور بہشت میں عزت کی روزی یہ تو ان سابق الایمان لوگوں کا ذکر ہے جو ابتدا میں مسلمان ہوئے اور جو اس سے پیچھے یعنی بعد پہنچ جانے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں ایمان لائے اور ہجرت بھی کر آئے اور تمہارے ہمراہ ہو کر لڑے وہ بھی تم میں سے ہیں ان سے بھی وہی سلوک کرو جو قسم اول یعنی سابقین ایمانداروں سے کرنے کا تم کو حکم ہے اور اس بات کا بھی خیال رکھو کہ شریعت الٰہیہ میں حقیقی رشتہ دار دوسروں کی نسبت احسان اور مروت کئے جانے کے زیادہ حق دار ہیں یعنی ایک مسلمان پختہ دیندار ہو اور اسی درجہ کا دوسرا ہو جو تمہارا رشتہ دار بھی ہے اور وہ دونوں محتاج ہیں اور تمہیں صرف ایک ہی سے احسان کرنے کی وسعت ہے تو رشتہ دار سے مقدم سلوک کرو بے شک اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے پس جو اس کے قانون ہیں وہ کامل علم پر مبنی ہیں انہی پر عمل کرو اِدھر اُدھر نہ بھٹکے پھرو-

(۱) جیسے صدیق اکبر اور فاروق اعظم عثمان ذوالنورین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم ولرضاھم وابعض من البعضھم-

سورت التوبہ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ①

جن مشرکوں سے تم نے امن کے وعدے کیے تھے خدا اور رسول ان سے بیزار ہیں

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ

پس چار مہینوں تک مکہ کی زمین پر پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور

اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ② وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ

اللہ کو کافروں کا رسوا کرنا منظور ہے- اور حج اکبر کے روز اللہ اور رسول کی طرف سے تمام لوگوں کو

الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ

اعلان ہے کہ خدا اور رسول مشرکوں سے بیزار ہیں اور اگر توبہ کرو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ

تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر روگردانی کرتے رہو گے تو جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے

سورت[1] توبہ

مسلمانو! جن مشرکوں سے تم نے امن کے وعدے کئے تھے اور وہ اپنے وعدوں پر پختہ نہ رہے خدا اور رسول ان سے بیزار ہیں پس ان سے کہہ دو کہ چار مہینوں تک مکہ کی سرزمین پر پھر لو بعد اس کے کوچ اور یقیناً جان رکھو کہ تم اللہ کو تنفیذ احکام میں عاجز نہیں کر سکتے اور کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کا رسوا کرنا منظور ہے اور حج اکبر یعنی عرفہ کے روز جس روز سب لوگ میدان عرفات میں جمع ہوں اللہ اور رسول کی طرف سے تمام لوگوں کو اطلاع ہو کہ خدا اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں اور اگر توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر روگردانی کرو گے تو جان رکھو کہ تم اللہ کو تنفیذ احکام اور مواخذہ کرنے میں عاجز نہیں کر سکتے-

شان نزول

(براۃ من اللہ) مشرکین کی بدعہدی کی سزا دینے کو یہ آیت نازل ہوئی- ہجرت کے نویں سال آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس سورت کی تبلیغ کے لئے امیر الحاج کر کے بھیجا تھوڑی دیر بعد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کو پیچھے بھیج دیا صدیق اکبر نے یہ سمجھ کر کہ شاید مجھے کسی خفگی کی وجہ سے معزول فرمایا ہے اس امر کے دریافت کرنے کو حضور نبوی میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ حضرت کیا میرے حق میں کوئی مخالف حکم نازل ہوا ہے؟ (کہ مجھے معزول کر دیا ہے) آپ نے فرمایا نہیں لیکن بات یہ ہے کہ ایسے پیغام کا پہنچانا حسب دستور عرب میرے قریبی رشتہ داروں کا کام ہے آپ نے ابو بکر سے یہ بھی فرمایا کہ کیا تو اس بات سے راضی نہیں یعنی ہمیشہ کیلئے بے فکر نہیں ہوتا کہ تو ہجرت کی رات غار میں میرا رفیق رہا اور حوض کوثر پر بھی میرا ساتھی ہوگا ابو بکر نے عرض کیا ہاں حضرت میں بے شک راضی ہوں پس حضرت ابو بکر صدیق نے لوگوں کو خطبہ سنایا اور حج کے احکام بتلائے- (معالم) صدیقوں سے عداوت رکھنے والو کیا کہتے ہو؟ یہ سچ ہے

گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

[1] اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے حضرت عثمانؓ سے سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس لیے یہاں بسم اللہ نہیں لکھی کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے نہیں سنی تھی-۱۲منہ

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ
اور تو کافروں کو دردناک عذاب کی خبر سنادے لیکن جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا اور

الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا
انہوں نے اس میں کسی طرح سے کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے وعدوں کو

اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَاِذَا انْسَلَخَ
مدت مقررہ تک پورا کرو بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے اور جب حرام

الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ
کے مہینے گزر جائیں تو تو (مفسد) مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور پکڑو اور ان کا

وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
محاصرہ کرو اور ان کے پکڑنے کو ہر گھات میں بیٹھو اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ
اور زکوۃ دیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو خدا بڑا بخشنہار مہربان ہے۔ اور اگر کوئی

الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ
مشرک تم سے امن مانگے تو اس کو پناہ دیا کرو کہ وہ قرآن سنے پھر جب وہ جانا چاہے تو اس کو امن کی جگہ میں

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝
پہنچا دیا کرو یہ حکم اس لئے ہے کہ وہ لوگ بے علم ہیں۔

اور تو اے نبی کافروں کو دردناک عذاب کی خبر سنادے مگر یہ ساری سختیاں انہی لوگوں سے ہوں جنہوں نے بدعہدیاں کیں لیکن جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا اور انہوں نے اس میں کسی طرح کمی نہ کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے وعدوں کو مدت مقررہ تک پورا کرو اور عہد شکنی سے پرہیز کرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے اور جب حرام[1] کے مہینے گزر جائیں تو جن مشرکوں سے تمہارے عہد و پیمان نہیں اور چار مہینے کی مہلت بھی ان کو نہیں دی گئی ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کے پکڑنے کو ہر گھات پر بیٹھو غرض جس طرح قابو چلے ان کو مقہور کرو پھر اگر وہ شرارت سے باز آئیں اور صلح کی طرف جھکیں اور امن کی خواہش کریں یا کفر سے توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اور آزادی دے دو کیونکہ خدائے تعالیٰ بڑا بخشنہار مہربان ہے اور اگر کوئی مشرک یا کافر حالت جنگ میں بھی تجھ سے امن مانگے اور مسلمانوں کے ملک میں بغرض تجارت یا سیاحت آنا چاہے تو اس کو اس نیت سے پناہ دے کہ وہ مسلمانوں کے میل و ملاقات سے قرآن سنے پھر جب وہ جانا چاہے تو اس کے امن کی جگہ یعنی اس کے وطن اصلی میں اس کو پہنچادے۔ خبردار کوئی اس کو تکلیف اور ایذا نہ پہنچائے یہ حکم اس لئے ہے کہ وہ لوگ بے علم ہیں خود تو اس قدر علم نہیں رکھتے نہ شوق کہ تحقیق کریں۔ شاید سنے سنائے مسلمانوں کے میل جول سے ہی ان کو فائدہ ہو۔

[1] جن مہینوں میں کفار پر حملہ کرنا منع ہے یعنی ذوالقعدہ ذوالحج محرم رجب۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ

اللہ اور رسول کے نزدیک ان مشرکوں کے وعدوں کا کیونکر اعتبار ہو مگر جن لوگوں سے

عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ

تم نے مسجد الحرام کے پاس وعدہ کیا تھا جب تک وہ تم سے نباہیں

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا

تم بھی ان سے نباہو۔ اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔ کیونکر ان کا اعتبار ہو اگر تم پر غلبہ پاتے ہیں نہ تو تمہارے

وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

رشتہ کا لحاظ کریں اور نہ عہد و پیمان کا یہ تو صرف منہ کی باتوں سے تم کو راضی کرنا چاہتے ہیں اور دل میں انکاری ہیں اور بہت سے ان میں سے بدکار

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا

خدائی حکموں کو دنیا کے چند پیسوں کی لالچ سے کھوکر خدا کی راہ سے روکتے ہیں' کچھ شک نہیں کہ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

بہت ہی برے کام کرتے ہیں مسلمان کے حق میں نہ تو ان کو رشتہ کا لحاظ ہے نہ وعدہ کی پابندی یہی زیادتی

الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ

کرنے والے ہیں۔ پس اگر یہ توبہ کر جائیں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو تمہارے

فِي الدِّيْنِ ۭ

دینی بھائی ہیں۔

اصل پوچھو تو اللہ اور رسول کے نزدیک ان مشرکوں کے وعدوں کا کیوں کر اعتبار ہو؟ عہد شکنی میں سب ایک سے ہیں مگر خیر جن لوگوں سے تم نے مسجد الحرام کے پاس یعنی کعبہ کے میدان میں وعدہ کیا تھا جب تک وہ تم سے نباہیں تم بھی ان سے نباہو اور عہد شکنی سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔ کیوں کر ان مشرکوں کا اعتبار ہو جب کہ ان کا وتیرہ یہ ہے کہ اگر تم پر غلبہ پاتے ہیں تو نہ تمہارے رشتہ کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ ہی عہد و پیمان کا فوراً گزندرسانی میں سبقت کرتے ہیں یہ تو صرف منہ کی باتوں سے تم کو راضی کرنا چاہتے ہیں اور دل میں اس صلح سے انکاری ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے مذہب سے سخت بیزار اور نیز بہت سے ان میں سے بدکار و بدعہد بھی ان کو پرواہ نہیں کہ بدعہدی کرنی بری چیز ہے ہر ایک مذہب میں مذموم سمجھی گئی ہے مگر ان کو تو نہ اپنے مذہب سے غرض ہے نہ اسلام سے خدائی حکموں کو دنیا کے چند پیسوں کی لالچ میں کھو کر لوگوں کو بھی خدا کی راہ سے روکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ یہ لوگ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ کیسے غضب کی بات ہے؟ کہ مسلمان کے حق میں نہ تو ان کے رشتہ کا لحاظ ہے نہ وعدہ کی پابندی بیشک یہی زیادتی کرنے والے ہیں مگر چونکہ ہماری جناب میں بخل نہیں بلکہ ہر ایک کے لئے در فیض کشادہ ہے پس اگر یہ لوگ بھی توبہ کر جائیں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں ان سے ویسے ہی ملو جیسے تم اور مسلمانوں سے ملتے ہو بالکل کسی طرح کا رنج یا کدورت نہ رکھو۔

وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ

اور سمجھ داروں کے لئے ہم اپنے احکام تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنے وعدوں کو توڑ دیں

وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ

اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے اماموں سے لڑیو ان کا کوئی عہد نہیں تاکہ اپنی شرارت سے

يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ

باز آئیں کیا تم ان لوگوں سے بھی نہیں لڑتے جنہوں نے اپنے وعدوں کو توڑا رسول کو نکالنے کا قصد کیا

وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ

اور تم سے ابتدا بھی انہوں نے کی تم کیا ان سے ڈرتے اللہ سے ڈرو تو زیادہ مناسب ہے اگر

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ

ایماندار ہو ان سے خوب لڑو خدا تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا اور انکو ذلیل کریگا اور تم کو

يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ

ان پر فتح دے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کا جوش دور کرے گا اور جس پر چاہے گا

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

رحم کرے گا اللہ جاننے والا بڑا باحکمت ہے

اور سمجھداروں کے لیے ہم اپنے احکام تفصیل سے بیان کرتے ہیں انہیں کو ان سے فائدہ ہوتا ہے اور اگر یہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنے وعدوں کو توڑ دیں اور ان شرائط کو جن پر مدار صلح ہے پورا نہ کریں مثلاً مذمت اسلام نہ کرنے پر اگر صلح ہے تو اُس کا لحاظ نہ کریں اور تمہارے دین اسلام پر لعن طعن شروع کریں نہ بطور تحقیق مذہب بلکہ بطور استہزاء سوالات کریں اور ٹھٹھے اڑائیں تو سب سے پہلے کفر کے اماموں اور فساد کے سرغنوں سے لڑیو اب ان کا کوئی عہد نہیں خوب مارو تاکہ اپنی شرارت سے باز آئیں مسلمانو! تمہیں وعدہ کی پابندی تو ضروری ہے لیکن کیا تم ان لوگوں سے بھی نہیں لڑتے جنہوں نے اپنے وعدوں کو توڑ ڈالا اور اس سے پہلے تمہارے رسول کو وطن مالوف مکہ معظمہ سے نکالنے کا قصد کیا اور تم سے ابتدا بھی انہوں نے ہی کی تھی تم پھر بھی ان کو معاہد سمجھتے ہو یا کیا اُن سے ڈرتے ہو اگر ڈرتے ہو تو بڑے بزدل ہو اللہ سے ڈرو تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کے قبضہ اختیار میں سب کچھ ہے اگر ایمان دار ہو تو ان سے نہ ڈرو بلکہ خدا سے ڈرو اور ان بدعہدوں سے خوب لڑو خدا تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور تم کو اُن پر فتح دے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو اُن کے جوش سے ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کا جوش جو کافروں کی بدعہدیوں سے بھرا ہوا ہے دور کر دے گا اور علاوہ اس کے جس پر چاہے گا رحم کرے گا یعنی جو توبہ کے قابل ہوگا اُس کو توبہ کی توفیق دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کے حال کو جاننے والا بڑا باحکمت ہے کیا تم جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ سے غافل اور سست ہو کر بیٹھ رہے ہو۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا

تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم اسی طرح اور انہی اعمال پر چھوڑے جاؤ گے ابھی تو اللہ نے تم میں سے مجاہدوں کو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶

اور جنہوں نے اللہ اور رسول کے سوا کسی کو اپنا مخلص دوست نہیں بنایا ممتاز نہیں کیا خدا کو تمہارے سب کام معلوم ہیں-

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ

مشرکوں سے ممکن ہی نہیں کہ جس حالت میں اپنے حق میں کفر کے مقر ہوں اللہ کی مسجدوں کی تعمیر کریں

بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ

ان کے تمام اعمال ضائع ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے- اللہ کی

مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَ

مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور خود نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں

لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸ اَجَعَلْتُمْ

اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے پس یہی لوگ ہدایت یابوں سے مل جائیں گے- کیا تم نے

سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی مرمت کرنے کو ان لوگوں کے کاموں کے برابر سمجھ لیا ہے جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہیں-

تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم اسی طرح اور انہی اعمال پر چھوڑے جاؤ گے ابھی تو اللہ نے تم میں سے مجاہدوں کو اور جنہوں نے اللہ اور رسول کے سوا کسی کو اپنا مخلص دوست نہیں بنایا ممتاز بھی نہیں کیا ایسا کہ لوگ دیکھ لیں کہ یہ مخلص ہیں اور یہ منافق پھر ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم اسی حال پر قانع ہو کر اس تمیز سے غافل رہو گے خدا کو تمہارے سب کام معلوم ہیں اسے اپنے علم حاصل کرنے کو اس تمیز کی کوئی ضرورت نہیں جسے تم غلطی سے یہ سمجھے بیٹھے ہو- مشرکوں کو بھی ایک غلط خیال جم رہا ہے کہ ہم مسجد الحرام کی تعمیر اور آبادی کرتے ہیں خدا کے ہاں ہمیں ثواب ملے گا حالانکہ قانون الٰہی میں مشرکوں سے ممکن ہی نہیں کہ جس حالت میں اپنے حق میں کفر کے مقر ہوں اللہ کی مسجدوں کی تعمیر کریں کیونکہ یہ کام خالص موحدوں کا حصہ ہے ان مشرکوں کے تو تمام اعمال ضائع اور بے ہودہ ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے حقیقت میں اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور خود نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے پس یہی لوگ ہدایت یابوں سے مل جائیں گے کیا تم مشرکوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی ظاہری مرمت کو ان لوگوں کے کاموں کے برابر سمجھ لیا ہے جو اللہ پر پچھلے دن پر کامل ایمان رکھتے ہیں-

شان نزول

(وما کان للمشرکین) جنگ بدر کے قیدیوں میں عباس بھی پکڑے آئے تھے- مسلمانوں سے مشرکوں کے قبائح سن کر بولے کہ تم ہمارے قبائح تو بیان کرتے ہو مگر نیکیاں ہماری ذکر نہیں کرتے ہم مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں وغیرہ وغیرہ- انکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی

وَجٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹﴾

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یہ دونوں اللہ کے پاس برابر نہیں ہو سکتے خدا ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ

جن لوگوں نے ایمان لاکر ہجرت کی ہے اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے ہاں ان کے

دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ

لئے بڑے درجے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں خدا کو ان اپنی رحمت اور خوشنودی اور باغوں کی خوشخبری دیتا ہے

وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ان کے لئے دائمی نعمتیں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کے ہاں

عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۲﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ

بہت بڑا اجر ہے۔ مسلمانو اگر تمہارے باپ بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو

اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

پسند کریں تو ان سے بھی خلوص و مودت نہ رکھو جو لوگ تم میں سے ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں گے وہی ظالم ٹھہریں گے

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یہ بڑی غلط رائے ہے یہ دونوں قسم کے لوگ اللہ کے پاس برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ مسجدوں کا بنانا اور آباد کرنا تو اس لیے ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ خدا کی خالص عبادت ان میں کرے گویا عبادت خالص مقصود بالاصل ہے اور تعمیر مساجد بالعرض پس جیسا بالعرض کا بالاصل سے تفاوت ہوتا ہے ویسا ہی اس میں سمجھنا چاہئے بالخصوص اس لحاظ سے کہ بانیان مساجد کفر اور شرک کے مرتکب ہوتے ہوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں موحدوں کو تو ہر طرح سے نور ایمان سے تازگی ہوتی ہے اور جو خدا کے سوا دوسروں سے تعلق دلی لگاتے ہیں ان ظالموں کو خدا ہدایت نہیں کرتا یعنی جو توفیق اعمال خیر ایمانداروں کو عطا ہوتی ہے وہ ان کو نہیں ہوتی اسی لیے تو بار بار کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لا کر بوقت ضرورت ہجرت کی ہے اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے ہاں ان کے لئے بہت بڑے درجے ہیں اور اگر سچ پوچھو تو یہی لوگ کامیاب ہیں خدا ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی اور رہنے کے لئے باغوں کی خوش خبری دیتا ہے ان باغوں میں ان کے لیے دائمی نعمتیں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اس سے خدائی خزانوں میں کمی نہ ہوگی کیونکہ اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے مسلمانو اگر ایسی نعمتوں سے متمتع ہونا چاہتے ہو تو علاوہ نیک اعمال اور ترک کفر کے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ اور بہن بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں تو ان سے بھی خلوص مودت نہ رکھو یعنی مذہبی امور میں ان کی ناراضگی کا خیال نہ کیا کرو۔ دنیاوی امور میں ان سے بے شک سلوک[1] کئے جاؤ ان کی خاطر تواضع بجالاؤ لیکن دین میں ان کی اطاعت اور دوستی نہ رکھو جو لوگ تم میں سے ایسے لوگوں سے دوستی محبت رکھیں گے وہی خدا کے نزدیک ظالم ٹھہریں گے۔

---

[1] صاحبهما فی الدنیا معروفا کی طرف اشارہ ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ
تو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی بند اور بیویاں اور کنبے کے لوگ اور
اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ
تمہارے مال و اسباب جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے خسارہ سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ
اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند ہیں تو صبر کرو جب تک کہ خدا اپنا
بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ
حکم بھیجے اور اللہ بدکاروں کو توفیق خیر نہیں دیا کرتا۔ خدا نے تم کو کئی ایک مواقع میں مدد دی
كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ
خاص کر حنین کے روز مدد پہنچائی جب تم اپنی کثرت سے مغرور ہوگئے تھے تو تمہاری وہ کثرت کسی کام نہ آئی
عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو رہی تھی پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ نکلے۔ بعد ازاں خدا نے اپنے
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
رسول پر اور مومنوں پر تسلی نازل کی

ع ۸

تو اے نبی ان مسلمانوں سے کہہ دے کہ اگر تمہارے ماں باپ اور بیٹے بیٹیاں اور بھائی بند اور بیوئیں اور کنبے اور برادری کے لوگ اور مال واسباب جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت اور کاروبار جس کے خسارہ سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو رہنے کے لئے تم پسند کرتے ہو یہ سب کچھ تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند اور مرغوب ہیں تو خیر صبر کرو جب تک کہ خدا تمہاری ہلاکت کے لیے اپنا حکم بھیجے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ایسے بدکاروں کو توفیق خیر نہیں دیا کرتا جو ہمیشہ اسی دنیا کے دھندوں میں ہی رہ کر مرجاتے ایسے ہی لوگوں کے حق میں مولوی روم فرماتے ہیں ؎

اہل دنیا کافران مطلق اند — روز وشب و رزق زق ودر بق بق اند

مسلمانو خدا نے تم کو کئی ایک مواقع میں مدد دی اور بالخصوص جنگ حنین کے روز مدد دی جو واقعی قدرت خدائی کا ایک کرشمہ تھا جب تم اپنی کثرت پر مغرور تھے اور یہ سمجھے تھے کہ آج ضرور ہی ہماری فتح ہے اور کسی قدر خدا کی طرف سے بے نیاز ہوئے تو تمہاری وہ کثرت کسی کام نہ آئی تم ایسے مضطرب ہوئے کہ الامان اور زمین باوجود فراخ ہونے کے تم پر تنگ ہو رہی تھی پھر تم پیٹھ دے کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے بعد ازاں خدا نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسلی نازل کی اور ان کی گھبراہٹوں کو دور کیا۔

شان نزول

(لقد نصر کم اللہ) جنگ حنین میں صحابہ بارہ ہزار کی تعداد میں تھے اسی کثرت تعداد نے ان کو طبعی طور پر توکل سے کسی قدر غافل کر دیا تو بجائے فتح کے ابتداً شکست ہوگئی آخر کار خدا کے فضل سے پھر فتح ہوئی چنانچہ حاشیہ بضمن جنگ ہذا بیان ہوا ہے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶

اور ایک فوج اتاری جن کو تم نے نہیں دیکھا اور جو لوگ کافر تھے ان کو عذاب دیا اور کافروں کی سزا یہی ہے

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

اس سے بعد بھی جس کو چاہے گا توبہ نصیب کرے گا اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

مسلمانو مشرک نرے گندے ہیں پس وہ اس سال سے پیچھے مسجد الحرام کے پاس بھی

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ

نہ آئیں اور اگر تم تنگی سے ڈرو اور اللہ اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کو غنی کردے گا بیشک

اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۸ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ

اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے- جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان نہیں رکھتے

الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ

اور نہ ہی اللہ اور رسول کی محرمات کو حرام جانتے ہیں اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۲۹ ع

یعنی اہل کتاب ان سے لڑو جب تک وہ ذلیل ہو کر جزیہ دینا منظور نہ کریں

اور ایک فوج ملائکہ کی اتاری جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی سزا یہی ہے- اس سے بعد جس کو چاہے گا توبہ نصیب کرے گا اور معاف کردے گا- کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے- مسلمانو تم ان مشرکوں سے دوستی چاہتے ہو اور باوجود ان کی رسوم کفریہ کے ان سے محبت لگاتے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مشرک نرے گندے ہیں ان کے عقائد بد ان کے خیالات فاسد جن کا نتیجہ بھی خدا کے نزدیک کاسد ہے پس ان سے کہہ دو کہ اس سال بعد کعبہ شریف کی مسجد الحرام کے پاس بھی نہ آئیں اور اگر تم مسلمان بوجہ قطع ہو جانے تجارتی تعلقات کے تنگی سے ڈرو تو سنو سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے وہ اگر چاہے گا تو محض اپنے فضل سے تم کو غنی کردے گا بیشک اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے اتنے ہی سے کیا ہوتا ہے! ابھی تو اس سے زیادہ تم کو کرنا ہے سنو! جو لوگ اللہ پر پچھلے دن یعنی دوسری زندگی پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی اللہ اور رسول کی محرمات بتلائی ہوئی اشیاء کو حرام جانتے ہیں دین حق کو تسلیم کرتے ہیں یعنی مشرک اور اہل کتاب ان سے اگر ضرورت پڑے اور صلح اور امن سے اطاعت نہ کریں زیر فرمان نہ رہیں تو خوب لڑو جب تک وہ ذلیل ہو کر جزیہ (انکم ٹکس) دینا منظور کریں یعنی محکوم رعیت بنیں تم دیکھتے نہیں یہ لوگ کیسے کیسے ظلم کرتے ہیں

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ

اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ تو

قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ

صرف ان کے منہ کی باتیں ہیں پہلے کافروں کی سی باتیں کہہ رہے ہیں انہیں خدا کی

اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

مار کہاں کو الٹے جاتے ہیں انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں اور مسیح ابن مریم

وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ

کو اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے حالانکہ حکم صرف یہی تھا کہ اکیلے معبود کی، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، عبادت کریں

سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ

وہ ان کے شرک سے پاک ہے یہ لوگ اللہ کے نور کو صرف مونہوں کو پھونکوں سے مٹانا چاہتے ہیں

يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲

اور خدا کو اس کے سوا کوئی بات منظور نہیں کہ اپنے نور کو پورا کرے اگرچہ کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے

اور تو اور اس یہودی قوم کو دیکھو کہ باوجود لکھے پڑھے ہونے کے کیا کہتے ہیں کہ حضرت عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور یہ جنٹلمین اور مہذب عیسائی قوم جو اپنی تحقیقات علمیہ کے زعم میں صفحہ ہستی پر کسی قوم کو نظر میں ہی نہیں لاتے ان کی بودی عقل بھی یہی فتویٰ دیتی ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اللہ کا بیٹا ہے کیسا بیٹا تھا جیسا آدمی کا بیٹا ہوتا ہے یعنی حقیقی[1] بیٹا نہ کہ مجازی کوئی ان کے پاس ثبوت بھی ہے کچھ نہیں یہ تو صرف ان کے منہ کی باتیں ہیں دلیل لائیں تو اس پر غور بھی کیا جائے یوں معلوم ہو کہ اپنے سے پہلے کافروں کی سی جو اس مسئلہ کے موجد ہیں باتیں کہہ رہے ہیں انہیں خدا کی مار ہو نفس کے پیچھے پڑ کر کہاں کو الٹے جاتے ہیں۔ بڑی دلیل یہ ہے کہ ہمارے لاٹ پادری اور پوپ صاحب یہ فرماتے ہیں ایسے مسائل میں دستور تو یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کا صریح مفہوم ہونا چاہیے نہ کہ منہ کی باتیں ایسا کرنا گویا اس شخص کی عبادت کرنے کے برابر ہے سو انہوں نے بھی اپنے پادریوں اور درویشوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے علاوہ معبود اور رب بنا رکھا ہے پادریوں اور درویشوں کو تو ان معنی سے کہ ان کی باتیں بلا دلیل مانتے ہیں اور کتاب اللہ سے دلیل ان کے قول پر نہیں پوچھتے جو ان پر واجب ہے اور مسیح ابن مریم کو ان معنی سے کہ اس کو خدا کا بیٹا اور تثلیث کا ایک جزو مانتے ہیں حالانکہ ان کو صرف یہی حکم تھا کہ اکیلے معبود کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں عبادت کریں اور اس کے سوا اور کسی کی نہ کریں۔ وہ حقیقی معبود ان کے شرک اور بے ہودہ گوئی سے پاک ہے مگر یہ لوگ چکنی چپڑی تقریروں اور دولت کے زور سے اللہ کے نور کو صرف مونہوں کی پھونکوں سے مٹانا چاہتے ہیں ہمیشہ اس کوشش میں ہیں کہ اللہ کا نور یعنی صحیح خیالات و عقائد حقہ پر ان کی باطل اور لغو تعلیم کے مقابلہ میں دب جائیں اور خدا کو اس کے سوا کوئی بات منظور نہیں کہ اپنے نور کو پورا کرے اگرچہ کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے

---

[1] دیکھو مفتاح الاسرار مفصل بحث سورہ آل عمران کی ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ کے حاشیہ کے تحت دیکھو۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ تمام دینوں پر اسے غالب کرے

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ

گو مشرک ناخوش ہوں۔ مسلمانو بہت سے پادری اور درویش ناحق

لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ

لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے

یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

ہیں اور اسی کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب

اَلِیْمٍ ﴿۳۴﴾ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ

کی خبر سنا جس روز سونے چاندی کو جہنم میں گرم کرکے ان کے ماتھے اور پہلو

وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ

اور کمریں داغی جائیں گی یہی تو ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا اپنے خزانہ کا مزہ چکھو اللہ کے

عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اللہ کی لکھت میں اسی دن سے جس نے آسمانوں اور زمینوں

الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ

کو پیدا کیا ان میں سے چار حرام کئے ہیں

اسی نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت کامل اور سچا دین دے کر بھیجا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام دینوں پر اسے غالب کرے گا گو مشرک ناخوش ہوں۔ مسلمانو ان فرشتہ صورت ابلیس سیرت عیسائیوں سے بچے رہنا اور ان اہل کتاب کے بہت سے پادری اور درویش صورت مشائخ جو مشن سے تعلق ملازمت نہیں رکھتے اور یورپ اور انگلینڈ میں بود باش رکھتے ہیں ناحق لوگوں کا مال کھاتے ہیں کسی کو تعویذوں کے جال میں پھنساتے ہیں کسی کو غلط مسائل بتا کر لوٹتے ہیں غرض مال بھی ان کا کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے بھی روکتے ہیں جس سے مطلب بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ مال و دولت بھی جمع ہو غرض مختصر یہ کہ ان کی کل کاروائی اسی اصول پر مبنی ہے ؎

ایں ہمہ از پئے آنست کہ زر میخواہد

حالانکہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں مناسب موقع پر خرچ نہیں کرتے ان کو ندامت اور حسرت کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا سو تو بھی اے نبی ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا وہ کب اور کس روز ہوگا؟ جس روز ان کے اندوختہ سونے چاندی کو جہنم میں گرم کرکے ان کے ماتھے اور پہلو اور کمریں داغی جائینگی اور حکم ہوگا کہ یہی تو ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا پس آج اپنے خزانہ اندوختہ کا مزہ چکھو اور عیش اڑاؤ۔ مسلمانو جہاد کے حکم سے یہ مطلب نہ سمجھنا کہ ہر وقت اور ہر حال میں تم کو لڑنا بھڑنا واجب ہے نہیں سنو اللہ کے ہاں سال بھر کے مہینوں کی تعداد بارہ ہیں یہ معاملہ اللہ کی لکھت میں اسی دن سے ہے جس روز خدا نے آسمان اور زمینوں کو پیدا کیا ان بارہ میں سے چار مہینے حرام کے ہیں یعنی ان میں کفار پر حملہ کرنا جائز نہیں۔

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۥ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً

یہی طریق مستحکم ہے پس تم ان میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کیا کرو اور مشرک جیسے تم سب سے

كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ

لڑتے ہیں تم بھی ان سب سے لڑو اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کا ساتھی ہے مہینوں کا ہیر پھیر کر دینا

فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا

کفر میں ترقی ہے جس کے سبب سے کافر لوگ زیادہ گمراہ کرتے ہیں ایک سال ایک مہینے کو حلال سمجھتے ہیں

لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ

اور دوسرے سال اسی مہینے کو حرام سمجھ لیتے ہیں تاکہ جتنے مہینوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کی تعداد پوری کر کے اللہ کی محرمات کو حلال بنائیں

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ع

برے کام ان کو بھلے لگتے ہیں اور خدا کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

یہی طریق شریعت میں مستحکم چلا آیا ہے پس تم بھی ان میں اپنے نفسوں پر ظلم زیادتی نہ کیا کرنا اور اگر مشرک ابتداء کریں تو جیسے وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور ہر ایک مسلمان کو صرف بوجہ مسلمان نہ ہونے کے تنگ کرتے ہیں تم بھی ان سب سے لڑیو جو تمہارے سامنے آئیں ان کی گردنیں اڑانا اور دل سے جان رکھو کہ زیادتی سے بچنے والے پرہیزگاروں کا اللہ ساتھی ہے۔ ہاں مطلب براری کے لئے مہینوں کی تقدیم و تاخیر بھی نہ کرنے لگ جانا جیسا کہ عرب کے مشرکوں میں بدرسم ہے کیونکہ اپنی اغراض کے لئے مہینوں کا ہیر پھیر کر دینا ایک قسم کی ان کی کفر میں ترقی ہے جس کے سبب سے کافر لوگ زیادہ گمراہ ہوتے ہیں اور راہ ہدایت سے دور بھٹکتے ہیں۔ ایک سال ایک مہینہ کو حلال سمجھتے ہیں اور سب وہ کام کر گذرتے ہیں جو دوسرے حلال مہینوں میں کیا کرتے ہیں اور دوسرے سال اسی مہینے کو حرام سمجھ لیتے ہیں اور سب احکام حرمت کے اس پر مرتب کرتے ہیں تاکہ جتنے مہینوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کی تعداد پوری کر کے اللہ کی محرمات کو حلال بنائیں اور خوب مزے سے جب کبھی لڑائی کا موقع پاتے ہیں لڑتے ہیں اور اس کے بدلہ دوسرے مہینے کو حرام بنا لیتے ہیں یہ سب خود غرضیوں کے برے کام ان کو بھلے معلوم ہوں اس لیے کہ انسانی طبیعت کا تقاضا ہی ہے کہ جس کام کو کرنا چاہے کیسا ہی برا کیوں نہ ہو اپنی طرف سے خواہ مخواہ اس میں ایجاد کر کے بھی حسن نکال لیتا ہے اور خدا کے ہاں بھی قاعدہ ہے کہ وہ کافروں اور گردن کشوں کی قوم کو ہدایت نہیں کیا کرتا یعنی ان کو ان کی بھلائی کی تمیز نہیں دیتا یہ کوئی انہی سے مخصوص نہیں جو کوئی اللہ کے حکموں سے سرتابی کرتا رہے ایک وقت اس پر ایسا آتا ہے کہ اس کو ہدایت کی راہ نہیں سوجھتی۔

شان نزول

(انما النسیءُ زیادۃ فی الکفر) مشرکین عرب کے پے در پے حرام کے تین مہینوں (ذی قعدہ۔ذی الحجہ۔محرم) کی بندش تکلیف دہ ہوتی کیونکہ ان کی جنگجو طبیعتوں کو نچلا بیٹھنا کب گوارا ہو سکتا تھا؟ اس لیے وہ یہ تاویل کرتے کہ محرم یا کسی درمیانی مہینے کی حرمت کو دوسرے مہینے پر ڈال دیتے اور جو کام بندش وغیرہ سے رکے ہوتے وہ کر گذرتے ان کی مذمت کو یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ

مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے

اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

چمٹ جاتے ہو کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟ دنیا کی زندگی آخرت کے

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ

مقابلہ میں ہیچ ہے۔ اگر تم نہ نکلے تو خدا تم کو دکھ کی مار دے گا اور تمہارے بدلے دوسری

قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

کوئی قوم پیدا کردے گا اور تم اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ سب کاموں پر قدرت تام رکھتا ہے

اس لئے تم سے بار بار کہا جاتا ہے کہ مسلمانو خدا کے حکم کی دل وجان سے اطاعت کیا کرو تمہیں کیا ہو گیا؟ کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑنے کو نکلو تو تم ایسے بزدل ہو جاتے ہو کہ تمہارا ہلنا ہی ؎

قطب از جائے جنبد اگر جنبد جہاں جنند

کا مصداق ہو جاتا ہے کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو اور اسی پر قانع ہو گئے ہو اگر تمہارا ایسا ہی خیال ہے تو سخت زیان کار ہو کیونکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ہیچ ہے جس کا اندازہ لگانا اور کسی قسم کی نسبت ان میں بتلانا ہی فضول ہے سنو اگر تم بوقت ضرورت میدان جنگ میں نہ نکلے تو تم کو دکھ کی مار دے گا اور تمہارے بدلے کوئی دوسری قوم اپنے دین کی تائید کے لئے پیدا کرے گا جو تمہاری[1] طرح نالائق نہ ہوں گے اور تم اس غفلت اور سستی میں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بلکہ جو بگاڑو گے اپنا ہی بگاڑو گے اور اس لیے تم عاجز ہو اور اللہ اپنے سب کاموں پر قدرت تام رکھتا ہے، اصل پوچھو تو تمہاری مدد اور نصرت سے ہوتا ہی کیا ہے یہ تو تمہاری ہی سعادت ہے کہ خدا تم سے اپنے دین کی کچھ خدمت لے لے کیا تم نے شیخ سعدی مرحوم کا قول نہیں سنا

منت منہ کی خدمت سلطان ہمے کنی منت ازو بداں کہ بخدمت گزاشتت

شان نزول

(یا ایھا الذین امنو) اسلام نے جس قسم کی حکومت قائم کی تھی اس کے مطابق یہ ضروری تھا کہ ہر مسلمان ہر وقت شمشیر بکف رہے کیونکہ کوئی باقاعدہ فوج کی تعداد اتنی نہ ہوتی تھی کہ دشمن کے مقابلہ کو کافی ہو سکے بلکہ جس وقت ضرورت ہوتی امیر المومنین کی طرف سے ایک منادی پھر جاتا کہ جنگ کو تیار ہو جاؤ چونکہ اس قسم کی حکومت کا نباہ اجتماع کے بغیر ممکن نہ تھا اس لیے اس امر کی تائید کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی راقم کہتا ہے کہ اسلامی دنیا میں اسلامی حکومت کی طرز پر اس وقت کوئی سلطنت موجود نہیں۔ بجز امریکہ کے مگر ان میں بھی یہ کمی ہے کہ پانچ برس کے بعد پریذیڈنٹ کو معزول کر دیتے ہیں جو اسلام سے ہی مخالف نہیں بلکہ ملک کی ترقی میں بھی سد راہ ہے ہاں اگر نالائق ہو تو اسکو علیحدہ کر دینا اور بات ہے

[1] ثم لا یکونوا امثالکم کی طرف اشارہ ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ
اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو خدا نے اس کی مدد کی تھی جب کافروں نے اس کو صرف ایک آدمی کے ساتھ نکال دیا تھا

هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
کہ جب دونوں وہ غار میں تھے جس وقت وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کچھ فکر مت کر خدا ہمارے ساتھ ہے پس اللہ

سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
نے اس پر اپنی تسلی نازل کی اور ایک ایسی فوج جس کو تم نے نہ دیکھا بھیج کر رسول کی مدد کی اور کافروں کا

السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنْفِرُوْا خِفَافًا
بول پست کردیا اور اللہ کا بول تو ہمیشہ بالا ہے اور اللہ سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ ہلکے پھلکے اور بوجھل

وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
بھاری نکلو اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ
اگر تم کو علم ہے۔ اگر فائدہ سر دست ہوتا اور سفر متوسط ہوتا تو فورا تیرے پیچھے ہو لیتے

لٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ
لیکن مسافت ان پر شاق ہو رہی ہے اور اللہ کے نام کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے

ورنہ اگر تم رسول کی اور دین اسلام کی مدد نہ کرو گے تو کیا بگڑ جائے گا خدا نے اس کو ایسے بے سروسامانی کے وقت میں مدد کی تھی کہ کوئی کیا کرے گا جب کافروں نے اس کو ایسے حال میں کہ تمام ملک مخالف تھا صرف ایک آدمی کے ساتھ مکہ سے نکال دیا تھا یعنی وہ وقت تھا کہ جب وہ دونوں غار ثور میں مکہ مکرمہ سے باہر تھے جس وقت وہ پیغمبر اپنے ساتھی ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تقاضائے بشریت دیکھ کر اس کو کہہ رہا تھا کہ فکر مت کر کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے جس نے ہمیں گھروں سے نکلنے کا ارشاد فرمایا وہ ہم کو کافروں کے ہاتھوں ضائع نہ کرے گا پس اتنے کہنے کی دیر تھی کہ اللہ نے اپنی طرف سے تسلی اس کے صدیق پر نازل کی اور ایسی فوج غائبانہ جس کو تم نے نہ دیکھا' بھیج کر رسول کی مدد کی اور کافروں کا بول پست کر دیا اور اللہ کا بول تو ہمیشہ بالا ہے کیونکہ اس کے مقابل ہو تو کون ہو سب مخلوق عاجز ہے اور اللہ سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے گو وہ سب کچھ اکیلا ہی کر سکتا ہے مگر وہ تمہیں سعادت سے بہرہ اندوز کرنے کو حکم دیتا ہے کہ ہلکے پھلکے اور بوجھل بھاری یعنی پورے مسلح ہو تو یا پورے نہ بھی ہو تو بھی غرض بہر حال نکلو اور اللہ کی راہ میں جان مال سے جہاد کرو یہ تعمیل ارشاد تمہارے لئے سب کاموں سے بہتر ہے اگر تم کو زمانہ کے واقعات کا علم ہے تو سمجھو اور حسب موقع مناسب لوح قلم برتو۔ کیونکہ دنیا میں وہی قوم عزت پاتی ہے جو اپنے دشمنوں کی ایذائیں اور تکلیفیں لوح کے ٹھہرے قلم سے دور کرتے ہیں مگر بعض ضعیف القلب اتنا سن سنا کر بھی تیرے ساتھ نہیں ہوتے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر ان کو فائدہ سر دست ہوتا اور سفر بھی متوسط یعنی موجب تکلیف نہ ہوتا تو فورا تیرے پیچھے ہو لیتے لیکن چونکہ اس جنگ حنین کی مسافت اور ان پر بوجہ دوری کے شاق رہی ہے اسی لیے جی چراتے ہیں اور اگر ان سے پوچھو گے تو صاف اللہ کے نام کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے

واللہ باللہ ثم تاللہ

يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ

اور اپنے حق میں تباہی لائیں گے اللہ تو جانتا ہی ہے وہ کذاب فریبی ہیں خدا تجھے معاف کرے کیوں تو نے

لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ لَا يَسْتَاْذِنُكَ

ان کو اذن دیا جب تک کہ راست گو تجھے معلوم ہو جاتے اور جھوٹوں کو بھی تو جان لیتا ہے جو لوگ

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ

اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کرنے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ

سے ہٹ رہنے میں تجھ سے کبھی اذن نہ مانگیں گے اور اللہ متقیوں کو جانتا ہے جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان نہیں

قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً

رکھتے اور ان کے دل متردد ہونے کی وجہ سے وہ خود بھی اپنے شبہات میں حیران ہیں ایسے لوگ تجھ سے اذن چاہتے ہیں۔ اگر ان کا لڑائی کے لئے نکلنے کا

وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝

خیال ہوتا تو اسکی تیاری بھی کرتے لیکن خدا کو ان کا ہلنا بھی پسند نہیں پس ان کو سست کر دیا اور ان کو کہا گیا کہ بیٹھنے والوں میں مل کر بیٹھے رہو

ہم میں طاقت نہیں نہ اسباب مہیا ہیں بلکہ ہم لڑنا بھی نہیں جانتے۔ ان قسموں سے اور اپنے حق میں تباہی لائیں گے کیونکہ اس سے نہ تو مسلمانوں کو یقین ہوتا ہے اور اللہ تو جانتا ہی ہے کہ وہ کذاب اور فریبی ہیں۔ اصل میں تو یہ لوگ دین کے دشمن ہیں مگر ظاہری وضعداری ان کو ایسی صریح دشمنی سے مانع ہوتی ہے اس لیے اگر کوئی عداوت کا بھی موقع ہوتا ہے تو کسی نہ کسی آڑ میں کرتے ہیں مثلاً موقع جہاد سے پیچھے رہنے کو تجھ سے (اے نبی) رخصت اور اجازت مانگ لیتے ہیں تو بھی چونکہ غیب دان نہیں ان کے داؤ میں آجاتا ہے ایسے سہو اور زلات خدا تجھے معاف کرے آئندہ کو ایسی بھولی بھالی باتوں میں نہ پھنسنا کیوں تو نے ان کو اذن دیا تھا کیوں خاموش نہ رہا جب تک کہ ان میں سے راست گو یعنی جو واقعی معذور تجھے معلوم ہو جاتے اور جھوٹوں کو بھی تو جان لیتا۔ سنو جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن کی زندگی پر ایمان کامل رکھتے ہیں وہ لوگ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے ہٹ رہنے میں تجھ سے کبھی اذن نہ مانگیں گے جیسی ان منافقوں کی عادت ہے یہ سب کچھ انتظام عالم کے طور پر تیری آگاہی کے لئے ہے تاکہ تو انکے حال سے مطلع ہو اور اللہ تو متقیوں اور غیر متقیوں سب کو جانتا ہے ایسا کہ کوئی بھی اس سے پوشیدہ نہیں جب ہی تو وہ تجھ کو بتلاتا ہے کہ جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل متردد ہونے کی وجہ سے وہ خود بھی اپنے شبہات میں حیران ہیں ایسے ہی لوگ پیچھے رہنے میں تجھ سے اذن چاہتے ہیں اور بہانے بناتے ہیں کہ ہم نے تیاری نہیں کی تھی اگر ان کو لڑائی کے لئے نکلنے کا خیال ہوتا تو اس کی تیاری بھی کرتے لیکن ان کی بداعمالی سے خدا نے ان سے توفیق ہی مسدود کر دی اور ان کا ایک جگہ سے ہلنا بھی پسند نہیں کیا تو ان کو سست کر دیا اور ان کو ایسی سوجھی گویا ان سے کہا گیا کہ پیچھے بیٹھنے والوں یعنی کوڑھی وغیرہ معذوروں سے ملکر بیٹھے رہو۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ

اگر یہ مل کر تم میں چلتے تو بھی تم کو نقصان ہی پہنچاتے اور تم میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے اور ان کے

الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا

جاسوس تم میں موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے پہلے بھی فتنہ

الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ

اٹھا چکے ہیں اور تیرے سامنے کئی باتیں الٹ پلٹ کرتے رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آ پہنچا اور ان کی ناخوشی ہی میں

كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ

اللہ کا حکم ظاہر ہو گیا بعض ان لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے اجازت دیجئے اور مجھ کو مصیبت میں نہ ڈالئے سنو وہ خود مصیبت میں ہیں

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ

اور جہنم کل کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اگر تجھ کو بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تجھے

مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾

کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو پہلے ہی الگ ہو بیٹھے تھے اور خوشی خوشی لوٹ جاتے ہیں

حق یہ ہے کہ اگر یہ خبیث تم میں مل کر چلتے ہیں تو بھی تم کو نقصان ہی پہنچاتے اور تم میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے کہ کسی طرح ان میں پھوٹ پڑے اور ان کا جتھا ٹوٹے اور ابھی تک ان کے فرستادہ جاسوس تم میں موجود ہیں جو تمہاری مجلس میں صرف انہی کی خاطر باتیں سنتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے خوب ہی سزا دے گا یہ تو ایسے شریر ہیں کہ پہلے بھی کئی دفعہ فتنہ عظیم اٹھا چکے ہیں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کر چکے ہیں اور تیرے سامنے کئی باتیں الٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں اور دل میں مخالفت چھپا کر بظاہر دوستی کا دم بھرتے رہے اور لوگوں کو ہیر و پھیر بتلا رہے ہیں یہاں تک کہ خدا کی مدد سے سچا وعدہ آ پہنچا اور مسلمانوں کی فتح ہوئی اور ان کی ناخوشی ہی میں اللہ کا حکم ظاہر ہو گیا بعض ان دورخے لوگوں میں ایسے بھلے مانس بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے پیچھے رہ جانے کی اجازت دیجیے اور مجھ کو جنگ کی مصیبت نہ ڈالیے۔ مسلمانو سنو وہ خود مصیبت میں پڑے ہیں ایسے جنگ کی تکلیف سے رہائی ہو بھی جاتی اور ہوتی بھی تو باعزاز واکرام ہوتی مگر جس مصیبت میں وہ گرے ہیں اس کا نام جہنم ہے اور جہنم کل کافروں کو ایسے گھیرے ہوئے ہے کہ ایک بھی اس میں سے نکل کر باہر نہیں آسکتا یہ ایسے شریر ہیں کہ تجھ سے ان کو اس درجہ عداوت ہے کہ اگر تجھ کو خدا کی مہربانی سے کچھ بھلائی پہنچی ہے تو ان کو بری لگتی ہے کہ ہائے ان کو یہ فائدہ کیوں پہنچا اور اگر منشائے الٰہی تجھے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنی دانائی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میاں کسی بھلے آدمی کی تو سنتے نہیں ہماری مانتے تو یہ تکلیف ہی کیوں ہوتی۔ ہم تو اسی لیے پہلے ہی سے الگ تھلگ ہو بیٹھے تھے شیخی بھگارتے جاتے ہیں اور خوشی خوشی مجلس سے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور جا کر آپس میں خوب بغلیں بجاتے ہیں۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

تو کہہ کہ جو کچھ خدا نے ہمارے حق میں مقرر کیا ہے وہی پہنچے گا وہ ہمارا مالک ہے اور ایماندار اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ

بھروسہ رکھیں۔ تو کہہ کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو اور ہم

نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا

تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا اپنے ہاں سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہاتھوں سے تمہاری گت

اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ

بنوا دے پس تم انتظاری میں لگے رہو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں تو کہہ کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے ہرگز تم سے قبول نہ ہوگا

اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ

کیونکہ تم بدکاروں کی منڈلی ہو۔ اور ان کی خیرات قبول نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے

اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ

کہ یہ لوگ اللہ اور رسول سے منکر ہیں

اور تو اے نبی ان سے کہہ کہ جو کچھ خدا نے ہمارے حق میں مقدر کیا ہے وہی ہم کو پہنچے گا اچھا ہو یا برا ؎

ہرچہ رضائے مولی ازہمہ اولی

وہ ہمارا مالک ہے جس حال میں چاہے رکھے اور ہمیں اس کا حکم ہے کہ ایماندار اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں سو ہم ایسا ہی کرتے ہیں اس کرنے پر یہ لوگ تیری تکلیف پر راضی ہوں تو تو ان سے کہہ کہ جنگ کی صورت میں ہم دونوں طرح سے راضی ہیں فتح ہو تو قومی اعزاز ہے شہادت ہو تو شخصی اکرام غرض ؎

گر لیا مار تو بن آئی اور گئے مارے شہادت پائی

پس تم جو ہماری تکلیف اور شہادت کے منتظر ہو سو در حقیقت تم اصل میں ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو کیونکہ ہم تو مرنے کو اپنے حق میں جینے کے برابر بلکہ جینے سے بھی اچھا جانتے ہیں کیا تم نے مولوی روم کا قول بھی نہیں سنا

ناں اگر تو مید ہی نانت دہند جان اگر تو مید ہی جانت دہند

سو تم اسی انتظار میں رہو ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا اپنے ہاں سے بغیر واسطہ ہمارے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہی ہاتھوں سے تمہاری گت بنوا دے غرض جو اس کی مشیت اور تقدیر میں تمہارے لیے مقرر اور مناسب ہو وہ ہو اس میں تو شک نہیں کہ تم ہدایت سے بے نصیب ہو پس تم اپنے مدعا کی انتظاری میں لگے رہو ہم بھی تمہارے ساتھ اپنے مدعا کے منتظر ہیں دیدہ باید فتح اور کامیابی کسی کو ہوتی ہے لیکن یاد رکھو کہ **والعاقبة للمتقين** تو ان سے کہہ کہ تمہاری حالت خدا کو معلوم ہے تمہارا اخلاص کسی سے مخفی نہیں پس تم خوشی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو یا ناخوشی سے ہرگز تم سے قبول نہ ہوگا کیونکہ تم بدکاروں کی منڈلی اور چنڈال چوکڑی ہو تمہاری نیت کی اصلاح جب تک نہ ہوگی قبولیت بھی نہ ہوگی یہی وجہ ہے کہ بے دینوں کی خیرات قبول نہیں ہوتی اور ان کی خیرات قبول نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ اور رسول سے منکر ہیں اس لیے جو کچھ دیتے ہیں محض دکھاوے کا ہوتا ہے۔

وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۞

اور نماز جب پڑھتے ہیں تو سست ہو کر پڑھتے ہیں اور جو خرچتے ہیں بد دلی سے خرچتے ہیں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي

پس تو ان کے مال اور اولاد سے حیران نہ ہو خدا کو یہی منظور ہے کہ ان کو اس مال اور اولاد کی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۞ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ

وجہ سے دنیا میں عذاب کردے اور ان کی روحیں کفر کی حالت میں نکلیں اور اللہ کی قسمیں بھی کھاتے ہیں

لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۞ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ

کہ دل سے تمہارے ساتھ ہیں حالانکہ وہ تم سے نہیں۔ بلکہ وہ ڈرتے ہیں اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ

مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۞ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي

مل جاتی یا کوئی غار یا چھپنے کی جگہ پاتے تو اس کی طرف بھاگ جاتے اور بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں

اور نماز جیسا پاک فعل جو دل کی توجہ تام سے ہونا چاہیے لوگ جب پڑھتے ہیں تو سست اور دل سے غافل ہو کر پڑھتے ہیں نہ کلمات طیبات کے معانی سوچتے ہیں نہ رب العالمین کے جواب[1] پر جو ہر لفظ کی اجابت پر ملتا ہے غور کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں جو خرچتے ہیں بد دلی سے خرچتے ہیں اس لیے قبولیت بھی نہیں پاتا پس جب خدا کے نزدیک ان کی عزت اور توقیر ہے کہ ان کے صدقات اور عبادات بھی قبول نہیں ہوتے تو تو ان کے مال اور اولاد کی کثرت سے حیران نہ ہو خدا کو یہی منظور ہے کہ ان کو اس مال اور اولاد کی وجہ سے دنیا میں بھی عذاب دے ہر وقت مال اور اولاد کی فکر میں ہی ڈوبے رہتے ہیں کبھی کوئی نقصان ہے کبھی کوئی کبھی بیٹے کی وجہ سے تکلیف میں ہیں تو کبھی داماد کی طرف سے یہاں تک کہ ان کی اجل آپہنچے اور ان کی روحیں کفر کی حالت میں ان کے جسموں سے نکلیں۔ ظالم ایسے مکار ہیں کہ تمہاری مخالفت پر گویا تلے بیٹھے ہیں اور اللہ کی قسمیں بھی کھاتے ہیں کہ دل سے تمہارے ساتھ ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ محض اپنی کمزور طبیعت کی وجہ سے ڈرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے ساتھی نہ بنیں گے تو تکلیف پہنچے گی اور مسلمان یا مسلمانوں پر حملہ آور کفار ہی ہم کو پیس ڈالیں گے ورنہ اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی یا کسی پہاڑ میں کوئی غار یا کہیں چھپ کر بیٹھنے کی جگہ پاتے تو فوراً اس طرف بھاگ جاتے اب جو تمہارے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں تو صرف اسی لیے کہ ان کو کوئی جگہ اپنی زبان درازی کرنے کی نہیں ملتی اس لئے جلے بھنے منہ سے کلمہ پڑھتے ہیں اور کبھی کبھی دل کے بخار بھی نکال لیتے ہیں بعض لوگ ان میں سے ایسے تیرے عیب جو ہیں

شان نزول (ومنهم من يلمزك) آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ کچھ تقسیم کی تو چونکہ اس میں رموز مملکت خویش خسروان دانند کی حکمت ملحوظ تھی۔ بعض کم فہموں منافقوں کی سمجھ میں نہ آئی تو اعتراض کرنے لگے کہ اعدل يا محمد (اے محمد مساوی تقسیم کر) آپ نے فرمایا اگر میں عدل نہیں کرتا تو کون کرتا ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

[1] حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ الحمد لله رب العالمين کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی ہے جب الرحمن الرحيم کہتا ہے، تو خدا فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی ہے اور جب اهدنا کہتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ جو کچھ میرے بندہ نے طلب کیا ہے میں اس کو دونگا غرض ہر لفظ پر رب العالمين جواب دیتا ہے صوفیا کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ سورہ فاتحہ کے کلمات طیبات کو ایسی توجہ سے پڑھنا کہ ہر ایک لفظ پر رب العالمین کے جواب کو گویا سنتا ہے صفائی قلب کے لئے اعلیٰ درجہ کا عمل ہے۔

الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝

کہ صدقات کی تقسیم کرنے میں تجھ پر طعن کرتے ہیں اگر ان کو کچھ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو فوراً بگڑ بیٹھتے ہیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا

اور اگر یہ لوگ اللہ اور رسول کے دیے ہوئے پر راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ کو کافی ہے بہت جلد

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ

اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہم کو دیں گے بیشک ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔ صدقات کا مال صرف

لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي

فقیروں اور محتاجوں کے لئے ہے اور ان کے لئے جو اس پر مقرر ہیں اور نیز ان کے لئے جن کے دلوں کو مانوس رکھنا ہو

الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور غلاموں کی آزادی میں اور قرضداروں کے لئے ہے اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کے لئے یہ حقوق اللہ کے ٹھہرائے ہوئے ہیں اور

حَكِيْمٌ ۝ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ

اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ اللہ کے نبی کو ایذا دیتے ہیں

کہ جب اپنی عیب جوئی میں نامراد رہتے ہیں تو صدقات کی تقسیم کرنے میں تجھ پر طعن کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں تیری تقسیم جو اصل ایمانداری سے ہوتی ہے غلط ہے وہ اس مال کا مستحق اپنے آپ کو زیادہ جانتے ہیں پھر اگر ان کو بھی کچھ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو فوراً ناراض ہو کر بگڑ بیٹھتے ہیں کیونکہ مال کے غلام عبدالدرھم ہیں اور اگر یہ لوگ اللہ کی تقدیر اور اللہ کے حکم سے رسول کے دیئے ہوئے پر راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ کو کافی ہے بہت جلد اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول اس کا حکم پا کر ہم کو دیں گے اور اگر نہ بھی دیا تو بھی بے شک ہم اللہ کی طرف ہی راغب اور امیدوار ہیں تو یہ ان کا کہنا اور سمجھنا ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اگر غور کریں تو صدقات میں ان کا حق بھی کیا ہے جبکہ صدقات کا مال صرف فقیروں اور محتاجوں کے لئے ہے اور ان کے لئے جو اسکے جمع کرنے کرانے پر مقرر ہیں اور اپنا وقت لگاتے ہیں اور اپنی اجرت اس میں سے لے سکتے ہیں اور نیز ان کے لئے ہے جن کے دلوں کو اسلام سے مانوس رکھنا ہو یعنی جو دل سے تو اسلام کو حق جانتے ہیں مگر حاجات دنیاوی سے کفار میں رہنے پر مجبور ہیں ان کی امداد بھی مال زکوٰۃ سے کی جائے اور غلاموں کی آزادی میں غلاموں کی آزادی دو طرح سے ہوتی ہے مکاتب[1] غلام کو مالی امداد دی جائے کی وہ مالک کو ادا کر کے بری ہو اور دوسرے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جاوے اور نیز قرض داروں کے لئے ہے جو جائز قرض کے نیچے دبے ہوں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے یعنی سامان جہاد وغیرہ مہیا کرنے کے لئے اور مسافروں کے لیے جو بوجہ ناداری کے وطن مالوف تک نہ جا سکتے ہوں گو یا وہ اپنے گھروں میں مال کثیر کے مالک ہوں یہ حقوق اللہ کے ٹھہرائے ہوئے ہیں اور اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے جب یہ منافق کسی قسم سے بھی نہیں تو پھر کیوں امید اس کی رکھتے ہیں اور نہ ملنے پر ناخوش ہوتے ہیں اور سنو بعض ان بے دینوں میں ایسے بھی ہیں کہ اللہ کے نبی کو ایذا دیتے ہیں اپنی مجلس میں ناحق برائی سے یاد کرتے ہیں۔

[1] مکاتب غلام وہ ہے جس سے مالک نے کہا ہو کہ اس قدر رقم تو مجھے کما کر لا دے تو تو آزاد ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

اور کہتے ہیں وہ تو کان ہے تو کہہ وہ تمہارے حق میں خیر کا کان ہے اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مومنوں پر

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ

یقین رکھتا ہے اور تم میں جو ایماندار ہیں ان کے لئے رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دکھ کی

اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ

مار ہے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کریں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول راضی کیے جانے کے زیادہ حقدار

اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ہیں اگر ایماندار ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ اور رسول کی مخالفت کرتا ہے

فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ

اس کے لئے آگ تیار ہے اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی ذلت ہے منافق

الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ

ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو

اور اگر کوئی ان کو سمجھاتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ کو خبر ہو گئی تو ناراض ہوں گے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ وہ تو کان ہے جو کوئی اسے کہہ دے چاہے جھوٹ ہی ہو فوراً مان لیتا ہے اگر ہماری شکایت کسی نے پہنچادی تو ہم اپنی معذرت کر کے اس شکایت کو دھو ڈالیں گے بات ہی کیا ہے تو اے رسول ان سے کہہ کہ بیشک وہ کان تو ہے مگر تمہارے حق میں خیر کا کان ہے بھلے مانس شریفوں کی طرح تمہارے منہ نہیں آتا یہ نہ سمجھو کہ تم جو کچھ کہتے ہو اس پر یقین کر لیتا ہے نہیں بلکہ اللہ کی بتلائی ہوئی بات پر ایمان رکھتا ہے اور مومنوں کی بات پر یقین کرتا ہے اور جو تم میں سے پکے ایمان دار ہیں ان کے لئے رحمت ہے کہ وہ خدا کے حکموں کی تعمیل کر کے حصہ وافر پاتے ہیں مطلب یہ کہ بے شک رسول اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارے کام اور گفتگو جو پوشیدہ پردوں میں کیا کرتے ہو خود جانتا ہو البتہ بذریعہ وحی خدا کے بتلانے سے یا نیک بخت مسلمانوں کو خبر دینے سے اسے معلوم ہو سکتے ہیں تاہم جو کچھ وہ سنتا ہے تمہارے حق میں بہتر ہے کہ تم زیادہ شرارتوں پر آمادہ ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو یہ بھی خدائی رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے کم بخت تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں اس غرض سے کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کریں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول راضی کئے جانے کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ تمہارے راضی ہونے سے تو ان کو بجز اس کے اور کچھ فایدہ نہیں ہو سکتا کہ تم ان کے حق میں زبان طعن بند کر لو اور بس اگر ایماندار ہیں تو خدا کو راضی کریں مگر ایمان کہاں بلکہ شرارتیں کرتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ اور رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے اس میں ہمیشہ رہے گا یعنی بڑی ذلت اور رسوائی ہے۔ کیا ہوا اگر دنیا میں چند جُہلا کے سامنے یہ بے ایمان بھی معزز بنے رہتے ہیں مگر آخر کار بکری کی ماں کب تک خیر منائے گی یہ بدذات منافق ڈرتے بھی ہیں کہ کہیں کوئی سورت ایسی نازل نہ ہو۔

تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾

کہ ان کے دلوں کے خیالات ان پر ظاہر کرے تو کہہ مخول کیے جاؤ جس امر سے تم خوف کرتے ہو خدا اسے ضرور ظاہر کرے گا

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ

اور اگر تو ان سے پوچھے تو فورا کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی ہی باتیں چیتیں اور مذاق کر رہے تھے تو کہہ کیا اللہ اور اس کے اور اس کے حکموں

وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ

رسول سے ہی مسخری کرتے ہو عذر نہ کرو تم ایمان لانے کے پیچھے کافر ہو چکے

إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾

اگر ہم (خدا) تم میں سے کسی کو معاف کریں بھی تو دوسری جماعت کو ضرور ہی عذاب کریں گے کیونکہ وہی مجرم ہیں

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَ

منافق مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں برے کاموں کا حکم کرتے ہیں

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ

اور بھلے کاموں سے منع کرتے ہیں ہاتھوں کو روکتے ہیں اللہ کو بھلائے بیٹھے ہیں پس اللہ نے (بھی) انکو

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَ

بھلا دیا منافق ہی بدکار ہیں خدا نے منافق مردوں اور عورتوں اور

الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَلَهُمْ

کافروں کے لئے جہنم کی آگ کا قرار کیا ہوا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے وہی انکو بس ہے اور ان پر لعنت کی ہے اور ان پر

کہ ان کے دلوں کے خیالات ان پر ظاہر کرے غرض ان کی یہ ہے کہ ہم جو چاہیں سو کریں ہماری خرابی کا اظہار اور مقابلہ نہ کیا[1] جائے کہ اے نبی تو ان سے کہہ مخول کئے جاؤ جس امر سے تم خوف کھاتے ہو خدا اسے ضرور ہی ظاہر کرے گا اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کیا تم واقعی ہنسی مخول کرتے تھے؟ تو فورا کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی باتیں چیتیں اور مذاق کر رہے تھے خدانخواستہ ہماری کوئی بدنیت نہ تھی بلکہ ایسی نیت کرنی ہم بے ایمانی جانتے ہیں۔ تو ان سے کہہ کہ کیا اللہ اور اس کے حکموں اور اس کے رسول سے ہی مسخری کرتے ہو بس اب عذر نہ کرو تم ایمان لائے پیچھے کافر ہو چکے اگر ہم (خدا) تم میں سے کسی کو معاف کریں بھی تو دوسری جماعت کو ضرور عذاب کریں گے جو اس فساد کے سرغنہ ہیں کیونکہ وہی مجرم ہیں۔ مسلمانو! منافق مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس اور رازدار ہیں برے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور بھلے کاموں سے منع کرتے ہیں نیکی میں خرچ کرنے سے ہاتھوں کو روکتے ہیں اللہ کو بھلائے بیٹھے ہیں پس اللہ نے بھی انکو بھلا دیا ہے یعنی اپنی خالص توجہ اور رحمت سے ان کو بے نصیب کر دیا ہوا ہے اس لئے کہ منافق زن و مرد سب کے سب بے ایمان بدکار ہیں خدا نے بھی منافق مردوں اور عورتوں اور کافروں کے لیے جہنم کی آگ کا قرار دیا ہوا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کو بس ہے اور ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے۔

---

[1] راقم کہتا ہے میرے ساتھ بھی ایک دفعہ بعینہ ایسا بلکہ اس سے بھی زیادہ واقعہ پیش آیا ایام محرم میں خاکسار اپنی بیٹھک کے پاس وعظ کہا کرتا تھا سننے کو عموما اہل ایمان بھی آتے تھے مگر تعزیہ دار بہت جلتے تھے اور ہمیشہ انکی کوشش یہی ہوتی تھی کہ یہ یہاں وعظ ونصیحت نہ کرے۔

عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ

دائمی عذاب ہے جیسا تم سے پہلے لوگوں کے لیے ہے جو تم سے کہیں بڑھ کر زور آور

اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا

اور مال اور اولاد میں بھی تم سے زیادہ تھے پھر انہوں نے اپنی قسمت کا فایدہ اٹھایا سو تم نے بھی اپنی قسمت کا

اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ

فائدہ پایا جیسا تم سے پہلے لوگوں نے اپنی قسمت سے فائدہ اٹھایا تھا اور تم بھی اسی طرح بیہودہ گوئی میں لگے جیسے

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾

وہ لگے تھے انہی لوگوں کے نیک عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو چکے ہیں یہی لوگ نقصان میں ہیں

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ

کیا ان کو پہلے لوگوں کی ہلاکت اور تباہی کی خبریں نہیں آئیں یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم

اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ

اور مدین والوں اور الٹی ہوئی بستیوں کی ان کے پاس کھلے نشان لے کر ان کے رسول آئے تھے

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

پس خدا تو ان پر ظلم کا ارادہ نہ رکھتا تھا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے مومن مرد

وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ

اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں

دائمی عذاب ہے جیسا تم کافروں سے پہلے لوگوں یعنی کافروں کے لئے ہے جو تم سے کہیں بڑھ کر زور آور اور مال اور اولاد میں بھی تم سے زیادہ تھے پھر انہوں نے اپنی قسمت کا فایدہ اٹھایا دنیا میں چند روز عیش کر لیے سو تم نے بھی اپنی قسمت کا فایدہ پایا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنی قسمت سے فایدہ اٹھایا تھا اور تم بھی اس طرح بیہودہ گوئی میں لگے جیسے وہ لگے تھے انہی لوگوں کے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے بدکاریوں سے پہلے اور پچھلے نیک عمل بھی دنیا اور آخرت میں ضائع ہو چکے ہیں نہ دنیا میں وہ حقدار مدح ہیں نہ آخرت میں مستحق ثواب اور بھی لوگ نقصان والے ہیں کیا یہ جو ایسے مست پھر رہے ہیں اور سرکشی نہیں چھوڑتے ان کو پہلے لوگوں کی ہلاکت اور تباہی کی خبریں نہیں آئیں یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین والوں اور الٹی ہوئی بستیوں یعنی لوط کی قوم کے واقعات کی کس طرح ان کے پاس کھلے نشان لے کر ان کے رسول آئے تھے مگر انہوں نے ایک نہ سنی پس خدا تو ان پر ظلم کا ارادہ نہ رکھتا تھا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے مسلمانو! جس طرح منافق ایک دوسرے کے حمائتی ہیں اسی طرح تم کو بھی چاہے ایک دوسرے کی مدد کیا کرو کیونکہ مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں یعنی ان کو آپس میں رفاقت کرنی چاہے ایسی کہ شیخ سعدی مرحوم کے قول کے مطابق

چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضو ہار انماند قرار

لیکن رفاقت کے یہ معنی نہیں کہ ایک دوسرے کے ہر نیک و بد کام میں شریک ہو جایا کریں اور امر معروف کے موقع پر خاموش رہیں

يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ

بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ؕ أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ إِنَّ اللّٰهَ

دیتے ہیں اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں انہی پر اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ بڑا

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ

غالب بڑی حکمت والا ہے۔ ایماندار مرد اور عورتوں سے اللہ نے بہشت دینے کا وعدہ کیا ہے

تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ

جن کے تلے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور دائمی بہشتوں میں عمدہ عمدہ مکانوں کا وعدہ ہے اور اللہ

مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۷۲﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جٰهِدِ الْكُفَّارَ

کی طرف سے ایک بہت بڑی خوشنودی یہی اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے اے نبی کافروں اور منافقوں سے

وَالْمُنٰفِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُونَ

مقابلہ کیا کر اور ان کے مقابلہ میں مضبوط رہا کر اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بری جگہ ہے اللہ کے نام کی

بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ؕ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَ

قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی حالانکہ کلمہ کفر کہہ چکے ہیں اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو چکے ہیں اور

کیونکہ مومنوں کی تو شان ہی یہ ہے کہ بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور جھوٹے واعظوں کی طرح نہیں کہ دوسروں کو ہی سنائیں اور خود کچھ نہ کریں بلکہ وہ خود بھی نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں انہی پر اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ ایماندار مرد اور عورتوں سے اللہ نے بہشت دینے کا وعدہ کیا ہے جن کے تلے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور نیز دائمی بہشتوں میں عمدہ عمدہ مکانوں کا وعدہ ہے اور اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑی خوشنودی کا مژدہ ان کو دیا جائے گا یہی تو ڈبل پاس اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جو ان باتوں کو نہ مانیں ان سے مناسب طریق سے جہاد کیا کر یعنی کافروں سے لسان اور سنان دونوں سے اور منافقوں سے لسان سے اور ان کے مقابلہ میں مضبوط رہا کر کسی طرح کے ضعف اور بزدلی کے آثار تجھ پر ظاہر نہ ہوں انجام کار تیری ہی فتح ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بڑی جگہ ہے یہ تو ایسے کذاب ہیں کہ اللہ کے نام کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی حالانکہ کلمہ کفر کہہ چکے ہیں اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو چکے ہیں اور

شان نزول

(یحلفون باللہ ماقالوا) منافق پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غائبانہ برا بھلا کہہ کر اعمال نامہ سیاہ کرتے اور اگر کوئی ان سے پوچھتا کہ تم نے یہ لفظ کیوں کہے تو صاف حلف اٹھا جاتے ہیں کہ ہم نے تو نہیں کہے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

هَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

ایسے کام کا قصد بھی کر چکے ہیں جس پر کامیاب نہیں ہوئے اور صرف اسی پر رنجیدہ ہیں کہ اللہ نے محض اپنی مہربانی سے اور رسول نے ان کو غنی کیا

فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ

پھر بھی اگر توبہ کر جائیں تو ان کے حق میں بہتر ہو اور اگر منہ پھیریں رہیں گے تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْهُمْ

میں دکھ کی مار دے گا نہ کوئی ان کا والی اور نہ کوئی مددگار ہو گا اور بعض

مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ

ان میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ مال دے گا تو ہم ضرور ہی خیرات دیں گے

الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾

اور نیکوکاروں سے ہوں گے

ایسے کام کا قصد بھی کر چکے ہیں جس پر کامیاب نہیں ہوئے یعنی نبی کے قتل کا ارادہ بھی انہوں نے کیا تھا جس میں نامراد رہے اور اگر بغور دیکھا جائے تو صرف اسی پر رنجیدہ ہیں کہ اللہ نے محض اپنی مہربانی سے اور رسول نے اس کے حکم سے ان کو غنی کر دیا' ان کے آپس کے تفرقے مٹائے سب کو ایک جان دو قالب بنا دیا ایک دوسرے کی ہمدردی کا سبق پڑھایا' مال و دولت سے مالا مال کیا پس یہ سب ان کے حق میں ویسا ہی ہوا جس کا بیان شیخ سعدی مرحوم کے قول میں ہے

نکوئی باپدان کردن چناست   کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

پھر بھی اگر توبہ کر جائیں تو ان کے حق میں بہتر ہو گا اور اگر نہ مانیں گے اور منہ پھیرے رہیں گے تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ کی مار دے گا اور زمین میں اور آسمان پر ان کا کوئی والی اور نہ کوئی مددگار ہو گا اور سنو بعض ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہم کو مال دے گا تو ہم ضرور ہی غربا پر خیرات کریں گے اور نیکوکاروں کے گروہ سے ہوں گے' انہی کی طرح اللہ کے دیئے کو خرچ کریں گے اور انہی کی طرح مال کو عطیہ الٰہی سمجھیں گے

شان نزول

(**ومنهم من عهدالله**) ایک شخص ثعلبہ نامی نے آنحضرت ﷺ سے کثرت مال کی دعا چاہی تو آپ نے فرمایا تھوڑا مال جس پر شکر گزاری ہو سکے بہتے سے جس پر شکر گزاری نہ ہو سکے' اچھا ہے لیکن وہ مصر ہی رہا آخر کار اس کے لئے آپ نے دعا فرمائی خدا نے اسے اتنا مال دیا کہ اس کی بھیڑوں اور بکریوں کے لئے مدینہ میں کافی جگہ نہ ملی تو جنگل میں چلا گیا یہاں تک نوبت آ پہنچی کہ آپ کی خدمت میں جمعہ کے روز بھی حاضر نہ ہو سکتا تھا موقعہ زکوٰۃ پر آپ نے تحصیل دار بغرض تحصیل بھیجا تو بجائے ادائے زکوٰۃ کے بے ادبی سے پیش آیا گو بعد میں تائب ہو کر مع زکوٰۃ حاضر خدمت ہوا شاید دل سے مخلص نہ تھا آپ نے اسکی زکوٰۃ کو قبول نہ کیا آپ کے انتقال کے بعد صدیق اکبر کے پاس زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا اور انہوں نے قبول نہ کی بعد ازاں حضرت عمرؓ کے پاس آیا انہوں نے بھی بایں وجہ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ نے تیری زکوٰۃ کو قبول نہ فرمایا تھا میں بھی قبول نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت عثمان کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر آیا انہوں نے قبول نہ کی حتی کہ خلافت عثمانیہ میں اسی مال کی محبت میں مر گیا۔ ایسے لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی سچ ہے۔

اگر دنیا نباشد دردمندیم   وگر باشد بمہرش پائے بندیم

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ

پھر جب خدا نے اپنے فضل سے ان کو دیا تو وہ بخل کر بیٹھے اور منہ موڑ کر ہٹ گئے پس خدا نے

نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا

ان کی موت کے دن تک ان کے دلوں میں نفاق کی بنیاد لگادی کیونکہ اللہ سے انہوں نے وعدہ خلافی کی ہے

كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ

اور جھوٹ بولتے ہیں- کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے پوشیدہ اسرار اور سرگوشیاں جانتا ہے؟

اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور یہ کہ اللہ غیب سے آگاہ ہے یہ وہی تو ہیں جو خیرات دینے والے مسلمانوں پر خیرات دینے میں عیب

فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ

لگاتے ہیں اور جو اپنی محنت سے زیادہ مقدور نہیں رکھتے ان سے بھی مسخری کرتے ہیں

سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ

اللہ ان کی تحقیر کرے گا اور ان کو دکھ کی مار ہوگی تو ان کے حق میں بخشش مانگو یا نہ مانگو

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

(برابر ہے) اگر تو ستر دفعہ بھی ان کے لئے بخشش مانگے گا تو بھی اللہ ہرگز ہرگز ان کو نہ بخشے گا یہ اس لئے ہے کہ اللہ

كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

اور رسول سے یہ انکاری ہوئے ہیں

پھر جب خدا نے اپنے فضل سے ان کو کچھ دیا تو بخل کر بیٹھے اور منہ موڑ کر ہٹ گئے- پس ان کی بدکاری کی سزا میں خدا نے ان کی موت کے دن تک ان کے دلوں میں نفاق کی بنیاد لگادی کیونکہ اللہ سے انہوں نے وعدہ خلافی کی ہے اور جھوٹ بولتے ہیں پوشیدہ مخالفت کرتے اور بے ہودہ بکواس کرتے ہیں کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ اسرار اور سرگوشیاں بھی جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی تمام باتوں سے آگاہ ہے- یہ ظالم وہی تو ہیں جو خیرات دینے والے آسودہ مسلمانوں پر جی کھول کر خیرات دینے میں ریاکاری کا عیب لگاتے ہیں اور جو بے چارے اپنی محنت سے زیادہ مقدور نہیں رکھتے اور اسی محنت میں سے جو کچھ ہو سکتا ہے بچا کر فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں ان سے بھی یہ ظالم مسخری کرتے ہیں کہ لو جی یہ بھی انگلی کو لہو لگا کر شہیدوں میں ملنے آیا ہے اسی کی چار کوڑی سے تو یہاں کام چلنا تھا اللہ ان بدذاتوں کی تحقیر اور ہنسی کرے گا اور ان کو دکھ کی مار ہوگی خدا کے نزدیک یہ ایسے مبغوض ہیں کہ تیری سفارش بھی انکے حق میں کام نہ آئے گی تو ان کے حق میں بخشش مانگ یا نہ مانگ برابر ہے اگر تو ستر دفعہ بھی ان کے لئے بخشش مانگ لے گا تو بھی اللہ ہرگز ہرگز انکو نہ بخشے گا یہ سزا اس لیے کہ اللہ اور رسول سے یہ عناداً انکاری ہوئے ہیں-

شان نزول

(الذین یلمزون) پیغمبر خدا نے ایک دفعہ صدقہ دینے کی ترغیب دی تو عبدالرحمٰن بن عوف چار ہزار درہم اور بعض غربا بھی حسب مقدور لے کر حاضر ہوئے اس پر منافقوں نے جنہوں نے دینے دلانے میں بجز باب لاینصرف کچھ پڑھا ہی نہ تھا لگے مخول اڑانے کہ میاں یہ جو تم اتنے اتنے مال لے کر مجلسوں میں چندہ لے کر حاضر ہوتے ہو ان کی نیت میں فتور ہے اخلاص سے نہیں آتے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی-

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ

اور اللہ ایسے بدکاروں کی جماعت کو ہدایت نہیں کیا کرتا رسول خدا کے پیچھے بیٹھ رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے پر

خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ

خوش ہیں اور اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنا ان کو ناپسند ہوا

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ

اور کہتے رہے گرمی میں مت جاؤ تو کہہ جہنم کی آگ سخت گرم ہے

لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا

کاش ان کو سمجھ ہوتی پس ہنسیں کم اور اپنی بداعمالیوں کی سزا پر

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ

روئیں بہت پھر اگر خدا تجھے ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس پہنچائے

لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ

اور تجھ سے تیرے ساتھ جانے کی درخواست کریں تو کہہ دیجیو کہ تم ہرگز ہرگز میرے ساتھ نہ نکلو گے

اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ

اور نہ میرے ہمراہ دشمن سے لڑو گے تم پہلی مرتبہ پیچھے بیٹھ رہنے پر راضی ہو چکے ہو پس تم پیچھے بیٹھ رہنے

الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾

والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

اور اللہ ایسے بدکاروں کی جماعت کو ہدایت نہیں کیا کرتا یعنی توفیق خیر ان سے مسدود کر دیتا ہے جنگ میں رسول خدا کے پیچھے بیٹھ رہنے والے اپنے گھروں میں عورتوں کے ساتھ بیٹھ رہنے پر خوش ہیں کہ ہم نے خوب کیا کہ معمولی عذر کر کے جان بچالی۔ تیرے سامنے آکر آنے بہانے کر گئے اور اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنا ان کو ناپسند ہوا اور مسلمانوں کو بغرض روکنے کے کہتے رہے میاں گرمی میں مت جاؤ میدان جنگ سے پہلے ہی گرمی کی شدت سے ہلاک ہو جاؤ گے۔ اے نبی تو ان سے کہہ جہنم کی آگ سخت گرم ہے کاش ان کو سمجھ ہوتی۔ ان کو چاہیے کہ ہنسیں کم اور اپنی بداعمالیوں کی سزا پر روئیں بہت۔ اب کے جو ہوا سو ہوا پھر اگر خدا تجھے زندہ سلامت باکرامت ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس پہنچا دے یعنی تو صحیح سالم خدا کے فضل سے مدینہ میں پہنچ جائے اور بوقت ضرورت پھر تجھ سے تیرے سامنے جانے کی یہ بدذات مطلب کے یار درخواست کریں تو تو ان سے کہہ دیجیو کہ یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں ورنہ تم ہرگز ہرگز میرے ساتھ نہ نکلو گے اور نہ میرے ہمراہ دشمن سے لڑو گے کیونکہ تم پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے پر راضی ہو چکے ہو جس سے ہمیں تجربہ ہو چکا ہے ؎

آزمودہ را آزمودن خطاست

بس اب کے بھی تم پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو پس یہ کہہ کہ ان کو چھوڑ دے ایسا کہ کسی طرح کا ربط و ضبط ان سے نہ رکھ۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا

اور ان میں سے کوئی مرے تو اس پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھیو اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑا ہو یہ لوگ

بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡ ؕ

اللہ اور رسول سے منکر ہوئے ہیں اور بدکاری ہی میں مرے ہیں۔ تو ان کے مال اور اولاد پر تعجب نہ کر

اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾

خدا کو یہی منظور ہے کہ اس مال اور اولاد کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور ان کی جان بھی نکلے تو کفر کی حالت

وَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهِ اسۡتَاۡذَنَكَ

میں نکلے اور جب کوئی سورت ان معنی کی اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ ہوکر جہاد کرو تو ان میں سے

اُولُوا الطَّوۡلِ مِنۡهُمۡ وَقَالُوۡا ذَرۡنَا نَكُنۡ مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا

آسودہ آدمی تجھ سے اذن چاہنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہیں یہ راضی ہیں کہ پیچھے

مَعَ الۡخَـوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۸۷﴾

رہنے والی عورتوں کے ساتھ بیٹھ رہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگائی گئی ہے پس اب نہیں سمجھیں گے-

اور ان سے کوئی مرے تو اس پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھ اور نہ ہی اس کی قبر پر بغرض دعا کھڑا ہو اس لئے کہ یہ لوگ اللہ اور رسول سے دانستہ عناداً منکر ہوئے ہیں اور بدکاری ہی میں مرے ہیں اور اگر ان کی ظاہری عزت اور آبرو تجھے حیران کرے تو ان کے مال دولت اور کثرت اولاد سے تعجب نہ کر خدا کو یہی منظور ہے کہ اس مال اور اولاد کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور ان کی جان بھی نکلے تو کفر کی حالت میں نکلے اور سنو! ان کی خباثتوں اور شرارتوں کی کوئی حد نہیں جب کوئی سورت ان معنی کی اتاری جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے آسودہ آدمی جن کی طبیعتوں میں آرام جاگیر ہے اور روپیہ کی سخت محبت جم رہی ہے تجھ سے اذن چاہنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجئے اور اجازت مرحمت فرمایئے کہ ہم پیچھے بیٹھنے والوں یعنی اپاہج اور مستورات کے ساتھ بیٹھ رہیں اور ان کمبختوں کو اتنی شرم بھی نہیں آتی کہ بہادر قوم ہو کر اس بات پر یہ راضی ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگائی گئی ہے پس اب نہ سمجھیں گے-

---

شان نزول

(ولا تصل علی احد منهم) عبداللہ بن ابی- علیه مایستحقه کے فوت ہونے پر اس کے بیٹے نے جو مخلص مومن تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس کے جنازہ پڑھنے کی درخواست کی آپ نے اپنی رحیمانہ عادت سے اسکی درخواست کو قبول فرمایا مگر چونکہ عبداللہ کی شرارتیں اور فساد کچھ ایسے نہ تھے کہ کسی سے مخفی رہے ہوتے منافقوں کا تو وہ سرکردہ ہی تھا ایسے موقع پر غیر تمندوں کو سخت جوش آیا کہ یہ بدبخت تو زندگی میں ہم کو ایذائیں اور تکلیفیں دیتا رہا آخر کار آنحضرت کی دعا سے بہرہ ور بھی ہوا چاہتا ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق نے آگے بڑھ کر گزارش کی کہ حضرت ایسے شخص کا آپ جنازہ پڑھتے ہیں۔ جس نے فلاں روز یہ شرارت کی فلاں دن یہ فساد اٹھایا- مگر آپکی طبعی رحم دلی نے فاروقؓ کے سب سوالوں کو نہایت ہی سہل سمجھا لیکن چونکہ اللہ کے نزدیک فاروقؓ کی یہ رائے وزن رکھتی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی-

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

لیکن اللہ کا رسول اور اس کے ساتھ کے ایماندار مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ہیں انہی کے لئے

لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہیں اللہ نے ان کے لئے باغ تیار کیے ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ

جن کے تلے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی تو بڑی کامیابی ہے جنگلی لوگ بھی

الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ

عذر کرتے ہوئے آئے ہیں کہ ان کو رخصت ملے اور اللہ اور رسول سے جھوٹ

وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى

بولنے والے بیٹھ رہے ہیں ان میں سے کافروں کو دکھ کی مار پہنچے گی۔ کمزوروں پر گناہ

الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ

نہیں اور نہ بیماروں اور نہ ان لوگوں پر گناہ ہے جن کو خرچہ جنگ میسر نہیں

اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

بشرطیکہ اللہ اور اسکے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں

لیکن اللہ کا رسول اور اس کے ساتھ کے ایماندار مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں انہی کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب اور فلاح پانے والے ہیں اللہ نے ان کے لیے بہشت کے باغ تیار کئے ہیں جن کے تلے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی تو بڑی کامیابی ہے کہ عذاب الٰہی سے بچ کر خدا کے انعام سے بہرہ ور ہوں گے ان بے دینوں کے سوا جو مدینہ میں رہتے ہیں بعض جنگلی لوگ بھی عذر کرتے ہوئے آئے ہیں کہ ان کو پیچھے بیٹھ رہنے کی رخصت ملے اور اللہ اور رسول سے جھوٹ بولنے والے تو مزے سے بیٹھے ہی رہے ہیں۔ پس اب دور نہیں کہ ان میں سے کافروں کو دکھ کی مار ہوگی۔ ہاں جنگ کے موقعہ پر سب مسلمانوں کا میدان جنگ میں آنا بھی ضروری نہیں بلکہ جو واقعی معذور ہیں ان کا عذر قبول ہے پس اسی اصول کے مطابق کمزور پر گناہ نہیں اور نہ بیماروں اور بیماروں کے تیمارداروں پر اور نہ ان لوگوں پر گناہ ہے جن کو خرچہ جنگ میسر نہیں بشرطیکہ ایسے لوگ گھر بیٹھے ہوئے اللہ اور رسول کے دین کی خیر خواہی کرتے رہیں۔

شان نزول

(وجاء المعذرون) جنگ تبوک میں جو سخت گرمیوں میں ہوئی تھی بہت سے مخلصوں اور منافقوں کا امتحان ہو گیا تھا شروع ہی میں کمزور لوگوں نے اعذار بارده کرنے شروع کئے بعض لوگ تو واقعی معذور تھے ہی مگر بعض نے صرف ظاہری بہانہ جوئی سے تخلف کرنا چاہا ایسے لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم)

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى

نیکوکاروں پر کوئی الزام نہیں ہوتا اور خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور نہ ان لوگوں پر

الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا

گناہ ہے جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انکو سواری دے تو تو کہتا ہے کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں

وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا

جس پر تم کو سوار کروں اورخرچ میسر نہ ہونے کے غم سے روتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں گناہ تو انہی

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا

لوگوں پر ہے جو غنی ہوکر تجھ سے رخصت مانگا کرتے ہیں اور خوش ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتوں

مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

میں مل رہیں اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے پس وہ نہیں سمجھیں گے۔

توان کے عذر قبول ہیں کیونکہ نیکوکاروں پر کوئی الزام نہیں ہوتا معمولی حاکم بھی ایسے مخلصوں پر رحم کرتے ہیں اور خدا تو بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے اور نہ ان لوگوں پر گناہ ہے جو تیرے یا تیرے کسی نائب امیر المومنین کے پاس اس غرض سے آتے ہیں کہ تو ان کو سواری دے تو تو بجائے سواری دینے کے ان سے کہتا ہے کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں رہی جس پر میں تم کو سوار کروں یہ تیرا جواب سن کو وہ بیچارے گھروں کو واپس ہو جاتے ہیں مگر نہ خوشی خوشی کہ جان بچی بلکہ افسوس کرتے ہوئے اور خرچ میسر نہ ہونے کے غم سے روتے ہوئے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں پیچھے رہنے میں گناہ تو انہی لوگوں پر ہے جو غنی اور آسودہ ہو کر تجھ سے رخصت مانگا کرتے ہیں اور خوش ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتوں میں مل رہیں چونکہ اللہ نے ان کے دلوں پر ان کی بداعمالی کی وجہ سے مہر کردی ہے پس وہ نیک و بد کو نہیں سمجھیں گے۔